محمد ﷺ مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا
عزتِ رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
مصنف
استاذ العلماء سند المحققین
حضرت علامہ مفتی محمد اقبال سعیدی رضوی
یکے از شیوخ حدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان
مکتبۃ السلام

نام کتاب: .... عزت رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

نام مصنف: .... استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد اقبال سعیدی رضوی صاحب

پروف ریڈنگ .... مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی عبدالمجید خان سعیدی (رحیم یار خان)

کمپوزنگ .... محمد زمان سعیدی رضوی

قیمت ....

ناشر و ملنے کا پتا .... مکتبۃ السلام

(مفتی محمد اقبال سعیدی رضوی صاحب گلی نمبر 1 شاداب کالونی ایم ڈی اے چوک ملتان)

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہِ کرم مطلع فرمائیں۔

ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ مکتبۃ السلام ملتان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجمالی فہرست عنوانات کتاب ہٰذا

نعت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام

محمد مظہر کامل ہے حق کی شانِ عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ اندازِ وحدت کا

یہی ہے اصل عالم مادۂ ایجاد خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا

گدا بھی منتظر ہے خلد میں نیکوں کی دعوت کا
خدا دِن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

گنہ مغفور، دل روشن خنک آنکھیں جگر ٹھنڈا
تعالیٰ اللہ ماہِ طیبہ عالم تیری طلعت کا

نہ رکھی گل کے جوشِ حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغِ رسالت کا

بڑھا یہ سلسلہ رحمت کا دورِ زلفِ والا میں
تسلسل کالے کوسوں رہ گیا عصیاں کی ظلمت کا

شرفِ انتساب

میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ جلیلہ سے سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس ناچیز کوشش کو قبول فرمائے۔

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے مجھ ناچیز اور میرے والدین، اساتذہ اور شیوخ طریقت کی بخشش فرمائے، اور انہیں مزارات اور آخرت میں خصوصی عزت سے سرفراز فرمائے۔

رَبِّ ارْحَمْهُمْ كَمَا رَبَّوْنِي صَغِيرًا وَّ كَمَا عَلَّمُوْنِي اِذْ كُنْتُ جَهُوْلًا

آمین بِجَاهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صلی اللہ علیہ وسلم

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

فقیر محمد اقبال سنی حنفی سعیدی رضوی غفر اللہ لہ

یکے از شیوخِ حدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم نیو ملتان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہِ الۡاَتۡقِیَاءِ

ہر کتاب کو شروع کرنے سے پہلے یہ بتایا کرتے ہیں کہ اِس کتاب میں کیا کچھ بیان ہوگا اور اِس کتاب کے لکھنے کی ضرورت کیوں کر پیش آئی، تو اِس سلسلہ میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے ہمیں اپنا حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) عطا فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت بڑی عظمت عطا فرمائی جس کا ذکر قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ہے، جو آگے چل کر آپ اِس کتاب میں بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔

لیکن المیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانے میں پانے والے مسلمانوں کے علاوہ کچھ لوگ وہ بھی تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں پوری زندگی شرک وکفر کا جھنڈا اُٹھائے رکھا اور اِن کے علاوہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنے آپ کو کہتے تو مسلمان تھے اِس کے باوجود اُن کے دلوں میں اسلام اور داعیٔ اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف نفرت چھپی ہوئی تھی۔

کبھی کبھار بے ساختہ اُن کی زبان سے اِس نفرت کا اظہار ہو بھی جاتا تھا، اِن میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص صحابہ پر طعن کیا تو یہ کہہ دیا کہ یہ تو کھانے کے شیر ہیں، لڑنے کے لیے ہم ہیں۔ کسی سے اپنے دل کی کدورت چھپائی نہ جا سکی تو اُس نے کہہ دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں آسمان کی چھپی ہوئی خبریں تو بڑی بتاتے ہیں لیکن اپنی اونٹنی کا علم نہیں کہ وہ کہاں گم ہوگئی ہے؟ بھلا ایسے شخص کو غیب کا کیا پتہ؟ [۱]

تو ایسے لوگوں کے خلاف اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیات بھیج کر یہ واضح کر دیا کہ یہ لوگ صحابہ کرام میں سے اور مومنین مخلصین نہیں۔ اِسی طرح کچھ وہ تھے جو موقع پا کر یہ کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ آنے والے ہمارے شہر کے لوگوں سے لڑتے جھگڑتے ہیں، اور وہ بولے کہ ہم اپنے شہر مدینہ میں جا کر پہلا کام یہ کریں گے کہ بہت عزت والا بہت ذلیل کو شہر سے نکال دے گا۔ [۲]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن کے خلاف مسلمانوں کو متنبّہ کیا اور بتایا کہ اِنہوں نے واقعی ایسا کہا ہے۔ اور فرمایا

۱......﴿''تفسیر جامع البیان'' (ابوجعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۱ھ) جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت﴾

☆......﴿''التفسیر الکبیر'' (فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ) جلد ۱۵ صفحہ ۱۲۲۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت﴾

۲......﴿''سورۃ المنافقون: الآیۃ ۸''﴾

''عزت فقط اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مؤمنین کے لئے ہے۔'' ۱

رب العزت نے اِن کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ

''یقیناً جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے عداوت رکھتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں سے ہیں '' ۲

دراصل یہ لوگ امت میں تا قیامِ قیامت اسلام کا نام لینے والے لوگوں میں پیدا ہونے والے فرقوں کا بیج تھے۔ امت کے ہر دور میں کوئی نہ کوئی فرقہ ایسا پیدا ہوتا ہے، جو بظاہر نیا سمجھا جاتا ہے لیکن اگر زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں غور کیا جائے تو اہل بصیرت کو اُن کا بیج وہاں پڑا دکھائی دیتا ہے۔

اُنہیں میں سے ایک فرقے کا بانی دہلی میں سامنے آیا وہ ایک جدی پشتی پیر خاندان کی اولاد سے تھا، اور اُس کا باپ سجادہ نشین سے چھوٹا تھا، اِس لئے سجادگی اُس کے خاندان میں نہ آسکی، اُس نے اپنے وقار اور اپنی آمدنی میں کمی کو دیکھا تو شہرت وقیادت طلبی کے لئے نئے مسائل وعقائد ایجاد کئے اور ایک کتاب لکھی، اور اُس کتاب میں یہ لکھا کہ

''تمام انبیاء اور اولیاء اللہ کے رُوبرو ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں''

اور اُسی کتاب میں ایک اور مقام پر یہ بھی لکھا کہ

''اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''

نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا کچھ لوگ اُس کے ساتھ بھی ہو گئے، متبعین بڑھے تو وقار بڑھا اور یوں ایک نیا فرقہ وجود میں آ گیا۔ اگرچہ علمائے اسلام نے بروقت اُس فتنے کے خلاف آواز اٹھائی، بہت سے علماء نے اُس کی تردید لکھی، اُس وقت ایسا ہی ہونا چاہیے تھا، لیکن بعد میں یوں ہوا کہ اِس فرقہ کے ہمنواؤں نے اپنے پیشوا کے حق میں دلائل دیئے تا کہ لوگوں کو یہ مغالطہ ہو کہ اِس فرقہ کے پیشوا نے صحیح لکھا ہے اِس لیے ضرورت پیش آئی کہ اُن نام نہاد دلائل کا جواب لکھا جائے۔

علاوہ ازیں اِس فرقہ کے کچھ مقتدیوں نے جو علماء یا پیر کہلاتے تھے، اُس کے حق میں یہاں تک کہہ دیا کہ

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قبل ہجرت نہ صرف اللہ کے نزدیک بلکہ کافروں کے نزدیک بلکہ اُن کے مقابلے میں فی الواقع اِس ذلیل لفظ کا اطلاق آپ پر صحیح چسپاں ہوتا ہے''۔ (معاذاللہ ثم معاذاللہ)

اِس لیے ضرورت پیش آئی کہ اِن دونوں موضوعات پر کچھ لکھا جائے شاید ایسا کہنے والوں کی اتباع کرنے والے زندہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہدایت دے دے۔ فقیر کا مقصد کسی کی تکفیر نہیں، یہ مسئلہ علماء کرام پہلے طے کر چکے ہیں، ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ حقائق کی روشنی میں اِن لوگوں کے نام نہاد دلائل کو غلط ہونا ثابت کر دیا جائے۔

۱......﴿''سورۃ المنافقون: الآیۃ ۸''﴾ ۲......﴿''سورۃ المجادلۃ: الآیۃ ۲۰''﴾

آئندہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو اپنے دربار میں جو عزت بخشی وہ نہ صرف مختلف معجزات کے ان کے ہاتھ پر اظہار سے ظاہر ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں بھی اُس کا واضح طور پر بیان فرمایا۔

اس سلسلہ میں منکرین کے دو فرقے ہیں، اُن میں سے پہلے نے خوفِ خلق کی وجہ سے اگرچہ یہ نہیں لکھا کہ نبی کریم ﷺ کافروں کے مقابلے میں ذلیل تھے، (معاذاللہ) بلکہ یوں لکھا کہ

''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''

تو یہاں انہوں نے اللہ کے نزدیک کہہ کر اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی اگرچہ مقصد یہی تھا کہ وہ کافروں کے مقابلہ میں ذلیل ہیں۔ اسی لئے چمار سے بھی ذلیل کے الفاظ بڑھا دیئے۔ مخلوق میں بڑے سے ان کی مراد رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ جیسا کہ اس فرقے کے بانی، اور ان ذلیل اقوال کے قائل شاہ اسماعیل دہلوی کے پیروکاروں میں سے میاں نذیر حسین دہلوی تسلیم کر رہے ہیں (حوالۂ کتاب آگے پیش کیا جائے گا) نیز اس قول کے قائل نے دوسرے مقام پر ''تمام انبیاء اور اولیاء کو اللہ کے روبرو ذرۂ ناچیز سے کمتر'' کہہ کر اپنی بات کا مفہوم متعین کر دیا کہ ''مخلوق کے بڑے سے اس کی مراد انبیاء اور اولیاء ہیں''

تاہم اس کے پیروکار خوب سمجھ رہے تھے کہ مقصد کافروں سے کمتر ثابت کرنا ہے اس لیے ان کے پیروکاروں میں دوسرا فرقہ وجود میں آ گیا جس نے اللہ تعالیٰ کو بیچ میں لانے کا تکلف ختم کر دیا اور یہ کہا کہ کافروں کے مقابلے میں قبل ہجرت اس حالت میں رہے جسے (معاذاللہ ثم معاذاللہ) ذلت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس فرقہ والے اپنے پہلے پیشواؤں کو اس دَلدل سے باہر تو نہ نکال سکے البتہ خود اس دَلدل میں پھنس گئے اور اپنے پیشواؤں کا نادانستہ طور پر رد بھی کر دیا۔ ان کے پہلے پیشواؤں نے کہا تھا کہ ہر مخلوق یعنی مخلوق کا ہر فرد بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کے نزدیک چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔ جبکہ دوسرا فرقہ ان کی تائید کے خیال میں رسول اللہ (ﷺ) کو قبل ہجرت تو کافروں کے مقابلہ میں (نعوذ باللہ)...... مانتا ہے لیکن آپ کی ہجرت کے بعد ذلت کو ختم اور عزت کو شروع سمجھتا ہے۔ اس لیے ان دونوں فرقوں میں تضاد تو پایا گیا مگر پہلے فرقے کا بچاؤ کسی طرح سے نہیں ہو سکا۔ اس لئے اس کتاب میں دونوں فرقوں کے دلائل کا جائزہ لیا گیا ہے۔

ابتداء میں اس قدر سمجھ لیں کہ تمام انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عموماً اور ہمارے پیارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ ﷺ خصوصاً اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کافروں کے مقابلے میں ہمیشہ عزت سے رہے، اور کافر اپنی تمام

دنیوی اور معاشرتی قوت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مقصد سے پیچھے ہٹانے میں ناکام رہے۔ مکہ شریف میں ان کی آخری کوشش سرکار نبی مکرم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی تھی جو اللہ تعالیٰ نے ناکام بنادی اس لیے یہ (ذلیل کا) لفظ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بولنا قطعاً غلط ہے۔

یادرہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی شخص ایسا پایا جائے جو کچھ عرصہ کے لیے کافروں کے ہاتھ میں کمزور رہا ہو، تو یہ ہمارے دعوی کے خلاف نہیں۔ تاہم آگے چل کر یہ بات بھی ثابت کردی گئی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بھی ایسی کوئی بات درجہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔

علاوہ ازیں یہ بھی یادرہے کہ کتاب لکھنے کا مقصد دفاع ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اولاً اور دیگر انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کا ثانیاً، لیکن کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم اہل سنت وجماعت اللہ جل جلالہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معاذ اللہ کم سمجھتے ہیں، یا معاذ اللہ برابر سمجھتے ہیں یا معاذ اللہ اتنا فرق سمجھتے ہیں جو ہماری پیمائش میں آئے۔ وہ تو بے مثل و بے مثال ہے، وحدہٗ لاشریک ہے، وہ سب سے اونچا اور سب پر غالب ہے تاہم اِس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے اپنے انبیاء ومرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے ساتھ دیگر مخلوق کو برابر کا رتبہ نہیں دیا، بلکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پھر باقی انبیاء ومرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ پھر تمام صحابہ واہل بیت اور پھر اولیاء کرام کو اور باقی مؤمنین صالحین پھر غیر صالحین مؤمنین کو درجہ بدرجہ فضیلت دینے کے علاوہ تمام کافروں سے افضل قرار دیا۔ یہ بات بھی دلائل کی روشنی میں بیان ہوئی ہے جو آگے چل کر آپ ملاحظہ فرمائیں گے ،بس یہی ہمارا مقصد ہے۔

مزید برآں یہ بھی بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کے ذلیل ہونے اور مخلوق کے سامنے کسی کے ذلیل ہونے کا آپس میں کوئی لزوم نہیں، ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کافر ہو اس لیے وہ اللہ تعالیٰ اور اہل اسلام کے نزدیک ذلیل ہے، ہی مگر وہ کافروں میں بھی حقیر و ذلیل سمجھا جاتا ہو جیسے ہندوؤں میں چوہڑا، چمار۔ اور ہوسکتا ہے ایک مومن جس کی اللہ کے نزدیک تو عزت ہے، ہی وہ مخلوق میں کافروں اور مومنوں پر غلبہ بھی رکھتا ہو تو یہ مخلوق کے سامنے بھی اس کی عزت ہے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک کافر اللہ کے نزدیک ذلیل ہونے کے باوجود کافروں میں عزت رکھتا ہو مثلاً ان کا بادشاہ ہو۔ اور اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک مومن اللہ کے نزدیک تو عزت رکھتا ہے لیکن مخلوق میں اس کو عزت حاصل نہ ہو جس کی مثال سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا پہلا دور ہے جب وہ غلام تھے، اور ایمان لانے کے بعد ان کے کافر مالک انہیں سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور اگر وہ تکلیفیں نہ بھی پہنچاتے تو کافروں کی غلامی بہر حال کوئی عزت کی چیز نہ تھی۔ اسکی مثال میں صحیح مسلم شریف کی ایک

حدیث کا مضمون ملاحظہ ہو:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بالکل چھوٹی عمر میں صرف تین بچوں نے کلام کیا۔ (یہ حدیث طویل ہے بہ نظر اختصار صرف یہ مقصود بیان کیا جاتا ہے)

''ایک خاتون اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی تو سامنے سڑک پر ایک شخص بڑے اچھے لباس میں ایک بہت خوبصورت موٹی تازی گھوڑی پر سوار ہو کر جا رہا تھا جس سے اُس کی دولت اور ثروت کا اظہار ہوتا تھا۔ تو خاتون نے (اس وقت) اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ میرے بیٹے کو اِس طرح کا بنانا۔ تو بچے نے (جو چند دنوں کا تھا) دودھ پینا چھوڑ دیا اور اُلٹ کر اس گھوڑی والے کو دیکھا ابھی اس نے بولنا شروع نہیں کیا تھا بہت ہی چھوٹا تھا لیکن اُس وقت یکا یک وہ بول پڑا اور اس نے کہا اے اللہ تو مجھے اِس شخص کی طرح نہ بنانا (ظاہر ہے) وہ عورت حیرت زدہ ہوگئی پھر اسی دن یا کسی اور دن سڑک پر ایک خاتون جا رہی تھی، لوگ اس کو پکڑے ہوئے تھے اور اس پر آوازے کس رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے، تو نے چوری کی ہے۔ اس وقت بھی ماں اپنے اسی بچے کو دودھ پلا رہی تھی تو اس نے پھر دعا کی کہ اے اللہ میرے بیٹے کو اس خاتون کی طرح نہ بنانا، تو اس بچے نے دودھ چھوڑ کر اس خاتون کی طرف دیکھا اور کہا اے اللہ مجھے اسی کی طرح بنانا۔ پھر ماں نے بچے سے بات کی اور بولی میں انتہائی بدقسمت عورت ہوں کہ مجھے ایسا بچہ ملا ہے، میں نے جب تمہارے لیے یہ دعا کی کہ تم اس خوش خوراک اور خوش لباس شخص کی طرح بنو، تو تم نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے اس کی طرح نہ بنانا اور جب میں نے یہ دعا کی کہ اللہ تمہیں اس عورت کی طرح (جس پر لوگ آوازے کس رہے تھے) نہ بنائے تو تم نے یہ دعا کی کہ اللہ تمہیں اس عورت کی طرح بنائے۔ تو بچے نے اپنی ماں کو جواب دیا کہ وہ گھوڑا سوار ایک ظالم، جابر شخص تھا۔ اس لیے میں نے دعا کی کہ اللہ مجھے اس طرح کا نہ بنائے، اور وہ خاتون ایک صالحہ عورت تھی اس پر یہ تمام الزام جھوٹے تھے۔ یعنی اس کا ظاہر تو بُرا تھا لیکن وہ اللہ کے ہاں بُری نہ تھی، تو میں نے اس لیے دعا کی مجھے اس کی طرح بنائے'' ملخصاً [1]

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امیر آدمی دنیا میں عزت کے باوجود اللہ تعالیٰ کا مبغوض تھا اس لیے وہ آخرت میں ذلیل ہوگا جب کہ وہ خاتون مومنہ صالحہ تھی دنیا میں ذلیل ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والی تھی۔

واضح ہوگیا کہ اگر کوئی انسان مومن انسانوں کے ہاں ذلیل ہو بھی تو اس کے باوجود اگر وہ نیک صالح ہے تو اللہ کے

---

[1]...... ''الصحیح لمسلم'' (امام مسلم بن حجاج قشیری المتوفی ۲۶۱ھ) جزء ۲ صفحہ ۳۱۴۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

ہاں اس کی عزت میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ دونوں مسئلے علیحدہ قرار پائے پس کچھ امتی اگر کافروں کے سامنے کسی وقت عزت نہ بھی رکھتے ہوں تو اللہ کے ہاں بہر حال ان کی عزت ہوتی ہے اس میں کوئی فرق نہیں آتا اس لیے یہ جملہ ہر صورت غلط قرار پائے گا کہ

''سب انبیاء اور اولیاء اس کے رُوبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں''

''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''

تاہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلکہ تمام انبیاء و مرسلین عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کو اللہ تعالیٰ نے کافروں پر عزت وغلبہ ہی عطا فرمایا، جیسا کہ کتاب میں اس کی وضاحت آرہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ کے رُوبرو تو اللہ کے رسول اور مومنوں کے لیے عزت ہے ہی جیسا کہ اس کتاب میں قرآنی آیات سے ثابت کیا گیا ہے، تاہم کافروں پر بھی اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر دور میں عزت عطا فرمائی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزت کی نفی کرنا قرآن وحدیث سے ثابت شدہ واقعاتی شہادتوں کے خلاف ہے۔ رہے دیگر مومنین ان کو اگر چہ کافر دنیا میں کسی وقت عزت نہ دیتے ہوں لیکن پھر جب ان کی کثرت ہو جانے کی وجہ سے ان کی قوت بڑھ گئی تو وہ کافروں پر غالب اور عزت والے بھی ہو گئے اور کافر جو کچھ عرصہ پہلے غالب تھے وہ اب کثرت کے مقابلے میں مغلوب اور ذلیل ہو گئے تو یہ بات کہنے والا واقعات کی مخالفت نہیں کرتا نہ اس پر کوئی الزام ہے بلکہ اگر وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو یہ عزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حاصل ہوئی تو وہ سچ کہہ رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کا بیان کر رہا ہے اس پر طعن واعتراض بے جا ہوگا۔

اس سلسلے میں کچھ لوگوں نے جو اعتراض اپنی کتابوں میں لکھے ہیں بالخصوص (ان کے مولانا) میاں نذیر حسین دہلوی (ان کے مولانا) سرفراز خاں گکھڑوی (ان کے مولانا) ابوالحسن علی ندوی اور (ان کے مولانا) عزیز الدین مراد آبادی نے جو اعتراضات اسماعیل دہلوی کی تائید میں لکھے ہیں ان سب کا تفصیلاً جواب دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جو اعتراضات ممکن ہو سکتے تھے اور وہ جواب جو دہلوی صاحب کی تائید میں پیش کیے گئے یا پیش کئے جاسکتے تھے اور ابھی پیش نہیں کیے گئے ان سب کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری طرف سے جو کچھ پیش کیا گیا ہے (بِحَمۡدِ اللّٰہِ تَعَالٰی) وہ قرآن وحدیث سے اور اقوال علماء متفقہ یا مسلّمہ سے لایا گیا ہے، کوئی سنی سنائی بے اصل بات نہیں پیش کی گئی، ہاں یہ ممکن ہے کہ عقلی ڈھکوسلے کا جواب کہیں اُس طرح کی عقلی دلیل سے دیا گیا ہو۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ناچیز کی اس حقیر کاوش کو جو میری لیاقت کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اللہ عزوجل کی مدد

سے اتمام کو پہنچی ہے۔ اسے اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما کر لوگوں کے لیے ہدایت کا باعث بنائے۔ اس کام میں جن لوگوں نے میرے ساتھ تعاون کیا میں ان سب کا ممنون ہوں بالخصوص فاضل نوجوان مولانا محمد زمان سعیدی برکاتی سلّمہ کا جنہوں نے رات دن ایک کر کے اس کام میں میرے ساتھ تعاون کیا اس کے علاوہ فاضل جلیل مولانا مفتی عبدالمجید صاحب سعیدی رضوی سلّمہ (رحیم یارخان) اور مجاہد ملت ڈاکٹر الطاف حسین صاحب سعیدی سلّمہ (جہانیاں) جنہوں نے اس کتاب میں اغلاط کتابت کی تصحیح کے علاوہ مفید مشورے بھی عطا فرمائے۔ (جَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ) اور جس جس دوست نے کمپوزنگ کرنے میں میرے ساتھ تعاون کیا خصوصاً عزیز فاضل مولانا محمد اعجاز سعید سلّمہ (بہاول پور) اللہ تعالیٰ ان حضرات کو زیادہ سے زیادہ رحمت اور برکات عطا فرمائے۔

آمین بِجَاهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ﷺ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

فقیر محمد اقبال سنی حنفی سعیدی رضوی غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ

یکے از شیوخ حدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

آغازِ کتاب

- عزت اور ذلت کا مفہوم کتبِ لغت کے حوالے سے
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار پر غلبہ
- سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابو جہل کی بے بسی
- عقبہ بن ابی معیط کو مذاق کی سزا
- حکم بن عاص کا حال

تفسیر و حدیث اور کتبِ سیرت

کے مستند حوالوں سے

خالقِ کائنات اللہ عزوجل نے اپنے رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کے ہر بڑے سے بڑے عزت مند سے بھی زیادہ عزت والا بنایا ہے، آپ اعلانِ نبوت سے پہلے بھی عزت مند تھے اور اعلان نبوت کے بعد بھی عزت والے تھے۔

کسی طرح کی ذلت کو اللہ تعالیٰ نے کبھی آپ کے آستانِ عظمت نشان کی طرف راہ نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے اگر آپ خود اپنی طرف سے بطورِ تواضع تذلل اختیار فرمائیں یہ اور بات ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے کبھی نہیں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ذلیل ہیں۔ حالانکہ وہ رب ہے اپنے بندے سے جس طرح چاہے کلام فرما سکتا تھا ہم بندگان کو کوئی حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پڑ سکیں۔ وہ کہیں اگر "اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى" (۱) فرماتا ہے۔ تو کہیں معصوم ذات کے لیے "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ" (۲) ارشاد فرماتا ہے۔

اگر چہ ان کلمات کے معانی میں علمائے اہل سنت تاویل کی راہ نکالتے ہیں تاہم جو اللہ تعالیٰ نے فرمانا تھا وہ فرمادیا اس کے باوجود پورے قرآن مجید میں بلکہ احادیثِ قدسیہ اور سابقہ کتبِ الٰہیہ میں بھی کہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ "ذلیل" عربی یا غیر عربی زبان میں نہیں بولا اور نہ ہی لفظ "ذلت"۔

پھر مومن کو یہ کیوں کر لائق ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس ذلیل لفظ کا اطلاق کرے اور وہ بھی کسی اور مخلوق کی نسبت سے جبکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

"هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○" ۳

"وہی (منافقین) ہیں جو کہتے ہیں کہ نہ خرچ کرو ان لوگوں پر جو رسول اللہ کے پاس ہیں، تاکہ وہ (سب) منتشر ہو جائیں اور اللہ ہی کی ملک ہیں آسمانوں اور زمینوں کے (سب) خزانے، مگر منافق نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں کہ اگر (اب) ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو زیادہ عزت مند بہت زیادہ ذلیل کو وہاں سے ضرور نکال دے گا۔ حالانکہ عزت تو ہے اللہ ہی کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے لیکن منافق نہیں جانتے۔"

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ "اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ"

۱..... "سورۃ الضحی: الآیۃ ٦" ۲..... "سورۃ محمد: الآیۃ ١٩" ۳..... "سورۃ المنافقون: الآیۃ ٩"

''یقیناً جولوگ اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں۔'' ¹

مذکورہ آیاتِ مقدسہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے ابتدائے اسلام میں کلمہ پڑھنے والوں میں ایک فرقہ ایسا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دلوں میں نفرت رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرقے کو ''منافقوں'' کے نام سے ذکر کیا ہے۔ اس فرقے کی جو خصوصیات اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیات میں بیان فرمائی ہیں وہ یہ ہیں

(الف) یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں اپنے آپ کو نیچے ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔

(ب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی الفت رکھنے والے مسلک کے لوگ جب انہیں سمجھاتے کہ اپنی غلطی کو مان کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری کو اپنے آپ پر تسلیم کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر درخواست کرو کہ وہ تمہارے لیے دعا کردیں کہ ''اللہ تمہیں بخشے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے وسیلہ سے اللہ تمہارے گزشتہ قصور معاف فرمادے گا، تو صحیح المسلک لوگوں کی یہ بات انہیں ناگوار گزرتی تھی۔

(ج) یہ لوگ اتنا گوارا نہ کر سکے کہ دل سے نہ سہی زمانہ سازی کے لیے مصلحتاً ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے قصور کا اعتراف کر کے دعا منگوا لیتے بلکہ انہوں نے اپنے سروں کو بڑے غرور سے ایک طرف جھٹکا دیا اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں معذرت خواہی سے رک گئے۔

(د) وہ کیا جرائم تھے جن سے انہیں معافی مانگنا لازم تھا؟ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں دو جرم بیان فرمائے ہیں

۱۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے والوں پر باقی اہل مدینہ خرچ کرنا چھوڑ دیں تاکہ بھوک اور ضروریات زندگی انہیں مجبور کردیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چلے جائیں۔

۲۔ انہوں نے ایک اور موقع پر (جب وہ مدینہ شہر سے باہر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں کسی جنگ پر جانے کے بعد واپس آرہے تھے) یہ کہا کہ اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو وہاں پتہ چل جائے گا کہ کون زیادہ عزت مند ہے اور کون زیادہ ذلیل؟ جو زیادہ عزت مند ہوگا وہ زیادہ ذلیل کو مدینہ سے باہر نکال دیگا اس سے انکی مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین مہاجرین تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بڑی سختی سے ان کے قول کا اس طرح رد فرمایا کہ

''عزت صرف اللہ کے لیے اور اللہ کے رسول کے لیے اور مومنین کے لیے ہے''

ذلت کا ان مقدسین کی طرف گزر ہی نہیں۔ یعنی کافر و منافق ہی ذلیل ہیں پھر منافقوں کو مزید ذلیل و رسوا کرنے کے لیے اسی سے متصل فرمایا کہ ''منافق علم نہیں رکھتے'' یعنی جو لوگ ذلت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والے

---

¹...... ﴿''سورۃ المجادلۃ : الآیۃ ۲۰'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

صحابہ کرام کے لیے مانتے ہیں یہ ان کے بے علم ہونے کی دلیل ہے انہیں دراصل عزت اور ذلت کے صحیح معنیٰ ومفہوم کا علم نہیں ہے۔ دولت پرستوں کی نگاہ میں جو شخص دولت مند ہو وہ عزت مند ہوتا ہے اور جو شخص ایسا نہ ہو بلکہ قناعت پسند غریب آدمی ہو وہ ان کے نزدیک ذلیل ہوتا ہے۔

چونکہ انہوں نے اپنے ہی پیمانے سے ماپنے کی کوشش کی اسی لیے یہ لفظ اللہ کے رسول علیہ وسلم اور مومنین کے لیے بولا تھا جبکہ اصل عزت یہ نہیں، اصل عزت یہ ہے کہ انسان کی معاش خواہ قلیل ہو لیکن وہ دوسروں کے سامنے دست طلب بڑھانا گوارا نہ کرے۔ اور اصل عزت یہ بھی ہے کہ جو شخص دوسرے لوگوں کو اپنے مقصد کے مطابق چلانا چاہتا ہے وہ اپنے مقصد کی اشاعت میں کسی دوسرے سے خوف زدہ نہ ہو اور نہ ہی دباؤ میں آئے جبکہ ذلت اس کے برعکس ہے۔

عزت اور ذلت کی تشریح ائمہ لغت کی نظر میں

ا۔ علامہ حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی التوفی ۵۰۲ھ ''المفردات'' میں لکھتے ہیں

''اَلْعِزَّۃُ: حَالَۃٌ مَانِعَۃٌ لِلْاِنْسَانِ مِنْ اَنْ یُّغْلَبَ'' [ا]

عزت ایک حالت ہے جس میں انسان مغلوب ومقہور ہونے سے بچا رہتا ہے۔

یہی امام راغب لکھتے ہیں ''وَالْعَزِیْزُ: اَلَّذِیْ یَقْھُرُ وَلَا یُقْھَرُ'' [۲]

عزیز وہ ہوتا ہے جو دوسرے پر غالب رہتا ہے اور اس پر غلبہ نہیں ہوتا۔

آگے چل کر لکھتے ہیں۔ ''عَزَّہٗ کَذَا غَلَبَہٗ'' [۳]

مزید لکھتے ہیں۔ ''عَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ اَیْ غَلَبَنِیْ'' [۴]

یعنی مختلف جگہوں پر ''عَزَّ'' ''غَلَبَ'' کا معنیٰ دیتا ہے۔ ثابت ہوا کہ عزت کا معنیٰ غلبہ ہے۔

اور جگہ لکھتے ہیں ''عَزَّ عَلَیَّ کَذَا: صَعُبَ'' [۵]

یعنی ''عَزَّ'' کا معنیٰ ہے اس کو زیر کرنا مشکل ہو گیا۔

ا...... ﴿''اَلْمُفْرَدَات'' (حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی التوفی ۵۰۲ھ) صفحہ ۳۳۲ کالم نمبر ۲۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرمۃ﴾

۲...... ﴿''اَلْمُفْرَدَات'' (حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی التوفی ۵۰۲ھ) صفحہ ۳۳۳ کالم نمبر ا۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرمۃ﴾

۳...... ﴿''اَلْمُفْرَدَات'' (حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی التوفی ۵۰۲ھ) صفحہ ۳۳۳ کالم نمبر ۲۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرمۃ﴾

۴...... ﴿''اَلْمُفْرَدَات'' (حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی التوفی ۵۰۲ھ) صفحہ ۳۳۳ کالم نمبر ۲۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرمۃ﴾

۵...... ﴿''اَلْمُفْرَدَات'' (حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی التوفی ۵۰۲ھ) صفحہ ۳۳۳ کالم نمبر ۲۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرمۃ﴾

فوٹوحوالہ {"المفردات" صفحہ ۴۳۲ کالم نمبر ۲۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرمۃ}

العزایا.

عز: العزة حالة مانعة للإنسان من ان يغلب من قولهم: أرض عزاز اى صلبة، قال: ﴿ أيبتغون عندهم العزة فإن العزة لله جميعا﴾ [النساء / ۱۳۹] وتعزز اللحم اشتد

فوٹوحوالہ {"مفردات الفاظ قرآن" صفحہ ۴۳۳ کالم نمبر ۱، ۲۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرمۃ}

کتاب العین ۴۳۳

وعز كأنه حصل فى عزاز يصعب الوصول اليه كقولهم: تظلف أى حصل فى ظلف من الأرض، والعزيز الذى يقهر ولا يقهر، قال: ﴿ إنه هو العزيز الحكيم﴾ [العنكبوت / ۲٦] ﴿ يا أيها العزيز مسنا﴾ [يوسف / ۸۸] قال: ﴿ ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين﴾ [المنافقون / ۸] ﴿ سبحان ربك رب العزة﴾ [الصافات / ۱۸۰] فقد يمدح بالعزة تارة كما ترى ويذم بها

تشاء وتذل من تشاء﴾ [آل عمران/ ۲٦] يقال عز على كذا صعب، قال: ﴿ عزيز عليه ما عنتم﴾ [التوبة / ۱۲۸] اى صعب، وعزه كذا غلبه، وقيل من عز بز اى من غلب سلب قال تعالى: ﴿ وعزنى فى الخطاب﴾ [ص / ۲۳] اى غلبنى، وقيل معناه صار أعز منى فى المخاطبة والمخاصمة، وعز المطر الارض غلبها وشاة عزوز قل درها، وعز

۲۔ لغت کی مشہور کتاب "تاج العروس" میں الامام اللغوی السید محمد مرتضی زبیدی حنفی المتوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں " اَلعِزُّ فِی الاَصلِ: اَلقُوَّةُ وَالشِّدَّةُ وَالغَلَبَةُ وَالرِّفعَةُ وَالاِمتِنَاعُ " [1]

عزت کا اصل معنیٰ قوت، شدت، غلبہ، اونچی شان اور دشمنوں سے محفوظ ہونا ہے۔

۳۔ مشہور زمانہ لغت "لِسانُ العرب" میں علامہ ابوالفضل محمد بن مکرم بن منظور افریقی المتوفی ۷۱۱ھ فرماتے ہیں "وَالعِزُّ فِی الاَصلِ: اَلقُوَّةُ وَالشِّدَّةُ وَالغَلَبَةُ وَالعِزُّ وَالعِزَّةُ: اَلرِّفعَةُ وَالاِمتِنَاعُ وَالعِزَّةُ لِلّٰهِ فِی التَّنزِیلِ العَزِیزِ وَلِلّٰهِ العِزَّةُ وَلِرَسُولِهٖ وَلِلمُؤمِنِینَ اَی لَهُ العِزَّةُ وَالغَلَبَةُ سُبحَانَهُ" [2]

---

[1]...... {"تاج العروس من شرح القاموس" (سید محمد مرتضی حسینی زبیدی المتوفی ۱۲۰۵ھ) جزء ۴ صفحہ ۵۴۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی}

[2]...... {"لِسانُ العرب" (علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی المتوفی ۷۱۱ھ) جزء ۵ صفحہ ۳۷۴۔ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران}

''عِــزُّ'' اصل میں قوت، شدت اور غلبہ کے معنٰی میں ہے اور عزاور عزت اعلی رتبہ ہونے اور دشمنوں کے غلبے سے محفوظ ہونے کے معنٰی میں ہے اور عربی کا محاورہ ہے ''عزت اللہ کے لیے ہے'' قرآن مجید میں ہے ''اللہ ہی کے لیے عزت ہے اور اسکے رسول علیہ صلی اللہ وسلم کے لیے اور مومنوں کے لیے'' یعنی اس ذات پاک کے لیے ہے عزت اور غلبہ۔

اسی ''لِسانُ العرب'' میں ہے ''اَلذُّلُّ نَقِيضُ العِزِّ ذَلَّ يَذِلُّ ذُلًّا وَذِلَّةً وَذَلَالَةً وَمَذَلَّةً فَهُوَذَلِيلٌ بَيِّنُ الذُّلِّ وَالْمَذَلَّة مِنْ قَوْمٍ وَاَذِلَّاءَ وَاَذِلَّةٌ وَذُلَالٌ'' [1]

''ذُل'' عزت کے مدمقابل ہے اس کا فعل ''ضَرَبَ يَضْرِبُ'' سے ''ذَلَّ يَذِلُّ'' آتا ہے مصدر ذُل، ذِلَّةً، ذَلَالَةً اور مَـذَ لَّةً آتا ہے۔ اسی سے لفظ ''ذَلِيـل'' مشتق ہوتا ہے۔ یعنی جس کی ذل اور مذلت بیّن اور واضح ہو۔ ذلیل کی جمع میں ''اَذِلَّاءُ، اَذِلَّةٌ'' اور ''ذُلَالٌ'' کے الفاظ آتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں کہ ''اَلذِّلّ بِالْكَسْرِ اَللِّينُ وَهُوَ ضِدُّ الصَّعُوبَةِ وَالذُّلُّ وَالذِّلُّ ضِدُّ الصَّعُوبَةِ'' [2]

ذِل (ذال کی کسرہ سے) اور ذُل دونوں کامعنٰی نرمی آتا ہے جو سختی کے مقابل ہے''۔

نیز اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔ کسائی نے کہا ''رَجُلٌ ذَلِيلٌ بَيِّنُ الذِّلَّةِ وَالذُّلِّ'' [3]

کسی شخص کوذلیل کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسکی ذلت اور ذُل ظاہر باہر ہے۔

اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں۔ عربی میں کہا جاتا ہے ''حَائِطٌ ذَلِيلٌ'' دیوار ذلیل ہے یعنی چھوٹی ہے۔ ''بَيْتٌ ذَلِيلٌ اِذَا كَانَ قَرِيبَ السَّمْكِ مِنَ الْاَرْضِ'' کسی کمرے کوذلیل کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی چھت زمین کے قریب ہے اونچی نہیں ہے۔ [4]

فوٹو حوالہ ﴿''تاج العروس من شرح القاموس'' جزء۱۴ صفحہ ۵۴۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی﴾

ذلة) وصار عزيزا (وأعزه) الله تعالى جعله عزيزا (وعززه) تعزيزا كذلك ويقال عززت القوم وأعززتهم وعززتهم قويتهم وشددتهم وفي التنزيل فعززنا بثالث أي قوينا وشددنا وقد قرئت فعززنا بالتخفيف كقولك شددنا والعز في الأصل القوة والشدة والغلبة والرفعة والامتناع وفي البصائر العزة حالة مانعة للإنسان من أن يغلب وهي يمدح بها تارة ويذم بها تارة كعزة الكفار بل الذين كفروا في عزة وشقاق ووجه ذلك أن العزة لله ولرسوله وهي الدائمة الباقية وهي العزة الحقيقية والعزة التي هي للكفار هي [illegible]

۱...... ﴿''لِسانُ العرب'' (علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی التوفی ۷۱۱ھ) جزء ۱۱ صفحہ ۲۵۷ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران﴾

۲...... ﴿''لِسانُ العرب'' (علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی التوفی ۷۱۱ھ) جزء ۱۱ صفحہ ۲۵۶ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران﴾

۳...... ﴿''لِسانُ العرب'' (علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی التوفی ۷۱۱ھ) جزء ۱۱ صفحہ ۲۵۷۔ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران﴾

۴...... ﴿''لِسانُ العرب'' (علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی التوفی ۷۱۱ھ) جزء ۱۱ صفحہ ۲۵۹۔ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران﴾

فوٹوحوالہ ﴿''لِسانُ العرب'' جزء۵ صفحہ ۳۷۴۔ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران﴾

وتكبّرهم على الناس . والعِزُّ في الأصل : القوة والشدة والغلبة . والعِزُّ والعِزَّةُ : الرفعة والامتناع ، والعِزَّةُ لله ؛ وفي التنزيل العزيز : ولله العِزَّةُ ولرسوله والمؤمنين ؛ أي له العِزَّةُ والغلبة سبحانه . وفي التنزيل العزيز : من كان يريد العِزَّةَ فللّه العِزَّةُ جميعاً ؛ أي من كان يريد بعبادته غير الله فإنما له العِزَّةُ في الدنيا

فوٹوحوالہ ﴿''لِسانُ العرب'' جزء۱۱ صفحہ ۲۵۷ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران﴾

ذلل : الذُّلُّ : نقيض العِزّ ، ذَلَّ يَذِلُّ ذُلّاً وذِلَّةً وذَلالةً ومَذَلَّةً ، فهو ذليل بَيِّنُ الذُّلِّ والمَذَلَّةِ من قوم أذِلّاء وأذِلَّة وذِلال ؛ قال عمرو بن قميئة :

والذِّلُّ ، بالكسر : اللين وهو ضد الصعوبة . والذُّلُّ والذِّلُّ : ضد الصعوبة . ذَلَّ يَذِلُّ ذُلّاً وذِلّاً ، فهو ذَلُول ، يكون في الإنسان والدابة ؛ وأنشد ثعلب :

والأنثى في ذلك سواء ، وقد ذَلَّلَه . الكسائي : فرس ذَلُول بَيِّنُ الذُّلِّ ، ورجل ذليل بَيِّنُ الذِّلَّةِ والذُّلِّ ، ودابة ذَلُول بَيِّنة الذُّلّ من دواب ذُلُل . وفي حديث ابن الزبير : بعض الذُّلِّ أبقى للأهل

فوٹوحوالہ ﴿''لِسانُ العرب'' جزء۱۱ صفحہ ۲۵۷ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران﴾

على أذلاله .

ويقال : حائط ذليل أي قصير . وبيت ذليل إذا كان قريب السَّمْك من الأرض . ورمح ذليل أي قصير . وذَلَّت القوافي للشاعر إذا سهلت .

ذلل

وأذَلَّه : وجده ذليلاً . واستذلّوه : رأوه ذليلاً ، ويُجْمَع الذليل من الناس أذِلَّة وذُلّاناً . والذُّلُّ : الخِسّة . وأذَلَّه واستذَلَّه كله بمعنى واحد . وتَذَلَّل له أي تخضَّع : وفي أسماء الله تعالى : المُذِلُّ ؛ هو الذي يُلحِق الذُّلَّ بمن يشاء من عباده وينفي عنه

کتبِ لغت کے ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ ''عزیز'' اور ''ذی عز'' غالب کو کہتے ہیں، یا ایسا جو دشمن کے مقابلے میں اس میں سختی پائی جائے اور اس کو دبالینا دشمن کے مقدور میں نہ ہو۔ یا وہ شخص جو صاحبِ شرف و منزلت ہو نسب کے اعتبار سے بھی اور طبیعت اور افعال کے اعتبار سے بھی، شرفِ نسب کا مطلب یہ ہے کہ غیر بھی اسکے خاندان، قبیلے اور قوم کو معزز اور محترم سمجھتے ہوں۔ اور طبعی شرف یہ ہے کہ وہ اس کام سے طبعی نفرت رکھتا ہو جو باعث حقارت ہو اور ہر اس کام کو دل سے پسند کرتا ہو جو عظمت شان کا موجب ہو۔ جبکہ افعال کی عزت یہ ہے کہ اس سے صادر ہونے والے افعال اس کی عظمت کا پتہ

دیتے ہوں وہ کسی برے کام کے نزدیک نہ جاتا ہو، جود وسخا سے اپنے مال کو خرچ کرتا ہو اور اس سلسلے میں اپنے وبیگانے ،دوست ودشمن، مستحق اور غیر مستحق سب کو کچھ نہ کچھ ضرور نواز دیتا ہو، دشمن پر قابو پانے کے باوجود عفو ودرگزر سے کام لیتا ہو، دشمنوں کی زیادتیوں پر انتقام لینے کی قدرت کے باوجود حلم اور برداشت سے کام لیتا ہو۔ جبکہ ذلیل مغلوب کو کہتے ہیں۔ اور اسے کہتے ہیں جو کسی دوسرے کے سامنے اپنی سختی چھوڑ کر نیچے لگ جائے اور اس کے دباؤ میں آجائے۔

ذلت کا معنٰی ''خست'' بھی ہوتا ہے۔ [1]

اور خست کا معنٰی ہے ''گھٹیا ہونا'' چاہے یہ گھٹیا پن کسی خاندان میں ہو یا اسکی طبیعت میں ہو یا اس کے افعال میں ہو۔ نسب کا گھٹیا پن یہ ہے مثلاً لوگوں میں کسی خاندان، قبیلے یا قوم کو باقی کثیر قبائل اور قومیں حقیر سمجھتے ہوں اور یہاں تک کہ خود اس قبیلے یا قوم کے لوگ ناواقف علاقے میں اپنی قوم سے نسبت کو اپنے لیے شرم وعار سمجھتے ہوں اس لیے وہ اپنی قوم چھپا جاتے ہوں۔ طبیعت اور افعال کا گھٹیا پن یہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً اپنی تھوک اور رینٹھ چاٹتا پھرے یا مثلاً وہ کوئی بڑی چوری نہ کر سکے تو کسی کے ڈھیر میں سے ایک دانہ ہی چرا لے پہلی طبیعت کی خست ہے اور دوسری خصلت اور افعال کی خست وگھٹیا پن ہے۔

خست کی اور قسم یہ بھی ہے کہ آدمی کسی دوسرے شریف آدمی کو بلاوجہ نقصان پہنچائے یا اپنی بری فطرت کی وجہ سے دوسروں کے اچھے کام کو بند کرانے کی کوشش کرے اس سلسلے میں عقل وانصاف کی پروا نہ کرے اور دوسروں کو نقصان پہنچانے میں ایسے طریقے اپنائے جن طریقوں کو بغیر قید مذہب وملت کے متمدن انسان برا سمجھتے ہوں۔ ملخصاً [2]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار پر غلبہ

مذکورہ وجوہ سے اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لفظ (ذلت) کا اطلاق نہ مکہ کے زمانے میں صحیح ثابت ہوتا ہے نہ مدینہ کے زمانے میں، کفار مشرکین، یہود ونصاریٰ نے بڑی کوشش کی لیکن وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا کوئی مطالبہ طاقت کے بل بوتے پر نہ منوا سکے اور آپ کی تبلیغ کو بند نہ کر سکے۔ اس کے برعکس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ آپ انکے چھوٹے بڑے اجتماعات میں تشریف لے جا کر بتوں کا عبادت کے لائق نہ ہونا اور ایک اللہ ہی کا مستحق عبادت ہونا بیان فرماتے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے۔

---

[1]...... ﴿''لِسانُ العرب'' (علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی المتوفی ۷۱۱ھ) جزء ۱۱ صفحہ ۲۵۷۔ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران﴾

[2]...... ﴿''لِسانُ العرب'' (علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی المتوفی ۷۱۱ھ) جزء ۶ صفحہ ۶۴، ۶۵۔ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران﴾

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت اور غلبہ عطا فرمایا تھا، قوت اور استقامت عطا فرمائی تھی، آپ نہ ان سے ہارے اور نہ کبھی دبے، اس کے برعکس مشرکینِ مکہ آپ سے ہر وقت خوف زدہ رہتے تھے ان کا سکون و آرام غارت ہو گیا تھا، انہیں سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ اپنے مذہب کا کیسے بچاؤ کریں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روز بروز بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو کیسے روکیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

''اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَیَخْشَوْنَہٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْبًا''

''جو لوگ اللہ کے پیغامات رسالت کو پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔'' [1]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا'' اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ۝ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ''

''یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہیں وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں۔ اللہ نے لکھ دیا ہے یقیناً ضرور میں اور میرے رسول غالب ہو کر رہیں گے۔ بیشک اللہ بڑی قوت والا، بڑا غالب ہے۔'' [2]

ان آیات مقدسہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسولوں کے لیے عزت ہے ذلت نہیں جبکہ کافروں کا انجام آخرت میں ذلیلوں میں ہونا ہے۔ دنیا میں سیدِ عالم روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ کافر لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فضل و کرم کی وجہ سے صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے بھی نہیں ڈرتے تھے جب کہ آپ کے دشمن آپ سے ڈرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کا بدترین دشمن ابو جہل بھی آپ کے مقابلے سے گھبرا جاتا اور خوف زدہ ہو جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں تفسیر و حدیث کی کتب میں تحریر شدہ ایک واقعہ سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے۔

''عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ اَبُوْ جَھْلٍ ھَلْ یُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ وَجْھَہٗ بَیْنَ اَظْھُرِکُمْ قَالَ فَقِیْلَ نَعَمْ فَقَالَ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰی لَئِنْ رَّاَیْتُہٗ یَفْعَلُ ذٰلِکَ لَاَطَاَنَّ عَلٰی رَقَبَتِہٖ اَوْلَاُعَفِّرَنَّ وَجْھَہٗ فِی التُّرَابِ قَالَ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ یُصَلِّیْ زَعَمَ لِیَطَاَ عَلٰی رَقَبَتِہٖ قَالَ فَمَا فَجِئَھُمْ مِنْہُ اِلَّا وَھُوَ یَنْکِصُ عَلٰی عَقِبَیْہِ وَیَتَّقِیْ بِیَدَیْہِ قَالَ فَقِیْلَ لَہٗ مَا لَکَ

---

[1] ﴿''سورۃ الاحزاب : الآیۃ ۳۹'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

[2] ﴿''سورۃ المجادلۃ: الآیۃ ۲۰، ۲۱'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

فَقَالَ اِنَّ بَيْنِىْ وَبَيْنَهٗ لَخَنْدَقًا مِّنْ نَارٍ وَهَوْلًا وَاَجْنِحَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْدَنَامِنِّىْ لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا'' ۱؎

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو جہل نے ایک دفعہ (مکہ شریف کے بڑے بڑے کافروں سے) کہا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سامنے اپنا ماتھا زمین پر لگاتے ہیں اور خاک آلودہ کرتے ہیں؟ (یعنی اللہ وحدہ لاشریک کو سجدہ کرتے ہیں) تو اسے جواب ملا کہ ہاں! اس پر ابو جہل لات اور عزیٰ کی قسم اٹھا کر بولا، اگر میں نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں دیکھا تو ضرور بالضرور میں اپنے پاؤں سے آپ کی گردن کو لتاڑ دوں گا یا اس نے کہا کہ میں ان کا چہرہ مٹی میں رگڑ دوں گا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے تو وہ اپنے بُرے ارادے سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بڑھا تو دوسرے کافروں نے اچانک یہ دیکھا کہ ابو جہل پچھلے پاؤں اس حالت میں واپس لوٹ رہا تھا کہ اس کا منہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب تھا اور ہاتھ اس نے آگے کی طرف اس طرح بڑھائے ہوئے تھے جیسے کسی خطرناک چیز سے اپنا بچاؤ چاہتا ہو۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تو ابو جہل سے کہا گیا کہ یہ کیا حال بنا رکھا ہے (اور کیوں اپنے ارادے کو پورا نہیں کیا) تو ابو جہل نے جواب دیا میرے درمیان اور اس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان ایک بڑی خندق بنی ہوئی ہے جس میں آگ ہے اور بہت ہیبت ناک منظر ہے اور کچھ پَر نظر آرہے ہیں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کے پاس یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم) نے (اپنے غلاموں سے) فرمایا اگر میرے قریب آتا تو جہنم کے فرشتے اسے ایک ایک عضو (ٹکڑے ٹکڑے) کرکے جہنم میں جھپٹ لے جاتے (جیسے شکاری پرندے شکار پر جھپٹ کر لے اڑیں)''

فوٹو حوالہ ﴿''الصحیح لمسلم'' جلد۲ صفحہ ۳۷۲۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

الاية حدثنا عبيد الله بن معاذ و محمد بن عبد الاعلى القيسي قالا نا المعتمر عن ابيه قال حدثني نعيم بن ابي هند عن ابي حازم عن ابي هريرة
قال قال ابو جهل هل يعفر محمد وجهه بين اظهركم قال فقيل نعم فقال واللات والعزى لئن رايته يفعل ذلك لاطأن على رقبته او لاعفرن وجهه
في التراب قال فاتى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يصلي زعم ليطأ على رقبته قال فما فجئهم منه الا وهو ينكص على عقبيه ويتقي بيديه قال
فقيل له ما لك فقال ان بيني وبينه لخندقا من نار وهولا واجنحة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو دنا مني لاختطفته الملائكة عضوا عضوا قال
فانزل الله عز وجل لا ندري في حديث ابي هريرة او شيء بلغه كلا ان الانسان ليطغى ان راه استغنى ارايت الذي ينهى عبدا اذا صلى ارايت ان كان على الهدى

۱؎ ......﴿''الصحیح المسلم'' (ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری المتوفی ۲۶۱ھ) جلد۲ صفحہ ۳۷۲۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

☆......﴿''الصحیح البخاری'' (ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد۲ صفحہ ۷۴۰۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

☆......﴿''جامع البیان فی تفسیر القرآن'' (ابو جعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۱ھ) جزء ۳۰ صفحہ ۱۶۵۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت﴾

☆......﴿''تفسیر الخازن'' (علاء الدین علی بن محمد البغدادی الخازن المتوفی ۷۴۵ھ) جزء ۷ صفحہ ۲۲۵۔ مطبوعہ مصر﴾

☆......﴿''تفسیر روح المعانی'' (ابو الفضل سید محمود آلوسی المتوفی ۱۲۷۰ھ) جزء ۳۰ صفحہ ۱۸۳۔ مطبوعہ لبنان﴾

☆......﴿''تفسیر ثعالبی'' (ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ) جلد۵ صفحہ ۶۱۰۔ مطبوعہ بیروت﴾

شاید کوئی یہ کہے کہ ابو جہل اس وقت آگ کو دیکھ کر ڈر رہا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈر رہا تھا؟ تو میں عرض کرونگا کہ مومن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وقار ہوتا ہے اس لیے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرتا ہے۔ لیکن کافر ایک ایسے غنڈے اور بدمعاش دشمن کی طرح ہوتا ہے۔ جس کو بادشاہ کی فوج اور اس کے اسلحہ کا خوف بادشاہ کے سامنے دب کے رہنے پر مجبور کرتا ہے تو اسلحہ اور فوج کا خوف بھی بادشاہ ہی کا خوف ہوتا ہے۔ اسی طرح ابو جہل نے جب تک حضور کا عالم بالا میں رتبہ نہیں دیکھا تب تک وہ اتنا خوفزدہ نہیں تھا لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رسالت کو پہنچتا دیکھ کر صرف زبانیں ہی چلا سکتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے ہتھیاروں سے کوئی وار نہ کر سکتا تھا جیسا کہ مثال ہے "طاقت ور کا ڈنڈا اور کمزور کی گالی" اس کی یہ بکواسات اس کے کمزور ہونے کی خبر دیتی تھیں۔ اسی طرح اس کا یہ مذکورہ منصوبہ بنانا بھی اس کے دہشت زدہ ہونے کی نشاندہی کر رہا ہے اس لیے کہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایذاء پہنچانے کے لیے منہ سامنے لڑنا بہت مشکل محسوس ہوتا تھا اسی لیے وہ وقت اختیار کیا جبکہ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنا کرنے سے بچ جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے سجدے کی لذت میں مشغول ہونے کی وجہ سے سر اٹھا کر اس سے انتقام نہ لیں اور وہ اپنی قلبی شقاوت کا تقاضا پورا کر لے۔ لہٰذا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبے کی نشانی ہے نہ کہ ابو جہل کے غلبے کی۔

نیز یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے خوف ہونے کی دلیل ہے کہ آپ اپنے بدترین دشمنوں کے سامنے کھلم کھلا وہ کام کر رہے ہیں جس سے ان کا خون کھولتا ہے اور دل جلتے ہیں۔ پھر عرض کرونگا کہ یہ واقعہ ابو جہل ہی کے خوف زدہ ہونے کی نشاندہی کر رہا ہے کہ اس نے حملہ کا پروگرام بھی بنایا تو اس وقت جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے دوبدو مقابلہ کرنا اپنے رب کی عبادت کے خلاف سمجھتے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر اکیلے تھے اور ابو جہل کے حامی کافروں کا جتھا اس کی امداد کے لیے پس پشت موجود تھا۔ اسی طرح کے چند دوسرے واقعات بھی پیشِ خدمت ہیں

ابو جہل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب

"انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون (السیرۃ الحلبیۃ)" میں علامہ ابو الفرج نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد الحلبی المتوفی ۱۰۴۴ھ نقل فرماتے ہیں

"وَبَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ وَمَنْ مَّعَہٗ مِنَ الصَّحَابَۃِ اِذَا رَجُلٌ مِّنْ زُبَیْدٍ یَطُوْفُ عَلٰی حِلَقِ قُرَیْشٍ حَلْقَۃً بَعْدَ اُخْرٰی وَھُوَ یَقُوْلُ یَامَعْشَرَ قُرَیْشٍ کَیْفَ تَدْخُلُ عَلَیْکُمُ الْمَارَّۃُ اَوْ یَجْلِبُ اِلَیْکُمْ جَلَبٌ اَوْیَحُلُّ بِضَمِّ الْحَاءِ اَیْ یَنْزِلُ بِسَاحَتِکُمْ تَاجِرٌ وَاَنْتُمْ تَظْلِمُوْنَ مَنْ دَخَلَ عَلَیْکُمْ فِیْ حَرَمِکُمْ حَتّٰی انْتَھٰی

اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ لَہٗ وَمَنْ ظَلَمَکَ فَذَکَرَ اَنَّہٗ قَدِمَ بِثَلَاثَۃِ اَجْمَالٍ خِیَرَۃٍ مِنْ اِبِلِہٖ اَیْ اَحْسَنِہَا فَسَامَہٗ بِہَا اَبُوْجَہْلٍ ثُلُثَ اَثْمَانِہَا ثُمَّ لَمْ یَسُمْہُ بِہَا لِاَجْلِہٖ سَائِمٌ قَالَ فَاَکْسَدَ عَلٰی سِلْعَتِیْ فَظَلَمَنِیْ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاَیْنَ جِمَالُکَ قَالَ ھٰذِہٖ ھِیَ بِالْحَزْوَرَۃِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَقَامَ اَصْحَابُہٗ فَنَظَرُوْا اِلَی الْجِمَالِ فَرَاٰی جِمَالًا حِسَانًا فَسَاوَمَ ذٰلِکَ الرَّجُلَ حَتّٰی اَلْحَقَہٗ بِرِضَاہُ وَاَخَذَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَبَاعَ جَمَلَیْنِ مِنْہُ بِالثَّمَنِ وَاَفْضَلَ بَعِیْرًا بَاعَہٗ وَاَعْطٰی اَرَامِلَ بَنِیْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ ثَمَنَہٗ وَکُلُّ ذٰلِکَ وَاَبُوْجَہْلٍ جَالِسٌ فِیْ نَاحِیَۃٍ مِّنَ السُّوْقِ وَلَمْ یَتَکَلَّمْ ثُمَّ اَقْبَلَ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ لَہٗ اِیَّاکَ یَا عَمْرُو اَنْ تَعُوْدَ لِمِثْلِ مَا صَنَعْتَ بِھٰذَا الرَّجُلِ فَتَرٰی مِنِّیْ مَا تَکْرَہُ فَجَعَلَ یَقُوْلُ لَا اَعُوْدُ یَا مُحَمَّدُ لَا اَعُوْدُ یَا مُحَمَّدُ فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاَقْبَلَ عَلٰی اَبِیْ جَہْلٍ اُمَیَّۃُ بْنُ خَلَفٍ وَمَنْ مَعَہٗ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالُوْا لَہٗ ذُلِّلْتَ فِیْ یَدِ مُحَمَّدٍ فَاِمَّا اَنْ تَکُوْنَ تُرِیْدُ اَنْ تَتَّبِعَہٗ وَاِمَّا رُعْبٌ دَخَلَکَ مِنْہُ فَقَالَ لَھُمْ لَا اَتَّبِعُہٗ اَبَدًا اِنَّ الَّذِیْ رَاَیْتُمْ مِنِّیْ لَمَّا رَاَیْتُہٗ رَاَیْتُ مَعَہٗ رِجَالًا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَرِجَالًا عَنْ شِمَالِہٖ مَعَھُمْ رِمَاحٌ یَشْرَعُوْنَھَا اِلَیَّ لَوْ خَالَفْتُہٗ لَکَانَتْ اِیَّاھَا اَیْ لَاَتَوْا عَلٰی نَفْسِیْ ‘‘ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام مسجدِ حرام میں جلوہ گر تھے، اتنے میں ایک مرد بنی زبید کے قبیلے کا اندر داخل ہوا، قریش کے مختلف حلقوں (ٹولیوں) کے پاس چل پھر کر کہہ رہا تھا اے قریش کی جماعت راستہ گزرنے والے کس طرح تمہارے پاس آئیں گے؟ اور سامان تجارت (خوراک) لانے والے کیسے تمہارے پاس خوراک لے آئیں گے؟ تمہارے میدانوں میں کوئی تاجر کیسے آکر اترے؟ جبکہ تم اس شخص پر ظلم کرتے ہو جو تمہارے پاس آئے۔ حتی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ میں تین اونٹ اپنے اونٹوں میں سے بہترین لے کر مکے آیا تھا، ابو جہل نے اس کی قیمت لگائی جو ان کی مجموعی قیمت کا ایک تہائی بنتی تھی، اس کے بعد پھر کسی نے ابو جہل کے احترام کی وجہ سے اس کی کوئی قیمت نہیں لگائی۔ ابو جہل نے میرے سامان کی قیمت کم کر کے مجھ پر ظلم کیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اونٹ کہاں ہیں؟

اس نے عرض کی وہ ’’حزورہ‘‘ نام کی جگہ (یا منڈی) میں کھڑے ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مع اصحاب تشریف لے جا کر اونٹوں کو دیکھا تو وہ اونٹ واقعی حسین جمیل تھے، تو آپ نے اس شخص سے قیمت طے کی حتی کہ اس کی قیمت پر اس کو پہنچا دیا جو اس کی مرضی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام اونٹ لے لیے، دو اونٹ آپ نے اسی قیمت میں بیچ دیئے جو تینوں کی مجموعی قیمت تھی اور ایک اونٹ بچا لیا، اس کو آپ نے بیچ کر بنی عبد المطلب کی بیواؤں کو اس کی رقم دلوا دی، یہ سب کچھ

[1] ......﴿’’السیرۃ الحلبیۃ‘‘ (ابو الفرج نور الدین علی بن ابراہیم الحلبی المتوفی ۱۰۴۴ھ) جلد اول صفحہ ۴۴۵۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

ہو رہا تھا اور ابو جہل وہیں منڈی میں ایک طرف بیٹھا ہوا تھا، اور وہ کچھ نہ بولا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے اسے فرمایا اے عمرو بچ جاؤ۔ جس طرح کا کام تو نے اس شخص سے کیا اس طرح کے کا دوبارہ نہ کرنا۔ اگر تم نے اس طرح پھر کیا تو مجھ سے وہ بات دیکھو گے جو تم ناپسند کرتے ہو۔ تو وہ کہنے لگا میں ایسا آئندہ نہیں کرونگا یا محمد! میں دوبارہ ایسا نہیں کرونگا یا محمد! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے۔ امیہ بن خلف اور دوسرے کافروں میں سے جو لوگ وہاں موجود تھے وہ ابو جہل کے پاس آئے اور اس سے کہا تم محمد کے ہاتھ میں ذلیل ہو گئے؟ یا تو اس کی اتباع کرنا چاہتے ہو یا تمہارے اوپر اس کا رعب داخل ہو گیا، تو ابو جہل نے ان سے کہا میں اس کی اتباع کبھی نہیں کرونگا یہ جو تم نے مجھ سے دیکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میں نے اسے دیکھا تو اس کے دائیں بائیں سے کئی مرد دیکھے جن کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور وہ میری طرف انہیں سیدھا کر رہے تھے اس وقت اگر میں ان کی مخالفت کرتا تو پھر وہ بات ہو جاتی، یعنی وہ مجھ پر حملہ کر کے مجھے مار دیتے۔

ابو جہل نے یتیم کا مال لوٹا دیا

اسی کتاب میں علامہ حلبی h نقل کرتے ہیں" اَنَّ اَبَا جَھلٍ کَانَ وَصِیًّا عَلٰی یَتِیمٍ فَاَکَلَ مَالَہٗ وَطَرَدَہٗ فَاستَغَاثَ الیَتِیمُ بِالنَّبِیِّ ﷺ عَلٰی اَبِی جَھلٍ فَمَشٰی مَعَہٗ اِلَیہِ وَرَدَّ عَلَیہِ مَالَہٗ ، فَقِیلَ لَہٗ فِی ذٰلِکَ فَقَالَ خِفتُ مِن حَربَۃٍ عَن یَّمِینِہٖ وَحَربَۃٍ عَن شِمَالِہٖ لَوِامتَنَعتُ أَنْ أُعطِیَہٗ لَطَعَنَنِی " [1]

(ایک شخص مرنے لگا اس کے پیچھے ایک بیٹا تھا) مرنے والے نے وصیت کی میرے یتیم کی دیکھ بھال ابو جہل کرے گا، جب وہ مر گیا تو ابو جہل اس کا مال کھا گیا اور یتیم کو دھکے دے کر روانہ کیا تو اس یتیم نے ابو جہل پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آ کر فریاد کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ چل پڑے، ابو جہل نے اس کا مال واپس کر دیا اس بارے میں ابو جہل سے بات کی گئی تو اس نے کہا میں نے اس (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے دائیں اور بائیں ہتھیار دیکھے، میں اگر یتیم کا مال دینے سے رک جاتا تو وہ مجھے ان ہتھیاروں سے مار دیتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابو جہل کی بے بسی

"اَنَّ اَبَا جَھلِ بنَ ھِشَامٍ ، اِبتَاعَ مِن شَخصٍ یُقَالُ لَہٗ الْاَرَاشِی بِکَسرِ الھَمزَۃِ نِسبَۃً اِلٰی اِرَاشَۃَ بَطنٌ مِن خَثعَمَ أَجمَالًا فَمَطَلَہٗ بِأَثمَانِھَا فَدَلَّتہُ قُرَیشٌ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ لِیُنصِفَہٗ مِن أَبِی جَھلٍ اِستِھزَاءً بِرَسُولِ اللّٰہِ ﷺ

[1] ...... «"السیرۃ الحلبیۃ" (ابو الفرج نور الدین علی بن ابراہیم الحلبی المتوفی ۱۰۴۴ھ) جلد اول صفحہ ۴۴۵۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت»

لِعِلْمِهِمْ بِأَنَّهُ لَاقُدْرَتَهُ لَهُ عَلٰى أَبِي جَهْلٍ أَيْ بَعْدَ انْ وَقَفَ عَلٰى نَادِيهِمْ فَقَالَ يَامَعْشَرَ قُرَيْشٍ مَنْ رَّجُلٌ يُعِيْنُنِيْ عَلٰى اَبِي الْحَكَمِ بْنِ هِشَامٍ فَاِنِّيْ غَرِيْبٌ وَابْنُ سَبِيْلٍ وَقَدْ غَلَبَنِيْ عَلٰى حَقِّيْ،

فَقَالُوْا لَهُ أَتَرٰى ذٰلِكَ الرَّجُلَ يَعْنُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذْهَبْ اِلَيْهِ فَهُوَ يُعِيْنُكَ عَلَيْهِ فَجَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ لَهُ حَالَهُ مَعَ اَبِيْ جَهْلٍ أَيْ قَالَ لَهُ يَا أَبَا عَبْدِاللّٰهِ اِنَّ أَبَاالْحَكَمِ بْنَ هِشَامٍ قَدْ غَلَبَنِيْ عَلٰى حَقٍّ لِيْ قِبَلَهُ وَاَنَا غَرِيْبٌ وَابْنُ سَبِيْلٍ وَقَدْ سَأَلْتُ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ عَنْ رَّجُلٍ يَأْخُذُ لِيْ بِحَقِّيْ مِنْهُ فَأَشَارُوْا اِلَيْكَ، فَخُذْ حَقِّيْ مِنْهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مَعَ الرَّجُلِ اِلٰى اَبِيْ جَهْلٍ وَضَرَبَ عَلَيْهِ بَابَهُ، فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ مُحَمَّدٌ فَخَرَجَ اِلَيْهِ وَقَدْ اِنْتَفَعَ لَوْنُهُ اَيْ تَغَيَّرَ وَصَارَ كَلَوْنِ النَّقْعِ اَلَّذِيْ هُوَالتُّرَابُ وَهُوَ الصُّفْرَةُ مَعَ كَدْرَةٍ كَمَا تَقَدَّمَ فَقَالَ لَهُ اَعْطِ هٰذَاحَقَّهُ، قَالَ نَعَمْ لَاتَبْرَحْ حَتّٰى اعطيه الذى له فدفعه اليه

قَالَ ثُمَّ اِنَّ الرَّجُلَ اَقْبَلَ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ فَقَالَ جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ فَقَدْ وَاللّٰهِ اَخَذَلِيْ بِحَقِّيْ وَقَدْ كَانُوْا أَرْسَلُوْا رَجُلًا مِمَّنْ كَانَ مَعَهُمْ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالُوْا لَهُ اُنْظُرْ مَاذَايَصْنَعُ فَقَالُوْا لِذٰلِكَ الرَّجُلِ مَاذَا رَأَيْتَ قَالَ رَأَيْتُ عَجَبًامِّنَ الْعَجَبِ وَاللّٰهِ مَاهُوَ اِلَّا أَنْ ضَرَبَ عَلَيْهِ بَابَهُ فَخَرَجَ اِلَيْهِ وَمَامَعَهُ روحه فقال اعط هذا حقه فقال نعم لا تبرح حتى اخرج اليه حقه فدخل فخرج اليه بِحَقِّهٖ فَأَعْطَاهُ اِلَيْهِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ قَالُوْا لِأَبِيْ جَهْلٍ وَيْلَكَ مَارَأَيْنَا مِثْلَ مَا صَنَعْتَ قَالَ وَيْحَكُمْ، وَاللّٰهِ مَاهُوَ اِلَّا أَنْ ضَرَبَ عَلَيَّ بَابِيْ وَسَمِعْتُ صَوْتَهُ فَمُلِئْتُ رُعْبًا، ثُمَّ خَرَجْتُ اِلَيْهِ وَاِنَّ فَوْقَ رَأْسِيْ فَحْلًا مِنَ الْاِبِلِ مَارَأَيْتُ مِثْلَهُ قَطُّ، لَوْ أَبَيْتُ اَوْ تَاَخَّرْتُ لَأَكَلَنِيْ" [1]

ابوجہل بن ھشام نے ایک شخص جسے "اِرَاشِی" (اراشہ بنی خصم کے قبیلے کی ایک شاخ ہے) کہتے تھے، سے کچھ اونٹ خریدے پھراس کی قیمت دینے میں دیر کردی (وہ شخص لوگوں سے پوچھتا پھرتا تھا کہ مجھے کوئی ابوجہل سے میرا حق دلا دے) وہ قریش کے ایک مجمع پر جا کر کھڑا ہوا اور کہا اے قریش کا گروہ ایسا کون فرد ہے جو ابوالحکم بن ھشام پر میری مدد کرے؟ میں ایک اجنبی ہوں اور مسافر ہوں اور اس نے میرا حق مار لیا ہے۔(رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہیں کہیں قریب موجود تھے) قریشیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے کے لیے اس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کیا تم اس مرد کو دیکھ رہے ہو؟ اس کے پاس جاؤ وہ تمہاری مدد کرے گا اس پر وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ابوجہل کی حالت جو اسے پیش آئی وہ بتائی کہ میرا حق اس پر آتا ہے وہ مارے بیٹھا ہے میں ایک اجنبی اور مسافر ہوں میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ اس سے مجھے کون حق دلوائے گا؟ تو ان سب نے آپ کی طرف اشارہ کیا اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ مجھے اس سے

---

[1] ﴿"السیرۃ الحلبیۃ" (ابوالفرج نورالدین علی بن ابراہیم الحلبی المتوفی ۱۰۴۴ھ) جلد اول صفحہ ۴۴۵، ۴۴۶۔ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت﴾

حق دلوائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کے ساتھ ابوجہل کی طرف روانہ ہو گئے، اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا ابوجہل نے پوچھا کون؟ آپ نے فرمایا "محمد" تو وہ باہر نکل کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا، درآں حالیکہ اس کا رنگ تبدیل ہو گیا تھا اور پیلا کالا ہو رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا حق دے دو! تو اس کی جو چیز بنتی تھی وہ ابوجہل نے اسے دی پھر وہ آدمی قریش کے اس مجمع کے پاس گیا اور کہا اللہ اسے جزائے خیر دے، اللہ کی قسم اس نے میرا حق ابوجہل سے لے ہی لیا۔

ان لوگوں نے بھی ایک آدمی اپنے ساتھیوں میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھیجا تھا اور اسے کہا تھا کہ دیکھ کر آؤ کہ آپ کیا کرتے ہیں تو اس شخص سے انہوں نے پوچھا تو نے کیا دیکھا؟ تو اس نے کہا میں نے حیران کن باتوں سے زیادہ حیران کن بات دیکھی۔ اللہ کی قسم صرف اتنا ہی ہوا کہ اس یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کا دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ باہر نکل کر آیا تو اس کی روح اس میں نہیں تھی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سے فرمایا اس کا حق دے اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے، آپ یہیں ٹھہریں کہ میں اس کا حق اس کی طرح نکال لاؤں۔ تب وہ اس کا حق اس کی طرف نکال لایا اور اسے دے دیا۔

اس واقعہ پر قریش کے ان کافروں نے ابوجہل سے کہا تیری تباہی ہم نے اس طرح کا کام نہیں دیکھا جس طرح تو نے کیا ہے۔ ابوجہل نے کہا افسوس تمہارے لیے اللہ کی قسم اتنی سی بات تھی کہ اس نے میرے دروازے کو کھٹکھٹایا اور میں نے اس کی آواز سنی تو میں رعب سے بھر گیا پھر میں اس طرف نکلا اور میرے سر کے اوپر ایک نر اونٹ کھڑا ہوا تھا کہ اس جیسا بڑا اونٹ میں نے کبھی نہیں دیکھا اگر میں اس کی بات سے انکار کرتا تو وہ مجھے کھا جاتا۔

فوٹوحوالہ ﴿ ''السیرۃ الحلبیۃ'' جلداول صفحہ ۴۴۵_مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ﴾

وأما حديث الزبيدي، فقد حدث بعضهم الزبيدي، فقد حدث بعضهم قال: «بينا رسول الله ﷺ جالس في المسجد ومن معه من الصحابة إذا رجل من زبيد يطوف على حلق قريش حلقة بعد أخرى وهو يقول: يا معشر قريش كيف تدخل عليكم المارة أو يجلب إليكم جلب، أو يحل بضم الحاء أي ينزل بساحتكم تاجر وأنتم تظلمون من دخل عليكم في حرمكم؟ حتى انتهى إلى رسول الله ﷺ في أصحابه، فقال له ﷺ: ومن ظلمك؟ فذكر أنه قدم بثلاثة أجمال خيرة إبله أي أحسنها فسامه بها أبو جهل ثلث أثمانها، ثم لم يسمه بها لأجله سائم، قال: فأكسد عليّ سلعتي فظلمني، فقال له رسول الله ﷺ: وأين جمالك؟ قلا: هذه هي بالحزورة، فقام رسول الله ﷺ وقام أصحابه فنظروا إلى الجمال فرأى جمالاً حسناً، فساوم ذلك الرجل حتى ألحقه برضاه، وأخذها رسول الله ﷺ فباع جملين منها بالثمن، وأفضل بعيراً باعه وأعطى أرامل بني عبد المطلب ثمنه، وكل ذلك وأبو جهل جالس في ناحية من السوق ولم يتكلم، ثم أقبل إليه رسول الله ﷺ فقال له: إياك يا عمرو أن تعود لمثل ما صنعت بهذا الرجل فترى مني ما تكره، فجعل يقول: لا أعود يا محمد لا أعود يا محمد، فانصرف رسول الله ﷺ وأقبل على أبي جهل أمية بن خلف ومن معه من القوم، فقالوا له: ذللت في يد محمد، فإما أن تكون تريد أن تتبعه، وإما رعب دخلك منه، فقال لهم: لا أتبعه أبداً، إن الذي رأيتم مني لما رأيته، رأيت معه رجالاً عن يمينه ورجالاً عن شماله معهم رماح يشرعونها إليّ، لو خالفته لكانت إياها أي لأتوا على نفسي».

فوٹوحوالہ ﴿ ''السیرۃ الحلبیۃ'' جلداول صفحہ ۴۴۵_مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ﴾

ونظير ذلك «أن أبا جهل كان وصياً على يتيم فأكل ماله وطرده، فاستغاث اليتيم بالنبي ﷺ على أبي جهل، فمشى معه إليه ورد عليه ماله، فقيل له في ذلك فقال: خفت من حربة عن يمينه وحربة عن شماله لو امتنعت أن أعطيه لطعنتني».

فوٹوحوالہ ﴿ ''السیرۃ الحلبیۃ'' جلداول صفحہ ۴۴۵، ۴۴۶_مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ﴾

وأما حديث المستهزئين. فمما استهزىء به على رسول الله ﷺ ما حدث به بعضهم «أن أبا جهل بن هشام ابتاع من شخص يقال له الإراشي بكسر الهمزة نسبة إلى إراشة بطن من خثعم أجمالاً فمطله بأثمانها، فدلته قريش على النبي ﷺ لينصفه من أبي جهل استهزاء برسول الله ﷺ، لعلمهم بأنه لا قدرة له على أبي جهل: أي بعد أن وقف على ناديهم فقال: يا معشر قريش من رجل يعينني على أبي الحكم بن

هشام فإني غريب وابن سبيل، وقد غلبني علي حقي، فقالوا له أترى ذلك الرجل؟ يعنون رسول الله ﷺ، اذهب إليه فهو يعينك عليه، فجاء إلى رسول الله ﷺ، فذكر له حاله مع أبي جهل ـ أي قال له: يا أبا عبد الله إن أبا الحكم بن هشام قد غلبني على حق لي قبله وأنا غريب وابن سبيل، وقد سألت هؤلاء القوم عن رجل يأخذ لي بحقي منه فأشاروا إليك، فخذ حقي منه يرحمك الله ـ فخرج النبي ﷺ مع الرجل إلى أبي جهل وضرب عليه بابه، فقال: من هذا؟ قال محمد، فخرج إليه وقد انتقع لونه: أي تغير وصاح كلون النقع ـ الذي هو التراب، وهو الصفرة مع كدرة كما تقدم ـ فقال له: أعط هذا حقه، قال نعم، لا تبرح حتى أعطيه الذي له، فدفعه إليه. قال: ثم إن الرجل أقبل حتى وقف على ذلك المجلس فقال: جزاه الله خيراً يعني النبي ﷺ ـ فقد والله أخذ لي بحقي، وقد كانوا أرسلوا رجلاً ممن كان معهم خلف النبي ﷺ وقالوا له انظر ماذا يصنع؟ فقالوا لذلك الرجل ماذا رأيت؟ قال: رأيت عجباً من العجب، والله ما هو إلا أن ضرب عليه بابه فخرج إليه وما معه روحه فقال: أعط هذا حقه، فقال نعم لا تبرح حتى أخرج إليه حقه، فدخل فخرج إليه بحقه فأعطاه إليه، فعند ذلك قالوا لأبي جهل: ويلك ما رأينا مثل ما صنعت، قال: ويحكم، والله ما هو إلا أن ضرب عليّ بابي وسمعت صوته فملئت رعباً، ثم خرجت إليه وإن فوق رأسي فحلاً من الإبل ما رأيت مثله قط، لو أبيت أو تأخرت لأكلني؛ وإلى هذه القصة أشار صاحب الهمزية بقوله:

ایک شبہ کا ازالہ

شاید کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں سے اپنی بات جبراً منوا سکتے تھے تو انہیں جبراً مسلمان کیوں نہیں کیا؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ مکہ کے مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا کرتے تھے نہ صرف پیٹھ پیچھے بلکہ منہ سامنے بھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کی اس مسخری کو برداشت کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا، پھر ایسی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کمزوری اور مغلوبیت کا کیوں کر انکار کیا جا سکتا ہے؟

اس کے جواب میں گزارش ہے کہ مشرکین نے اس طرح کا کام شروع کیا تھا لیکن وہ جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حلیم ہیں وہ ہمارے خلاف کوئی دعائے ضرر نہیں فرمائیں گے آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے کئی نمونے وہ اس طرح دیکھ چکے تھے انہوں نے شاید یہ سوچا ہوگا کہ اس طرح کے بھونڈے پن کے برتاؤ کرنے سے وہ مسلمانوں کو ان کے دین میں شک ڈال سکیں گے۔ اور یہ کہیں گے کہ اگر یہ اللہ کا سچا رسول ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان مشرکین سے اس کا بدلہ ضرور لیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا داؤ نہیں چلنے دیا بلکہ جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی دنیا کی زندگی میں اس کو ایسے عذاب میں مبتلا کر دیا کہ وہ دوسرے سب لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بن گیا۔ سیرت وتاریخ کی کتابوں میں اس طرح کے کئی واقعات کا ذکر ہے جو ہم آپ کے سامنے پیش کرنے لگے ہیں:

ابوجہل کو مسخری کرنے پر سزا

اسی ''سیرت حلبیہ'' میں ہے ''وَمِنْ اِسْتِهْزَاءِ أَبِیْ جَهْلٍ بِالنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ فِیْ بَعْضِ الْأَوْقَاتِ سَارَ خَلْفَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم یَخْلِجُ بِأَنْفِهٖ وَفَمِهٖ یَسْخِرُ بِهٖ فَاطَّلَعَ عَلَیْهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَهٗ کُنْ کَذَالِكَ فَکَانَ کَذَالِكَ اِلٰی اَنْ مَاتَ'' ۱

ایک دفعہ ابوجہل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلا اور وہ اپنے ناک اور منہ کو مسخری کے طور پر پیچھے سے ہلا رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرف دیکھا تو فرمایا اسی طرح ہو جا، تو مرتے دم تک اسی طرح رہا۔

عقبہ بن ابی معیط کو مذاق کی سزا

اسی ''سیرت حلبیہ'' میں ہے ''ومن استهزائه انه بصق فی وجه النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعاد بصاقه علی وجهه وصار برصا ای فَاِنَّهٗ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یَکْثُرُ مُجَالَسَةَ عُقْبَةَ بْنَ اَبِیْ مُعِیْط فَقَدَمَ عُقْبَةُ یَوْماً مِنْ سَفَرٍ فَضَحَ طَعَامًا وَدَعَا النَّاسَ مِنْ اَشْرَافِ قُرَیْشٍ وَدَعَا النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا قُرِّبَ اِلَیْهِمُ الطَّعَامُ اَبٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یَّاکُلَ فَقَالَ مَا اَنَا بِاٰکِلٍ طَعَامَكَ حَتّٰی تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ عُقْبَةُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَاَکَلَ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ طَعَامِهٖ وَانْصَرَفَ النَّاسُ وَکَانَ عُقْبَةُ صَدِیْقًا لِاُبَیِّ بْنِ خَلْفٍ فَأَخْبَرَ النَّاسُ اُبَیًّا بِمَقَالَةِ عُقْبَةَ فَأَتٰی اِلَیْهِ وَقَالَ یَا عُقْبَةُ صَبُوْتَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا صَبُوْتُ وَلٰکِنْ دَخَلَ مَنْزِلِیْ رَجُلٌ شَرِیْفٌ فَأَبٰی اَنْ یَّاکُلَ طَعَامِیْ اِلَّا اَنْ أَشْهَدَ لَهٗ فَاسْتَحْیَیْتُ اَنْ یَخْرُجَ مِنْ بَیْتِیْ وَلَمْ یُطْعَمْ فَشَهِدْتُ لَهٗ فَطَعَمَ وَالشَّهَادَةُ لَیْسَتْ فِیْ نَفْسِیْ، فَقَالَ لَهٗ اُبَیٌّ وَجْهِیْ وَ وَجْهُكَ حَرَامٌ اِنْ لَقِیْتَ مُحَمَّداً فَلَمْ تَطَأْهُ وَتَبْزَقْ فِیْ وَجْهِهٖ وَتَلْطُمْ عَیْنَهٗ، فَقَالَ لَهٗ عُقْبَةُ لَكَ ذٰلِكَ ثُمَّ اِنَّ عُقْبَةَ لَقِیَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَفَعَلَ بِهٖ ذٰلِكَ: فَقَالَ الضَّحَّاكُ وَلَمَّا بَزَقَ عُقْبَةُ لَمْ تَصِلِ الْبُزْقَةُ اِلٰی وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ بَلْ وَصَلَتْ اِلٰی وَجْهِهٖ هُوَ کَشِهَابِ نَارٍ فَاحْتَرَقَ مَکَانُهَا وَکَانَ أَثْرُ الْحَرْقِ فِیْ وَجْهِهٖ اِلَی الْمَوْتِ وَحِیْنَئِذٍ یَّکُوْنُ الْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ فِیْمَا تَقَدَّمَ فَعَادَ بُصَاقُهٗ بَرَصًا فِیْ وَجْهِهٖ اَیْ صَارَ کَالْبَرَصِ'' ۲

اور عقبہ بن معیط کے استہزاء کا ایک واقعہ یہ ہے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کی طرف تھوکا تو اس کا تھوک اسی کے چہرہ کی طرف لوٹ کر برص کا نشان بن گیا۔ عقبہ بن ابی معیط قریش کے امیر آدمیوں میں سے تھا آپ

۱......﴿''السیرۃ الحلبیۃ'' (ابوالفرج نورالدین علی بن ابراہیم الحلبی المتوفی ۱۰۴۴ھ) جلد اول صفحہ ۴۴۶۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

۲......﴿''السیرۃ الحلبیۃ'' (ابوالفرج نورالدین علی بن ابراہیم الحلبی المتوفی ۱۰۴۴ھ) جلد اول صفحہ ۴۴۷۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

صلی اللہ علیہ وسلم دعوتِ اسلام کے لیے اکثر اس کے پاس جا کر تشریف فرما ہوتے تھے۔ایک دن وہ کسی سفر سے واپس آیا تو اس نے کھانا تیار کرایا اور قریش کے سرداروں کو بھی دعوت دی، جب کھانا سب کے سامنے رکھ دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے سے انکار کر دیا۔فرمایا جب تک تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت نہ دے میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا تو عقبہ نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا لوگ چلے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی واپس تشریف لے آئے۔عقبہ، اُبی بن خلف کا دوست تھا لوگوں نے اُبی کو بتایا جو کچھ عقبہ نے کہا تھا یعنی کلمہ پڑھنے کا بتایا تو وہ عقبہ کے پاس آیا اور کہا عقبہ تو صابی بن گیا (مشرک لوگ ایمانداروں کو صابی کہتے تھے) اس نے کہا اللہ کی قسم میں صابی نہیں بنا لیکن میرے گھر میں ایک عزت دار شخص آیا ہوا تھا اس نے میرا کھانا کھانے سے انکار کیا مگر اس شرط پر کہ میں اس کی گواہی دو تو مجھے شرم آئی کہ وہ میرے گھر سے بغیر کھائے کے چلا جائے، میں نے اس کی شہادت دی تو اس نے کھانا کھالیا وہ شہادت میرے دل میں نہیں ہے۔اُبی نے کہا مجھے تمہارا چہرہ دیکھنا حرام ہے جب تک یہ نہ ہو کہ اگر کبھی محمد سے تمہاری ملاقات ہو تو اسے پاؤں سے مَسلے اور اس کے چہرے میں تھوک دے، اور اس کی آنکھ پر تھپڑ مارے، تو عقبہ نے کہا مجھے تمہاری یہ بات منظور ہے۔تو عقبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا ابھی وہ کچھ دور تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی جانب تھوکا تو تھوک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ گئی بلکہ اس کے چہرے کی جانب لوٹ گئی اور ایسے لگی جیسے آگ کا شعلہ لگا ہو اس کے منہ کا وہ حصہ جل گیا اور مرتے دم تک اس جلنے کا نشان اس کے منہ پر رہا۔

علامہ حلبی فرماتے ہیں سابقہ مذکورہ کلام کہ وہ تھوک برص بن گئی سے مراد یہ ہوگی کہ برص جیسا نشان بن گیا۔

حکم بن عاص کا منہ اور ناک ٹیڑھا ہو گیا

''وَمِنْ اِسْتِهْزَآءِ الْحَكَمِ بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ كَانَ ﷺ يَمْشِيْ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ خَلْفَهٗ يَخْلِجُ بِفَمِهٖ وَأَنْفِهٖ، يَسْخَرُ بِالنَّبِيِّ ﷺ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ لَهٗ كُنْ كَذٰلِكَ فَكَانَ كَذٰلِكَ أَيْ كَمَا تَقَدَّمَ نَظِيْرُ ذٰلِكَ لِأَبِيْ جَهْلٍ وَاسْتَمَرَّ الْحَكَمُ بْنُ الْعَاصِ يَخْلِجُ بِأَنْفِهٖ وَفَمِهٖ بَعْدَ أَنْ مَكَثَ شَهْرًا مَغْشِيًّا عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ، أَسْلَمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَكَانَ فِيْ اِسْلَامِهٖ شَيْءٌ'' [1]

(ابوجہل کی طرح) حکم بن عاص بھی ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل رہا تھا اور اپنے منہ اور ناک کو ہلا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر رہا تھا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جانب مڑ کر دیکھا تو اسے ارشاد فرمایا ایسا ہو جا! تو وہ ایسا ہو

[1]......﴿''السیرۃ الحلبیۃ'' (ابو الفرج نور الدین علی بن ابراہیم الحلبی المتوفی ۱۰۴۴ھ) جلد اول صفحہ ۴۴۷۔مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

گیا کہ اس کی ناک اور منہ مسلسل اس کی موت کے وقت تک ہلتے رہے۔ یہ حکم بن عاص فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا اور اس کے اسلام میں کچھ خرابی تھی۔

فوٹو حوالہ ﴿"السیرۃ الحلبیۃ" جلد اول صفحہ ۴۴۶۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

أي ومن استهزاء أبي جهل بالنبي ﷺ «أنه في بعض الأوقات سار خلف النبي ﷺ يخلج بأنفه وفمه يسخر به، فاطلع عليه ﷺ، فقال له: كن كذلك، فكان كذلك إلى أن مات».

فوٹو حوالہ ﴿"السیرۃ الحلبیۃ" جلد اول صفحہ ۴۴۷۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

ومن استهزائه «أنه بصق في وجه النبي ﷺ فعاد بصاقه على وجهه وصار برصاً: أي فإنه ﷺ كان يكثر مجالسة عقبة بن أبي معيط، فقدم عقبة يوماً من سفر فصنع طعاماً ودعا الناس من أشراف قريش ودعا النبي ﷺ، فلما قرب إليهم الطعام أبى رسول الله ﷺ أن يأكل، فقال: ما أنا بآكل طعامك حتى تشهد أن لا إله إلا الله، فقال عقبة: أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أنك رسول الله، فأكل ﷺ من طعامه وانصرف الناس، وكان عقبة صديقاً لأبيّ بن خلف، فأخبر الناس أبياً بمقالة عقبة، فأتى إليه وقال: يا عقبة صبوت؟ قال: والله ما صبوت، ولكن دخل منزلي رجل شريف، فأبى أن يأكل طعامي إلا أن أشهد له، فاستحييت أن يخرج من بيتي ولم يطعم، فشهدت له فطعم والشهادة ليست في نفسي، فقال له أبيّ وجهي ووجهك حرام إن لقيت محمداً فلم تطأه وتبزق في وجهه وتلطم عينه، فقال له عقبة: لك ذلك، ثم إن عقبة لقي النبي ﷺ ففعل به ذلك» قال الضحاك: لما بزق عقبة لم تصل البزقة إلى وجه رسول الله ﷺ بل وصلت إلى وجهه هو كشهاب نار فاحترق مكانها، وكان أثر الحرق في وجهه إلى الموت. وحينئذ يكون المراد بقوله فيما تقدم «فعاد بصاقه برصاً في وجهه» أي صار كالبرص «وأنزل الله تعالى في حقه ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ﴾ [الفرقان: الآية ٢٧] أي في النار يأكل إحدى يديه إلى المرفق ثم يأكل الأخرى، فتنبت الأولى فيأكلها وهكذا».

فوٹو حوالہ ﴿"السیرۃ الحلبیۃ" جلد اول صفحہ ۴۴۷۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

ومن استهزاء الحكم بن العاص «أنه كان ﷺ يمشي ذات يوم وهو خلفه يخلج بفمه وأنفه، يسخر بالنبي ﷺ، فالتفت إليه النبي ﷺ فقال له: كن كذلك فكان كذلك» أي كما تقدم نظير ذلك لأبي جهل «واستمر الحكم بن العاص يخلج بأنفه وفمه بعد أن مكث شهراً مغشياً عليه حتى مات» أسلم يوم فتح مكة وكان في إسلامه شيء «اطلع على رسول الله ﷺ من باب بيته وهو عند بعض نسائه بالمدينة، فخرج إليه ﷺ بالعنزة - أي وقيل بمدرى في يده - والمدرى كالمسلة يفرق به شعر الرأس - ...

❁❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁

خلاصہ بحث

کتاب وسنت کے چمکتے ہوئے ان دلائل کی روشنی میں یہ حقیقت آفتاب کی طرح روشن ہوگئی کہ ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف آپ کو بلکہ آپ سمیت جمیع انبیاء کرام ومرسلینعظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ رب العزۃ نے اپنے پاس عزت بخشی، عظمت عطا فرمائی نہ صرف اپنے پاس بلکہ دنیا اور آخرت میں فرشتوں اور مومن انسانوں اور جنوں پر اور نہ صرف مومنوں بلکہ کافر انسانوں پر عزت، عظمت، رعب، ہیبت اور غلبہ عطا فرمایا۔ ہجرت سے قبل یا بعد کسی وقت بھی ذلت کا آپ کے سراپردۂ عظمت کے قریب گزر نہیں ہوا۔ یہاں تک اس مفہوم کو مثبت انداز سے بیان کیا گیا ہے، لیکن تجربہ ہے کہ بیمار دل اعتراض سے باز نہیں رہ سکتے اس لیے ضرورۃً شبہات کا ازالہ اور اعتراضات کے جوابات پیش کیے جاتے ہیں، کوشش یہی ہے کہ کسی معترض کو گالی ہرگز نہ دی جائے، تاہم جن لوگوں کے موقف پر اس تحریر سے زد پڑ رہی ہے ،انہیں اگر یہ گالی نامہ لگے تو کوئی حیرت کی بات نہ ہوگی۔ ﴿وَمِنَ اللّٰہِ الْھِدَایَۃُ وَالتَّوْفِیْقُ﴾

ضروری نوٹ

کسی قول کے کفر ہونے اور بولنے والے کے کافر ہونے میں بڑا فرق ہے جسے عام علماء بھی نہیں سمجھ پاتے بلکہ راسخین فی العلم ہی سمجھ سکتے ہیں لہٰذا علماءِ شان سے پوچھے بغیر کسی شخص کو توہین کا مرتکب قرار دے کر قتل کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے کسی نبی کو واضح گالی دی ہو خواہ وہ سیدنا حضرت عیسیٰ یا سیدنا حضرت موسیٰ علیہما السلام ہی کیوں نہ ہوں تو پھر مسلم گورنمنٹ پر فرض ہے کہ اسے توہین رسالت کی سزا دے اگر کوئی حکومت اس جرم پر سزا کو معاف کرے تو مسلمان عوام پر لازم ہے کہ پُر امن طریقے سے ایسے حکمران کے نیچے سے کرسی کھینچ لیں۔ (اس مسئلہ میں مزید وضاحت درکار ہو تو ہماری تحریر ''غیر مسلموں کو جرم توہین رسالت پر سزا فقہ حنفی کی روشنی میں'' مطبوعہ انوار الحدیث پبلی کیشنز ملتان ملاحظہ فرمائیں)

شکوک وشبہات مع جوابات

اِس مبحث میں اُن لوگوں کے دلائل پر غور کیا جائے گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں کے مقابلے میں یا بغیر مقابلے کے اِس قبیح لفظ (ذلت) کا اِطلاق درست سمجھتے ہیں۔ کچھ جوابات کا تعلق اُن اعتراضات سے ہوگا جو قائلین ذلت اپنی تحریروں میں لا چکے ہیں اور کچھ جوابات کا تعلق اُن اِمکانی سوالات وشبہات سے ہوگا جو ہم نے کہیں لکھے ہوئے تو نہیں دیکھے لیکن ممکن ہے کہ شیطان اِنہیں اعتراضات سے کسی کے دل میں وسوسہ ڈالے۔ سب سے پہلے یہ ذلیل کلمہ کہنے والا شخص پاک وہند کے علمائے اہلحدیث ودیوبند کا پیشوا ہو گزرا ہے اِس لیے اُن سب (علمائے اہلحدیث ودیوبند) نے اپنے پیشوا کی اِس عبارت کی تائید میں دلائل دیئے جو دراصل علمائے اہل سنت کے موقف پر اعتراضات ہیں۔ اِس لیے سب سے پہلے اہلحدیثوں کے پیشوائے کل کے اعتراضات کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

﴿وَمَا تَوْفِيْقِىْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْم﴾
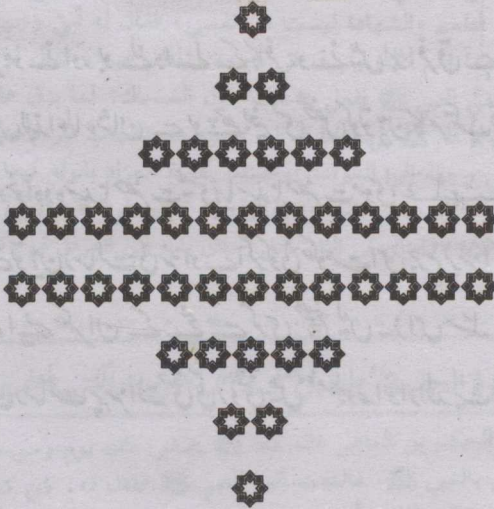
میاں نذیر حسین دہلوی

(مصنف فتاویٰ نذیریہ، مسلک اہل حدیث کے شیخ الکل فی الکل، حکومت وقت سے شمس العلماء کا خطاب پانے والے)

- میاں نذیر حسین کے جوابات کا تفصیلی جواب
- میاں صاحب کا گستاخی کا اعتراف
- اختیارات انبیاء علیہم السلام پر مختصر بحث مع دلائل
- ''وَکُلٌّ اَتَوْہُ دَاخِرِیْنَ'' سے استدلال کا رد
- ''لفظ مقابلہ'' پر تنقید نیز ہر لغت میں مقابلہ کے معنی کی تشریح
- ''اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا'' سے اعتراض کا مکمل محاسبہ
- قرآن مجید میں لفظ ''عبد'' کبھی ذلیل کے معنی میں نہیں آیا
- فارسی کے چند اشعار سے اعتراض کا جواب اور ان کا صحیح مطلب
- رازی، نسفی، مظہری، راغب اصفہانی کی عبارات سے استدلال کا تجزیہ
- محشی درمختار علامہ طحطاوی حنفی کی عبارت سے مغالطہ کا جواب
- مسئلہ وحدت الوجود اور مسلک اہل حدیث، ایک تحقیقی بحث

غیر مقلدین (مسلکِ اہل حدیث) کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی صاحب متوفی ۱۹۰۲ء کی کتاب ''فتاوی نذیریہ'' میں اپنے پیشوا (صاحب تقویۃ الایمان محمد اسماعیل دہلوی) کی زبان سے (مسلمانوں کی اُس تنقید کا جواب جو ''چمار سے زیادہ ذلیل'' اور ''ذرہ ناچیز سے کمتر'' وغیرہ عبارات پر کی گئی) ایک خط کے ذریعہ پیش کیا ہے۔ جو میاں نذیر حسین صاحب کے اِس پیشوا نے کسی بغدادی (ساکن ہند) کے جواب میں لکھا تھا ملاحظہ ہو (خط کا جواب)

''وَلَا یَخفٰی اَنَّ الْمُخَاطَبِیْنَ بِقَوْلِہٖ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ھُمُ الْمُشْرِکُوْنَ فَکَیْفَ مَثَّلَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْبَشَرِیَّۃِ نَبِیَّہٗ بِالْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ ثَبَتَ نَجَاسَتُھُمْ فِی الْقُرْآنِ حَیْثُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَالْاَصْنَامُ مِنْ حَیْثُ اَنَّھَا اَحْجَارٌ وَّجَمَادَاتٌ لَانَجَاسَۃَ وَاِلَّا یَلْزَمُ اَنْ یَّکُوْنَ کُلُّ حَجَرٍ نَجَسًا اِنَّمَا النَّجَاسَۃُ فِیْھَا بِسَبَبِ الْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ صَوَّرُوْھَا وَجَعَلُوْھَا مَعْبُوْدِیْنَ فَالْمُشْرِکُوْنَ اَشَدُّ نَجَاسَۃً مِّنَ الْاَصْنَامِ فَافْھَمْ وَ تَاَمَّلْ'' ۱؎

فتاویٰ نذیریہ کے ذیل میں اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے ''اور یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ ''مِثْلُکُمْ'' کے مخاطب مشرک لوگ ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے بشریت میں رسول اللہ کو مشرکوں کے ساتھ کیوں تشبیہ دے دی؟ حالانکہ خود خداوند تعالیٰ نے مشرکوں کی نجاست قرآن مجید میں ''اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ'' کہہ کر بیان کردی ہے، باقی رہا بتوں کا معاملہ تو ان میں نجاست ذاتی نہیں ورنہ تمام پتھر ناپاک ہوتے حالانکہ ایسا نہیں ہے، ان میں جو نجاست آئی ہے وہ مشرکوں کے عمل سے آئی ہے، تو معلوم ہوا کہ مشرک بتوں سے بھی زیادہ ناپاک ہیں، اور پھر بھی خدا تعالیٰ نے آنحضرت کو مشرکوں سے تشبیہ دی ہے'' ﴿مکتوب اسماعیل دہلوی بنام بغدادی﴾ ۱؎

فوٹو حوالہ ﴿''فتاوی نذیریہ''۔ جلد اول صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد ولا یخفی ان المخاطبین بقولہ انما
انا بشر مثلکم ھم المشرکون فکیف مثل اللہ تعالیٰ فی البشریۃ نبیہ بالمشرکین الذین
ثبت نجاستھم فی القرآن حیث قال اللہ تعالیٰ انما المشرکون نجس فلا یقربوا
المسجد الحرام والاصنام من حیث انھا احجار وجمادات لا نجاسۃ فیھا والا
یلزم ان یکون کل حجر نجسا انما النجاسۃ فیھا بسبب المشرکین الذین صوروھا وجعلو
نبیوں کو اس امر خاص یعنی سمجھا کرنے بارش برسانے اور اولاد عطا کرنے وغیرہ میں دوسری مخلوقات اور بتوں سے

فتاوی نذیریہ جلد اول ۱۰۲ کتاب الایمان والعقائد

جعلوھا معبودین فالمشرکون اشد نجاسۃ من الاصنام فافھم وتامل ان قیل
وان کان ھذا الامر ثابتا ولکن ما الضرورۃ الی ذکرہ قلت الضرورۃ فی ذکرہ

۱؎ ...... ﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء۔ جلد اول صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

تمہید جواب

دراصل اِس مقام پر میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کی عبارات کا جواب مقصود ہے، چونکہ میاں صاحب نے اِس اسمٰعیلی مکتوب سے اپنی بات شروع کی یعنی جو دہلوی صاحب کا جواب تھا وہی جواب میاں صاحب کا بھی ہے۔ اِس لیے ابتداءِ جواب میں بھی اُسی مکتوب پر تنقید وتبصرہ پیش کیا گیا ہے۔لیکن وہ عبارت میاں صاحب کی طرف سے بھی ہے اِس لیے میاں صاحب کے تفصیلی جواب کو بھی اسی عبارت سے شروع کیا جا رہا ہے۔

(اوّل)

مسلک اہلحدیث پاک وہند کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین صاحب کی اس عبارت کے جواب سے پہلے تمہید اور ابتدائیے کے طور پر عرض ہے کہ میاں صاحب کی یہ عبارت اُن کے جواب کی تمہید ہے جو انہوں نے (اپنے مسلک کے پیشواء مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کی موردِ اعتراض عبارت کا) دیا ہے وہ عبارت یہ تھی

''اور یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کی آگے چمار سے بھی ذلیل ہے'' [1]

میاں اسمٰعیل دہلوی صاحب کا اصل نام محمد اسمٰعیل ہے وہ حسنین کریمین رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمَا کی اولاد میں سے نہ تھے اُن کے پیروکار انہیں ''شاہ اسمٰعیل شہید'' کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اسم محمد نام سے نکال دیتے ہیں۔نجانے کیوں؟

اُنہوں نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ''تقویۃ الایمان'' رکھا اس میں ایک جگہ وہ عبارت لکھی جو آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔اس عبارت سے مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کا مقصد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

''کافر'' مخلوق میں چھوٹے اور چمار اُن کافروں میں بھی چھوٹے اور خود دوسرے کافروں کے نزدیک نیچ اور حقیر وذلیل سمجھے جاتے ہیں، تاہم اللہ کی شان کے آگے چمار تو ذلیل ہے ہی مگر دہلوی صاحب کے بقول انبیاء عَلَیۡھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء اللہ رِضۡوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡھِمۡ اَجۡمَعِیۡن اگرچہ سنیوں کے نزدیک باقی مخلوق سے رتبہ میں بڑے ہیں، مگر

---

[1]......﴿'' تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۱۴۔مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

☆......﴿'' تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۴۱۔مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ﴾

☆......﴿'' تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۳۵۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

☆......﴿'' تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۲۰۔مطبوعہ قرآن محل کراچی﴾

اللہ تعالیٰ کے سامنے چمار نام کی مشرک وکافر قوم سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ (مَعَاذَاللّٰہ ثُمَّ مَعَاذَاللّٰہ)

فوٹو حوالہ ﴿"تقویۃ الایمان" صفحہ ۴۲ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا

وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے اس بات سے معلوم ہوا کہ جیسے شرع

فوٹو حوالہ ﴿"تقویۃ الایمان" صفحہ ۴۱ مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ﴾

رکھ دیجیے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو
یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے
شرع کی راہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے، ایسے ہی عقل کی راہ

فوٹو حوالہ ﴿"تقویۃ الایمان" صفحہ ۳۵ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجیے۔ اس سے بڑی بے انصافی کیا
ہوگی، اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے
اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے شرع کی راہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے

فوٹو حوالہ ﴿"تقویۃ الایمان" صفحہ ۲۰ مطبوعہ قرآن محل کراچی﴾

اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لیکر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ
کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان
لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے

اِس مضمون پر جب مسلمان علماء کی طرف سے اعتراض اٹھا تو عرب کے ایک نا معلوم شخص نے (جسے بغدادی کہا گیا ہے) مولوی اسمٰعیل صاحب (تقویۃ الایمان کے مصنف) کو ایک خط کے ذریعہ اِس کی قباحت کی طرف توجہ دلائی یا دہلوی صاحب نے خود ہی ایک خط عرب کے ایک صاحب کی طرف سے گھڑ کر لکھا۔ بہر حال دہلوی صاحب نے اس کے جواب میں یہ چکر دیا کہ "قرآن کریم میں "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" آیا ہے اور "مِثْلُکُمْ" میں تشبیہ ہے اور وہ بشریت میں ہے اور کافروں کی بشریت مجموعۂ نجاستِ غلیظہ ہے اور نجاست غلیظہ والا شخص خسیس اور ذلیل ہی ہوتا ہے"

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خسیس اور ذلیل چیزوں سے خود اپنے حبیب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو تشبیہ دی (مَعَاذَاللّٰہ

ثُمَّ مَعَاذَاللہ) یہ تھا مولوی صاحب کے جواب کا خلاصہ۔

جبکہ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی (اسمٰعیل دہلوی کی اِس عبارت کے دفاع میں) یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے نفسِ بشریت میں تشبیہ دی ہے اور نفسِ بشریت میں نہ خست ہے اور نہ ذلت، جو ذلیل ہوتا ہے اسے ذلت کسی عارض کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے، اس لیے صاحب تقویۃ الایمان کو میاں صاحب بَری قرار دیتے ہیں، جبکہ مصنف تقویۃ الایمان کا جو خط انہوں نے پیش کیا، وہ جواب اس بات کا ہے کہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں مخلوق سے بڑے کو چمار سے ذلیل کہنا کیوں کر صحیح ہے؟ جب کہ چمار مشرک ہوتے ہیں اور ''اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ '' آیت قرآنی نے انہیں نجس کہا ہے۔

جواب یہ دیا کہ بالکل صحیح ہے اس لیے کہ خود اللہ نے آپ اپنے نبی سے کہلوایا کہ اے کافرو! میں بشر ہونے میں تمہاری مثل ہوں اور کافر تھے نجس، اور نجس سب سے ذلیل ہوتا ہے، یعنی ہندو چمار کو دوسرے ہندو اس لیے ذلیل سمجھتے ہیں کہ وہ نجاسات کھا جاتا ہے، مرے ہوئے بدبودار جانور ہضم کر جاتا ہے۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب کے خیال میں معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کلام الٰہی سے لفظ ذلیل ثابت ہو گیا۔

اس بات کے جواب میں عرض ہے کہ قطع نظر اس امر سے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب نے تقویۃ الایمان میں چمار سے ذلیل کہا وہاں اس آیت کو نہیں لکھا۔ اور قطع نظر اس سے بھی کہ آیت میں بشریت میں مثل کہلوایا گیا (اگرچہ تواضعاً ہی ہو) جیسا کہ میاں صاحب کہہ رہے ہیں ذلیل کا لفظ نہیں فرمایا۔ اور قطع نظر اس سے بھی کہ مثل کے تین معنی ہوتے ہیں۔

۱۔ مثل صورۃً فقط ۲۔ مثل معناً فقط ۳۔ مثل صورۃً ومعناً

اس لیے کہ ہر مثل عظمت میں برابر نہیں ہوتی جب کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے پہلے تو مخلوق میں سے بڑے حضرات کے لیے چمار سے زیادہ ذلیل کا لفظ بولا جب اس پر مسلمانوں نے اعتراض کیا تو اس کے بعض حامیوں نے کہا کہ ہمارے پیشوا نے یہاں نے انبیاء علیہم السلام کا نام نہیں لیا ''بڑا ہونا'' ایک عمومی لفظ ہے اس سے خصوصی طور پر انبیاء کرام مراد لینا غلط ہے کیونکہ عموم وخصوص میں جواز وعدم جواز کا فرق ہوتا ہے مسلمانوں کو اگرچہ اس سے بھی اختلاف تھا لیکن دہلوی صاحب نے اپنے ان وکلاء کو ایک طرف ہٹا کر اپنے قول کی تشریح میں یہ آیت لکھ دی ''مشرک نجس ہیں'' اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ '' قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ '' انہی انجاس (پلیدوں سے) کے مثل ہونے کا اللہ نے اپنے نبی سے اقرار کرایا یعنی پھر انہیں چمار سے زیادہ ذلیل کہنے میں کوئی خرابی نہیں۔ دہلوی صاحب کی اس وضاحت کے بعد ان کے سارے وکلاء کی مذکورہ بالا معذرت غلط قرار پا گئی اور واضح ہو گیا کہ تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں دہلوی صاحب نے ہمارے پیارے نبی کریم

ﷺ کو جان بوجھ کر بالخصوص اور دیگر انبیاء واولیاء کو بالعموم مراد لیا ہے۔

الغرض دہلوی صاحب کے کلام کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ ''سید الانبیاء ﷺ کو (مَعَاذَاللّٰه) چمار سے ذلیل کہنا اس لیے درست ہے کہ اللہ نے مشرکوں کی مثل کہا اور ہر مشرک نجس ہے اور ہر نجس خسیس اور رِجس ہے تو ہر مشرک ذلیل قرار پایا اور آپ ﷺ کو نہ یہ کہ اللہ ہی نے مشرکوں کی مثل کہا بلکہ آپ سے بھی اقرار کرایا تو یہ لفظ آپ کے لیے بولنا صحیح قرار پایا''۔ (مَعَاذَاللّٰه ثُمَّ مَعَاذَاللّٰه)

تو یہ ہیں میاں صاحب! جو مسلمانوں کی آنکھوں میں دُھول جھونک رہے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں دہلوی صاحب نے نفسِ بشریت میں مماثلت دی ہے اور وہ ذلت نہیں، کیونکہ ذلت تو نجاست ہے اور نبی کریم ﷺ مشرکوں کی اس ذلت میں ان کے مثل نہیں۔ چنانچہ میاں صاحب لکھتے ہیں (ترجمہ مندرجہ در کتاب برائے اصل عبارت)

''اعتراض تو تب ہوسکتا کہ وہ یہ لکھتے کہ انبیاء ودیگر اہل تمکین اور بزرگانِ دین اپنے خصائل مذمومہ میں چماروں کی طرح ہیں کلاوحاشا کہ کوئی ادنی آدمی بھی ایسا لکھے'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''فتاوی نذیریہ'' جلد اول صفحہ ۹۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾
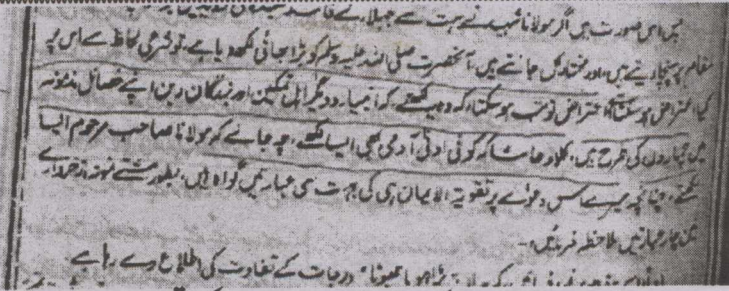
جی ہاں! میاں صاحب اس حد تک آپ کی بات سو فیصد درست ہو سکتی تھی کہ چماروں کے خصائل مذمومہ یعنی ذلت وغیرہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں نہیں پائے جاتے، مگر افسوس میاں صاحب نے ایسا نہیں لکھا۔ اور جو انہوں نے لکھا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان تو کجا وہ کافر (یہود ونصاری) جو کسی نبی کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اس طرح تو وہ بھی نہیں لکھ سکتے کہ ان کے خصائل مذمومہ ہیں۔ جب کہ میاں صاحب نے یہ لکھ دیا'' کہ اعتراض تو تب ہوسکتا کہ وہ یہ لکھتے کہ انبیاء ودیگر اہل تمکین اور بزرگانِ دین اپنے خصائل مذمومہ میں چماروں کی طرح ہیں'' جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ ان کے خصائل مذمومہ ہیں تو سہی مگر ان میں وہ چماروں سے بہتر ہیں۔

حالانکہ اگر وہ یہ لکھتے'' کہ انبیاء اور بزرگان دین کافروں کے خصائل مذمومہ میں ان کی طرح نہیں'' تو پھر میاں

---

[1] ﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۹۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

صاحب کے کلام پر الزام قائم نہ ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے خصائل مذمومہ مان رہے ہیں اگرچہ اسمعیل دہلوی صاحب میاں نذیر حسین صاحب کی اس وکالت کے باوجود بھی بری نہ ہو سکتے کہ "مدعی سست گواہ چست" والا معاملہ ہوتا۔

اسی طرح میاں صاحب کی یہ بات بھی غلط ہے کہ مولوی اسمعیل دہلوی صاحب نے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف اس رذالت کی نسبت نہیں کی اِنہوں نے تو اپنے غلط دعویٰ کو سچ بنانے کے لیے آیت ہی وہ پڑھی جس میں سید الانبیاء والمرسلین (عَلَیْهِ صَلٰوةُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ مَعَ جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْن) کا ذکر ہے پھر صاف کہا کہ

"اللہ نے مشرکوں کی مثل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا"

حالانکہ مشرک پلید بتوں سے بھی بڑھ کر پلید ہیں اور وہ جواب دے رہے تھے اس قابل اعتراض دعویٰ کا کہ "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے" اس دعویٰ کو اِس دلیل سے ملایئے تو صاف ثابت ہوگا کہ دہلوی صاحب کافروں کو بوجہ نجاست ذلیل بتوں سے بھی بڑے ذلیل ثابت کر کے جناب رسالت مآب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وصف میں انہیں کے مثل اور انہیں کے شریک مان رہے ہیں۔ اور یہ بھی کہ پہلے چمار سے ذلیل کہا تھا اب مشرکوں جیسا نجس بھی کہہ دیا (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ) اگر عقل وانصاف کہیں دنیا میں باقی ہے تو ہماری بات کی تائید اور تصدیق کے بغیر چارہ نہیں۔

(دوم)

علاوہ ازیں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ چمار سے ذلیل ہیں اگرچہ وہاں زیادہ ذلیل ہونے کی دلیل نہیں دی۔ لیکن اس خط کو تقویۃ الایمان کی عبارت سے ملانے کے بعد دعویٰ مع الدلیل سے ثابت ہوا کہ دہلوی صاحب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکوں سے بھی زیادہ اس لفظ کا حقدار سمجھتے ہیں۔

(سوم)

مزید براں یہ کہ مشرک صرف اللہ کی شان کے آگے ذلیل نہیں عند المومنین بھی ذلیل ہیں، اب دہلوی صاحب کی کتاب تقویۃ الایمان کے دعویٰ اور اُنہیں کے مکتوب بنام بغدادی میں پیش کی گئی دلیل کو ملا کر ذہن میں لائیں تو پتا چلتا ہے کہ دہلوی صاحب نبی کریم سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) مشرکوں کے برابر سمجھتے ہیں اور اپنے زعم غلط میں اسے قرآن مجید کی

پیروی سمجھتے ہیں، تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دہلوی صاحب سید الانبیاء علیہ صلی اللہ وسلم کو عند المومنین فی الحقیقۃ (معاذ اللہ) ذلیل سمجھتے ہیں۔ کیا مسلمان ان کے اس عقیدہ کو صحیح مان سکتے ہیں؟ حَاشَا وَ کَلَّا !

(چہارم)

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دہلوی صاحب نے جو "اللہ کی شان کے آگے ذلیل" کی ترکیب استعمال کی ہے۔ اس سے ان کی کیا مراد ہے اگر اِس "آگے" کا معنی "عِنْد" (پاس) ہے یعنی عند اللہ (اللہ کے پاس) تو لفظ ذلیل کو یہاں ساتھ ملانا عرف مومنین میں توہین ہونے کے علاوہ قرآن شریف کے خلاف بھی ہے، کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ"

"وہ قوت اور طاقت والا ہے اللہ مالک الملک کے پاس بڑی عزت والا۔ رئیس و معتبر امین بھی ہے۔" [1]

فوٹو حوالہ ﴿"سورۃ التکویر: الآیۃ ۲۰، ۲۱" ترجمۃ القرآن "ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ﴿۲۰﴾ مُطَاعٍ
ثَمَّ اَمِیْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰہُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ﴿۲۳﴾ وَ
مَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ﴿۲۵﴾

اور اگر اس "آگے" کا مطلب اللہ سے ٹکراؤ اور مقابلہ ہے تو تمام انبیاء معصوم ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ٹکراؤ کفر ہے۔ اور سوائے چند خوارج کے باقی تمام امت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کفر سے معصوم مانتی ہے اور اس عصمت کے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں۔

اور اگر اس "آگے" سے مراد یہ ہے کہ رتبوں کے موازنے میں اللہ کا مرتبہ بہت عزت کا ہے اور باقی کا رتبہ نعوذ باللہ چمار سے نیچے ذلت کا ہے تو اللہ کی عزت میں تو کوئی شک نہیں لیکن انبیاء علیہم السلام و دیگر بزرگوں اور مومنین کو صرف ذلت کا لفظ ماننا، بولنا توہین ہے چہ جائے کہ چمار سے نچلا بولنا (العیاذ باللہ) بہر حال ہر طرح یہ قرآن و حدیث کا انکار ہے۔ جیسا کہ اس کی تفصیل آگے چل کر پیش کی جائے گی۔

---

[1] ﴿"سورۃ التکویر: الآیۃ ۲۰، ۲۱" ترجمۃ القرآن "ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

(پنجم)

اب رہا یہ امر کہ چمار کا معنی کیا ہے؟ تو کتبِ لغت میں اس لفظ کے چار معنی کیے گئے ہیں۔

چَمار: ہندوستان کی ایک مشہور گھٹیا کافر قوم ہے جس کے ہر فرد کو ہندو مشرک اپنے سے بھی نیچ سمجھتے ہیں۔ جوتیاں سینے اور بنانے والے کو بھی چَمار کہتے ہیں لیکن مسلمان ایسے مسلمان کو چَمار نہیں کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو اگر وہ مسلمان ہو تو موچی کہتے ہیں۔ مسلمان فرق کرتے ہیں اگر ایسا کام مسلمان کرے تو اسے ''جوتیاں گانٹھے والا'' کہتے ہیں اور اگر ایسا کام غیر مسلم کرے تو اسے چمار کہتے ہیں۔ کبھی کبھی قوم اور پیشہ سے ہٹ کر یہ نام ہر اس شخص پر بولا جاتا ہے جو نیچ، کمینہ اور گھٹیا ہو اگرچہ نہ وہ اُس چمار قوم کا ہو نہ مذکورہ کاموں میں سے کوئی کام کرتا ہو۔ چونکہ چَمار قوم کے مشرک اُن مردہ جانوروں کو کھاتے تھے جنہیں لوگ گھر سے باہر اٹھا کر پھینک آتے تھے اس لیے اردو میں کہاوت ہے کہ ''چَمار کے کوسے ڈھور نہیں مرتے''، یعنی چَمار کی بددعا سے کسی کے جانور نہیں مرتے جو اس کی دعا پوری ہو اور مردار جانور اسے کھانے کے لیے مل جائے۔'' ملخصاً [1]

بہر حال چَمار کا لفظ جو بالعموم اس قوم کے لیے بولا جاتا ہے جس قوم کے لوگ اکثر جوتیاں گانٹھتے ہیں، مردار کھاتے ہیں۔ تو یہ کہنا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کوئی ایک نبی اس قوم کے کسی ایک فرد کے برابر یا اس کی طرح ذلیل ہے یا گھٹیا ہے یقیناً اس نبی کی توہین ہوگی۔ پھر اُس کا یہ کہنا کہ نعوذ باللہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسی بزرگ مخلوق بھی موچی سے زیادہ اس لفظ کے مستحق ہیں! یہ گستاخی کیوں نہ ہوگی؟

اگر کوئی یہ کہے کہ اس سے صرف موچی مراد ہیں اور موچی ذلیل نہیں ہوتے۔ تو جواباً عرض ہے کہ جب مسلمان موچی ذلیل نہیں ہوتے تو جو شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص موچی سے بھی زیادہ ذلیل ہے اس نے یقیناً موچی کو ذلیل قرار دیا ہے۔

یاد رہے کہ جو آدمی اپنے پھٹے ہوئے کپڑے کو کہیں سے رَفو کر لے یا اپنے جوتے کے ٹوٹے ہوئے تسمے کو گانٹھ لے اسے کوئی بھی درزی یا موچی نہیں کہتا۔ یہ الفاظ اُنہیں اشخاص پر بولے جاتے ہیں جو مزدوری پر دوسروں کے یہ کام سرانجام دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اپنے گھر کے کچھ کام اپنی گھر والیوں اور امتیوں سے کرانے کی بجائے کبھی خود کر لیں تو معاذ اللہ انہیں چَمار سمجھنے یا کہنے والا بدترین قسم کا گستاخ نبوت قرار پائے گا۔

یہ بات پیش نظر رہے کہ کاتب الحروف نے سوچا یہ تھا کہ صرف بعد کے اُن لوگوں کا جواب دیا جائے جنہوں نے اس عبارت کی تشریح میں کچھ لکھا ہے۔ لیکن میاں صاحب نے دہلوی صاحب کے خط کی عبارت تمہیداً پیش کر دی تو ضروری

---

[1] ......﴿''علمی اردو لغت'' صفحہ ۲۰۴۔ مطبوعہ علمی کتب خانہ لاہور﴾

ہو گیا کہ اِس عبارت پر تمہید اً بحث ہو جائے۔ اِس لیے مختصر اور جامع الفاظ میں تمہیدِ جواب پیش خدمت کر دی ہے اِن اُمور کی مزید تفصیل انشاء اللہ آگے آ رہی ہے۔ اب آیئے تفصیلی جواب کی طرف

تفصیلی جواب

ا۔ میاں صاحب کی عبارت کے جواب میں پہلی گزارش یہ ہے کہ پیش کردہ آیت (اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ) میں لفظِ ذلیل کا کہیں صریحاً تو صریحاً اشارۃً بھی ذکر نہیں۔ اس لیے یہ آیت ہمارے مضمون کے خلاف ہرگز نہیں۔

۲۔ اِس میں شک نہیں کہ مشرک نجس ہے، لیکن آیت میں تشبیہ نجاست سے نہیں جو شخص اِس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشرکوں کی نجاست سے تشبیہ مانے وہ خود میاں صاحب کے نزدیک بھی آدمیوں میں شمار کے قابل نہیں، اس لیے کہ نجاست عقلاء کے نزدیک خصلت مذمومہ ہے۔ فتاوی نذیریہ میں علمائے اہلحدیث کے مولانا و شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے اپنے مسلک کے مولانا محمد اسماعیل دہلوی کی وکالت کرتے ہوئے لکھا

''صاحب تقویۃ الایمان در ہیچ مقامے نہ نوشتہ کہ بزرگان دین و دیگر اہل تمکین در خصائل مذمومہ ہم چو چماراند حاشا و کلا کہ شخص ادنیٰ چنین نمی گوید'' (کتاب کے ذیل میں ترجمہ یوں کیا گیا ہے)

''اعتراض تو تب ہو سکتا، کہ وہ یہ لکھتے کہ انبیاء و دیگر اہل تمکین اور بزرگان دین اپنے خصائل مذمومہ میں چماروں کی طرح ہیں، کلا و حاشا کہ کوئی ادنی آدمی بھی ایسا لکھے'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''فتاوی نذیریہ'' جلد اول صفحہ ۹۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

صاحب تقویۃ الایمان در ہیچ مقامے نہ نوشتہ کہ بزرگان دین و دیگر اہل تمکین در خصائل
مذمومہ ہم چو چماراند حاشا و کلا کہ شخص ادنیٰ این چنین نمی گوید چہ جا کہ مولوی صاحب مرحوم

تاہم اسمٰعیلی مکتوبِ مذکور میں جو کچھ کہا گیا اسے اور اہلحدیث جماعت کے شیخ الکل کے اس بیان صفائی کو پڑھ لینے کے باوجود بھی اصل عبارت اور ترجمہ سے جو بات ظاہر ہو رہی ہے، اہل اسلام پر اُس کی قباحت مخفی نہیں، اس لیے کہ شیخ الکل میاں صاحب کے امام المذہب نے اپنے اِس جواب میں نجاست جیسی خصلت جس کا خصلت مذمومہ اور برائی ہونا ہر پڑھے لکھے اور اَن پڑھ پر عیاں اور بالبداہت ظاہر ہے۔ اِس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مان کر اور اُسے وجہ شبہ کہہ کر جو معذرت

[1] ...... ﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۹۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

کی ہے میاں صاحب اُسے ڈنکے کی چوٹ پر ایسی توہین قرار دے رہے ہیں جس کا توہین ہونا ادنیٰ آدمی پر بھی مخفی نہیں، اور ایسا لکھنے والا آدمیت کے ادنی درجہ سے بھی خالی ہے۔

جہاں تک آیت کریمہ کا تعلق ہے وہ اپنے مطلب اور کلمات ہر دو کے اعتبار سے اللہ کے نبی کی عظمت کو واضح کر رہی ہے۔ مطلب تو یہ ہے کہ ''میں اللہ نہیں ہوں، جس طرح تم اللہ نہیں ہو، لیکن رسول ہوں'' اور کلمات کے اعتبار سے یہ بات کہی گئی ہے کہ میری اور تمہاری بشریت میں ایک واضح فرق ہے وہ یہ کہ ''یُوحٰی اِلَیَّ'' میرے پاس اللہ کی وحی یعنی اللہ کا کلام آتا ہے۔ یعنی میری بشریت تمہاری بشریت کے مثل صرف اس بات میں ہے کہ میں اللہ نہیں ورنہ میں امر رسالت میں تمہاری مثل ہرگز نہیں میرے پاس وحی آتی ہے اور تمہارے پاس وحی نہیں آسکتی۔

میاں نذیر حسین دہلوی صاحب شیخ الکل کے فریق کے ایک اہم پیشوا محمد بن علی بن محمد شوکانی التوفی ۱۲۵۰ھ اپنی کتاب ''تفسیر فتح القدیر'' میں اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں

''ای ان حالی مقصور علی البشریة لا یتخطاها الی الملکیة ومن کان هکذا فهو لا یدّعی الاحاطة بکلمات الله الا انه امتاز عنهم بالوحی الیه من الله سبحانه فقال (یوحی الیّ) وکفی بهذا الوصف فارقا بینه وبین سائر انواع البشر'' [1]

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ میری حالت وصف بشریت پر بند ہے۔ ملکیت کی طرف منتقل نہیں ہوتی اور جو شخص اس طرح کا ہو وہ اللہ کے کلمات کا احاطہ کا مدعی نہیں ہوسکتا (کہ یوں کہے کہ اللہ کے تمام کلام میرے سینہ میں بند ہیں) مگر یہ بات یقیناً ہے کہ آپ دوسرے انسانوں سے ممتاز (اور بلند مرتبہ) ہیں اس وحی کے سبب جو اللہ ﷻ سے آپ کو آتی ہے اس لیے فرمایا ''یُوحٰی اِلَیَّ'' میری جانب وحی آتی ہے اور یہ وصف آپ اور باقی افراد نوع انسانی کے درمیان فرق کے لیے کافی ہے۔

اور اسی آیت کے تحت ناصر الدین قاضی ابوسعید عبداللہ ابی عمر بن محمد البیضاوی التوفی ۷۹۱ھ ''انوار التنزیل واسرار التاویل'' (المعروف تفسیر بیضاوی) میں لکھتے ہیں

''قل انما انا بشر مثلکم لا ادعی الاحاطة علی کلماته (یوحی الی انما الهکم اله واحد) وانما تمیزت عنکم بذلک'' [2]

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کے تمام کلمات (جو غیر متناہی ہیں) کے (علمی) احاطہ کا مدعی نہیں میرے

---

[1] ...... ﴿'' تفسیر فتح القدیر'' (محمد بن علی شوکانی التوفی ۱۳۵۰ھ) جلد ۳ صفحہ ۳۱۸۔ مطبوعہ عالم الکتب بیروت﴾

[2] ...... ﴿''انوار التنزیل و اسرار التاویل'' (ابوسعید عبداللہ ابی عمر بن محمد بیضاوی التوفی ۷۹۱ھ) جلد ۳ صفحہ ۵۲۷۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے اور اس وجہ سے تم سب سے ممتاز ہوں۔

فوٹو حوالہ ﴿"تفسیر فتح القدیر" جلد ۳ صفحہ ۳۱۸۔ مطبوعہ عالم الکتب بیروت﴾

فقال (قل إنما أنا بشر مثلكم) أي إن حالي مقصور على البشرية لا يتخطاها إلى الملكية ، ومن كان هكذا فهو لا يدّعي الإحاطة بكلمات الله إلا أنه امتاز عنهم بالوحي إليه من الله سبحانه فقال (يوحى إليّ) وكفى بهذا الوصف فارقاً بينه وبين سائر أنواع البشر ، ثم بين أن الذي أوحي إليه هو قوله (أنما إلهكم إله واحد) لاشريك له في ألوهيته ، وفي هذا إرشاد إلى التوحيد ، ثم أمرهم بالعمل الصالح والتوحيد فقال (فمن كان يرجوا لقاء ربه) الرجاء توقع وصول الخير في المستقبل ، والمعنى : من كان له هذا الرجاء الذي هو شأن المؤمنين (فليعمل عملا صالحا) وهو ما دل الشرع على أنه عمل خير يثاب عليه فاعله (ولا يشرك بعبادة ربه أحدا) من خلقه سواء كان صالحا ، أو طالحا ، حيوانا أو جمادا ، قال الماوردي : قال جميع أهل التأويل في تفسير هذه الآية : إن المعنى

فوٹو حوالہ ﴿"انوار التنزیل و اسرار التاویل" جلد ۳ صفحہ ۵۲۷۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

خيرا كثيرا﴾ وتقرؤون ﴿وما اوتيتم من العلم إلا قليلا﴾

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ﴾ لا أدعي الإحاطة على كلماته. ﴿يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾ وإنما تميزت عنكم بذلك. ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ﴾ يؤمل حسن لقائه أو يخاف سوء لقائه. ﴿فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا﴾ يرتضيه الله. ﴿وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ بان

اب ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ کا کلام نور ہے تو ظاہر ہے کہ اس نور کی وصولی کسی عام انسان کا کام نہیں ہو سکتا بلکہ یہ اس کا کام ہو سکتا ہے جو اپنے اندر نور کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ تو مذکورہ بالا آیت کا کلام "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ٥ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" (۱) کے قبیل سے ہو گیا کہ انسان کے لیے پہلے حصے میں اور حکم تھا جس میں بظاہر تمام انسان شامل تھے لیکن کلام کے اگلے حصے نے اُس پہلے ظاہری مفہوم کو تبدیل کر دیا، اور مومن متقی انسان مستثنیٰ قرار پائے۔

یاد رہے کہ زیر نظر مضمون مسئلہ نور، بشر پر کلام میں نہیں بلکہ مسئلہ ذلت پر کلام کے لیے ہے۔ لیکن مکتوب اسمٰعیلی اور پھر فتاوی نذیریہ میں مسئلہ ذلت کے اثبات کے لیے اس آیت کو ضمناً شامل کیا گیا ہے جو ہمارے نزدیک قابل اعتراض ہے اس لیے مجبوراً اس کے جواب میں ضمناً تھوڑا سا کلام مسئلہ بشریت پر بھی آ گیا اس لیے ہم اس مسئلہ کو تفصیلاً ذکر کیے بغیر اس گفتگو کو یہیں ختم کیا جاتا ہے۔ توفیق ایزدی شامل ہوئی تو ان شاء اللہ اس مضمون پر مستقل کلام کیا جائے گا۔

میاں نذیر حسین صاحب کے دو جواب اور ان کا رد

میاں صاحب نے اپنی طرف سے اپنے پیشوا کی عبارت کے دو جواب دیئے ہیں ہم بالترتیب ان پر کلام کرتے ہیں۔

پہلا جواب

بالفاظِ مترجم میاں صاحب نے پہلا جواب یہ دیا ہے

۱...... ﴿سورۃ العصر : الآیۃ ۲،۱﴾

''اللہ تعالیٰ نے ان بدشعار مشرکوں (جو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ مانتے تھے) کے عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے بڑے سخت لفظ بھی فرمائے۔ (آگے قرآن مجید کی آیت لکھی جس کا ترجمہ یہ لکھا) ''یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح بن مریم ہی خدا ہے آپ فرمائیں اگر خداوند تعالیٰ مسیح بن مریم اور ان کی ماں اور تمام اہل زمین کو برباد کردے تو خداوند تعالیٰ کو کون روک سکتا ہے''

اس کے بعد لکھا ''عاقلاں میدانند کہ حضرت عیسیٰ و مادر وے قابل شائبۂ ہلاکت وعذاب نبودند صرف بابطال زعم معتقدان ایشاں تنبیہ وزجر فرمود'' (فتاویٰ نذیریہ کے مترجم نے اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا) ''عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ مسیح اور ان کی والدہ تو برباد کردینے کے لائق نہیں ہیں۔ لیکن ان مشرکوں کے عقیدہ کی تردید کرنے کے لیے ایسا فرمایا'' [1]

یعنی میاں نذیر صاحب کے نزدیک اس آیت میں (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی والدۂ ماجدہ کو قابل شائبہ ہلاکت اور قابل عذاب قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ فی الواقع قابل شائبہ ہلاکت اور قابل عذاب نہیں صرف بیان توحید کے لیے یہ توہین روا رکھی گئی ہے۔ حالانکہ وہ اس کے لائق نہیں مگر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو اللہ یا اس کا جز ماننے والوں کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے (خلاف واقعہ ہونے کے باوجود) فرمادیا۔

فوٹو حوالہ ﴿''فتاوی نذیریہ'' جلد اول صفحہ ۱۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ان بدشعار مشرکوں کے عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے بڑے سخت لفظ بھی فرمائے یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم ہی خدا ہے آپ فرمائیں اگر خداوند تعالیٰ مسیح ابن مریم اور ان کی ماں اور تمام اہل زمین کو برباد کردیں، تو خداوند تعالیٰ کو کون روک سکتا ہے۔
عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ مسیح اور ان کی والدہ تو برباد کردینے کے لائق نہیں ہیں لیکن ان مشرکوں کے عقیدہ کی تردید کرنے کے لئے ایسا فرمایا ہے۔

پہلے جواب کا رد (گستاخی کا اعتراف)

(الف) میاں صاحب نے یہاں اپنی اور اپنے پیشوا کی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی کا اقرار کرلیا ہے، اس لیے کہ اسماعیلی قول کے جواب میں انہوں نے مذکورہ بالا آیت پیش کرکے یہ لکھا کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قابل عذاب قرار دیا گیا حالانکہ وہ قابل عذاب نہیں۔ میاں صاحب کے قول کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح ایک

---

[1]...... ''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۱۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ

ناروابات مشرکین نصاریٰ کی ناک رگڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے ان کی توہین کی ہے، اس طرح اہلحدیث کے پیشوا نے ان کے زعمِ باطل میں مشرکین اسلام کی ناک رگڑنے کے لیے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اک ناروابات کو منسوب کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کردی ہے۔ وہ (نذیر حسین دہلوی) کہنا یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی توہین اور ان کی طرف عذاب منسوب کرنا (نعوذ باللہ) قرآن میں آنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے اسی طرح ان کے دہلوی امام کا تمام رسولوں کی طرف چمار سے زیادہ ذلت کو منسوب کرنا توہین اور ناروا ہونے کے باوجود (نعوذ باللہ) جائز ہے۔ ثابت ہوا کہ میاں نذیر صاحب نے اپنے پیشوا کے اس ذلیل قول کو توہین مان لیا ہے۔ ؎ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اب رہی یہ بات کہ کیا امت کے لئے توہین اور گستاخی جائز ہے؟ تو اس کے بارے میں خود میاں نذیر صاحب کے پیشوا سے سنیے، تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں ''یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولیے اور اس سے کچھ اور معنیٰ مراد لیجیے، معمہ اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں کچھ اللہ کی جناب میں ضرور نہیں کوئی شخص اپنے بادشاہ سے یا اپنے باپ سے ٹھٹھا نہیں کرتا اور جگت نہیں بولتا اس کام کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ باپ اور بادشاہ'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۸۸۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

نہ ہوئے جس سے کچھ ہو، شرک کہ یہ بے ادبی کی ... کہ اس کی بہت بڑی شان ہے اور وہ بڑا بے پرواہ
ہے۔ ایک معمے میں فرا زدینا اسی کا کام ہے اور یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولیے
اور اس سے کچھ اور معنی مراد لیجیے معمہ اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں، کچھ اللہ کی جناب میں ضرور نہیں
کوئی شخص اپنے بادشاہ سے یا اپنے باپ سے ٹھٹھا نہیں کرتا اور جگت نہیں بولتا۔ اس کام کے واسطے
دوست آشنا ہیں نہ باپ اور بادشاہ۔

دیکھئے! میاں صاحب کے بڑے پیشوا اسمٰعیل دہلوی صاحب کسی بولنے والے کو (لفظِ توہین بول کر یہ عذر کرنے پر کہ اس کی مراد توہین نہیں تھی) توہین سے بری قرار نہیں دیتے۔ خواہ وہ توہین اپنے باپ یا بادشاہ کی ہی کیوں نہ ہو پھر رسولوں کا رتبہ تو بہت ہی اونچا ہے۔ جبکہ میاں صاحب کے نزدیک الفاظ کے گستاخی ہونے کے باوجود سنیوں کی ناک رگڑنے کے لیے (جو میاں صاحب کے زعمِ فاسد میں کافر، مشرک ہیں معاذاللہ) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی نہ صرف درست بلکہ اتباعِ قرآن ہے۔ ﴿سبحانک ھذا بھتان عظیم﴾

---

[1] ..... ﴿''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۸۸۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

(ب) اس سلسلے میں مزید گزارش ہے کہ اس آیت میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کسی کا فر یا حمار سے زیادہ ذلیل تو کیا فقط ذلیل بھی نہیں کہا گیا محض سینہ زوری سے اس آیت کو اپنی دلیل بنایا گیا ہے۔ ورنہ زیر بحث موضوع کی تصریح اس آیت میں قطعاً نہیں۔ ﴿ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین﴾

(ج) اس آیت مبارکہ میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو کوئی گالی نہیں دی گئی ''ھَلَاكٌ'' اور ''اِھلَاكٌ'' موت اور اماتت کے معنٰی میں آتے ہیں جو عام ہے نہ کہ فقط عذاب دینے کے معنٰی میں، قرآن مجید میں ہے کہ فرعونی قوم کے ایک شخص نے جو مسلمان تھا یہ کہا

''وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَازِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا''

''اور بیشک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف (علیہ السلام) کھلی نشانیاں لے کر آئے تو جو کچھ وہ تمہارے پاس لائے تم اس میں شک ہی کرتے رہے، یہاں تک کہ جب انہوں نے وفات پائی تو تم کہنے لگے اب ان کے بعد اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔''[1]

اس آیت کے پیش کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ لفظ ''ھَلَكَ'' بولنے والا مومن جو حضرت یوسف علیہ السلام کی تعظیم کر رہا ہے اور جن پہلے لوگوں کی طرف یہ بات منسوب کر رہا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ان کے بعد کوئی رسول نہ آئے گا وہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کی تعظیم تو کرتے تھے مگر انہیں خدا نہیں سمجھتے تھے اور جن سے وہ مومن اب مخاطب ہے وہ سیدنا یوسف اور سیدنا موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم تو کجا سرے سے موسوی دین کے منکر ہیں، الغرض وہ نہ موسیٰ علیہ السلام کو معبود مانتے تھے اور نہ یوسف علیہ السلام کو اللہ یا اللہ کا شریک مانتے تھے کہ وہاں بزعم میاں صاحب اثبات توحید کے لیے زعمی معبود کی توہین جائز ہو، اس لیے اُس کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کو گالی دینا یا اُن کی تحقیر کرنا یا اُن کو قابل عقاب کہنا مقتضٰی حال اور مقتضٰی کلام ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ کلام اِس کا متحمل ہے۔

(د) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

''وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا''

''اور کوئی بستی نہیں مگر قیامت کے دن سے پہلے ہم اسے ہلاک کر دیں گے یا اسے سخت عذاب دیں گے۔''[2]

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ فرمایا کہ روئے زمین پر رہنے والے انسانوں کو دو باتوں میں سے کسی

[1]...... ﴿''سورۃ المؤمن : الآیۃ ۳۴'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

[2]...... ﴿''سورۃ الاسراء : الآیۃ ۵۸'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

مسلمان پر حرام، اور ایسا شخص ایمان کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں اپنی کسی وحی میں ایسا نہیں کیا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معبود ماننے والے کافروں کی ناک رگڑنے کے لیے اپنے انبیاء کی تحقیر کی ہو۔ "سبحانك هذا بهتان عظيم"

فوٹو حوالہ ﴿"الصحیح لمسلم" جلد اول صفحہ ۴۳۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

قال فجاء عمر فقال يا رسول الله ان فعلت قل الظهر ولكن ادعهم بفضل ازوادهم ثم ادع الله لهم عليها بالبركة لعل الله ان يجعل في ذلك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم نعم قال
فدعا بنطع فبسطه ثم دعا بفضل ازوادهم قال فجعل الرجل يجيء بكف ذرة قال ويجيء الآخر بكف تمر قال ويجيء الآخر بكسرة حتى اجتمع على النطع من ذلك شيء يسير قال فدعا رسول الله
صلى الله عليه وسلم بالبركة ثم قال خذوا في اوعيتكم قال فاخذوا في اوعيتهم حتى ما تركوا في العسكر وعاء الا ملؤه قال فاكلوا حتى شبعوا وفضلت فضلة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اشهد ان لا اله الا الله واني رسول الله لا يلقى الله بهما عبد غير شاك فيحجب عن الجنة حدثنا داود بن رشيد قال نا الوليد يعني ابن مسلم عن ابن جابر قال حدثني عمير بن هانئ قال حدثني جنادة
بن ابي امية قال نا عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قال اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله وان عيسى عبد الله وابن امته وكلمته القاها الى مريم وروح منه وان الجنة
حق وان النار حق ادخله الله من اي ابواب الجنة الثمانية شاء وحدثني احمد بن ابراهيم الدورقي قال نا مبشر بن اسمعيل عن الاوزاعي عن عمير بن هانئ في هذا الاسناد بمثله غير انه قال ادخله الله الجنة على
ما كان من عمل ولم يذكر من اي ابواب الجنة الثمانية شاء حدثنا قتيبة بن سعيد قال نا الليث عن ابن عجلان عن محمد بن يحيى بن حبان عن ابن محيريز عن الصنابحي عن عبادة بن الصامت انه قال دخلت

میاں نذیر صاحب کے دوسرے جواب کا رد

میاں صاحب لکھتے ہیں "بدانکہ در ینجا بیان امتیاز فیما بین دو نسبت است یکے نسبت مخلوق با خالق دیگرے نسبت مخلوق با مخلوق دیگر پس مقصود تمام وکشف مرام صاحب تقویۃ الایمان دریں مقام صرف شق اول است یعنے نسبت مراتب ہمہ مخلوقات بہ نسبت مراتب خالق کائنات بمنزلہ ہباء منثورا است و بمرتبہ ذرہ ہیچ گونہ معتد بہ نیست زیرا کہ حادث مفتقر را با قدیم موجد مقتدر چہ مناسبت و مشابہت" (کتاب کے ذیل میں ترجمہ یوں کیا گیا ہے)

"یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ یہاں دو نسبتیں الگ الگ ہیں ایک خالق سے مخلوق کی نسبت اور دوسری مخلوق کی مخلوق سے نسبت اور مولانا یہاں پہلی نسبت کے متعلق گفتگو کر رہے (ہیں) کہ خالق کے ساتھ مخلوق کو کوئی ذرہ بھر کی نسبت نہیں ہے، کجا حادث محتاج اور کجا قدیم موجد اور مقتدر، ان میں آخر کیا نسبت ہے؟ کجا ایک ذرۂ بے مقدار اور کجا صحرائے ناپیدا کنار، وہ باقی یہ فانی وہ ازلی ابدی اور اس کی ہستی ایک آنی، تو اس صورت میں مخلوق کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو خدا تعالیٰ سے وہ نسبت کبھی نہیں ہو سکتی جو ایک چمار کو بادشاہ سے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ خالق اور مخلوق میں جو فرق ہے وہ اصلی اور ذاتی ہے اور چمار اور بادشاہ میں جو فرق ہے وہ صرف اضافی ہے حقیقی نہیں۔" [1]

فوٹو حوالہ ﴿"فتاوی نذیریہ" جلد اول صفحہ ۷۱،۲۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

کی شان کے آگے چمارے بھی ذلیل ہے"
"بدانکہ در ینجا بیان امتیاز فیما بین دو نسبت است یکے نسبت مخلوق با خالق دیگرے نسبت مخلوق با
مخلوق دیگر پس مقصود تمام وکشف مرام صاحب تقویۃ الایمان دریں مقام صرف شق اول است یعنی
نسبت مراتب ہمہ مخلوقات بہ نسبت مراتب خالق کائنات بمنزلہ ہباء منثورا است و بمرتبہ

---

[1] ......﴿"فتاوی نذیریہ" (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۷۱،۲۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

ذرہ ہیچ گونہ معتد بہ نسبت ندیرا کہ حادث مفتقر با قدیم موجد مستغنی در چہ مناسبت و مشابہت لیس

(۱) یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ یہاں دو نسبتیں الگ الگ ہیں ایک خالق سے مخلوق کی نسبت، اور دوسری مخلوق کی مخلوق سے نسبت، اور مولانا یہاں پہلی نسبت کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں کہ خالق کے ساتھ مخلوق کو کوئی ذرہ بھر کی بھی نسبت نہیں ہے، کجا حادث محتاج، اور کجا قدیم موجد اور مستغنی ان میں آخر کیا نسبت ہے؟ کجا ایک ذرہ بے مقدار اور کجا

بادشاہ دنیا امر اضافی است یعنی در وجود و بقا و اختیار بشری ہر دو برابر اند و در جاہ و حشمت و

صحرائے ناپیدا کنار وہ باقی یہ فانی، وہ ازلی ابدی اور اس کی ہستی ایک آنی، تو اس صورت میں مخلوق خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو خدا تعالیٰ سے وہ نسبت بھی نہیں ہو سکتی، جو ایک چمار کو بادشاہ سے ہو سکتی ہے کیونکہ خالق اور مخلوق میں جو فرق ہے وہ اصلی اور ذاتی ہے، اور چمار اور بادشاہ میں جو فرق ہے، وہ صرف اضافی ہے حقیقی نہیں کیونکہ زندگی موت

جواب سے پہلے یہ عرض کرنا ہے کہ میاں صاحب کے مترجم نے اپنی تشریح بھی ترجمہ میں شامل کر دی ہے اس لیے آیئے! پہلے ان کے مترجم کی عبارت پر غور کرتے ہیں، میاں نذیر حسین صاحب کی کتاب فتاویٰ نذیریہ کی عبارت کا ان کے مترجم نے خود ترجمہ کیا اور جیسا کیا وہ آپ اوپر پڑھ چکے، فارسی سمجھنے والے جانتے ہیں کہ وہ ترجمہ اس جملہ ''ان میں آخر کیا نسبت ہے؟'' پر ختم ہوگیا تھا لیکن ان کے بے باک مترجم نے میاں صاحب کی عبارت کو ناکافی سمجھتے ہوئے، ایک لمبی عبارت اور ملائی جس کا پہلا جملہ یہ ہے ''کجا ایک ذرۂ بے مقدار اور کجا صحرائے ناپیدا کنار وہ باقی یہ فانی'' مترجم صاحب واضح طور پر یہ کہہ رہے ہیں کہ مخلوق (انبیاء اور اولیاء) فانی اور اللہ کریم باقی ہے، وہ ایک ذرۂ بے مقدار کی مانند ہیں اور اللہ تعالیٰ صحرائے ناپیدا کنار کی طرح۔ اس جملہ میں مترجم نے اشتراک فی الذات کا ارتکاب کر کے اللہ تعالیٰ کی توہین کی ہے۔

تفصیل اس اجمال یہ ہے کہ صحرائے اعظم جتنا بے حد فرض کیا جائے، ہے تو وہ بھی مٹی کے کثیر ذرات کا مجموعہ اب ایک ذرہ اس سے کتنا ہی چھوٹا ہو اور اس کے مجموعی ذرات کی تعداد سے کتنا ہی کم ہو، ہے تو اس کا جز یا اس کے اجزاء کی جنس ذرہ کا وجود۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صحرا کے ذرات سے ایک ذرہ کی نسبت مثلاً ایک اور ایک کروڑ ارب کی ہے، مگر ماہیت میں دونوں ایک ہیں تو اِس نے وجود باری تعالیٰ قدیم کو اور وجود مخلوق حادث کو وجود میں مشترک قرار دیا اور صرف ایک اور ایک کروڑ ارب کی نسبت کا فرق کیا، حالانکہ کسی چیز میں کسی سے ایک کم کروڑ ارب حصے ہوں اور کسی کا باقی ایک حصہ، وہ شریک تو ہوگیا۔

ناظرین کرام! دیکھا آپ نے اللہ کی گرفت کہ توحید کے زعم میں گستاخی رسالت کا مرتکب اشراک فی ذات اللہ کا بھی مرتکب ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بُرے انجام سے بچائے رکھے۔ بہر حال جواب عرض ہے

ابہام کارد

اس سلسلے میں گزارش ہے کہ اس میں شک نہیں کہ یہاں دو نسبتیں ہوسکتی ہیں ایک انبیاء اور اولیاء کی اللہ تعالیٰ سے نسبت جو ان کے لیے سراسر قرب عزت ومحبوبیت ہے اور دوسری کفار اور رزیلوں کی اللہ تعالیٰ سے نسبت جو ان کے لیے سراسر بُعد اور دوری، ذلت وخواری، مبغوضیت اور بے تعلقی ہے اور ان کے علاوہ تیسری نسبت بھی ہے اور وہ ان دونوں نسبتوں کے درمیان توازن جس کی بناء پر بڑے دہلوی صاحب چمار کی اس نسبت کو ذلت وخواری میں کم اور انبیاء کی اللہ تعالیٰ سے نسبت کو ذلت وخواری میں کم اور انبیاء کی اللہ تعالیٰ سے نسبت کو جو سراسر عزت ہے اپنے قلم سے (معاذ اللہ) ذلت وخواری میں چمار سے زیادہ قرار دے رہے ہیں۔لیکن میاں صاحب ابہام پیدا کر رہے ہیں ایک ابہام تو یہ ہے

ا۔ انبیاء کرام علیھم السلام کو اور چمار کو برابر کرنے کے لیے لفظ مخلوق میں چھپا رہے ہیں۔اس لیے یہ کہا کہ ''ایک خالق سے مخلوق کی نسبت'' جبکہ تقویۃ الایمان کی عبارت میں صاف صاف لفظ اللہ اسم ذات لکھا ہے اور میاں نذیر حسین صاحب اُسے اسم صفت خالق سے تبدیل کر رہے ہیں تاکہ ابہام کے لیے گنجائش نکل سکے۔تقویۃ الایمان کی عبارت ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرمائیں۔(جن کے اصل مقامات کے فوٹو پہلے گزر چکے ہیں) لکھا ہے کہ

''اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چَمار سے بھی ذلیل ہے'' [1]

اہلحدیث کے ایک اور مطبع مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور کی شائع کردہ تقویۃ الایمان میں ان الفاظ سے درج ہے

''اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چَمار سے بھی ذلیل ہے۔'' [2]

یہی عبارت علماء دیوبند کے ہم مسلک مطبع قرآن محل کراچی میں اِن الفاظ سے درج ہے

''اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چَمار سے بھی ذلیل ہے'' [3]

ایک اور مطبع ''امجد اکیڈمی لاہور'' سے شائع کردہ تقویۃ الایمان کے میں اِن الفاظ سے درج ہے

''یقین مانو کہ ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ اس کی حیثیت شانِ الوہیت کے مقابلے میں ایک چَمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے''۔ [4]

۱......﴿'' تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۱۴۔مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

۲......﴿'' تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۳۵۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۳......﴿'' تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۲۰۔مطبوعہ قرآن محل کراچی﴾

۴......﴿'' تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۲۳۔مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور﴾

اور سعودیہ سے طبع شدہ تقویۃ الایمان میں ان الفاظ میں درج ہے

''اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''۔ ۱

مصنفِ تقویۃ نے ''اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے'' لکھا ہے لیکن میاں صاحب کی مذکورہ بالا فتاویٰ نذیریہ کے صفحہ ۷۱ اور ۷۲ کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ''چمار سے بھی ذلیل ہے'' کے جملہ کو نکالنے کے لیے یہ جملہ بنانا چاہتے ہیں کہ ''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ خالق کی مخلوق ہے''

پہلی تبدیلی یہ کی کہ اسم ذات ''اللہ'' کو نکال کر خالق صفاتی نام لکھ دیا، میاں صاحب کو اسم ذات سے کیوں چڑ ہوگئی ہے یہ سوچنے کی بات ہے۔ اور دوسری تبدیلی یہ کر رہے ہیں کہ لفظ ذلیل بھی نکال رہے ہیں اور باقی جملہ کو بدل کر تیسری تبدیلی یہ لا رہے ہیں کہ ''اللہ کے سامنے'' انبیاء علیہم السلام اور چمار کے مابین جس نسبت کا بیان تھا اس میں لفظ ''اللہ'' کی بجائے بادشاہ سے چمار کی نسبت رکھ دی ہے، تاکہ عبارت سرے سے تبدیل ہو جائے لیکن میاں صاحب کے وکیلوں سے عرض کروں گا کہ یہ تشریح ہرگز نہیں بلکہ عبارت میں ترمیم اور تبدیلی ہے اگر یہ ترمیم میاں صاحب اپنی عبارت میں کرتے تو ترمیم کہلانے کی حق دار تھی مگر پہلی عبارت کی غلطی تسلیم کیے بغیر اور اس سے توبہ کیے بغیر وہ ترمیم قبول نہ ہوتی لیکن دوسرے کی عبارت کی اس طرح تبدیل کرنا تحریف کہلاتا ہے اور پھر سابقہ عبارت کو صحیح کہنا میاں صاحب پر دوبار توبہ کو لازم کرتا ہے، اس کے علاوہ میاں صاحب نے ذلیل کی بجائے عدم محض کو رکھا ہے۔ اور ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا ان دو الفاظ کو بھی صاف اُڑا گئے ان کے امام اور شیخ کی جب تک کتابوں میں نظر آ رہی ہے وہ میاں صاحب کی ان ترامیم سے براءت کا اظہار کر رہی ہے، اور یہ قوم مارے شرم کے تاویلات اور تحریفات میں اپنا منہ چھپاتی پھر رہی ہے۔

۲۔ ابہام کی دوسری وجہ یہ ہے کہ میاں صاحب نے یہاں یہ نہیں بتایا کہ کس مخلوق سے کس مخلوق کی نسبت، جب کہ ان کے دہلوی امام کی عبارت میں بڑا ہو یا چھوٹا کہہ کر بڑی مخلوق کو بھی مراد لیا گیا ہے اور چھوٹی مخلوق کو بھی جب کہ اسی تقویۃ کے دوسرے مقام پر واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ''تمام انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں'' جس کا حوالہ آگے آ رہا ہے۔ ان کے دہلوی امام کی عبارت سے ثابت ہو رہا ہے کہ روئے سخن انبیاء اور اولیاء کی طرف ہے اس لیے میاں صاحب کو یوں کہنا چاہیے تھا ''یہاں تین نسبتیں الگ الگ ہیں ایک ''اللہ تعالیٰ سے انبیاء اور اولیاء کی نسبت'' اور دوسری ''اللہ تعالیٰ سے چمار اور ذرۂ ناچیز کی نسبت'' اس کے بعد میاں صاحب نے جو دوسری اور فی الحقیقت تیسری نسبت ذکر کی ہے وہ ''مخلوق کی مخلوق سے نسبت'' ہے۔ حالانکہ تقویۃ کی عبارت میں واضح طور پر چمار کا لفظ آیا ہے، جبکہ چمار ایک اسم صفت

۱...... ﴿''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۴۱ مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ﴾

ہے اور مخلوق ایک دوسرا اسم صفت ہے جو پہلے سے اعم ہے، حالانکہ یہاں توہین وصف اخص سے ہو رہی ہے۔ اور زیادہ ذلیل سے بھی، لیکن میاں صاحب دونوں جگہ ایک مبہم لفظ بول کر اپنی اور اپنے پیشوا کی جان چھڑانا چاہتے ہیں، حالانکہ انہیں اپنی مراد واضح کرنے کے لیے یہ کہنا تھا کہ ''تیسری انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء سے چمار کی نسبت'' مگر اس واضح بات کو اگر وہ منہ پر لاتے تو ان کے جواب کی ساری عمارت دھڑام سے نیچے گر جاتی اور عوام کے روبرو بھی ان کے امام کی مراد کا پردہ فاش ہو جاتا۔

میاں صاحب نے اپنی طرف سے ابہام توڈالا لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ ''مخلوق سے مخلوق کی نسبت سے'' دراصل مراد کیا ہے؟ اس لیے دو نسبتوں کے دعویٰ پر جم نہیں سکے اور اس کے فوراً کہہ دیا کہ ''مولانا یہاں پہلی نسبت کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں'' یعنی خالق سے مخلوق کی نسبت، مطلب یہ ہوا کہ دہلوی صاحب نے کسی مخلوق کو کسی مخلوق سے نسبت کی کوئی بات تقویۃ الایمان میں لکھی ہی نہیں۔ حالانکہ وہ ابھی دو نسبتیں مان کے آئے تھے اس لیے دن دِیہاڑے اس جھوٹ کا ارتکاب فرمایا، پھر سوچا کہ میرے ابہام سے شاید کوئی مطمئن ہو جائے تو کیوں نہ میں دوسری نسبت مان ہی لوں، اس لیے اس کے فوراً بعد لکھا کہ ''جو (نسبت) ایک چمار کو بادشاہ سے ہو سکتی ہے'' حالانکہ اوپر تو آپ فرما چکے کہ تقویۃ الایمان میں صرف خالق اور مخلوق کی نسبت پر گفتگو ہے یعنی دوسری نسبت کا کوئی ذکر نہیں، اب کہتے ہیں کہ دوسری نسبت بھی ہے لیکن وہ نہیں مانتے کہ تقویۃ الایمان میں وہ نسبت ایک چمار کے درمیان اور ان ذوات قدسیہ کے درمیان ہے جنہیں ایک جگہ مخلوق میں سے بڑا کہا ہے اور دوسری جگہ تمام انبیاء اور اولیاء کہہ کر تصریح کی ہے، اس لیے یہ بات بھی جھوٹ قرار پاتی ہے۔

علاوہ ازیں تقویۃ الایمان کی عبارت میں ہرگز یہ نہیں ہے کہ چمار کو بادشاہ سے جو نسبتِ ذلت ہے انبیاء و رسل عظام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام و اولیاء کرام عَلَیۡهِمُ الرَّحۡمَةُ وَالرِّضۡوَان کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے اُس سے زیادہ نسبتِ ذلت ہے۔ اس لیے میاں صاحب کی یہ بات بھی جھوٹ ہوئی۔ قطع نظر اس سے کہ اگر اس طرح کی کوئی عبارت بھی تقویۃ الایمان میں پائی جاتی تو بھی وہ توہین انبیاء سے خالی ہرگز نہ ہوتی، مگر اس کا کیا علاج کہ تقویۃ الایمان میں اب جو عبارت ہے وہ واضح طور پر توہین ہے کیونکہ اس میں دو نہیں بلکہ تین نسبتیں ہیں ایک اللہ تعالیٰ سے انبیاء علیہم السلام کی نسبت اور دوسری ان کافروں کی اللہ تعالیٰ سے نسبت، جنہیں ان کے دین کے دوسرے مشرک اُن کی قومیت اور اُن کے پیشہ دونوں امور کے باعث ذلیل تر جانتے ہیں۔

تیسری نسبت انبیاء عَلَیۡهِمُ السَّلَامُ اور بڑے رتبہ والی مخلوق سے چمار اور دیگر چھوٹے رتبہ والی مخلوق کی ہے۔

دہلوی امام کی عبارت واضح طور پر یہ کہہ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو معظمین خلائق انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام بھی (نعوذ باللہ) ذلیل ہیں اور مشرک جو قوم چمار سے ہیں وہ بھی ذلیل ہیں پھر اس پر بس نہیں کی بلکہ واضح طور پر یہ کہا کہ وہ

حضرات کرام جو مخلوق کے بڑے ہیں چمار سے بھی ذلیل ہیں اور یہ مقام بیان تفصیل کے لیے آتا ہے یعنی وہ چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ بہرحال صاف ظاہر ہوگیا کہ میاں صاحب نے اپنے پیشوا کو بچانے کے لیے اس عبارت کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اپنی طرف سے ایک دوسری عبارت خود بنا کر اس کے جواب دینے کی کوشش کی۔

قارئین کرام! خوب سمجھ رہے ہونگے کہ میاں صاحب کے دہلوی امام کی عبارت اگر کھلم کھلا توہین نبوت وولایت نہ ہوتی تو اس کے جواب کے لیے کوئی دوسری عبارت ہرگز نہ بناتے اور نہ مغالطہ دہی سے کام لیتے۔

تقویۃ الایمان کی قابل اعتراض عبارت

اِس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یوں تو مسلمانوں کے نزدیک تقویۃ الایمان کے ہر صفحے میں قابل اعتراض بلکہ شدید قابل اعتراض باتیں پائی جاتی ہیں لیکن اِس وقت جو عبارت ہمارے سامنے ہے وہ مختلف مطابع کی تقویۃ الایمان کی عبارت مع فوٹو ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیں۔

''اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے'' [1]

اہلحدیث کے ایک اور مطبع مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور کی شائع کردہ تقویۃ الایمان میں ان الفاظ سے درج ہے

''اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔'' [2]

تقویۃ الایمان کی یہی عبارت علماء دیوبند کے ہم مسلک مطبع قرآن محل کراچی میں ان الفاظ سے درج ہے

''اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''۔ [3]

''امجد اکیڈمی لاہور'' سے شائع کردہ تقویۃ الایمان کے میں ان الفاظ سے درج ہے

''یقین مانو کہ ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ اس کی حیثیت شانِ الوہیت کے مقابلے میں ایک چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے''۔ [4]

اور سعودیہ سے طبع شدہ تقویۃ الایمان میں ان الفاظ میں درج ہے

---

[1]......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی التوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۱۴۔ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

[2]......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی التوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۳۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[3]......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی التوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۲۰۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی﴾

[4]......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی التوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۲۳۔ مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور﴾

''اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''۔ ۱؎

فوٹو حوالہ ﴿''تقویۃ الایمان''صفحہ ۱۴ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا
وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے شرع

فوٹو حوالہ ﴿''تقویۃ الایمان''صفحہ ۲۰۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی﴾

اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لیکر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ
کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان
لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے

فوٹو حوالہ ﴿''تقویۃ الایمان''صفحہ ۳۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

سے ذلیل کو دے دیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے۔ اس سے بڑی بے انصافی کیا
ہوگی۔ اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے
اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے شرع کی راہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے

فوٹو حوالہ ﴿''تقویۃ الایمان''صفحہ ۴۱۔ مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ﴾

رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو
یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے

تقویۃ الایمان کے مختلف چھاپوں کی اس محل اعتراض عبارت کو بغور پڑھیں اور بار بار پڑھتے جائیں اس میں آپ کو کہیں یہ بات نظر نہیں آئے گی کہ ''جس طرح اللہ تعالیٰ کے رُوبرو ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا ذلیل ہوتے ہیں انبیاء اور اولیاء بھی (معاذ اللہ) اِسی طرح ہوتے ہیں'' محض سینہ زوری سے میاں صاحب نے بنالیا ہے کہ ''نسبت مراتب ہمہ مخلوقات بہ نسبت خالق ھباء منثورا است'' یعنی مخلوق ہونے میں شریک ہیں تو ذلت میں ایک دوسرے کے شریک اور مشابہ ہیں حالانکہ تقویۃ الایمان کے اِس جملہ میں نہ دو نسبتوں کے درمیان تشبیہ پائی گئی ہے، نہ ہی اِس جملے میں یہ دو نسبتیں ہیں۔

علاوہ ازیں بادشاہ کا کوئی ذکر جب ہے ہی نہیں تو یہاں بادشاہ اور چمار کی نسبت کا ذکر کرنا سچ ہرگز نہیں۔ ہاں اس

۱؎...... ﴿''تقویۃ الایمان''(شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۴۱۔ مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ﴾

سے پہلے جملوں میں بادشاہ اور چمار کا ذکر آیا ہے اور وہاں تشبیہ کی بات بھی ہے، تاہم غلط وہ بھی ہے اور گستاخی اس میں بھی ہے۔ فرصت ملی تو آگے چل کر ثابت کیا جائے گا (ان شاء اللّٰہ تعالیٰ) سرِ دست اس عبارت پر کلام ہو رہا ہے۔

دہلوی صاحب کا یہ جملہ ایک مستقل جملہ ہے اس میں تشبیہ نہیں ہے بلکہ دو نسبتوں کے درمیان مقدار کے فرق کا بیان ہے اور تقویۃ الایمان کا مصنف یہ کہنا چاہتا ہے کہ اگرچہ چمار بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل ہے لیکن بڑی مخلوق یعنی انبیاء اور اولیاء مومنین اور چھوٹی مخلوق یعنی کافروں کے بادشاہوں سے چماروں اور نجس حیوانات وغیرھا بھی اللہ کے سامنے ذلیل ہیں، لیکن (معاذ اللہ) اللہ کے ہاں ان معظمین کی ذلت کی مقدار چمار کی اُس ذلت سے زیادہ ہے۔ ہماری بات کا ثبوت خود مصنف کی دوسری عبارت سے بھی ہوتا ہے، دہلوی امام نے آگے چل کر اِسی مضمون کو دوسرے الفاظ سے بیان کر کے اِس بات کی دوبارہ تائید کی ہے کہ اُس کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کے سامنے مخلوق میں سے عظیم الشان لوگوں کو کسی دوسری حقیر ترین مخلوق کے مقابلے میں زیادہ ذلیل، زیادہ حقیر اور کمتر قرار دینا ہے۔ اور اس حقیر ترین مخلوق (چمار کافر) کو اللہ کے سامنے ان سے معظم قرار دینا ہے۔ چنانچہ اِسی تقویۃ الایمان میں اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں

''اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اوسکے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں'' [۱]

اہلحدیث کے مطبع مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور کی مطبوعہ تقویۃ الایمان میں ان الفاظ سے درج ہے

''اللہ کی شان بہت بڑی ہے تمام انبیاء اور اولیاء اُس کے روبرو ذرہٗ ناچیز سے بھی کمتر ہیں'' [۲]

مطبع دیوبند قرآن محل کراچی سے طبع شدہ تقویۃ الایمان میں ان الفاظ سے درج ہے

''اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہٗ ناچیز سے بھی کمتر ہیں''۔ [۳]

''امجد اکیڈمی لاہور'' سے مطبوعہ تقویۃ الایمان میں اس طرح درج ہے

''خدا کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے سامنے ایک ذرہٗ ناچیز سے بھی کمتر ہیں''۔ [۴]

سعودیہ سے طبع شدہ تقویۃ الایمان میں یوں درج ہے

''اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہٗ ناچیز سے بھی کمتر ہیں'' [۵]

۱......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۵۶۔ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

۲......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۸۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۳......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۸۱۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی﴾

۴......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۶۶۔ مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور﴾

۵......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۱۱۹۔ مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ﴾

﴿فوٹو حوالہ ''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۵۶۔ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

اصل مختار پیغمبر کو سمجھا اور اللہ کو سفارشی سو یہ بات محض غلط ہے اللہ کی شان بہت
بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں کہ سارے

﴿فوٹو حوالہ ''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۸۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں کہ
سارے آسمان و زمین کو عرش اس کا قبے کی طرح گھیر رہا ہے اور باوجود اس بڑائی کے اس شہنشاہ

﴿فوٹو حوالہ ''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۸۱۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی﴾

گویا اصل مختار پیغمبر کو سمجھا اور اللہ کو سفارشی سو یہ بات محض غلط ہے اللہ
کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز
سے بھی کمتر ہیں کہ سارے آسمان و زمین کو عرش اس کا قبہ کی طرح گھیر رہا ہے اور

﴿فوٹو حوالہ ''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۶۶۔ مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور﴾

اس قسم کا کلمہ زبان سے نہ نکالنا۔ خدا کی شان بہت ہی بڑی ہے تمام انبیاء اور اولیاء
اس کے سامنے ایک ذرہ سے بھی کمتر ہیں۔ تمام آسمان اور زمین اس کا عرش ایک گنبد

﴿فوٹو حوالہ ''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۱۱۹۔ مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ﴾

مختار پیغمبر کو سمجھا اور اللہ کو سفارشی، سو یہ بات محض غلط ہے اللہ کی شان بہت بڑی
ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں کہ سارے

ان دونوں عبارتوں میں غور فرمائیں

۱۔ ان میں کہیں تشبیہ نہیں پائی جاتی کیونکہ تشبیہ کے لیے تشبیہ پر دلالت کرنے والے الفاظ ہونا چاہیے جو ان دونوں عبارتوں میں نہیں پائے جاتے۔

۲۔ اس عبارت میں چار اجزاء نہیں ہیں بلکہ تین اجزاء ہیں۔ اس لیے یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ یہاں دو نسبتوں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ سَیِّدِیۡ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ

محترم ومکرم .... السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ

میرے ابو جی قبلہ استاذ المحدثین، رئیس المحققین فخر الصلحاء

شیخ طریقت حضرت علامہ مفتی محمد اقبال سعیدی رضوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان کی کتاب "عزتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" آپ کی خدمت میں پیش ہے جو میرے ابو جی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں مکمل کر لی تھی۔ ہم نے اِس کتاب کو بقیہ مراحل کے بعد علماء اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ کو بھی یہ کتاب بہت پسند آئے گی۔

مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ میرے ابو جی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے بلندی درجات اور اہل سنت کی ترقی کے لئے دعا فرمائیں۔ کتاب مل جانے پر آپ ہمیں فون یا میسج بھیج کر شکریہ ادا کرنے کا موقع دیں۔

والسلام مع الاکرام

محمد رمضان اقبال قادری خلیلی

جانشین حضور قبلہ مفتی صاحب

0300-6363419

(مزید کتب طلب کرنے کے لئے بھی رابطہ فرما سکتے ہیں)

کا مقابلہ ہے ایک خالق اور مخلوق کے درمیان اور دوسری مخلوق اور مخلوق کے درمیان کیونکہ اس کے اجزاء چار بنتے ہیں۔ اللہ، انبیاء، بادشاہ، چمار۔ جبکہ قابل اعتراض عبارت میں تین اجزاء ہیں، اللہ اور انبیاء کرام عَلَیہِمُ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ اور ان کے مقابل چمار ،واضح طور پر اس عبارت میں تشبیہ کی بجائے دو نسبتوں کا توازن اور فرق مقابلۃً بیان کیا گیا ہے ایک نسبت خالق کی ذات اور اس کی عظمت والی مخلوق کے درمیان توازن اور مقدار کی ہے کہ اللہ کے لیے عزت ہے اور انبیاء و اولیاء اور دیگر مومنین کے لیے (معاذاللہ تعالیٰ) ذلت ہے یعنی عزت کچھ بھی نہیں۔ اور دوسری نسبت خالق کی ذات اور اس کی ادنی مخلوق کے درمیان توازن اور مقدار کی ہے کہ اللہ رب العزت کے لیے عزت ہے جبکہ چمار کے لیے عزت سے کچھ بھی نہیں بلکہ ذلت ہے۔

پھر تیسری بات ان دونوں ذلتوں کے درمیان مقدار کا فرق بتایا گیا ہے کہ ایک زیادہ ہے اور ایک کم ہے، یعنی ایک نسبت انبیاء و اولیاء اور مومنین کی اللہ کے سامنے (نعوذ باللہ) ذلت کی ہے جبکہ دوسری نسبت ہندو کفار و مشرکین کی اقوام میں سے چمار (جس کو کافر بھی اپنے اقوام میں ذلیل سمجھتے ہیں) کی اللہ کے سامنے ذلت کی ہے، یعنی دونوں ہی اللہ کے سامنے ذلیل ہیں تاہم چمار کی ذلت اللہ کے روبرو کم ہے اور (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) انبیاء کرام و اولیاء کرام اور مومنین کی ذلت (اسمعیلی دہلوی عقیدہ کے مطابق) اللہ کے سامنے چمار کی اس ذلت سے زیادہ ہے (حوالہ پہلے گزر چکا ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ اپنے انبیاء کرام عَلَیہِمُ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ و اولیاء کرام عَلَیہِمُ الرِّضوَان کے لیے اپنے روبرو عزت کا ذکر کیا ہے اور ان کی عزت کو اپنی عزت کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا، اور ان حضرات کے لیے اس خبیث لفظ ''ذلت'' کو اپنی کلام پاک میں کہیں نہیں ذکر فرمایا۔ البتہ ان کے دشمنوں کے لیے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ بڑے ذلیل ہیں۔ چند آیات بطور مثال حاضر ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

۱۔ ''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ''

''حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔'' [۱]

۲۔ ''اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ ○ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ'' ''بیشک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔ اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول بیشک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔'' [۲]

۱......﴿''سورۃ المنفقون: الآیۃ ۸'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۲......﴿''سورۃ المجادلۃ: الآیۃ ۲۰، ۲۱'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

دو نسبتوں سے مغالطہ کا رد

میاں نذیر حسین دہلوی کی مذکورہ عبارت جو اس عنوان کی ابتداء میں کئی صفحے قبل پیش کی گئی ہے۔اس میں دو نسبتوں کے درمیان امتیاز کے بے کار اور جھوٹے پروپیگنڈے سے اپنے امام کو بچانے کی کوشش کی ہے۔

لکھتے ہیں کہ یہاں دو نسبتوں کے درمیان امتیاز کی بات ہو رہی ہے یہاں تک تو بات ٹھیک تھی کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مابین اور بڑے رتبہ والی مخلوق کے درمیان ایک نسبت ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اور ادنیٰ رتبہ والی مخلوق کے درمیان دوسری نسبت ہے۔اور دہلوی صاحب نے ان دونوں نسبتوں کے درمیان امتیاز قائم کیا مگر جھوٹا امتیاز کیا کہ چمار کے لیے تو عند اللہ مرتبہ ذلت تھا ہی مگر بڑے رتبہ والے جن کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں رتبہ عزت تھا ایک تو ان کی عزت کا انکار کیا پھر دوسرا ان کے لیے ذلت مانی اور تیسرا ان کے لیے چمار سے بھی زیادہ ذلت مانی۔بہر حال یہ تو ہے ہمارا مؤقف جو ظاہر اور واضح ہے۔

لیکن میاں صاحب جو اس عبارت کو صحیح ثابت کرنے کو نکلے ہیں وہ یہ ماننے کے باوجود کہ دہلوی کے کلام میں دو نسبتوں کے درمیان امتیاز بیان کرنا دہلوی صاحب کا مقصد تھا آگے یہ کہتے ہیں کہ دہلوی صاحب کا مقصود صرف پہلی شق یعنی پہلی نسبت کا بیان ہے یعنی دوسری نسبت کا ذکر ہی اڑا دیا اب نہ دو نسبتیں ہونگی نہ ان کے درمیان موازنہ کرنا پڑے گا جسے وہ امتیاز سے تعبیر کر رہے ہیں۔غرض وہ ایک ہی سطر میں اپنے دعوی کو جھوٹا قرار دے گئے اس کے بعد لکھا کہ تمام مخلوقات کے مراتب خالق کے رتبوں کی نسبت ھباء منثورا ہیں۔

ہماری گزارش ہے کہ جناب میاں صاحب ھباء منثورا کے الفاظ عربی زبان کے ہیں اور قرآن میں وارد ہوئے ہیں مگر کافروں کے عمل کے بارے میں کیا آپ قرآن مجید یا حدیث مرفوع صحیح میں یہی الفاظ انبیاء و اولیاء اور عامۃ المؤمنین کے بارے میں دکھا سکتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ثابت ہوا کہ آپ کی یہ تشریح قرآن و حدیث کے خلاف ہے جھوٹ اور باطل اقوال کا مجموعہ ہے۔

دہلوی کی عبارت اور میاں صاحب کا ایک اور جواب

آیئے! غور کرتے ہیں کہ دہلوی صاحب نے بات کیا کہی ہے؟

اس کی عبارت میں پہلی قابل غور بات یہ ہے کہ بڑی اور چھوٹی مخلوق سے کیا مراد ہے۔مصنف نے خود اس کو دوسری جگہ صاف کر دیا کہ بڑی سے مراد انبیاء کرام اور اولیاء عظام ہیں جب کہ چھوٹی مخلوق سے مراد ان کے ماسواء ذرہ ناچیز تک سب

کچھ ہیں کیونکہ اس نے کہا ''تمام انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں'' لیکن فتاویٰ نذیریہ میں اس عبارت کی تشریح اس طرح کی گئی ہے۔

''صاحب تقویۃ الایمان در ہیچ مقامے نہ نوشتہ کہ بزرگان دین و دیگر اہل تمکین در خصائل مذمومہ ہم چو چمار اند حاشا و کلا'' کہ شخص ادنی ایں چنیں نمی گوید چہ جا کہ مولوی صاحب مرحوم ایں جا گویند و بر دعویٰ من کلام مولوی صاحب ممدوح در تقویۃ الایمان جابجا شاہد عدل است۔ اولاً کلام متنازع فیہاست کہ ''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا'' آہ بر تفاوت درجات اشخاص مشعر است''

(کتاب کے ذیل میں ان کے ہم مسلک مترجم نے ترجمہ یوں کیا گیا ہے)

''اعتراض تو تب ہو سکتا، کہ وہ یہ لکھتے کہ انبیاء و دیگر اہل تمکین اور بزرگان دین اپنے خصائل مذمومہ میں چماروں کی طرح ہیں کلا و حاشا کہ ادنی آدمی بھی ایسا لکھے، چہ جائے کہ مولانا صاحب مرحوم ایسا لکھتے، چنانچہ اس دعوی پر تقویۃ الایمان ہی کی بہت ساری عبارتیں گواہ ہیں، مشتے نمونہ از خروارے تین چار عبارتیں ملاحظہ فرمائیں۔ اولاً اسی مقام پر غور فرمائیں، کہ یہاں ''بڑا ہو یا چھوٹا'' درجات کے تفاوت کی اطلاع دے رہا ہے''۔ [1]

فوٹو حوالہ ﴿''فتاوی نذیریہ'' جلد اول صفحہ ۹۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

صاحب تقویۃ الایمان در ہیچ مقامے نہ نوشتہ کہ بزرگان دین و دیگر اہل تمکین در خصائل مذمومہ ہم چو چمار اند حاشا و کلا کہ شخص ادنی این چنین نمی گوید چہ جا کہ مولوی صاحب مرحوم این چنین گویند و بر دعوے من کلام مولوی صاحب ممدوح در تقویۃ الایمان جابجا شاہد عدل است اولا کلام متنازع فیہا ست کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا" آہ بر تفاوت درجات اشخاص مشعر است۔"

...اعتراض تو تب ہو سکتا، کہ وہ یہ لکھتے، کہ انبیاء و دیگر اہل تمکین اور بزرگان دین اپنے خصائل مذمومہ میں چماروں کی طرح ہیں، کلا و حاشا کہ کوئی ادنی آدمی بھی ایسا لکھے، چہ جائے کہ مولانا صاحب مرحوم ایسا لکھے، چنانچہ میرے اس دعوے پر تقویۃ الایمان ہی کی بہت سی عبارتیں گواہ ہیں، بطور مشتے نمونہ از خروارے تین چار عبارتیں ملاحظہ فرمائیں۔

اولاً اسی مقام پر غور فرمائیں، کہ یہاں "بڑا ہو یا چھوٹا" درجات کے تفاوت کی اطلاع دے رہا ہے۔

ثانیاً قل لا املک ... کے تحت لکھتے ہیں کہ سب بڑوں کے بڑے پیغمبر خدا ...

---

[1] ......﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۹۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

میاں صاحب کی فارسی عبارت میں یہ لفظ قابل غور ہیں

''صاحب تقویۃ الایمان در ہیچ مقامے نہ نوشتہ کہ بزرگان دین و دیگر اہل تمکین در خصائل مذمومہ ہم چو چمار اند''

کتاب کے ترجمہ کرنے والے نے اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے

''اعتراض تو تب ہو سکتا، کہ وہ یہ لکھتے کہ انبیاء و دیگر اہل تمکین اور بزرگانِ دین اپنے خصائلِ مذمومہ میں چماروں کی طرح ہیں''

میاں صاحب کی اس عبارت کو پیش نظر رکھ لیں اور پھر اس سے پہلے ذکر کردہ تقویۃ الایمان صفحہ ۸۷ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور کی عبارت کو ساتھ ملائیں ''تمام انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں''

تو ثابت ہو جاتا ہے کہ مصنف تقویۃ الایمان نہ صرف چمار بلکہ ذرہ ناچیز سے بھی کمتر کہتا ہے نہ صرف عمومی بزرگان دین کو بلکہ انبیاء اور اولیاء کو ذرہ ناچیز سے کمتر کہہ رہا ہے، پھر یہ کہ مصنف تقویۃ الایمان دوسری جگہ یہ کہہ رہا ہے کہ ''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا'' اب میاں صاحب سے کوئی پوچھے کہ مخلوق میں سے بڑے کون ہیں؟ انبیاء کرام اور ملائکہ مخلوق ہیں یا نہیں؟ ہیں تو بڑے ہوئے، اب جو وہ کہہ رہا ہے کہ ''چمار سے زیادہ ذلیل ہیں'' کیا یہ واضح طور پر انبیاء کرام کے بارے میں کہا کہ نہیں؟ پھر کس منہ سے میاں صاحب سفید سچ بول رہے ہیں کیا سچ اسی کا نام ہے؟ کیا جھوٹ کوئی اور چیز ہے؟ میاں صاحب لکھتے ہیں کہ کوئی ادنیٰ شخص بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ میاں صاحب ادنیٰ مخلوق تو کافر چمار اور بھنگی ہیں آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس طرح کی گالیاں مؤمنین، اولیاء اور انبیاء کو نہیں نکالتے بلکہ وہ بھی نکالتے ہیں۔ اور آپ کا امام بھی اور اگر ادنیٰ سے آپ کی مراد عامۃ المؤمنین ہیں تو وہ واقعی یہ گالی ہرگز نہیں دیتے مگر آپ کے امام کو ان سے کیا تعلق وہ تو ڈنکے کی چوٹ یہ گالی دے رہا ہے۔

میاں صاحب کی اور گستاخی

اور یہ میاں صاحب بھی بڑی حیرت انگیز شخصیت ہیں، لکھتے ہیں

''مصنف تقویۃ الایمان نے یہ نہیں کہا کہ بزرگان دین و اہل تمکین خصائل مذمومہ میں چمار کی طرح ہیں''، یعنی بزرگانِ دین و اہل تمکین جو سب سے بڑی مخلوق یعنی انبیاء اور اولیاء ہیں، میاں صاحب کے نزدیک ان کے بھی خصائل مذمومہ ہوتے ہیں (**معاذ اللہ**)

جناب میاں صاحب ہوش کے ناخن لیجئے آپ کا عقیدہ شاید کچھ اور ہو؟ تاہم مسلمان اپنے عقیدہ میں تمام انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کو خصائل مذمومہ سے پاک مانتے ہیں، یہ آپ اپنے طبقے کی گستاخیوں میں ایک اور گستاخی کا

اضافہ کررہے ہیں۔ شاید میاں صاحب یہ کہیں کہ اُن کی مراد خصائل مذمومہ سے چَمار کے خصائل مذمومہ تھے۔ تو پہلی گزارش تو یہ ہے کہ عبارت سے تو یہ بات ظاہر نہیں ہوتی اگر یہ مقصد ہوتا تو تو عبارت یوں ہوتی کہ (وہ حضرات کرام) ''چَمار کے خصائل مذمومہ میں چَماروں کی طرح ہیں'' اس لیے گستاخی کے الزام کو اٹھایا نہیں جاسکتا۔

ذلیل ہونا خصلت مذمومہ ہے

بالفرض والمحال مذمومہ خصائل چَمار ہی کے مان لیں اور مذکورہ عبارت فرض کرلیں، تو پھر بھی میاں صاحب کی یہ عبارت توہین ہونے کے ساتھ جھوٹ بھی بنتی ہے اور اسماعیل دہلوی صاحب پھر بھی توہین کے جرم سے بری نہیں ہوتے، علاوہ ازیں کہ ذلت خصلت مذمومہ ہے صفت ممدوحہ تو نہیں، تو میاں صاحب کی گواہی جھوٹ ٹھہری، پھر یہ کہ دہلوی صاحب یعنی مصنف تقویۃ الایمان تشبیہ نہیں دے رہے بلکہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام کو وصف ذلت میں دوسرے ذلیلوں سے گراہوا قرار دے رہے ہیں، تو اس عبارت کے ہوتے ہوئے میاں صاحب یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں ایسی عبارت نہیں ہے، کہ وہ حضرات کرام خصلت مذمومہ میں چمار کی طرح ہیں۔ اسی طرح اس عبارت کے ہوتے ہوئے یہ کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ دہلوی صاحب کسی توہین کے مرتکب نہیں ہوئے، مزید گفتگو اس عبارت کے تفصیلی جواب میں آرہی ہے۔

میاں صاحب کا دوسرا وار اور اس کا جواب

اہل حدیث مسلک کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی صاحب نے اپنے پیشوا کی بات کو شرعاً مقبول بنانے کے لیے (بزبان مترجم) یہ جواب بھی دیا ہے

''خداوند تعالیٰ کے صفات غیر متناہی ہیں اور بندہ اس کے مقابلے میں سراپا عجز و نیاز ہے'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''فتاوی نذیریہ'' جلد اول صفحہ ۸۲۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

سکتا ہے، کہ خداوند تعالےٰ کے صفات غیر متناہی ہیں، اور بندہ اس کے مقابلہ میں سراپا عجز و نیاز ہے۔

ہمیں اس بات سے اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں اور مخلوق جو بھی ہو ان کی صفات متناہی اور محدود ہیں۔ اور یہ بات جو کہی گئی ہے کہ اللہ کے مقابلے میں مخلوق میں عجز و نیاز ہے۔ عجز و نیاز تواضع کے معنیٰ میں آتا ہے تاہم یہ بات خلاف واقع ہوگی کہ ہر بندہ اللہ کے سامنے تواضع سے پیش آتا ہے۔ ''اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ'' (۲) سے واضح ہے کہ

---

[1]...... ﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۸۲۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

[2]...... ﴿سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۳۴﴾

ابلیس نے اللہ کے سامنے تکبر کیا تھا اور اس کے اتباع بھی اس طرح کرتے ہیں ہاں اللہ کے صالح اور مقدس بندے اس کے سامنے ماسوائے حالت ادلال وناز کے ہروقت تواضع اور فروتنی سے پیش آتے ہیں اور بوقت ادلال بھی ان کے دل جھکے ہوتے ہیں۔ادلال کی دلیل مثلاً حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْط'' (۱) شاید دہلوی ہونے کے باوجود میاں نذیر حسین صاحب اردو صحیح نہیں بول سکے اور وہ عاجزی کہنا چاہتے تھے تو اس میں بھی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہی رہتے ہیں لیکن جو اللہ کا مقابلہ کرنے سے (جو کہ گناہ بلکہ کفر کے ضمن میں آتا ہے) معصوم یا محفوظ ہیں ان کے لیے یہ لفظ بولنا دل کے بغض پر دلالت کرتا ہے۔

تاہم ایک بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں بندے کچھ نہیں کرسکتے تو یہ بات بھی ہم مانتے ہیں لیکن اس سے یہ تأثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اور اولیاء کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے کوئی کام نہیں ہو پاتا، اور انہیں کسی چیز کا اختیار نہیں دیا گیا، یہاں تک کہ اسی پیشوائے اہلحدیث نے یہ بھی لکھ دیا کہ

''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں'' ۲

ایک اور مطبع امجد اکیڈمی لاہور کی مطبوعہ تقویۃ الایمان میں ہے

''اور جس کا نام محمد یا علی ہے اس کو کسی بات کا اختیار نہیں'' ۳

ہماری طرف سے میاں صاحب کے اس تأثر اور اس کی بنیاد کا جواب (جو ان کے دہلوی امام کی مذکورہ بالا عبارت کا ہے) بعد میں اِنْ شَاءَ اللّٰہ دیا جائے گا۔

فوٹو حوالہ ﴿''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۴۲۔ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

۱......﴿سورۃ ھود: الآیۃ ۷۴﴾

۲......﴿''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۴۲۔ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

☆......﴿''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۶۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

☆......﴿''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۵۸۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی﴾

☆......﴿''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۸۹۔ مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ﴾

۳......﴿''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۶۶۔ مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور﴾

فوٹوحوالہ ﴿ ''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۵۸۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی ﴾

نہیں سو سب خیال ہی خیال ہے اس نام کا کوئی شخص وہاں مالک اور مختار نہیں
جو ان کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں اور جس کا نام محمد یا
علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں سو ایسا شخص کہ اس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے
اختیار میں عالم کے سب کاروبار ہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں محض اپنا

فوٹوحوالہ ﴿ ''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۸۹۔ مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ ﴾

۸۹

خیال ہی خیال ہے، اس نام کا کوئی شخص وہاں مالک اور مختار نہیں جو ان کاموں کا مختار ہے
اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں، اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، سو ایسا
شخص کہ اس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں عالم کے سب کاروبار ہوں ایسا حقیقت

فوٹوحوالہ ﴿ ''تقویۃ الایمان'' صفحہ ٦٦۔ مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور ﴾

نہ کسی کا یہ نام پایا جاتا ہے اور اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو خدائی کارخانہ میں کوئی
دخل نہیں۔ سب کاموں کے مختار کا نام اللہ ہے اور جس کا نام محمد یا علی ہے اس کو
کسی بات کا اختیار نہیں۔ اس قسم کے خیالات باندھنے کا اللہ پاک نے حکم نہیں دیا
اور محمد ﷺ کا حکم نا قابل اعتبار ہے ملک اللہ پاک ...

فوٹوحوالہ ﴿ ''تقویۃ الایمان'' صفحہ ٦٧۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ﴾

میں محمدؐ نام شریک ہیں وہاں نہ اللہ کے سوا کوئی ہے اور نہ کسی کا یہ نام ہے اگر کسی کا یہ
نام ہے تو اس کو کسی کاروبار میں کچھ دخل نہیں۔ سو سب خیال ہی خیال ہے اس نام کا کوئی شخص
وہاں مالک و مختار نہیں۔ جو ان کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے، محمد یا علی نہیں اور جس
کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ سو ایسا شخص کہ اس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے قبضہ
میں عالم کے سب کاروبار ہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں بلکہ محض اپنا خیال ہے۔ سو اس

ایک مغالطہ کا رد

پہلے اس مغالطہ کا جواب پیش خدمت ہے ''کہ خالق کے ساتھ مخلوق کو کوئی ذرہ بھر کی نسبت نہیں'' جیسا کہ مترجم کی عبارت مع فوٹو آپ نے ملاحظہ فرمائی، مصنف کی فارسی عبارت بھی ملاحظہ ہو

''فیومئذ لایعذب عذابہ احد ولا یوثق وثاقہ احد نیز بر عزت وقدرت کاملہ او عزیز حکیم ناطق ہر مخلوق بمقابلہ ومشابہ آں ذرہ وار ذلیل وخوار سرشار است'' [1]

[1] ......﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۸۱، ۸۲۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

فوٹوحوالہ﴿"فتاوی نذیریہ" جلداول صفحہ۸۲،۸۱۔مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

رہا کیا نہ، ہو یبدئ ویعید الیٰ اٰخرما فی العزیزی و آیت کریمہ فیومئذ لا یعذب

عذابہ احد ولا یوثق وثاقہ احد نیز بر عزت وقدرت کاملہ عزیز حکیم ناطق کہ ہر

مخلوق بمقابلہ ومشابہہ آن ذرہ وار ذلیل وخوار ترسنار است ہ

(ترجمہ) (تواس (قیامت کے) دن نہ اس کا (سا) عذاب کوئی دے گا اور نہ اس کی (سی) گرفت کوئی کرے گا) بھی اس عزیز وحکیم کی عزت اور قدرت کاملہ کا بیان ہے کہ ہر مخلوق اس کے مقابلہ اور اس کی مشابہت میں ذرہ وار ذلیل وخوار ہے۔

مترجم اور مصنف کی زبان آپس میں متفق نہیں، اس لیے دونوں کا علیحدہ علیحدہ رد پیش ہے۔ مترجم کا یہ کہنا غلط ہے کہ خالق کے ساتھ مخلوق کو کوئی ذرہ بھر کی نسبت نہیں، جناب مخلوق ہونا سب سے پکی نسبت ہے تمہیں شاید نسبت اور اضافت کا معنیٰ نہیں آتا۔ اور مصنف فتاویٰ نذیریہ میاں نذیر حسین صاحب آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو انبیاء اور اولیاء کو ذلیل قرار دے، عذاب تو اللہ اور اس کے رسول کو نہ ماننے والوں پر ہوگا، اس سے تو رسولوں کی عزت ظاہر ہو رہی ہے، افسوس ہے آپ کی سمجھ پر۔ اور جب آیت میں یہ مضمون نہیں تو ہر مخلوق کو ذلیل وخوار کہہ کر اور دہلوی صاحب کی حمایت میں اپنی طرف سے یہ جملہ بول کر میاں نذیر صاحب بھی اسی گستاخی کے گڑھے میں جا گرے جس میں ان کا امام پہلے جا گرا۔

نیز مصنف فتاویٰ نذیریہ کا یہ اور مغالطہ ہے۔ لکھتے ہیں "صفات عزت سمات غیر متناہیہ مختصہ باو جل شانہ است وانسان اگرچہ کامل واکمل باشد کے بصفات خدائے تعالیٰ مختص ومشابہ شدن مے تواند" [1]

ترجمہ: صفات عزت غیر متناہیہ اور اللہ جل جلالہ سے مختص ہیں، انسان اگرچہ کامل واکمل ہو صفات خدا سے مختص ومشابہ کب ہوسکتا ہے۔

فوٹوحوالہ﴿"فتاوی نذیریہ" جلداول صفحہ۸۲۔مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

وکل یوم ھو فی شان ای امور یظہرہ فی العالم علیٰ ما قدرہ فی الازل من احیاء و

اماتۃ واعزاز واذلال واعدام واعطاء وغیر ذلک صفات عزت سمات غیر

متناہیہ مختصہ باو جل شانہ است وانسان اگرچہ کامل واکمل باشد کے بصفات خدائے

تعالیٰ مختص ومشابہ شدن می تواند چنانکہ بر عقلا اظہر من الشمس است ہ

[1] ...... ﴿"فتاوی نذیریہ" (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلداول صفحہ۸۲۔مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

توجواباً عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات، صفات عزت ہیں ان میں ذلت کو کوئی گزر نہیں، یہ ہمارا عقیدہ ہے، اس کی صفات غیر متناہی ہیں، یعنی ہم گنتی میں نہیں لا سکتے، ٹھیک ہے کہ یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کی صفات اس حیثیت سے کہ اللہ کی صفات بندہ سے مخصوص ہو جائیں کہ اللہ کی صفت نہ رہیں، یہ ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے۔ رہی مشابہت وہ دو قسم ہے، ایک یہ کہ بندے کی صفات واجب اور قدیم بالاستقلال بلاجعل وعطاء الٰہی ہونے میں اللہ کی صفات کے مشابہ ہوں یہ بھی ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے، ان تمام باتوں کو ہمارے لیے پیش کرنا عبث ہے بافتراء۔

مشابہت کی دوسری قسم مشابہت لفظی ہے، یعنی لفظ ایک جیسا ہو مگر معنی مراد مختلف ہو۔ اس مشابہت کی نفی قرآن مجید کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد ہے، میاں صاحب نے غیر متناہیہ کا لفظ بولا ہے، قرآن وحدیث میں صفات وکمالاتِ باری کے لیے یہ لفظ کہاں آیا ہے؟ یہ لفظ فلاسفہ اور مناطقہ اور پھر متکلمین سے نکلا ہے۔ میاں صاحب کو اگر ان کے علوم کا علم ہوتا تو انہیں پتا ہوتا کہ غیر متناہی کمال دو قسم ہے۔ اول غیر متناہی بالفعل، اسے ہی اللہ کے لیے مانتے ہیں جبکہ (دوسری قسم) غیر متناہی لا تقف کمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی''

''اور بے شک (ہر) پچھلی (گھڑی) آپ کے لیے پہلے سے بہتر ہے۔'' [1]

اہل ایمان کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر آن ترقی کمال پر دلالت کرتی ہے،

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا ''وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ''

''اور یقیناً آپ کے لیے ضرور ختم نہ ہونے والا ثواب ہے۔'' [2]

رب ذوالجلال کا کلام ہر آن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انعام الٰہی کو جاری قرار دے رہا ہے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برکت سے امت کو بھی حصہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ''فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ'' ''تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا ثواب ہے۔'' [3]

اسی طرح اللہ تعالیٰ سمیع ہے، بصیر ہے۔ (۴) اور خود ہی ارشاد فرمایا ''فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا'' (۵) اس آیت کی رو سے انسان بھی سمیع، بصیر ہے۔ اللہ بھی ''حی'' ہے، اور مخلوق بھی حی بنائے گئے ارشاد ہوا ''وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ'' ''اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا۔'' [6]

۱...... ﴿''سورۃ الضحی : الآیۃ ۴'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۲...... ﴿''سورۃ القلم: الآیۃ ۳'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۳...... ﴿''سورۃ التین: الآیۃ ۶'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۴...... ﴿''سورۃ الحج: الآیۃ ۶۱''﴾ ۵...... ﴿''سورۃ الدھر: الآیۃ ۲''﴾

۶...... ﴿''سورۃ الانباء: الآیۃ ۳۰'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

انسان کی سمع، بصر، اور حیات اللہ کی صفات کی طرح قدیم نہیں، واجب بھی نہیں، بالاستقلال نہیں، دائمی، ابدی، ازلی نہیں، معنی میں فرق ہے لیکن کسی نبی اور ولی کو اللہ رب العزۃ کے سمیع، بصیر ہوتے ہوئے اللہ کے مقابلے میں بہرا یا نابینا یا مردہ ہرگز نہیں کہہ سکتے اللہ تعالیٰ "علیم" ہے "عالم الشھادۃ" ہے لیکن آپ کے عالموں کو کوئی جاہل کہے تو آپ کو غصہ آئے گا۔ یہی بات یہاں ہے، اللہ کے لیے عزت ہے وہ عزیز ہے لیکن اس نے اپنے رسول کو اور مؤمنوں کو عزت دی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اس پر شاہد ہے "وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ"

لہٰذا انہیں بے عزت یا ذلیل کہنے یا سمجھنے والا، گستاخ ہونے کے ساتھ قرآن کا منکر اور قرآن نازل فرمانے والے کا منکر قرار پائے گا۔

اب دوسری عبارت کی طرف آتے ہیں جس کی فارسی اوپر گزری ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

"تمام مخلوق کے مراتب کی نسبت، خالق کائنات کے مراتب کی نسبت ھباءً منثوراً ہے" [1]

اگر اس عبارت کا یہ مقصد ہے کہ مخلوق کا کمال خالق کے کمال کے برابر نہیں تو یہ ہمیں پہلے ہی تسلیم ہے مگر اس وجہ سے انبیاء اور عبادِ صالحین کے لیے ذلت ہرگز ثابت نہیں ہوتی اور اگر یہ مراد ہے کہ مخلوق کے لیے اللہ نے کوئی ایسا کمال پیدا ہی نہیں فرمایا جس کو زبان شرع میں وہ نام دے سکیں جو اللہ کے اس وصف کا نام ہے تو یہ بات بلا دلیل محض بلکہ اوپر ذکر کردہ قرآنی ارشادات کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔

اختیارِ عباد کا مسئلہ

اب آیئے اختیار کے مسئلہ کی جانب قطع نظر اس سے کہ عرفاً یہ اندازِ گفتگو توہین کے لیے آتا ہے جیسے کوئی کہے کہ جس کا نام محمد بن عبدالوہاب ہے یا محمد اسماعیل ہے وہ کسی چیز کے عالم نہیں۔ زبان و بیان کی چاشنی رکھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اس جملے میں نہ صرف ان اشخاص کی توہین کی گئی ہے بلکہ ان کے اسماء کی بھی توہین ہوئی ہے۔ لیکن اس مصنف کی تو ساری کتاب توہین سے بھری ہوئی ہے اس لیے اس بحث کو یہیں چھوڑ کر ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ لفظِ مختار یہاں اسم مفعول کے لیے آیا ہے جس کا معنیٰ ہے اختیار دیا ہوا، اختیار دو قسم کا ہوتا ہے

امور عادیہ کا اختیار

اس کے بارے میں اہل سنت سے کچھ دوسرے مسلک والوں کا نظریاتی اختلاف ہے۔ فرقہ قدریہ والے کہتے ہیں

---

[1] "فتاویٰ نذیریہ" (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۷۱۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ

کہ ہرانسان امورِ عادیہ میں مستقل اختیار رکھتا ہے وہ ذرہ برابر بھی اللہ کی قدرت سے متاثر نہیں جب کہ اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ انسان کے پاس قدرت واختیار ہے تو سہی لیکن یہ اختیار انسان کا مستقل نہیں بلکہ اللہ کا بخشا ہوا ہے۔اس اختیار پر اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار کا قبضہ ہے انسان سے وہی کچھ ظاہر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اسے ظاہر کرنے کی قوت واذن دیتا ہے اس وجہ سے انسان من وجہٍ قدرت واختیار بھی رکھتا ہے اور من وجہٍ مجبور بھی ہے۔

کچھ دوسرے مذہب کے لوگ کہتے ہیں کہ انسان کے لیے کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں۔ یہ جبریہ نام کا فرقہ ہے، اہل سنت ان دونوں کو جدید فرقے سمجھتے ہیں اور انہیں گمراہ قرار دیتے ہیں بہر حال اگر تقویۃ الایمان کے مصنف کا اس عبارت سے مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے افعال عادیہ میں قدرت نہیں رکھتے تو اپنے اس عقیدے کی وجہ سے مصنف جبری فرقے کا ہو گیا۔

امورغیر عادیہ کا اختیار

اگر تقویۃ الایمان کے مصنف کی مراد یہ ہے کہ امورِ غیر عادیہ پر انبیاء کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کو کوئی اختیار نہیں تو یہ بات بھی انبیاء عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی عظمت کے منافی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار امورِ غیر عادیہ پر انبیاء عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کو قدرت اور اختیار بخشا۔ اگر چہ قرآن وحدیث میں اس کی بہت ساری مثالیں ہیں، مگر بغرض اختصار چند آیات کریمہ بغور ملاحظہ ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

”وَلِسُلَیۡمٰنَ الرِّیۡحَ غُدُوُّهَا شَهۡرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهۡرٌ وَاَسَلۡنَا لَهٗ عَیۡنَ الۡقِطۡرِ وَمِنَ الۡجِنِّ مَنۡ یَّعۡمَلُ بَیۡنَ یَدَیۡهِ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ وَمَنۡ یَّزِغۡ مِنۡهُمۡ عَنۡ اَمۡرِنَا نُذِقۡهُ مِنۡ عَذَابِ السَّعِیۡرِ ۝ یَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِیۡبَ وَتَمَاثِیۡلَ وَجِفَانٍ کَالۡجَوَابِ وَقُدُوۡرٍ رّٰسِیٰتٍ اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا وَقَلِیۡلٌ مِّنۡ عِبَادِیَ الشَّکُوۡرُ ۝“

”اور سلیمان کے قابو میں ہوا کر دی اس کی صبح کی رفتار ایک مہینہ کی راہ اور شام کی رفتار ایک مہینہ کی راہ تھی، اور ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور جنوں میں سے (ان کے تابع کر دیئے) جو کام کرتے تھے ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے، اور (فرما دیا کہ) جو ان میں سے کجروی اختیار کرے ہمارے حکم سے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ وہ سلیمان کے لیے بناتے تھے جو کچھ وہ چاہتے تھے اُونچے قلعے اور مجسّمے اور بڑے لگن جیسے حوض اور بڑی دیگیں (چولہوں پر) جمی ہوئی، اے آلِ داؤد تم شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں۔“ [1]

[1]...... ﴿”سورۃ سبا: الآیۃ ۱۲، ۱۳“ ترجمۃ القرآن ”البیان“ (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان﴾

اورسورہ نمل میں فرمایا "وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ٥ وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ٥"

"اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے، اور انہوں نے فرمایا اے لوگو ہمیں سکھائی گئی پرندوں کی بولی اور ہمیں ہر چیز میں سے عطا ہوا، بیشک یہی (اللہ کا) کھلا فضل ہے۔ اور سلیمان کے لیے ان کے لشکر جمع کیے گئے جنوں اور انسانوں اور پرندوں میں سے تو وہ (نظم وضبط کے لیے ان کے سامنے) روکے جاتے تھے۔" [1]

اور اسی سورہ نمل میں ہے " قَالَ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ٥ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ٥ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ "

"(سلیمان نے) فرمایا اے درباریو! تم میں کون ہے جو اس کا تخت میرے پاس اس سے پہلے لے آئے کہ وہ مطیع فرمان ہو کر میرے پاس آئیں۔ ایک سرکش جن بولا میں وہ تخت آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں اور بیشک میں اس پر ضرور قوت والا امانتدار ہوں۔ جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ آپ کی پلک جھپکے تو جب سلیمان نے اس (تخت) کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا (تو) فرمایا یہ میرے رب کا فضل ہے۔" [2]

اور سورہ صٓ میں ہے " قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ٥ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ٥ وَالشَّیٰطِیْنَ کُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ٥ وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ٥ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ٥"

عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما کہ لائق نہ ہو میرے بعد کسی کے لیے بیشک تو ہی بہت دینے والا ہے۔ تو ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا وہ ان کے حسب فرمان نرمی سے چلتی تھی جہاں وہ ارادہ فرماتے تھے۔ اور (ان کے تابع کر دیئے) شیطان، ہر معمار اور غوطہ لگانے والا۔ اور دوسرے (سرکش) جکڑے ہوئے زنجیروں میں۔ یہ ہماری عطا ہے تو آپ (جس پر چاہیں) احسان کریں یا (جس سے چاہیں) روک رکھیں آپ پر کچھ حساب نہیں۔ [3]

[1]...... "سورۃ النمل: الآیۃ ۱۶، ۱۷" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان

[2]...... "سورۃ النمل: الآیۃ ۳۸ تا ۴۰" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان

[3]...... "سورۃ ص: الآیۃ ۳۵ تا ۳۹" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان

مذکورہ بالا جملہ آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کئی امورِ غیر عادیہ پر اختیار عطا فرمایا اور پھر ساتھ یہ بھی فرمایا'' هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ''

'' یہ ہماری عطا ہے تو آپ (جس پر چاہیں) احسان کریں یا (جس سے چاہیں) روک رکھیں آپ پر کچھ حساب نہیں۔''

یہ تمام اختیارات از روئے قرآن کریم آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہیں، پھر یہی نہیں کہ آپ اپنے پاس رکھیں بلکہ جس کو چاہیں ان اختیارات میں سے کچھ یا سارے تفویض فرمادیں یہ بھی آپ کو اختیار ہے، کسی کو کچھ اختیار نہ دیں یہ بھی اختیار ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے کسی قسم کا حساب نہیں لے گا۔ اس فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہ صرف انسانوں پر اختیار دیا بلکہ غیر مرئی مخلوق، جنات پر بھی اختیار دیا، چاہے وہ کافر ہوں یا مسلمان اور ان کے علاوہ شیطان کی ذریت جو تمام شیاطین ہیں اُن پر بھی کنٹرول عطا فرمایا، جیسا کہ مذکورہ بالا آیات میں گزرا، اسی پر بس نہیں بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسے ایسے امتی عطا فرمائے جو دُور دراز کی چیزوں کو نہ صرف یہ کہ دیکھ لیتے تھے بلکہ بڑی بڑی بھاری چیزوں کو اٹھا کر سیکنڈوں میں اِدھر سے اُدھر کرتے تھے۔ عرض کی

'' اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ''

'' میں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ آپ کے پلک جھپکے تو جب سلیمان نے اُس (تخت) کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا (تو) فرمایا یہ میرے رب کا فضل ہے۔'' [1]

ثابت ہوا کہ یہ تأثر بالکل باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام اور اپنے اولیاء کرام علیھم الرضوان کو کوئی قدرت واختیار نہیں دیتا بلکہ حق یہ ہے کہ انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام اور اولیاء کرام کے ہاتھ سے اللہ کے دیئے ہوئے اذن واختیار سے بے شمار بڑے بڑے امورِ غیر عادیہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

میاں نذیر حسین کا تیسرا جواب اور اس کا رد

میاں نذیر صاحب لکھتے ہیں

'' و بطش و دار گیر بادشاہ صاحبِ شوکت بر جمار ذلیل وضعیف بمقابلہ بطش و دار گیر خداوند قدیر ذوالجلال لایزال بذرہ نیرزد...... زیرا کہ از دست بردِ دیگران خلاص شدن بمقابلۂ دگر وگریہ وزاری وصبر وشفاعت ممکن است، واز عذاب او تعالیٰ ہیچ وجہ خلاصی امکان نہ دارد و نیز دست برد دیگران را نہایتش آن ست کہ منجر بموت وہلاک شود، وبعد از موت وہلاک

[1]...... ﴿''سورۃ النمل: الآیۃ ۴۰'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

نمی توانند کرد کہ ایذائے رسانند، زیرا کہ قدرت بر اعادۂ معدوم ندارند، پس عذاب ابدی نمی توانند کرد، بخلاف او تعالیٰ کہ بمردن وخاک شدن نیز از دست بر داو خلاصی ممکن نیست، می توانند کہ زندہ گردانند و باز عذاب کند تا ابدالآباد''

''پھر ایک اور طرح سے بھی غور کرنا چاہیے، کہ بادشاہ اگر ایک ذلیل چمار پر گرفت کرے، اور اس کو سزا دے تو اس کی سزا بالکل محدود ہے کیونکہ موت کے بعد وہ اس کو کچھ سزا نہیں دے سکتا، لیکن خداوند تعالیٰ اگر کسی بندے کو سزا دینا چاہے تو اس کی سزا غیر محدود ہوگی کیونکہ موت کے بعد بھی وہ اس کو بار بار زندہ کرنے پر قادر ہے، اور سزا دے سکتا ہے۔''[1]

فوٹو حوالہ ''فتاوی نذیریہ'' جلد اول صفحہ ۸۱۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ

و بطش و دار گیر بادشاہ صاحب شوکت بر چمار ذلیل و ضعیف بمقابلہ بطش و دار گیر
خداوند قدیر ذوالجلال لا بحال بندہ نیرزد ؎
ہر کہ منصف بود دہد انصاف وصف تو نیست قدرت وصاف
ان بطش ربک لشدید پس ہر آئینہ دست بعد پروردگار تو بسیار سخت است، زیرا کہ از
دست بعد دیگران خلاص شدن بمقابلہ دگر یہ و زاری و صبر و شفاعت ممکن است، و از
عذاب او تعالیٰ بہیچ وجہ خلاصی امکان ندارد و نیز دست بعد دیگران بنہایتش آن ست
کہ مجرم بموت و ہلاک شود، و بعد از موت و ہلاک نمی توانند کہ ایذائے رسانند زیرا کہ قدرت
بر اعادہ معدوم ندارند پس عذاب ابدی نمی توانند کرد، بخلاف او تعالیٰ کہ بمردن و خاک شدن
نیز از دست بر داو خلاصی ممکن نیست، می توانند کہ زندہ گرداند و باز عذاب کند تا ابدالآباد

پھر ایک اور طرح سے بھی اس پر غور کرنا چاہیے، کہ بادشاہ اگر ایک ذلیل چمار پر گرفت کرے، اور اس کو سزا دے،
تو اس کی سزا بالکل محدود ہے، کیونکہ موت کے بعد وہ اس کو کچھ سزا نہیں دے سکتا، لیکن خداوند تعالیٰ اگر کسی بندے کو
سزا دینا چاہے تو اس کی سزا غیر محدود ہوگی، کیونکہ موت کے بعد بھی وہ اس کو بار بار زندہ کرنے پر قادر ہے، اور سزا دے

جواب

اس عبارت میں یہ بات کہی گئی ہے کہ بادشاہ کی سزا چمار یافتہ کے مرنے کے بعد اس کو بار بار زندہ کر کے سزا دیتا رہے گا۔ اس عبارت میں دو غلطیاں ہیں ایک وہ جو پہلے بیان ہو چکی کہ مصنف تقویۃ الایمان کی زیر بحث عبارت میں کسی بادشاہ کا کوئی ذکر نہیں اس لیے یہ جواب ''مدعی سست اور گواہ چست'' کے قبیل سے ہے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ میاں صاحب کے بقول یہاں دو نسبتیں ہیں ایک اللہ اور انبیاء کے درمیان جو اللہ کی مخلوق ہیں، دوسری بادشاہ اور ایک چمار کے درمیان، اب کہا یہ گیا کہ بادشاہ چمار کو سزا دے گا قطع نظر اس سے کہ بادشاہ اپنی رعایا کے

[1] ''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۸۱۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ

کسی شخص کو اگر سزا دے گا تو کسی مجرم کو سزا دے گا خواہ وہ وزیر ہو یا کوئی عام آدمی، لیکن وہ بے قصور چمار کو کیوں تاکے گا؟ بے قصور کو سزا تو کوئی ظالم بادشاہ دے گا کیا دوسرے فریق کے یہ دونوں سربراہ اللہ تعالیٰ کو ظالم بادشاہ سے ملا رہے ہیں؟ (نعوذباللہ من ذلک) بہر حال اس سے قطع نظر بھی کرلیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی نسبت انبیاء اور اولیاء سے بیان کی گئی ہے اور مقصد سزا دینا بیان کیا گیا ہے، وہ مرنے سے پہلے بھی سزا دے گا پھر مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور اس کی لامتناہی سزا ہوگی۔ شاید جواب دینے کے جوش میں اس بات پر دھیان نہیں دیا گیا کہ عذاب تو کافروں کو ہوتا ہے۔ انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام اور مومن متقی لوگوں کو تو عذاب نہیں ہوتا بلکہ ان کی برکت سے کافروں سے بھی عذاب ٹال دیا جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے کافروں سے عذاب ٹل جاتا ہے

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۚ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ''

''اور اللہ (کی شان) نہیں کہ انہیں عذاب دے دراں حالیکہ (اے محبوب) آپ ان میں موجود ہیں اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں اس حال میں کہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں۔ اور ان کے لیے کیا ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ مسجدِ حرام سے روکتے ہیں جب کہ وہ اس کے متولی (ہونے کے حقدار) نہیں، اس کے متولی (ہونے کے حقدار) تو صرف متقی لوگ ہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' [1]

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○''

''وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور مسجد حرام سے تمہیں روکا اور قربانی کے جانوروں کو اس حال کہ میں وہ روکے ہوئے پڑے رہے اپنی جگہ پہنچنے سے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان (بے بس) ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو تم پامال کر ڈالو گے جنہیں تم نہیں جانتے پھر پہنچ جائے تمہیں (بھی) بے خبری میں ان کی طرف سے کوئی ضرر (تو ہم اسی وقت تمہیں قتال کی اجازت دے دیتے یہ) اس لیے کہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر دے۔ اگر وہ ایمان والے وہاں سے نکل جاتے تو ان (اہل مکہ) میں سے جو کافر تھے ہم انہیں دردناک عذاب دیتے۔'' [2]

1۔۔۔۔۔۔﴿''سورۃ الانفال: الآیۃ ۳۳،۳۴'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

2۔۔۔۔۔۔﴿''سورۃ الفتح: الآیۃ ۲۵'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

ان آیات بینات سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا مخفی مومنوں کے ساتھ کافروں کے ایک شہر میں اکٹھے رہنے کے سبب کافروں سے مستحق عذاب جرم کے صدور کے باوجود عذاب ٹال دیا جاتا ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام اور اولیاء کرام پر عذاب نہیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰۤی اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ"

"بیشک جن کے لیے ہماری طرف سے نیکی کا وعدہ پہلے ہو چکا ہے وہ اس (جہنم) سے دور رکھے گئے ہیں۔" ۱

دوسرے مقام پر فرمایا ہے "وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ٥ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ"

"اور جو سچی بات لے کر آئے اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی وہی (کامل) متقی ہیں۔ ان کے لیے وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس یہی صلہ ہے نیکی کرنے والوں کا۔" ۲

نیز فرمان خداوندی ہے "یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ" ۳

جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا (اپنے) نبی کو اور ان لوگوں کو جو آپ کے ساتھ ایمان لائے۔

ان تمام آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے نبیوں اور اس کے ولیوں پر کوئی عذاب نہیں ہے۔ اور میاں صاحب کہتے ہیں کہ ان پر عذاب ہوگا تو اس صورت میں ہر عاقل یہی کہہ سکتا ہے کہ میاں صاحب نے اپنے پیشوا کی محبت میں قرآن وحدیث کا انکار کیا ہے اور نہ صرف اولیاء بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کی توہین کی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

شاید کوئی یہ شبہ لائے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ

"فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ" (۴) جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔

اس شبہ کے ازالہ میں عرض ہے کہ قرآن مجید میں اس طرح کی آیات پانچ جگہ ہیں، اور ان پانچ مقامات میں کہیں بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام اور اولیاء کرام اور مومنین صالحین کا کوئی ذکر ہرگز نہیں، بلکہ ہر پانچ مقام پر معذبین

۱..... ﴿"سورۃ الانبیاء: الآیۃ ۱۰۱" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان﴾

۲..... ﴿"سورۃ الزمر: الآیۃ ۳۳، ۳۴" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان﴾

۳..... ﴿"سورۃ التحریم: الآیۃ ۲۵"﴾ ۴..... ﴿"سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۲۸۴"﴾

کفار یا فاسقین کا ذکر ہے۔ لہٰذا ان آیات میں وعید کا تعلق انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و دیگر اولیاء کرام، مؤمنین صالحین سے نہیں۔ آیات ملاحظہ ہوں

۱۔ سورۃ البقرۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْلَمُونَ عَلِيمٌ ۝ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝''

''اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے تو بیشک اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب جانتا ہے ۝ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے، اور اگر تم ظاہر کرو اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا، تو جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا گا عذاب دے گا اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے ۝'' [1]

ان آیات کو ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ روئے سخن ان لوگوں کی جانب ہے جن لوگوں کو حقیقتِ حال معلوم تھی مگر انہوں نے مجرم کے خلاف گواہی کو چھپالیا اور اس طرح وہ کمال ایمان سے فسق کی جانب لوٹ آئے تو اللہ فرما رہا ہے پس تماری دلوں کی چھپی ہوئی باتوں کا بھی حساب لوں گا اور جو تم نے کھل کر گواہی دی اس کا حساب لوں گا کیونکہ روئے سخن مسلمانوں کی جانب ہے اور مسلمان فسق سے دائمی جہنمی نہیں ہوجاتا اس لیے فرمایا جسے چاہوں بخشوں گا اور جسے چاہوں گا عذاب دوں گا، یہاں انبیاء کرام اور اولیاء کا قطعاً کوئی ذکر نہیں۔

۲۔ سورۃ آل عمران میں فرمایا۔ ''أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝''

''یا ان پر (اللہ) رجوع برحمت ہو یا انہیں عذاب دے کیوں کہ وہ یقیناً ظالم ہیں۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے، اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔'' [2]

اس آیت سے قبل بھی کافروں کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان میں کچھ کو توبہ کی توفیق دے گا اور کچھ کو عذاب دے گا کیونکہ وہ ظالم ہیں یعنی کافر ہیں۔ پھر بعد میں فرمایا اللہ جسے چاہے بخشے گا اور جسے عذاب دینا اس نے چاہا اسے عذاب دے گا، کیونکہ اللہ کا چاہنا اس کی صفت قدیمہ ہے لیکن اس کا تعلق بندے کے فعل سے بطریق جزا ہو رہا ہے جو کافر ہوں ان کے

۱...... ﴿''سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۲۸۳، ۲۸۴'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۲...... ﴿''سورۃ آل عمران: الآیۃ ۱۲۷، ۱۲۸'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

بارے میں مشیت یہ ہی ہے کہ انہیں نہیں بخشے گا، صاف اعلان فرما دیا

''إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ''

''بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے (لوگوں کو) روکا پھر مرے اس حال میں کہ وہ کافر تھے تو اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا۔'' [1]

اس فرمان سے معلوم ہوا کہ اللہ کافروں کی ہرگز بخشش نہ فرمائے گا۔ یہی اس کی مشیئت ہے تو ثابت ہوا کہ اس نے یہی چاہا کہ وہ کافروں کی بخشش نہ فرمائے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ''وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَرُ''

''اور آپ خوشخبری دیں انہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے کہ ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'' [2]

اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان والوں کے لیے جنہوں نے نیک عمل کئے اور ان کے برے اعمال نہیں ہیں ان کے لیے جنت کی بشارت ہے، اور یہی اس کی مشیت ہے اور یہی اس نے چاہا اور اس کے خلاف نہیں چاہے گا، کیونکہ ''إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادُ'' یقیناً اللہ وعدہ خلافی نہیں فرماتا۔ [3]

۳۔ سورۃ المآئدۃ میں ارشاد فرمایا ''وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُم بَلْ أَنتُم بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝''

''اور کہا یہود اور نصاریٰ نے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، فرما دیجئے (اگر تم سچ کہتے ہو) تو اللہ تمہیں کیوں عذاب دیتا تمہارے گناہوں پر، بلکہ تم بشر ہو ان میں سے جنہیں اللہ نے پیدا کیا اللہ بخشے گا جسے چاہے گا اور عذاب دے گا جسے چاہے اور اللہ ہی کے لیے ہے حکومت آسمانوں کی اور زمینوں کی اور ان سب کی جو ان کے درمیان ہیں اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔'' [4]

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے قول کا ذکر کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے پیارے بیٹے ہیں، یعنی

۱...... ﴿''سورۃ محمد: الآیۃ ۳۴'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۲...... ﴿''سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۲۵'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۳...... ﴿''سورۃ آل عمران: الآیۃ ۹'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۴...... ﴿''سورۃ المائدۃ: الآیۃ ۱۸'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

ہم پر کوئی عذاب نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں باتوں کا جواب دیا ایک یہ اگر تم بیٹے ہوتے تو تمہیں دنیا کی سزائیں نہ دیتا۔ اگر تم بیٹے ہوتے تو خدا ہوتے اور تم خدا نہیں بلکہ تم اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہو کیونکہ تم بشر ہو دوسری بات یہ کہ انہیں عذاب نہ دے گا، اب صورتحال یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے یہودی اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے نصرانی تھے کچھ وہ جوان کے لیے گناہوں کی بخشش اللہ کی چاہت اور مشیئت ہے لیکن وہ لوگ جنہوں نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا ان سے پہلے کسی نبی اور رسول کا انکار کیا ان کے لیے جہنم ہے یہ بھی اللہ کی مشیت ہے تو اس آیت میں بھی انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے لیے عذاب کا کوئی ذکر نہیں۔

۴۔ اسی سورۃ المائدۃ میں ہے ''أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝''

''(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں جانا کہ (بلاشبہ) اللہ ہی کے لیے ہے مُلک آسمانوں اور زمینوں کا جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے، اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے۔'' ۱

یہ آیت بھی انبیاء اور اولیاء کرام کے متعلق نہیں، بلکہ چوری کرنے والوں اور پھر چوری سے توبہ کرنے والوں کے بارے میں ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ''وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ فَمَن تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللّٰهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝''

''اور جو مرد یا عورت چوری کریں تو ان کے (دائیں) ہاتھ کاٹ دو (یہ) ان کے کرتوت کا بدلہ عبرتناک سزا (ہے) اللہ کی طرف سے اور اللہ بڑا غالب ہے، نہایت ہی حکمت والا ہے ۝ پھر جس نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کی اور وہ اصلاح پذیر ہو گیا تو بیشک اللہ اس پر رجوع برحمت ہوگا، بیشک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝'' ۲

یہ آیات صاف بتا رہی ہیں کہ سزا چوروں کے لیے ہے اور مغفرت توبہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ لہٰذا اس آیت میں بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے لیے کسی عذاب کا ذکر ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

۵۔ سورۃ الفتح میں ارشاد فرمایا ''وَمَن لَّمْ يُؤْمِن بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝''

''ہر جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو بیشک ہم نے منکروں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے ۝ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے'' ۳

۱...... ﴿''سورۃ المائدۃ: الآیۃ ۴۰'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۲...... ﴿''سورۃ المائدۃ: الآیۃ ۳۸، ۳۹'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۳...... ﴿''سورۃ الفتح: الآیۃ ۱۳، ۱۴'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

اس آیت کریمہ میں صاف طور پر یہ مذکور ہے کہ اللہ کی مشیئت سے اس کا عذاب کافروں کے لیے ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں، اور اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے جو شخص اللہ اور اس کے رسول کو نہیں مانتا وہ عذاب ہی کا مستحق ہے، نہ کہ مغفرت کا۔ ہاں اگر وہ رسول کو مانے تب مغفرت کا مستحق ٹھہریگا، اس بات کو متعدد آیات قرآنیہ میں بیان فرمایا گیا ہے پہلے بیان ہو چکا۔

مزید یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝"

(اے محبوب، اہل کتاب سے) فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ [1]

اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کی اتباع سے پہلے اگر کسی نے گناہ کئے ہوں تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اس وقت معاف فرما دیتا ہے جب وہ رسول کی اتباع کرتا ہے۔ پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں کو عذاب نہیں دیا جائیگا، بلکہ ان کے لیے مغفرت ہی مغفرت ہے اس لیے "یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ" کا واضح مطلب وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور عذاب کے اسباب بیان فرما دیئے ہیں، پس مغفرت صرف ان کی ہوگی جو مغفرت کے اسباب پر عمل پیرا ہونگے اور عذاب صرف انہیں دیا جائے گا جو عذاب کے اسباب کو اپنائیں گے، یہاں اللہ تعالیٰ کی مشیئت کا ذکر ہے کہ اللہ وہی کام کرے گا جو اس کی مشیئت کے مطابق ہوگا۔ ان آیات میں قدرت کا کوئی ذکر نہیں کہ وہ کیا کر سکتا ہے اور کیا نہیں کر سکتا۔ اور یہ بات فریق مخالف کا بھی تسلیم ہے کہ اللہ کی طرف سے خلف وعد (وعدہ کی خلاف ورزی) محال ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ محال لغیرہ کہتے ہیں اور اہل سنت محال لعینہ کہتے ہیں۔

اس مسئلہ کی تفصیل میں کئی کتب و رسائل دونوں طرف سے لکھے جا چکے ہیں۔ اہل سنت و جماعت کی طرف سے مصنف انوار الساطعہ حضرت مولانا عبد السمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتب اور مولانا انوار اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے علاوہ اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل "سبحان السبوح" وغیرہ اور ان کے بعد دیگر جلیل القدر مصنفین اہل سنت کی کتب ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

میاں صاحب کے ایک اور جواب کا تفصیلی رد

میاں صاحب نے اپنے پیشوا کے کلام کو تحفظ دینے کے لیے ایک جواب یہ بھی دیا ہے، لکھتے ہیں

[1] ...... «"سورۃ آل عمران: الآیۃ ۳۱" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان»

''صاحبِ تقویۃ الایمان در ہیچ مقامے نہ نوشتہ کہ بزرگان دین و دیگر اہل تمکین در خصائل مذمومہ ہم چو چمار اند حاشا و کلا" کہ شخص ادنی ایں چنیں نمی گوید چہ جا کہ مولوی صاحب مرحوم ایں چنیں گویند''

''اعتراض تو تب ہوسکتا کہ وہ یہ لکھتے کہ انبیاء و دیگر اہل تمکین اور بزرگان دین اپنے خصائل مذمومہ میں چماروں کی طرح ہیں کلا و حاشا کہ ادنی آدمی بھی ایسا لکھے، چہ جائے کہ مولانا صاحب مرحوم ایسا لکھتے''۔ [1]

فوٹو حوالہ ﴿''فتاوی نذیریہ'' جلد اول صفحہ ۹۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

صاحب تقویۃ الایمان در ہیچ مقامے نہ نوشتہ کہ بزرگان دین و دیگر اہل تمکین در خصائل
مذمومہ ہم چو چمار اند حاشا و کلا کہ شخص ادنی این چنین نمی گوید چہ جا کہ مولوی صاحب مرحوم
این چنین گویند بر دعوے من کلام مولوی صاحب ممدوح در تقویۃ الایمان جابجا شاہد عدل است

کلام کو بگاڑ دیتے ہیں [illegible] تو شرعی لحاظ سے اس پر
یہ اعتراض ہوسکتا تھا اعتراض تو تب ہوسکتا کہ وہ یہ لکھتے کہ انبیاء و دیگر اہل تمکین اور بزرگان دین اپنے خصائل مذمومہ
میں چماروں کی طرح ہیں، کلا و حاشا کہ کوئی ادنی آدمی بھی ایسا لکھے، چہ جائے کہ مولانا صاحب مرحوم ایسا
لکھے، چنانچہ میرے اس دعوے پر تقویۃ الایمان ہی کی بہت سی عبارتیں گواہ ہیں، بطور مشتے نمونہ از خروارے

اس عبارت کا اجمالی رد پہلے گزر چکا ہے تفصیلی رد دوبارہ پیش ہے

(الف) کیا زبردست بات کہی گئی ہے اگر اس گروہ کا امام (یعنی اسماعیل دہلوی) خصائلِ مذمومہ میں انبیاء اور اولیاء کو چمار کی طرح لکھتا تو توہین ہوتی لیکن جناب والا اسماعیل دہلوی صاحب نے تو چمار کی طرح نہیں بلکہ چمار سے زیادہ لکھا ہے۔ ملاحظہ کیجئے'' تقویۃ الایمان صفحہ ۴۱ مطبوعہ سعودیہ، تقویۃ الایمان صفحہ ۲۳ مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور'' اگر عقل جہاں میں چھٹی نہیں کر گئی تو اس کلام کا توہین ہونا اور زیادہ واضح ہے۔

(ب) میاں صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کو چماروں کے خصائلِ مذمومہ میں برابر قرار دینا توہین ہے، بلکہ لکھتے ہیں کہ ''انبیاء اور اور دیگر اہل تمکین اور بزرگان دین اپنے خصائل مذمومہ میں''

بندہ عرض گزار ہے مسلمانوں کے نزدیک تو انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے خصائل مذمومہ نہیں ہوتے۔ غور تو فرمائیں! کہیں آپ نے انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی توہین تو نہیں کردی؟

(ج) میں پھر عرض کروں گا کہ انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے لیے تو ہم کوئی خصلت مذمومہ نہیں مانتے مگر غور

---

[1]...... ﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۹۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

فرمائیں، ذلت تو واقعی خصلت مذمومہ ہے جو ایک مشرک ہندو چوہڑے چمار میں مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں کے نزدیک پائی جاتی ہے۔ اور میاں صاحب کے پیشوا نے انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے چمار کی خصلتِ مذمومہ مان کر اور چمار سے زیادہ انہیں ذلیل بھی کہہ دیا ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اگر یہ انبیاء کی تعظیم ہے تو صحیح عقل والے حضرات فیصلہ کریں کہ پھر توہین کیا ہوگی؟

(د) میاں صاحب نے آگے چل کر اپنے اسی فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ان کے مذہبی پیشوا اسماعیل دہلوی صاحب پر مذکورہ عبارت کے باعث کچھ علماء نے سوالات کیے تھے جن میں ایک ''عبداللہ بغدادی'' تھے۔ ان جوابات کو اگر پڑھ لیا جائے تو اعتراضات کی قلعی خود بخود کھل جائی گی۔ میاں صاحب نے وہ رسالہ لفظ بلفظ اپنی کتاب میں دے دیا اور ان کے مترجم نے اس کا ترجمہ بھی کر دیا ہے۔

آیئے! ہم دیکھتے ہیں کہ اس رسالہ میں خود مصنف تقویۃ الایمان نے اپنی صفائی میں کیا بیان کیا ہے تا کہ حق وانصاف کی روشنی میں ہم کسی کا حق مارنے کے مرتکب نہ ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ کسی مصلحت سے میاں صاحب نے سوال کی عبارت نہیں لکھی اور اب مطبوعہ خط دستیاب نہیں اس لیے سائل کا حق مارا جا رہا ہے بہر حال اتنی بات تو جواب سے واضح ہے کہ سائل کو چمار سے زیادہ ذلیل کہنے پر اعتراض ہے اسی لیے میاں نذیر حسین صاحب ہمارے اس اعتراض کے جواب میں یہ خط سامنے لے آئے ہیں۔ اب دہلوی صاحب کا جواب پڑھیئے! لکھتے ہیں

''وَمَعَ ذٰلِکَ قَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِنَبِیِّہٖ فِی الْقُرْآنِ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَلَا یَخْفٰی اَنَّ الْمُخَاطَبِیْنَ بِقَوْلِہٖ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ھُمُ الْمُشْرِکُوْنَ فَکَیْفَ مَثَّلَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْبَشَرِیَّۃِ نَبِیَّہٗ بِالْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ ثَبَتَ نَجَاسَتُھُمْ فِی الْقُرْآنِ حَیْثُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامِ، وَالْاَصْنَامِ مِنْ حَیْثُ اَنَّھَا اَحْجَارٌ وَّ جَمَادَاتٌ لَا نَجَاسَۃَ فِیْھَا وَاِلَّا یَلْزَمُ اَنْ یَّکُوْنَ کُلُّ حَجَرٍ نَجَسًا اِنَّمَا النَّجَاسَۃُ فِیْھَا بِسَبَبِ الْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ صَوَّرُوْھَا وَجَعَلُوْھَا مَعْبُوْدِیْنَ فَالْمُشْرِکُوْنَ اَشَدُّ نَجَاسَۃً مِّنَ الْاَصْنَامِ فَافْھَمْ وَتَاَمَّلْ'' (متن کے نیچے میں ترجمہ یوں کیا گیا)

''یہ تو آپ کو تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیں میں تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ اور یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ ''مِثْلُکُمْ'' کے مخاطب مشرک لوگ ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے بشریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکوں کے ساتھ کیوں تشبیہ دیدی، حالانکہ خود خداوند تعالیٰ نے مشرکوں کی نجاست قرآن مجید میں ''اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ'' کہہ کر بیان کر دی ہے۔ باقی رہا بتوں کا معاملہ تو ان میں

نجاست ذاتی نہیں ورنہ تمام پتھر ناپاک ہوتے حالانکہ ایسا نہیں ہے ان میں جو نجاست آئی ہے وہ مشرکوں کے عمل سے آئی ہے، تو معلوم ہوا کہ مشرک بتوں سے بھی زیادہ ناپاک ہیں اور پھر بھی خدا تعالیٰ نے آنحضرت کو مشرکوں سے تشبیہ دی ہے"۔[1]

فوٹو حوالہ ﴿"فتاوی نذیریه" جلد اول صفحہ ۱۰۱،۱۰۲۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

لہ الجوم فی تفصیل الاجمال دمع ذلک ثم قال الله تعالیٰ لنبیہ فی القرآن قل
انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰهکم اله واحد" ولا یخفی ان المخاطبین بقوله انما
انا بشر مثلکم هم المشرکون فکیف مثل الله تعالیٰ فی البشریة نبیه بالمشرکین الذین
ثبت نجاستهم فی القرآن حیث قال الله تعالیٰ انما المشرکون نجس فلا یقربوا
المسجد الحرام والاصنام من حیث انها احجار و جمادات لا نجاسة فیها والا
یلزم ان یکون کل حجر نجسا انما النجاسة فیها بسبب المشرکین الذین صوروها

جعلوها معبودین فالمشرکون اشد نجاسة من الاصنام فهم تامل ان قبل

اس کی تفصیل کر دی جائے، تو اس میں جرم کیا ہے، اور اس کی دلیل اور کیا درکار ہے؟ یہ تو آپ کو تسلیم ہے کہ اللہ تعالےٰ
نے قرآن مجید میں فرمایا ہے، کہ آپ کہہ دیں میں تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں، میری طرف وحی آتی ہے، کہ تمہارا معبود
ایک ہی ہے" اور یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، کہ متکلم کے مخاطب مشرک لوگ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بشریت میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکوں کے ساتھ کیوں تشبیہ دیدی۔" حالانکہ خود خداوند تعالیٰ نے مشرکوں کی نجاست قرآن مجید

ملزم کے بیانِ صفائی کا خلاصہ

دہلوی صاحب کے (اپنی صفائی کے) بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ بت نجس ہیں اور مشرک ان سے زیادہ نجس ہیں اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مشرکوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشبیہ دی ہے لہٰذا (بزعم خویش) دہلوی صاحب کا دعوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیاء بڑی مخلوق ہیں۔ وہ دہلوی صاحب کے بقول اللہ کے نزدیک (نعوذ باللہ) چمار سے زیادہ ذلیل ہیں (معاذاللہ) یہ دعوی ثابت قرار پایا۔

[1]...... ﴿"فتاوی نذیریه" (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۱۰۱،۱۰۲۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

ہم نے پہلے تو یہ بات کہنی ہے کہ میاں صاحب نے اس مکتوب کو اس لیے پیش کیا تھا کہ ان کے پیشوا اس اعتراض سے بری ہیں کہ چمار سے زیادہ ذلیل کہہ کر انہوں نے کسی گستاخی کا ارتکاب کیا ہو کیونکہ گستاخی تب ہوتی جبکہ وہ یہ کہتے کہ انبیاء عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مشرکوں کی خصال مذمومہ میں ان کے برابر ہیں۔ یعنی چمار سے زیادہ ذلیل کہنا گستاخی نہیں حالانکہ ان سے زائد ہونا تو بطریقِ اولی توہین ہوگا۔ اس لیے یہ دلیل خود ان کے خلاف نکلی۔

علاوہ ازیں دہلوی صاحب پر الزام تھا کہ دہلوی صاحب نے ہر بڑے کو چمار سے ذلیل کہہ کر انبیاء عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی توہین کی مگر صفائی میں اس الزام علیہ نے جو بیان پیش کیا اس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بشریت میں مشرکین سے تشبیہ دی جو نجس بتوں سے بھی زیادہ نجس ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ "بشر مثلکم" کہلوائے تو دہلوی صاحب ادنی منکم کیوں نہ کہے۔ خدا جب دین لیتا ہے تو عقل بھی ماری جاتی ہے۔

اب اہل انصاف غور کریں کہ ذلت ایک خصلت مذمومہ ہے اور نجاست دوسری خصلتِ مذمومہ۔

الزام علیہ نے اپنی صفائی کے بیان میں نہ صرف یہ کہ پہلی خصلت مذمومہ کا انکار کیا بلکہ ایک اور خصلت مذمومہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیا۔ اس سے جرم پر جرم کا اضافہ تو ہو گیا لیکن برأت نہیں ہوئی۔ یاد رہے کہ ہر ذلیل نجس نہیں ہوتا اور نہ ہر ذلت نجاست ہے۔ پھر میاں صاحب کا یہ فرمانا (جسے آپ ماقبل ومابعد کے ساتھ پہلے ملاحظہ فرما چکے)

"اعتراض تو تب ہو سکتا کہ وہ (ان کے مذہب کا پیشوا) یہ لکھتے کہ "انبیاء علیہم السلام اور دیگر اہل تمکین اور بزرگانِ دین اپنے خصائل مذمومہ میں چماروں کی طرح ہیں" [1]

تو جناب عالی! عرض ہے کہ ذلت بھی خصلت مذمومہ ہے اور نجس ہونا بھی خصلت مذمومہ ہے۔ میاں صاحب نے دو خصال مذمومہ جو مشرکوں کی تھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اور ہمیں یہی اعتراض تھا، اور اب میاں صاحب نے یہ کہہ کر کہ "ایسی صورت میں اعتراض صحیح ہوتا" اور اپنے پیشوا کے خلاف ہمارے اعتراض کے حق میں گواہی دے کر اس کے توہین ہونے کی رجسٹری کر دی۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کے استدلال کا رد

استدلال یہ کیا گیا ہے کہ مشرکوں جیسا بشر کہنے سے ان کی نجاست میں تشبیہ ہو جاتی ہے۔ ہمیں اس پر اعتراض ہے

---

[1] ﴿"فتاوی نذیریہ" (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۹۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

اس لیے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کہلوائی بلکہ خود کہی ہے، جبکہ نبی مکرم، رسول محتشم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ تواضع نہیں فرمایا بلکہ بیانِ حقیقت کے لیے یہ فرمایا، تب بھی دہلوی صاحب کا مقصود اس سے حاصل نہیں ہوتا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مشرکوں کی خصلت مذمومہ شرک ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی کا رد فرما رہے ہیں اور اسی بات سے مشرکین برافروختہ ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے فرما سکتے ہیں کہ میں بھی شرک میں تمہارے جیسا ہوں۔ یہ بات نہ صرف اندازِ عبارت کے مخالف ہے بلکہ عقل اور طریقۂ گفتگو کے بھی خلاف ہے۔ اسماعیل دہلوی کے مکتوب بنام بغدادی میں دلائل کا دارومدار اسی آیت کریمہ پر ہے، اور میاں صاحب بھی اسی آیت سے اپنے مدعا کے اثبات کا زور لگا رہے ہیں، اسی لیے ہم نے اس آیت کی تشریح میں اور موضوع بشریت پر سیر حاصل گفتگو کی ہے جو میاں صاحب اور اسمعیل دہلوی کے مغالطہ کا شافی جواب ہے، وہ ان شاء اللہ عزوجل علیحدہ طبع ہوگی وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ (وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ)

''وَکُلٌّ اَتَوْہُ دٰخِرِیْنَ'' کی آیت سے ممکنہ اعتراض

شاید کوئی یہ اعتراض کرے کہ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے ''وَکُلٌّ اَتَوْہُ دٰخِرِیْنَ''

''اور جس دن پھونکا جاوے گا بیچ صور کے پس ڈر جاوے گا جو کوئی بیچ آسمانوں کے اور جو کوئی بیچ زمین کے ہے مگر جس کو چاہا ہے اللہ نے اور سب آویں گے آگے اس کے ذلیل ہو کر'' [1]

اعتراض یہ ہے کہ اس آیت سے دو چیزیں معلوم ہوئیں

(الف) معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن تمام انسان اللہ کے روبرو ذلیل ہو کر حاضر ہوں گے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت کسی نبی یا ولی کا کوئی استثناء نہیں۔

(ب) دوسرا آپ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذلت کا لفظ نہیں بولا لیکن یہ آیت آپ کے دعویٰ کا رد کر رہی ہے۔ کیونکہ جب ہر کوئی ذلیل ہوگا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اس میں شامل ہونگے۔

جواب

ا۔ ہمارے علماء اہل سنت نے اس ترجمہ کو رد کر دیا ہے۔ اس لیے یہ اعتراض ہمارے مسلک پر نہیں ہو سکتا۔

اعلیٰ حضرت علامہ شاہ احمد رضا خان صاحب h اس آیت کو ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

[1]...... ﴿''سورۃ النمل: الآیۃ ۸۷'' ''ترجمۃ القرآن'' ''شاہ رفیع الدین دہلوی'' مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان﴾

''اور سب اس کے حضور حاضر ہوئے عاجزی کرتے'' [1]

امام اہل سنت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''اور سب اس کی بارگاہ میں عاجزی کرتے ہوئے حاضر ہوں گے'' [2]

فوٹو حوالہ ''سورۃ النمل: الآیۃ ۸۷ '' ترجمۃ القرآن '' کنز الایمان '' مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان
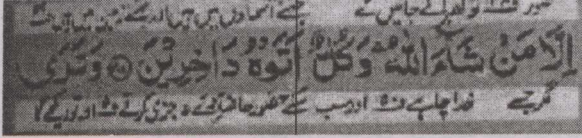
فوٹو حوالہ ''سورۃ النمل: الآیۃ ۸۷ '' ترجمۃ القرآن '' البیان '' مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان
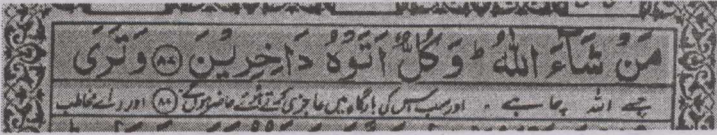
علماء اہل سنت کے علاوہ دیگر تراجم بھی ملاحظہ ہوں غیر مقلد مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب ترجمہ کرتے ہیں

''اور سب لوگ خدا کے پاس عاجزانہ حاضر ہوں گے'' [3]

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ترجمہ کرتے ہیں

''اور سب کے سب اسی کے سامنے دَبے جھکے حاضر رہیں گے'' [4]

فوٹو حوالہ ''سورۃ النمل: الآیۃ ۸۷ '' ترجمۃ القرآن '' ثناء اللہ امرتسری مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

---

[1]...... ''سورۃ النمل: الآیۃ ۸۷ '' ترجمۃ القرآن '' کنز الایمان '' (شاہ محمد احمد رضا خان المتوفی ۱۳۴۰ھ) مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان

[2]...... ''سورۃ النمل: الآیۃ ۸۷ '' ترجمۃ القرآن '' البیان '' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان

[3]...... ''سورۃ النمل: الآیۃ ۸۷ '' ترجمۃ القرآن '' ثناء اللہ امرتسری مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

[4]...... ''سورۃ النمل: الآیۃ ۸۷ '' ترجمۃ القرآن '' اشرف علی تھانوی مطبوعہ مکتبہ جدید لاہور

فوٹو حوالہ ﴿''سورۃ النمل: الآیۃ ۸۷'' ترجمۃ القرآن ''اشرف علی تھانوی مطبوعہ مکتبہ جدید لاہور﴾

فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ۭ وَکُلٌّ اَتَوْہُ دٰخِرِیْنَ

جاویں گے مگر جس کو اللہ چاہے (وہ اس گھبراہٹ سے اور موت سے محفوظ رہے گا) اور سب کے سب اسی کے سامنے دبے جھکے حاضر رہیں گے

مندرجہ بالا تراجم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ تواضع کا بیان کیا گیا ہے نہ کہ ذلیل ہونے کا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس آیت کے اول میں ''نفخ صور'' کا ذکر ہے۔

نفخ صور دو ہیں۔ایک پہلی بار کا صور پھونکا جانا اور ایک دوسری بار۔پہلی بار جب صور پھونکا جائے گا تو انسانوں میں اس وقت انبیاء کرام علیھم الصلوۃ والسلام اور دیگر مؤمنین اور اولیاء کرام اور عامی مؤمنین پہلے سے اللہ رب العزۃ کے پاس پہنچے ہوئے ہوں گے جبکہ آیۃ مذکورہ اُن لوگوں کا بیان کر رہی ہے جو اُس وقت کے صور سے متاثر ہو کر مر جائیں گے۔اوران کا یہ مرجانا اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری قرار پائے گا۔وہ مجرم ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں جانا چاہتے ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ ا نہیں زبردستی لے جائیگا۔اس لیے اس مفہوم کی روشنی میں ذلیل کی صفت انبیاء کرام اور مؤمنین کے لیے ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

اور اگر ''نفخ صور'' سے دوسرا نفخ صور مراد لیں تو پھر بھی وہاں ذلیل کا معنی درست نہیں ہوتا جس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر یہ بتایا گیا ہے کہ بروز محشر انبیاء کرام علیھم الصلوۃ والسلام کو تعظیم وتوقیر عطا فرمائی جائیگی۔اور انہیں بے خوفی ہوگی چنانچہ اِسی آیت کی ابتداء میں ہے

''آسمانوں و زمین کا ہر شخص گھبرا جائیگا سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں اللہ کی مشیت ہے کہ وہ نہ گھبرائیں''۔[1]

اس لیے یہ آیت اور اس جیسی دیگر آیات (جن کی تفصیل آگے آ رہی ہے) کو پیش نظر رکھ کر قرآن کی فہم رکھنے والے علماء ذیشان نے یہ ترجمہ کیا کہ ''وہ عاجزی کرتے ہوئے آئیں گے۔''یعنی جو ذلیل نہیں ہوں گے وہ تواضع اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے آئیں گے۔دیکھئے! مفسر شہیر امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں

''اَمَّا قَوْلُہٗ (یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ) وَفِیْہِ وُجُوْہٌ

(اَحَدُھَا) اَنَّہٗ شَیْءٌ شَبِیْہٌ بِالْقَرْنِ،وَاَنَّ اِسْرَافِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَنْفَخُ فِیْہِ بِاِذْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاِذَا سَمِعَ النَّاسُ ذٰلِکَ الصَّوْتَ وَھُوَ فِی الشِّدَّۃِ بِحَیْثُ لَا تَحْتَمِلُہٗ طَبَائِعُھُمْ یَفْزَعُوْنَ عِنْدَہٗ وَیَصْعَقُوْنَ وَیَمُوْتُوْنَ وَھُوَ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی (فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ) وَھٰذَا قَوْلُ الْاَکْثَرِیْنَ

[1]......﴿''سورۃ النمل: الآیۃ ۸۷'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

(وَثَانِيهَا) يَجُوزُ اَنْ يَّكُوْنَ تَمْثِيْلًا لِدُعَاءِ الْمَوْتٰى فَاِنَّ خُرُوْجَهُمْ مِّنْ قُبُوْرِهِمْ كَخُرُوْجِ الْجَيْشِ عِنْدَ سِمَاعِ صَوْتِ الْآلَةِ

(وَثَالِثُهَا) اَنَّ الصُّوَرَ جَمْعُ الصُّوْرِ وَجَعَلُوا النَّفْخَ فِيْهَا نَفْخَ الرُّوْحِ وَالْاَوَّلُ اَقْرَبُ لِدَلَالَةِ الظَّاهِرِ عَلَيْهِ وَلَا مَانِعَ يَّمْنَعُ مِنْهُ'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''التفسير الكبير'' جزء۲۴ صفحہ۲۱۹،۲۲۰۔مطبوعہ بیروت﴾

أما قوله (ويوم ينفخ في الصور) ففيه وجوه: (أحدها) أنه شيء شبيه بالقرن، وأن إسرافيل عليه السلام ينفخ فيه بإذن الله تعالى، فاذا سمع الناس ذلك الصوت وهو في الشدة بحيث لا تحتمله طباعهم يفزعون عنده ويصعقون ويموتون. وهو كقوله تعالى (فاذا نقر في الناقور) وهذا قول الأكثرين (وثانيها) يجوز أن يكون تمثيلا لدعاء الموتى فإن خروجهم من قبورهم كخروج الجيش

عند سماع صوت الآلة (وثالثها) أن الصور جمع الصورة وجعلوا النفخ فيها نفخ الروح والأول أقرب لدلالة الظاهر عليه ولا مانع يمنع منه.

اس آیت (يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ) میں نفخ صور کے چند معنی ہیں ایک یہ کہ وہ سینگ سے ملتی جلتی کوئی چیز ہے اور اسرافیل علیہ السلام اللہ کے اذن سے اس میں پھونک ماریں گے، اور وہ ایسی سخت ہوگی کہ اہل دنیا کی طبیعتیں اس کی برداشت نہ کرسکتی ہوں گی، لوگ جب وہ آواز سنیں گے تو گھبرا جائیں گے، بے ہوش ہونے کے بعد مرجائیں گے۔اس معنی سے یہ آیت کریمہ ''فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ'' کے معنی میں ہوگئی اور اکثر علماء امت کا یہی قول ہے۔اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ نفخ صور زندوں کو مارنے کے لیے نہ ہوگا بلکہ مرجانے کے بعد ان کو بلانے کے لیے ہوگا کیونکہ ان کا اس آلے میں سے نکلنے والی آواز کے وقت اپنی قبروں سے نکلنا کسی لشکر کے نکلنے کی طرح ہوگا۔تیسرا یہ کہ لفظ ''صُوَر'' لفظ ''صُوْر'' کی جمع ہے، جو لفظ صورۃ کی جمع ہے اور یہاں نفخ سے مراد نفخ روح ہے (یعنی مرنے کے بعد جب دوبارہ ان میں روح پھونکی جائے گی) لیکن قرآن کے زیادہ قریب پہلا قول ہے (یعنی نفخ اولیٰ کا صور ہونا) اس لیے کہ ظاہر کلام کی دلالت اسی پر ہے اور کوئی چیز اس کو روکنے والی نہیں۔

آگے چل کر امام رازی نفخ صور کی ان تینوں تشریحات کے پیش نظر ''داخر'' کے تین معنی کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ

''الدخر: الصاغر'' [2]

داخر کا معنی صاغر ہوگا، یعنی پہلے قول کے پیش نظر کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب صور اس لیے پھونکا جائے گا

[1]......﴿''التفسير الكبير'' (فخر الدين الرازی المتوفی ۶۰۶ھ) جزء۲۴ صفحہ۲۱۹،۲۲۰۔مطبوعہ بیروت﴾

[2]......﴿''التفسير الكبير'' (فخر الدين رازی المتوفی ۶۰۶ھ) جزء۲۴ صفحہ۲۲۰۔مطبوعہ بیروت﴾

کہ سب مرجائیں جونہیں مرنا چاہتا ہوگا اس کو مجبوراً مرنا ہوگا۔اور اس وقت مومن نہیں ہوں گے تو کافروں کی اس طرح کی موت ان کے لیے ذلت ہوگی۔

دوسرا قول یہ بیان کیا ''مَعْنَی الْاِ تْیَانِ حُضُوْرُهُمُ الْمَوْقِفَ بَعْدَ النَّفْخَةِ الثَّانِیَةِ'' [1]

ان کے آنے کا مطلب دوسری بار صور پھونکنے کے بعد قیامت کے میدان میں حاضر ہونا ہے یعنی ''اَتَوْهُ دَاخِرِیْنَ'' سے مراد یہ ہو کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع لائیں گے اور اس کی ذات کے لیے فرمانبردار رہیں گے تو دوسرے قول میں مراد یہ ہوگی کہ وہ میدان محشر میں حکم مانتے ہوئے حاضر ہوں اور یہ بھی فرماں برداری اور تواضع کا معنی ہے۔

تیسرا قول بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ''وَیَجُوْزُ اَنْ یُّرَادَ رُجُوْعُهُمْ اِلَی اَمْرِ اللّٰهِ وَانْقِیَادِهِمْ لَهٗ'' [2]

ممکن ہے کہ اس آیت سے یہ مراد لیا جائے کہ لوگ دنیا و آخرت میں اللہ کے (تکوینی) امر کی جانب رجوع لائیں گے اور اس کی فرماں برداری کریں گے۔

فوٹو حوالہ ''التفسیر الکبیر'' جزء ۲۴ صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰۔ مطبوعہ بیروت

على اللفظ والداخر والدخر الصاغر، وقيل معنى الإتيان حضورهم الموقف بعد النفخة الثانية،
ويجوز أن يراد رجوعهم إلى أمر الله وانقيادهم له.

تو پہلا معنی جو صغار و ذلت ہے صرف ان کے لیے ہوگا جو کافر ہوں گے، اور پہلی بار صور پھونکنا انہیں مار ڈالے گا، اور یہ ان کی ذلت ہے۔اور دوسرا معنی دوسرے نفخ کے متعلق ہے تو یہ مختلف لوگوں میں مختلف ہوگا کچھ لوگ راضی خوشی جھکتے اور انکساری کرتے ہوئے آئیں گے وہ متواضع ہیں، اور کچھ دوسرے لوگ دل سے نہ چاہنے کے باوجود بھی جھکتے ہوئے آئیں گے، عاجزی دونوں کررہے ہوا [illegible] گے لیکن عاجزی کرنا عام ہوگا، کافروں ذلت کی وجہ سے عاجزی کررہے ہوں گے اور مومن راضی خوشی عبادت اور اظہارِ توا[illegible] پہلے بیان کرد[illegible] لیے اس نفخہ ثانیہ کے پیش نظر یہ دوسرا معنی جو اظہار تواضع کے لیے ہے درست قرار پائے گا۔

[illegible]ہا ذکر ہونے والی آیہ اس سے مراد نفخ اُولیٰ ہے جو صرف کافروں پر واقع ہوگا، وہ ان کے نزدیک ذلت ہوگا، لیکن ان میں سے الی بڑی گھبراہٹ [illegible] مٰوات '' بھی تھے اور وہ پہلے اللہ کے حضور حاضر ہیں، اس لیے اگر ان کے شمول مانا جائے تو پھر بھی تواضع کا ہی تصفیہ ح ہوگا، چاہے تواضع کا اظہار دل سے جیسا کہ آسمان والے کریں گے، یا تواضع کا اظہار مجبوری کے

[1]...... ''التفسیر الکبیر'' (فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ ھ) جزء ۲۴ صفحہ ۲۲۰۔ مطبوعہ بیروت
[2]...... ''التفسیر الکبیر'' (فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ ھ) جزء ۲۴ صفحہ ۲۲۰۔ مطبوعہ بیروت

ساتھ ہو، جیسا کہ زمین والوں کا حال ہوگا۔ پس حقائق ودلائل کی روشنی میں ذلیل ہونا صحیح معنی نہ ہوا، بلکہ عاجزی کرتے ہوئے آنا صحیح معنی قرار پایا۔

۲۔ مزید عرض ہے کہ یہ وصف قرآن مجید میں حضور علیہ وسلم صلی اللہ کے لیے نہیں بلکہ عامۂ کفار کے لیے ہے کیونکہ کلام پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ''

''اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو گھبرا جائیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں مگر جسے اللہ چاہے۔''[۱]

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ وہ ہوں گے جنہیں دوبارہ زندہ ہونے کے بعد خوف اور گھبراہٹ لاحق ہو گی اور کچھ وہ ہوں گے جنہیں اس وقت خوف اور گھبراہٹ لاحق نہیں ہوگی۔ جن لوگوں کو خوف اور گھبراہٹ لاحق ہوگی وہی لوگ ذلیل ہو کر حاضر ہوں گے۔ ظاہر ہے جس پر کوئی خوف نہ ہو، کوئی گھبراہٹ نہ ہو وہ کیسے ذلیل شمار کیا جاسکتا ہے؟ اس خوف اور گھبراہٹ کو قرآن مجید میں ''فَزَع'' کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ''

''جو نیکی لائے تو اس کے لیے اس سے بہتر (جزا) ہے اور وہ (لوگ) اس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔''[۲]

اس آیتِ کریمہ میں '' اَلْحَسَنَةُ '' کا لفظ ہے '' اَلْحَسَنَاتِ '' کا نہیں وہ ایک نیکی جو قیامت میں بڑا کام دے گی وہ ایمان ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ اللہ کی بارگاہ میں ایمان لے کر آئیں گے، انہیں اس ایمان کی وجہ سے وہاں خیر حاصل ہوگی یعنی انہیں کسی شر کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا کیونکہ ''وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ'' وہ اس دن گھبراہٹ سے (خوفزدہ نہیں بلکہ) بے خوف ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ پہلی آیت میں یہ فرمایا تھا جس دن صور پھونکا جائے گا تو آسمان اور زمین کے باقی ہر شخص پر خوف اور گھبراہٹ طاری ہو جائے گی مگر اس شخص پر کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی جس کے بارے میں اللہ کی مشیئت یہ ہوگی کہ اس پر گھبراہٹ طاری نہ ہو اور ذلیل ہو کر فقط وہی لوگ حاضر ہوں گے جن پر اس [illegible] قرآن [illegible] ط ہوگی۔ اب یہ بات مخفی رہی تھی کہ وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ گھبراہٹ سے محفوظ رکھے گا اور روکنے والی نہیں [illegible] سے بھی محفوظ ہونگے کسی نے ''جبرائیل ومیکائیل علیہما السلام'' کو مراد لیا، تو کسی نے ''حَمَلَةُ الْ[illegible]'' معنی کرتے ہوئے اور کسی نے ''سیدنا موسیٰ علیہ السلام'' کو مراد لیا، ہمیں ان میں سے کسی سے بھی انکار نہیں۔ لیکن اس آیت کے فوراً بعد [illegible] آیت کے فاصلہ سے مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو وضاحت فرمائی ہے وہ تفسیر القرآن بالقرآن ہونے کی وجہ سے [illegible] سب سے واضح

۱...... ﴿''سورۃ النمل: الآیۃ ۸۷'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

۲...... ﴿''سورۃ النمل: الآیۃ ۸۹'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

اور وسیع تر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ کوئی مَلک مقرب اس فزع میں مبتلا ہوگا، اور نہ کوئی نبی مرسل، اور نہ کوئی اور امتی جو انبیاء کرام اور رُسل عظام علیھم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لایا یہ تمام لوگ اس فزع سے مأمون ہوں گے۔ کیونکہ وہ سب اس "حسنہ" کے ساتھ اللہ ﷻ کے حضور حاضر ہوگئے جو فزع سے امان ہے اور وہ ہے "ایمان" یہ اور بات ہے کہ ہر ایک کا ایمان اور اللہ کی طاعت اس کی شایان شان ہے۔

تو "دَاخِرِیْن" کے لفظ کا اطلاق اور ذلت کا مفہوم ان حضرات کے قریب بھی نہ آسکا، چہ جائے کہ "امام الانبیاء والمرسلین، سلطان الملائکۃ والنبیین علیہ صلی اللہ وسلم کے سراپردۂ عظمت کے قریب صغر اور ذلت کا گزر ہو سکے"۔ اس سلسلے میں کئی دیگر آیات بینات اور احادیث صحیحہ بھی ہمارے اس مفہوم کی تائید کرتی ہیں۔

(الف) ارشادِ باری تعالیٰ ہے "وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰى"

"اور جو ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیئے تو (آخرت میں) اس کا بدلہ بھلائی ہے۔" [1]

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ فی الواقع ایمان اور عمل صالح سے متصف ہوں گے رب العالمین نے ان کے لیے قیامت میں حُسنی کا وعدہ فرمایا ہے اب اس آیت کے ساتھ ایک اور آیت ملا لیجئے

(ب) دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا "اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ"

"بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے نیکی کا وعدہ پہلے ہو چکا ہے، وہ اس (جہنم) سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی ہلکی سی آواز (بھی) نہ سنیں گے، اور جو (لذت) وہ چاہیں گے ہمیشہ اسی میں رہیں گے، سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی، اور فرشتے ان کے استقبال کے لیے آئیں گے (کہیں گے) یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔" [2]

پہلے بیان کردہ آیت میں یہ ارشاد تھا کہ ایمان اور عمل صالح سے متصف ہونے والوں کے لیے حُسنیٰ ہے جبکہ بعد میں ذکر ہونے والی آیت میں یہ ہے کہ جن کے لیے ہم پہلے سے حُسنیٰ کا وعدہ کر چکے ہیں ان کو (قیامت میں) واقع ہونے والی بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کر سکے گی۔ ان دونوں جملوں کو ملائیں تو منطقی شکل اول یوں بنتی ہے کہ ہر وہ جو ایمان اور عمل صالح سے متصف ہے اس کے لیے "حُسنیٰ" کا وعدہ ہے اور ہر وہ جس کے لیے "حُسنیٰ" کا وعدہ ہے انہیں یوم قیامت کی

1...... ﴿"سورۃ الکہف: الآیۃ ۸۸" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

2...... ﴿"سورۃ الانبیاء: الآیۃ ۱۰۱ تا ۱۰۳" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

فزعِ اکبر والی گھبراہٹ سے کوئی ملال اور پریشانی نہ ہوگی۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایمان اور عمل صالح سے متصف کوئی شخص قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے (جو دوسروں کو ہو رہی ہوگی) پریشان اور غمگین نہ ہوگا۔

مزید اس آیت میں ایک بات یہ بھی ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ان مسلمانوں کو آ کر یہ خوشخبری دیں گے "هٰذَا يَوْمُكُمْ" "(یہ دن تو ہے ہی تمہارا) تمہارے لیے اسی دن رحمت کا وعدہ تھا یعنی تم بالکل نہ گھبرانا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کا یہ حال ہوگا تو جن پر ایمان لانے کی وجہ سے اِن کو یہ سعادت ملی ان "مُؤْمَنٌ بِهِمْ" رسولوں اور فرشتوں کی بے فکری کا کیا عالم ہوگا؟۔

(ج) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا "اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ" "گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہونگے سوائے پرہیزگاروں کے، اے میرے بندو آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے۔"[1]

اس آیۂ کریمہ کے مطابق متقین یعنی مومنین کے ماسوا دیگر لوگ جو اللہ سے نہیں ڈرتے تھے ایک دوسرے کے دشمن ہونگے لیکن متقین مومنین ایک دوسرے سے محبت اور پیار کا اظہار کر رہے ہونگے ان پر دہشت اور گھبراہٹ کا کوئی نشان نہیں ہوگا، ذلت اور رسوائی کا ان کے قریب بھی گزر نہیں ہوگا اور گزر بھی کیسے ہو جنہیں "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ" فرمانے والا ملک الجبار رب ذوالجلال محبت بھرے کلام سے معزز فرما رہا ہے "اے میرے بندو! آج کے دن نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ ہی گزشتہ دور میں کسی کمی اور تقصیر کے باقی رہ جانے کا حزن و ملال"

خلاصۂ کلام یہ کہ مومنین، متقین پر کوئی غم اور خوف نہیں ہوگا اور کسی قسم کوئی ذلت و خواری نہ ہوگی بلکہ وہ تو مومنوں کی عظمت و شان کے جھنڈے لہرانے کا دن ہوگا۔

ایک شبہ کا ازالہ

"وَكُلٌّ اَتَوْهُ دَاخِرِيْنَ" مستقل جملہ ہے اور اس کا اِس استثناء سے کوئی تعلق نہیں بلکہ فزع اور گھبراہٹ سے جو امان یافتہ ہیں وہ فقط امان یافتہ ہیں لیکن سب کے سب اُس دن اللہ کے سامنے ذلت کی حالت میں حاضر ہونگے چاہے وہ گھبراہٹ سے امان یافتہ ہوں یا نہ ہوں؟ اس شبہ کے ازالہ میں عرض ہے کہ یہ محال ہے اس لیے کہ اس دن جبکہ مَلِكُ الجبار کی طرف سے "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ" کا ارشاد مجرموں کے دل دہلا رہا ہے بڑے بڑے دنیاوی بادشاہوں کے پتے پانی ہو رہے

---

[1] ﴿"سورۃ الزخرف: الآیۃ ۶۷، ۶۸" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

ہیں وہاں کچھ لوگ ایسے بھی موجود ہیں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی گھبراہٹ ہے۔ کیونکہ وہ ملک الجبار اپنے تمام تر رعب اور جاہ وجلال کے باوجود ان سے فرمارہا ہے کہ ''اے میرے بندو! آج تم پر کوئی نہ کوئی خوف ہے اونہ تمہیں کوئی ایسی حالت پیش آئے گی جس کے سبب تم غمگین ہو جاؤ''

شاید معترض کے خیال میں یہ ہے کہ جس طرح مجرم اس میدان میں ذلیل اور خجل وخوار ہو کر حاضر ہیں اسی طرح وہ لوگ جو امن وچین سے کھڑے ہیں وہ بھی خجل وخوار ہیں۔ آپ بتائیں اس میدان میں خواری تھی تو یہی تھی کہ ملک الجبار کا کلام پُر ہیبت مجرموں کا پِتّا پانی کر رہا ہے، ان کے جگر پھٹنے پہ آئے ہیں، دل گلے میں اٹکے ہوئے ہیں یہ تو اُن کی خواری ہے۔ امن وچین والوں پر خواری کہاں ہے؟ اللہ کے دربار میں اس طرح کا امن وچین، اور اللہ کے دربار میں دوسرں کی خواری اور ان پر خوف وگھبراہٹ ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لیے جن کو امن وچین دیا، ان کی عزت افزائی کی ہے اور عزت ذلت کی ضد ہے۔ دیکھئے '' ذَلَّ: ذُلًّا: وَذِلَّةً وَذَلَالَةً وَ مَذَلَّةً ضِدُّ عَزَّ '' (۱) یعنی ذلت اور مذلت عزت کی ضد ہے۔

فوٹو حوالہ ﴿''المنجد فی اللغة'' صفحہ ۲۳۷۔ مطبوعہ المکتبۃ الشرقیۃ بیروت﴾

ذلّ ـ ذلّ ذُلًّا وذِلّةً وذَلالةً ومَذلّةً:
ضدّ عزّ | هان. فهو ذليل وذلّان ج أذِلّاء
وأذِلّة وذِلال | و ـ ذُلًّا وذِلًّا البعيرُ:
سهل انقياده. فهو ذلول ج أذِلّة وذُلُل.

پس جن کے لیے وہاں عزت ان کے لیے ذلت بالکل نہیں کیونکہ عزت اور ذلت جمع نہیں ہو سکتے، لہٰذا یہ کہنا کہ اس بہت بڑی گھبراہٹ سے کامل امان اور پوری بے خوفی اور اللہ کی دربار میں یہ عزت پانے کے باوجود یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس ''داخر'' یعنی ذلت وخوای کی حالت میں حاضر ہیں قرآن مجید کی تکذیب قرار پائے گی۔

ایک بار پھر عرض کر دوں کہ ''کُلٌّ'' اگر چہ عموم کے لیے ہے لیکن دوسری آیات جو دلائل قطعیہ ہیں اس میں تخصیص کر کے انبیاء اور اولیاء کو اس سے باہر نکال رہی ہیں۔

''دَاخِر'' بمعنٰی ''سَهْلُ الْاِنْقِيَادِ'' سے ممکنہ اعتراض اور اس کا جواب

شاید کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ داخر کا معنٰی ذلیل کے ہوتے ہیں اور ذلیل سَهْلُ الْاِنْقِيَادِ (یعنی باسہولت فرمانبرداری کرنے والے) کے بھی آتے ہیں تو ممکن ہے کہ اس آیت میں ذلیل سے مراد سَهْلُ الْاِنْقِيَادِ ہو اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو جتنا بھی اپنی دربار میں بے خوف اور مطمئن کرے پھر بھی وہ فرمانبردار اور منقاد ہونے سے نہیں نکل سکتا۔؟ اس

۱......﴿''المنجد فی اللغة'' (لوئس معلوف المتوفی ۱۹۴۶ء) صفحہ ۲۳۷۔ مطبوعہ المکتبۃ الشرقیۃ بیروت﴾

سوال کی بناء کچھ غلط فہمیوں پر ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ

پہلی غلط فہمی

یہ ہے کہ ہمارے آقا رسول کریم علیہ صلی اللہ وسلم کے لیے لفظ ''داخر'' کے درست ہونے کو ہمارا مسلّمہ سمجھ لیا گیا ہے جبکہ قبل ازیں یہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ لفظ ''داخر'' میں رسول اللہ علیہ صلی اللہ وسلم کو شامل سمجھنا محال کو واقعی سمجھنا ہے، جو غلط ہے۔ اگر معترض اس کو غلط نہ بھی سمجھے تو بہر حال ہمارے موقف میں یہ لفظ حضور علیہ صلی اللہ وسلم کی عظمتِ شان سے کوسوں دور ہے۔ ہماری طرف سے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ علیہ صلی اللہ وسلم آیتِ کریمہ کے ''اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ'' میں داخل ہو کر فزع سے بھی مستثنیٰ ہیں اور ''اَتَوۡهُ دَاخِرِیۡنَ'' سے بھی مستثنیٰ ہیں اس کی مثال نفخ صور کے متعلق دوسری آیت ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے

''فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَصَعِقَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِیۡهِ اُخۡرٰی فَاِذَا هُمۡ قِیَامٌ یَّنۡظُرُوۡنَ'' اور صور پھونکا جائے گا تو سب بے ہوش ہو جائیں گے۔ جو آسمانوں میں اور جو زمینوں میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے ہوں گے دیکھتے ہوئے۔ [1]

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نفخ صور کے بعد ہر ایک بے ہوش ہو جائے گا لیکن جس کو اللہ کی مشیئت بے ہوش نہ ہونے دے وہ بے ہوش نہیں ہوگا پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ ''فَاِذَا هُمۡ قِیَامٌ یَّنۡظُرُوۡنَ'' تو کیا دیکھو گے کہ وہ کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ بدیہی بات ہے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی مشیئت نے بے خوف رکھا وہ تو پہلے ہی ہوش میں ہیں۔ دیکھ رہے ہیں۔ آیت کا یہ حصہ صرف اس مخلوق کا بیان ہے جنہیں بے ہوش کیا جائے گا کہ اب وہ ہوش میں آکر سب کچھ دیکھ رہے ہیں تو جس طرح ''اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ'' کے بعد والے مذکورہ جملے میں ''هُمۡ'' ضمیر جمع مذکر غائبین آئی ہے اور وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ''اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ'' کے ماسوا ہیں اسی طرح زیرِ بحث آیت میں ''اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ'' کے بعد ''کُلٌّ اَتَوۡهُ دَاخِرِیۡنَ'' میں لفظ ''اَتَوۡهُ'' مشتمل ہے ضمیر جمع مذکر غائبین پر اور اس سے مراد بھی ''اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ'' کے ماسوا ہیں یعنی ''داخر'' وہی ہوں گے جن پر فزع طاری ہوئی اور جن کو فزع سے مستثنیٰ قرار دیا گیا وہ قیامت کے دن ''داخرین'' میں شامل نہیں ہوں گے۔

دوسری غلط فہمی

یہ ہے کہ اگرچہ داخرین کا معنیٰ ذلیل درست ہے لیکن یہ غلط سمجھا گیا ہے کہ سَهۡلُ الۡاِنۡقِیَادِ ذلیل کا ترجمہ ہے۔

[1]......﴿''سورۃ الزمر: الآیۃ ۶۸'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان﴾

نہیں بلکہ ''ذَلُولٌ'' کا ترجمہ ہے۔ دیکھئے المنجد میں ہے

''ذَلَّ یَـذُلُّ باب سے دوقسم کے مصدر لائے گئے ہیں ایک ''ذُلًّا'' اور دوسرا ''ذِلَّۃً'' ہے اس کے بارے میں لکھا ہے ''ضد عز: ھان فھو ذلیل'' دوسرا مصدر ''ذُلًّا'' ور ''ذِلًّا'' ہے، وہ اونٹ کے بارے میں بولتے ہیں ''سھل انقیادہ فھو ذلول'' یعنی سدھایا ہوا ہے'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''المنجد فی اللغۃ'' صفحہ ۲۳۷ مطبوعہ المکتبۃ الشرقیۃ بیروت﴾

الكثير الطر

ذَلَّ ـُ ذَلَّ ـِ ذُلًّا وذِلَّةً وذَلالَةً ومَذَلَّةً : ضِدّ عزّ | هانَ ، فهو ذَليل ج ذُلّان وأَذِلّاء وأذِلَّة وذَلائل | ـ ذُلًّا وذِلًّا البعيرُ : سهل انقياده ، فهو ذَلُول ج أَذِلَّة وذُلُل .

قرآن مجید میں بھی یہ کلمہ اس بقرہ کے معنٰی میں استعمال کیا گیا جس کے حاصل کرنے کا بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا ارشاد ہوا ''لَا ذَلُولٌ تُثِیرُ الْاَرْضَ'' (۲) ''سدھائی ہوئی نہیں کہ زمین میں ہل چلاتی ہو'' معلوم ہوا کہ لفظ ''سَھْلُ الْاِنْقِیَادِ'' ''ذَلُولٌ'' کا ترجمہ ہے ذلیل کا نہیں۔

تیسری غلط فہمی

یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ''سَھْلُ الْاِنْقِیَادِ'' کا لفظ بولنے کو صحیح سمجھا جارہا ہے حالانکہ لفظ ذلیل کی طرح یہ لفظ بھی کسی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے شایانِ شان نہیں اس لیے کہ اس لفظ کے معنٰی میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ ''پہلے جس میں سرکشی ہو اس کی سرکشی دور کر کے اس کو سدھایا جائے اس طرح وہ تابع فرمان ہوجائے'' اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے بندوں کی سرکشی کا مطلب معصیت ہے اور ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کو معصوم مانتے ہیں اس لیے انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کے لیے ''ذَلُولٌ'' کہنا ان کی عصمت کی نفی ہوگا اور یہ صحیح نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیھم الصلوۃ والسلام فرمانبردار تو ہیں، مطیع اور منقاد بھی ہیں لیکن ''ذَلُولٌ'' نہیں یعنی پہلے کچھ عرصہ وہ اللہ کے نافرمان رہے ہوں پھر اللہ نے انہیں زبردستی اپنا فرمانبردار بنایا ہوا ایسا ہرگز نہیں **(العیاذ باللہ)** اس لیے مذکورہ بالا سوال کی بنیاد ہی جڑ سے کٹ گئی۔ الحمد للہ علی ذلك

۱..... ﴿''المنجد فی اللغۃ'' (لوئس معلوف المتوفی ۱۹۴۶ء) صفحہ ۲۳۷ مطبوعہ المکتبۃ الشرقیۃ بیروت﴾

۲..... ﴿''سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۷۱''﴾

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگر کوئی یہ کہے کہ ''دَاخِرِیْنَ'' سے مراد ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے نیچے رتبے والا سمجھ کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ اور یہی داخر کا معنیٰ ہے لہٰذا ان پر دخر اور ذلت کا معنیٰ صحیح ثابت ہو گیا۔

میں عرض کروں گا اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا رتبہ خدا سے نیچے ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ سے نیچے اور باقی مخلوق سے اوپر ان حضرات کا رتبہ ہے اس میں ''دخر'' اور ذلت کی کوئی بات نہیں۔ اپنے سے بلند مرتبہ کے سامنے دوسرا شخص ذلیل قرار پائے تو تقریباً ساری مخلوق کے ہر فرد سے اوپر کسی کا دینوی اور دینوی رتبہ ہو گا۔ چاہے وہ خود بہت ساری مخلوق سے اوپر کیوں نہ ہو، یہاں تک کہ مولوی محمد بن عبدالوہاب صاحب کے مقابل مولوی محمد اسماعیل صاحب ذلیل قرار پائینگے اور ان کے مقابل قیامت تک ان کے نظریہ کے پیروکار ذلیل قرار پائینگے، میں نہیں سمجھتا کہ سارے اسمعیلی وہابی اپنے آپ کو اور اپنے مولویوں کو ذلیل سمجھتے ہوں۔ اگر وہ اپنے آپ کو اپنے مولویوں کی نسبت ذلیل نہیں سمجھتے تو آخر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اِن لوگوں کو ضد کیوں ہے؟

میاں صاحب کی ایک اور عبارت کا جواب

میاں نذیر حسین نے مصنف تقویۃ الایمان کی اس مسئلہ میں تائید کرتے ہوئے لکھا ہے

''صمد آنست کہ محتاج کس نہ بود و ہمہ محتاج او باشند و در سلسلۂ وجود ذاتے کہ موصوف بصمدیت باشد چارہ نیست، زیرا کہ در عالم سراسر احتیاج مشاہدہ مے شود و چوں ہر چیز محتاج شد لابد ذاتے مے باید کہ احتیاج بآں منتہی شود و او محتاج دیگرے نہ باشد، والا سلسلہ احتیاج منقطع نہ شود'' (متن کے نیچے ترجمہ یوں کیا گیا ہے)

''اور صمد وہ ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سب مخلوق اس کی محتاج ہو اور کوئی ایسی ہستی ضرور ہونی چاہئے، جہاں احتیاج ختم ہو جائے ورنہ تسلسل اور دور لازم آئے گا جب باقی تمام مخلوقات اس کی محتاج ہوئی تو پھر اس کے ساتھ برابری کیسے ہو سکتی ہے۔''[1]

میاں نذیر حسین صاحب کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہمارے پیشوا نے تمام انبیاء اور اولیاء کو اللہ تعالیٰ کے روبرو ذرہ ناچیز سے کمتر اور چمار کہا ہے تو صحیح کہا ہے۔ اس لیے کہ اللہ جل مجدہ الکریم صمد ہے اور وہ بے پرواہ ہے اسے کسی سے کچھ حاصل

---

[1] ﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۷۵، ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

کرنے کی ضرورت نہیں۔ جبکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور ملائکہ تک تمام مخلوق اللہ تعالیٰ ہی سے اپنا مقصد حاصل کرتی ہے۔ میاں صاحب کے اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ سب مخلوق اس کی ضرورت مند ہے۔ مزید تفصیل سے پہلے میاں صاحب کی عبارت کا عکس ملاحظہ فرمائیں

فوٹو حوالہ ﴿''فتاوی نذیریہ'' جلد اول صفحہ ۷۵، ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرمودہ اند کہ صمد آن ست کہ محتاج کس نبود و ہمہ محتاج او باشند و این سلسلہ وجود ذو لیکے کہ موصوف بصمدیت باشد چارہ نیست زیرا کہ در عالم سلسلہ احتیاج [illegible] شود و ہمہ ہر چیز محتاج شد لابد شد کسے می باید کہ احتیاج بآن منتہی شود بواد محتاج دیگرے نباشد والا سلسلہ احتیاج منقطع نہ شود این از افادات بعض علماء از اہل تفسیر است۔

گئی ہے اور صمد وہ ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سب مخلوق اس کی محتاج ہو اور کوئی ایسی ہستی ضرور ہونی چاہیے جہاں احتیاج ختم ہو جائے [illegible] صل اللہ علیہ وسلم [illegible] گا۔

جب باقی تمام مخلوقات اس کی محتاج ہوئی تو پھر اس کے ساتھ برابری کیسے ہو سکتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ زمین اور آسمانوں میں جو کوئی بھی ہے، وہ اللہ کے پاس غلامی کی حالت میں آنے والا ہے۔ جلالین میں لکھا ہے کہ

(الف) اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ کسی کے سامنے ذلیل ہونا اور بات ہے، کسی کا ضرورت مند ہونا یہ اور بات ہے، یہ دونوں باتیں جدا جدا ہیں اس میں شک نہیں کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی ضرورت مند ہے لیکن ہر مخلوق کو بلا واسطہ اللہ سے کچھ مل جائے ایسا نہیں بلکہ اکثر مخلوق کو اللہ کسی نہ کسی واسطہ سے دیتا ہے اور وہ واسطہ محتاج الیہ ہوا۔ اُس سے لینے والے اس کے محتاج ہوئے ایک بچہ اپنے ماں باپ کا محتاج ہے، ایک پالتو جانور اپنے گھاس کھانے میں اپنے مالک کا محتاج ہے جبکہ اس بچے کے ماں باپ اور جانور کا مالک کسی اور ایسے شخص کے محتاج ہیں جو ان کے روزگار کا سبب ہے اور وہ پھر کسی اور کے محتاج ہیں تو اس طرح ظاہر میں یہ سلسلہ چلتا چلتا بڑے بڑے بادشاہوں، امیروں اور حاکموں تک پہنچتا ہے اور باطن میں یہ سلسلہ بالاتفاق ملائکہ کرام تک پہنچتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے'' فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا '' [1]

اور دوسرے مقام پر ہے'' فَالْمُقَسِّمَاتِ أَمْرًا '' (۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نعمت آتی ہے باقی مخلوق کو فرشتوں کے ہاتھ سے پہنچتی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

تاہم ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ باطن میں ہر مخلوق کو وہ فرشتے ہوں یا انسان یا کچھ اور اللہ تعالیٰ کی عطا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچتی ہے۔ اس عقیدہ کو اگرچہ میاں صاحب کے طبقہ کے لوگ نہیں مانتے، لیکن احادیثِ شریفہ اس کی

[1] ...... ﴿''سورۃ النزعات: الآیۃ ۵''﴾ ۲ ...... ﴿''سورۃ الذاریت: الآیۃ ۴''﴾

تائید کرتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ'' (۱) سوائے اس کے نہیں کہ بانٹنے والا فقط میں ہوں۔

ویسے تو ہر شخص کوئی نہ کوئی چیز بانٹتا ہے پھر سرکار علیہ صلی اللہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں ہی قاسم بنایا گیا ہوں یہ ہمارے مقصد کی تائید کرتا ہے کائنات میں اللہ تعالیٰ جو نعمتیں تقسیم فرماتا ہے۔ فرشتوں کے ہاتھ سے ان تک پہنچتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کو وہ نعمتیں سیدنا رسولِ کریم علیہ صلی اللہ وسلم کے واسطے سے عطا فرماتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ علیہ صلی اللہ وسلم اللہ کی ہر نعمت کو بانٹنے والے ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا ''وَاللّٰهُ الْمُعْطِیْ وَاَنَا الْقَاسِمُ'' ۲

فوٹو حوالہ ﴿''الصحیح البخاری'' جلد اول صفحہ ۴۳۹۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

فسميته القاسم فقالت الانصار لا نكنيك ابا القاسم ولا ننعمك عينا فقال النبي صلى الله عليه وسلم احسنت الانصار
تسموا باسمي ولا تكتنوا بكنيتي فانما انا قاسم حدثنا حبان بن موسى نا عبد الله عن يونس عن
الزهري عن حميد بن عبد الرحمن انه سمع معاوية يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من يرد الله به
خيرا يفقهه في الدين والله المعطي وانا القاسم ولا تزال هذه الامة ظاهرين على من خالفهم حتى
يأتي امر الله وهم ظاهرون حدثنا محمد بن سنان ثنا فليح ثنا هلال عن عبد الرحمن بن ابي عمرة
عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما اعطيكم ولا امنعكم انما انا قاسم اضع حيث
امرت حدثنا عبد الله بن يزيد ثنا سعيد بن ابي ايوب ثني ابو الاسود عن ابن ابي عياش
واسمه النعمان عن خولة الانصارية قالت سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول ان

تو جو لوگ جس کے ہاتھ سے لے رہے ہیں وہ لینے والے محتاج اور بانٹنے والا محتاج الیہ ہوا۔ نتیجہ یہ کہ رسول اللہ علیہ صلی اللہ وسلم کو اللہ کی احتیاج ہے اور باقی تمام مخلوق رسول اللہ کی محتاج ہے اللہ حضور کا محتاج الیہ ہے اور نبی کریم علیہ صلی اللہ وسلم باقی مخلوق کے محتاج الیہ ہیں اگر محتاج الیہ کا وصف عزت ہے تو رسول اللہ علیہ صلی اللہ وسلم کے لیے عزت ثابت ہوگئی اور آپ علیہ صلی اللہ وسلم کے نیچے ہر محتاج الیہ کی عزت ثابت ہوگئی۔

(ب) عزت اور ذلت ایک دوسرے کی ضد ہیں دونوں ایک مکان میں جمع نہیں ہو سکتیں ہاں ایک دوسرے کی نقیض نہیں ہیں کہ دونوں مرتفع ہو سکتے ہوں۔ لہذا اللہ تعالیٰ عزت والا ہے، اور رسول اللہ علیہ صلی اللہ وسلم بھی عزت والے ہیں، اور تمام محتاج الیہ عزت والے ہیں ان میں سے کوئی ذلت والا نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ عزت ذلت کی نقیض نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص ذلیل نہ ہو اور عزیز بھی نہ ہو، دیکھیے ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ'' ''کہیے اے اللہ ملک کے مالک تو سلطنت دیتا ہے جسے چاہے، اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔'' ۳

۱.....﴿''الصحیح البخاری'' (ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد اول صفحہ ۴۳۹۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

۲.....﴿''الصحیح البخاری'' (ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد اول صفحہ ۴۳۹۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

۳.....﴿''سورۃ آل عمران: الآیۃ ۲۶'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جس کو چاہے عزت دے، جس کو چاہے ذلت دے یہاں بالبداہت ایک تیسرا طبقہ بھی ہے جو بادشاہی حاصل کر کے عزت مند بھی نہیں ہوا اور نہ وہ ایسا شخص ہے کہ پہلے بادشاہ تھا پھر اس سے بادشاہی چھن گئی بلکہ وہ متوسط الحال شخص ہے نہ وہ بادشاہ ہے نہ بادشاہی چھینا ہوا۔

علی ہٰذا القیاس ایک ایسا شخص ہے جو سب پر غالب اور حکمران ہے اور ایک ایسا شخص ہے جو غریب سے غریب لوگوں کا محکوم ہے ان کی بازاروں، گلیوں کی صفائی کرتا رہتا ہے اس کے ذلیل ہونے میں کوئی شک نہیں اور اس حکمران کے عزیز ہونے میں بھی کوئی شک نہیں۔ لیکن یہاں ایک متوسط الحال طبقہ بھی ہے جو نہ تو حکمران ہے اور نہ کسی کا محکوم، بلکہ ایک متوسط درجہ کا تاجر ہے تو ایسا شخص نہ ہی ذلیل ہے اور نہ ہی عزیز بلکہ متوسط، اس سے ذلت اور غلبہ دونوں مرتفع ہیں۔ ثابت ہوا کہ عزت ذلت کی نقیض نہیں بلکہ ضد ہے۔ لیکن جہاں عزت ہوگی اس کو ذلیل نہیں کہہ سکتے اور جہاں ذلت ہوگی اس کو عزیز نہیں کہہ سکتے یہ ہو سکتا ہے کہ نہ کوئی عزیز ہو اور نہ کوئی ذلیل، یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی عزیز بھی ہو اور ذلیل بھی۔

اللہ تعالیٰ صاحب عزت ذاتیہ ہے اور اس نے اپنے رسول اور مؤمنین کو اپنی عزت کا عکس اور پرتو عطا فرمایا جبکہ دنیا داروں کو ظاہری دنیا کی عزت عطا فرمائی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ'' فرما کر اپنے رسول اور مؤمنین کو ذلت سے محفوظ فرما لیا۔ البتہ منافقین جو کلمہ پڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے تھے مگر دل سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتے اور دنیا کے چار پیسوں کو عزت اور کمی سرمایہ کو ذلت سمجھتے تھے حالانکہ یہ کوئی ذلت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا ''وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ'' یعنی رسول اور مؤمن عزت والے ہیں لیکن منافق عزت اور ذلت کی حقیقت کا علم نہیں رکھتے تھے اس لیے کہ وہ مالداروں کو عزت مند سمجھتے ہیں اور کمی مال پر اللہ کے لیے صابر وشاکر رہنے والے مؤمنین کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محتاج ہونے کے ساتھ مخلوق اور امت کے محتاج الیہ بھی ہیں تو عزت مند ہوئے نہ کہ (نعوذ باللہ) ذلیل۔

(ج) میاں صاحب کے دعویٰ کے مطابق تمام مخلوق عزت سے خالی ٹھہرتی ہے۔ اور میاں صاحب اپنے زعم باطل میں اس دعویٰ کو آیت ''اَللّٰهُ الصَّمَدُ'' سے ثابت قرار دے رہے ہیں، حالانکہ وہاں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ صاف ارشاد فرماتا ہے ''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ'' یہ اور دیگر آیات جو پیش کی جا چکی ہیں اور پیش ہونگی۔ رسل کرام اور مومنین کے لیے صریحاً عزت ثابت کر رہی ہیں، اگر میاں صاحب کا دعویٰ مان لیں تو قرآن کی کئی آیات کا جو صریحاً ہمارے مدعا کا بیان کر رہی ہیں انکار لازم آتا ہے اور اگر میاں صاحب کا دوسرا دعویٰ مان لیا جائے تو قرآن کی آیات میں تعارض اور اختلاف نظر آتا ہے اور ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کا ماننے والا قرآن کی مخالفت کرتا ہے۔

میاں نذیر صاحب کا ایک اور مغالطہ

لکھتے ہیں ''چہ او خالقِ مطلق و رازقِ برحق ازلاً و ابداً عزیز و قوی و مالک الملک و قاہر و غالب است'' وَلَہُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض ''(الآیۃ) وحدیث قدسی ''اَلْکِبْرِیَآءُ رِدَآئِیْ وَالْعَظْمَۃُ اِزَارِیْ'' شان عزیز السلطان اوست ۔

مراورا رسد کبریا و منی　　　کہ ملکش قدیم ست و ذاتش غنی

بخلاف مخلوق است چہ کبیر چہ صغیر پیش او جبار قدیر، ضعیف و فانی و ذلیل و حقیر جبلی است'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''فتاوی نذیریہ'' جلد اول صفحہ ۷۵، ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

پس درمیان خالق غنی و بے نیاز و مخلوق متصف بآز و نیاز چہ مناسبت و مشارکت و مقاومت و مزاحمت و منازعت و مبارزت اصلاً نیست چہ او خالق مطلق و رازق برحق ازلاً و ابداً عزیز وقوی و مالک الملک و قاہر و غالب است و لہ الکبریاء فی السموات والارض الآیۃ و حدیث قدسی الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری شان عزیز السلطان اوست ے

مراورا رسد کبریا و منی　　　کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی

فتاوی نذیریہ جلد اول　　۷۶　　کتاب الایمان والعقائد

بخلاف مخلوق چہ کبیر و چہ صغیر پیش او جبار قدیر ضعیف و فانی و ذلیل و حقیر جبلی است ے

(ترجمہ) کیونکہ وہ خالق مطلق، رازقِ برحق، ازل سے ابد تک عزت والا اور قوت والا اور مالک الملک اور قاہر وغالب ہے، قرآن مجید میں ہے ''آسمانوں اور زمینوں میں اس کی کبریائی ہے'' حدیث قدسی میں ہے ''کبریائی میری اوپر کی چادر ہے اور عظمت میری تہبند ہے'' اس کی شان عزت اور غلبے والی کے بارے میں ہے (شعر کا ترجمہ) ''اسی کو کبریائی اور میں کہنے کا حق پہنچتا ہے کیونکہ اس کا ملک قدیم ہے اور اس کی ذات غنی'' بخلاف مخلوق کے کیا بڑا اور کیا چھوٹا اس جبار قدیر کے روبرو ضعیف، مرے ہوئے، اور پیدائشی طبع میں ذلیل وحقیر ہیں''

اس عبارت میں ہمارے زیر بحث مضمون کے علاوہ کچھ اور بھی چیزیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حدیث قدسی میں ہے ''کبریائی (تکبر) میری رداء (ناف سے اوپر کا بدن چھپانے والی چادر) ہے، اور عظمت میری ازار (ناف سے نیچے کے بدن کو چھپانے والی چادر) ہے''۔

میاں صاحب کے فرقے کے پیشوا ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہما اللہ تعالیٰ کے لیے جسم وجسمانیات کے اطلاق کے

[1]...... ﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی التوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۷۵، ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

قائل ہیں۔اس عقیدہ کی تقویت کے لیے ابن قیم صاحب نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''قصیدۂ نونیہ'' رکھا، جو تفصیل چاہے وہاں دیکھے۔اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ماننے والے یہ حضرات اگر یہ کہتے کہ یہ حدیث متشابہات سے ہے تو ان کے عقیدے کے برخلاف بات ہوتی ۔ پھر اس حدیث کو پیش کرنا بھی شاید بے محل ہوتا، اس لیے اس حدیث کا فارسی ترجمہ ساتھ نہیں لکھا اور اردو ترجمہ کرنے والے کا حال دیکھئے اس نے اعتراض کی پوری عبارت ہی اُڑادی۔

بہر حال بتانا یہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ اس طرح کی احادیث کو مانتے ہوئے احتیاط کرتے ہیں پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ صحیح ہیں یا نہیں؟ اگر صحیح بھی ثابت ہو جائیں، تو پھر ہم یوں کہتے ہیں کہ اس کا جو ظاہر ہے اس سے ہم اللہ تعالیٰ کو پاک مانتے ہیں اس کا جو معنیٰ اللہ کی مراد ہے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں اور ہم اس فرقۂ مجسمہ (اللہ تعالیٰ کو جسم ماننے والوں) سے اور ان کے عقائد سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔اب آیئے اس عبارت کے اصل جواب کی جانب معترض نے اس حدیث کو پیش کیا ہے لیکن اس میں کسی لفظ کا ترجمہ یہ نہیں کہ انبیاء اور مؤمنین کو اللہ کے روبرو ذلیل مانو، اس طرح ایک آیت ''وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ '' بھی پیش کی ہے۔اس آیت کریمہ کا مکمل ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی کی زبانی سنئے جو اس فریق کا مسلّمہ ترجمہ ہے لکھتے ہیں ''اور اسی کو بزرگی بیچ آسمانوں کے اور زمین کے اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے'' [1]

اس آیت اور ترجمہ کے پیشِ نظر ذلیل کا لفظ کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا۔ ہر ایک کو پیدائشی طبع میں ذلیل وحقیر ماننا، میاں صاحب کا قرآن عظیم اور حدیث شریفہ پر افتراء ہے، قرآن وحدیث میں یہ الفاظ نہیں پائے گئے۔

فوٹو حوالہ ﴿''سورۃ الجاثیۃ: الآیۃ ۳۷'' ترجمۃ القرآن ''شاہ رفیع الدین دہلوی'' مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان﴾

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَهُ
پس واسطے اللہ کے ہے سب تعریف پروردگار آسمانوں کا اور پروردگار زمین کا پروردگار عالموں کا اور واسطے
الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
اسی کے ہے بزرگی بیچ آسمانوں کے اور زمین کے اور وہی غالب ہے حکمت والا
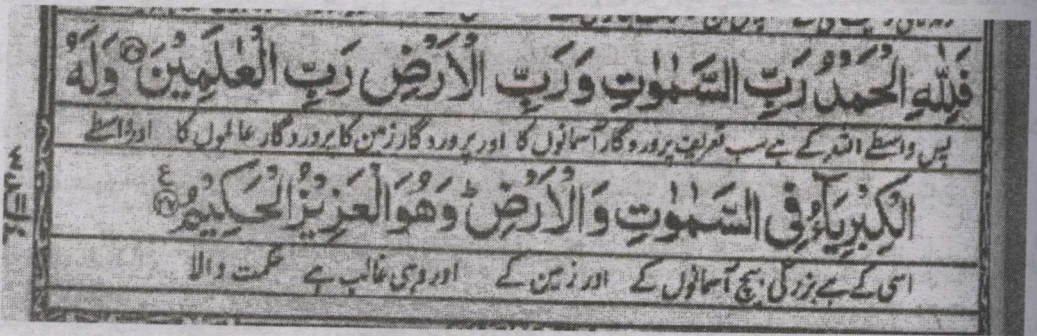
[1]...... ﴿''سورۃ الجاثیۃ: الآیۃ ۳۷'' ترجمۃ القرآن ''شاہ رفیع الدین دہلوی المتوفی ۱۲۳۳ھ'' مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان﴾

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ کی آیت سے مغالطہ

فتاویٰ نذیریہ میں میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں

''وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ'' شان اوست پس بمقابلہ چنیں شانہائے اورب العالمین واحسن الخالقین ہمہ مخلوقات لاچار وذلیل وذرہ بے مقدار وضعیف وخوار وبدست قدرت کاملہ او مجبور وگرفتار'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''فتاوی نذیریہ'' جلد اول صفحہ ۴۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

شئ قدیر الذی خلق الموت والحیوٰۃ شان اوست وھو القاھر فوق عبادہ وھو
الحکیم الخبیر شان اوست پس بمقابلہ چنیں شانہائے اورب العالمین واحسن الخالقین
ہمہ مخلوقات لاچار وذلیل وذرہ بے مقدار وضعیف وخوار وبدست قدرت کاملہ او مجبور وگرفتا
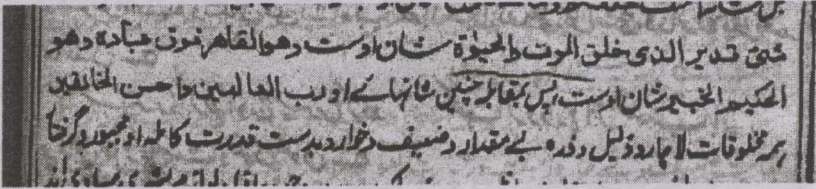
۔(ترجمہ)(میاں صاحب قرآن مجید کی اس آیت ''وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ'' سے شروع کر کے لکھتے ہیں کہ)وہ ہے قاہر اپنے بندوں پر فوقیت رکھنے والا، اور وہی ہے حکمت والا، خبر رکھنے والا ہے، اللہ وہ ہے جس کی شان یہ آیت ہے تو رب العالمین اور احسن الخالقین کی ایسی شان کے مقابلے میں تمام مخلوق لاچار و ذلیل ہے اور ذرۂ بے مقدار اور ضعیف و گرفتار ہے۔

یہاں بھی میاں صاحب نے اپنی فارسی کی عبارت میں تمام مخلوقات کو ذلیل کہہ کر قرآن مجید پر افتراء کیا ہے۔اس آیت کے کسی لفظ کا ترجمہ یہ نہیں کہ ہر مخلوق لاچار و ذلیل ہے۔اور اس افتراء کے علاوہ اگر اس معنیٰ کو مان لیا جائے تو اِس آیت کا دیگر آیات کے ساتھ تعارض لازم آتا ہے۔علاوہ ازیں میاں صاحب اپنی بات کو تقویت دینے کے لیے علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں۔حالانکہ رازی صاحب شافعی مقلد ہیں اور میاں صاحب غیر مقلد ہیں وہ جب مقلدوں کو مشرک سمجھتے ہیں تو اس عبارت کو پیش کیوں کیا؟ شاید یہی وجہ ہے کہ میاں صاحب کو حضرت رازی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا مطلب بھی سمجھ نہیں آیا میاں صاحب کی نقل کردہ مکمل عبارت بعکس یہ ہے۔

''وَقَوْلُهٗ وَهُوَ الْقَاهِرُ يُفِيْدُ الْحَصْرَ وَمَعْنَاهُ اِنَّهٗ لَا مَوْصُوْفَ بِكَمَالِ الْقُدْرَةِ وَكَمَالِ الْعِلْمِ اِلَّا الْحَقُّ سُبْحَانَهٗ وَعِنْدَ هٰذَا يَظْهَرُ اَنَّهٗ لَا كَامِلَ اِلَّا هُوَ وَكُلُّ مَنْ سِوَاهُ فَهُوَ نَاقِصٌ اِذَا عَرَفْتَ هٰذَا فَنَقُوْلُ اَمَّا دَلَالَةُ كَوْنِهٖ قَاهِرًا عَلَى الْقُدْرَةِ فَلِاَنَّا بَيَّنَّا اَنَّ مَا عَدَا الْحَقِّ سُبْحَانَهٗ مُمْكِنٌ بِالْوُجُوْدِ لِذَاتِهٖ لَا يَتَرَجَّحُ وُجُوْدُهٗ عَلٰى عَدَمِهٖ وَلَا

[1]......﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۴۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

عَدَمُهُ عَلٰى وُجُوْدِهٖ اِلَّا بِتَرْجِيْحِهٖ وَتَكْوِيْنِهٖ وَاِيْجَادِهٖ وَاِبْدَاعِهٖ فَيَكُوْنُ فِى الْحَقِيْقَةِ قَهْرُ الْمُمْكِنَاتِ تَارَةً فِىْ طَرَفِ تَرْجِيْحِ الْوُجُوْدِ عَلَى الْعَدَمِ وَتَارَةً فِىْ طَرَفِ تَرْجِيْحِ الْعَدَمِ عَلَى الْوُجُوْدِ وَيَدْخُلُ فِىْ هٰذَا الْبَابِ كَوْنُهٗ قَاهِرًا لَّهُمْ بِالْمَوْتِ وَالْفَقْرِ وَالْاِذْلَالِ وَيَدْخُلُ فِيْهِ كُلُّ مَاذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ قَوْلِهٖ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ اِلٰى آخِرِ الْآيَةِ اِنْتَهٰى مَافِىْ تَفْسِيْرِ الْكَبِيْرِ"۔ ؎۱

فوٹو حوالہ ﴿"فتاوی نذیریہ" جلد اول صفحہ ۴۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

است ثم ارباب عقل و نقل کما لایخفی علی المنصف الذکی و قولہ و القاھر یفید الحصر و معناہ انہ لا موصوف بکمال القدرۃ و کمال العلم الا الحق سبحانہ و عند ھذا الظھر انہ لا کامل الا ھو و کل من سواہ فھو ناقص اذا عرفت ھذا فنقول اما دلالۃ کونہ قاھرا علی القدرۃ فلانا بینا ان ما عدا الحق سبحانہ ممکن بالوجود لذاتہ لا یترجح وجودہ علی عدمہ و لا عدمہ علی وجودہ الا بترجیحہ و تکوینہ و ایجادہ و ابداعہ فیکون فی الحقیقۃ قھر الممکنات تارۃ فی طرف ترجیح الوجود علی العدم و تارۃ فی طرف ترجیح العدم علی الوجود و یدخل فی ھذا الباب کونہ قاھر الھم بالموت و الفقر و الاذلال و یدخل فیہ کل ما ذکرہ اللہ تعالیٰ قل اللھم مالک الملک الی آخر الآیۃ انتھیٰ ما فی تفسیر الکبیر۔

(میاں صاحب نے اپنے فتویٰ میں عبارت مذکور کو درج کیا ہے لیکن متبعین نے اس عبارت کا ترجمہ تحریر نہیں کیا جو یہ ہے)

اللہ تعالیٰ کا قول "وَهُوَ الْقَاهِرُ" حصر کا فائدہ دیتا ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کمال قدرت اور کمال علم کے اوصاف سے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی موصوف نہیں اور یہاں سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ کوئی بھی کامل نہیں مگر وہی اور جو کچھ اس کے ماسوا ہے اس میں کوئی نہ کوئی کمی پائی جاتی ہے جب تو نے یہ پہچان لیا تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قاہر ہونے کی دلالت قدرت پر ہونے کی وجہ وہی ہے جو ہم بیان کر چکے کہ حق تعالیٰ کے ماسوا ہر شئی اپنے وجود میں ممکن لذاتہ ہے اور ممکن لذاتہ کا وجود اس کے عدم پر اور اس کا عدم اس کے وجود پر راجح نہیں ہو سکتا مگر اللہ تعالیٰ کی ترجیح اور اس کی تکوین، اور ایجاد و ابداع سے۔ تو یہ امر فی الحقیقت قہر الممکنات ہوگا۔ (جو دو طرح سے ہے) کبھی عدم پر وجود کو ترجیح عطا فرمانے کی طرف سے اور کبھی وجود پر عدم کو ترجیح

؎۱...... ﴿"فتاوی نذیریہ" (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۴۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

دینے کی جانب سے، اوراسی میں داخل ہے اللہ عزوجل کا ان پر موت، فقر اور اذلال کے ساتھ غالب ہونا۔ اوراسی میں داخل ہے ہر وہ چیز جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں کیا کہ ”آپ فرمادیں اے اللہ تو مالک الملک ہے جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت والا بناتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے ذلیل بناتا ہے ہر بھلائی تیرے ید کریم میں ہے تو ہی ہر چیز پر قدرت والا ہے“۔

جواب

قارئین کرام! عام طور پر اردو اور دیگر اس سے ملتی جلتی زبانوں میں قہر کا معنی عذاب اور سخت سزا سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہاں پر اس لفظ کا معنی فوقیت ہے نہ کی سزا یا عذاب جس کا مقتضی ذلت ہے۔ جبکہ میاں صاحب اس مضمون میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تمام مخلوق اللہ کے مقابل ذلیل وخوار ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ تمام مخلوق اللہ کے دست قدرت میں گرفتار ہیں۔ میاں صاحب نے بولنے کو دو لفظ بول دیئے ہیں لیکن ان دونوں کا ثبوت نہیں دیا۔ جبکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ قاہر کے بعد ” فَوْقَ عِبَادِہٖ “ فرما کر یہ واضح کردیا ہے کہ یہاں قاہر کا معنٰی فوقیت اور غلبہ والا ہے اور مقہور کا معنٰی ماتحت اور مغلوب ہے، امام رازی شافعی کی ایک عبارت بھی لکھ دی ہے لیکن اس عبارت میں کہیں نہیں کہ ہر مخلوق اللہ کے مقابل ذلیل وخوار اور اس کی گرفت اور پکڑ میں ہیں بلکہ یہ عبارت بھی ہماری دلیل ہے۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی شافعی نے لکھا ہے

” مَعْنَاہُ اَنَّہٗ لَا مَوْصُوْفَ بِکَمَالِ الْقُدْرَۃِ وَ کَمَالِ الْعِلْمِ اِلَّا الْحَقُّ سُبْحَانَہٗ “ [1]

”اس آیت کا معنٰی یہ ہے کہ پوری قدرت اور پورے علم سے حق تعالیٰ کے سوا کوئی موصوف نہیں“۔

فوٹو حوالہ ﴿”التفسیر الکبیر“ جلد ۱۲ صفحہ ۱۷۳ ۔ مطبوعہ بیروت﴾

فقوله (وهو القاهر فوق عباده) اشارة الى كمال القدرة . وقوله (وهو الحكيم الخبير) اشارة الى كمال العلم . وقوله (وهو القاهر) يفيد الحصر ومعناه أنه لا موصوف بكمال القدرة وكمال العلم الا الحق سبحانه . وعند هذا يظهر أنه لا كامل الا هو ، وكل من سواه فهو ناقص .

جب میاں صاحب نے رازی کی عبارت کو اپنی دلیل قرار دیا تو لازماً قاہر کا معنٰی میاں صاحب کے نزدیک بھی یہی ہوا کہ ”جو قدرت اور علم میں فوقیت رکھتا ہو“ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کیونکہ ”فَوْقَ عِبَادِہٖ “ اصل میں القاہر کا بیان ہے۔

شاید کوئی یہ کہے کہ قاہر اور ”فَوْقَ عِبَادِہٖ “ دو وصف ہیں لہٰذا قاہر کا معنٰی ” فَوْقَ عِبَادِہٖ “ نہیں تو عرض ہے کہ رازی اس سے ایک ہی وصف سمجھتے ہیں۔ دیکھئے تفسیر کبیر میں امام رازی علیہ الرحمۃ فرقۂ مُجسّمہ کا یہ اعتراض نقل کرتے

[1] ......﴿”التفسیر الکبیر“ (فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ) جلد ۱۲ صفحہ ۱۷۳ ۔ مطبوعہ بیروت﴾

ہیں کہ قاہر سے مراد کمالِ قدرت اور فوقیت قدرت ہے اگر ''فَوْقَ عِبَادِہٖ'' سے بھی فوقیتِ قدرت مراد لیں تو لازم آئے گا کہ ایک ہی مطلب کو دو بار بیان کیا گیا ہے؟ امام رازی علیہ الرحمۃ اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

''کبھی کوئی قاہر تو ہوتا ہے لیکن بعض پر ہوتا ہے بعض پر نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے ''فَوْقَ عِبَادِہٖ'' فرما کر تاکیداً یہ بتادیا کہ وہ اپنے تمام بندوں پر فوقیت رکھتا ہے۔'' [1]

اور یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق پر فوقیت رکھتا ہے لیکن اس سے افضل الخلق حضرات کے لیے کوئی ذلت ثابت نہیں ہوتی۔ بلاتشبیہ وتمثیل بادشاہ کی فوقیت دیگر اعیانِ مملکت پر مسلمہ ہوتی ہے لیکن اعیانِ مملکت میں سے کوئی بھی ذلیل نہیں ہوتا ہے، لہٰذا اس سے ذلت کا اثبات مقربین بارگاہِ الوہیت اور خواص کے لیے کرنا بلا دلیل محض اور غلط ثابت ہوا۔

علامہ رازی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا مطلب

میاں صاحب اپنے زعم فاسد میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی فوقیت تمام بندوں اور تمام مخلوقات پر ہے تو انبیاء کرام اور اولیاء عظام بھی اس میں داخل ہو گئے اور رازی نے جب کہہ دیا کہ اللہ موت، فقر اور اذلال کی قدرت رکھتا ہے تو اس طرح اللہ تعالیٰ کا ذلیل کرنا تمام مخلوقات کے لیے ثابت ہو گیا تو اس میں (العیاذ باللہ) انبیاء بھی آگئے۔ اس سے میاں صاحب کو بغلیں بجانے کا موقع مل گیا۔

جواباً عرض ہے کہ میاں صاحب کے یہاں پر دو دعوے ہیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق پر بالادست، غالب، اور فوقیت رکھنے والا قاہر ہے، ہمیں اس سے انکار نہیں۔ دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو تمام مخلوق ذلیل ہے۔

یہ دعویٰ ہمارے نزدیک غلط ہے اور امام رازی کی عبارت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ افسوس ہے کہ میاں صاحب دہلوی جو حدیث کی تشریح اور اس کے پڑھانے کے ماہر کے طور پر اپنے پیروکاروں میں معروف ہیں، انہیں امام رازی جیسے ایک امتی کی عبارت کا مطلب سمجھ نہیں آیا تو ان حضرات کی حدیث فہمی کا کیا حال ہوگا۔

ہمیں علامہ رازی کی عبارت سے اتفاق ہے لیکن اِس کا وہ مطلب غلط ہے جو میاں صاحب نے لیا ہے اس لیے کہ رازی صاحب فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق پر فوقیت رکھتا ہے، لیکن اس کی فوقیت دو قسم ہے، چنانچہ امام رازی علیہ الرحمۃ کی جو عبارت میاں صاحب نے پیش کی اس میں واضح طور پر یہ تحریر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قہر یعنی غلبہ اور فوقیت دو طرح سے ہے

---

[1]...... ﴿''التفسیر الکبیر'' (فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ) جلد ۱۲ صفحہ ۱۷۳، مطبوعہ بیروت﴾

۱۔ کبھی تو وہ وجود کو عدم پر ترجیح دیتا ہے (یعنی معدوم کو زندگی بخشتا ہے اور صفات کمال علم، قدرت، عزت، غلبہ وغیرھا عطا فرماتا ہے)

۲۔ دوسری قسم قہر اور غلبہ کی یہ ہے کہ وہ وجود کو معدوم کرتا ہے اور اسی میں داخل ہے کہ اللہ ان کو موت یا فقر یا ذلت دیتا ہے۔

تو ثابت یہ ہوا کہ رازی علیہ الرحمۃ نے اللہ کے قہر اور غلبہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں اور وہ دونوں قسمیں بیک وقت ایک ہی شخص میں اکھٹی نہیں ہوسکتیں۔ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو ایک آن میں وجود عطا فرمائے اور اُسی آن میں اسے عدم بھی کردے تو اس طرح مخلوق دو قسم کی ہوگی ایک وہ جسے وجود اور کمالات وجودی یعنی حیات، علم، قدرت، غناء، عزت، سمع اور بصر عطا فرمائے اور دوسری وہ مخلوق جسے موت دی یا نقصانات یعنی جہل، عجز، فقر ہیں اور ذلت ان پر ڈال دی تو یہ دو قسمیں ہوئیں، بہر حال رازی دو قسمیں کر رہے ہیں یعنی زیر بحث امر میں جس طرح کچھ کو زندگی دی ہے اور کچھ کو موت دی۔ اسی طرح کچھ کو عزت دی اور کچھ کو ذلت۔

اسی لیے وہ فرما رہے ہیں کہ غلبہ کی یہ قسم کہ وہ عدم کو وجود پر فوقیت دیتا ہے اس میں موت دینے، فقر دینے اور اذلال کی فوقیت داخل ہے۔ ثابت ہوا کہ رازی کے نزدیک جن کو عزت دی ہے وہ عدم پر وجود کی ترجیح کے قسم میں آگئے ہیں اور انہیں کو عزت دی ہے۔ جبکہ ذلت دوسری قسم کے لوگوں کے لیے ہے تو نبی ولی پر ثابت نہ ہوئی۔

میں پھر عرض کروُنگا کہ کہ تمام بندے (انسان، فرشتے اور جن) مردہ نہیں ہیں یہ ایسی بدیہی بات ہے کہ اس سے کوئی عاقل انکار نہیں کرسکتا۔ ہاں کچھ لوگوں پر موت آتی ہے تو واضح معنٰی یہ ہوا کہ وہ کچھ لوگوں کو موت دیتا ہے اور باقیوں کو دے تو سکتا ہے لیکن موت دی نہیں۔ اسی طرح سارے لوگ تنگ دست اور فقیر نہیں بلکہ بہت سے غنی، دولت منداور مسلمان ہوں تو فقیروں کو زکوۃ دینے والے ہیں۔ یہاں بھی ثابت ہوا کہ اللہ نے اپنے ہر بندے کو رزق میں فقیر نہیں بنایا۔

یادرہے کہ امام رازی نے فقر الی اللہ نہیں کہا بلکہ صرف فقر کہا ہے جس کا متبادر فقر دُنیوی ہے۔ ورنہ فقیر الی اللہ تو تمام مخلوق واقعتاً ہے۔ رہا اذلال کا لفظ تو اس کے معنی میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ ذلول بنانے پر قادر ہے یعنی وہ لوگ جو فرعون اور نمرود جیسے ہوتے ہیں انہیں بھی قادر مطلق کے حکم کے تکوین کے سامنے بالآخر سرنگوں ہوکر موت اور بیماری، بھوک وغیرہ کے سامنے بے بس ہونا پڑتا ہے۔ جب کہ انبیاء علیھم السلام اور مؤمنین تو بہر حال اس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں کبھی بھی مقابلہ نہیں کرتے تو اس معنی سے اس قدرت کا ظہور بعض افراد میں ہوا کیونکہ ذلول وہ ہوتا ہے جس کی نافرمانی کو اس سے دور کر کے فرمانبرداد بنایا جائے۔

اذلال میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ لفظ ذلیل کرنے پر دلالت کرتا ہو۔ اور مطلب یہ ہو کہ وہ جس کو چاہے ذلیل کرنے کی قدرت رکھتا ہے تو ذلیل کرنے پر قادر ہونا اور بات ہے اور ذلیل کر ڈالنا اور بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قدرت کا اظہار بعض بندوں میں فرمایا اور بعض میں فرمائیگا۔ لیکن انبیاء علیھم السلام اور ان کے اتباع کو اپنی عزت کے نور میں چھپا کر ذلت سے دور رکھا اور فرمایا ''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ''

بہر حال علامہ رازی علیہ الرحمۃ نے یہ نہیں فرمایا کہ ساری مخلوق ذلیل ہے بلکہ اتنا لکھا ہے کہ بندوں پر موت، فقر اور اذلال اللہ کی قدرت میں ہے تو اذلال کا معنی ذلیل سے بھی لیا جائے تو موت اور فقر کی طرح اذلال بھی بعض بندوں کے لیے ہوگا اور باقی کے لیے نہیں ہوگا۔ لہٰذا انبیاء علیھم السلام اور اولیاء کرام کو ذلیل قرار دینا رازی رحمۃ اللہ علیہ پر میاں صاحب کا افتراء ثابت ہوا۔ ہمارے اس قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''اللہ کی قاہریت آیت کریمہ ''قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ'' کی تفصیل کے مطابق ہے'' [1]

اب اس آیت پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اذلال کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ثنا اس طرح نہیں کہلوائی کہ ''وَتُذِلُّ كُلَّ عَبْدٍ لَكَ'' بلکہ خود اپنی ثنا اس طرح سکھائی

''وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ'' [2]

تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ نہ تو اپنے ہر ایک بندے کو عزت دی ہے نہ ہر ایک کو ذلیل بنایا ہے۔ بلکہ کچھ بندوں کو عزت والا بنایا ہے تو وہ ذلیل نہیں ہیں بلکہ عزت والے اور غالب ہیں یعنی ان کو اپنے فضل وکرم سے اللہ تعالیٰ نے دوسروں پر غالب اور قاہر بنایا۔ اور کچھ کو ذلت والا بنایا ہے تو انہیں مقہور و مغلوب بنایا۔

نص قرآنی سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بندوں کو عزت دی ہے اور انہیں ذلت سے دور رکھا ہے۔ اور یہ ثنا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس لیے کرائی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دائمی عزت اور دائمی غلبے کی نعمت عطا فرمائی اور ہمیشہ کے لیے ذلت و مقہوریت سے امان دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر اللہ تعالیٰ کی ثنا کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے شاکر قرار پائیں اور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو اور بڑھاتا جائے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ'' (۳) اگر تم نے شکر ادا کیا تو میں تمہیں اپنی نعمت اور زیادہ دوں گا۔

۱...... ﴿''التفسیر الکبیر'' (فخر الدین رازی التوفی ۶۰۶ھ) جلد ۱۲ صفحہ ۱۷۳۔ مطبوعہ بیروت﴾

۲...... ﴿''سورۃ آل عمران: الآیۃ ۲۶﴾ ۳...... ﴿''سورۃ ابراھیم: الآیۃ ۷﴾

بہر حال امام رازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس اِذلال کی بات کر رہے ہیں وہ بقول خود اس کی تفصیل اس آیت ''وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ'' کے سپرد کر رہے ہیں۔ تو واضح ہو گیا کہ امام رازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے کو ذلیل نہیں کرتا۔ میاں نذیر حسین صاحب کا رازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ایسے سیاق میں پیش کرنا کہ جس سے یہ سمجھا جا سکے کہ رازی ہر بندے کو اللہ کا ذلیل کیا ہوا مانتے ہیں یہ حضرت رازی رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء ہے۔

علامہ راغب اصفہانی کی عبارت کا جواب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں راغب اصفہانی کی عبارت کی وضاحت بھی کر دی جائے تا کہ کل کو کوئی اسے پیش نہ کر سکے۔ تفسیر ''مفردات الفاظ القرآن'' میں ہے ''اَلْقَهْرُ: اَلْغَلَبَةُ وَالتَّذْلِيْلُ مَعًا وَيُسْتَعْمَلُ فِيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا قَالَ ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ وَقَالَ ﴿وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ﴿فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ﴾ ﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾ اَیْ لَا تُذَلِّلْ'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''اَلْمُفْرَدَات'' صفحہ ۵۳۵ کالم نمبر ۲۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرمۃ﴾

قهر : القَهْرُ الغَلَبَةُ وَالتَّذْلِيلُ مَعًا وَيُسْتَعْمَلُ فى كلِّ واحدٍ منهما ، قال : ﴿ وَهُوَ القَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ﴾ [الانعام / ١٨] وقال : ﴿ وَهُوَ الوَاحِدُ القَهَّارُ ﴾ [الرعد / ١٦] ﴿ فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴾ [الأعراف / ١٢٧] ﴿ فَأَمَّا اليَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴾ [الضحى / ٩] اى لا تُذَلِّلْ وَاقْهَرَهُ سَلَّطَ عليه مَنْ يَقْهَرُهُ ، وَالقَهْقَرَى المَشْيُ إلى خَلْف .

''لفظ ''قہر'' غلبہ اور صرف تذلیل کے معنی دونوں کے لیے یکساں وضع کیا گیا ہے، اور اس کا استعمال ان دونوں میں سے ہر ایک معنی میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ'' وہ اپنے بندوں پر قاہر ہے۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے ''وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ'' اور وہی واحد قہار ہے۔ اور اس طرح قرآن مجید میں ہے ''اِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ'' فرعون نے کہا کہ ہم ان پر قاہر ہیں، اور قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ ''فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ'' رہا یتیم اس پر قہر نہ کرو یعنی اس کی تذلیل نہ کرو۔''

علامہ راغب اصفہانی کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ قہر کا لفظ دو معنوں میں مشترک ہے۔ غلبہ اور تذلیل کے معنی میں

[1] ﴿''اَلْمُفْرَدَات'' (حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی التوفی ۵۰۲ھ) صفحہ ۵۳۵ کالم نمبر ۲۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرمۃ﴾

وہ کبھی اس معنی میں آئے گا اور کبھی اُس معنی میں آئے گا۔ لیکن جس معنی میں بھی وہ آئے، اس میں بہر حال وہ حقیقت ہوگا۔ مجاز نہ ہوگا۔ اور نہ ہی مشکک ۔ کہ پہلے حقیقت کو مراد لیا جائے یا اس کے افراد میں سے تبادرِ ذہنی پہلے کسی ایک کی طرف ہوتا ہو، اور دوسرے مرتبہ میں اس کے دوسرے افراد کی جانب۔

لفظ غلبہ، تذلیل سے زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ اس میں نعمت دینا اور نعمت چھیننا، رزق بڑھانا یا کم کرنا، مؤمن کو ایمان دینا، جنتی کو جنت دینا، کافر کو جہنم میں ڈالنا، غرض کہ علی کل شیء قدیر ہونا اور قدیر ہونے کے ساتھ بالفعل پوری کائنات کے نظام کو قوت تکوین اور صفت قیومیت سے جاری وساری رکھنا یہ سب غلبہ سے سمجھے جاتے ہیں کسی کو وہ نعمت دے گا تو وہ اس کے غلبے کو ظاہر کرتا ہے، کسی دوسرے کو زحمت دے گا تو بھی اس کے غلبے کا اظہار ہوتا ہے تو تذلیل بھی غلبے کا ایک جز ہے لیکن قہر کا پورا معنی نہیں، قہر کا پورا معنی غلبہ ہے۔

یاد رہے کہ قرآن مجید میں قہر کا کلمہ اردو اور سرائیکی کی معروف معنیٰ میں نہیں بلکہ وہ تو صرف تکلیف پہنچانے اور ظلم کرنے کے معنی میں آتا ہے، اللہ اس سے پاک ہے۔ ہماری بات کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس لفظ کا اردو، سرائیکی، پنجابی میں اور معنی ہے جو عربی میں مراد نہیں جس کے ذہن میں وہ معنی بیٹھا ہوا ہے اس کا پریشان ہونا اپنی سمجھ کی وجہ سے ہے نہ کہ قرآنی ارشاد کے سبب۔ قرآن مجید کی جن آیات کو علامہ راغب اصفہانی نے مثال کے طور پر پیش کیا ہے ان میں

پہلی مثال

سورۃ الانعام کی آیت ہے ''وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ'' اس کا معنی ہے ''اللہ اپنے بندوں پر غالب ہے''

یہ آیت سورۃ الانعام میں دو جگہ پر آئی ہے اور یہاں غالب سے مراد ہر جگہ غلبے والا ہے نہ کہ صرف ذلیل کرنے والا، اب یہ اُس کے ارادے اور مشیئت سے متعلق ہے کہ اُس کا غلبہ عزت دینے سے ظاہر ہوتا ہے یا ذلیل کرنے سے۔ پہلا مقام جہاں یہ آیت آئی ہے، اس سے پہلے کا مضمون اس طرح سے ہے

''اس دن جس سے عذاب پھیر دیا جائے گا تو بے شک اللہ نے اس پر بڑا رحم فرمایا، اور یہی روشن کامیابی ہے۔ اور (اے مخاطب) اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ بھلائی پہنچائے تو وہ جو چاہے اس پر قادر ہے۔ اور وہی غالب ہے اپنے (سب) بندوں پر، اور وہی ہے نہایت حکمت والا، خوب خبر دار۔'' [1]

مذکورہ بالا آیات میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عذاب اور عذاب سے چھٹکارا دینا، کسی پر رحمت فرمانا، اور دنیا میں

---

[1]...... ﴿''سورۃ الانعام: الآیۃ ۱۶ تا ۱۸'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

کسی کو دُنیوی تکالیف میں مبتلا کرنا، اور کسی کو بیماریوں سے شفا دینا، اور دوسری تکالیف سے نجات دینا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے غلبہ کا ظاہر کرتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا ''اور وہ ہی جو تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے رات میں اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کیا پھر تمہیں اٹھا دیتا ہے دن میں تاکہ مقررہ میعاد پوری ہو جائے، پھر تمہارا لوٹنا اسی کی طرف ہے پھر تمہیں خبر دے گا اس چیز کی جو تم کرتے تھے۔ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان (فرشتے) یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آجائے تو اسے قبض کرتے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔'' [1]

ان آیات بینات میں بھی اللہ تعالیٰ نے نیند کرانا، بیدار کرنا، زندہ رکھنا، موت دینا، یہ سب اپنے غلبے کے دلائل قرار دیئے ہیں۔ جن میں صرف زحمت ہی نہیں بلکہ نعمت موجود ہے، اور ظاہر ہے بندے کئی قسم ہیں تو ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ اس کا قہر یعنی غلبہ ظاہر ہوتا ہے کسی پر نعمت کے ساتھ اور کسی پر سختی کے ساتھ۔

یاد رہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ''فَوْقَ عِبَادِہٖ'' فرمایا ہے ''فَوْقَ اَنْبِیَائِہٖ'' یا ''فَوْقَ رُسُلِہٖ'' نہیں فرمایا یا ''فَوْقَ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ'' بھی نہیں فرمایا۔ تو لفظ قاہر انعام وسزا، بست وکشاد، ہر دو غلبہ کے لیے ہے تو عبادہ سے بھی ہر دو قسم کے عباد مراد ہوئے جو انعام کے مستحق ہیں ان کے لیے غلبہ انہیں انعام بخشنا ہے، اور جو سزا کے مستحق ہیں ان کے لیے غلبہ انہیں سزا دینے کا ہے۔

دوسری مثال

علامہ راغب اصفہانی نے جو دیگر آیات بطور مثال پیش کی ہیں ان میں دوسری آیت سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۱۶ ''وَھُوَالْوَاحِدُ الْقَھَّارُ'' ہے یہ پوری آیت اس طرح ہے ''قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَالْوَاحِدُ الْقَھَّارُ''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قہار ہونے کے ثبوت میں اپنا ہر چیز کا خالق ہونا بیان کیا ہے، ظاہر ہے کہ پیدا کرنا اس کے غالب ہونے کی دلیل تو ہے لیکن ہر چیز کو ذلیل کرنے کی دلیل نہیں ہے۔ پیدا ہونے والی ان اشیاء میں عرش ہے، کرسی ہے، ملاء اعلیٰ ہیں، ان پر کوئی ذلت طاری نہیں جس طرح کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام پر بھی کوئی ذلت نہیں، ان کا پیدا ہونا کوئی ذلت نہیں۔ جب اس بات پر اتفاق ہے تو یہاں قہار بمعنی ذلت ڈالنے کے نہ آیا ہے بلکہ صرف غلبہ ڈالنے کے لیے۔

---

[1] ﴿''سورۃ الانعام: الآیۃ ۶۰ تا ۶۱'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

تیسری مثال

علامہ راغب نے تیسری مثال ''اِنَّـا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ'' پیش کی ہے اس آیت میں قہر اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں بلکہ یہاں فرعون کی بات کو اللہ تعالیٰ نے حکایۃً بیان فرمایا۔ کہ اس نے اپنی قوم کو تسلی دیتے ہوئے کہا

''اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا کیا تو موسیٰ اور ان کے لوگوں کو چھوڑ دے گا، کہ وہ زمین میں فساد کرتے پھریں اور موسیٰ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں فساد کرتے پھریں اور موسیٰ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑے رہیں (فرعون) بولا اب ہم ان کے بیٹوں کو (بکثرت) قتل کریں گے، اور ان کی بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیں گے اور بیشک ہم ان پر غالب ہیں'' [1]

ان آیات میں فرعون کے شیدائوں کا یہ قول کہ موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے اتباع زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں، حقیقت کے خلاف اور جھوٹ ہے اسی طرح فرعون کا یہ کہنا کہ ہم ان کے بیٹوں کا مارتے رہیں گے، یہ اس کے غلبے کی نشانی تو ہوسکتا ہے لیکن وہ موسیٰ علیہ السلام پر نہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نہ تو ان کے مغلوب تھے اور نہ ہی اس کے مقابلے میں انہیں کسی ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ تو موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرعون کا یہ لفظ بولنا جھوٹ ہے۔ اگر وہ ان پر غالب ہوتا تو انہیں پکڑ کر اپنے ہم قوم کا قصاص لیتا اور انہیں قتل کر دیتا لیکن وہ ایسا نہیں کر سکا۔ ثابت ہوا کہ وہی ڈرا ہوا تھا موسیٰ علیہ السلام نہ مغلوب تھے اور نہ معاذ اللہ ذلت ان پر طاری تھی۔

چوتھی مثال

چوتھی اور آخری مثال جو علامہ راغب اصفہانی نے پیش کی وہ سورۃ الضحیٰ کی نمبر ۹ آیت ہے جس میں یتیم کے متعلق فرمایا گیا ہے ''اَمَّـا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ'' ''تو یتیم پر آپ شدت نہ فرمائیں۔ یتیم جس کی پرورش میں ہوگا تو اس پر غالب تو ہے لیکن اسے حکم دیا گیا ہے کہ وہ یتیم کی تعظیم کرے۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے ''كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ'' یہ بات نہیں، بلکہ تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے۔ (۲) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یتیم کو اکرام اور عزت دینی ہے اسے ذلیل نہیں کرنا۔

''لَا تَـقْـهَـرْ'' کا ایک معنی تو یہ ہوسکتا تھا، کہ تم اسے اپنے پاس ذلیل کر کے نہ رکھو اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اسے کسی دوسرے کے سامنے ''ذُل'' یا ''ذِل'' سے دوچار نہ کرو یعنی کسی دوسرے کے مقابلے میں اسے ذلیل نہ کرو۔ یا کسی دوسرے

۱...... ﴿''سورۃ الاعراف: الآیۃ ۱۲۷'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

۲...... ﴿''سورۃ الفجر: الآیۃ ۱۷'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

کے لیے اس کو پابند فرماں اور محکوم نہ کرو۔ بہر حال یہ آیت تذلیل کے معنی میں اگر ہو بھی تو یہ مطلب ہے کہ کبھی لفظ قہر ''قاہر'' کی طرف سے مقہور کو کسی تیسری شخص کے مقابلے میں محکوم یا ذلیل بنانے کے لیے کرتا ہے۔ علامہ راغب کا کلام ختم ہوا۔ اور اس پورے کلام میں ایک آیت بھی اس طرح کی پیش نہیں کی گئی جس سے یہ ثابت ہو کہ اپنے قاہر ہونے کا کلمہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے کہیں بھی رسل اور انبیاء کرام کے ذلیل کرنے کے لیے بولا ہے۔

خلاصہ یہ کہ علامہ راغب نے اپنے کلام میں قاہر کے دو معنی کئے ہیں (۱) غلبہ (۲) تذلیل۔ اور بتایا کہ یہ دونوں معنی علیحدہ علیحدہ کلام عرب میں مستعمل ہوئے۔ اسی لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے لیے اپنے قاہر ہونے کا بیان فرمایا وہاں غلبہ کا معنی علامہ راغب اصفہانی کے نزدیک محض تذلیل نہ ہوگا، بلکہ تذلیل کے لیے علیحدہ ''اَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ'' آیا ہے، اس آیت ''وَھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ'' میں نہیں۔ اس آیت مذکورہ میں راغب کے نزدیک غلبہ مراد ہے، جس میں تذلیل کے معنی راغب کے کلام کی روشنی میں مراد نہیں۔ اور امام رازی کے کلام کی روشنی میں قہر کے دو شعبے ہیں کسی کو عزت دینا اور کسی کو ذلت دینا، تو انبیاء علیھم السلام کے لیے تعظیم اور احترام ہے اور بس۔ جبکہ کافروں کے لیے قہر بمعنی تذلیل کے ہے۔

تنبیہ

یاد رہے کہ قرآن کریم فرما چکا کہ ''وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ'' یعنی وہ کچھ بندوں کو عزت دیتا ہے اور کچھ کو ذلت۔ یعنی سب کو ذلت نہیں دیتا ہے، رازی اور راغب کا کلام ہمارے نزدیک اور ہر صاحب انصاف کے نزدیک اس آیت کے مطابق ہے۔ اور ہر وہ خود ساختہ مطلب جو اس آیت کے خلاف رازی اور راغب سے منسوب کیا جائے رازی اور راغب اس افتراء سے بَری ہیں۔

دیکھئے! علامہ رازی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر کبیر میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے جب ''اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' پر پہنچے تو اس نقطے کو اٹھایا کہ نمازی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جمع متکلم کے صیغہ سے تعبیر کیوں کرتا ہے؟ (جو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے منہ اپنی تعظیم کا اظہار ہے) تو اس کے جواب میں لکھتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نمازی کو یہ خود سکھا رہا ہے اور وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ ''مَنْ کَانَ عَبْداً لَّنَا کَانَ مَلِکَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ'' [1]

جو ہمارا بندہ ہے وہ دنیا اور آخرت کا بادشاہ ہے۔ اس لیے اللہ کے حکم سے اور اس کی تعظیم سے اسے بادشاہوں کے انداز میں اپنے آپ کو ''ہم'' سے تعبیر کرنا چاہئے۔''

---

[1]......﴿''التفسیر الکبیر'' (فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ) جلد اول الفصل الخامس صفحہ ۲۴۷۔ مطبوعہ بیروت﴾

یہ جملہ کہہ کر رازی نے ڈنکے کی چوٹ پر یہ بات کہہ دی کہ مؤمنین کو اللہ تعالیٰ نے عزت سے نوازا ہے اور وہ پسند کرتا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے بھی اپنے آپ کو عزت یافتہ سمجھیں اور وہ ذلیلوں کی طرح نہیں، بلکہ معزز اور محترم بن کے بات کریں۔

فوٹو حوالہ ﴿''التفسیر الکبیر'' جلد اول الفصل الخامس صفحہ ۲۴۷۔ مطبوعہ بیروت﴾

متى كنت خارج الصلاة فلا تقل نحن ولو كنت في ألف ألف من العبيد ، أما لما اشتغلت بالصلاة وأظهرت العبودية لنا فقل نعبد ليظهر للكل أن كل من كان عبدا لنا كان ملك الدنيا والآخرة . وتاسعها : لو قال إياك أعبد لكان ذلك تكبرا ومعناه انى أنا العابد أما لما قال إياك نعبد كان معناه انى واحد من عبيدك ، فالأول تكبر ، والثانى تواضع ، ومن تواضع لله رفعه الله ،

لفظ مقابلہ پر تنقید

میاں صاحب نے (فتاویٰ نذیریہ صفحہ ۴۷ کی مذکورہ بالا عبارت میں) ایک اور بات یہ کہی ہے کہ

''اللہ تعالیٰ کی شان کے مقابلہ میں تمام مخلوقات لاچار اور ذلیل ہے''

جیسا کہ ان کی فارسی عبارت کے حوالے سے ابھی گزر چکا ہے اس عبارت میں میاں صاحب لفظ مقابلہ لے آئے ہیں، جس کی آڑ میں میاں صاحب ہر مخلوق کو ذلیل قرار دے گئے۔ اگر لفظ مقابلہ سے ہٹ کر دیکھا جائے تو قرآن کریم کی واضح اور مفصل آیات سے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو ذلیل نہیں کیا بلکہ کچھ کو ذلیل کیا ہے۔ اور کئی ایسی ہیں جنہیں عزت ہی دی ہے اور وہ انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر عباد صالحین ہیں۔

دوسری بات یہ کہ اللہ ﷻ نے خود اعلان فرمایا ہے ''کہ اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کیلئے عزت ہے لیکن منافقین کو معلوم نہیں'' (۱) یہ اور اس قسم کی دیگر آیاتِ بینات میں اللہ واحد قہار و جبار نے اعلان فرمادیا ہے کہ اللہ کے مقرب بندوں کو اللہ تعالیٰ نے مغلوب نہیں بلکہ غالب، ذلیل نہیں بلکہ معزز، خوار نہیں بلکہ صاحبِ وجاہت بنایا ہے۔ اور ان مقربین کو اللہ رب العزت نے ''قیامت کے دن اپنے خوف سے بے خوف کیا'' (۲) ان خواص کی کوئی بات رد نہیں ہوگی ''ان کو وہی ملے گا جو وہ چاہیں گے'' (۳) اللہ جل جلالہ بروز محشر ''انہیں اپنے دربار میں گناہگاروں کے لیے شفاعت کی اجازت دیگا'' (۴) ان سب کے سردار کو تو اس قدر عزت بخشی کہ اسی دنیا میں رب العالمین نے اپنے فضل و کرم سے عزت افزائی فرماتے ہوئے ان کی بندگانہ دعا کو حکم کا درجہ دیتے ہوئے فرمایا ''کہ عرش عظیم پر ان کی اطاعت کی جاتی ہے'' ۵

۱......﴿''سورۃ المنافقون: الآیۃ ۸﴾ ۲......﴿''سورۃ الزخرف: الآیۃ ۶۸﴾ ۳......﴿''سورۃ الزمر: الآیۃ ۳۴﴾
۴......﴿''سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۲۵۵﴾ ۵......﴿''سورۃ التکویر: الآیۃ ۲۱﴾

غور فرمائیں! اللہ تعالیٰ تو آپ ﷺ کے سراپردۂ عزت کے قریب ذلت کو گزرنے نہیں دے رہا مگر میاں نذیر حسین صاحب بضد ہیں (رب ذوالجلال مانے یا نہ مانے) میں انہیں ذلیل کہوں گا۔ یہ ہیں اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعویدار!

آپ اگر انہیں سمجھائیں تو شاید میاں صاحب یہی کہیں گے کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ کی شانوں اور عظمتوں کے مقابلے میں یہ بات کہی ہے، ہم نے سوچنا ہے کہ آخر یہ مقابلہ کیا چیز ہے؟ جس کی وجہ سے رات کو دن، اور دن کو رات بنا دیا گیا ہے۔

مقابلہ

اصل میں عربی زبان کا لفظ ہے، دیکھئے لغت کی کتابوں میں ہے" قَابَلَہٗ : وَاجَھَہٗ "(۱) (مقابلہ کے مصدر سے فعل " قَابَلَ " آتا ہے) عربی زبان میں جب ہم کہیں کہ فلاں سے مقابلہ کیا تو اسے "قَابَلَہٗ " کہیں گے اس کا مطلب ہے اس کے سامنے آیا۔ اور دوسری جگہ ہے "قَابَلَ الشَّیْءَ بِالشَّیْءِ :عَارَضَہٗ بِہٖ لِیُرِیَ وَجْہَ التَّمَاثُلِ اَوِ التَّخَالُفِ بَیْنَھُمَا" ۲

اور اسی طرح سے جب یہ کہیں کہ ایک شئی کا دوسری شئی سے مقابلہ کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک چیز کے سامنے دوسری چیز کو رکھا جائے تاکہ یہ دیکھ سکیں کہ ان دونوں چیزوں میں مماثلت ہے یا مخالفت ہے۔

اوپر ذکر کردہ معانی کے پیش نظر میاں صاحب یہاں لفظ مقابلہ لانے کے تین مطلب ہو سکتے ہیں

۱۔ پہلا مطلب تو یہ ہے کہ مخلوق اللہ کے سامنے ہو تو وہ سب کی سب ذلیل قرار پائے گی۔ یہ باطل ہے کیونکہ ہر چیز اللہ کے ہر وقت سامنے ہے اور آیاتِ قرآنیہ مقربین بارگاہ سے ذلت کی نفی اور عزت کا اثبات کر رہی ہیں، اگر اس معنٰی کو لیا جائے تو ان تمام آیات کا رد کرنا پڑے گا۔ میں نہیں سمجھتا کہ میاں صاحب مسلمان رہتے ہوئے ایسا کہہ سکتے تھے۔

۲۔ دوسرا معنٰی یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس مخلوق کے سامنے آئے وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔ یہ بھی غلط ہے، اس لیے کہ دنیا یا آخرت میں رسول اللہ ﷺ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور مومنین صالحین جنت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے یہ ان کی عزت افزائی ہے نہ کہ ذلت اگر کوئی اس کو ذلت سمجھتا ہے تو اسے کسی کامل طبیب سے اپنے دماغ کا علاج کرانا چاہئے۔

۳۔ تیسرا معنٰی یہ ہو سکتا ہے کہ میاں صاحب جب اللہ تعالیٰ اور مقربین بارگاہ کو اپنے ذہن میں لاتے ہیں تو ان میں تماثل یا تخالف تلاش کرتے ہیں۔ کوئی مسلمان، مسلمان رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے عبادِ مقربین کیلیے مماثلت یا مساوات فی الذات یا مساوات فی الصفات یا مجانست کا معتقد نہیں ہو سکتا۔ "تعالی اللہ عن ذالك علوًا كبيرًا" (اللہ جل جلالہ

۱...... «"المنجد فی اللغۃ" (لوئس معلوف التونی ۱۹۴۶ء) صفحہ ۶۰۶۔ مطبوعہ مکتبۃ الشرقیہ بیروت»

۲...... «"المنجد فی اللغۃ" (لوئس معلوف التونی ۱۹۴۶ء) صفحہ ۶۰۶۔ مطبوعہ مکتبۃ الشرقیہ بیروت»

اس سے قطعاً پاک ہے) لیکن مخلوق سے عباد مقربین انبیاء اور اولیاء کی اللہ سے مساوات نہ ہونے کے باوجود ان کیلیے ذلت ماننا ان آیات قرآنیہ کے خلاف ہے جو ہم بار بار پیش کر آئے ہیں۔

اب باقی رہا تخالف تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ مقابلہ کے معنی تخالف یعنی مخالفت اور لڑائی کے بھی آتے ہیں، لیکن جنگ اور لڑائی کا نتیجہ غالب اور مغلوب ہونا ہوتا ہے۔ اس لیے جہاں ایک جیتے دوسرا ہارتا ہے۔ پھر اگر کوئی نہ جیتے تو برابری کا معنی ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ یہ مشین جاپانی مشین کے مقابلہ کی ہے یعنی برابر ہے، یہاں پر لڑائی کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ یہ چیز اچھی ہے مگر وہ چیز اس کے مقابلہ میں زیادہ اچھی ہے۔

ان معانی کو جان لینے کے بعد یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کے مقابل مخلوق کو لاتا ہے اور اس کی مراد لڑائی اور جنگ یا مساوات ہے تو انبیاء کرام اور دیگر عباد صالحین مطیع ہوتے ہیں نہ کہ لڑنے والے اور وہ کمالات میں نہ اللہ کے مساوی اور برابر ہوتے ہیں اور نہ خود اپنے بارے میں ایسا گمان کرتے ہیں، نہ کوئی مومن مؤمن رہتے ہوئے ان کے بارے میں یہ گمان کر سکتا ہے۔ باقی رہا یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ کو وجود اور کمالات میں اکمل مانا جائے اور ان کو اپنے وجود اور کمالات میں جو انہیں اللہ نے دیئے اللہ کی نسبت کم کامل (اور دوسروں سے زیادہ کامل) مانا جائے اس مقابلہ سے بھی ان کی عزت میں کوئی فرق ہرگز نہیں آسکتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اللہ کے مخلوقہ اور مجعولہ کمالات بالبداہت پائے جاتے ہیں قرآن عظیم اس کا شاہد ہے کہ بندوں کے پاس کمالات ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے "وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا"

"اور جو اللہ اور (اس کے) رسول کی فرمانبرداری کرے تو وہ لوگ ان کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا جو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں، یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور کافی ہے اللہ خوب جاننے والا" [۱]

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے بندوں پر انعام کیا ہے وہ انعام خاص ہے جو نبیوں اور ان کے بعد صدیقوں، شہیدوں اور صالحین پر ہوتا ہے۔ واضح ہو گیا کہ مقربین کے پاس اللہ کی نعمتیں ہیں اور ان پر اکرام کیا گیا ہے جس کی نفی کرنا قرآن وحدیث کی نفی ہوگی۔ اس لیے ان حضرات کے لیے مقابلہ ماننا یعنی "وہ اللہ سے کٹے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کچھ نہیں" فرض محال اور غلط ٹھہرا۔ اور پھر اس وجہ سے ان مقربین کو ذلیل ماننا بھی غلط ٹھہرا۔

۱...... ﴿"سورۃ النساء: الآیۃ ۶۹" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

اشعار کی تردید

بے حد حیرت ہوئی کہ مسلک اہل حدیث کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب جیسا اپنے مسلک کا ذمہ دار شخص عقیدہ کے اہم مسئلہ "تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم" اور اس سے متعلق "توہین رسالت" کی بحث میں اپنی اور اپنے پیشوا کی جان بچانے کے لیے محل استدلال میں اشعار کے انبار لگا رہا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے عقائد کی وضاحت کرنے والی کتاب نہیں بلکہ کوئی سریلے شعروں کے سائے میں داد لینے والا واعظ اور خطیب خوش بیان ہے جو رنگینی گفتار سے لوگوں کو خوش کر رہا ہے۔ اور پھر قوت استدلال کا حال یہ ہے کہ غور کرنے سے ایک شعر بھی ایسا نظر نہیں آتا جس سے یہ ثابت ہو کہ انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی دربار میں معاذ اللہ ذلیل ہیں یا کسی مخلوق خصوصاً کفار کے مقابلہ میں ذلیل ہیں۔ ہم نے کوشش کر کے کچھ شعروں کو منتخب کیا، تاکہ ہر شخص میاں صاحب کی سخن فہمی پر مطلع ہو سکے، میاں صاحب کے پیش کردہ شعروں میں سے ایک شعر یہ ہے

پہلا شعر

"ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی" [1]

ایک مصرعہ ہی لکھا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ

اول اس مصرعہ میں لفظ ذلیل کہیں بھی نہیں لکھا ہوا اس لیے یہ اس دعویٰ کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتا۔ اس مصرعہ کا ترجمہ یہ ہے کہ "وہ تمام جو (موجود) ہیں وہ جو (موجود) نہیں اور تو جو (موجود) ہے تو (موجود) ہے۔"

کسی ذات کے نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عزت مند تو نہ ہو لیکن ذلیل ہو بلکہ اس کو ذلیل ماننا اس کو موجود ماننا ہوگا۔ اور یہ اس شعر کے معنی کے خلاف ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کسی کے پاس ایک سفید کاغذ تھا جو کسی تیزاب میں گھل کر ختم ہو گیا۔ اب یہ کہنا تو صحیح ہے کہ وہ سفید کاغذ اب موجود نہیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ وہ سفید تو نہیں مگر سرخ ہے، پیلا ہے، یا نیلا ہے تو یہ بات ایسے قائل کی کم عقلی ظاہر کرے گی۔ کیونکہ جب کاغذ ہی نہیں رہا تو اس کے ساتھ اس کی سفیدی ختم ہو گئی تو اور رنگ کس پر لگے گا، لہٰذا لفظاً یا معناً دونوں طرح سے اس مصرعہ کے مطابق کسی چیز کو معدوم مان لینے کے بعد اس کے لیے ذلت ثابت نہیں ہو سکتی، لہٰذا اس مصرعہ کا ہمارے موضوع سے کوئی تعلق نہیں رہا، یہ نہ ہمارے لیے مضر ہے اور نہ میاں صاحب کے لیے مفید۔ لیکن اس مصرعہ کے پیش کرنے کی وجہ سے ہماری طرف سے میاں صاحب پر کچھ سوال بنتے ہیں اور وہ یہ ہیں

---

[1]...... ﴿"فتاوی نذیریہ" (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۲۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

(الف) اگر کوئی بھی نہیں ہے تو پھر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں یا نہیں۔ جب آپ نے ان کی ذات کی نفی کردی تو ہر صفت کی نفی ہوگئی پھر تو آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بھی منکر ہوگئے۔

(ب) اگر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں ہیں۔ تو اس شعر کے اول ہی میں ''ہمہ'' کہا گیا ہے یعنی وہ تمام جو موجود ہیں۔ تو میاں صاحب اس گتھی کو سلجھائیں گے کہ ''جو موجود ہے وہ موجود نہیں'' یہ بات کیسے صحیح ہوگی؟ بظاہر یہ جمع بین النقیضین لگتی ہے۔

(ج) میاں صاحب کہتے ہیں کہ جو لوگ موجود ہیں وہ موجود نہیں جو کچھ موجود ہے تو ہی ہے۔ بہت خوب! اب میاں صاحب ہی بتائیں گے کہ اس کا مطلب کیا ہوا؟ کیا انبیاء سمیت ہر مؤمن و کافر سب کا مجموعہ اللہ ہے؟ (العیاذ باللہ)

۲۔ دوسری بات یہ کہ بلغائے طریقت یعنی صوفیاءِ صادقین کے کلام پر میاں صاحب کی پوری قوم کفر و شرک کے فتوے جڑ رہی تھی کہ اتنے میں ''لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا'' کے مصداق اِس قوم کا پیشوا صوفیاء کے کلام کو آسان سمجھ کر دلدل میں پھنس گیا۔ اب دُہائی دیں تمام اہلحدیث اپنے چھوٹے بڑوں کو کہ وہ کسی طرح اس دَلدل سے اپنے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین صاحب کو نکال سکیں۔ شاید میاں صاحب کی قوم یہ کہے کہ میاں صاحب تو الزامی جواب دے رہے ہیں وہ اس مصرعہ کے پیش کرنے سے خود زیر الزام کیوں کر آسکتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ میاں صاحب نے اس مصرعہ کا حوالہ اس کو صحیح سمجھ کر دیا ہے یا کفر و شرک سمجھ کر اگر درست سمجھا تو اسے اپنی تائید قرار دیا اور اگر اس کو کفر و شرک یعنی غلط سمجھ کر پیش کیا ہے تو پھر اس سے ذلیل سمجھنے کا استدلال بھی غلط اور کفر و شرک کا اقرار ہوا اور اگر اسے صحیح سمجھ کر استدلال کیا ہے تو مذکورہ بالا ضربیں تمام کی تمام ان پر واقع ہو کر رہیں گی۔

ایک امکانی سوال کا جواب

کوئی مخالف یہ سوال کرے کہ یہ مصرعہ جس کا ہے اس کو اہل سنت کیسا سمجھتے ہیں اور اس مصرعہ کے مضمون کو کیسا سمجھتے ہیں؟ تو جواباً عرض ہے کہ یہ مصرعہ ''سکندر نامہ'' مصنفہ حکیم الیاس نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر کا ہے ان کے مفصل حالات تو دستیاب نہیں ہوئے البتہ اہل سنت ان سے حسن ظن رکھتے ہیں اور شعر اس طرح ہے

پناہ بلندی و پستی توئی ؎ ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی [1]

یعنی اے اللہ ہر اونچ (عزت والے) اور نیچ (کم عزت) کی پناہ تو ہے، جو کچھ موجودات (تیرے بنانے سے اور تیرے باقی رکھنے سے موجود ہوئی) ہیں (تیری قیومت سے کٹ کر) موجود نہیں، اور وہ ذات تو ہے (جو موجود بالذات ہے

---

[1] ...... ﴿''سکندر نامہ'' (ابو محمد حکیم الیاس بن یوسف نظامی گنجوی التوفی ۵۹۴ھ) صفحہ ۲۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی﴾

کہ تجھے نہ کسی نے موجود کیا نہ کوئی باقی رہا اس لیے حقیقی دائمی ازلی ابدی وجود والا تو ہی ہے)۔

فوٹو حوالہ ﴿''سکندر نامہ'' صفحہ ۲۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی﴾
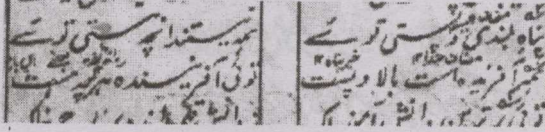
یہ شعر اس نظریہ کو بیان کرتا ہے جسے صوفیاء کی اصطلاح میں ''وحدۃ الوجود'' کے کلمہ سے تعبیر کرتے ہیں، چونکہ یہ
کتاب صوفیاء کی اصطلاحات کے لیے نہیں لکھی جارہی، اس لیے اس پر مفصل تو نہیں لکھا جاسکتا لیکن مختصراً اتنا عرض ہے کہ
میاں صاحب کی قوم میں کچھ نامی گرامی علماء اس اصطلاح کو درست سمجھتے ہیں اس لیے یہ اصطلاح غیر متنازعہ ہونے کی وجہ
سے خارج از بحث قرار پاتی ہے، اور نظامی صاحب کا یہ شعر اُن کے شیخ الکل فی الکل کی طرف سے پیش کیا گیا ہے اس لیے ہم
فیصلہ انہیں کی طرف سے دے رہے ہیں۔ دیکھیے

مسئلہ وحدۃ الوجود اور علمائے اہل حدیث

حرفِ اول: اہل حدیث کہلانے والے مسلک کے ایک پیشواء جنہیں کتاب کے ٹائٹل پر ''شیخ الاسلام حضرت
مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ'' کہا گیا۔ اس کتاب کے مرتب ایک اور اہل حدیث ''مولانا محمد داؤد راز'' ہیں۔
اس کا ابتدائیہ اُنہی کے ایک اور مولانا ''احسان الٰہی ظہیر'' نے لکھا۔ اور اس کتاب کا افتتاحیہ ان کے ہم مسلک ایک عالم نے
لکھا، جن کے القاب مع نام اس طرح درج ہیں ''بیہقی زماں، علامہ دوراں، عارف باللہ المتین حضرت الاستاذ مولانا ابوسعید
شرف الدین دہلوی صاحب'' مقیم تاندلیانوالہ ضلع لائل پور پاکستان۔ اور یہ کتاب ''**فتاویٰ ثنائیہ**'' کے نام سے
مشہور ہے۔ اسے ''مکتبہ ثنائیہ سرگودھا'' نے شائع کیا، اور انہوں نے خیر سے اپنا نام ''النور اکیڈمی'' بھی رکھا ہوا ہے، کتاب پر
دس اہل حدیث کتب خانوں کے نام درج ہیں جہاں سے یہ کتاب مل سکتی ہے، ان میں ایک مکتبہ ''اصحاب الحدیث مچھلی
منڈی لاہور'' اور دوسرا ''مکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور'' ہے۔ اس کتاب کی جلد اول کے صفحہ ۱۴۶ پر مسئلہ وحدۃ الوجود کے
عنوان کے نیچے جناب ثناء اللہ امرتسری کی ۳ مارچ ۱۹۳۳ء کو دیا گیا ایک فتویٰ موجود ہے۔ لکھتے ہیں

''مسئلہ وحدۃ الوجود:

اس صورت میں اس پر بحث کی جائے کہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت دیا جائے، صحابہ کرام ومن بعدہم کے زمانہ

میں نہ تھا۔ اس کا مدعا بیان کرنے میں دو قول ہیں، ایک موافق شرع، دوسرا مخالف شرع (۱) ساری دنیا کا وجود یعنی ہستی بخشنے والا ایک ہے جس کا نام ''القیوم'' ہے، (۲) دوسرے معنی میں موجودات بلحاظ اصل کے سب ایک ہیں

؎ درانجمن فرق نہاں خانہ جمع بالله ہمہ اوست ثم بالله ہمہ اوست''

3 مارچ 1933ء [1]

اس فتاوی کے محشی جناب ابوسعید شرف الدین دہلوی جو اہل حدیث فرقہ کے بہت بڑے عالم ہیں جن کے القاب کی تفصیل آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں آپ اس فتویٰ پر اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں

''وحدۃ الوجود اور اس کی تشریح:

رسالہ ''معارف'' اعظم گڑھ میں مسئلہ وحدۃ الوجود لکھتے ہوئے راقم مضمون نے ایک فقرہ یہ بھی لکھ دیا کہ ہم نے مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی سے مسئلہ وحدۃ الوجود کے متعلق دریافت کیا تھا فرمایا وحدۃ الوجود کے سوا چارہ نہیں، یہ جواب جن اصحاب کی نظر میں اہل حدیث کے مسلک سے اجنبی معلوم ہوا انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے، میں نے اپنے قصور علم اور مسلک تصوف سے علیحدگی کا مقر ہوں، میں نے مولینا محمود الحسن دیوبندی مرحوم سے سنا تھا کہ یہ مسئلہ مزلۃ الاقدام ہے اس لیے مجھے اس میں دخل دینے کی جرأت نہیں ہوتی مگر احباب کے اصرار سے جو کچھ میں نے سمجھا وہ عرض کرتا ہوں۔ وحدۃ الوجود کی دو تشریحیں ہیں ان دونوں میں وجود کے معنی قابل غور ہیں، وجود کے اصلی معنی ہیں ''مَابِهِ الْمَوْجُوْدِيَّةِ'' یعنی جس کی وجہ سے کوئی چیز موجود ہو جائے اس کی پہلی تشریح یہ ہے کہ جتنی اشیاء نظر آتی ہیں ان سب کا وجود یعنی مابہ الموجودیت صرف ایک ہی چیز ہے، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس اللہ سرہٗ نے اس کے متعلق ایک پُر معنی رباعی لکھی ہے

لا آدم فی الکون ولا ابلیس و لا ملک سلیمان ولا بلقیس

فالکل عبارۃ وانت المعنی یا من ھو للقلوب مقناطیس

شیخ ممدوح فرماتے ہیں کہ دنیا میں کسی چیز کی مستقل ہستی نہیں ہے یہ سب تیری قدرت کے نشاں ہیں اور تیری طرف توجہ دلانے والے ہیں، یہی مضمون ایک اردو شاعر نے یوں ادا کیا ہے

؎ نظر آتا ہے جو کچھ وحدت کی تجلی ہے یہ نقش اہل بصیرت کے لیے وجہ تسلی ہے

---

[1]...... ''فتاوی ثنائیہ'' (ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء) صفحہ ۱۴۶۔ مطبوعہ مکتبہ ثنائیہ سرگودھا

اس تشریح کے مطابق وحدۃ الوجود کی مثال یہ ہے کہ کسی مکان کی کوٹھڑیوں میں مختلف رنگ کے شیشے لگائے جائیں، کوئی سفید، کوئی سرخ، کوئی سبز، کوئی سیاہ، ان کے پیچھے ایک لمپ رکھ دیا جائے تو باہر سے دیکھنے والا ان شیشوں کو مختلف رنگوں میں دیکھے گا، مگر باریک نظر والا لمپ کی وحدت کو ملحوظ رکھے گا، قرآن مجید بھی اس تشریح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے ''اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' اس تشریح کے مطابق وحدۃ الوجود کے معنی وحدۃ الموجود کے ہوں گے جو بالکل ٹھیک ہے مولانا سیالکوٹی کا مطلب غالباً یہی ہوگا۔'' [1]

تبصرہ

مسلک اہل حدیث کے تین ستون جناب ثناء اللہ امرتسری، جناب میر ابراہیم سیالکوٹی، اور جناب ابوسعید شرف الدین دہلوی کی عبارات کو سامنے رکھ کر جناب میاں نذیر حسین دہلوی کے پیروکار غور فرمالیں کہ نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم مسلک لوگوں پر جو فتویٰ وحدۃ الوجود کی اصطلاح بولنے پر لگتا ہے کیا وہی فتویٰ اِن مشائخ اہل حدیث پر بھی لگے گا؟ ہم اس عبارت کو بغیر تبصرہ کے ناظرین کے سپرد کررہے ہیں۔ حتی کہ ہم نے ''لا آدم فی الکون'' والے شعروں کا ترجمہ نہ کرنے پر بھی اہل حدیث مولانا راز صاحب اور ان کے بزرگوں کی رازداری میں دخل اندازی نہیں کی جس کو ضرورت ہو وہ کسی اہل حدیث مدرسہ کے عالم سے اس شعر کی عبارت کا ترجمہ کرالے۔ قارئین کرام! لگے ہاتھوں تسکین دل کے لیے ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ فرمالیں

اہل حدیث مجتہد العصر حافظ عبداللہ محدث رُوپڑی اور مسئلہ وحدۃ الوجود

''**فتاویٰ اهلحدیث**'' جسے ''ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ سرگودھا'' نے دو جلدوں میں شائع کیا ہے۔

اس فتاویٰ کے مرتب ایک اہل حدیث عالم ''ابوالسلام محمد صدیق'' ہیں۔ ہمارے سامنے فتاویٰ کی طبع دوم ہے جو ۱۴۰۴ھ بمطابق ۱۹۸۳ء میں ہوئی، اس فتاویٰ کے حرف اول میں مرتب محمد صدیق رُوپڑی فرماتے ہیں ''فتاویٰ کا یہ مجموعہ ذیل کی بیان کی گئی خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے

- مسلک اہلحدیث کا بے باک ترجمان
- حق گوئی اور حق شناسی کا گراں قدر مرقع

---

[1] ''فتاوی ثنائیہ'' (ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء) صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷۔ مطبوعہ مکتبہ ثنائیہ سرگودھا

- سنن نبوی اور طریق سلف کل آئینہ دار
- مخالفین کے اعتراضات کے مسکت جوابات
- عوام کی اہلیت اور استعداد اور خواص کے فکری معیار کا جامع

اس مرتب نے جب احباب سے مدد مانگ کر اس کتاب کی ترتیب وتدوین کی اور جو اس مرتب کے مشیر خاص ہیں ان میں مرتب نے تصریحاً ایک مرد (حافظ عبدالقادر صاحب رُوپڑی) اور دو عدد عورتوں کا شکریہ ادا کیا ہے جن سے اس کتاب میں معاونت اور مشورہ حاصل کیا گیا۔ جناب حافظ عبداللہ رُوپڑی کے والد کا نام روشن دین ہے، ان کے آباء واجداد ضلع گوجرانوالہ کے باشندہ تھے، کہا جاتا ہے کہ رنجیت سنگھ کے دورِ حکومت میں ان کے کسی بڑے کبیر نامی شخص کو (حکومت سے وفاداری کے صلہ میں) ایک جاگیر ضلع امرتسر میں دی گئی، ان کے ایک بھائی کمیر بھی تھے، کبیر نے اپنے بھائی کمیر کو وہیں بلالیا۔ وہاں ایک گاؤں کی بنیاد رکھی جو کمیر پور کے نام سے مشہور ہوا، اسی گاؤں کا رقبہ سات ایکڑ ہے، روشن دین صاحب (حافظ روپڑی کے والد) نے علم کے شوق میں باہر جانے کا ارادہ کیا تو گھر کا تمام سامان فروخت کردیا اور اپنی بیوی کو بھی طلاق دیدی۔ تعلیم کے لیے حافظ محمد صاحب لکھوی (اہل حدیث) کے پاس پہنچ گئے، اِن کو حالات بتائے تو انہوں نے حکم دیا کہ پہلے طلاق سے رجوع کرو پھر علم پڑھو، دوبارہ کمیر پور آئے صرف رجوع کیا دوبارہ لکھوی چلے گئے یہ واقعہ ۱۳۰۱ھ کا ہے "رکن الدین کی پیدائش ۱۲۹۷ھ میں ہوئی جو ان کے بڑے بھائی ہیں، پھر اڑھائی سال بعد یعنی ۱۲۹۹ھ، ۱۳۰۰ھ میں چھوٹے بھائی رحیم بخش پیدا ہوئے۔ پھر ان کے اڑھائی سال بعد یعنی ۱۳۰۲ھ یا ۱۳۰۳ھ میں محدث رُوپڑی پیدا ہوئے۔[۱]

لیکن اسی کتاب کے صفحہ ۲۳ پر ہے حافظ عبداللہ محدث رُوپڑی صاحب ۱۳۰۴ھ میں پیدا ہوئے...... ابتداء سے لیکر آخر تک اہلحدیثوں سے تعلیم حاصل کی بالخصوص تفسیر وحدیث اہل حدیث کے امام عبدالجبار سے حاصل کی۔ آپ بیتی میں فرمایا...... امام عبدالجبار نے مجھے مدرسہ میں پڑھانے کا حکم دیا اور رشتہ کی بھی پیشکش کی، مگر علمی شوق اور ادب واحترام کی وجہ سے دونوں کاموں سے انکار کردیا۔ آپ دس برس کے تھے جب امام عبدالجبار کے پاس پڑھنے کے لیے آئے تھے۔ بالآخر ۱۹۱۰ء میں ان کے ہاں سے دہلی آگئے۔ ملخصاً [۲]

اہل حدیث علماء کے حافظ عبداللہ رُوپڑی کے بارے میں تعریفی کلمات بھی ملاحظہ فرمالیں

"(اہلحدیثوں کے) شمس العلماء مولانا محمد حسین بٹالوی نے" اشاعة السنة "رسالہ میں لکھا ہے کہ

۱...... ﴿"فتاوی اهل حدیث" (حافظ عبداللہ روپڑی المتوفی ۱۳۸۴ھ) جلد اول صفحہ ۲۴، ۲۵۔ مطبوعہ ادارہ احیاء السنة النبویہ سرگودھا﴾

۲...... ﴿"فتاوی اهل حدیث" (حافظ عبداللہ روپڑی المتوفی ۱۳۸۴ھ) جلد اول صفحہ ۲۴، ۲۵۔ مطبوعہ ادارہ احیاء السنة النبویہ سرگودھا﴾

''حافظ عبداللہ رُوپڑی علم وفضل میں حافظ عبداللہ غازی پوری کے ہم پلہ ہیں''

اہل حدیث جناب عبدالرحمٰن مبارک پوری نے فرمایا ''ہندوستان میں ان کی نظیر نہیں'' ملخصاً [1]

اس کے باوجود جناب رُوپڑی صاحب کو ثناء اللہ امرتسری سے شدید قسم کا اختلاف تھا۔ مرتب فتاویٰ اہلحدیث لکھتے ہیں

''مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ محدث رُوپڑی کا اختلاف ذاتی اور دنیاوی رنجشیں کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ وہ ایک دینی اختلاف تھا۔ مولانا امرتسری نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی جس میں قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے کرنے کا التزام کیا، اور اس کا نام تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن رکھا مولانا کی یہ طرز ایک جدّت تھی جس کی وجہ سے بعض مقامات پر تفسیر کرتے ہوئے سلف کی راہ سے انحراف کیا۔ غزنوی خاندان کے علماء عبدالجبار غزنوی اور عبدالواحد غزنوی وغیرہ نے شدید اختلاف کیا، محدث رُوپڑی صاحب بھی امرتسری صاحب کے مقابلے میں نکل آئے لیکن دیگر ہم زمان علماء مصلحت کے شکار ہو گئے، اور امرتسری صاحب اپنے اغلاط پر مُصر رہے جن کی بناء پر محدث رُوپڑی مولانا امرتسری کو راہِ سلف سے برگشتہ تصور فرماتے تھے، لیکن وہ اپنی غلطیوں پر مُصر رہے یہاں تک کہ دونوں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔'' ملخصاً [2]

عرض مدعا

ہمارے اتنے طویل بیان کا مقصد یہ تھا کہ اہل حدیث کے یہ دو فرقے ہیں، دونوں ایک دوسرے کو گمراہ کہتے ہیں۔ ایک فرقہ کا نقطۂ نظر وحدۃ الوجود کے بارے میں قارئین پہلے ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ابھی غزنوی فرقے کا نقطۂ نظر بھی پیش کیا جا رہا ہے، تاکہ آپ فیصلہ کر سکیں کہ وحدۃ الوجود کی اصطلاح کے تسلیم کرنے میں اہل حدیث کے دونوں متضاد فرقے متحد کیوں ہیں؟ ملاحظہ ہو

فتاویٰ اہلحدیث اور وحدۃ الوجود

سوال: مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی صوفیاء کے نزدیک کیا تعریف ہے؟ اور محققین علماء اس کے کیا معنی مراد لیتے ہیں؟ اور یہ توحید وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی زمانہ سلف میں تھی یا نہیں؟

جواب: مولانا جامی نے اپنی کتاب ''نفحات الانس من حضرات القدس'' فارسی کے صفحہ ۷ الغایت صفحہ ۲۰ میں بحوالہ ترجمۃ العوارف باب اول، توحید کے چار مراتب لکھے ہیں...... اُردو خلاصہ پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

اول توحید ایمانی، دوم توحید علمی، سوم توحید حالی، چہارم توحید الٰہی

---

[1]......﴿''فتاوی اهل حدیث'' (حافظ عبداللہ روپڑی التوفی ۱۳۸۴ھ) جلد اول صفحہ ۲۷۔ مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا﴾

[2]......﴿''فتاوی اهل حدیث'' (حافظ عبداللہ روپڑی التوفی ۱۳۸۴ھ) جلد اول صفحہ ۲۷۔ مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا﴾

[3]......﴿''فتاوی اهل حدیث'' (حافظ عبداللہ روپڑی التوفی ۱۳۸۴ھ) جلد اول صفحہ ۲۷۔ مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا﴾

توحید ایمانی: عوام کی توحید ہے یعنی کتاب وسنت کے مطابق خدا کو وحدہٗ لاشریک سمجھنا اور اس کی عبادت میں کسی کی شریک نہ کرنا، دل میں اس کا اعتقاد رکھنا اور زبان سے اقرار کرنا......اور صوفیاء کرام اس توحید میں عام مؤمنوں کے ساتھ شریک ہیں، اور باقی دو قسموں میں ممتاز ہیں۔

توحید علمی:......انسان کا یقین اس حد تک پہنچ جائے کہ موجود حقیقی اور مؤثر مطلق بجز خدا کسی کو نہ جانے......ہر ذات کو اس کی ذات کا اثر خیال کرے اور ہر صفت کو اس صفت کا پَرتو جانے......مگر چونکہ اس مرتبہ میں حجاب باقی رہتا ہے اس لیے اکثر اوقات نظر ظاہری اسباب کی طرف چل جاتی ہے جو شرک خفی کی قسم ہے......

توحید حالی:......قریب قریب تمام حجابات درمیان سے اُٹھ جاتے ہیں اور موحد مشاہدہ جمال وجود واحد کا کرتا ہے ......قریب قریب تمام وجودات موحد کی نظر سے غائب ہو جاتے ہیں......یہ توحید مشاہدہ سے پیدا ہوتی ہے اور توحید علمی مراقبہ سے......اور اس حالت میں شرک خفی کا نام نشان نہیں رہتا، انسان کے لیے توحید میں اس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ ممکن نہیں......

توحید الٰہی: یہ ہے کہ خدا تعالیٰ خود اپنی ذات میں بغیر اس کے کہ دوسرا اس کی طرف وحدت کی نسبت کرے ازل میں ہمیشہ وحدت سے موصوف رہا۔ چنانچہ حدیث میں ہے ''كان الله ولم يكن معه شئى ''یعنی'' خدا تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی دوسرے شئی نہ تھی''۔ اور اب بھی اسی طرح ہے اور ابد الآباد اس طرح رہے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ''كل شىء هالك الا وجهه ''یعنی'' ہر شئی ہلاکت والی ہے مگر خدا کی ذات'' اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ ہر شئی ہالک ہو جائے گی بلکہ ''ہالک'' کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت بھی ہلاکت والی یعنی نیست اور فانی ہے......یہ توحید الٰہی نقص وعیب سے بَری ہے۔ برخلاف توحیدِ مخلوق کے وہ بوجہ نقص وجود کے ناقص ہے......یہ چار قسمیں توحید کی صوفیاء کے ہاں مشہور ہیں، اخیر کی دو وہی ہیں جن کے متعلق آپ نے سوال کیا ہے یعنی توحید حالی ''وحدۃ الشہود'' ہے اور توحید الٰہی ''وحدۃ الوجود'' ہے یہ اصطلاحات زیادہ تر متاخرین صوفیاء (ابن عربی وغیرہ) کی کتب میں پائی جاتی ہیں، متقدمین کی کتب میں نہیں ہاں مراد اُن کی صحیح ہے......اب رہی ''توحید الٰہی'' سواِس کے متعلق بہت دنیا بہکی ہوئی ہے......صحیح راستہ اس میں یہ ہے کہ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ سوا خدا کے کوئی شئی حقیقۃً موجود نہیں......تو یہ مطلب صحیح ہے......

نوٹ: ابن عربی، رومی اور جامی وغیرہ کے کلمات اس توحید میں مشتبہ ہیں، اس لیے بعض لوگ ان کے حق میں اچھا اعتقاد رکھتے ہیں، بعض برا۔ ابن تیمیہ وغیرہ ابن عربی سے بہت بدظن ہیں اس طرح رومی اور جامی کو کئی علماء بُرا کہتے ہیں، مگر میرا خیال ہے کہ جب ان کا کلام محتمل ہے جیسے جامی کا کلام اُوپر نقل ہو چکا ہے اور وہ درحقیقت ابن عربی کا ہے کیونکہ ابن عربی کی کتاب ''عوارف المعارف'' سے ماخوذ ہے تو پھر ان کے حق میں سُوءِ ظن ٹھیک نہیں''۔ ملخصاً [1]

پہلے مذکورہ حوالہ جات کا فوٹو اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں پھر قارئین کرام جو نتیجہ نکالنا چاہیں انہیں اجازت ہے۔

[1]......﴿''فتاوی اهل حديث'' (حافظ عبداللہ روپڑی المتوفی ۱۳۸۴ھ) جلد اول صفحہ ۱۵۰، تا ۱۵۵۔ مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ سرگودھا﴾

فوٹو حوالہ ﴿"فتاوی ثنائیہ" صفحہ ۱۴۶۔ مطبوعہ مکتبہ ثنائیہ سرگودھا﴾

۲۳ ؍ نومبر ۱۹۱۷ء

اور مکتوبات دیکھنے سے ان بزرگوں کے مذہب اور روش کا پتہ ملتا ہے۔

مسئلہ وحدت الوجود اس صورت میں اس پر بحث کی جائے کہ قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت دیا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہ تھا۔ اس کا مدعا بیان کرنے میں دو قول ہیں۔ ایک موافق شرع۔ دوسرا مخالف شرع۔ (۱) ساری دنیا کا وجود یعنی اس کا چلانے والا ایک ہے جس کا نام القیوم ہے (۲) دوسرے معنی میں موجودات بلحاظ اصل کے سب ایک ہی ہیں ؎

در انجمن فرق نہاں خانہ جمع | باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

۲۴ ؍ مارچ ۱۹۲۳ء

فوٹو حوالہ ﴿"فتاوی ثنائیہ" صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷۔ مطبوعہ مکتبہ ثنائیہ سرگودھا﴾

وحدۃ الوجود اور اس کی تشریح رسالہ "معارف" اعظم گڑھ میں مسئلہ وحدۃ الوجود لکھتے ہوئے راقم مضمون نے ایک فقرہ یہ بھی کہ دیا کہ ہم نے مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی سے مسئلہ وحدۃ الوجود کے متعلق دریافت کیا وحدۃ الوجود کے سوا چارہ نہیں۔

یہ جواب جن اصحاب کی نظر میں اہل حدیث کے مسلک سے اجنبی معلوم ہوا۔ انھوں نے مجھ سے سوال کیا۔ کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ میں اپنے قصور علم اور مسلک تصوف سے علیحدگی کا مقر ہوں۔ میں نے مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی مرحوم سے سُنا تھا کہ مسئلہ مزلۃ الاقدام ہے۔ اس لئے مجھے اس میں دخل دینے کی جرأت نہیں ہوتی مگر احباب کے اصرار سے جو کچھ میں نے سمجھا وہ عرض کرتا ہوں۔

وحدۃ الوجود کی دو تشریحیں ہیں ان دونوں میں وجود کے معنی قابل غور ہیں۔ ا[illegible] اصلی معنی ہیں ما بہ الموجودیۃ یعنی جس کی وجہ سے کوئی چیز موجود [illegible] ان کی پہلی تشریح یہ ہے کہ جتنی اشیاء نظر آتی ہیں ان سب کا وجود یعنی ما بہ الموجودیت ایک ہی چیز ہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس اللہ سرہ نے اس کے متعلق ایک پرمعنی رباعی لکھی ہے ؎

لا آدم فی الکون ولا ابلیس | لا ملک سلیمان ولا بلقیس
فالکل عبارۃ وانت المعنی | یا من ھو للقلوب مقناطیس

شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ دنیا میں کوئی چیز مستقل موجود نہیں ہے۔ یہ سب تیری ہی قدرت کے نشان ہیں اور تیری طرف دلانے والے ہیں۔ یہی مضمون ایک اردو شاعر نے یوں ادا کیا ہے ؎

نظر آتا ہے جو کچھ وہ وحدت کی تجلی ہے | یہ نقش اہل بصیرت کے لئے وجہ تسلی ہے

اس تشریح کے مطابق وحدۃ الوجود کی مثال یہ ہے کہ کسی مکان کی کھڑکیوں میں مختلف رنگ کے شیشے لگا دئے جائیں۔ کوئی سفید، کوئی سرخ، کوئی سبز، کوئی سیاہ۔ ان کے [illegible] ایک لیمپ رکھ دیا جائے تو باہر سے دیکھنے والا ان شیشوں کو مختلف رنگوں میں [illegible] گا۔ مگر ایک نور والا لیمپ کی وحدت کو ملحوظ رکھے گا۔ قرآن مجید بھی اس تشریح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے نور السموات والارض۔ اس تشریح کے مطابق وحدۃ الوجود کے معنی وحدۃ الموجد کے ہوں [illegible] ہو بالکل ٹھیک ہے۔ مولانا سیالکوٹی کا مطلب غالباً یہی ہوگا۔ (۲) وحدۃ الوجود کی دو[illegible]

[illegible] وحدۃ الموجودات [illegible]

حوالہ فوٹو ﴿"فتاوی اھل حدیث" جلد اول صفحہ ۱۵۰۔ مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ سرگودھا﴾

مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود

سوال: مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی صوفیاء کے نزدیک کیا تعریف ہے؟ اور محققین علماء اس کے کیا معنی مراد لیتے ہیں؟ اور یہ توحید وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی زمانہ سلف میں تھی یا نہیں؟

جواب: مولینا جامیؒ نے اپنی کتاب نفحات الانس من حضرات القدس فارسی کے صفحہ ۲ تا النہایت صفحہ ۴ میں بحوالہ ترجمۃ العوارف باب اول توحید کے چار مراتب لکھے ہیں۔ اصل عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ کرنے سے تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔ اس لئے کسی قدر توضیح کے ساتھ اردو خلاصہ پر اکتفاء کی جاتی ہے جس کو

حوالہ فوٹو ﴿"فتاوی اھل حدیث" جلد اول صفحہ ۱۵۱۔ مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا﴾

زیادہ تفصیل کا شوق ہو وہ اصل کتاب ملاحظہ کرے۔
اوّل توحید ایمانی، دوم توحید علمی، سوم توحید حالی، چہارم توحید الٰہی

توحید ایمانی عوام کی توحید ہے یعنی کتاب و سنت کے مطابق خدا کو وحدہ لاشریک سمجھنا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ دل میں اس کا اعتقاد رکھنا اور زبان سے اقرار کرنا۔ اور یہ توحید مخبر صادق کی خبر کے تصدیق کرنے کا نتیجہ ہے اور ظاہری علم سے حاصل ہے۔ اور صوفیاء کرام ان توحید میں عام مومنوں کے ساتھ شریک ہیں اور باقی قسموں میں ممتاز ہیں۔

توحید علمی باطنی علم سے حاصل ہوتی ہے جس کو علم الیقین کہتے ہیں۔ اور وہ اس طرح ہوتی ہے کہ انسان کا یقین اس حد تک پہنچ جائے کہ موجود حقیقی اور مؤثر مطلق بجز خدا کسی کو نہ جانے، تمام ذوات صفات اور افعال کو خدا کی ذات، صفات اور افعال کے سامنے ہیچ سمجھے۔ ہر ذات کو اس کی ذات کا اثر خیال کرے۔ اور ہر صفت کو اس کی صفت کا پرتو جانے۔ مثلاً جہاں علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سننا دیکھنا پائے ان سب کو خدا تعالیٰ کے علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سننے دیکھنے کے آثار سے سمجھے۔ اسی طرح باقی صفات و افعال کو خیال کرے گویا ظاہری اسباب کا پردہ درمیان نہ دیکھے۔ اور سب کچھ مؤثر حقیقی کی طرف سے سمجھے یہاں تک کہ ظاہری اسباب سے متاثر نہ ہو۔ مگر چونکہ اس مرتبہ میں حجاب باقی رہتا ہے اس لئے اکثر اوقات نظر ظاہری اسباب کی طرف چلی جاتی ہے جو شرک خفی کی قسم ہے۔

توحید حالی یہ ہے کہ قریب قریب تمام حجابات درمیان سے اٹھ جاتے ہیں۔ اور موحد مشاہدہ جمال وجود واحد کا کرتا ہے جیسے ستاروں کا نور آفتاب کے نور میں غائب ہو جاتا ہے اسی قریب قریب تمام وجودات موحد کی نظر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ توحید کی صفت کو بھی اسی وجود واحد کی صفت دیکھتا ہے اور اپنے مشاہدہ کو بھی اسی وجود واحد کی صفت دیکھتا ہے۔ غرض اس کی نظر میں وحدت ہوتی ہے۔ دوئی کا وہاں دخل نہیں رہتا۔ اس طریق سے موحد کی ہستی بجز توحید کا ایک قطرہ ہو کر اس میں مضمحل ہو جاتی ہے اور ایسی گھل مل جاتی ہے کہ وہاں انتشار نہیں رہتا۔ اسی بناء پر جنید بغدادیؒ (سرتاج صوفیاء) نے کہا ہے:۔

التوحید معنی یضمحل فیہ الرسوم ویندرج فیہ العلوم ویکون اللہ کما لم یزل

یعنی توحید ایک معنی ہے جس میں رسمی وجود حقیقی وجود میں گھل مل جاتے ہیں اور علوم اس میں

حوالہ فوٹو ﴿"فتاوی اھل حدیث" جلد اول صفحہ ۱۵۲۔ مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ سرگودھا﴾

مندرج ہو جاتے ہیں۔ گویا خدا ویسے کا ویسا ہے۔ کوئی چیز پیدا ہی نہیں کی"۔

یہ توحید مشاہدہ سے پیدا ہوتی ہے اور توحید علمی مراقبہ سے۔ مراقبہ ظاہر کی طرف سے توجہ ہٹا کر جمال محبوب کی انتظار ہے اور مشاہدہ محبوب کا دیدار ہے۔ توحید علمی میں اکثر لوازم بشریہ باقی رہتے ہیں اور توحید حالی میں تھوڑے باقی رہتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان دنیا میں ترتیب افعال اور تہذیب اقوال کے ساتھ مکلف ہے اور مکلف اسی صورت میں رہ سکتا ہے کہ اس کے ساتھ کچھ لوازم بشریہ رہیں جن کا اس کو مقابلہ کرنا پڑے اسی بناء پر ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:۔

التوحيد غريم لا يقضى دينه و غريب لا يؤدى حقه۔

"یعنی توحید ایسا قرض خواہ ہے کہ اس کا قرض پورا نہیں ہو سکتا اور ایسا مسافر ہے کہ اس کی مہمانی کا حق ادا نہیں ہو سکتا"۔

دنیا کی کبھی کبھی خالص حقیقت توحید جس میں یکبارگی آثار اور رسمی وجود گم ہو جاتے ہیں بجلی کی چمک کی طرح نمودار ہوتی ہے اور فی الفور بجھ جاتی ہے اور رسمی وجودات کا اثر دوبارہ لوٹ آتا ہے اور اس حالت میں شرک خفی کا نام نشان نہیں رہتا۔ انسان کے لئے توحید میں اس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ ممکن نہیں۔

توحید الٰہی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ خود اپنی ذات میں بغیر اس کے کہ دوسرا اس کی طرف وحدت کی نسبت کرے ازل میں ہمیشہ وحدت سے موصوف رہا چنانچہ حدیث میں ہے کان اللہ ولم یکن معہ شئی یعنی "خدا تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی دوسری شئے نہ تھی"۔ اور اب بھی اسی طرح ہے اور ابدالاباد اسی طرح رہے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کل شئی ھالک الا وجھہ۔ یعنی ہر شئے ہلاکت والی ہے مگر خدا کی ذات"۔ اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ ہر شئے ہلاک ہو جائے گی بلکہ "ہالک" کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت بھی ہلاکت والی ہے یعنی نیست اور فانی ہے اس کی مثال اس طرح ہے جیسے رسی جلا دی جائے تو اس کے بٹ بدستور نظر آتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ رسی قائم ہے حالانکہ حقیقت میں رسی ختم ہو چکی ہوتی ہے اور اس حالت کے مشاہدہ کے لئے قیامت کا حوالہ دنیا یہ مجبوروں کے لئے ہے ورنہ ارباب بصیرت اور اصحاب مشاہدہ جو زمان و مکان کے تنگ کوچہ سے گذر کر خلاصی پا گئے یہ وعدہ ان کے حق میں قیامت تک ادھار نہیں بلکہ نقد ہے یعنی مجبوروں کے لئے جو مشاہدہ قیامت کو ہوگا۔ ارباب بصیرت کے لئے اس وقت ہو رہا ہے۔

حوالہ فوٹو ﴿"فتاوی اھل حدیث" جلد اول صفحہ ۱۵۳۔ مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ سرگودھا﴾

۱۵۴

یہ توحید الٰہی نقص و عیب سے بری ہے۔ برخلاف توحید مخلوق کے وہ بوجہ نقص وجود کے ناقص ہے۔

یہ چار قسمیں توحید کی صوفیاء کے ہاں مشہور ہیں۔ اخیر کی دو وہی ہیں جن کے متعلق آپ نے سوال کیا ہے یعنی توحید حالی وحدۃ الشہود ہے اور توحید الٰہی وحدۃ الوجود ہے۔ یہ اصطلاحات زیادہ تر متاخرین صوفیاء (ابن عربی وغیرہ) کی کتب میں پائی جاتی ہیں۔ متقدمین کی کتب میں نہیں۔ ہاں مراد ان کی صحیح ہے۔ توحید ایمانی اور توحید علمی تو ظاہر ہے توحید حالی کا ذکر اس حدیث میں ہے۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ یعنی خدا کی اس طرح عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو نہ دیکھے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے: یہ حالت چونکہ اکثر طور پر ریاضت اور مجاہدے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے یہ عقل سے سمجھنے کی شئے نہیں ہاں اس کی مثال عاشق و معشوق سے دی جاتی ہے۔ عاشق جس پر معشوق کا تخیل اتنا غالب ہوتا ہے کہ تمام اشیاء اس کی نظر میں کالعدم ہوتی ہیں۔ اگر دوسری شئے کا نقشہ اس کے سامنے آتا ہے تو محبوب کا خیال اس کے دیکھنے سے حجاب ہو جاتا ہے گویا ہر جگہ اس کو محبوب ہی محبوب نظر آتا ہے خاص کر خدا کی ذات سے کسی کو عشق ہو جائے تو چونکہ تمام اشیاء اس کے آثار اور صفات کا مظہر ہیں اس لئے خدائی عاشق پر اس حالت کا زیادہ اثر ہوتا ہے یہاں تک کہ ہر شئے سے اس کو خدا نظر آتا ہے وہ شئے نظر نہیں آتی جیسے شیشہ دیکھنے کے وقت چہرے پر نظر پڑتی ہے نہ کہ شیشہ پر۔

شیخ مخدوم علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش جن کا لاہور میں مزار مشہور ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کشف المحجوب باب مشاہدہ میں صوفیاء کے اقوال اس قسم کے بہت لکھے ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے جو بیان ہوا ہے کہ غلبہ محبت اور کمال یقین کی وجہ سے ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ غیر خدا پر نظر ہی نہیں پڑتی۔ اسی طرح دوسرے بزرگوں نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ خواص کی دو حالتیں ہیں جلوت اور خلوت۔ جلوت لوگوں سے اختلاط اور میل جول کی حالت ہے اور خلوت علیحدگی اور تنہائی کی حالت ہے جس میں علاوہ ازالہ خدا کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ جلوت میں تبلیغ کا کام ہوتا ہے اور خلوت میں نفس کی اصلاح اور دل کی صفائی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ مزمل کے شروع میں ان دونوں حالتوں کا بیان ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْـًٔا وَّاَقْوَمُ قِیْلًا اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا

یعنی رات کا قیام نفس کے لتاڑنے کے لئے سخت ہے اور زبان کو بہت درست رکھنے والا ہے۔ بے شک تجھے دن میں طویل شغل ہے۔

حوالہ فوٹو ﴿"فتاوی اهل حديث" جلد اول صفحہ ۱۵۴۔ مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا﴾

ان دونوں آیتوں میں ان دونوں حالتوں کا ذکر ہے جن کی یہ دونوں حالتیں قائم ہیں ان کی تو پرسش ہی نہیں اوّل نمبر ان میں انبیاء علیہم السلام کا ہے پھر درجہ بدرجہ ان کے جانشینوں کا ہے۔ جو لوگ ساری عمر خلوت میں گذارتے ہیں اگرچہ ان کی حالت مشاہدہ زیادہ ہوتی ہے مگر چونکہ یہ چیز صرف ان کی ذات سے تعلق رکھتی ہے اس میں متعدی فائدہ نہیں اس لئے وہ علماء ربانیین کا مقابلہ نہیں کر سکتے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی ستاروں پر" اور دوسری حدیث میں ہے "جیسی میری تمہارے ادنیٰ پر" (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل ۲)

پس انسان کو چاہیئے کہ توحید حالی حاصل کرتے ہوئے افضل مرتبہ ہاتھ سے نہ دے۔ جو بعض گوشہ نشینی کو بڑا کمال سمجھے ہوئے ہیں اور اپنی عمر اسی میں گذار دیتے ہیں وہ علمائے ربانی کی نسبت بڑے خسارہ میں ہیں۔ اگرچہ ذاتی طور پر ان کی طبیعت کو اطمینان و سکون زیادہ ہو۔ اور ذوقِ عبادت اور حلاوتِ ذکر میں خواہ کتنے بڑھے ہوئے ہوں مگر علمائے ربانی کا متعدی فائدہ اس سے بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ شیطان کا اصل مقابلہ کرنے والی یہی (علمائے ربانی) کی جماعت ہے۔ عابد ریاضت اور مجاہدہ سے صرف اپنی خواہشات کو دباتا ہے اور یہ جماعت ہزاروں کی اصلاح کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"ہزار عابد سے شیطان اتنا نہیں ڈرتا جتنا ایک عالم سے (ڈرتا ہے)" مشکوٰۃ کتاب العلم فصل ۲)

خدا ہمیں بھی ربانی علماء سے کرے اور انہی کے زمرہ میں اٹھائے   آمین

اب رہی توحید الٰہی سو اس کے متعلق بہت دنیا بہکی ہوئی ہے۔ بعض تو اس کا مطلب ہمہ اوست سمجھتے ہیں یعنی ہر شے عین خدا ہے۔ جیسے برف اور پانی بظاہر دو معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت ایک ہے اسی طرح خدا اور دیگر موجودات ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ تمام موجودات وحدتِ حقیقی کا عکس ہیں جیسے ایک شخص کے ارد گرد کئی شیشے رکھ دیئے جائیں تو سب میں اس کا عکس پڑتا ہے ایسے ہی خدا اصل ہے اور باقی اشیاء اس کا عکس ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ کلی جزئی کی مثال ہے جیسے انسان اور زید عمر بکر ہیں حقیقت سب کی خدا ہے اور یہ تعینات حوادث ہیں۔ غرض دنیا عجیب گھورکھ دھندے میں پڑی ہوئی ہے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔

صحیح راستہ اس میں یہ ہے کہ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ سوا خدا کے کوئی شے حقیقۃً موجود نہیں اور یہ جو کچھ نظر آ رہا ہے یہ محض توہمات ہیں جیسے "سوفسطائیہ" فرقہ کہتا ہے کہ آگ کی گرمی اور پانی کی برودت ذہنی اور خیالی چیز ہے تو یہ سراسر گمراہی ہے۔ اور اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ موجودات انسانی ایجادات کی طرح نہیں

حوالہ فوٹو ﴿"فتاوی اهل حدیث" جلد اول صفحہ ۱۵۵۔ مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ سرگودھا﴾

کو انسان کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں بلکہ یہ ان کا وجود خدا کے سہارے پر ہے اگر اُدھر سے قطع تعلق فرض کیا جائے تو ان کا کوئی وجود نہیں۔ تو یہ مطلب صحیح ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے بجلی کا کرنٹ (برقی رو) قمقموں کے لئے ہے۔ گویا حقیقت میں اس وقت بھی ہر شئے فانی ہے مگر ایک علمی رنگ میں اس کو سمجھنا ہے اور ایک حقیقت کا سامنے آنا ہے۔ علمی رنگ میں تو سمجھنے والے بہت ہیں مگر حقیقت کا اس طرح سامنے آنا جیسے آنکھوں سے کوئی شے دیکھی جاتی ہے یہ خاص ارباب بصیرت کا حصہ ہے گویا قیامت والی فنا اس وقت ان کے سامنے ہے۔ پس آیہ کریمہ کل شئی ھالک الا وجھہ۔ ان کے حق میں نقد ہے نہ اُدھار۔

نوٹ:۔ ابن عربی ؒ۔ رومی ؒ اور جامی ؒ وغیرہ کے کلمات اس توحید میں مشتبہ ہیں۔ اس لئے بعض لوگ ان کے حق میں اچھا اعتقاد رکھتے ہیں بعض بُرا۔ ابن تیمیہ ؒ وغیرہ ابن عربی ؒ سے بہت بدظن ہیں۔ اسی طرح رومی ؒ اور جامی ؒ کو کئی علماء بُرا کہتے ہیں مگر میرا خیال ہے کہ جب ان کا کلام محتمل ہے جیسے جامی ؒ کا کلام اوپر نقل ہو چکا ہے اور وہ درحقیقت ابن عربی ؒ کا ہے۔ کیونکہ ابن عربی کی کتاب "عوارف المعارف" سے ماخوذ ہے تو پھر ان کے حق میں سوء ظنی ٹھیک نہیں۔ اسی طرح رومی ؒ کو خیال کر لینا چاہیئے، غرض حتی الوسع فتوی میں احتیاط چاہیئے جب تک پوری تسلی نہ ہو فتوی نہ لگانا چاہیئے خاص کر جب وہ گذر چکے۔ اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہو چکا تو اب کرید کی کیا ضرورت؟ بلکہ صرف اس آیت پر کفایت کرنی چاہیئے۔

تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون

نوٹ:۔ ابن عربی ؒ وغیرہ کا کچھ ذکر "تنظیم" جلد ۹ نمبر ۲۲ مورخہ ۲۹ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء مطابق ۲۰ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۹ھ میں بھی ہو چکا ہے اور رسالہ تعریف اہلسنت ؒ کے صفحہ ۳۶۵ و ۳۶۶ میں بھی ہم اس کے متعلق کافی لکھ چکے ہیں زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو وہاں ملاحظہ ہو۔

تبصرہ

فتاوٰی اہلحدیث کی اس عبارت میں توحید الٰہی کی چوتھی قسم کو "وحدۃ الوجود" قرار دیا ہے اور اس کی تشریح یہ کی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے آپ کو واحد قرار دیتا ہے نہ کہ کوئی دوسرا، چنانچہ ان کے الفاظ یہ تھے

"کہ خدا تعالیٰ خود اپنی ذات میں بغیر اس کے کہ دوسرا اس کی طرف وحدت کی نسبت ازل سے ہمیشہ وحدت سے موصوف رہا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کان اللّٰہ ولم یکن معہ خدا تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی دوسری شئی نہ تھی اور اب بھی اس طرح ہے اور ابد الآباد اس طرح رہے گا۔" [1]

---

[1]...... ﴿"فتاوی اهل حدیث" (حافظ عبداللہ روپڑی المتوفی ۱۳۸۴ھ) جلد اول صفحہ ۱۵۲۔ مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ سرگودھا﴾

فتاویٰ اہلحدیث کی عبارت سے واضح ہوتا ہے ہمارے عقیدہ وحدۃ الوجود یعنی اللہ کے وحدۃ الوجود ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نہیں، بلکہ اللہ ہی اپنے آپ کو واحد مانتا اور جانتا ہے جس طرح ازل میں کوئی مخلوق نہ تھی اب بھی کوئی نہیں ہے اور قیامت تک کوئی نہیں ہوگی۔ بہرحال اہل حدیث کے علماء کے حوالوں سے یہ بات روشن ہوئی کہ ''وحدۃ الوجود'' اہلحدثیوں کے نزدیک حق ہے اور ابن تیمیہ اور اس کے متبعین کی طرف سے طعن وتشنیع بغیر تحقیق کے ہے۔ **فقط هو المقصود**

دوسرا شعر

قادرا قدرتِ بے عجز ندادی بکس قدرت بے عجز تو داری وبس [1]

(ترجمہ) اے اللہ تو قادر ہے تو نے کسی کو ایسی قدرت نہیں دی جس میں کسی موقع پر کہیں بھی بے بسی نہ ہو، ایسی قدرت فقط تیری ہے جس میں عاجزی کہیں بھی نہیں۔

حوالہ فوٹو ﴿''فتاوی نذیریہ'' جلد اول صفحہ ۳۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

قادرا قدرتِ بے عجز ندادی بکس ! قدرت بے عجز تو داری وبس !

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت قدرتِ کاملہ ہے وہ اپنے افعال میں کسی اور سبب کا ضرورت مند نہیں، کوئی چیز موجود نہ تھی اس نے چیزوں کو موجود کر دیا۔ جب کہ کائنات کے کاریگر جب کوئی چیز بناتے ہیں تو اس کے لیے پہلے سامان موجود ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے کائنات کو بنایا اس کے لیے کوئی مٹیریل پہلے موجود نہ تھا، جب کوئی کسی چیز کو فنا کرتا ہے تو اس کے لیے آلات اور اسباب ہوتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ان کے بغیر زمین وآسمان کو فنا کر دے گا۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرنا چاہے اسے کوئی بندہ روکنے کی قدرت نہیں رکھتا اگرچہ اس بندے کو اپنے ہاں بڑی عزت دی ہو اور کوئی بندہ اللہ کے ہاں جتنا بھی عزت رکھتا ہے وہ اللہ کے اِذن کے بغیر کچھ بنا سکتا ہے نہ مٹا سکتا ہے۔

اس شعر سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ کی قدرت بندوں کے اِذن وقدرت کے تابع نہیں اور بندوں کی قدرت اللہ کے اِذن وقدرت کے تابع ہے لیکن اس سے ذلت کہیں بھی ثابت نہیں ہوتی اس لیے کہ بغیر اِذن کے قدرت کا نہ ہونا ہر بندہ کے لیے لازم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں مقربینِ خاص کا کافروں اور منافقوں کے مقابلہ میں ذلت سے پاک ہونا اور معزز ہونے کا بیان کیا اسی طرح اپنی دربار میں ان کے مکرم، ذی وجاہت، ذی عزت ہونے کو بیان فرمایا ہے اگر ذلت سے

[1]...... ﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۳۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

پاک اور عزت سے موصوف ہونے کے ساتھ ذلت کے وجود کو بھی ان کے لیے وصف قرار دیا جائے تو عزت اور ذلت ان کے لیے جمع ہو جانا ماننا ہوگا جو جمع بین الضدین ہونے کی وجہ سے محال ہے۔

تیسرا شعر

ہر کہ ہست آفریدہ و بندہ است بندہ در بندے آفرینندہ است

پس کجا بندہ کہ در بندست لائق شرکت خداوندست [1]

(ترجمہ) جو بھی ہے اللہ کا پیدا کیا ہوا اور بندہ ہے اور بندہ پیدا کرنے والے کے قبضہ میں ہے، پس کہاں ہوسکتا ہے کہ جو مالک کے قبضہ میں ہو وہ اپنے خالق و مالک کی شرکت کے لائق ہوسکے۔

حوالہ فوٹو ﴿''فتاوی نذیریہ'' جلد اول صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

ہر کہ ہست آفریدہ و بندہ است بندہ در بندے آفرینندہ است

پس کجا بندہ کہ در بندست لائق شرکت خداوندست

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہر مخلوق اللہ کا بندہ ہے چاہے نوری ہو یا ناری، خاکی ہو یا کوئی اور۔ وہ اللہ کے شریک نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کچھ حدود بنائی ہیں وہ اُسی کے اندر رہتے ہیں اُس سے باہر نہیں جاسکتے۔ ہم ان تمام باتوں کو مانتے ہیں، ہم تمام مخلوق کو بندہ سمجھتے ہیں اور کسی کو خدا کا شریک نہیں سمجھتے اور ہم یہ مانتے ہیں کہ کوئی مخلوق اپنی عبدیت کی حد سے باہر نہیں نکل سکتی۔ معبود نہیں ہوسکتی لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عبدیت اور مخلوقیت کے ساتھ ذلت لازمی ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ ان آیات کو غلط ماننا پڑے گا جنہیں ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کے لیے عزت ثابت کر کے ان سے ذلت کی نفی گئی، یہ اس شعر کا جواب تھا لیکن میاں صاحب کے فتاویٰ کے اس شعر میں ان کی قوم کے ان لوگوں کو ذلیل کیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بندہ صرف بشر ہوتا ہے نور یا نوری مخلوق میں سے نہیں ہوسکتا۔ یعنی ان کے نزدیک فرشتے اللہ کے بندے نہیں۔ جبکہ میاں صاحب ہر مخلوق کو جاندار ہو یا بے جان نظر آتی ہو یا نہ نظر آتی ہو، بندہ مان رہے ہیں۔

چوتھا شعر

میاں نے ایک یہ شعر بھی درج کیا ہے

[1]...... ﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

ز تعظیم تو پیش تو ہست و نیست　　　　اگر باشد و گر نہ باشد یکے است [1]

(ترجمہ) تیری تعظیم کرنے کے سبب تیرے سامنے وجود وعدم کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

حوالہ فوٹو ﴿"فتاوی نذیریہ" جلد اول صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

ز تعظیم تو پیش تو ہست و نیست　　　　اگر باشد و گر نباشد یکے است

اس شعر کا مطلب میاں صاحب نے نہیں سمجھا کاش میاں صاحب کسی لائق استاد سے سکندر نامہ پڑھے ہوئے ہوتے۔ اس شعر کے دو معنٰی مراد لیے جانے کا احتمال ہے۔ اول یہ کہ وجودِ حقیقی (ہست) اور عدمِ حقیقی (نیست) ایک چیز ہیں، یہ صریحاً اجتماعِ نقیضین ہے جو محال ہے۔ اس کو صاحب سکندر نامہ کی مراد نہیں کہا جا سکتا۔

دوسرا مطلب یہ کیا جا سکتا ہے کہ (ہست) یعنی وجود سے مراد وجودِ ممکن اور (نیست) یعنی عدم سے مراد عدم ممکن لیا جائے، تو یہ دونوں ایک دوسرے کی نقیضیں نہیں بلکہ ممکن میں دونوں چیزیں بیک وقت پائی جاتی ہیں ایک ظاہر اور دوسری (پوشیدہ) چھپی ہوئی۔ ظاہر کو بالفعل کہتے ہیں اور چُھپے ہوئے کو بالقوۃ اور بالاستعداد کہتے ہیں۔ اگر ہر ممکن بالفعل موجود ہے تو بالاستعداد وہ معدوم بھی ہے یعنی معدوم کی وہ استعداد رکھتا ہے اور اگر بالفعل وہ معدوم ہے تو بالاستعداد موجود بھی ہے۔ اس لیے شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ تمام ممکنات میں پائے جانے والے وجود وعدم دونوں کے ہونے اور نہ ہونے کو میں تیری تعظیم (عبادت وتوحید) کے سبب برابر سمجھتا ہوں یعنی وجود حقیقی اور موجود بالذات تو ہے باقی کوئی اس معنٰی سے موجود نہیں۔

یا یہ کہ موجود ممکن اور معدوم ممکن یکساں تیرے حکم کی کہیں سے ثابت ہوتا ہے اور چونکہ تمام مخلوق اس مجموعہ ہست ونیست میں آجاتی ہے تو اگر مخلوق کے لیے تعظیم باری کو ذلت مانا جائے تو پھر ان تمام آیات کا خلاف لازم آتا ہے جن کو ہم بار بار ذکر کر آئے، جن میں سے ایک یہ ہے جس کا ترجمہ اہل حدیث عالم ثناء اللہ امرتسری کے حوالے سے پیش کیا جا رہا ہے

"یہ وہی لوگ ہیں جو کہا کرتے ہیں کہ اے مدینہ والو! جو لوگ (محمد) رسول اللہ کے پاس (ادھر اُدھر سے آ کر رہتے ہیں) ان پر مال خرچ نہ کیا کرو، یہاں تک کہ منتشر ہو جائیں۔ اور (حالانکہ) آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں لیکن منافقین سمجھتے نہیں۔ یہی لوگ (جنگ کے موقع پر) کہتے تھے کہ اگر اس دفعہ ہم شہر (مدینہ) میں گئے تو معزز لوگ ان ذلیل لوگوں کو شہر سے نکال دیں گے، اصل عزت اللہ کی ہے اور رسول کی اور ایمان داروں کی ہے مگر منافق لوگ جانتے

[1]......﴿"فتاوی نذیریہ" (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

نہیں (کہ عزت کیا شئی ہے)''۔ [1]

فوٹو حوالہ ﴿''سورۃ المنافقون: الآیۃ ۷، ۸'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری'' مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٦﴾ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا

عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٧﴾ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ

اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ

لِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨﴾ يٰٓاَيُّهَا

مذکورہ بالا آیت اور اسی طرح سابقاً ذکر کردہ دیگر آیات میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں سے ذلت کی نفی کی گئی ہے، اب اگر بفرضِ محال سکندر نامہ کے مصنف نے ان کے لیے ذلت ثابت کی ہوتی تو قرآن مجید کا رد نہیں کیا سکتا تھا بلکہ نظامی کا کلام (جو ایک غیر معصوم کا کلام ہے) ہی رد ہوتا۔

تاہم اللہ کی رحمتیں ہوں نظامی گنجوی صاحب پر کہ وہ اپنے کشف سے شاید جان گئے کہ دعوایدارانِ ذلت ان کے کلام سے جھوٹا استدلال کریں گے اس لیے وہ ان جھوٹے دعوی داروں کے پیدا ہونے سے پہلے ان کی تردید کر گئے۔

حمد باری تعالیٰ میں لکھتے ہیں ؎ سرے کز تو گردد بلندی گرائے   بافگندن کس نیفتد زپائے [2]

اے اللہ جس سر کو تو اونچا کرے (عزت دے) وہ کسی کی کوشش سے اپنے رتبہ عزت سے نیچے نہیں گر سکتا۔

؎ بزرگا بزرگے دہا بیکسم   توئی یاوری بخش و یاری رسم [3]

---

[1]......﴿''سورۃ المنافقون: الآیۃ ۷، ۸'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

[2]......﴿''سکندر نامہ'' (ابو محمد حکیم الیاس بن یوسف نظامی گنجوی المتوفی ۵۹۴ھ) صفحہ ۳۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی﴾

[3]......﴿''سکندر نامہ'' (ابو محمد حکیم الیاس بن یوسف نظامی گنجوی المتوفی ۵۹۴ھ) صفحہ ۶۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی﴾

اے عظمت دینے والا اور اے (اپنے خاص بندوں کو) عزت دینے والا میرا کوئی نہیں ہے تو ہی میری مدد فرمانے والا اور میری امداد کو پہنچنے والا ہے۔ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ اے اللہ اصل عزت والا تو ہے جس کو تو عزت دے اسے کوئی ذلیل نہیں کرسکتا اس لیے تو میری مدد فرماتا رہا کر۔

حمد باری تعالیٰ میں دو صفحے بعد فرماتے ہیں

؎ تو دادی مرا پایگاہِ بلند　　　تو ام دستگیر اندریں پائے بند [1]

تو نے مجھے بلند رتبہ عطا فرمایا (اور عزت مند بنایا) اس (دنیا کے) قید خانہ میں تو ہی مددگار ہے۔

نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء میں لکھتے ہیں

؎ گرانمایہ تر تاج آزادگان　　　گرامی تر از آدمی ذات داں [2]

وہ لوگ جو ہر مخلوق کی غلامی سے آزاد ہیں یعنی انبیاء اور اولیاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تاج ور یعنی بادشاہ ہیں جتنے انسان ہیں، آپ ان میں سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔

؎ ضماندار عالم سیہ تا سپید　　　شفاعت کن روز بیم و امید [3]

آپ تمام جہاں کے سیاہ و سفید (یعنی نفع و نقصان کے اللہ کی طرف سے) مالک بنائے گئے ہیں۔ قیامت کا دن جب کچھ لوگ خوف میں مبتلا ہونگے اور کچھ امیدوار رحمت آپ اس دن شفاعت فرمانے والے ہیں۔

فوٹو حوالہ ﴿''سکندر نامہ'' صفحہ ۳۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی﴾
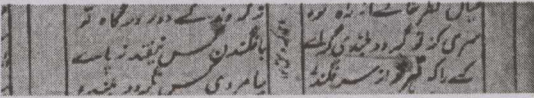
فوٹو حوالہ ﴿''سکندر نامہ'' صفحہ ۶۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی﴾
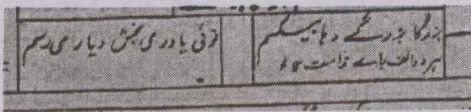
۱......﴿''سکندر نامہ'' (ابو محمد حکیم الیاس بن یوسف نظامی گنجوی التوفی ۵۹۴ھ) صفحہ ۸۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی﴾

۲......﴿''سکندر نامہ'' (ابو محمد حکیم الیاس بن یوسف نظامی گنجوی التوفی ۵۹۴ھ) صفحہ ۹۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی﴾

۳......﴿''سکندر نامہ'' (ابو محمد حکیم الیاس بن یوسف نظامی گنجوی التوفی ۵۹۴ھ) صفحہ ۹۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی﴾

فوٹوحوالہ ﴿''سکندر نامہ''صفحہ ۸۔مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی﴾

فوٹوحوالہ ﴿''سکندر نامہ''صفحہ ۹۔مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی﴾

گرانمایہ تر تاج آزادگان — گرامی تر از آدمی زادگان
محمد کازل تا ابد ہرچہ ہست — بآرایش نام او نقش بست
چراغی کہ پروانہ بینش بدوست — فروغ ہمہ آفرینش بدوست
ضمانندہ عالم سیہ تا سپید — شفاعت کن روز بیم و امید
درختی سہی سرو در باغ شرع — زمینی باصل آسمانی بفرع

ان اشعار میں صاحب سکندرنامہ حضرت نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح طور پر تمام انسانوں سے زیادہ عزت مند قرار دیا ہے اس کے بعد بغیر کسی دلیل کے میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کا ان پر الزام لگانا کہ وہ ہر مخلوق کو خصوصاً انبیاء کرام اور اولیاء علیہم الرحمۃ و الرضوان کو ذلیل سمجھتے ہیں، افتراء کی بدترین مثال ہے۔

لفظِ ''عَبد'' سے اعتراض کا جواب

اہلحدیثوں کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں

''چنانچہ اورب العزت بمقتضائے شان عظمت وجلالت خود مے فرماید اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ذَلِیْلًا خَاضِعًا کَذَا فِی مَعَالِمِ التَّنْزِیْلِ اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ذَلِیْلًا خَاضِعًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْھُمْ عُزَیْرُ وَعِیْسٰی کَذَا فِی الْجَلَالَیْنِ پس در جلالین مِنْھُمْ عُزَیْرُ وَعِیْسٰی را صراحۃً ذکر کردہ وذلیل شمردہ چہ بےادبی کردہ وحبذا ما قیل ؎

ہنر بچشم عداوت قبیح تر باشد — حسد بحاسد طبعی فضیح باشد

اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا حَالٌ اَیْ خَاضِعًا ذَلِیْلًا مُنْقَادًا اِنْتَھٰی مَا فِی الْمَدَارِکِ، عَبْدًا مُطِیْعًا خَاشِعًا کَذَا فِی التَّفْسِیْرِ الْکَبِیْرِ مُخْتَصَرًا، اَلْخُشُوْعُ ضَرَاعَۃٌ وَضَرَعَ الرَّجُلُ ضَرَاعَۃً وَضَعُفَ وَذَلَّ کَذَا فِی مُفْرَدَاتِ الْقُرْاٰنِ لِاِمَامِ الرَّاغِبِ'' (کتاب کے ذیل میں اہل حدیث مترجم نے اس طویل عبارت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے)

''چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں'' کہ زمین اور آسمانوں میں جو کوئی بھی ہے وہ اللہ کے پاس غلامی کی حالت میں آنے والا ہے'' جلالین میں لکھا ہے کہ ''عَبۡـــدًا'' کا معنی ذلیل اور خاضع ہے، پھر فرماتے ہیں تمام مخلوق اس کے سامنے ذلیل ہے، عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام بھی'' [1]

حوالہ فوٹو ﴿''فتاوی نذیریہ'' جلد اول صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

چنانچہ اور رب العزت بمقتضائے شان عزت وجلالت خود می فرمایدان کل من فی السموات والارض الا اتی الرحمن عبدا، ذلیلا خاضعا کذا فی معالم التنزیل، الا اتی الرحمن عبدا، ذلیلا خاضعا یوم القیمۃ منہم عزیر وعیسی کذا فی الجلالین پس در جلالین منہم عزیر وعیسی را صراحۃ ذکر کردہ و ذلیل شمردہ، چہ بے ادبی کردہ و چہ نا قبیل سے

ہنر بچشم عداوت قبیح تر باشد — حسد بچشم طمع فصیح تر باشد

آتی الرحمن عبدا حال ای خاضعا ذلیلا منقادا انتہی معانی المدارک عبدا مطیعا خاشعا کذا فی التفسیر الکبیر مختصرا لا الخشوع ضراعۃ و ضرع الرجل ضراعۃ ضعف وذل کذا فی مفردات القرآن للامام الراغب سے

جب باقی تمام مخلوقات اس کی محتاج ہوئی تو پھر اس کے ساتھ برابری کیسے ہو سکتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ جو زمین اور آسمانوں میں جو کوئی بھی ہے، وہ اللہ کے پاس غلامی کی حالت میں آنے والا ہے، جلالین میں لکھا ہے کہ عبدا کا معنے ذلیل اور خاضع ہے، پھر فرماتے ہیں تمام مخلوق اس کے سامنے ذلیل ہے، عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام بھی۔

انبیاء کرام عَلَیۡھِمُ السَّلَامُ بلاشبہ اللہ کے عباد ہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء کرام علیھم الصلوۃ والسلام اور مقربین خدا کے بندے ہیں اس بات کا ہم نے انکار کیا ہی نہیں۔ لیکن میاں صاحب کا جی صرف اس بات سے نہیں بھرتا بلکہ وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیھم الصلوۃ والسلام (نعوذ باللہ) ذلیل بھی ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے جو قرآن کریم کی آیت پیش کی ہے اس میں ذلیل کا لفظ نہیں بلکہ عبد کا لفظ ہے، اگر ان کا پیشوا انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کو بڑی مخلوق کہہ کر چمار سے زیادہ ذلیل کا قبیح لقب (جس کا وہ خود ہی حقدار ہے) دینے کی بجائے عبد کہہ دیتا تو کسی مسلمان کو کوئی اعتراض نہ ہوتا، جبکہ معاملہ بر عکس ہے۔

میاں صاحب کو اپنے مقصد کی وضاحت کے لیے نہ قرآن کی کسی آیت سے صراحۃً اور نہ کسی حدیث میں صریح ذلیل کا لفظ ملا جو کسی نبی کے لیے بولا گیا ہو اور ہمیں اس لفظ سے انکار ہے۔

---

[1]...... ﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

مقلد مفسرین کے حوالے میاں صاحب کے لائق نہیں

میاں صاحب جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہلواتے ہیں وہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر جن تفاسیر کی جانب بھاگے ہیں ان مفسرین میں سے کوئی بھی غیر مقلد نہیں بلکہ وہ کسی نہ کسی امام کی تقلید کرتے ہیں۔ اور اسے تقلید شخصی کہتے ہیں جسے میاں صاحب کا فرقہ شرک وبدعت قرار دیتا ہے، اس لیے سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشرکوں کی پیروی ان کے لیے کیوں کر جائز ہوگئی، بہر حال میاں صاحب کا اپنے پیشوا کو بچانے کے لیے مقلد مفسرین کے کلام کو پیش کرنا اپنی مذہبی خودکشی پر آمادہ ہونا ہے۔

پھر لطف یہ کہ میاں صاحب اہلحدیثوں کے پیشوا ہیں اور اہلحدیث اپنے مولویوں کو (مفسرین کی تو کیا مجال ہے) ائمہ مجتہدین سے بھی اوپر سمجھتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ ان مقلد مفسرین کرام کا کلام سمجھنے کی بھی اہلیت نہیں رکھتے، شاید اسی بناء پر میاں صاحب کا پیشوا اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھ گیا کہ ''اللہ اور رسول کا کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہئے'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿'' تقویۃ الایمان ''صفحہ ۵۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی﴾

نفس کو حکم برداری کسی کی بری لگتی ہے سو ہی لئے جو لوگ بے علم ہیں وہ ان سے انکار رکھتے ہیں اور اللہ ورسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہئیے کہ پیغمبر تو ناد انوں کے راہ ...

فوٹو حوالہ ﴿'' تقویۃ الایمان ''صفحہ ۲۱۔ مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ﴾

وہ اُن سے انکار رکھتے ہیں، اور اللہ ورسولؐ کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے کہ پیغمبر تو نادانوں کے راہ بتانے کو، اور جاہلوں کے سمجھانے کو، اور بے علموں کے علم سکھانے کو

فوٹو حوالہ ﴿'' تقویۃ الایمان ''صفحہ ۲۳۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

سو وہ کیوں آئے اللہ اور رسول کا کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے کہ پیغمبر تو نادانوں کے راہ بتانے کو جاہلوں کے سمجھانے کو اور بے علموں کے علم سکھانے کو آئے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ جمعہ میں فرمایا ہے۔

فوٹو حوالہ ﴿'' تقویۃ الایمان ''صفحہ ۳۔ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

بے علم ہیں وہ اُسے انکار رکھتے ہیں اور اللہ ورسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے کہ پیغمبر تو نادانوں کی راہ بتانے کو اور جاہلوں کے سمجھانے کو اور بے علموں کے علم سکھانے کو آئے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ میں فرمایا ہُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ

---

[1] ......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۳۔ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

☆......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۲۱۔ مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ﴾

☆......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۲۳۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

☆......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۵۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی﴾

جبکہ حالت یہ ہے کہ میاں صاحب جیسا شیخ الکل نہ قرآن کی اس آیت کا ترجمہ سمجھ سکا ہے اور نہ ہی مفسرین کے کلام کو، ورنہ یہ عبارات نہ تو ہمارے خلاف ہیں اور نہ اس سے میاں صاحب اور ان کے دہلوی امام کی کچھ تائید ثابت ہوتی ہے، ہماری بات کو سمجھنے کے لیے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن کریم میں لفظ عبد ۲۷ مقام پر آیا ہے۔ مفسرین کی عادت یہ ہے کہ وہ مشکل الفاظ کی یا تو پہلی مرتبہ تشریح کرتے ہیں یا ہر مرتبہ، لیکن یہاں نہ پہلی تشریح کی نہ ہر مرتبہ تشریح کی بلکہ صرف ایک دفعہ سورۂ مریم پارہ ۱۶ میں آنے والے لفظ عبد کی تشریح کی کیوں؟

اس لیے وہاں لفظ عبد باقی آیات کے طریقہ پر عبد ہونے کے معنی میں نہیں آیا بلکہ ''عبد بن کے آنے'' کے محاورے میں بولا گیا ہے اس لیے عبد ہونے اور عبد بن کر آنے کے فرق کو واضح کرنے کے لیے صرف اس آیت کی تشریح کی ضرورت پیش آئی۔ تفصیل کے لیے ان تمام آیت کو ترتیب وار پیش کیا جا رہا ہے

قرآن کریم میں وارد لفظ ''عبد'' مع تشریحات

پہلا مقام

قرآن مجید میں سب سے پہلے یہ کلمہ سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوا ''وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا'' [1]

''اگر تم شک میں ہو اس سے جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا''

اس آیت میں اگر لفظِ ''عبد'' کو معاذ اللہ ذلیل کے معنٰی میں مانا جائے تو پھر اس آیت میں لفظ ''عبد'' معاذ اللہ نکرہ ہو جائے اور ہر ذلیل شخص (معاذ اللہ) اس سے مراد ہو سکے گا۔ حالانکہ یہ بات عقلاً ونقلاً محال ہے کہ ہر شخص پر قرآن نازل ہوا ہو بلکہ اس آیت میں جس بندے پر کلام الٰہی کے نازل ہونے کا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کے ماسوا کوئی اور ہو سکے؟ اس آیت کی رو سے اللہ کا عبد ایک ہے جس پر کلام الٰہی کے نازل فرما کر اس کی عزت کو تمام انسانوں اور جنوں سے بلکہ تمام کائنات سے بڑھا دیا گیا ہے۔ تو اس آیت میں عبد کا معنٰی ذلیل قطعاً نہیں ہو سکتا نہ کسی مفسر نے یہ معنی کیا۔

دوسرا مقام

دوسرا مقام بھی سورہ بقرۃ میں ہے۔ ''اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ'' [2]

---

[1]...... ''سورۃ البقرۃ : الآیۃ ۲۳'' [2]...... ''سورۃ البقرۃ : الآیۃ ۱۷۸''

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ قصاصاً حُر کے بدلے میں حُر قتل کیا جائے گا اور عبد کے بدلے میں عبد کو، اس آیت میں انسانوں کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں، جن میں سے کچھ عبد ہیں اور کچھ عبد نہیں بلکہ حُر ہیں، تو اس آیت میں اگر عبد کے لفظ کو ذلیل کے معنیٰ میں لیا جاسکتا تو بھی کل انسان ذلیل نہ ہوتے بلکہ بعض وہ جو حُر نہیں ہیں۔ یہاں بھی کسی مفسر نے عبد کا معنی ذلیل کے لفظ سے نہیں کیا۔

تیسرا مقام

سورۃ بقرۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ" [1]

اس آیت مبارکہ میں انسانوں کی تین قسمیں بیان کی ہیں (۱) "مومن عبد" اس کے مقابلے میں (۲) "مومن حر" جو مومن ہے مگر عبد نہیں (۳) "مشرک انسان" چاہے وہ حر ہوں یا عبد۔ یہاں پر تین باتیں ہیں کہ اگر عبد کو ذلیل کے معنیٰ میں لیا جائے تو کل انسان مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ حُر مومن اور دوسرے کل مشرک، عبدِ مومن نہیں ہونگے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں پر لفظ "عبد" میں اگر ذلت کا معنیٰ مراد لیا جائے تو قرآن کی آیت کا ایک حصہ دوسرے حصے سے ٹکرا جائے گا جو مسلمانوں کے نزدیک محال ہے اس لیے کہ ایک طرف ہم عبد کا معنیٰ ذلیل کریں اور دوسری طرف اللہ فرماتا ہے کہ عبد مومن کی شان ہر مشرک سے اونچی ہے۔ اللہ جس کی شان کو اونچا فرمارہا ہے اسے ذلیل کہہ کر کلامِ الٰہی کی تکذیب کوئی مسلمان نہیں کرسکتا۔ اور تیسری بات یہ بھی کہ جب عبد مومن اپنی عزت و عظمت میں ہر مشرک سے اونچا ہے تو حر مومن بطریق اولیٰ اس سے بھی اونچا ہوگا۔۔ جب کہ میاں صاحب اور ان کا گروہ مشرک چمار سے انبیاء و اولیاء کو زیادہ ذلت والا مان رہا ہے۔ مزید یہ کہ اس مقام پر کسی مفسر نے عبد کا معنیٰ "ذلیل" نہیں کیا۔

چوتھا مقام

سورۃ نساء میں ارشادِ خداوندی ہے "لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا" [2]

"مسیح اللہ کا بندہ ہونے سے ہرگز عار محسوس نہ کریں گے اور نہ (اللہ کے) مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے عار محسوس کرے اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو اکٹھا کرکے اپنے حضور لائے گا۔"

---

[1]"سورۃ البقرۃ : الآیۃ ۲۲۱" [2]"سورۃ النساء : الآیۃ ۱۷۲"

یہ مقام نہ ہمارے خلاف ہے اور نہ فریق مخالف کی اس سے کوئی تائید ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہاں ''عبد''
کا ذکر نہیں بلکہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا عبد ماننے اور نہ ماننے کا بیان ہے، سیدنا حضرت مسیح بن مریم علیہم والسلام
ملائکہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ انہیں عبدیت کے اقرار سے کوئی انکار نہیں۔ اور ایک دوسرے فریق کا بھی بتایا گیا
اپنے اللہ کا عبد ہونے سے انکار اور تکبر ہے۔ اس مقام پر اگر مزید غور کیا جائے تو یہ آیات ہماری ہی تائید کر رہی ہیں اس
کہ جو لوگ اپنے عبد ہونے سے انکار نہیں کرتے وہ نیک عمل کرنے والے مومن ہیں انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ آخرت کا ثو
اور مزید انعام بھی عطا فرمائے گا، انعام دینا ذلیل کرنا نہیں بلکہ عزت دینا ہے۔ اور منکرین عبدیت کو عذاب میں مبتلا کر
عذاب میں مبتلا ہونا ذلت ہے تو اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ تمام بندے نہ ذلیل ہیں نہ عزت مند بلکہ کچھ عزت
ہیں اور کچھ ذلیل جبکہ سارے کے سارے عبد ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ''عبد'' کا معنیٰ ذلیل نہیں ہوتا۔ پھر یہ کہ یہاں بھی
مفسر نے مسیح اور ملائکہ علیھم السلام کے لیے بولے جانے والے لفظ ''عبد'' کا معنی ذلیل کہیں نہیں کیا۔

پانچواں مقام

قرآن کریم میں لفظ عبد کا پانچواں مقام یہ ہے۔ ''وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُ
وَلِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡيَتٰمٰی وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا يَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ
الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِيۡرٌ'' [1]

''اور (اے مسلمانوں) جان لو کہ تم جو کچھ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے
(رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر او
پر جو ہم نے اپنے (مقدس) بندے پر فیصلے کے دن اتارا جس دن دونوں لشکر مقابل ہوئے اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے
اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ صحابہ کرام، مجاہدین اسلام سے فرما رہا ہے کہ تم نے جنگیں لڑ کر جو مال غنیمت حاصل
اس میں پانچواں حصہ اللہ کے رسول کے لیے ہے، اب اس میں کسی کو یہ خیال آسکتا تھا کہ لڑیں ہم سینکڑوں آدمی اور جو
غنیمت حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں پیش کریں تو اس ممکنہ خیال کی تردید کے لیے فرمایا گیا ''اگر تمہارا
پر ایمان ہے تو بھی یہ حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پیش کرنا ہوگا'' اس لیے کہ تمہاری فتح کا سبب تمہاری قوت نہیں بلکہ
معجزات ہیں جو اللہ کی طرف سے اس کے رسول کو عطا ہوئے۔

1...... ''سورۃ الانفال : الآیۃ ۴۱''

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ نے تفسیر مظہری میں اس مقام پر اس قسم کے کچھ معجزات کا ذکر کیا ہے یہاں بغرض اختصار ان میں سے ایک معجزے کا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ سے ایک دن قبل زمین پر نشانات بنا کر یہ متعین فرما دیا کہ کل فلاں فلاں لوگ وہاں وہاں مریں گے اور ایسا ہی ہوا۔ [1]

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر مظہری'' جلد۴ صفحہ ۸۸۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت﴾

سياط في ابي جهل وانه رمى النبي صلى الله عليه وآله وسلم المشركين بالحصباء حتى عميت أبصار الكفار أجمعين، وانه قلل المشركين في أعين المسلمين لتشجيعهم وانه أشار النبي صلى الله عليه وآله وسلم الى مصارع المشركين هذا مصرع فلان هذا مصرع فلان فرأى المسلمين ذلك على ما أشار وانه تعالى حقق قوله صلى الله عليه وآله وسلم بعقبة بن أبي معيط: «إن وجدتك خارج جبال مكة قتلتك صبراً» وانه صلى الله عليه وآله وسلم أخبر عمه العباس بما استودع أم الفضل فزالت شبهة العباس في نبوته وأن الله تعالى تحقق

گویا اللہ جل جلالہ فرما رہا ہے کہ تم نے جو فتح پائی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت کے طفیل ہے اور اللہ کے ان برکات کے سبب ہے جو اس نے اپنے رسول پر اتاریں اگر تم ایمان رکھتے ہو کہ تمہاری یہ عزت اور فتح اور یہ غلبہ اللہ کی عطاء سے ہے جو اس نے تمہیں اپنے حبیب کے سبب عطا فرمائی تو پانچواں حصہ پیش کرنے سے ہرگز نہ رکنا۔

اس آیت میں اللہ نے اس عزت کا بیان فرمایا جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ عزوجل کے ہاں مخصوص ہے اور ان میں سے ایک یہ کہ اللہ نے ان کی حمایت کے لئے ملائکہ اتارے یعنی اللہ جل جلالہ کے ہاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت سب سے بڑھ کر ہے۔ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عبد تو ہیں مگر (معاذ اللہ) ذلیل نہیں بلکہ معزز ہیں لہٰذا ہر عبد کو ذلیل سمجھنا اس آیت کی رو سے غلط ہوا۔

چھٹا مقام

لفظ عبد کا قرآن مجید میں چھٹا مقام سورۂ نحل ہے۔ ''ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبۡدًا مَّمۡلُوۡكًا لَّا يَقۡدِرُ عَلٰى شَىۡءٍ وَّمَنۡ رَّزَقۡنٰهُ مِنَّا رِزۡقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنۡفِقُ مِنۡهُ سِرًّا وَّجَهۡرًا ؕ هَلۡ يَسۡتَوٗنَ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ'' [2]

اللہ نے مثال بیان فرمائی کہ ایک غلام ہے کسی کی ملک خود کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور (ایک) وہ جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھا رزق عطا فرمایا تو وہ اس سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں؟ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں بلکہ ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

---

[1]......﴿''تفسیر مظہری'' (قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ) جلد۴ صفحہ ۸۸۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت﴾

[2]......﴿''سورۃ النحل: الآیۃ ۷۵''﴾

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ہماری دو طرح سے تائید فرمائی ہے۔ (اوّل) یہاں دو قسم کے شخصوں کا ذکر ہے۔ ایک تنگ دست غلام ہے اس کو عبد کہا گیا اور دوسرا جو اللہ کے دیئے سے دولت مند ہے۔ تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ اللہ نے کچھ بندوں کو عزت دی ہے اور کچھ کو نہیں دی سب کو ذلیل سمجھنا غلط ہے۔ (دوم) یہاں پر ایک عبد کا ذکر فرمایا اور ایک مولیٰ کا اس طرح انسانوں کی دو قسمیں بیان فرمائیں (الف) عبد (ب) غیر عبد۔ جب اس معنٰی میں تمام لوگ عبد نہیں ہوئے تو تمام لوگ کو ذلیل کہنا بھی غلط قرار پایا۔ یادر ہے یہاں بھی کسی مفسر نے نہیں کہا کہ عبد کا معنی ذلیل ہے۔

ساتواں مقام

"سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا" [1]

"ہر عیب سے پاکی ہے اسے جو لے گیا اپنے (مقدس) بندے کو رات کے تھوڑے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک"

اس آیت میں بھی اللہ جل جلالہ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا عبد قرار دیا ہے اور انہیں اتنی عزت بخشی ہے کہ آپ کے سفر اسراء کو اپنی عظمت کی دلیل قرار دیا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اگر عبدیت ذلت ہوتی تو وہ عزت کے ساتھ جمع نہ ہوسکتی اور یہ آیت بھی اس بات کی نفی کرتی ہے کہ اللہ جل جلالہ کے تمام بندے ذلیل ہوں بلکہ یہ آیت تو عزت والے عبد کا ذکر فرما رہی ہے۔

آٹھواں مقام

"ذُرِّیَّۃَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ؕ اِنَّہٗ کَانَ عَبۡدًا شَکُوۡرًا" [2]

"(اے) اولاد ان لوگوں کی جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی پر) سوار کیا بے شک وہ (نوح) بڑے شکر گزار بندے تھے۔"

اس آیت میں انسانوں سے خطاب فرمایا جو ان لوگوں کی اولاد ہیں جنہیں نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بٹھا کر اللہ سبحانہ نے ڈوبنے سے محفوظ رکھا اور ان کے دشمنوں کو ڈبو کر ذلت سے ہلاک فرمادیا۔ اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کے لیے بڑی عزت کا بیان ہے کہ ان کے سبب دوسروں کو بھی ڈوبنے کے عذاب سے بچایا اس لیے ان کو عبدِ شکور کا خطاب فرمایا۔ لہٰذا یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ کچھ بندے عزت والے ہیں اور کچھ نہیں۔ اور یہ کہ سیدنا نوح علیہ السلام عبد بھی ہیں اور ان عزت والے بھی کہ اللہ تعالیٰ ان کا انتقام لینے کے لیے دشمنوں کو پانی میں غرق کر ڈالا۔

---

[1] ﴿"سورۃ بنی اسرائیل : الآیۃ ۱"﴾ [2] ﴿"سورۃ بنی اسرائیل : الآیۃ ۳"﴾

نواں مقام

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا'' [1]

''سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے اپنے عبد (مقدس) پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔''

اس آیت میں ہمارے نبی کریم علیہ صلی اللہ وسلم کو عبد کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد فرما کر اپنا کمال بیان فرمایا کہ اس نے اپنے عبد پر کتاب اتاری۔ یہ آیت رسول کریم علیہ صلی اللہ وسلم کے لیے عالی شان عزت ثابت کرتی ہے جو دوسروں کے لیے نہیں۔ پس اس آیت کی روشنی میں ثابت ہوا کہ عبد کا معنیٰ ذلیل کر کے ہر عبد کو ذلیل سمجھنا اس آیت کے اور دیگر آیات قرآنیہ کے خلاف ہے۔

دسواں مقام

'' فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَیْنٰہُ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا'' [2]

تو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے (خضر) کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اُسے اپنا علم لدنی سکھایا۔ اس آیت میں حضرت خضر علیہ السلام کو عبد کہا گیا ہے اور تین طریقوں سے اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ وہ عزت یافتہ ہیں، ذلت ان کے قریب بھی نہیں بھٹکی۔ ایک تو فرمایا کہ ہم نے انہیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی۔

دوسرا فرمایا کہ ہم نے انہیں ایسا علم دیا جو ہمارے خصوصی علوم میں سے ہے اور تیسرا اعزاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ترغیب دی کہ وہ خضر علیہ السلام کی عظمتِ علمی کا اعتراف کرتے ہوئے خود اتنی بڑی عظمت رکھنے کے باوجود (کہ وہ رسول اللہ اور کلیم اللہ ہیں) ان کی زیارت کو جائیں۔ لہٰذا یہ آیت بھی ثابت کرتی ہے کہ کچھ عبد اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی عزت والے ہیں سب کو ذلیل وخوار کہنا غلط ہے۔

گیارہواں مقام

''ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا'' [3]

''(یہ) ذکر (ہے) آپ کے رب کی رحمت کا اس کے (محبوب) بندے زکریا پر۔''

اس آیت میں حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا عبد قرار دے کر قرآن مجید میں ان کو دئے ہوئے اعزاز کا ذکر فرمایا کہ ان کی دعا پر ان کے انتہائی بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بیوی سے جو ان کی اس دعا سے قبل کبھی بھی بچہ جننے

1...... ﴿''سورۃ الکہف : الآیۃ ۱''﴾ 2...... ﴿''سورۃ الکہف: الآیۃ ۶۵''﴾ 3...... ﴿''سورۃ مریم : الآیۃ ۲''﴾

کے قابل نہ تھیں۔ انہیں بچہ جننے کے قابل بنا کر ان سے بچہ پیدا فرمایا اس سے زکریا علیہ السلام کا اعزاز ثابت ہوا۔ یہ آیت بھی ثابت کر رہی ہے کہ اللہ کے کچھ بندے بڑے عزت دار ہیں، لہٰذا ہر بندے کو بوجہ عبدیت ذلیل ماننا اس آیت کے بھی خلاف ہے۔

بارہواں مقام

''قَالَ اِنِّی عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا'' [1]

''(بچے نے) فرمایا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت و عظمت کو بیان فرمایا کہ وہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی بولنے لگ گئے اور لوگوں کو بتایا کہ میں اللہ کا ایسا عبد ہوں جسے اللہ رب العزت نے کتاب عطا فرمانے کے ساتھ نبوت بھی عطا فرمائی۔ اور انہیں ہر جگہ بابرکت فرمایا یہ آیت بھی لفظِ عبد سے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کا بیان کر رہی ہے لہٰذا ہر عبد کو ذلیل سمجھنا صریح قرآن کی مخالفت قرار پائی۔

تیرہواں مقام

''اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا'' [2]

چونکہ اس آیت پر کلام جاری ہے ان شاء اللہ اس کی تفصیل آخر میں آئے گی۔

چودہواں مقام

''تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا'' [3]

''بڑی برکت والا ہے وہ جس نے فیصلہ کرنے والی کتاب اپنے (مقدس) بندے پر اتاری تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔'' اس آیت میں لفظِ عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بولا گیا اور بتایا گیا کہ اللہ نے آپ کو تمام عالمین کے لیے ڈر سنانے والا بنا کر عزت بخشی۔ یہ آیت بھی ثابت کرتی ہے کہ کچھ عبد عزت والے ہیں۔ لہٰذا ہر عبد کو ذلیل سمجھنا غلط ہے۔

پندرہواں مقام

قرآن کریم میں پندرہ مقام سورۃ سبا میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

1...... ''سورۃ مریم: الآیۃ ۳۰'' 2...... ''سورۃ مریم: الآیۃ ۹۳'' 3...... ''سورۃ الفرقان: الآیۃ ۱''

''اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّکُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ'' ۱

''بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر اس بندے کے لیے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ عبد دو قسم پر ہیں (الف) عبد منیب (ب) عبد غیر منیب۔

اور ایک تیسری قسم بھی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے ہلاک کر دیا تو عبد منیب ان واقعات سے اللہ کی عظمت کو سمجھتا ہے۔ یعنی اس سے عزت پاتا ہے اور غیر منیب ان واقعات سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتا تو قریب ہے کہ وہ اپنی غفلت کی وجہ سے پہلے والوں کی طرح عذاب میں مبتلا ہو کر ذلیل کر دیا جائے۔ یہاں بھی عبد کا معنیٰ ذلیل نہیں کیا گیا بلکہ منیب کے وصف سے اسے عزت دی گئی۔ ثابت ہوا کہ ہر عبد کو ذلیل سمجھنا غلط ہے۔

سولھواں مقام

''اِصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَ اذۡکُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ ذَا الۡاَیۡدِ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ'' ۲

''آپ صبر کیجئے ان کی (بیہودہ) باتوں پر اور یاد فرمایئے ہمارے طاقتور بندے داؤد کو بے شک وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے۔'' اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنا عبد قرار دے کر انہیں ''ذَا الۡاَیۡدِ'' کا لقب قرار دیا یعنی بڑی طاقت والا اور ''اَوَّابٌ'' کا لقب دیا یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت رجوع کرنے والا اور ارشاد فرمایا کہ

''اِنَّا سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِیِّ وَ الۡاِشۡرَاقِ ۝ وَ الطَّیۡرَ مَحۡشُوۡرَۃً ؕ کُلٌّ لَّہٗۤ اَوَّابٌ ۝ وَ شَدَدۡنَا مُلۡکَہٗ وَ اٰتَیۡنٰہُ الۡحِکۡمَۃَ وَ فَصۡلَ الۡخِطَابِ ۝''

بے شک ہم نے پہاڑوں کو ان کے ساتھ تابع کر دیا وہ تسبیح کرتے تھے۔ شام کو اور سورج چمکتے (وقت) اور پرندے جمع کئے ہوئے سب ان کے مطیع فرمان تھے اور ہم نے مضبوط کر دیا ان کی حکومت کو اور ہم نے ان کو حکمت دی اور قول فیصل (عطا فرمایا) ۳

یہ تمام القابات اور صفات جناب سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کی عزت و عظمت پر دلالت کرتے ہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ عبد کو ہر جگہ ذلیل کے معنیٰ میں لینا درست نہیں ہے۔

۱..... ﴿''سورۃ سبا: الآیۃ ۹''﴾ ۲..... ﴿''سورۃ ص: الآیۃ ۱۷''﴾

۳..... ﴿''سورۃ ص: الآیۃ ۱۸ تا ۲۰'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

سترہواں مقام

''وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ'' ؎۱

''اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمائے وہ کیا ہی اچھے بندے ہیں بے شک وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والے ہیں۔'' اس آیت میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کو عبد قرار دیا گیا ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں نِعْمَ الْعَبد فرمایا۔ ''نِعْمَ الْعَبْدِ'' فرمانا ان کی عزت افزائی ہے اس سے آگے اور بھی انعامات کا ذکر ہے۔ ثابت ہوا کہ ہر عبد کو ذلیل سمجھنا غلط ہے۔

اٹھارواں مقام

''وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ'' (۲) ''اور یاد کیجئے ہمارے بندے ایوب کو۔''

اس آیت میں سیدنا ایوب علیہ السلام کو عبد قرار دیا گیا اور فرمایا کہ ہم نے ان کی دعا پر انہیں مکمل شفا عطا فرمائی اور ان کو گھر بار اور اہل و عیال عطا فرمائے اور آگے ان کو اور بھی بڑھایا ان کو رحمت عطا فرمائی تا کہ عقلمند کو بات سمجھ میں آئے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ مقربین بارگاہ جب اللہ سے دعا کرتے ہیں تو اللہ ان کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر ان کی عزت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ اس لیے وہ عزت والے عبد ہیں ثابت ہوا کہ ہر عبد کو ذلیل سمجھنا غلط ہے۔

انیسواں مقام

''اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ'' ؎۳

بے شک ہم نے انہیں صابر پایا وہ کیا ہی اچھے بندے ہیں بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس جگہ پھر سیدنا ایوب علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور انہیں نعم العبد کا خطاب فرمایا اور حاکم اعلیٰ کا خطاب عزت افزائی کے لیے ہوتا ہے نہ کہ ذلت کے لیے، ثابت ہوا کہ ہر عبد کو ذلیل سمجھنا غلط ہے۔

بیسواں مقام

''اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ'' (۴) کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟

۱......﴿''سورۃ ص: الآیۃ ۳۰''﴾ ۲......﴿''سورۃ ص: الآیۃ ۴۱''﴾

۳......﴿''سورۃ ص: الآیۃ ۴۴''﴾ ۴......﴿''سورۃ الزمر: الآیۃ ۳۶''﴾

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو اپنا عبد قرار دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدِ عالم ﷺ کو اپنے عبد فرما کر خصوصی تاج عزت بخشا۔ کیونکہ اللہ نے یہ بتایا ہے کہ دنیا میں ہر شخص کو کسی نہ کسی کی ضرورت ہوتی ہے حتی کہ بادشاہ کو اپنی افواج کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کی فتح اور اس کی عزت اپنی فوجوں کی خدمت اور خادمانہ امداد سے ہوتی ہے لیکن اللہ جل جلالہ نے یہاں یہ فرمایا کہ میرے رسول کو تمہاری امداد کی کوئی ضرورت نہیں اس کی عزت اور غلبے کے لیے میں اکیلا کافی ہوں یعنی ہر ایک کو کسی دوسرے انسان کی ضرورت پڑتی ہے لیکن میں اپنے رسول کے لیے خود کافی ہوں اسے تمہاری ضرورت نہیں، یا کم از کم صحابہ کرام کو آپ کے ساتھ شمار فرما کر یوں ارشاد ہوتا ''اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عِبَادَہٗ'' لیکن یہ بھی نہیں فرمایا کہ رسول کی عبدیت وہ عزت ہے کہ اس عزت میں صحابہ بھی شریک نہیں بلکہ بطور تابع ہونے کے انہیں اس عزت کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ تو یہ فرمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی عزت افزائی ہوئی، لہٰذا ہر عبد کو ذلیل سمجھنا غلط ہے۔

اکیسواں مقام

''اِنۡ ھُوَ اِلَّا عَبۡدٌ اَنۡعَمۡنَا عَلَیۡہِ وَ جَعَلۡنٰہُ مَثَلًا لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ'' (۱) ''نہیں ہیں وہ مگر ایک (مقدس) بندے جن پر ہم نے انعام فرمایا اور ہم نے انہیں بنی اسرائیل کے لیے (اپنی قدرت کا) عجیب نمونہ بنایا۔'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ عبد، حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نازل فرمایا اور ساتھ ہی ''اَنۡعَمۡنَا عَلَیۡہِ'' کا وصف ذکر کر کے یہ ظاہر فرما دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عبد منعَم اور مکرَم ہیں نہ کہ موہَن اور مذلَّل۔ کیونکہ انعام، اکرام ہے اور اکرام توہین واذلال کی ضد ہے۔ تو اس آیت سے بھی ثابت ہو گیا کہ کچھ عباد مکرم ہیں، ہر عبد ذلیل نہیں۔

بائیسواں مقام

''تَبۡصِرَۃً وَّ ذِکۡرٰی لِکُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ'' (۲) ''سوچ اور سمجھ ہر رجوع والے بندے کے لیے۔'' اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بندوں کی دو قسمیں بیان فرمائی (الف) عبد منیب (ب) عبد غیر منیب۔ عبد منیب کو مغفرت، رحمت اور جنت کی خوشخبری عطا فرمائی جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''وَالَّذِیۡنَ اجۡتَنَبُوا الطَّاغُوۡتَ اَنۡ یَّعۡبُدُوۡھَا وَ اَنَابُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ لَھُمُ الۡبُشۡرٰی فَبَشِّرۡ عِبَادِ'' اور جو لوگ بتوں کی عبادت سے بچے رہے اور اللہ کی طرف جھکے انہیں کے لیے بشارت ہے تو خوشخبری سنا دیجئے میرے بندوں کو۔ ۳

۱۔۔۔۔۔''سورۃ الزخرف: الآیۃ ۵۹'' ۲۔۔۔۔۔''سورۃ ق: الآیۃ ۸''

۳۔۔۔۔۔''سورۃ الزمر: الآیۃ ۱۷'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان

تو جس شخص کو خوشخبری ملے وہ ذلیل نہیں ہوتا تو عبد غیر منیب ذلیل ہوئے نہ کہ ہر عبد ذلیل ہوا۔ لہٰذا یہ تصور غلط ہے کہ ہر عبد ذلیل ہوتا ہے۔

تئیسواں مقام

"فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآاَوْحٰی" (۱) "تو وحی فرمائی اپنے عبد (مقدس) کو جو وحی فرمائی۔" اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ایسا عبد قرار دیا جس پر اس نے ایسی وحی فرمائی جس کے بارے میں دوسروں کو کوئی خبر نہیں اس سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ثابت ہوتی ہے جو ذلت کی ضد ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ ہر عبد ہرگز ذلیل نہیں۔

چوبیسواں مقام

"کَذَّبَتْ قَبْلَھُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَکَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ o فَدَعَا رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ o فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْھَمِرٍ o" ۲

"ان سے پہلے نوح کے (منکر) لوگوں نے جھٹلایا تو انہوں نے ہمارے بندے (نوح) کی تکذیب کی اور انہوں نے کہا (یہ) دیوانہ ہے اور انہیں دھمکیاں دی گئیں۔ تو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مظلوم ہوں تو (ان سے میرا) انتقام لے۔ تو ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو اپنا عبد کہہ کر ان کا ذکر کیا اور فرمایا کہ جب کافروں کے خلاف انہوں نے دعا کی تو ہم نے فوراً آسمان اور زمین کے دروازے پانی سے کھول دیئے اور ہر طرف سے کافروں پر پانی آنا شروع ہوا۔ اس آیت میں اللہ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی عزت وعظمت بیان فرمائی کہ ان کی ایک دعا پر اللہ تعالیٰ نے تمام کافروں کو غرق کر دیا تو اس آیت میں کافروں کی ذلت اور اللہ جل جلالہ کے عبد مقدس نوح علیہ السلام کی عزت کا بیان ہے۔ لہٰذا یہ تصور غلط ثابت ہو گیا کہ ہر عبد ذلیل ہوتا ہے۔

پچیسواں مقام

سورۃ الحدید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "ھُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِہٖٓ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَاِنَّ اللّٰہَ بِکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ" ۳

وہی ہے جو اپنے (مقدس) بندے پر روشن آیتیں نازل فرماتا ہے تاکہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں لائے اور

۱......﴿"سورۃ النجم : الآیۃ ۱۰"﴾ ۲......﴿"سورۃ القمر : الآیۃ ۹ تا ۱۱"﴾ ۳......﴿"سورۃ الحدید : الآیۃ ۹"﴾

بے شک اللہ تم پر بڑی نرمی فرمانے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی آیات نازل فرمانے کی خصوصیات کا ذکر کیا اور ظاہر ہے کہ جس شخص پر اللہ نے اپنا قرآن نازل فرمایا اور اس کے ذریعہ اندھیروں میں گھرے ہوئے لوگوں کو روشنی کی طرف نکال لایا، ظاہر ہے کہ اس کو وہ عزت عطا فرمائی جو کسی دوسرے کو نہ مل سکے گی۔ ثابت ہوا کہ ہر عبد کو ذلیل سمجھنا غلط ہے۔

چھبیسواں مقام

''وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ'' (۱) ''اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کرنے کھڑا ہوتو (وہ ان کے پاس کثرت سے جمع ہوئے کہ) قریب تھا کہ وہ ان پر آپڑیں''

اس فرمان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا وہ بندہ قرار دیا جو کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور یہ بتایا کہ جنات اکھٹے ہو کر آپ سے کلام الٰہی سننے آئے۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کا ذکر فرمایا کہ جب آپ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو جنات آپکی طرف جمع ہو جاتے ہیں اب یا تو وہ نقصان پہچانے کے لیے جمع ہوئے تو وہ جن ذلیل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عزت، یا وہ ایمان لانے کے لیے جمع ہوئے تو انہیں اللہ نے عزت دی اور آپ کے لیے اللہ کے رسول ہونے اور اللہ کی طرف بلانے والا ہونے کے سبب آپ کو سب سے زیادہ عزت ملنے کا اظہار ہوا۔ تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ ہر عبد کو ذلیل سمجھنا غلط ہے۔

ستائیسواں مقام

''اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی o عَبْدًا اِذَا صَلّٰی'' ۲

''کیا آپ نے اسے دیکھا جو روکتا ہے؟ ہمارے بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہاں پر لفظ عبد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا جن کی نماز میں روکاٹ ڈالنے کی کافروں نے اپنے قول وفعل سے کوشش کی تو اللہ جل جلالہ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ اللہ جل جلالہ کے اس عبد مقدس کی نماز میں خلل اندازی کی کوشش سے باز نہیں آئے تو ہم انہیں جہنم میں گھسیٹ لیں گے۔ جہنم میں گھسیٹ کر ڈالنا ذلت میں ڈالنا ہے تو جس کی مخالفت کی وجہ سے مخالف کو جہنم میں ڈالا گیا، یہ اُس مقرب بارگاہ کے لیے عزت کا بیان ہے۔ ثابت ہوا کہ ہر عبد ذلیل نہیں ہوتا اور عبد کا لفظ

۱...... ''سورۃ الجن: الآیۃ ۱۹'' ۲...... ''سورۃ العلق: الآیۃ ۹، ۱۰''

ہر جگہ اظہار ذلت کے لیے ہر گز نہیں۔

آمدم برسر مطلب

لفظ ''عبد'' بصیغہ مفرد کلام اللہ شریف میں ستائیں بار آیا ہے چھبیس مقام پر جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں، اس لیے آیا کہ بعض عبد معزز ہیں اور بعض عبد ذلیل، کل عبد ذلیل ہر گز نہیں۔ پھر صرف ایک بار یہ کیسے آسکتا ہے کہ ہر ایک عبد ذلیل ہے اس طرح تو قرآن کریم میں تعارض ماننا پڑے گا اور قرآن مجید تعارض سے پاک ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

''وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا'' [1]

پس کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ قرآنی آیات میں تعارض ہے اگر کوئی بالفرض اس کا قائل ہو ہی جائے تو پھر چھبیس آیات سے ثابت ہونے والا مضمون اس کے مخالف ایک آیت سے ثابت ہونے والے مضمون پر ترجیح پاجاتا ہے۔

تفسیر جلالین جس کا میاں صاحب دہلوی نے اپنے حوالوں میں ذکر کیا ہم نے اس کلمہ کو سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت سے لے کر سورۂ مریم کی زیرِ بحث آیت تک بالاستیعاب دیکھا لیکن اس میں کہیں بھی لفظ ''عبد'' کی اس طرح تشریح نہیں کی۔ دوسری تفاسیر جن کے حوالے میاں صاحب دہلوی نے دیئے انہوں نے بھی اس مقام پر، اور دیگر بعض مقامات پر مطالعہ کیا، کہیں بھی کسی مفسر نے لفظ ''عبد'' کے یہ معنیٰ نہیں کئے جو زیر بحث آیت میں کئے۔

''اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا'' کا مطلب

''اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا'' ان مذکورہ ستائیس مقامات میں سے تیرہواں مقام ہے جس کی تشریح مطلوب ہے۔ تو عرض ہے کہ اس آیت کریمہ کی ماقبل چند آیات کو ملا کر پڑھا جائے تو اس آیت کا مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کا ان آیات میں رد فرمایا کہ

''يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝''

---

[1] ...... ''سورة النساء : الآية ٨٢''

جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف (معزز) مہمان بنا کر اکٹھا کریں گے۔ اور ہم مجرموں کو جہنم کی طرف ہانک کر لے جائیں گے اس حال میں کہ وہ پیاسے ہوں گے۔ وہ لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جنہوں نے رحمٰن سے عہد لے لیا ہے۔ اور کافر بولے کہ رحمٰن نے (اپنی) اولاد بنالی۔ بے شک تم بہت ہی بھاری بات لائے۔ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمینیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور پہاڑ کانپتے ہوئے گر جائیں۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا۔ اور رحمٰن کی شان نہیں کہ وہ (اپنے لیے) اولاد بنائے۔ آسمان زمینوں میں کوئی نہیں مگر رحمٰن کی بارگاہ میں بندہ ہونے کی حالت میں حاضر ہونگے۔ [1]

آیات سابقہ بیان کر رہی ہیں کہ کافر لوگ کچھ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا سمجھتے تھے تو اللہ نے فرمایا کہ زمین اور آسمان میں جو کوئی بھی ہے اسے ایک دن اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ اور وہ اِس حالت میں حاضر نہیں ہوں گے کہ وہ خدا کے بیٹے بن کے آئیں بلکہ وہ بندہ ہونے کی حالت میں حاضر ہوں گے، یعنی فی الواقع تو بندے اور مملوک و مخلوق وہ پہلے بھی تھے مگر مخلوق میں سے کچھ لوگ اپنے لیے خدا کے بندے ہونے سے انکار کرتے تھے۔ پھر اُن میں سے کچھ لوگ تو دہریئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر اور اپنے آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے تھے، جیسا کہ قرآن شریف پر نظر رکھنے والوں پر مخفی نہیں۔ لیکن جب یہ قیامت کے دن آئیں گے تو ان میں کوئی بھی نہ اپنے آپ کو خدا کہلواتا ہوگا نہ خدا کا بیٹا، اور نہ اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کا انکار کرتا ہوگا بلکہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کی ظاہری حالت سے واضح ہوتا ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا مالک مانتا ہے اور اپنے آپ کو بندہ۔

کچھ کتب تفاسیر میں اس آیت کی تفسیر کا مطلب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے بندے ہیں چاہے وہ اللہ کے نزدیک عزت والے ہوں یا ذلیل، خواہ وہ دنیا میں عزت والے ہوں یا ذلت والے، وہ جب اللہ کے رُوبرو حاضر ہوں گے تو اپنے آپ کو عاجز اور فرمانبردار ظاہر کرتے ہوئے اور خشوع وخضوع، تواضع انکساری اور حکم کی فرمانبرداری کرنے والے بن کر آئیں گے۔

یہاں تک کہ وہ بھی جو دنیا میں فرمانبردار نہ تھے اس میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں عزت اور غلبہ عطا فرمایا اور خساست ومغلوبیت سے بچایا۔ اور دوسرے وہ لوگ بھی شامل ہونگے جو اپنے آپ کو نمرود، فرعون کی طرح کہلواتے تھے اور ان میں شیطان اور دیگر سرکش جن بھی، لیکن دوسرے فریق والے یہ سارے انتہائی ذلت اور عذاب کی حالت میں آئیں گے جبکہ اُس وقت ملائکہ بھی حاضر ہوں گے، چاہے آسمانوں والے ہوں، یا زمینوں

---

[1]...... ﴿"سورۃ مریم: الآیۃ ۸۵ تا ۹۳" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

والے ہوں مگر اُن میں سے کوئی ذلیل نہ ہوگا کوئی عرش اٹھائے کھڑا ہے، کوئی پکڑ دھکڑ میں مصروف ہوگا اگرچہ اِس امر سے اُن کا بندہ ہونا ظاہر ہوگا مگر ذلت بالکل نہیں ہوگی بلکہ عزت ہوگی۔

اللہ کے پاس حاضر ہونے والے انبیاء بھی ہونگے۔ان سب سے پہلے سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم عرش کی جانب روانہ ہونگے اور فوراً عرش کے پاس حاضر ہونگے ابھی اور کوئی نبی نہیں پہنچا ہوگا مگر صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا کنارہ تھامے پہلے حاضر ہونگے۔گویا استقبال کرنے کے لیے اس کے بعد دیگر انبیاء عَلَیُھِمُ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ حاضر ہونگے اور سب کے سب نور سے بنے منبر نما اونچے تختوں پر جلوہ گر ہونگے۔امام الانبیاء والمرسلین جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی حاضر ہونگے، نور کے تخت پر جلوہ گر ہونگے، اس تخت کا نام ''مقام محمود'' ہوگا'' لِوآءِ الُحمد ''اوپر لہرارہا ہوگا، اتنے میں تمام مخلوق نیچے حاضر ہوگی، فریاد کررہے ہونگے کہ آپ ہماری شفاعت فرمائیں، اسی دوران تمام انبیاء حاضر ہوکر عرض کرینگے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) باقی مخلوق کیلیے اللہ کے ہاں شفاعت کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے'' أَنَـالَهَـا ''اس کام کے میں ہی لائق ہوں۔پھر آپ چل کر زیرعرش سجدہ کریں گے جو اظہارِ بندگی ہے لیکن ذلت نہیں، بلکہ عزت ہے، ارشاد ہوگا''اے محمد آپ سر اٹھائیں''، یعنی سجدہ نہ کریں بلکہ اٹھ کر مجھ سے بولیں، آپ کی شفاعت بار بار قبول کی جائے گی۔اس میں اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عبد اور بندہ ہونا تو واضح ہوگا مگر (معاذ اللہ) ذلیل ہونا نہیں، بلکہ بہت ہی مقرب بندہ، بہت ہی مکرم و معظم بندہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔پھر عرش کے دائیں جانب آپ کو کھڑا فرمائے گا تمام انبیاء اور تمام مخلوق یہ منظر دیکھ کر آپ کی مدح وثنا کررہی ہوگی'' یَحْمَدُہُ فِیهِ الُاَوَّلُوُنَ الُاٰخِرُوُنَ ''کا نظارہ قابل دید ہوگا، یہاں ذلت کہاں سے آسکتی ہے؟

سورۃ مریم سے اکرام وعزت کا ثبوت

بہرحال اس سے قبل بکثرت آیات واحادیث سے ثابت ہوچکا ہے کہ خاصان خدا عالم آخرت میں عزت ہی عزت سے ہونگے بلکہ زیر بحث آیت'' اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا '' سے آٹھ آیات قبل اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے'' یَوُمَ نَحْشُرُ الُمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحُمٰنِ وَفُدًا ''(۱) جس دن ہم حشر کریں گے متقین کا (سواریوں پر) رحمٰن کی جانب مہمان بناکر۔یہاں حشر کے کیا معنیٰ ہیں سب سے پہلے قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید سے پوچھتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے'' وَاَنُذِرُ بِهِ الَّذِیُنَ یَخَافُوُنَ اَنُ یُّحُشَرُوُا اِلٰی رَبِّهِمُ ''(۲) آپ ڈر سنائیں اس قرآن کے ان لوگوں کو جو اپنے رب کے پاس اپنے حشر کا خوف رکھتے ہیں۔ظاہر ہے کہ خوف میدان محشر کے اجتماع کا ہوتا ہے کیونکہ اعمال کا وزن اور جزا وسزا کا فیصلہ وہیں کیا جائے گا، اب

۱......﴿''سورۃ مریم: الآیۃ ۸۵''﴾ ۲......﴿''سورۃ الانعام: الآیۃ ۵۱''﴾

اگر کسی کے لیے جنت جانے کا فیصلہ سنایا گیا ہوگا تو اس کے بعد تو اسے کوئی خوف نہیں ہوگا کیونکہ ''اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ'' (۱) کے اعلان فرشتے سنا رہے ہوں گے، جنت جانے سے کون ڈرتا ہے۔ پتہ چلا کہ یہ حشر میدان حشر کی جانب ہوگا۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے ''وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ'' ۲

''اور اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ یقیناً تم اسی کی جانب حشر کیے جاؤ گے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے ''وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ'' ۳

''اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کی طرف تمہارا حشر ہوگا۔'' ان آیات میں حشر سے ڈرایا گیا ہے اس دنیا میں جس حشر کا خوف ہو سکتا ہے وہ وہی ہے جس کا ایک اور فرمان میں ذکر ہے

''يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ'' ۴

جس دن زمین تیزی سے چرے گی تو وہ اس میں سے باہر نکل آئیں گے، یہ حشر ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو قرآن میں حشر قرار دیتا ہے وہ لوگوں کا زمین کے چرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف روانہ ہونا اور میدان محشر کی طرف جمع ہونا ہے۔

قرآن مجید کی کسی آیت میں میدان محشر سے جنت کی روانہ ہونے کا نام حشر نہیں رکھا گیا، لہٰذا یہاں ''يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا'' میں یہی حشر مراد ہے اور اسی سے مومن دنیا میں خوف زدہ تھے، کیونکہ ایمان خوف اور رجاء کے درمیان ہوتا ہے۔ اس لیے اس آیت نے انہیں امید دلوائی کہ متقین کے لیے وہاں کوئی خوف یا ذلت کی بات نہ ہوگی، لیکن یہ امید جب تک واقع کا روپ نہ دھارے گی تب تک مومن کو خوف باقی ہے اس لیے کہ کیا معلوم اس کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے یا نہیں۔ اور اگر ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے تو کیا معلوم تقویٰ بھی ساتھ ہوتا ہے یا نہیں، جب تک زندگی ہے مومن کو ان دونوں باتوں کا خوف رہے گا۔ جب وہ ان دونوں خطروں سے بچ کر وفات پا جائیگا تو پھر اس کو چین آئے گا، اس لیے تفسیر القرآن بالقرآن سے اس آیت کے یہی معنی متعین ہیں کہ قبر سے لیکر میدان محشر میں حساب وکتاب سے فارغ ہونے تک حشر ہے اس میں سورۃ مریم کی آیت ۸۵ کے تحت مومنین متقین کو ہر قسم کے خوف وذلت سے دور رکھا جائے گا۔

۱..... ''سورۃ الاعراف : الآیۃ ۴۹'' ۲..... ''سورۃ البقرۃ : الآیۃ ۲۰۳''

۳..... ''سورۃ المائدۃ: الآیۃ ۹۶'' ☆ ''سورۃ المجادلۃ: الآیۃ ۹'' ۴..... ''سورۃ ق : الآیۃ ۴۴''

اب تفسیروں کی جانب آیئے۔ کتب تفاسیر میں '' یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا '' کے فرمان ذیشان کے تحت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ '' عَنْ عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ اِذَا خَرَجُوْا مِنْ قُبُوْرِهِمْ اسْتُقْبِلُوْا بِنُوْقٍ بِیْضٍ لَّهَا اَجْنِحَةٌ عَلَیْهَا رِحَالُ الذَّهَبِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ '' [1]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک ہے بے شک پرہیزگار اپنی قبروں سے نکلیں گے تو ان کے سامنے سفید رنگ کی اونٹنیاں پیش کی جائیں گی جن کے پر ہوں گے اور ان پر سونے کے کجاوے ہوں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی۔

اس سے آگے امام رازی فرماتے ہیں '' قاضی نے کہا کہ یہ آیت ان دلائل میں سے ایک دلیل ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کی گھبراہٹیں اور خوفناک مناظر صرف مجرموں سے مخصوص ہوں گے، اس لیے کہ متقین مومنین حشر کے شروع ہی سے اس قدر اکرام اور احترام کے ساتھ ان کا حشر کیا جائیگا (جس کا آیت میں ذکر ہے) تو وہ ہر قسم کے خوف سے امن اور بے خوفی پانے والے ہوں گے تو کیسے ممکن ہے کہ انہیں وہ گھبراہٹیں پہنچیں '' [2]

امام رازی علیہ الرحمۃ نے آیت مذکور کے تحت اس قول کو نقل کر کے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اس کو ثابت رکھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو موقف بھی یہی ہے۔

فوٹو حوالہ ﴿'' التفسیر الکبیر '' جلد ۲۱ صفحہ ۲۵۲۔ مطبوعہ بیروت﴾

أن يتنصب بلا بتلكون عن علي عليه السلام قال قال رسول الله ﷺ «والذي نفسي بيده إن المتقين إذا خرجوا من قبورهم استقبلوا بنوق بيض لها أجنحة عليها رحال الذهب» ثم تلا هذه الآية . وفيها مسائل :

﴿ المسألة الأولى ﴾ قال القاضي هذه الآية أحد ما يدل على أن أهوال يوم القيامة تختص بالمجرمين لأن المتقين من الابتداء يحشرون على هذا النوع من الكرامة فهم آمنون من الخوف فكيف يجوز أن تنالهم الأهوال ؟ .

مفسرین کا کلام میاں صاحب کی تائید نہیں کرتا

'' اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا '' کے حوالہ سے ہمارے معترض میاں نذیر حسین صاحب نے اپنے '' فتاویٰ نذیریہ '' میں جن تفاسیر کے حوالے دیئے تھے اب ذرا ان حوالوں کا جائزہ لیتے ہیں پہلے میاں صاحب کی پوری عبارت کا عکس ملاحظہ فرمالیں۔

---

[1]...... ﴿'' التفسیر الکبیر '' (فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ) جلد ۲۱ صفحہ ۲۵۲۔ مطبوعہ بیروت﴾

[2]...... ﴿'' التفسیر الکبیر '' (فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ) جلد ۲۱ صفحہ ۲۵۲۔ مطبوعہ بیروت﴾

فوٹوحوالہ ﴿"فتاوی نذیریہ" جلداول صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

چنانچہ اورب العزت بمقتضائے شان عزت وجلالت خود می فرمایند ان کل من فی السموات
والارض الا آتی الرحمن عبدا ذلیلا خاضعا کذا فی معالم التنزیل، الا آتی الرحمن
عبدا ذلیلا خاضعا برمرتبہ منہم عزیر وعیسی کذا فی الجلالین پس درجلالین
منہم عزیر وعیسی را صراحۃ ذکر کردہ ذلیل شمردہ، چہ بے ادبی کردہ وچہ بدما قیل ع
ہنر بچشم عداوت قبیح تر باشد حسد بجائے سعدی نقبیح تر باشد
آتی الرحمن عبدا حال ای خاضعا ذلیلا منقادا انتہی مافی المدارک عبدا خاضعا
خاشعا کذا فی التفسیر الکبیر مختصرا الخشوع ضراعۃ وضرع الرجل ضراعۃ ضعف
وذل کذا فی مفردات القرآن للامام الراغب ع
آن خداوند جہان را کہ از ہیبت او یا در غنچہ نیارد کہ کند پردہ دری

تفسیر معالم التنزیل بغوی کی عبارت

میاں صاحب نے پہلا حوالہ "تفسیر معالم التنزیل" کا دیا ہے اس کے لفظ خود ہی لکھے ہیں۔ "ذَلِيلًا خَاضِعًا" ۱
اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بروز حشر دو فریق ہونگے ایک نافرمانوں کا اور وہ ذلیل ہوگا اور دوسرا فرمانبرداروں کا وہ تواضع کے ساتھ آرہا ہوگا۔ دیکھئے۔ المنجد میں ہے "خَضَعَ: تَوَاضَعَ وَ تطأمن" (۲) اسی المنجد میں ہے "وَطَأْمَنَ ظهرَهُ خفضه" (۳) اس نے اپنی پشت کو جھکایا۔

مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ تو تواضع کے طور پر اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں اپنی پشت جھکائیں گے، یعنی رکوع کی طرح سر جھکائے آئیں گے اور اس تفسیر میں کسی کا نام نہیں تھا نہ عزیر علیہ السلام کا اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کا، اس لیے میاں صاحب دہلوی نے دوسرا حوالہ جلالین سے دیا۔

جلالین کی عبارت

میاں صاحب لکھتے ہیں "ذلیلا یوم القیمۃ منہم عزیر وعیسی کذا فی الجلالین" ۴
عبارت تو لکھ دی گئی لیکن میاں نذیر حسین صاحب نے یہ نہیں دیکھا تفسیر جلالین والے نے "منہم" لکھا ہے "من

۱......﴿"فتاوی نذیریہ" (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلداول صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾
۲......﴿"المنجد فی اللغۃ" (لوئس معلوف المتوفی ۱۹۴۶ء) صفحہ ۱۸۳۔ مطبوعہ دار العلم قم ایران﴾
۳......﴿"المنجد فی اللغۃ" (لوئس معلوف المتوفی ۱۹۴۶ء) صفحہ ۴۷۳۔ مطبوعہ دار العلم قم ایران﴾
۴......﴿"فتاوی نذیریہ" (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلداول صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

الاذلاء ''نہیں لکھا اور ''منھم'' سے پہلے ''خاضعا یوم القیمۃ'' کے الفاظ ہیں۔ جس کا صاف مطلب یہ کہ عزیر علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام سر جھکا کر اپنی عبدیت کا اظہار کرتے آئیں گے، اس عبارت میں چونکہ ''خاضعًا'' آخر میں تھا اور اس کے بعد عزیر علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا اور انہیں یہ بات کھٹکی کہ اس سے تو عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر کا خاضع ہونا لازم آتا ہے اس لیے میاں صاحب مدارک کی عبارت لے آئے جس میں ''خاضعًا'' کا لفظ پہلے تھا۔

مدارک کی عبارت

میاں صاحب لکھتے ہیں ''ای خاضعا ذلیلا منقادا، انتھی مافی المدارک'' [1]

اس عبارت میں میاں صاحب نے ''خاضع'' کا لفظ پہلے اور ذلیل کا لفظ بعد میں دیکھ کر بغلیں بجانا شروع کر دیں اور یہ نہیں دیکھا کہ اس میں عزیر علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہی نہیں اس لیے اگر ذلیل کا لفظ آخری ہوتا تو وہ تقسیم ہو جاتا لیکن صاحب مدارک نے آخری لفظ ''منقاد'' رکھا ہے جس کا معنی فرمانبردار ہونا ہے۔ ذلیل ہونا اور چیز ہے، فرمانبردار ہونا اور چیز ہے۔ اس طرح فی الواقع ذلیل ہونا اور چیز ہے اور سر جھکانا اور چیز ہے۔ اس کے بعد میاں صاحب نے یہ سمجھا کہ بنیاد مضبوط ہو گئی ہے آگے جو لکھوں گا پڑھنے والا بہک کر اسی معنی میں لے جائے گا، اسی لیے اس کے بعد تفسیر کبیر کا حوالہ دیا۔ اب اس حوالہ کا بھی حال دیکھئے

تفسیر کبیر کی عبارت

میاں صاحب لکھتے ہیں ''عبدًا مطیعًا خاشعًا، کذا فی تفسیر الکبیر'' [2]

عبد کا معنی ہے فرمانبردار، خاشع (یعنی جھکنے والا) لیکن یہاں بھی عزیر و عیسیٰ علیہ السلام کا نام نہیں لیا گیا بلکہ میاں صاحب اس بات پر شروع ہو گئے کہ خشوع کا معنیٰ ضراعت ہے اور ''ضراع'' کا معنیٰ ''ضعف، ذل'' ہے، اس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ سارے آدمی ذلیل ہو جائیں گے حالانکہ رازی نے بھی دو قسمیں کی تھیں ایک مطیع اور دوسری خاشع کی۔ پھر اگر مان لیا جائے کہ ''خشع'' کا معنیٰ ''ذل'' ہوتا ہے تو وہ ہمارے مخالف کہاں ہے؟ ''ذُل'' تو ''ذَلول'' کے لیے آتا ہے اور ذلیل کے لیے بھی آتا ہے۔ ذلول اور ذلیل کے معنی میں فرق ہے اسی کتاب میں تفصیلاً دوسرے مقام پر بیان کیا گیا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تکمیل بحث کے لیے ہماری طرف سے کچھ اور حوالے پیش کر کے ان کا جواب بھی دے دیا جائے تاکہ میاں صاحب کے فریق میں سے کوئی بعد میں بولنے کی ہمت نہ کر سکے۔

---

[1]...... ﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

[2]...... ﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

تفسیر زاد المسیر لابن الجوزی کی عبارت

جمال الدین عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں

''عبدًا ذلیلًا خاضعًا والمعنى ان عیسٰی وعزیرًا والملا ئکة عبیدًا له'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر زاد المسیر''جزء۵ صفحہ ۱۹۷۔ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور﴾

به اتخاذ الولد، لأن الولد يقتضي مجانسة، وكل متخذ ولدا يتخذه من جنسه، والله
تعالى منزّهٌ عن أن يجانس شيئاً، أو يجانسه، فمحال في حقه اتخاذ الولد. ﴿إن كلُّ﴾
أي: ما كل ﴿مَنْ في السموات والأرض إلا آتي الرحمن﴾ يوم القيامة ﴿عبداً﴾ ذليلاً
خاضعاً، والمعنى: أن عيسى وعزيراً والملائكة عبيد له. قال القاضي أبو يعلى: وفي
هذا دلالة على أن الوالد إذا اشترى ولده، لم يبق ملكه عليه، وإنما يعتق بنفس

اس عبارت میں اگرچہ ذلیل کا لفظ آیا ہے مگر خاضعاً بعد میں ہے اس کے بعد ابن جوزی نے یہ بتایا کہ عیسیٰ وعزیر وملائکہ علیہم السلام ان کے لیے عبدیت ثابت کی گئی یعنی ذلت نہیں اس لیے یہاں بھی لفظ خاضع کے بعد یہ تفصیل دی ہے اس لیے یہ حوالہ بھی ہمارے لیے مضر نہیں بلکہ یہ بھی ہماری دلیل ہے۔

تفسیر جامع البیان (طبری) کی عبارت

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ تفسیر جامع البیان المعروف تفسیر ابن جریر طبری میں لکھتے ہیں

''یقول ماجمیع من فی السموت من الملائکة وفی الارض من البشر والانس والجن الا آتی الرحمن عبدا یقول الا یأتی ربه یوم القیمة عبدًاله ذلیلًا خاضعًا مقرا له بالعبودیت'' [2]

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر جامع البیان'' جلد۸، جزء۱۶ صفحہ ۹۹۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت﴾

فى راس حلقها من عنقها مشرفة « ماينبغى دونها سهل ولا جبل
يعنى لا يصلح ولا يكون ان كل من فى السموات والارض الا آتى الرحمن عبدا يقول ماجميع من فى
السموات من الملائكة وفى الارض من البشر والانس والجن الا آتى الرحمن عبدا يقول الا يأتى ربه
يوم القيامة عبدا له ذليلا خاضعا مقرا له بالعبودية لانسب بينه وبينه وقوله آتى الرحمن انما هو

[1]......﴿''تفسیر زاد المسیر''(عبد الرحمٰن بن علی ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ) جزء۵ صفحہ ۱۹۷۔ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور﴾

[2]......﴿''تفسیر جامع البیان''(ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ) جلد۸، جزء۱۶ صفحہ ۹۹۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت﴾

ہر وہ جو آسمان میں ہے یعنی فرشتے اور جو زمین میں ہیں یعنی بشر اور انسان و جن وہ قیامت کے دن اپنے رب کے حضو
اس کا عبد بن کر آئے گا (مصنف نے اس جگہ تین قسمیں کی ہیں کوئی) ذلیل (کوئی) متواضع (کوئی) عبودیت کا اقرار کرنے والا
یہ عبارت بھی ہمارے لیے مخالف نہیں کیونکہ مذکورہ عبارت میں انسانوں اور جنوں اور ملائکہ کے تین طبقات بیان
کئے گئے پھر انسانوں اور جنوں میں کچھ کافر ہیں اور کچھ مومن پھر مومنوں میں کچھ متقی ہیں اور کچھ گناہ گار مومن، اس لیے ہ
ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ شان ہوگی۔ کوئی ذلیل ہوگا اور کوئی نہیں ہوگا۔

نوٹ: توجہ رہے کہ طبری نے بشر اور انسان دو چیزیں کر دی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مفسرین سے مسامح
کے وقوع کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

تفسیر خازن کی عبارت

علامہ علاء الدین علی بن محمد ابن ابراہیم البغدادی الخازن المتوفی ۷۴۵ھ لکھتے ہیں ''عبدًا ذليلًا خاضعًا'' [1]
یہاں خاضع کو بعد میں رکھا ہے اور عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر نہیں لیا۔ اگر ہوتا بھی تو وہ خاضع کا فرد قرا
پاتا نہ کہ ذلیل کا۔

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر الخازن'' جزء ۳ صفحہ ۱۹۸۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

واستعانة وذكر جميل بعده وكل ذلك لا يليق بالله تعالى ﴿إن كل من في السموات والأرض إلا آتي الرحمن عبداً﴾ أي آتية يوم القيامة عبداً ذليلاً خاضعاً، والمعنى أن الخلائق كلهم عبيده ﴿لقد أحصاهم وعدهم عداً﴾ أي عد أنفاسهم وأيامهم وآثارهم فلا يخفى عليه شيء من أمورهم وكلهم تحت تدبيره وقهره وقدرته ﴿وكلهم آتية يوم

تفسیر مظہری کی عبارت

قاضی ثناء اللہ مظہری المتوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں ''يأتيه بالعبوديت والانقياد ويأتيه يوم القيامة ذليلا'' [2]

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر المظہری'' جزء ۶ صفحہ ۱۲۱۔ مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ﴾

[illegible] إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ مَن نكرة موصوفة بالظرف وكل [illegible]
[illegible] إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ اى الا هو مملوك [illegible]
والانقياد ويأتيه يوم القيمة ذليلا [illegible] المجازية [illegible]

---

[1] ..... ﴿''تفسیر الخازن'' (علی بن محمد البغدادی الخازن المتوفی ۷۴۵ھ) جزء ۳ صفحہ ۱۹۸۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

[2] ..... ﴿''تفسیر المظہری'' (قاضی ثناء اللہ مظہری پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ) جزء ۶ صفحہ ۱۲۱۔ مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ﴾

یعنی کوئی اللہ کی بارگاہ میں عبدیت اور فرمانبرداری کے ساتھ حاضر ہوگا اور کوئی اس کے پاس قیامت کے دن ذلیل ہو کر حاضر ہوگا۔ عبدیت اور انقیاد کے ساتھ پہلے مستقل جملے میں ''یوم القیمۃ'' کا لفظ نہیں لگایا کیونکہ عبودیت اور انقیاد والے دنیا میں فرمانبردار تھے اور ذلیل کے ساتھ ''یوم القیمۃ'' کا لفظ لگایا اور اس سے پہلے ''یأتیہ'' کہہ کر اسے مستقل جملہ بنایا یعنی وہ ذلیل ہو کر قیامت کے دن آئیں گے اگرچہ دنیا میں وہ اکڑتے تھے اور اللہ کے آگے نہیں جھکتے تھے، اور اس کی عبودیت سے انکار کرتے تھے، یہاں بھی دو فریقوں کا ذکر ہے حالانکہ انبیاء اور دیگر مقربین ذلت والے فریق میں داخل نہیں۔

ان کے علاوہ باقی مفسرین نے یہاں پر لفظ ذلیل سرے سے بولا ہی نہیں تو کیا انہوں نے غلط معنی کیا ہے۔ دیکھئے

۱۔ امام قاضی ناصر الدین ابوسعید عبداللہ ابی عمر بن محمد البیضاوی المتوفی ۷۹۱ھ نے ''تفسیر بیضاوی'' میں اس آیت کے تحت ذلیل کا لفظ نہیں لائے۔ [۱]

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر البیضاوی'' جزء۴ صفحہ ۳۶۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

ولذا لم صرح به في موته.
﴿إِن كُلُّ مَن فِي السَّمواتِ وَالأَرْضِ﴾ أي ما منهم. ﴿إِلاَّ آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْداً[۹۳]﴾ إلا وهو مملوك له يأوي إليه بالعبودية والانقياد، وقرىء ﴿آتِ الرَّحْمٰنِ﴾ على الأصل.

۲۔ محشیٔ جلالین علامہ احمد بن محمد الخلوتی الصاوی المتوفی ۱۲۴۱ھ ''حاشیۃ الصاوی'' میں تفسیر جلالین میں مذکور لفظ ذلیل کے باوجود ذلیل پر کوئی کلام نہیں کیا حالانکہ یہ جلالین کا حاشیہ ہے۔ [۲]

فوٹو حوالہ ﴿''حاشیۃ الصاوی علی الجلالین'' جزء۳ صفحہ ۴۰۔ مطبوعہ مطبعۃ الازھریہ مصر﴾

بذلك (ان) ای ما (كل من فی السموات والارض الا آتی الرحمن عبدا) ذليلا خاضعا يوم القيامة منهم عزير وعيسى

الارض) ای تخسف بهم (قوله من أجل أن دعوا للرحمن ولدا) المعنى ان هذه المقالة منهم موجبة للغضب عليهم الذی بشناعته نزول السماء قطعا قطعا عليهم وخسف الارض بهم وسقوط الجبال عليهم لولا حلمه وسبق رحمته او المعنى ان هذه المقالة من عظمها وشناعتها تفزع منها السموات والارض والجبال وتتمنى أنها لو أهلكت من تفوه بها لولا رحمة الله (قوله قال تعالى) ای ردا عليهم (قوله وما ينبغی للرحمن) ای لا يليق به ذلك ولا يتاتى لاستحالته عليه عقلا ونقلا لان الولد

۳۔ ''تفسیر مدارک التنزیل'' میں علامہ ابی البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی المتوفی ۷۱۰ھ نے لکھا ''مقر بالعبودیت'' عبودیت کا اقرار کرتے آئیں گے، ذلیل کا لفظ نہیں بولا۔ [۳]

۱۔۔۔۔۔﴿''تفسیر البیضاوی'' (ابوسعید عبداللہ ابی عمر بن محمد البیضاوی المتوفی ۷۹۱ھ) جزء۴ صفحہ ۳۶۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

۲۔۔۔۔۔﴿''حاشیۃ الصاوی علی الجلالین'' (احمد بن محمد الخلوتی الصاوی المتوفی ۱۲۴۱ھ) جزء۴ صفحہ ۶۵۔ مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی﴾

☆۔۔۔۔۔﴿''حاشیۃ الصاوی علی الجلالین'' (احمد بن محمد الخلوتی الصاوی المتوفی ۱۲۴۱ھ) جزء۳ صفحہ ۴۰۔ مطبوعہ مطبعۃ الازھریہ مصر﴾

۳۔۔۔۔۔﴿''المدارک التنزیل'' (ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی المتوفی ۷۱۰ھ) جزء۳ صفحہ ۳۷۔ مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ مصر﴾

فوٹوحوالہ ﴿''المدارک التنزیل ''جزء۳صفحہ۳۷۔مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیہ مصر﴾

استغراق اسم الرحمن (ان کل من) نکرة موصوفة صفتها (فی السموات والارض) وخبر
کل (الا آتی الرحمن) ووحد آتی وآتیہ حملا علی لفظ کل وهو اسم فاعل من اتی وهو مستقبل
ای یاتیه (عبدا) حال ای خاضعا ذلیلا منقادا والمعنی ما کل من فی السموات والارض
من الملائکة والناس الا هو یاتی الله یوم القیامة مقرا بالعبودیة والعبودیة والبنوة تتنافیان
حتی لو ملک الاب ابنه یعتق علیه ونسبة الجمیع الیه نسبة العبد الی المولی فکیف یکون البعض

۴۔ فریق مخالف کے پیشوا کی تفسیر ابن کثیر میں یہاں لفظ ''عبدًا'' پرسرے سے کوئی کلام نہیں کیا۔ [۱]

فوٹوحوالہ ﴿''تفسیر ابن کثیر ''جزء۵صفحہ۲۳۶۔مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت﴾

لأنه لا كفء له من خلقه، لأن جميع الخلائق عبيد له، ولهذا قال: ﴿إن كل من في السموات والأرض إلا آتي الرحمن عبداً لقد أحصاهم وعدهم عداً﴾ أي قد علم عددهم منذ خلقهم إلى يوم القيامة، ذكرهم وأنثاهم، صغيرهم وكبيرهم، ﴿وكلهم آتيه يوم القيامة فرداً﴾ أي لا ناصر له ولا مجير إلا الله وحده لا شريك له، فيحكم في خلقه بما يشاء وهو العادل الذي لا يظلم مثقال ذرة، ولا يظلم أحداً.

۵۔ تفسیر روح المعانی میں لکھا ''وهو مملوك له تعالیٰ یاوی الیه بالعبودیت والانقیاد '' [۲]

ہر ایک اللہ کو ملوک ہوگا اور اللہ کے طرف آئے گا، عبودیت اور فرمانبرداری کے ساتھ۔ ذلیل کو لفظ نہیں بولا۔

فوٹوحوالہ ﴿''روح المعانی ''جزء۱۲صفحہ۱۴۶۔مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت﴾

والثقلين ﴿إلا آتي الرحمن عبداً ٩٣﴾ أي إلا وهو مملوك له تعالى يأوي اليه عز وجل بالعبودية والانقياد لقضائه
وقدره سبحانه وتعالى فالاتيان معنوي، وقيل: هو حسي، والمراد الاتيان محل حكمه وهو أرض المحشر منقادا
لا يدعي لنفسه شيئا مما نسبوه اليه وليس بذاك كما لا يخفى، و(من) موصولة بمعنى الذي و(كل) تدخل عليه لأنه يراد منه
الجنس كما قيل في قوله تعالى (والذي جاء بالصدق) وقوله ﴿وكل الذي حملتني أحمل﴾ وقيل: موصوفة لأنها

۶۔ ''تفسیر ابی السعود ''میں علامہ ابی السعود محمد بن محمد العمادی المتوفی ۹۸۱ھ لکھتے ہیں

''مملوك له یاوی الیه بالعبودیت والانقیاد '' [۳]

ہر ایک اس کی ملکیت جو اس کی دربار میں عبودیت اور فرمانبرداری کے تہ حاضر ہونا ہے۔ ذلیل کا لفظ یہاں بھی نہیں۔

---

[۱]......﴿''تفسیر ابن کثیر ''(حافظ اسماعیل بن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ) جزء۵صفحہ۲۳۶۔مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت﴾

[۲]......﴿''روح المعانی ''(ابوالفضل سید محمود آلوسی بغدادی المتوفی ۱۲۷۰ھ) جزء۱۲صفحہ۱۴۶۔مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت﴾

[۳]......﴿''تفسیر ابی السعود ''(ابوسعود محمد بن محمد العمادی المتوفی ۹۸۱ھ) جزء۵صفحہ۲۸۳۔مطبوعہ دار المصحف بیروت﴾

فوٹوحوالہ ﴿"تفسیر ابی السعود" جزء۵ صفحہ ۲۸۳ ۔مطبوعہ دار المصحف بیروت﴾

یتوہم أن یتخذہ ولداً وقد صرح لہ قوم بہ عزتاً لا (إن کل من فی السموات والأرض) أی ما منہم أحد من
الملائکۃ والثقلین (إلا آتی الرحمن عبداً) إلا وہو مملوک لہ یأوی إلیہ بالعبودیۃ والانقیاد وقرىء آت الرحمن

۷۔ "غرائب القرآن ورغائب الفرقان" المعروف تفسیر نیشاپوری میں نظام الدین امام حسن بن محمد بن حسن نیشاپوری المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہے "الا وھو ملتجی الی ربوبیتہ مقر بالعبودیۃ" [1]

ہر شخص اس کی ربوبیت سے التجا کرنے والا اور اپنے بندے ہونے کا اقرار کرنے والا ہوگا۔ یہاں بھی ذلیل کا لفظ نہیں بولا گیا اور کسی قسم کی ذلت کا کوئی تذکرہ نہیں۔

فوٹوحوالہ ﴿"تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان" جزء۴ صفحہ ۵۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

وتفاصیلها فقال: ﴿إن کل﴾ «إن» نافیة أي لیس فرد من أفراد الخلائق ﴿إلا آتي الرحمن﴾
إلا وهو ملتجیء إلی ربوبیته مقر بعبودیته. ثم أجمل حال المؤمنین بما لا مزید علیه في
باب الکرامة قائلاً ﴿إن الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمن وداً﴾ أي

۸۔ شیخ ابو محمد روز بہان بن ابی النصر البقلی الشیرازی المتوفی ۶۰۶ھ "تفسیر عرائس البیان" میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہماری تائید نقل کرتے ہیں لکھتے ہیں

"اتی الرحمن عبدا فقیراً ذلیلا باوصافه اوعزیزدالا باوصاف الحق" [2]

رحمٰن کی طرف عبد بن کر آنے والے دو قسم پر ہوں گے کچھ وہ عبد ہونگے جو اپنے صفات کی وجہ سے عبد فقیر ذلیل (خوار) ہونگے اور کچھ وہ عبد ہونگے جو حق تعالیٰ کے بخشے ہوئے اوصاف کے سبب عبد عزیز اور دال ہونگے یعنی عزت والے اور اللہ کے ساتھ لاڈ اور حجت کرنے والے ہوں گے۔

فوٹوحوالہ ﴿"تفسیر عرائس البیان" جزء۲ صفحہ ۱۷ ۔مطبوعہ نول کشور دہلی﴾

الا وجهه قال تعالی کل شیٔ هالک الا وجهه قال جعفر فی قوله اتی الرحمن عبدا فقیرا ذلیلا باوصافه او عزیزا
دالا باوصاف الحق قال ابو بکر الوراق ما تقرب احد الی دبه بشیٔ ازین علیه من ملازمة العبودیة
واظهار الافتقار لان ملازمة العبودیة تورث دوام الخدمة واظهار الافتقار الیه یوجب دوام

---

[1] ...... ﴿"تفسیر غرائب القرآن" (نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری المتوفی ۷۲۸ھ) جزء۴ صفحہ ۵۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

[2] ...... ﴿"تفسیر عرائس البیان" (شیخ ابو محمد روز بہان البقلی الشیرازی المتوفی ۶۰۶ھ) جزء۲ صفحہ ۱۷ ۔مطبوعہ نول کشور دہلی﴾

۹۔ تفاسیر کے ساتھ لغت کا حوالہ بھی ملاحظہ فرمالیں ''المنجد'' میں ہے ''دلت المرأة علی زوجها اظهرت جرأة علیه فی تلطف کانها تخالفه ومابها خلاف '' [۱]

یعنی عورت نے اپنے خاوند پر دلال کیا اس کا معنی ہے کہ لطف و محبت کے انداز میں اپنے خاوند پر جرأت ظاہر کی ، جیسے وہ اس کی مخالفت کررہی ہو حالانکہ فی الواقع مخالفت نہیں ہے۔

۱۰۔ اور اسی میں ہے ''أدل: ادّلالا علیه: اجتراء علیه وثق بمحبته فافرط علیه '' [۲]

فلاں پر ادلال کیا یعنی اس پر جرأت کی اور اس کی محبت پر اعتماد کرتے ہوئے اس پر افراط کیا یعنی حد ادب سے بڑھ گیا۔

فوٹو حوالہ ﴿''المنجد فی اللغة'' صفحہ ۲۲۲۔ مطبوعہ دار العلم قم ایران﴾

٢ – دَلَّ ـِ دَلًّا ودَلالًا : تَغَنَّجَ وتَلَوَّى أو – تِ المرأةُ على زوجها : اظهرت جرأةً عليه في تلطّفٍ كأنّها تخالفه وما بها خلاف • أَدَلَّ إدلالًا عليه : اجترأ عليه أو وثق بمحبته فافرط عليه . أَدَلَّ فأَمَلَّ ، اي افرط في

لغت کا حوالہ اس لیے پیش کیا گیا تا کہ پتہ چلے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک قیامت کے دن بھی کچھ بندے اللہ جل جلالہ کے اوصاف کریمہ پر اعتماد کرتے ہوئے اللہ پر حجت اور ناز کریں گے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجرمین کو محشر کی قید کے عذاب سے چھڑانے کے لیے اللہ کی بارگاہ میں حساب شروع کرنے کی درخواست کے لیے حجت فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے اوصاف کرم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حجت کو قبول کرتے ہوئے اور عزت دے گا، اور فرمائے گا'' ارفع رأسك '' سجدے سے سر اٹھا کر بات کریں'' سل، تعط '' مانگیں جو مانگتے ہیں دیا جائیگا'' اشفع تشفع '' آپ ایک دفعہ شفاعت کے لیے لب تو ہلائیں آپ کی بار بار شفاعت قبول کی جائے گی۔

سیدنا امام جعفر رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر یہ بیان کردیا کہ وہاں پر سارے ذلیل نہیں ہونگے بلکہ عبدِ عزیز (عزت مند) بھی ہونگے اتنے عزت مند کہ اللہ کے سامنے لاڈ سے بات کریں گے، اور سیدنا امام جعفر رضی اللہ عنہ بلا اختلاف تابعین میں سے ہیں، اسی لیے تفسیر میں ان کے قول کے بعد ان کے خلاف اگر کسی مفسر کا قول ہوتا بھی تو اس کی کوئی وقعت نہ رہتی، جبکہ ہماری طرف سے یہ وضاحت کردی گئی ہے کسی بھی مفسر نے تمام افراد خلائق کو ذلیل نہیں کہا، کسی کی سمجھ میں عبارت نہ آئے تو قصور مفسر کا نہیں، سمجھنے والے کا ہے۔

[۱] ...... ﴿''المنجد فی اللغة'' (لوئس معلوف ۱۹۴۶ء) صفحہ ۲۲۲۔ مطبوعہ دار العلم قم ایران﴾

[۲] ...... ﴿''المنجد فی اللغة'' (لوئس معلوف ۱۹۴۶ء) صفحہ ۲۲۲۔ مطبوعہ دار العلم قم ایران﴾

اتنا تفصیلی کلام کے بعد میاں صاحب اور اس کی پارٹی ہر ایک کو ذلیل ماننے پر مصر ہے تو بتائیں کہ دوسرے نفخ صور کے بعد جبرائیل ومیکائیل علیہم السلام پر کیا ذلت ہوگی، اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر کیا ذلت ہوگی؟ لیکن بات عقل کی نہیں بلکہ ظاہر قرآن وحدیث کی ہونی چاہیے اور اس کا ثابت کرنا ممکن نہیں، تا قیام قیامت تمام غیر مقلد جمع ہو کر بھی یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ان شاء اللہ تعالی

صرف ایک جگہ عبد کے معنی کے ساتھ لکھنے کی وجہ

مفسرین کرام نے قرآن مجید کی چھبیس آیات میں جہاں لفظ عبد مفرد بولا گیا ہے یعنی تثنیہ یا جمع کے لفظ نہیں ان تمام جگہوں میں عبد کا معنیٰ اس لیے بیان نہیں کیا کہ وہاں پر انبیاء کرام رسل عظام اور ملائک کرام کے عبد ہونے کا ذکر تھا، جن کا نام ہی عزت وعظمت کی دلیل ہے اور ہر جگہ اس لفظ کے ساتھ اللہ نے خود بھی ان کی عزت کا بیان فرمایا اور جس مقام کو میاں صاحب نے پیش کیا ہے وہاں لفظ عبد تو آیا ہے لیکن صرف انبیاء اور کاملین کے عبد ہونے کے بیان کے لیے نہیں آیا بلکہ تمام مخلوق کے لیے ہے۔ اور تمام مخلوق کے عبد ہونے کے لیے نہیں بلکہ ان کے عبد بن کر دربار الٰہی میں حاضر ہونے کے لیے ہے۔

مفسرین کا مطلب یہ ہے کہ عبد ہونا اور ہے لیکن عبد بن کر آنا اور ہے۔بن کے آنے کا مطلب یہ ہے کہ عبدیت کی علامات ان پر ظاہر ہوں یعنی عبد تو اس معنی میں وہ پہلے بھی تھے کہ وہ مخلوق اور مملوک ہیں لیکن دنیا میں کاملین تو اس کی عبدیت کا جان ودل سے اقرار کرتے تھے تاہم اس دنیا میں شیطان بھی ہے، شداد، نمرود، اور فرعون بھی تھے، دنیا میں اربوں کھربوں کی تعداد میں دہریئے تھے اور ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں، اور اسی طرح مشرکین اور ان کے ساتھ فاسق اور فاجر لوگ جو مسلمان ہونے کے بعد نماز وروزہ اور دیگر احکام الٰہی پر عمل کرنے سے جی چراتے رہے ان سب کو میدان محشر میں اللہ کریم تبارک وتعالیٰ کے دربار میں حاضری دینی ہوگی اور وہ اس وقت سب اللہ کے حضور جمع کئے جائیں گے۔ارشاد خداوندی ہے

''وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا''

اور جس کو بھٹکاوے، پھر تو نہ پاوے ان کے کوئی رفیق اس کے سواء۔اور اٹھاویں گے ہم ان کو دن قیامت کے اوندھے منہ پر اندھے اور گونگے اور بہرے۔ [1]

[1]......''سورۃ بنی اسرائیل: الآیۃ ۹۷'' ترجمۃ القرآن ''شاہ عبدالقادر دہلوی'' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ پاکستان

حدیث سے ایک ممکنہ شبہ کا ازالہ

گزشتہ صفحات میں آیت کریمہ کے تحت مفسرین کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے کہ متقین حشر کے دن سواریوں پر سوار ہو کر حاضر ہونگے جبکہ بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ تم سب اللہ جل جلالہ کے حضور ننگے پاؤں ننگے بدن اور پیدل چلتے ہوئے بغیر ختنے کی حالت میں پیش کئے جاؤ گے۔ تو آیت اور حدیث کے درمیان بظاہر تعارض ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے ''سفیان قال عمرو سمعت سعید بن جبیر قال سمعت ابن عباس قال سمعت النبی ﷺ یقول انکم ملاقوا الله حفاة عراة مشاة غرلا'' [1]

اور مسلم نے اس روایت کو سند کے معمولی فرق سے نقل کیا ''سفیان بن عیینه عن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس سمع النبی ﷺ یخطب وهو یقول انکم ملاقوا الله مشاة حفاة عراة غرلا'' [2]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے بیشک تم سب اللہ جل جلالہ کے سامنے پیش ہونے والے ہو، ننگے پاؤں، ننگے بدن، پیدل چلنے والے بغیر ختنہ کی حالت میں۔

یہ حدیث بظاہر قرآن مجید کی اس آیت سے ٹکراتی ہے ''یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا'' اس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کے پاس وفد بنا کر جمع کرینگے یعنی سواری پر محترم مہمان کی طرح لائیں گے، جبکہ تفسیر کبیر کے حوالہ سے پہلے گزرا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبروں سے اٹھتے ہی انہیں سواریاں عطا فرما دی جائینگی۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ اگر قرآن مجید کے مقابلے میں خبر واحد کی مساواۃ بھی مان لی جائے پھر بھی اس حدیث کو سمجھنے کے لیے کچھ امور پر غور کرنا ہوگا

(الف) اس حدیث میں سفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار سے روایت کر رہے ہیں لیکن وہ اپنے سچ کو برقرار رکھنے کے لیے کہتے ہیں کہ عمرو سے ''عن'' کے ساتھ روایت ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ عمرو نے یہ کہا اور یہ نہیں کہتے کہ عمرو نے مجھے حدیث بیان کی یا مجھے خبر دی یا میں نے اس سے سنا۔ اور سفیان بن عیینہ مدلس ہیں۔ [3]

عام ضابطہ یہ ہے کہ مدلس کی حدیث میں جب تک سماع ثابت نہ ہو قبول نہیں (۴) لیکن بخاری اور مسلم کے لیے

---

[1]..... ﴿''الصحیح للبخاری'' (ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری التوفی ۲۵۶ھ) جلد ۲ صفحہ ۹۶۶۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

[2]..... ﴿''الصحیح للمسلم'' (ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری التوفی ۲۶۱ھ) جلد ۲ صفحہ ۳۸۴۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

[3]..... ﴿''میزان الاعتدال فی نقد الرجال'' (محمد بن احمد الذہبی التوفی ۷۴۸ھ) جز ۳ صفحہ ۲۴۶، ۲۴۷۔ مطبوعہ دار الکتب بیروت﴾

[4]..... ﴿''نزهة النظر شرح نخبة الفکر'' (احمد بن علی العسقلانی التوفی ۶۵۲ھ) صفحہ ۲۶۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

خصوصی ضابطہ یہ بنایا گیا ہے کہ وہ (شیخین) جس مدلس کی روایت کو اپنی صحیح میں رکھ لیں وہ مقبول ہو جاتی ہے۔(۱) کیونکہ وسعت معلومات کی وجہ سے انہیں اس بات کا کھوج مل جاتا ہے کہ ثقہ مدلس نے یہ حدیث اپنے سماع سے روایت کی ہے۔

فوٹو حوالہ ''میزان الاعتدال فی نقد الرجال'' جزء۳ صفحہ ۲۴۶، ۲۴۷۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

حرف السين / سفيان ٢٤٧

أجمعت الأمة على الاحتجاج به. وكان يدلس، لكن المعهود منه أنه لا يدلس إلا عن ثقة.
وكان قوي الحفظ، وما في أصحاب الزهري أصغر سناً منه، ومع هذا فهو من أثبتهم

فوٹو حوالہ ''نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر'' صفحہ ۶۶۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

(ويرد) المدلس (بصيغة) من صيغ الأداء (يحتمل) وقوع (اللقي) بين المدلس ومن أسند عنه (كعن، و) كذا (قال) ومتى وقع بصيغة صريحة كان كذبا. وحكم من ثبت عنه التدليس إذا كان عدلا، أن لا يقبل منه إلا ما صرح فيه بالتحديث على الأصح

فوٹو حوالہ ''مقدمہ نووی علی مسلم'' جزء اوّل صفحہ ۳۳۔ مطبوعہ المطبعة المصريه بالاذہر

ولا يشترط تكرره منه واعلم أن ما كان فى الصحيحين عن المدلسين بعن ونحوها فمحمول على ثبوت السماع من جهة أخرى وقد جاء كثير منه فى الصحيح بالطريقين جميعا فيذكر رواية المدلس بعن ثم يذكرها بالسماع ويقصد به هذا المعنى الذى ذكرته وسترى من ذلك ان شاء الله تعالى جملا مما ننبه عليه فى مواضعه ان شاء الله تعالى وربما مررنا بشئ منه على قلة من غير تنبيه عليه اكتفاء بالتنبيه على مثله قريبا منه والله أعلم. وأما القسم الثانى من التدليس فانه يسمى شيخه أو غيره أو ينسبه أو يصفه أو يكنيه بما لا يعرف به كراهة أن يعرف ويحمله على ذلك

ہمارے خیال میں ان کے اس کھوج کی بنیاد دوسری سند سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہی حدیث ہے جو شعبہ سے روایت ہے اور شعبہ تدلیس کو حرام سمجھتے ہیں۔ اس روایت کا متن مع سند (معتدبہ) یہ ہے کہ ''شعبہ عن المغیرۃ بن النعمان عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب فقال انکم محشورون حفاۃ عراۃ غرلا کمابدانا اول خلق نعیدہ (الآیۃ) وان اول الخلائق یکسیٰ یوم القیمۃ ابراهیم الخ'' ۲

شعبہ نے مغیرہ بن نعمان سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی جنہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر خطاب فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ بیشک تم (آخرت میں) جمع

۱۔۔۔۔۔''مقدمہ نووی علی مسلم'' (ابوزکریا یحیٰ بن شرف النواوی المتوفی ۶۷۶ھ) جزء اوّل صفحہ ۱۸۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

☆۔۔۔۔۔''مقدمہ نووی علی مسلم'' (ابوزکریا یحیٰ بن شرف النواوی المتوفی ۶۷۶ھ) جزء اوّل صفحہ ۳۳۔ مطبوعہ المطبعة المصريه بالاذہر

۲۔۔۔۔۔''الصحیح البخاری'' (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد۲ صفحہ ۹۶۶۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

کئے ہوئے، پاؤں سے ننگے، بدن سے ننگے بغیر ختنے کے (آگے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی گئی ہے) جیسے ہم نے مخلوق کو ابتداء میں پہلی بار پیدا کیا دوبارہ اس کو اسی طرح لوٹائیں گے۔ (آگے حدیث دوسرے مضمون پر ہے) اور سب مخلوق سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائیں جائیں گے۔

فوٹو حوالہ ﴿''الصحیح البخاری'' جلد۲ صفحہ ۹۶۶۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن المغيرة بن النعمن عن سعيد بن جبير
عن ابن عباس قال قام فينا النبي صلى الله عليه وسلم يخطب فقال انكم محشورون حفاة عراة غرلا كما
بدأنا اول خلق نعيده الآية وان اول الخلائق يكسى يوم القيمة ابراهيم وانه سيجاء برجال من
امتي فيؤخذ بهم ذات الشمال فاقول يا رب اصحابي فيقول انك لا تدري ما احدثوا بعدك فاقول

اگر اس دوسری سند کی ترجیح مان لی جائے تو اس میں پیدل چلنے کا لفظ ہی نہیں ہے، اس لیے اعتراض جڑ سے کٹ جاتا ہے۔ باقی رہا ننگے پاؤں، ننگے بدن، بغیر ختنے کے ہونا یہ کوئی تذلیل نہیں ہے، ماں کے پیٹ سے بچہ اسی طرح پیدا ہوتا ہے کوئی نہیں کہتا کہ ایک ذلیل گھر آ گیا ہے اس کو باہر پھینکو، ہاں بالغین حقیقی اور حکمی میں شریعت نے بدن چھپانا فرض کیا ہے اس کی وجہ شہوت ہے اور شریعت کے احکام دنیا تک ہیں اور قیامت میں روز محشر شریعت کی پابندی کا دور نہیں ہوگا نہ ہی وہاں کسی کو شہوت ہوگی اس لیے کپڑوں کا نہ ہونا یا ختنہ نہ ہونا کوئی ذلت کی بات نہیں، لیکن یہ لوگ قبر سے اٹھ کر میدان محشر میں جا رہے ہیں اس لیے ان پر حشر کو لفظ بولا گیا اور آیت میں بھی حشر کا لفظ ہے۔ تو ثابت ہوا کہ قبر سے اٹھتے ہوئے متقی لوگ پیدل نہیں جائیں گے۔

(ب) باقی رہا یہ کہ اگر پہلی روایت کو ترجیح دی جائے تو جواب یہ ہے کہ اس میں ''محشورون'' کا لفظ نہیں ہے یعنی قبر سے میدان محشر میں جمع کئے جانے کی بات نہیں بلکہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی حاضری اور ملاقات کا بیان ہے یعنی جب وہ حشر میں پہنچ جائیں گے اور اس جگہ میں داخل ہونگے جو جگہ ہوگی تو ادباً وہ اس جگہ پہلے سواریوں سے اتر کر دربار والا میں حاضر ہونگے پس جو لوگ مجرم ہونگے ان کے پاؤں تو جلیں گے اور ان کے بدن پر پسینہ آئے گا۔ اور وہ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے لیکن متقیوں کے لیے جو وہاں پر ادباً سواریوں سے اتر جائیں گے اس قسم کی کوئی پریشانی اور ذلت نہیں ہوگی کیونکہ ان کو حرارت محسوس نہیں ہوگی اس لیے کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات (قسم کے) شخص وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس دن اللہ تعالیٰ کے مخصوص کردہ سائے کے بغیر اور کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا'' عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبعة يظلهم الله فی ظله يوم لاظل الا ظله الامام العادل وشاب نشأ فی عبادة ربه ورجل قلبه معلق فی المساجد ورجلان تحابا فی الله اجتمعا عليه وتفرقا

علیه ورجل طلبته ذات منصب وجمال فقال انی اخاف الله ورجل تصدق اخفاء حتی لا تعلم شماله ما تنفق یمینه ورجل ذکر الله خالیًا ففاضت عیناه'' [1]

حضرت سیدنا ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا سات قسم کے شخص ہیں جنہیں اپنی طرف سے مخصوص کیا ہوا سایہ عطا فرمائے گا (اوّل) ایک ان میں سے عدل کرنے والے حاکم بالا دست (یعنی اُمراء المؤمنین علی منہاج النبوۃ، اور دیگر خلفاء بادشاہان سلاطین، صدورِ ممالک اور وزراء اعظم) ہوں گے۔ (دوم) وہ نوجوان ہوں گے جو ابتداءِ شباب سے وہ اپنے رب کی عبادت میں شروع ہوگئے۔ (سوم) وہ لوگ ہیں جن کے دل مسجدوں میں اٹکے ہوئے تھے، (ان کے دل سے مسجدوں کی یاد نہیں جاتی تھی اور وہ نماز کے وقت کا انتظار کرتے رہتے تھے) (چہارم) وہ لوگ جو آپس میں ایک دوسرے کو اس لیے پسند کرتے تھے کہ وہ اللہ والا ہے ان کی ملاقات بھی اللہ کے لیے محبت میں ہوتی تھی اور اگر وہ ایک دوسرے جدا ہوتے تھے تو بھی اللہ کو راضی کرنے کے لیے۔ (پنجم) وہ مرد جس کے پیچھے ایسی عورت لگ گئی ہو جس کا دنیا میں مال اور دولت کے اعتبار سے اونچا رتبہ ہو اور حسن و جمال بھی بہت رکھتی ہو (اور وہ اس سے معصیت طلب کرے) تو وہ مرد کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (ششم) وہ آدمی جس نے راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے (یعنی اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر بغیر گنے اور دکھاوے کے اللہ کی راہ میں خرچ کردیا) (ہفتم) وہ مرد جس نے تنہائی میں اللہ کی یاد کی اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے اُمنڈ پڑئیں۔

فوٹو حوالہ ﴿''الصحیح للبخاری'' جلد اوّل صفحہ ۹۱۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

الی اهله الا الصلوة حدثنا محمد بن بشار قال حدثنی یحیی عن عبید الله قال حدثنی خبیب بن عبد الرحمن عن حفص
بن عاصم عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله الامام العادل
وشاب نشأ فی عبادة ربه ورجل قلبه معلق فی المساجد ورجلان تحابا فی الله اجتمعا علیه وتفرقا علیه و
رجل طلبته امرأة ذات منصب وجمال فقال انی اخاف الله ورجل تصدق اخفی حتی لا تعلم شماله ما تنفق
یمینه ورجل ذکر الله خالیا ففاضت عیناه حدثنا قتیبة حدثنا اسمعیل بن جعفر عن حمید قال سئل انس
هل اتخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم خاتما فقال نعم اخر لیلة صلوة العشاء الی شطر اللیل ثم اقبل علینا

یہ تمام متقین کی صفات ہیں بالخصوص تنہائی میں اللہ کی یاد میں آنسو نکل آنا، اس سے کوئی مومن جو اللہ سے ڈرتا ہے خالی نہیں ہوتا کہ کبھی کسی وقت اس کے آنسو نکل آئے ہوں، اللہ تعالیٰ ان تمام کو سایہ عطا فرمائے گا، ٹھنڈک عطا کرے گا، میدان حشر کی گرمی ان کے ائیر کنڈیشنر مقام میں کوئی اثر نہیں کرے گی، یہ ادب کے ساتھ ننگے پاؤں چلتے ہوئے جائیں گے تو ان کے پاؤں نہیں جلیں گے، ایسے انہیں میدان محشر میں ذلت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

---

[1]......﴿''الصحیح للبخاری'' (ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد اوّل صفحہ ۹۱۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

رہا میدان محشر میں پسینے کا پانی تو وہ دریا کا پانی نہیں ہوگا جو اپنی سطح برابر رکھتا ہے بلکہ یہ پانی کسی کے آدھے کان تک پہنچ رہا ہوگا جو اس میں ڈبکیاں لگا رہے ہوں گے اور کسی کو پسینہ وہ پانی منہ کے اندر لگام کی طرح گھستا ہوگا اور کسی کو گھٹنوں تک اور کسی کو ٹخنوں تک ہوگا۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے "فیکون الناس علی قدر اعمالھم فی العرق "(۱) اس دن ہر کوئی اپنے اپنے (برے) اعمال کی مقدار کے مطابق پسینے میں ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ لوگ جس پسینے میں ڈبکیاں کھا رہے ہوں گے وہ ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوگا اور متقین تو اب جن کے گناہ تھے ہی نہیں یا ان کی مغفرت کردی گئی، انہیں پسینہ بالکل نہیں آئے گا۔

ان دونوں حدیثوں کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ متقین کے لیے عزت ہی عزت ہے اور ذلت کا کوئی پہلو نہیں ہوگا، وہ سواری پر سوار ہو کر قبر سے میدان محشر میں پہنچیں گے لیکن وہ قبر کے گڑھے سے باہر نکلتے ہوئے دو چار قدم چل کر اپنی سواری پر بیٹھ جائیں گے تو یہ اُن کی کوئی ذلت نہیں ہوئی بلکہ عزت ہی ہوئی اور وہ پھر رحمٰن کے دربار میں بھی سواریوں پر آئیں گے یا پھر یہ کہ وہ وہاں اگرچہ سواریوں سے اتریں گے لیکن ان کے لیے وہاں کوئی گرمی نہ ہوگی اور نہ وہ پسینے میں ڈبکیاں کھائیں گے، اس لیے ان کا وہاں پیدل چلنا عبدیت کا نشان ہونے کے باوجود ذلت سے کوسوں دور ہوگا۔

اس سلسلہ میں کچھ احادیث سے جو یہ پیش کیا گیا ہے کہ میداں پر آئیں گے، میدان محشر سے جنت تک وہ سوایوں پر جائیں گے اس لیے دونوں میں مطابقت ہوگئی۔ اس لیے علامہ صاوی المتوفی ۱۲۴۱ھ "حاشیۃ الصاوی "میں لکھتے ہیں

"وجمع بانھم یرکبون من اول خروجھم من القبور حتی یأتوا الموقف ثم بعد انفضاض الموقف یرکبون حتی یدخلوا الجنۃ "۲

ذکر کردہ دونوں حدیثوں میں جمع ممکن ہے کہ متقی قبر سے حشر تک سواری پر آئیں اور پھر حشر سے جنت تک بھی سواری پر جائیں گے۔

فوٹو حوالہ ﴿"حاشیۃ الصاوی علی الجلالین "جزء۳ صفحہ۴۰۔ مطبوعہ مطبعۃ الازھریہ مصر﴾

راکبین حتی یقرعوا باب الجنۃ وجمع بانھم یرکبون من أول خروجھم من القبور حتی یأتوا الموقف ثم بعد انفضاض الموقف یرکبون حتی یدخلوا الجنۃ وعن ابن عباس من کان یحب رکوب الخیل وفداہ الله تعالی علی خیل لا تروث ولا تبول لجمھا من الیاقوت الاحمر ومن الزبرجد الاخضر ومن الدر

۱...... ﴿"الصحیح المسلم "(ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری المتوفی ۲۶۱ھ) جلد۲ صفحہ۳۸۴۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

۲...... ﴿"حاشیۃ الصاوی علی الجلالین "(احمد بن محمد الخلوتی الصاوی المتوفی ۱۲۴۱ھ) جزء۴ صفحہ۶۴۔ مطبوعہ مکتبۃ الغوثیہ کراچی﴾

☆...... ﴿"حاشیۃ الصاوی علی الجلالین "(احمد بن محمد الخلوتی الصاوی المتوفی ۱۲۴۱ھ) جزء۳ صفحہ۴۰۔ مطبوعہ مطبعۃ الازھریہ مصر﴾

خلاصہ کلام

قرآن سے قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ آیت میں ''عبد'' سے مراد مملوک ہونا ہے یہی وجہ ہے کہ امام رازی نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس آیت کے معنٰی میں لفظ ذلیل کہیں نہیں بولا۔ بلکہ عبد کی تفسیر اس طرح کی

''عَبدًا مُنقَادًا مُطِیعًا خَاشِعًا رَاجِیًا کَمَا یَفعَلُ العَبِیدُ'' [1]

امام رازی علیہ الرحمۃ نے اس عبارت میں ذلیل کا لفظ نکال کر بتا دیا کہ راجح تفسیر وہی ہے جو تفسیر القرآن بالقرآن ہے یعنی قیامت کے دن ہر شخص بندہ اور مملوک ہو کر آئے گا، اور ہو کے آنے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت وہ اللہ رب العزۃ کے حکم کی فرمانبرداری کرے گا، نافرمانی نہیں کرے گا۔

ثابت ہوا کہ میاں صاحب نے نہ اس آیت کی اس قوی تفسیر کو سمجھا جو قرآن کے سیاق وسباق سے سمجھی جاتی ہے، اور نہ میاں صاحب نے ان مفسرین کرام کے اقوال کو سمجھا جن کے حوالے وہ پیش کر رہے ہیں۔

تائید مزید

ہمارے اس مضمون کی تائید ذکر کردہ ستائیس آیات کے علاوہ اور بھی کئی آیات قرآنیہ سے ہوتی ہے۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لفظ ''عبد'' کا معنی ذلیل ہرگز نہیں بلکہ مملوک ہے اس لیے قرآنی آیات واضح طور پر بعض عباد کو ''عباد اللہ'' کہہ کر اللہ جل جلالہ کے ہاں عزت یافتہ بھی کہہ رہی ہیں تو اگر وہاں عبد کا معنی ذلیل کیا جائے تو پھر آیت کا معنٰی یوں ہوگا کہ ذلیل جو عزت والا ہے اور اس طرح ان آیات کے مفہوم میں واضح تعارض پایا جائے گا دیکھئے ارشاد باری تعالیٰ ہے

۱۔ ''وَمَا تُجزَونَ اِلَّا مَا کُنتُم تَعمَلُونَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ المُخلَصِینَ ۝ اُولٰٓئِکَ لَھُم رِزقٌ مَّعلُومٌ ۝''

اور تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو تم کرتے تھے۔ مگر جو اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں انہی کے لیے معلوم رزق ہے۔ [2]

۲۔ '' فَکَذَّبُوہُ فَاِنَّھُم لَمُحضَرُونَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ المُخلَصِینَ ۝ وَتَرَکنَا عَلَیہِ فِی الاٰخِرِینَ ۝''

تو انہوں نے ان کی تکذیب کی تو بے شک وہ ضرور (عذاب میں) حاضر کیے جائیں گے۔ مگر اللہ کے برگزیدہ

---

[1]۔۔۔۔۔﴿''التفسیر الکبیر''(فخر الدین رازی التوفی ۶۰۶ھ) جلد ۲۱ صفحہ ۲۵۵۔ مطبوعہ بیروت﴾

[2]۔۔۔۔۔﴿''سورۃ الصافات: الآیۃ ۴۰'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

بندے اور پیچھے آنے والوں میں ہم نے ان کا ذکر خیر چھوڑا۔ [1]

۳۔ ''لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ o لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ''

اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی تو ہم ضرور اللہ کے برگزیدہ بندے ہو جاتے۔ [2]

۴۔ ''قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ o اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ'' بولا اے میرے رب! اس لیے کہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا کہ (برے کاموں کو) زمین میں ان کے لیے ضرور خوش نما بنا دوں گا اور میں ان سب کو ضرور گمراہ کردوں گا۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں چن لیے گئے ہوں۔ [3]

۵۔ ''قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ o اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ''

(ابلیس نے) کہا تو قسم تیری عزت کی ضرور میں ان سب کو بہکا دوں گا مگر جو ان میں سے تیرے برگزیدہ بندے ہیں۔ [4]

۶۔ ''كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ''

ہم نے اسی طرح کیا تا کہ ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو دور رکھیں بے شک وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے ہیں۔ [5]

قرآن مجید کی مذکورہ بالا سات آیات میں کچھ عباد کو مُخْلَصِيْن کہا گیا اور یہ مُخْلَصِيْن لام کی زبر سے ہے۔ مخلَص کا معنٰی ہے ''برگزیدہ یعنی چنے ہوئے'' اور عبد کا معنٰی اگر مملوک اور بندہ لیا جائے پھر تو معنٰی ٹھیک ہوتا ہے۔ اور اگر عبد کا معنٰی ذلیل مراد لیا جائے تو معنٰی ہوگا ''چنے ہوئے ذلیل'' اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ جنہیں چن لے وہ ذلیل ہوں، اس میں اللہ جل جلالہ کے چننے پر اعتراض ہوتا ہے۔

۷۔ ''قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى''

(اے حبیب) آپ فرمائیں سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر۔ [6]

اس آیت میں ان مقدسین کو عباد کہا گیا ہے جنہیں اللہ جل جلالہ نے اپنی نبوت و رسالت کے لیے چنا اور اپنے نبی سے فرمایا کہ آپ ان پر سلام بھیجیں۔ جن پاک حضرات کو اللہ تعالیٰ کے چناؤ میں آنے کا شرف حاصل ہوا، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

---

[1]...... ﴿''سورۃ الصافات: الآیۃ ۱۲۷ تا ۱۲۹'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان﴾

[2]...... ﴿''سورۃ الصافات: الآیۃ ۱۶۸، ۱۶۹'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان﴾

[3]...... ﴿''سورۃ الحجر: الآیۃ ۳۹، ۴۰'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان﴾

[4]...... ﴿''سورۃ صٓ: الآیۃ ۸۳'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان﴾

[5]...... ﴿''سورۃ یوسف: الآیۃ ۲۴'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان﴾

[6]...... ﴿''سورۃ النمل: الآیۃ ۵۹'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان﴾

سے اللہ نے ان پر سلام کہلوا کر انہیں دُوہری عزت عطا فرمائی۔ اس کے بعد اگر عبد کا معنٰی (نعوذ باللہ) ذلیل لیا جائے تو گزشتہ کی طرح یہاں بھی یہ معنٰی ہوگا کہ وہ ذلیل جو عزت پر عزت یافتہ ہیں۔ اور یہ متناقض ہونے کی وجہ سے صریحاً محال ہے۔

۸۔ ''بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ'' بلکہ (وہ سب فرشتے) اس کے بندے ہیں عزت والے۔ [۱]

یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت دی ہے۔ اگر میاں صاحب والا معنٰی مراد لیا جائے تو معنٰی ہوگا ذلیل بھی ہیں اور عزت یافتہ بھی ہیں اور یہ محال ہے۔

۹۔ ''بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ'' کیا ہی بُری چیز ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچا کہ وہ کفر کریں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے نازل فرمائی اس حسد سے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے فضل سے وحی نازل کرتا ہے۔ [۲]

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں سے کافر حسد کرتے ہیں کہ ان پر اللہ جل جلالہ کی وحی کیوں نازل ہوئی جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ وحی اپنے بندوں پر اپنے فضل سے نازل فرمائی۔

تو اگر میاں صاحب والا ''عباد'' کا معنٰی مراد لیا جائے تو مطلب ہوگا کہ ذلیلوں پر یہ وحی نازل فرمائی (معاذ اللہ) جبکہ وحی عزت ہے تو یہ ان کا مطلب غلط ہوا نیز اسی طرح کافر کا انبیاء علیہم السلام سے حسد کرنا خلافِ عقل متصور ہوگا کیونکہ حسد نعمت اور دولت پر کیا جاتا ہے، ذلت پر کوئی حسد نہیں کرتا۔

۱۰۔ ''وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ''

لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے۔ [۳]

اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس بندے کو چاہا اس پر احسان کرتے ہوئے اسے رسول بنایا یہ جملہ پہلے رسولوں کی زبان سے کہلوایا گیا تو جس پر اللہ کا فضل ہو وہ ذلیل نہیں ہوسکتا۔ تو اگر عبد کا معنٰی ذلیل کیا جائے تو پھر مطلب ہوگا ذلیل بھی ہیں اور ان پر احسان بھی ہے، اس کا جمع کرنا صحیح نہیں۔

۱۱۔ ''فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ'' پھر میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو۔ [۴]

---

[۱]......﴿''سورۃ الانبیاء: الآیۃ ۲۶'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

[۲]......﴿''سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۹۰'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

[۳]......﴿''سورۃ ابراھیم: الآیۃ ۱۱'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

[۴]......﴿''سورۃ الفجر: الآیۃ ۲۹'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ وفات کے بعد نیک روحوں سے کہا جائے گا کہ میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ اگر عبد کا معنیٰ ذلیل کیا جائے تو پھر یہ خوشخبری اور بشارت نہیں ہوگی بلکہ معنیٰ ہوگا جنہیں میں نے ذلیل کیا ان میں داخل ہو جا، اور یہ معنی واضح طور پر غلط ہے۔ ان اڑتیس (۳۸) آیات کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ لفظ عبد کا معنیٰ ذلیل ہرگز نہیں کیونکہ اس کا معنیٰ اگر ذلیل ہو تو عبد ہر حالت میں ذلیل رہتا اور ذلت اس سے کبھی جدا نہ ہوتی۔ اور یہ قرآن کی اڑتیس (۳۸) آیات کے خلاف ہے جو ہم پہلے پیش کر آئے ہیں۔ لہٰذا میاں صاحب کا یہ استدلال جڑ سے کٹ گیا۔

(اللہ تعالیٰ ماننے کی توفیق دے)

خاشع کا معنیٰ ذلیل نہیں میاں صاحب کا کھلا جھوٹ

اہلحدیثوں کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے علامہ رازی صاحب کی عبارت پیش کی تو اس میں ذلیل کے لفظ کے بجائے ''خاشعا'' کا لفظ تھا۔ ذلیل کا لفظ نہ پا کر میاں صاحب نے یہ کہہ دیا کہ مفردات راغب میں ''خاشعا'' کا معنی ذلیل کے لفظ سے کیا گیا ہے۔ فتاویٰ نذیریہ صفحہ ۷۶ کی عبارت آپ پہلے ملاحظہ کر چکے ایک بار پھر دیکھیں

فوٹو حوالہ ﴿''فتاوی نذیریه'' جلد اول صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

أتى الرحمن عبدا حال أي خاضعا ذليلا منقادا انتهى ما في المدارك عبدا مطيعا
خاشعا كذا في التفسير الكبير مختصرا الخشوع ضراعة وضرع الرجل ضراعة ضعف
وذل كذا في مفردات القرآن للامام الراغب

ہم نے انتہائی غور و غوض سے مفردات امام راغب میں یہ مقام دیکھا لیکن اس میں یہ لفظ نہیں ہے، ہم یہ تو نہیں کہتے کہ اہل حدیثوں کی میاں صاحب جیسی بزرگ شخصیت نے جھوٹ بول کر کام چلایا ہے، ممکن ہے کہ نیند کی حالت میں میاں صاحب غلط حوالہ دے گئے ہوں اس لیے مفردات کی پوری عبارت کا پورا متن تین مطابع کی مطبوعہ مفردات کا عکس قارئین کے سامنے رکھ رہے ہیں تاکہ وہ خود انصاف کریں

''خشع : الخشوع: الضراعة واكثرما يستعمل الخشوع فيما يوجد على الجوارح والضراعة اكثر تستعمل فيما يوجد فى القلب ولذلك قيل فيماروى اذا ضرع القلب خشعت الجوراح قال تعالىٰ ويزيدهم خشوعا وقال الذين هم فى صلاتهم خاشعون، وكانوا لنا خاشعين، وخشعت الاصوات، خاشعة ابصارهم، وابصارها خاشعة كناية عنها وتنبيها على تزعزعها كقوله اذا رجت الارض رجا واذا زلزلت الارض

زلزالھا یوم تمور السماء موراً وتسیر الجبال سیرا'' ا؎

فوٹوحوالہ ﴿''المفردات'' صفحہ ۱۴۸۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت﴾

فوٹوحوالہ ﴿''المفردات'' صفحہ ۱۹۷۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفےٰ الباز﴾

خشع : الخُشُوعُ الضَّرَاعَةُ وأكثرُ ما يُستعملُ الخشوعُ فيما يُوجَدُ على الجوارحِ. والضَّراعةُ أكثرُ ما تُستعملُ فيما يُوجَدُ في القلبِ ولذلك قيلَ فيما رُوِيَ : إذا ضَرَعَ القلبُ خشعتِ الجوارحُ ، قال تعالى : (وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا) وقال : (الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ - وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ - وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ - خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ - أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ) كِنايةٌ عنها وتنبيهًا على تزعزعِها كقولِه (إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا - و - إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا - يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا).

وَجْهَهُ خَشْبَاءُ يابسةٌ كالخشبِ ، ويُعبَّرُ بها عمَّنْ لا يستحيي ، وذلك كما يُشبَّهُ بالصخرِ في نحوِ قولِ الشاعرِ :

* والصخرُ هشٌّ عندَ وجهِكَ في الصلابةِ *

والمخشوبُ المخلوطُ به الخشبُ وذلك عبارةٌ عن الشيءِ الرديءِ .

خشع : الخُشوعُ الضَّراعةُ وأكثرُ ما يُستعملُ الخشوعُ فيما يُوجَدُ على الجوارحِ . والضَّراعةُ أكثرُ ما تُستعملُ فيما يُوجَدُ في القلبِ ولذلك قيلَ فيما رُوِيَ : « إذا ضَرَعَ القلبُ خشعتِ الجوارحُ (۱)» ، قال تعالى : ﴿ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ﴾ [الإسراء / ۱۰۹] وقال : ﴿ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴾ [المؤمنون / ۲] ﴿ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ﴾ [الأنبياء / ۹۰] ﴿ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ ﴾ [طه / ۱۰۸] ﴿خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ ﴾ [القلم / ۴۳] ﴿أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴾ [النازعات / ۹] كنايةٌ عنها وتنبيهًا على تزعزعِها كقولِه : ﴿إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ﴾ [الواقعة / ٤] و ﴿إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴾ [الزلزلة / ۱] ﴿يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴾ [الطور / ۱۰] .

اولاً: اس عبارت کے پیش کرنے سے مقصد مفردات راغب کی پوری عبارت کو سامنے لانا ہے۔ اس لیے ترجمہ پیش نہیں کیا جارہا۔ ذلیل کو لفظ اردو اور عربی میں ایک جیسا لکھا جاتا ہے۔ قارئین خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ اس پوری عبارت میں ذلیل کا لفظ ہرگز کہیں نہیں پایا جاتا۔

ثانیاً: اس کتاب کے علاوہ اگر کسی اور معتبر کتاب میں بھی خاشع کا معنی ذلیل نہیں پایا گیا، بالفرض اگر کسی کتاب میں ''خشع'' کے معانی میں لفظ ''ذُل'' بھی آجائے تو وہ ہمارے خلاف نہیں ہوگا، کیونکہ لفظ ''ذُل'' دو معنی کے لیے آتا ہے۔ ذلت (خواری) کے لئے اور انقیاد (فرمانبرداری) لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ جس کی جو مرضی آئے ادھر کھینچ جائے بلکہ امتیاز اور فرق مقرر ہیں اور یہ تین فرق ہیں (الف) خواری کے لیے ذل کا مصدر ذلت آتا ہے جب کہ فرمانبرداری کے لیے یہ مصدر نہیں آتا۔ (ب) ذلت کے لیے صیغہ صفت ذلیل آتا ہے جب کہ فرمانبرداری کے لیے صیغہ صفت ذلول آتا ہے۔ (ج) ذلیل کی جمع ''اذلاء'' اور ''ذلال'' آتی ہے اور ذلول کی جمع ''ذلل'' آتی ہے جو اس سے مخصوص ہے۔

لہٰذا ''ذل'' کا لفظ بھی ہمارے خلاف نہیں ہوگا جب تک کہ خاشع کا معنی ذلیل اور صرف ذلیل ثابت نہ کیا جائے۔

ا؎......﴿''المفردات'' (حسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی المتوفی ۵۰۲ھ) صفحہ ۱۴۸۔ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی﴾

☆......﴿''المفردات'' (حسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی المتوفی ۵۰۲ھ) صفحہ ۱۴۸۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت﴾

☆......﴿''المفردات'' (حسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی المتوفی ۵۰۲ھ) صفحہ ۱۴۸۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفےٰ الباز﴾

حدیث سے اعتراض کا جواب

میاں صاحب نے اپنے دعوی کی دلیل میں دو حدیثیں بھی پیش کی ہیں۔ حدیثیں پڑھیئے اور داد دیجئے اس گروہ کے
شیخ الکل کی کہ انہوں نے حدیثوں سے کیا خوب مطلب اخذ کیا ہے۔ پہلے میاں صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیں

''وازیں جاملا علی قاری ہروی کہ از اعاظم حنفیہ است انبیاء واولیاء وفجرہ وکفرہ را زیر تسخیر وتصرف وانگشت از اصا
الرحمٰن شامل کردہ بنسق واحد ہمہ راذکر نمودہ چنانکہ در مرقاۃ شرح مشکوٰۃ در باب قدر زیر حدیث عبداللہ بن عمرو می نویسد عـ
عبداللہ بن عمرو قال قال رسو ل اللہ ﷺ ان قلوب بنی ادم ای ھذا الجنس و خص لخصوصیۃ قابلیۃ
التقلیب و به اکد بقوله کلھا یشمل الانبیاء والاولیاء والفجرۃ والکفرۃ من الاشقیاء بین اصبعین من اصابع
الرحمن بقلب واحد ویصرف کیف یشاء ثم قال رسول اللہ ﷺ اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی
طاعتك والظاهر ان کل واحد من العباد کما یفتقر الیه تعالی فی الایجاد لا یستغنی عنه ساعة من الامداد
کما رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''فتاوی نذیریه'' جلد اول صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

وازیں جاملا علی قاری ہروی کہ از اعاظم حنفیہ است انبیاء واولیاء وفجرہ وکفرہ را زیر تسخیر و
تصرف وانگشت الاصابع الرحمٰن شامل کردہ بنسق واحد ہمہ را ذکر نمودہ چنانکہ در مرقاۃ شرح
مشکوۃ در باب قدر زیر حدیث عبداللہ بن عمرو می نویسد عن عبد اللہ بن عمرو قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قلوب بنی ادم ای ھذا الجنس وخص لخصوصیۃ
قابلیۃ التقلیب وبہ اکد بقولہ کلھا یشمل الانبیاء والاولیاء والفجرۃ والکفرۃ من الاشقیاء
بین اصبعین من اصابع الرحمن بقلب واحد ویصرف کیف یشاء ثم قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک والظاہر ان
کل واحد من العباد کما یفتقر الیہ تعالی فی الایجاد لا یستغنی عنہ ساعۃ من الامداد
کما رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ ۔

پہلی حدیث جو ذکر کی وہ یہ ہے

''عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسو ل اللہ ان قلوب بنی آدم کلھا بین اصبعین من اصابع الرحمن
کقلب واحد یصرفھا کیف یشاء ثم قال رسول اللہ ﷺ اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتك'' [2]
حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام آدمیوں کے دل اللہ تعالیٰ کی بے مثل
وبے مثال انگلیوں میں سے دو کے درمیان ہیں جیسے ایک دل ہو، اللہ ان کو جیسے چاہتا ہے پھیرتا ہے اس کے بعد رسول

1...... ﴿''فتاوی نذیریه'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

2...... ﴿''مشکوۃ المصابیح'' (ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب المتوفی ۷۴۰ھ) صفحہ ۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی طاعت پر پھیرے رکھ۔

اس حدیث سے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے کیا کچھ سمجھا، قارئین کرام غور فرمائیں اس حدیث میں کہیں آپ کو ذلیل کا لفظ نظر آیا؟ ہرگز نہیں مگر میاں صاحب اپنے دہلوی امام کی حمایت میں عقل وفکر کے کنٹرول سے باہر ہوئے جارہے ہیں جب دیکھا کہ لوگ میری اس کاری گری سے بہک نہیں سکتے تو ملاعلی قاری حنفی کی امداد لی کہ علامہ علی قاری نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے شرح مشکوۃ ''مرقاۃ المفاتیح'' میں یوں لکھا ہے

علامہ علی قاری کی عبارت کا مطلب

لکھتے ہیں ''ان قلوب بنی آدم ای ھذہ الجنس وخص لخصوصیتہ قابلیۃ التقلیب وبہ اکد یقولھا کلھا یشمل الانبیاء والاولیاء والفجرۃ والکفرۃ من الاشقیاء'' [1]

بنی آدم کے دلوں کی بات اس لیے کی گئی اس میں تمام جنس بنی آدم آگئے اور ان کو خاص اس لیے کیا گیا ہے کہ ان میں الٹ پلٹ ہونے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور اسی وجہ سے لفظ ''کلھا'' سے اس کی تاکید لائی گئی تاکہ انبیاء اور اولیاء اور ان کے علاوہ فاجر اور کفار جیسے اشقیاء پر یہ لفظ شامل ہوجائے۔

حیرت ہے کہ جو شخص ایک شارح حدیث مولانا علی قاری h کی عبارت نہیں سمجھ سکتا وہ حدیث کیسے پڑھاتا ہوگا؟ جناب شیخ الکل صاحب اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کے علاوہ فاجروں اور کافرین کے دلوں پر اختیار رکھتا ہے لیکن اس میں اس اختیار کے باوجود فاجروں اور کافروں کو بدبخت بنایا اور انبیاء اور اولیاء کرام کو منبع سعادت بنایا، اس میں انبیاء اور اولیاء کے ذلیل ہونے کی کوئی بات ہی نہیں۔

فوٹو حوالہ ﴿''مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ'' جلد اوّل صفحہ ۱۶۰۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

... صلی اللہ علیہ وسلم جف القلم بما انت لاق فاجاب بانہا شؤن یبدیھا لا شؤن یبتدئ
فقام عبد اللہ و قبل رأسہ (رواہ البخاری و عن عبد اللہ بن عمرو) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان قلوب بنی آدم) أی ھذا الجنس و خص لخصوصیۃ قابلیۃ التقلیب بہ و أکد
(کلھا) لیشمل الانبیاء و الاولیاء و الفجرۃ و الکفرۃ من الاشقیاء قال التوربشتی لیس ھذا الحدیث
یتنزہ السلف عن تأویلہ کاحادیث السمع و البصر و الید و ما یقاربھا فی الصحۃ و الوضوح فان
یحمل علی ظاھرہ من غیر ان یشبہ بمسمیات الجنس أو یحمل علی معنی الاتساع و المجاز بل بعد
صفات اللہ لا کیفیۃ لھا و انما تنزھوا عن تأویل القسم الاول لانہ لا ...

علامہ علی قاری کی دوسری عبارت

میاں صاحب تھوڑا آگے چل کر علامہ علی قاری حنفی کی دوسری عبارت لائے لکھتے ہیں

---

[1] ﴿''مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ'' (علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ) جلد اول صفحہ ۱۶۰۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

”والظاہر ان کل واحد من العباد کما یفترق الیہ تعالیٰ فی الایجاد لا یستغنی عنہ ساعۃ من الامداد“ [1]

علی قاری حنفی لکھتے ہیں ”کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جتنے بندے بھی ہیں جس طرح موجود کئے جانے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اسی طرح ایک ساعت بھی وہ اللہ کی امداد سے مستغنی نہیں“

میاں صاحب نے اس عبارت کو شاید عقل و دماغ کے کان آنکھ بند کر کے لکھ دیا ہے کیونکہ اس میں صرف اتنا ہے کہ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی ایجاد کے بغیر موجود نہیں ہو سکتا، چاہے نبی، ولی ہو یا کوئی اور۔ اسی طرح کوئی بندہ لحہ بھر کے لیے اللہ تعالیٰ کی قیومیت کی امداد سے مستغنی نہیں ہو سکتا، مگر اس میں ذلت کا لفظ کہیں بھی نہیں ہے، شاید شیخ الکل کے شاگرد اتنے ہی سمجھ دار ہوں گے کہ وہ ان باتوں کو سن کو سر دھنتے ہوں گے ورنہ اہلسنت کے مدارس کے ایک طالب علم کو بھی یہ عبارت پریشان نہیں کر سکتی کیونکہ اس میں ذلیل ہونے کی کوئی بات ہی نہیں۔

فوٹو حوالہ ﴿”مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ“ جلد اوّل صفحہ ۱۶۱۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

القلوب) بالاضافة صفة اللهم عند المبرد و الاخفش لان يا لايمنع من الوصف فهذا بدلها و منادى برأسه
عند سيبويه و قد حذف منه النداء لان ضم الميم للجلالة منع وصفها (صرف قلوبنا على طاعتك) أى
اليها أو ضمن معنى التثبيت و يؤيده ما ورد اللهم يا مقلب القلوب ثبت قلبى على دينك قيل و فيه ارشاد
لامة و الظاهر ان كل أحد من العباد كما أنه مفتقر اليه تعالى فى الايجاد لايستغنى عنه ساعة من الامداد
(رواه مسلم و عن أبى هريرة) رضى الله عنه (قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من مولود) أى من

دوسری حدیث سے اعتراض کا جواب

دوسری روایت جس سے میاں صاحب نے اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے

”لو ان اللہ عزوجل عذب اھل سمٰوتہ واھل ارضہ عذبھم وھو غیر ظالم لھم“ [2]

اگر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے آسمان والوں کو اپنی زمین والوں کو عذاب دیا تو وہ بھی ان کے لیے ظالم نہ قرار پاتا۔

میاں صاحب نے اپنے ”فتاویٰ نذیریہ“ کے صفحہ ۷ جلد اول مطبوعہ گوجرانوالہ پر نقل کیا ہے لیکن ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی حالانکہ اس میں بھی کہیں ذلیل کا لفظ نہیں اور اس کا مفہوم فقط اتنا ہے کہ اگر اللہ جل جلالہ جس نے آسمانوں والے فرشتوں کو اور زمین میں اپنے مقربین کو انعام سے نوازا ہوا ہے۔ اگر وہ گزرے ہوئے زمانہ میں انہیں انعام نہ دیتا بلکہ عذاب دیتا تو پھر بھی وہ ان پر ظلم کرنے والا نہ ہوتا، اس حدیث میں عزت و ذلت کا کوئی مسئلہ نہیں بلکہ تقدیر کے مسئلہ کا بیان کیا گیا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ ظالم اسے کہتے ہیں جو ملکِ غیر میں تصرف کرے تو اگر اللہ جل جلالہ بالفرض والمحال مقربین کو عذاب دیتا

---

[1]...... ﴿”مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ“ (علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ) جلد اول صفحہ ۱۶۱۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

[2]...... ﴿”مشکوۃ المصابیح“ (ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التوفی ۷۴۰ھ) صفحہ ۲۳۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

بھی اور وہ بھی ابتدائے خلق میں جب کہ کسی نے کوئی عمل کیا ہی نہیں تھا تو وہ اپنے مِلک میں تصرف فرماتا اور مِلک میں تصرف کو مالک کا حق کہتے ہیں ظلم نہیں کہتے۔ باقی اِس فرمان میں ذلت تو کہاں؟ انبیاء اور اولیاء کے لیے عذاب شرعاً ممکن بھی نہیں قرار پاتا اس لیے کہ حدیث میں ''لَو'' کا لفظ آیا ہے جس طرح قرآن کریم میں ''لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ'' (۱) آیا ہے جس طرح کائنات میں الٰہ کا وجود ممکن نہیں مگر ''لَوْ کَانَ'' فرمایا ہے، اسی طرح انبیاء اور اولیاء کو عذاب دینا شرعاً ممکن نہیں اس لیے یہاں بھی ''لَو'' سے تعبیر فرمایا۔

میاں صاحب کی ایک اور چال

میاں صاحب نے جب دیکھا کہ ان کی پیش کردہ دونوں حدیثیں اور علامہ علی قاری حنفی کی عبارت سے اپنا مقصد حاصل نہیں ہوا تو کھسیانے ہو کر غیر بحث شروع کر دی۔ لکھتے ہیں ''اولاً معترض غافل نہاد تکفیر ملا علی قاری ہروی کند، کہ انبیاء واولیاء وفجرہ وکفرہ را در یک مرتبہ زیر تسخیر وتصرف خداوند قدیر آوردہ وحفظ مراتب شان، نمودہ، ثانیاً تکفیر صاحب تقویۃ الایمان کند...... حاشا وکلا کہ در کلام ہر دو بزرگان تحقیر وتوہین اکابر اعلام اصلاً نیست'' ۲

اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے ''ملا علی قاری نے انبیاء اور اولیاء فاجر اور کافروں کو ایک ہی مرتبہ میں اللہ تعالیٰ کے زیر تصرف قرار دیا ہے۔ پہلے ملا علی قاری کی تکفیر کریں بعد ازاں مصنف تقویۃ الایمان کی تکفیر کریں، حاشا وکلا دونوں بزرگوں کے کلام میں تحقیر اور توہین اکابر اعلام اصلاً نہیں۔''

فوٹو حوالہ ﴿''فتاوی نذیریه'' جلد اول صفحہ ۷۸۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

اولاً معترض غافل نہاد تکفیر ملا علی قاری ہروی کند کہ انبیاء واولیاء وفجرہ وکفرہ را در یک مرتبہ زیر تسخیر وتصرف خداوند قدیر آوردہ وحفظ مراتب شان نمودہ، ثانیاً تکفیر صاحب تقویۃ الایمان کند نعوذ باللہ من سوء الفہم ؎

منکران چون دیدہ شرم وحیا برہم نہند   تہمت آلودگی بر دامن مریم نہند

حاشا وکلا کہ در کلام ہر دو بزرگان تحقیر وتوہین اکابر اعلام اصلاً نیست، بلکہ قصد بیان احکام شرعیہ حسب مرام کلام عزیز علام وسنت آن خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام است، چنانکہ سید احمد

کلام اس عبارت پر تھا کہ ''اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے'' علامہ علی قاری حنفی نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی جس سے ظاہر ہو کہ انبیاء اور اولیاء کافروں سے زیادہ ذلیل ہیں۔

۱...... ﴿''سورۃ الانبیاء'' الآیۃ ۲۲﴾

۲...... ﴿''فتاوی نذیریه'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۷۸۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

اعتراض تو اس بات پر تھا۔ اور میاں صاحب جواب بھی اسی عبارت کا دے رہے تھے اب جب دیکھا کہ اس جواب کی طرف کوئی راہ نہیں رہی فوراً پینترا بدلا کہ مصنف تقویۃ الایمان نے کہیں انبیاء اور اولیاء کے ساتھ دیو، پری، شیطان کا ذکر بھی کیا ہے تو علماء نے اس پر آداب کلام اور سلیقہ گفتگو سے ہٹ جانے کا الزام بھی لگایا تھا، اب میاں صاحب اس کو لے کر بیٹھ گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ شیخ الکل کے پاس اپنے امام العقائد کو بچانے کے لیے کوئی جواب نہیں رہا اور یہ عبارت ان کے گلے کا ہار ہوگئی اور وجہ کفر اگر ایک بھی ثابت ہوجائے تو آدمی کی تکفیر کے لیے اتنا کافی ہوتا ہے۔ تاہم میاں صاحب نے اسماعیل دہلوی کی ایک دوسری عبارت کی طرف اشارہ کیا ہے، آیئے ہم اس کو دیکھ لیتے ہیں کہ مصنف تقویۃ الایمان کی وہ عبارت اور علامہ علی قاری کی عبارت ایک جیسی ہے یا نہیں۔

مگر اس سے قبل شیخ الکل کہلانے والے میاں نذیر حسین صاحب کو دیکھیں تقلید کے قائل علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں کر اپنا بزرگ کہہ رہے ہیں لکھتے ہیں ''حاشا وکلا کہ در کلام ہر دو بزرگان تحقیر وتوہین اکابر اعلام اصلاً نیست'' حاشا وکلا ان دونوں بزرگوں (علی قاری حنفی اور اسمعیل دہلوی) کے کلام میں توہین وتحقیر ہرگز نہیں۔ تقلید تو مولوی محمد اسمعیل دہلوی صاحب کے نزدیک اور ان کے گروہ کے نزدیک شرک وبدعت قرار دی جاتی ہے پھر ایسے مشرک اور بدعتی کو اپنا بزرگ مان کر میاں صاحب کہاں پہنچے؟

بہرحال علامہ علی قاری حنفی h کی عبارت تشریح ہے کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور علامہ صاحب نے تو حدیث کے لفظ ''کـلـهـا'' کا مطلب لکھا ہے۔ اصل کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے سرکار کا کلام اپنے یا اپنے سے نیچے کسی اور کے بارے میں توہین شمار نہیں ہوتا اور علامہ علی قاری بمنزلہ مترجم کے ہیں لہٰذا علی قاری کی تکفیر نہیں ہوسکتی۔ یہ اجمالی جواب ہے اس امر کی تفصیل ان شـاء الـلّٰـه عـزوجـل آگے بھی آرہی ہے جبکہ ہمارا اعتراض مولوی اسمعیل کی ان دو عبارات پر ہے (جن کا ذکر مختلف مطبوعات سے ہوچکا)

۱۔ ''یہ یقین جان لینا چاہیے کہ بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''

۲۔ ''اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں''

ان عبارات میں بھی ہر مخلوق کا ذکر ہے اور سُنی اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہر مخلوق میں (مصنف تقویۃ الایمان نے) بڑا سے انبیاء اور اولیاء اور چھوٹا سے مومنین کے ساتھ، کافر اور دیگر حیوانات وبہائم کو ملا دیا ہے تو یہ دہلوی کی بات کہلائے گی نہ کہ سُنی کی جو اس لفظ کی تشریح کر رہا ہے۔

علامہ طحطاوی کی عبارت کی تشریح اور میاں صاحب کا اپنے آپ پر فتویٰ کفر

اہلحدیثوں کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر صاحب لکھتے ہیں

''چنانچہ سید احمد طحطاوی محشی درمختار در باب نذر اللّٰہ ولغیر اللّٰہ می نویسد ''اِعْلَمْ اَنَّ بَیَانَ اَحْکَامِ الشَّرِیْعَةِ مِمَّا یَجِبُ عَلَی الْعُلَمَآءِ وَلَیْسَ فِیْ ذٰلِکَ تَنْقِیْصُ الْوَلِیِّ کَمَا یَظُنُّہٗ بَعْضُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَہٗ بَلْ ھٰذَا مِمَّا یَرْضٰی بِہِ الْوَلِیُّ وَلَوْ کَانَ حَیًّا وَسُئِلَ عَنْہُ ذٰلِکَ اَجَابَ بِالْحَقِّ وَاَغْضَبَہٗ نِسْبَةُ التَّاْثِیْرِ لَہٗ وَتَاَمَّلْ قَوْلَہٗ تَعَالٰی فِیْ حَقِّ سَیِّدِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنْ ھُوَ عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ اِنْتَھٰی مَافِی الطَّحْطَاوِیِّ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنْ ھُوَ عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ'' یَعْنِیْ مَاعِیْسٰی اِلَّا عَبْدٌ کَسَآئِرِ الْعَبِیْدِ'' پس دریں جا غور باید کہ برائے چہ ایں چنیں نوشتہ اگر بقصد استخفاف واہانت نوشتہ کافر خواہد بود'' (کتاب کے ذیل میں ترجمہ یوں کیا گیا ہے)

علامہ طحطاوی شارح درمختار باب نذر للّٰہ ولغیر اللّٰہ میں لکھتے ہیں کہ علماء پر احکام شریعت کا بیان کرنا ضروری ہے اور اس میں کسی کی تنقیص نہیں ہوئی، جیسا کہ بے سمجھ لوگ خیال کرتے ہیں، اگر بالفرض وہ ولی زندہ ہوتے تو وہ بھی وہی کچھ بیان کرتے، اور اس سے خوش ہوتے، اللہ تعالیٰ کے قول پر غور فرماؤ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ تو صرف ایک بندہ تھا جس پر ہم نے احسان فرمایا یعنی عیسیٰ علیہ السلام بھی دوسرے بندوں کی طرح بندے ہیں، غور فرمانا چاہئے کہ علامہ طحطاوی عیسیٰ علیہ السلام کو دوسرے بندوں کی طرح ایک بندہ قرار دے رہے ہیں، اگر بنظر حقارت ایسا کہا جائے تو آدمی کافر ہو جائے، حقیقت میں یہاں مشرکوں کے عقیدہ کی تردید کرنا مقصود ہے۔ [1]

فوٹو حوالہ ﴿''فتاوی نذیریہ'' جلد اول صفحہ ۷۸۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

[1]...... ﴿''فتاوی نذیریہ'' (محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء) جلد اول صفحہ ۷۸۔ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ﴾

ا۔ ہمیں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جو ہمارے مسلک کے خلاف ہو۔ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو الفاظ ولی کی لیے بولنا از روئے شرع ناجائز ہیں وہ لوگوں کو بتائے جائیں، ان کو منع کرنے سے ولی کی توہین نہیں ہوتی بلکہ وہ خوش ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے نصاری کا رد فرمایا تو بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے (مخلوق) ہیں خالق نہیں۔ لیکن وہ عام بندوں کی طرح نہیں بلکہ ہم نے ان پر انعام فرما کر انہیں امتیاز بخشا ہے، علامہ طحطاوی کا کلام صرف اتنا تھا اسمیں ذلت کا کہیں ذکر نہیں بلکہ انعام کی عزت کا بیان ہے۔ باقی ساری زیادتیاں میاں نذیر اور ان کے مترجم کی ہیں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ اس سے بری ہیں۔ لیکن میاں صاحب کے کلام میں غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ میاں صاحب نے اپنی اور اپنی تمام جماعت کے گلے پر چھری پھیر دی ہے۔ کیونکہ وہ لکھتے ہیں کہ طحطاوی نے کہا کہ غور کیجئے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا! ''اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ'' وہ نہیں ہیں مگر ایسے عبد جن پر ہم نے انعام فرمایا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف قرآن پاک کی آیت پیش کی تھی جبکہ میاں صاحب نے اس کی تشریح گھڑ کر یہ کہا ''مَا عِيسٰى اِلَّا عَبْدٌ كَسَائِرِ الْعَبِيْدِ'' (اور ان کے مترجم نے کہا) ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے بندوں کی طرح ایک بندے ہیں'' یہ بات علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں انہوں نے تو صرف قرآن کریم کی ایک آیت پیش کی قرآن کریم نے ''عَبْدٌ اَنْعَمْنَا'' فرمایا اور ہر ایک بندہ ''اَنْعَمْنَا'' میں داخل نہیں بلکہ یہ دولت خاصان حق کے لیے ہے۔ یہ تشریح خود میاں صاحب نے کی ہے کہ ''وہ باقی تمام بندوں کی طرح بندے ہیں'' یہ صرف میاں صاحب ہی کی گھڑی ہوئی بات ہے اور اس طرح میاں صاحب نے قرآن مجید کا انکار کر دیا جس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بہت سے دوسرے بندوں سے یہ فرما کر ممتاز کر دیا کہ ہم نے ان پر انعام فرمایا ہے۔

حافظے کی کمی دیکھیں کہ وہ جلدی بھول گئے کہ یہ بات طحطاوی نے نہیں کہی بلکہ وہ خود ہی یہ کہہ آئے ہیں اور پھر اس پر فتوی دے مارا کہ ایسا کہنے والے کی نیت اگر توہین کی ہو تو وہ کافر ہوگا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو دوسرے بندوں کی طرح بندہ کہنے والے کی نیت توہین کی ہو تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ میاں صاحب کے اس جملے میں توہین رسالت پائی جاتی ہے صرف نیت توہین ہونا شرط ہے تو نیت توہین بھی وہی مؤثر ہوگی جہاں لفظ میں گنجائش موجود ہو۔ تو کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو رسول اللہ کہنے والا یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے والا توہین کی نیت سے کہے تو کافر ہوگا اگر کوئی ایسا فتویٰ دے بھی تو غلط ہوگا، کیونکہ ان دونوں جملوں میں توہین کا کوئی پہلو نہیں۔ اسی طرح کوئی یہ کہے کہ عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے وہ عبد ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا تو اس پر بھی یہ فتویٰ غلط ہوگا۔ اور جس جملے کو میاں صاحب نے لکھا کہ وہ بندوں کی طرح ایک بندے ہیں

ان پر انعام واکرام کا ذکر سے خاموشی اختیار کی۔ اس میں توہین کا پہلو خود میاں صاحب مان رہے ہیں۔ تو اپنے اقرار سے وہ گستاخی کے ملزم ٹھہرے یہ اور بات ہے کہ وہ بغیر نیت کے گستاخی درست سمجھتے ہیں۔ اور ہم گستاخی نبوت کے ثابت ہو جانے کے بعد نیت کو نہیں دیکھا کرتے۔ جب اس کلمہ میں گستاخی نبوت کا اقرار خود قائل نے کر لیا تو گستاخی ثابت ہوگئی۔ اور میاں صاحب اپنے پیشوا کو بچانے کے لیے اپنے آپ کو گستاخ قرار دے گئے۔

۲۔ جب میاں صاحب کے اقرار کے مطابق کسی نبی کو عام بندوں جیسا بندہ کہنا گستاخی ہو سکتا ہے۔ تو کسی نبی علیہ وسلم صلی اللہ کو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) عام ذلیلوں جیسا کہنا بلکہ زیادہ کیوں گستاخی نہیں ہوگا،

لیجئے! میاں صاحب کے پیشوا کی عبارت کا گستاخی ہونا میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کے اپنے کلام ہی سے واضح ہوگیا۔ اب زیادہ سے زیادہ میاں صاحب یہی کہہ سکتے ہیں کہ میاں صاحب کے پیشوا کی نیت گستاخی کی نہیں تھی تو جناب والا دنیا میں چاروں مذاہب کے فقہاء تھے اور ہیں اور مسلکِ اہلحدیث کا مسلّمہ پیشوا جناب ابن تیمیہ بھی گزر چکا یہ حضرات یا ان کی کتب فیصلہ کر لیں گی کہ توہین نبوت پر مشتمل کلمہ بول کر پھر نیت توہین کی نہ ہونے کا عذر قبول ہے یا نہیں؟ بہر حال کچھ ہو نہ ہو میاں صاحب نے اپنے پیشوائے مسلک کو گستاخیٔ رسالت کا مرتکب مان لیا۔ تو اس طرح تو انہوں نے اپنے اور اپنے تمام اہل مسلک کے گلے پر چھری چلا دی۔ اور اب سنیئے تقویۃ الایمان کا اپنا فتویٰ (یہ ہی وہ کتاب ہے جس کی حمایت میں میاں صاحب اپنا جی ہلکان کر رہے تھے) مصنف تقویۃ الایمان محمد اسمٰعیل دہلوی صاحب کچھ فارسی پہیلیوں کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''کوئی کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کو ایک کوڑی کو مول لیا۔ کوئی کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دو برس بڑا ہوں۔ کوئی کہتا ہے اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کو نہ دیکھوں اور کسی نے یہ بیت کہی ''دل از مہر محمد ریش دارم رقابت باخدائے خویش دارم'' .... اے شیخ عبد القادر کچھ دو تم اللہ کے واسطے'' [1]

(ان تمام اقوال پر تنقید کرتے ہوئے دہلوی صاحب مزید لکھتے ہیں) ''اور یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولیے اور اس سے کچھ اور معنٰی مراد لیجئے۔ معما اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں کچھ اللہ کی جناب میں ضرور نہیں کوئی

---

[1]......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی التوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۵۶، ۵۷۔ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

☆......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی التوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶۔ مطبوعہ اہل حدیث اکیڈمی لاہور﴾

☆......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی التوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۸۷، ۸۸۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

☆......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی التوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۸۱، ۸۲۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی﴾

☆......﴿'' تقویۃ الایمان '' (شاہ اسماعیل دہلوی التوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۶۷، ۶۸۔ مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور﴾

شخص اپنے بادشاہ سے یا اپنے باپ سے ٹھٹھا نہیں کرتا اور جگت نہیں بولتا۔ اس کام کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ باپ اور بادشاہ"[1]

فوٹو حوالہ ﴿"تقویۃ الایمان" صفحہ ۵۶، ۵۷۔ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

[illegible]
کا سا علاقہ سمجھ کر کیا بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں کوئی
کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کو ایک کوڑی کو مول لیا اور کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے
رب سے دو برس بڑا ہوں اور کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور

[illegible]
کچھ بولے سو شرک کی یا بے ادبی کی آوے کہ اسکی بہت بڑی شان ہے اور وہ بڑا بے پروا
بادشاہ ہے ایک دم میں پکڑ لیتا اور ایک دم میں نواز دیتا اسی کا کام ہے اور یہ بات
محض بیجا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لیجئے کہ معما
اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں کچھ اللہ کی جناب میں ضرور نہیں کوئی شخص بادشاہ
سے یا باپ سے ٹھٹھا نہیں کرتا اور جگت نہیں بولتا اس کام کے واسطے دوست آشنا
ہیں نہ باپ اور نہ بادشاہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احب اسمائکم الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن

فوٹو حوالہ ﴿"تقویۃ الایمان" صفحہ ۸۸۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

جائے جس سے کچھ تو شرک کی یا بے ادبی کی آوے کہ اس کی بہت بڑی شان ہے اور وہ بڑا بے پرواہ
ہے۔ ایک دم میں پکڑ لیتا اور ایک دم میں نواز دیتا اسی کا کام ہے اور یہ بات محض بیجا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولیے
اور اس سے کچھ اور معنی مراد لیجیے۔ معما اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں، کچھ اللہ کی جناب میں ضرور نہیں
کوئی شخص اپنے بادشاہ سے یا اپنے باپ سے ٹھٹھا نہیں کرتا اور جگت نہیں بولتا۔ اس کام کے واسطے
دوست آشنا ہیں نہ باپ اور بادشاہ۔

---

[1]...... ﴿"تقویۃ الایمان" (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۵۷۔ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

☆...... ﴿"تقویۃ الایمان" (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۱۰۶۔ مطبوعہ اہل حدیث اکیڈمی لاہور﴾

☆...... ﴿"تقویۃ الایمان" (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۸۸۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

☆...... ﴿"تقویۃ الایمان" (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۸۲۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی﴾

☆...... ﴿"تقویۃ الایمان" (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۶۸۔ مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور﴾

فوٹو حوالہ ﴿'' تقویۃ الایمان ''صفحہ ۸۷، ۸۸۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾
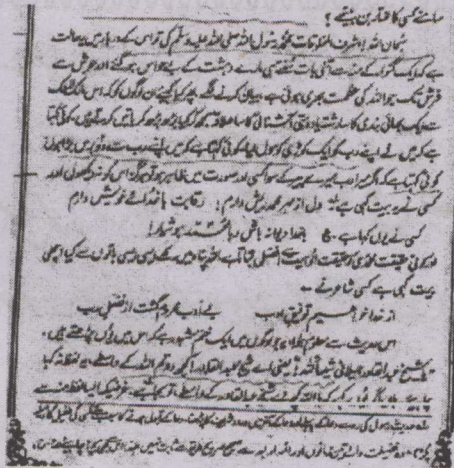
امام مسلک کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ جو لفظ ظاہر میں بے ادبی کا ہو اس کو بول کر کوئی اور معنی مراد لینا یعنی نیت توہین کی نہ کرنا عذر نہیں ہوسکتا وہ بہر حال ان کے نزدیک توہین رہے گا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی سے کہنا کہ اللہ واسطے کچھ دے کیونکر توہین ہے اگر یہ توہین ہے تو دنیا میں جو لاکھوں بھکاری روزانہ اللہ کے واسطے مانگتے ہیں۔ اور لاکھوں مؤمن جو انہیں دیتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کی توہین کرنے والے قرار پاتے ہیں۔ اگر اس کی وجہ مافوق الاسباب بیان کی جاتی تو وہ توہین کی بجائے کسی اور باب کا حصہ بنتی۔ بہر حال دہلوی صاحب کو سنیوں پر حملہ کرنے کا جنون تھا جو اللہ واسطے کچھ دے کہنے کو گستاخی کہلوا گیا ورنہ ان کا یہ اعتراض دراصل اس حدیث شریف پر ہے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ''قال رسول اللہ من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان ''[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کے واسطے کسی سے محبت رکھی اور اللہ کے واسطے (کسی سے) بغض رکھا اور اللہ کے واسطے (کسی کو کچھ) دیا اور اللہ کے واسطے (کسی سے کچھ) روکا۔ تو اس نے اپنے ایمان کا کمال حاصل کر لیا۔ امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یہ حدیث صحیح ہے'' [2]

الحمد للہ! پیشوائے اہلحدیث محمد اسمعیل دہلوی اور تمام علمائے اہلحدیث کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کے بکھیرے ہوئے خس وخاشاک کو حق کا سیلاب بہا کر لے گیا۔ اللہ تعالیٰ ماننے کی توفیق دے۔

(وماتوفیقی الا باللہ العظیم)

---

[1]...... ﴿'' سنن ابی داؤد '' (ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ) جلد دوم صفحہ ۲۹۵۔ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان﴾

[2]...... ﴿'' الجامع الصغیر '' (جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ) جلد دوم صفحہ ۵۰۷۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت﴾

﴿زیر بحث عبارت کے متعلق علمائے دیوبند کی طرف سے معذرت﴾

محمد سرفراز خان گکھڑوی صاحب

(مصنف عبارات اکابر، مسلک دیوبند کے شیخ الحدیث) کے جواب میں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

- ''عبارات اکابر'' سے تقویۃ الایمان کی تائیدی عبارات
- گکھڑوی صاحب کے جوابات کا تفصیلی جواب مع دلائل وشواہد
- اجمال اور تفصیل کے فرق سے اسمٰعیلی عبارت کے دفاع
- لفظ ''اَذِلَّۃٌ'' کا معنی ذلیل نہیں ہوتا۔ کتب لغت کے حوالے سے
- امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کی حقیقت
- بیان توحید میں گستاخی رسول ہرگز جائز نہیں
- ''عوارف المعارف'' اور ''فوائد الفؤاد'' کے اقوال سے استدلال کا رد
- علماء عقائد کی عبارات سے اعتراض کا جائزہ
- گکھڑوی دلائل کا مکمل تجزیہ اور چند امکانی سوالات کے جوابات

''تقویۃ الایمان'' کے مصنف بظاہر متضاد کہلانے والے متعدد فرقوں کے پیشوا ہیں، یہ فرقے کچھ معمولی نکات پر آپس میں اظہارِ اختلاف کے باوجود صحیح العقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کی مخالفت اور انہیں مشرک، کافر قرار دینے میں متحد ہیں۔ اہل سنت کو مصنفِ تقویۃ الایمان سے اِس کتاب کی عبارات کی بناء پر اختلاف ہے، خاص طور پر ''چمار'' والی عبارت اور اِس سے ملتی جُلتی دیگر عبارات سے اہل سنت کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ درخت اپنی شاخ سے پہچانا جاتا ہے اور مصنف اپنی تحریر سے۔ اہل سنت ایک عرصہ سے اپنے ہم مسلک مسلمانوں کے سامنے اِن عبارات کو پیش کرتے آرہے ہیں جس کی وجہ سے مصنفِ تقویۃ الایمان کے شیداء اور پیروکار تمام فرقے شدید کشمکش میں مبتلا ہیں۔

اہل حدیث مسلک کے علماء کی جانب سے اسمٰعیل دہلوی صاحب کی مذکورہ بالا عبارت کی طرف سے جوابات اور اُن جوابات پر ہماری تنقید اور تبصرہ آپ ملاحظہ فرما چکے، اب آیئے مسلکِ دیوبند کے علماء کی طرف سے تقویۃ الایمان کی عبارات کے دفاع میں جو جوابات دیئے گئے ہیں اُن پر بھی نظر ڈال لیتے ہیں۔ ہم اس سلسلہ میں آپ کو دیوبندی جماعت کے مشہور عالم اور مسلک اہل سنت کے خلاف متعدد کتابوں کے مصنف جناب سرفراز خاں صاحب گکھڑوی سے ملاتے ہیں

زیرِ غور عبارت کے دفاع میں گکھڑوی صاحب نے عبارات اکابر مطبوعہ گوجرانوالہ میں تقریباً وہی باتیں کہی ہیں جو اہل حدیث مسلک کے شیخ الکل جناب میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کی زبانی آپ سن چکے ہیں، دیگر جوابات پر ان شاء اللہ بعد میں تفصیلی نظر ڈالی جائے گی مگر اِس سے پہلے خاں صاحب گکھڑوی نے عبارات اکابر صفحہ ۸۳ مطبوعہ گوجرانوالہ پر اسمٰعیل دہلوی کی ایک اور عبارت کا دفاع کرتے ہوئے تیسرے اعتراض کے عنوان سے (چونکہ اس عبارت سے اسمٰعیل دہلوی صاحب کی سابقہ مذکورہ عبارت کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے اس لیے وہ عبارت اور اس پر علماء اہل سنت کی وہ تنقید جو گکھڑوی صاحب نے نقل کی پیش خدمت ہے، ان شاء اللہ العزیز اِن عبارات پر نقد و نظر بھی پیش کیا جائے گا) لکھتے ہیں

''حضرت شاہ شہید مظلومؒ پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ وہ حضرات انبیاء اور اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو چوہڑے چمار کہتے ہیں اور یہ ان کی کھلی توہین ہے، چنانچہ خاں صاحب بریلوی لکھتے ہیں'' کہ تقویۃ الایمان پہلی فصل میں اس دعویٰ کا کہ (انبیاء واولیاء کو پکارنا شرک ہے) ثبوت سنئے صفحہ 19 ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں پر اس کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے

ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے۔ مسلمانو! ایمان سے کہنا حضرات انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ایسے ناپاک ملعون الفاظ کسی ایسے کی زبان سے نکل سکتے ہیں جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہو۔الخ'' (الکوکبۃ الشھابیۃ صفحہ۲۹) [1]

فوٹو حوالہ ﴿'' عبارات اکابر ''صفحہ۷۸،۷۹۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

تیسرا اعتراض | حضرت شاہ شہید مظلوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ وہ حضرات انبیاؑ و اولیاؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو "چوہڑے چمار" کہتے ہیں اور یہ ان کی کھلی توہین ہے۔

چنانچہ خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ۔

تقویۃ الایمان پہلی فصل میں اس دعوے کا کہ انبیاء و اولیاء کو پکارنا شرک ہے،

ثبوت سنیے ص۱۹ "ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا، تو ہم کو بھی

چاہیے کہ اپنے ہر کاموں میں اس کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے"

مسلمانو! ایمان سے کہنا حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ایسے ناپاک ملعون الفاظ کسی ایسے کی زبان سے نکل سکتے ہیں، جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہو الخ (الکوکبۃ الشہابیہ ص۲۹)

خاں صاحب گکھڑوی نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ سے تقویۃ الایمان کی عبارت اور اعتراض نقل کر لینے کے بعد الجواب کے عنوان سے اپنے پیشواء کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھا

حضرت شاہ شہیدؒ (یعنی ان کے مولانا محمد اسمٰعیل دہلوی، مصنف تقویۃ الایمان ۔۱۲) نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حوالہ سے صحیحین کی ایک روایت نقل کی ہے۔(عربی عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے) بخاری ومسلم نے ذکر کیا کہ ابن مسعودؓ نے نقل کیا کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا گناہ بہت بڑا ہے اللہ کے نزدیک؟ فرمایا یہ کہ پکارے تو کسی کو اللہ کی طرح ٹھہرا کر اور حالانکہ اللہ ہی نے تجھ کو پیدا کیا (اس حدیث کو نقل کر کے حضرت شاہ

[1]......﴿'' عبارات اکابر '' (محمد سرفراز خاں گکھڑوی المتوفی ۱۴۳۰ھ) صفحہ۷۸،۷۹۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

صاحبؒ نے فائدہ لکھا ہے)

ف: یعنی جیسے اللہ کو سمجھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور سب کام اس کے اختیار میں ہیں سو ہر مشکل کے وقت یہی سمجھ کر اُس کو پکارتے ہیں سو کسی اور کو اس طرح سمجھ کر پکارنا نہ چاہئے کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ اول تو یہ بات خود غلط ہے کہ کسی کو کچھ حاجت بَر لانے کی طاقت ہووے یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہو۔ دوسرے یہ کہ ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہئے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو ذکر کیا ہے۔ انتہی بلفظہٖ (تقویۃ الایمان صفحہ ۳۴ طبع کمال ہند پریس دہلی) اس ساری عبارت میں کہیں حضرت شاہ صاحبؒ نے حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خصوصی طور پر نہ تو ذکر کیا ہے اور نہ نام لیا ہے وہ تو عمومی الفاظ استعمال کرتے ہیں سو کسی اور کو اس طرح سمجھ کر پکارنا۔ اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ مگر خان صاحب اپنی افتادِ طبع سے مجبور ہو کر ان عمومی اور مجمل الفاظ کو علی التعیین اور خصوصیت سے حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر چسپاں اور فٹ کر کے مسلمانوں کو دُہائی دیتے ہیں کہ مسلمانو ایمان سے کہنا حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ایسے ناپاک اور ملعون الفاظ" الخ [1]

فوٹو حوالہ ﴿"عبارات اکابر" صفحہ ۷۹، ۸۰۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

الجواب! حضرت شاہ شہید علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے صحیحین کی ایک روایت نقل کی ہے (عربی عبارت نقل کرکے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے، بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ ابن مسعود نے نقل کیا کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا گناہ بہت بڑا ہے اللہ کے نزدیک؟

فرمایا یہ کہ پکارے تو کسی کو اللہ کی طرح کا نظیر اور حالانکہ اللہ ہی نے تجھ کو پیدا کیا۔ اس حدیث پاک کو نقل کرکے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فائدہ لکھا ہے۔

ف: یعنی یہ کہ اللہ کو سمجھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور سب کام اس کے اختیار میں ہیں سو ہر مشکل کے وقت یہی سمجھ کر اس کو پکارتے ہیں سو کسی اور کو اس طرح کر کے پکارنا نہ چاہیے کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ اوّل تو یہ بات خود غلط ہے کہ کسی کو کچھ حاجت برلانے کی طاقت ہووے یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہو۔ دوسرے یہ کہ ہمارا صاحب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیئے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو ذکر کیا ہے انتہی بلفظہٖ۔

(تقویۃ الایمان صفحہ [illegible] طبع کمال ہند پریس دہلی)

اس ساری عبارت میں کہیں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خصوصی طور پر نہ تو ذکر کیا ہے اور نہ نام لیا ہے وہ تو عمومی الفاظ استعمال کرتے ہیں "سو کسی اور کو اس طرح سمجھ کر پکارنا اور کسی سے ہم کو کیا کام؟

مگر خان صاحب اپنی افتادِ طبع سے مجبور ہو کر ان عمومی اور مجمل الفاظ کو علی التعیین اور خصوصیت سے حضرات انبیائے کرام اور اولیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر چسپاں اور فٹ کرکے مسلمانوں کو دہائی دیتے ہیں کہ مسلمانو! ایمان سے کہنا حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ایسے ناپاک ملعون الفاظ۔ الخ یہ ہے خان صاحب بریلوی کی دیانت اور خدا خوفی کہ خواہ مخواہ اپنی طرف سے دوسروں کی

تبصرہ

خاں صاحب گکھڑوی کے بیان پر تفصیلی تبصرہ سے قبل اجمالی تبصرہ ملاحظہ ہو۔ اجمالی اعتراضات یہ ہیں

۱۔ حضرت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے یہ کہا تھا کہ دہلوی صاحب کی کتاب میں ایک ربط رکھا گیا ہے، پہلے ایک اجمالی مقدمہ ہے پھر اس کی تفصیل پانچ فصلوں میں ہے، اجمالی مقدمہ میں صرف انبیاء علیہم السلام اور

[1] ﴿"عبارات اکابر" (محمد سرفراز خاں گکھڑوی المتوفی ۱۴۳۰ھ) صفحہ ۷۸، ۷۹۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

اولیاء کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ان امور کے ماننے کو قابل اعتراض اور شرک قرار دیا جو اہل سنت کے مسلّمات میں سے ہیں اور تفصیلی فصلوں میں کہا کہ چوہڑے چماروں کے لئے یہ کمالات مانے جا رہے ہیں اور یہ کہ ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا چمار سے زیادہ ذلیل ہے، بلکہ اس عبارت میں بڑا (مخلوق) کہہ کر تفصیل کر کے گالی دی بلکہ یہ کہا کہ تمام انبیاء و اولیاء ذرۂ ناچیز سے کمتر ہیں، یہاں تفصیل کے ساتھ تعیین بھی کر دی، اس لئے خاں صاحب گکھڑوی کا یہ کہنا غلط ہے کہ ان کے دہلوی امام نے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر نہیں کیا۔

۲۔ گکھڑوی صاحب نے لکھا ''حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ و السلام'' اس عبارت میں حضرات انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ پر اگر درود شریف ترک کر کے اولیاء کرام علیہم الرحمۃ و الرضوان پر لکھا ہے تو دوسری غلطی ہے، اور اگر دونوں کے مجموعہ پر ''عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ'' کہا ہے تو بھی اس صورت خاصہ میں غلط ہے۔ اولیاء پر درود بالتبع جائز ہے کہ پہلے انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ پر درود پڑھا جائے اس کے بعد انہیں اس درود میں شریک کیا جائے، لہٰذا یہ بھی خاں صاحب گکھڑوی کی غلطی ہوئی کیا گکھڑوی صاحب اپنے مذہب کے مسلمہ فقہاء سے ہمارے اعتراض کا غلط ہونا ثابت کر سکیں گے؟ اگر وہ کچھ لکھیں گے تو تفصیلی جواب دیا جائے گا ورنہ اتنا ہی کافی ہے۔

۳۔ خاں صاحب گکھڑوی نے کہا کہ دہلوی صاحب نے اجمال اور عموم کے الفاظ استعمال کئے۔ انبیاء عَلَیۡہِمُ السَّلَامُ شخصیات کا نام نہیں لیا جب کہ ہم نے بیان کیا کہ دہلوی صاحب نے تفصیل اور تعیین کے بعد گالی دی اور پھر تعیین کے بعد تعیین اور تفصیل کے بعد تفصیل کرتے چلے گئے۔

۴۔ گکھڑوی خاں صاحب نے کہا کہ اجمال اور تفصیل کا حکم مختلف ہوتا ہے، ہمارا موقف یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ اور اس کے رسولوں اور مقربین کی توہین جس طرح تفصیل سے ہوتی ہے اور گکھڑوی صاحب کی مسلمہ ہے اسی طرح اصل یہ ہے کہ اجمال سے بھی اس موقعہ پر توہین قرار پائے ہاں اگر وہ اصل میں توہین نہ ہو مگر کسی عارض کی وجہ سے اجمال میں توہین قرار پائے تو پھر یہاں پر دلائل شرعی سے ثابت کرنا ہوگا کہ فلاں امر تفصیل میں توہین ہے اور دلائل شرعی سے ثابت کرنا ہوگا کہ وہی امر اجمال میں توہین نہیں، ورنہ تو پھر دونوں برابر ہونگے۔ اجمالی تبصرہ کے بعد پہلے ہم خاں صاحب گکھڑوی سے پوچھتے ہیں کہ انہوں نے تقویۃ الایمان کی عبارت کو دوبارہ لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ جبکہ ناظرین کے سامنے پہلے نقل کردہ عبارت میں اور دوبارہ نقل کردہ عبارت میں ذرہ برابر فرق نہیں، شاید خاں صاحب گکھڑوی نے ایک لمبی چوڑی عبارت پہلے ملا کر کچھ تأثر دینا چاہا ہے یا تو یہ تأثر دینا چاہا ہے کہ خاں صاحب گکھڑوی کے پیشوا مصنف تقویۃ الایمان نے اپنی طرف

سے کوئی بات نہیں کی بلکہ بخاری و مسلم کی متفقہ صحیح حدیث سے اپنے مؤقف پر دلیل لائے ہیں۔

اس تاثر کے جواب میں عرض ہے کہ اس حدیث میں کہیں بھی چوہڑے چمار کا ذکر نہیں اور اسی طرح کسی کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھ کر پکارنے کا شرک ہونا بھی اس حدیث سے ثابت نہیں۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی بات تو بعد کی بات ہے اس حدیث میں پکارنے کے معنی کا ظاہر کرنے والا کوئی عربی لفظ نہیں پایا گیا۔ مصنف تقویۃ الایمان کا ترجمہ سراسر غلط ہے، مصنف تقویۃ الایمان نے یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کے حوالے سے نقل کی ہے۔

''ان تدعولله ندًا'' کا جملہ بخاری کی روایت میں نہیں ملا، بخاری میں یہ حدیث پانچ مقام پر آئی ہے

۱۔ جزءدوم: **کتاب التفسیر** (تفسیر سورة البقرة باب قوله تعالىٰ فلا تجعلوا لله اندادًا) [1]

۲۔ جزءدوم: **کتاب التفسیر** (تفسیر سورة الفرقان باب قوله تعالىٰ والذين لايدعون مع الله الهًا) [2]

۳۔ جزءدوم: **کتاب الادب** (باب قتل الولد خشية ان ياكل معه) [3]

۴۔ جزءدوم: **کتاب المحاربين من اهل الكفر والردّة** (باب اثم الزُّناة) [4]

۵۔ جزءدوم: **کتاب التوحيد** (باب قول الله فلا تجعلوا لله انداداً) [5]

بخاری شریف ان سب مقامات میں ''ان تجعل لله ندا'' کے الفاظ ہیں۔ اور صحیح مسلم (**کتاب الایمان** باب بيان كون الشرك اقبح الذنوب وبيان اعظمها بعده) میں دو مقام پر ہے پہلا مقام پر ''ان تجعل لله ندًا'' کے لفظ ہیں (۶) اس سے آگے دوسرے مقام پر ''ان تدعولله ندًا'' بھی ہے۔ (۷)

ثابت ہوتا ہے کہ یہاں ''تدعو'' بمعنی ''تجعل'' کے ہے، صاحب مشکوٰۃ نے شاید اسی لئے ''تدعو'' کو متفق علیہ لکھ دیا ہے کیونکہ تدعو، تجعل کے معنی میں ہے نہ کہ پکارنے کے معنی میں۔

مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے شارح مشکوٰۃ علامہ علی قاری حنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں

۱...... ﴿''الصحیح البخاری'' (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد۲ صفحہ ۶۴۳۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

۲...... ﴿''الصحیح البخاری'' (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد۲ صفحہ ۷۰۱۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

۳...... ﴿''الصحیح البخاری'' (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد۲ صفحہ ۸۸۷۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

۴...... ﴿''الصحیح البخاری'' (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد۲ صفحہ ۱۰۰۶۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

۵...... ﴿''الصحیح البخاری'' (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد۲ صفحہ ۱۱۲۱۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

۶...... ﴿''الصحیح المسلم'' (ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری المتوفی ۲۶۱ھ) جلد اول صفحہ ۶۳۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

۷...... ﴿''الصحیح المسلم'' (ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری المتوفی ۲۶۱ھ) جلد اوّل صفحہ ۶۳۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

''(ان تدعو) ای تجعل (لِلّٰہ ندًا) بالکسرای مثلا و نظیرا فی دعائك و عبادتك'' [1]

''ان تدعو للّٰہ'' کا معنی ہے کہ تو کسی کو اللہ کے لئے ''ند'' ٹھہراوے یعنی مثل اور نظیر ٹھہرائے ''فی دعائك ''یعنی جو دعا اللہ ﷻ سے کرنی ہے وہ اس سے کرے ''وعبادتك'' اور اللہ جیسی اس کی عبادت کرے۔

فوٹو حوالہ ﴿''مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح'' جلد اوّل صفحہ ۱۲۱۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

الاستحلال او رد العين او بدله و اما في الآخرة برد ثواب الظالم للمظلوم او ايقاع سيئة المظلوم على
الظالم أو الله تعالى يرضيه بفضله و كرمه (قال أن تدعو) أى تجعل (لله ندا) بالكسر أى مثلا و نظيرا
في دعائك و عبادتك و قيل الند المثل المزاحم الذي يضاده في أموره من ند نفر و أما الضد فهو أحد
... لا يمكن اجتماعهما (و هو خلقك) الجملة حال من الله أو من فاعل أن تدعو و فيه اشارة الى

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی ''اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ'' میں فرماتے ہیں

''فرمود بزرگ ترین گناہاں کہ بالاتر از او گناہے نیست اینست کہ بگردانی پروردگار عالم را مانند وہمتا'' [2]

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام گناہوں سے بڑا گناہ کہ جس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں وہ یہ ہے کہ تو پروردگارِ عالم کے لئے مثل اور شریک قرار دے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں ''ند'' بکسر نون مانند شخص در ذات وصفات کہ مخالف بود اُو را در افعال واحکام'' [3]

''نِد'' نون کی زیر کے ساتھ کسی آدمی کے ایسے مثل کو کہتے ہیں جو ذات اور صفات میں اس کا مثل ہو اور کام وحکم میں اس کے مخالف ہو۔

مزید آگے لکھتے ہیں ''وبت پرستاں اگرچہ بتان را مانند خدا ومخالف او تعالیٰ نمے دانند ونمے گویند لیکن چوں آنہا را مے پرستند وتعظیم مے کنند گویا بمثل ومانند او مے دانند'' [4]

یعنی بت پرست اگرچہ بتوں کو اللہ تعالیٰ کی مثل اور مخالف نہیں جانتے اور نہ کہتے ہیں لیکن جب ان کی پوجا کرتے ہیں اور ان کی تعظیم (برائے عبادت) کرتے ہیں گویا اس کی مثل اور مانند جانتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کے دونوں شارح حضرات نے یہاں ''ان تدعو'' کا معنی ''تجعل'' یعنی بنانے اور ٹھہرانے کا کیا ہے اور یہ معنی نہیں کیا ''تو پکارے''۔

۱...... ﴿''مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح'' (علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ) جلد اوّل صفحہ ۱۲۱۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

۲...... ﴿''اشعۃ اللمعات'' (شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۶ھ) جلد اوّل صفحہ ۷۸۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾

۳...... ﴿''اشعۃ اللمعات'' (شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۶ھ) جلد اوّل صفحہ ۷۸۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾

۴...... ﴿''اشعۃ اللمعات'' (شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۶ھ) جلد اوّل صفحہ ۷۸۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾

فوٹو حوالہ ﴿''اشعة اللمعات'' جلد اوّل صفحہ ۷۸۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾

ای الذنب اکبر عند اللہ - کدام گناہ بزرگ تر و بدتر است نزد خداوند تعالی - قال ان تدعو للہ ندا و ہو خلقک - فرمود بزرگ ترین
گناہان کہ بالاتر از وگناہی نیست این است کہ بگردانی پروردگار عالم را مانند وہمتا وحال آن کہ تو میدانی کہ وی پیدا کردہ ترا و اگر
نمیدانی فکر کن و بدانکہ پیدا کنندہ جز یک ذات نشاید تعالی کبریاؤہ وند بکسر نون مانند شخص در ذات وصفات کہ مخالف بود او را در افعال
و احکام و ضد مخالف غیر مانند و حق تعالی پاک است از ضد است و نہ ند و بت پرستان اگرچہ بتان را مانند خدا و مخالف و تعالی نمی دانند
و نمی گویند ولیکن چون آن ہا را ای پرستند و تعظیم می کنند گویا مثل و مانند او می دانند و اعتقاد دارند کہ ایشان را اثر [illegible] مانند
و بالجملہ شرک سہ قسم است در وجود و در خالقیت و در عبادت قال ثم ای - گفت آنحضرت پرسید بعد از کفر کدام گناہ بزرگ

قرآن مجید میں جہاں اس طرح کے کلمات آئے ہیں، مترجمین اور مفسرین نے وہاں بھی پکارنے کا معنی نہیں کیا جیسا کہ ارشاد فرمایا'' تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ''[1]

اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے مصنف تقویۃ الایمان کے پیروکاروں کے دونوں اسمٰعیلی گروہوں اہل حدیث اور دیوبندیوں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ ملاحظہ فرمایئے۔ اہل حدیث عالم ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں

''(ایسی) کہ (ساتوں) آسمان اس (کی برائی) سے پھٹ جائیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ریزے ریزے ہوکر گر پڑیں۔ (تو تعجب نہیں) کیونکہ خدائے رحمٰن کے لئے اولاد تجویز کرتے ہیں۔''[2]

علمائے دیوبند کے سپہ سالارِ اعظم جناب اشرف علی تھانوی صاحب اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''ایسی سخت حرکت کی ہے کہ اس کے سبب کچھ بعید نہیں آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ اس بات سے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں''[3]

حدیث میں ''ان تدعو للہ ندا'' تھا تو قرآن مجید میں ''دعوا للرحمن ولدا'' ہے، حدیث میں ''د، ع، وٗ'' سے بننے والے فعل کے بعد اللہ تعالیٰ کے نام سے پہلے حرف لام جارہ ہے یعنی وہ لفظ جس پر داخل ہوتا اس کے آخر میں زیر آجاتی ہے، اور اللہ کے نام کے بعد ''ندا'' ہے یعنی شریک اور مثیل اور اللہ کا شریک اور مثیل ناممکن اور محال ہے۔ جبکہ قرآن مجید میں اس طرح ''د، ع، وٗ'' سے بننے والے فعل کے بعد لام حرف جر ہے اس کے بعد اللہ رب العزت کا نام الرحمٰن ہے اور اس کے بعد لفظ ولد ہے یعنی ''بچہ''، جس طرح اللہ تعالیٰ کا شریک اور مثیل ناممکن اور محال ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کا بچہ ہونا ناممکن اور محال ہے اگر ان

---

[1]...... ﴿''سورۃ مریم'' الآیۃ ۹۰، ۹۱﴾

[2]...... ﴿''سورۃ مریم: الآیۃ ۹۰، ۹۱'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری'' مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

[3]...... ﴿''سورۃ مریم: الآیۃ ۹۰، ۹۱'' ترجمۃ القرآن ''اشرف علی تھانوی'' مطبوعہ مکتبہ جدید ناشران قرآن لاہور﴾

ہر دو مقاموں میں ''د، ع، و'' کا معنیٰ ''پکارنے'' سے کیا جائے تو مطلب ہوگا (نعوذ باللہ) مثل ہے تو سہی مگر اس کو پکارنا منع ہے۔ اس طرح قرآن مجید میں معنی یہ ہوگا کہ (نعوذ باللہ) رحمٰن کا بیٹا ہے تو سہی مگر اسے پکارنا جرم ہے، یہی وہ خرابی ہے جس سے بچنے کے لئے علمائے اہل حدیث اور علمائے دیوبند نے پکارنے کے ترجمے کو ترک کر دیا اور اسی لئے علامہ علی قاری حنفی جو علمائے دیوبند کے بھی مسلمہ بزرگ ہیں۔ اور علامہ شیخ عبد الحق دہلوی جو علمائے اہل حدیث اور علمائے دیوبند دونوں کے پسندیدہ بزرگ ہیں ان دونوں حضرات نے مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں پکارنے کا ترجمہ نہیں کیا۔

فوٹو حوالہ ﴿''سورۃ مریم: الآیۃ ۹۰، ۹۱'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری'' مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ
السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ
هَدًّا ﴿۹۰﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ

فوٹو حوالہ ﴿''سورۃ مریم: الآیۃ ۹۰، ۹۱'' ترجمۃ القرآن ''اشرف علی تھانوی'' مطبوعہ مکتبہ جدید ناشران قرآن لاہور﴾

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۞ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۞ تَكَادُ
السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ
هَدًّا ۞ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۞ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ
يَتَّخِذَ وَلَدًا ۞ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي

اس طرح علمائے دیوبند کے مسلمہ مفسرین نے قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیت میں ''دعوا'' کے کلمہ کی تفسیر میں پکارنے کا معنیٰ نہیں کیا۔

۱۔ تفسیر ''مدارک التنزیل وحقائق التاویل'' میں امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی حنفی لکھتے ہیں

''(ان دعوا) لان سمّوا'' (۱) ان کافروں نے کسی چیز کا نام رکھا ''رحمٰن کا بچہ''

۱......﴿''تفسیر مدارک التنزیل'' (ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی المتوفی ۷۱۰ھ) جلد ۲ صفحہ ۳۵۳۔ مطبوعہ دار الکلم الطیب بیروت﴾

فوٹو حوالہ۔ ﴿"تفسیر مدارک التنزیل" جلد۲ صفحہ ۳۵۳۔ مطبوعہ دار الکلم الطیب بیروت﴾

(وتنشق الارض) ... أى تهد هدا من سماع قولهم
أو قطعه أو هدما والهدة صوت الصاعقة من السماء وهو مصدر
أو مفعول له أو حال أى مهدودة (ان دعوا) لان سموا ومحله جر بدل من الهاء فى منه او نصب
مفعول له على الخروج بالهدة والهدبدعاء الولد للرحمن أو رفع فاعل هدا أى هدها دعاؤهم

۲۔ تفسیر روح المعانی جس کی پہلی طباعت اہل حدیثوں کے نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی طرف سے ہوئی جبکہ مصنف کے بیٹے جناب نعمان الوسی نے اس کتاب میں متعدد مقامات پر ردو بدل کر کے نواب صاحب کو یقین دلایا کہ ان کے والد محمود الوسی وہابی مذہب کے تھے (۱) یہ کتاب علمائے دیوبند کی مسلمہ ہے اسی لئے پاکستان میں اس کی اشاعت ملتان کے مشہور دیوبندی کتب خانہ مکتبہ امدادیہ سے ہوئی ہے۔ صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں

"(دعوا) عند الاکثرین بمعنی سمّوا والدعا بمعنی التسمية يتعدى لمفعولين بنفسه كما فى قوله

"دعتنى اخاها ام عمرو ولم اكن...... اخاها ولم ارضع لها بلبان"

وقد يتعدى للثانى بالباء فيقال دعوت ولدى بزيد واقتصرهنا على الثانى وحذف الاول دلالة على العموم والاحاطة لكل ما دعى له عزوجل ولدا من عيسى وعزير عليهما السلام وغيرهما وجوزان يكون من دعا بمعنى نسب الذى مطاوعه مافى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم "من ادعى الى غير مواليه وقول الشاعر

"انا بنى نهشل لا ندعى لاب......عنه ولا هو بالابناء يشرينا" ۲

قرآن مجید میں "دعوا" کا یہ کلمہ اکثر (علماء تفسیر) کے نزدیک "سموا" کے معنی میں ہے یعنی انہوں نے نام رکھا اور لفظ دعا جب بمعنی نام رکھنے کے ہوتو وہ دو مفعول کے ساتھ متعدی ہوتا ہے کبھی بذات خود جیسا کہ اس شعر میں ہے کہ ام عمرو نے میرا

۱...... محقق شہیر امام علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی المتوفی ۱۳۵۰ھ اپنی مشہور تصنیف "شواهد الحق فى الاستغاثة بسيّد الخلق" کے پانچویں باب کی فصل سوئم صفحہ ۲۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت میں لکھتے ہیں

"ویالیت شعری کیف اختار لنفسه ولأبيه بمقتضى ما نقل عن تفسيره روح المعانى منابذة جمهور الأمة المحمدية وما اتفق عليه ائمتها وعلماؤها وعامتها فى جميع هذه الاعصار المتطاولة من امر الزيارة والاستعانة حتى صار من الأمور المعلومة عند الامة بالضرورة مع كونه هو الذى يليق بما يجب للنبى ﷺ من التعظيم والتوقير ولاعبرة بماقاله ابن تيمية وطائفته الوهابية ومن شاكلهم من شذاذ المذاهب من منع ذلك لما توهموه وتخيلوه من المحاذير التى لا تخطر عند الزيارة والاستغاثة ببال اجهل الجاهلين فضلًا عن نفسه وابيه وقد لعمرى اذى اباه وعقه بتلك النقول التى كان الناس عنها فى غفلة لانها مفرقة فى تفسيره فجمعها فى هذه المسائل فى كتابه هذا مفتخرا بها ومثبتًا عند صديق حسن خان وطائفته ان اباه هو ايضًا على مذهبهم ومشربهم فى ذلك وقد سمعت بسبب هذا من بعض علماء مكة المشرفة كلامًا قطيعًا فى حقه وحق ابيه لا استحسن نقله هنا واسال الله لى ولهما ولجميع المسلمين العفو والغفران وان يعاملنا باللطف والاحسان انه والى ذلك"

۲ ﴿"روح المعانی" (ابوالفضل سید محمود آلوسی بغدادی المتوفی ۱۲۷۰ھ) جلد ۱۶ صفحہ ۱۴۱، ۱۴۲ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت﴾

نام اپنا بھائی رکھ دیا۔ حالانکہ میں اس کا (نسبی) بھائی نہ تھا اور نہ ہی مجھے اس (کا رضاعی بھائی بننے) کے لئے رضاعی دودھ پلایا گیا۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پہلے مفعول سے تو بذات خود متعدی ہوتا ہے اور دوسرے سے حرف جر کے واسطے سے جیسے کہا جاتا ہے میں نے اپنے بیٹے کا نام زید رکھا (اور اس میں بزید کہہ کر حرف ''باء'' جارہ کو لایا گیا ہے)

قرآن مجید میں اس مقام پر صرف دوسرے مفعول کا ذکر کیا ہے اور پہلے مفعول کو حذف کر دیا گیا ہے تا کہ عموم اور احاطہ پر دلالت ہو (اس لئے کہ حذف مقام ذکر میں علمائے بلاغت کے نزدیک عموم اور احاطہ پر دلالت کرتا ہے) تو ہر وہ چیز مراد ہو گی جس کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا گیا ہو گا خواہ وہ عیسیٰ و عزیر علیہما السلام ہوں یا ان کے ماسوا کوئی اور شخص یا چیز (مطلب یہ ہے کہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ ''ان دعوا عیسی للرحمن ولدا'' کہ انہوں نے عیسیٰ کا نام رحمٰن کا بیٹا رکھا کہ اس طرح کوئی ایک فرد مراد ہوتا حالانکہ مشرکوں کے متعدد گروہ تھے جنہوں نے مختلف چیزوں کو اللہ کے بیٹے یا بیٹیاں قرار دیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے بلاغت بھرے کلام میں پہلے مفعول کا ذکر نہ کر کے یہ حکم سب کے لئے عام کر دیا کہ جس جس کو بیٹا قرار دیا گیا ان سب کا یہ نام رکھنا اور نام رکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب واجب کرتا ہے: ۱۲ من مترجمہ)

(علامہ الوسی فرماتے ہیں) یہ بھی جائز قرار دیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں یہ کلمہ ''دعوا'' لفظ دعا بمعنی ''نسب'' سے بنا ہو یعنی انہوں نے رحمٰن سے اس کے لئے بیٹا ہونے کو منسوب کیا۔ یہ کلمہ دعاوہ ہے جس کی مطاوعت میں کلمہ ''ادّعی'' آتا ہے جیسا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پاک میں آیا ہے کہ جس (غلام) نے اپنی نسبت اپنے آزاد کرنے والے آقاؤں کے علاوہ کسی اور سے کی۔ (یعنی اس حدیث میں ادّعی اس معنی میں آیا ہے) اور جیسا کہ ایک شاعر کے اس قول میں ہے ''ہم نہشل کے بیٹے اسے چھوڑ کر کسی اور باپ کی طرف اپنی نسبت نہیں کرتے، اور نہ وہ دوسروں کے بیٹوں کے بدلے میں ہمیں بیچتا ہے'' اسی معنی میں لفظ دعا ایک مفعول کے ساتھ متعدی ہو جاتا ہے (یعنی اس دوسری صورت میں معنی یہ ہو گا کہ انہوں نے رحمٰن سے بیٹے کو منسوب کیا)

فوٹو حوالہ ''روح المعانی'' جلد ۱۶ صفحہ ۱۴۱، ۱۴۲ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت

كان أمرا كضربا زيدا أو بعد استفهام كاضربا زيدا وما هنا ليس أحد الأمرين وما جاء عاملا وليس أحدهما كقوله • وقوفا بها صحبي على مطيهم • نادر. والتزام كون ماهنا من النادر لا يدفع البعد. والحق ما ذكرناه أدق الاوجه وأولاها فتدبر والله تعالى الهادي إلى سواء السبيل. و(دعوا) عند الاكثرين بمعنى سموا. والدعاء بمعنى التسمية يتعدى لمفعولين بنفسه كما في قوله:

دعتني أخاها أم عمرو ولم أكن ... أخاها ولم أرضع لها بلبان

وقد يتعدى للثاني بالباء فيقال دعوت ولدي بزيد واقتصر هنا على الثاني وحذف الاول دلالة على العموم والاحاطة لكل مادعي له عزو جل ولدا من عيسى. وعزير عليهما السلام. وغيرهما. وجوز ان يكون من دعا بمعنى نسب الذي مطاوعه ما في قوله صلى الله تعالى عليه وسلم «من ادعى الى غير مواليه» وقول الشاعر:

أنا بني نهشل لا ندعي لأب ... عنه ولاهو بالابناء يشرينا

فتعدى لواحد، والجار والمجرور جوز أن يكون متعلقا بمحذوف وقع حالا من (ولدا) وأن يكون متعلقا

۳۔ تفسیر خازن میں ہے ''(ان دعوا) ای من اجل ان جعلوا (للرحمن ولدًا)'' ۱؎

''ان دعوا'' کا معنی ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے رحمٰن کے لئے ولد مانا۔ (ٹھہرادیا)

۴۔ تفسیر بغوی میں ہے ''(ان دعوا) ای من اجل ان جعلوا (للرحمن ولدًا)'' ۲؎

''ان دعوا'' کا معنی ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے رحمٰن کے لئے ولد مانا (ٹھہرادیا)

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر الخازن'' جلد۳ صفحہ۱۹۸ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت﴾

ابن عباس منكراً، وقيل معناه لقد قلتم قولاً عظيماً ﴿تكاد السموات يتفطرن منه﴾ من الانفطار وهو الشق ﴿وتنشق الأرض﴾ أي تخسف بهم ﴿وتخر الجبال هداً﴾ أي تسقط وتنطبق عليهم ﴿أن دعوا﴾ أي من أجل أن جعلوا ﴿للرحمن ولداً﴾ فإن قلت ما معنى انفطار السموات وانشقاق الأرض وخرور الجبال ومن أين تؤثر هذه الكلمة في هذه الجمادات. قلت فيه وجهان أحدهما: أن الله تعالى يقول كدت أن أفعل هذا بالسموات والأرض والجبال عند وجود هذه الكلمة غضباً مني على من تفوه بها لولا حلمي ... بالعقوبة. الثاني: أن يكون

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر البغوی'' صفحہ۸۱۲ مطبوعہ دار ابن حزم للطباعۃ والنشر بیروت﴾

الجبال هدا﴾ أي تنطبق عليهم،

﴿أن دعوا﴾، أي من أجل أن جعلوا ﴿للرحمن ولدا﴾، قال ابن عباس وكعب: فزعت السموات والأرض والجبال وجميع الخلائق إلا الثقلين، وكادت أن تزول وغضبت الملائكة

۵۔ مفسر شہیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ''تفسیر کبیر'' میں لکھتے ہیں

''قوله (دعوا للرحمن) هو من دعا بمعنى سمّى المتعدى الى مفعولين فاقتصر على احد هما الذى هو الثانى طلبا للعموم والاحاطة بكل من ادعى له ولدا او من دعا بمعنى نسب الذى هو مطاوعه مافى قوله ﷺ من ادعىٰ الى غير مواليه، قال الشاعر ''انا بنى نهشل لا ندعى لاب'' اى لا ننتسب اليه'' ۳؎

آیت کریمہ ''دعوا'' اس لفظ دعا سے ہے جو بمعنیٰ ''سمّٰی'' کے آیا یعنی انہوں نے (کسی کا) نام رکھا ''رحمٰن کا ولد'' یہ فعل دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے، یہاں ان دو میں سے دوسرے پر ذکر میں اقتصار کیا، (اور پہلے کو حذف کیا) پہلے کے لیے عموم اور احاطہ چاہنے کے لئے ہر اس شخص کے ساتھ جس کو ولد کہا گیا یا کلمہ ''دعوا'' اس فعل دعا سے ہے جو بمعنی نسب کے آتا ہے اس ''دعی'' کی مطاوعت میں لفظ ''اِدّعیٰ'' آتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ''من ادعی الی غیر موالیہ'' جس (غلام) نے اپنے آزاد کرنے والوں کے ماسوا کسی اور کی طرف اپنی نسبت کی، اسی طرح ایک شاعر کا قول ہے ''ہم نھشل کے بیٹے کسی دوسرے باپ کی طرف (اپنا) ادّعا نہیں کرتے یعنی اس کی طرف اپنی نسبت نہیں کرتے۔''

۱؎......﴿''تفسیر الخازن'' (علاؤ الدین علی بن محمد بغدادی خازن المتوفی ۷۴۱ھ) جلد۳ صفحہ۱۹۸ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت﴾

۲؎......﴿''تفسیر البغوی'' (ابو محمد حسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ) صفحہ۸۱۲ مطبوعہ دار ابن حزم للطباعۃ والنشر بیروت﴾

۳؎......﴿''تفسیر الکبیر'' (فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ) جزء۲۱ صفحہ۲۵۴ ۔ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت﴾

فوٹو حوالہ ﴿"تفسیر الکبیر" جزء ۲۱ صفحہ ۲۵۴۔ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت﴾

(المسألة الثالثة) قوله (دعوا للرحمن) هو من دعا بمعنى سمى المتعدي إلى مفعولين فاقتصر على أحدهما الذي هو الثاني طلباً للعموم والإحاطة بكل من ادعى له ولداً أو من دعا بمعنى نسب الذي هو مطارعه ما في قوله صلى الله عليه وسلم « من ادعى إلى غير مواليه » . قال الشاعر :

إنا بني نهشل لا ندعي لأب

أي لا ننتسب إليه ، ثم قال تعالى (وما ينبغي للرحمن أن يتخذ ولداً) أي هو محال ، أما

۶۔ تفسیر مظہری میں ہے "هو من دعا بمعنى سمى المتعدى الى مفعولين و انما اقتصر علىٰ الثانی ليحيط بكل ما دعى له او من دعا بمعنى نسب الذى مطاوعه ادّعىٰ الى فلان اذا انتسب اليه" [1]

کلمہ "دعوا" یا تو بمعنی "سمّٰی" کے ہے جو متعدی دو مفعولوں کی جانب ہوتا ہے اور یہاں دوسرے مفعول کے ذکر پر اقتصار اس لئے کیا کہ ہر وہ چیز اس کے احاطہ میں آجائے جسے رحمٰن کے لئے ولد قرار دیا گیا۔ یا یہ اُس "دعا" سے ہے جو بمعنی "نسب" کے آتا ہے، اس دعا کا مطاوِع "ادّعیٰ" آتا ہے، کہتے ہیں فلاں کی طرف ادّعیٰ کیا جبکہ اس کی طرف اپنی نسبت کی ہو۔

فوٹو حوالہ ﴿"تفسیر المظہری" جزء ۶ صفحہ ۷۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت﴾

لذلك : ﴿أَن دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ﴾ أو فاعل هذا أي هدها ادعاء الولد وهو من دعا بمعنى سمى المتعدي الى مفعولين وانما اقتصر على الثاني ليحيط بكل ما ادعي له، أو من دعا بمعنى نسب الذات مطاوعه ادعى إلى فلان إذا انتسب إليه، قال ابن عباس وكعب فزعت السموات والأرض والجبال وجميع الخلائق إلا الثقلين وكادت أن تزول وغضبت الملائكة ،وأسعرت جهنم حين قالوا ولد الله، وقيل: معناه إن هول هذه الكلمة وعظمها

۷۔ تفسیر انوار التنزیل و اسرار التاویل (بیضاوی) میں ہے "وهو من دعا بمعنى سمّٰى المتعدى الى مفعولين وانما اقتصر على المفعول الثانی ليحيط بكل ما دعى له ولدا او من دعا بمعنى نسب الذى مطاوعه ادعى الى فلان اذ انتسب اليه" [2] "دعوا" یا تو دعا بمعنی "سمّٰی" سے بنا ہے جو متعدی بدو مفعول ہوتا ہے اور یہاں دوسرے مفعول پر صرف اس لئے اقتصار کیا تا کہ یہ احاطہ کرلے ہر اس چیز پر جس کا نام رکھا جائے رحمٰن کا ولد، یا یہ دعا بمعنی نسب سے بنا ہے جس کا مطاوِع "ادّعیٰ" آتا ہے "ادّعى الى فلان" جبکہ وہ اس کی طرف اپنی نسبت کرے۔

فوٹو حوالہ ﴿"تفسیر بیضاوی" جزء ۴ صفحہ ۶۰۔ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت﴾

﴿أَن دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا﴾ يحتمل النصب على العلة لـ ﴿تَكَادُ﴾ أو لـ ﴿هَدًّا﴾ على حذف اللام وإفضاء الفعل إليه، والجر بإضمار اللام أو بالإبدال من الهاء في منه والرفع على أنه خبر محذوف تقديره الموجب لذلك ﴿أَن دَعَوْا﴾، أو فاعل ﴿هَدًّا﴾ أي هدها دعاء الولد للرحمن وهو من دعا بمعنى سمى المتعدي إلى مفعولين، وإنما اقتصر على المفعول الثاني ليحيط بكل ما دعي له ولداً، أو من دعا بمعنى نسب الذي مطاوعه ادعى إلى فلان إذا انتسب إليه.

---

[1] ﴿"تفسیر المظہری" (قاضی ثناء اللہ پانی پتی التوفی ۱۲۲۵ھ) جزء ۶ صفحہ ۷۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت﴾

[2] ﴿"تفسیر بیضاوی" (ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی التوفی ۶۹۱ھ) جزء ۴ صفحہ ۶۰۔ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت﴾

تفاسیر اور شروح حدیث کی کتب سے آپ نے دیکھ لیا کہ کسی محقق نے ''ان تدعو'' کا معنی پکارنا نہیں کیا۔اب لغت کی طرف چلتے ہیں

کتب لغت سے دعا کے معنیٰ

اس میں شک نہیں کہ عربی قواعد کی پہلی کتاب ابواب الصرف جو عربی پڑھنے والے بچوں کے لئے لکھی گئی اس میں ''دَعَا،یَدْعُوْا،دُعَاءً'' ایک باب ہے جہاں بچوں کی سہولت کے لیے اس کا صرف ایک معنی پکارنا یاد کرایا جاتا ہے۔صاحب تقویۃ الایمان اور اس کے پیروکاروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اس کا صرف یہی ایک معنی ہے اور اس طرح وہ اس کے دوسرے معانی کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو دوسری کتابوں سے معلوم ہوتے ہیں حالانکہ لفظ کا معنی ہر جگہ مقام کے مناسب کیا جاتا ہے، اس کی مثال ''ضَرَبَ'' ہے ابواب الصرف کا پہلا باب ''ضَرَبَ یَضْرِبُ ضَرْبًا'' ہے اور اس کا معنی مار پیٹ کرنا ہے جبکہ اس کے اور معانی بھی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ''ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً'' ''اللہ تعالیٰ نے (مؤحد و مشرک کے بارے میں) ایک مثال بیان فرمائی'' (۱) اس طرح کلام مجید میں دوسرے مقام پر ارشاد ہے ''وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ'' ''اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا (بلکہ ضروری ہے) کہ نماز کو کم کردو'' ۲

الغرض قرآن مجید میں ضرب کے معنی سفر کرنے، مثال دینے بلکہ قتل کرنے کے بھی آئے ہیں اگرچہ کسی بچے کا ضرب کا ایک ہی معنی یاد ہو۔جس طرح ہر جگہ پر مار پیٹ کے معنی درست نہیں ہو سکتے، اس طرح دعا کا ہر جگہ معنی پکارنا کرنا بھی درست نہیں۔اس اجمال کی تفصیل کے لیے ہم آپ کو لغت کی مختلف کتابیں دکھاتے ہیں

(الف) دعا کے معنی میں مصنف مفردات القرآن علامہ راغب اصفہانی نے طویل کلام کیا ہے ناظرین کتاب کو ملال سے بچانے کے لیے اس کا خلاصہ اردو میں پیش کیا جا رہا ہے یہ کتاب (مفردات راغب) تقریباً ہر متوسط مدرسہ میں جو عربی تعلیم کے لئے ہو پائی جاتی ہے اس لئے علماء اور طلبہ بڑی آسانی سے اصل متن کا مطالعہ کر سکتے ہیں ہیں۔علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں

(۱) دعا کا معنی ندا سے ملتا جلتا بھی آتا ہے اور کبھی کبھی یہ ایک دوسرے کے معنی میں بھی استعمال ہو جاتے ہیں (۲) اور کبھی نام رکھنے کے معنی میں بھی آتا ہے (۳) دعا کا معنی سوال کرنا اور فریاد کرنا بھی ہے (۴) کبھی دعا کے ساتھ لفظ ''الی'' لگا ہوتا ہے اس کا معنی رغبت دلانا ہے جیسے ''وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِالسَّلَامِ'' ﴿سورۃ یونس: الآیۃ ۲۵﴾ اللہ رغبت

۱......﴿''سورۃ الزمر: الآیۃ ۲۹'' ترجمۃ القرآن ''اشرف علی تھانوی'' مطبوعہ مکتبہ جدید ناشران قرآن لاہور﴾

۲......﴿''سورۃ النساء: الآیۃ ۱۰۱'' ترجمۃ القرآن ''اشرف علی تھانوی'' مطبوعہ مکتبہ جدید ناشران قرآن لاہور﴾

دلاتا ہے دارالسلام کی طرف (اس کو اردو میں دعوت دینا کہتے ہیں) (۵) اور کبھی ''ادّعی '' کے معنی میں آتا ہے یعنی یہ دعویٰ کرے کہ کوئی چیز اس کے لئے یا دوسرے کے لئے ثابت ہے۔ (۶) اور کبھی بمعنی طلب کے آتا ہے جیسے ''وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ''﴿سورۃ حم السجدۃ: الآیۃ ۳۱﴾ یعنی جو چاہو گے ملے گا (۷) کبھی جھوٹے دعویٰ کے معنی میں آتا ہے جیسے قرآن میں ہے '' فَمَا كَانَ دَعْوٰهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَأْسُنَا ''﴿سورۃ الاعراف: الآیۃ ۵﴾ (۸) اور کبھی بمعنی دعا کرنے کے آتا ہے ''وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ''﴿سورۃ یونس: الآیۃ ۱۰﴾ [۱]

(نوٹ) اگرچہ کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ راغب شیعہ ہے ہم نے اس کتاب سے اس کے عقائد یا اس کی نقل کردہ احادیث کی توثیق میں مدد نہیں لی اس لئے اس کے شیعہ ہونے یا نہ ہونے سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ الفاظ کے معانی تلاش کرنے میں قبل اسلام کے کفار کے قول سے بھی حجت پکڑی جاتی ہے اس طرح جاحظ اور زمخشری بھی لغت کے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں جبکہ وہ اگرچہ شیعہ نہیں لیکن بالترتیب خارجی اور معتزلی ہیں۔ بہر حال راغب کے بارے میں اس وقت ہماری طرف سے کوئی رائے نہیں دی جا رہی ہم نے اپنی رائے محفوظ کر لی ہے۔

(ب) المنجد میں دعا کے چند معانی لکھے ہیں (۱) ''ندا کی'' (۲) ''اس کی طرف ترغیب دی'' (۳) ''اس سے مدد چاہی'' (۴) ''اس پر بین کیا'' (۵) ''اس کسی چیز کی طرف لے گیا'' (۶) ''کسی چیز کو اپنے پاس حاضر ہونا طلب کیا'' (۷) ''کسی کو بلایا کہ اس کے پاس کھانا کھائے'' (۸) ''کسی کے لئے خیر کی دعا کی'' (۹) ''کسی پر بددعا کی'' [۲]

(ج) لغت کی مشہور کتاب ''لسان العرب'' میں علامہ ابن منظور الافریقی نے بہت طویل کلام کیا ہے کلام کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) ''بِمَعْنَى الْاِسْتِغَاثَةِ'' یعنی مدد طلب کرنے کے لئے آتا ہے۔

(۲) ''وَقَدْ يَكُوْنُ الدُّعَاءُ عِبَادَةً اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ '' اللہ سے دعا کرنے کے تین معنی آتے ہیں (الف) اس کی توحید کا بیان کرنا اور اس کی مدح وثنا کرنا اس کے واحد ولاشریک ہونے پر جیسے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ '' ''رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ '' (ب) اللہ سے معافی ورحمت یعنی آخرت کی چزیں مانگی جائیں جیسے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا (ج) تیسری قسم یہ ہے کہ دنیا کی چیزیں مانگی جائیں جیسے اے اللہ مجھے مال اور اولاد عطا فرما۔ ان صورت کو دعا اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے اول میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی نام لے کر اس کو پکارا جاتا ہے، تہلیل، تحمید اور تمجید کو بھی دعا کہا گیا ہے اور اس لیے کہ حدیث قدسی میں ہے ''جب کوئی بندہ

۱.....﴿''المفردات ''(حسین بن محمد المعروف بالراغب اصفہانی التوفی ۵۰۲ ھ) صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفےٰ الباز﴾

۲.....﴿''المنجد ''(لوئس معلوف) صفحہ ۲۱۶۔ مطبوعہ انتشارات قم ایران﴾

میری ثنا میں مشغول رہتا ہے اور مجھ سے مانگ نہیں سکتا تو میں جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں ان سب سے افضل اسے دیتا ہوں''

(۳) ''دعا کا معنی پکارنا بھی آتا ہے''

(۴) ''دعا کے معنی چیخ کر بلانا بھی آتا ہے۔''

(۵) ''بین کے معنی میں بھی آتا ہے''

(۶) ''پوچھنے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے ''اُدْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّن لَّنَا مَالَوْنُهَا''

(۷) ''کبھی دعوت کے معنی میں آتا ہے۔''

(۸) ''کبھی دعویٰ کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ''فلان یدعی بکرم فعاله ''یعنی فلاں اپنے کام کے اچھے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور ''ادّعت علی فلان کذا ''میں نے فلاں پر اس چیز کا دعویٰ کیا۔

(۹) ''دعا کبھی نام رکھنے کے معنی میں آتا ہے جیسے ''دعوته بزید، سمیته به ''یعنی میں نے اس کا نام زید رکھا۔ اور اللہ ﷻ کا قول ''ان دعوا للرحمن ولدا ای جعلوه ''یعنی انہوں نے نام رکھا کسی چیز کا رحمٰن کے لئے ولد۔

(۱۰) ''کبھی دعویٰ کرنے کے معنی میں آتا ہے جیسے ''ادّعیت الشیئ: زعمته لی حقا کان او باطلا ''میں نے کسی چیز کا ادّعیٰ کیا یعنی میں نے کہا وہ چیز میری ہے چاہے یہ دعوی حق ہو یا باطل ہو۔

(۱۱) ''کبھی دعا نسبت کرنے کے معنی میں آتا ہے، جیسے انسان اپنے باپ یا اپنے قبیلہ سے کسی اور کی طرف نسبت کرے ،لوگ اس طرح کیا کرتے تھے تو (شارع نے) اس سے روک دیا۔ اور جیسے ''یدعی الیه ای ینسب الیه فیقول فلان وفلان'' [۱]

(د) تاج العروس میں علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں

(۱) ''لفظ ''دُعاء'' (دال کی پیش الف ممدودہ کے ساتھ) ''الرغبة الی اللہ '' کے معنی میں آتا ہے یعنی اس سے مانگنا جو اس کے پاس خیر ہے اور مانگنے میں زاری اور عاجزی کرنا''

(۲) ''کبھی مجازاً جمع کے معنیٰ میں آتا ہے جیسے ''تداعوا الیه ای تجمّعوا ''یعنی لوگ ایک دوسرے کو بلا کر کسی کے پاس جمع ہو گئے۔''

(۳) ''اور کبھی مجازاً دعا کے معنی نازل کرنے کے آتے ہیں جیسے ''دعاه اللہ بمکروه ''یعنی اللہ تعالیٰ نے اس پر مصیبت اتاری''

(۴) ''کبھی مجازاً دعا کا معنی نام رکھنا بھی آتا ہے جیسے'' ادّعی زید کذا ''اور اس سے دِعوی ،

[۱]...... ﴿''لسان العرب'' (ابو الفضل محمد بن مکرم بن منظور افریقی المتوفی ۷۱۱ھ) جزء۱۴ صفحہ ۲۵۷ تا ۲۶۲ ۔ مطبوعہ دار صادر بیروت﴾

دَعوی، دَعوۃ ہے۔مصنف تاج العروس فرماتے ہیں کہ اس سے اسم ''دَعوۃ'' بھی آتا ہے جبکہ مصنف قاموس نے اس کا ذکر نہ کر کے تقصیر کا ارتکاب کیا حالانکہ یہ اسم اس معنی میں سورج سے زیادہ مشہور ہے۔

(۵) ''ان کے علاوہ کھانے پینے کی دعوت کے لئے آتا ہے مگر اس میں دال کی زبر ہوتی ہے۔''

(۶) ''کبھی دال کی زیر کے ساتھ ''نسب میں اپنے آپ کو کسی دوسرے کی طرف منسوب'' کرنے کے معنی میں آتا ہے جو حقیقت میں اس سے تعلق نہ رکھتا ہو۔

(۷) ''کبھی دعا کا لفظ میت پر بین کرنے کے معنی میں آتا ہے۔''

(۸) ''اور کبھی دعا کا لفظ ادّعیٰ مصدر سے تمنا کرنے، چاہنے اور خواہش آنے کے معنی میں آتا ہے۔جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَلَهُم مَّا يَدَّعُونَ'' جنتی میں جو دعا کریں گے انہیں مل جائے گی۔''

(۹) ''دعا کا ایک اور معنی استغاثہ ہے''

(۱۰) ''اور کبھی احتیاج اور ضرورت کے معنی میں آتا ہے جس کے کپڑے پرانے ہو گئے ہوں اسے کہا جاتا ہے ''دعت ثیابك'' کہ تیرے کپڑوں کو بدلنے کی ضرورت ہے۔''

(۱۱) ''دعا کبھی ایمان کے معنی میں آتا ہے یہ وجہ بخاری کے شارحین نے ذکر کیا ہے۔'' [۱]

خلاصہ

تفسیر، حدیث اور لغت عربی کی معتبر کتابوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ''دعا'' کا معنی صرف پکارنا نہیں بلکہ ''دعا'' کے معانی نسبت کرنا، نسبت دینا، نام رکھنا وغیرہ بھی ہیں۔لہٰذا صرف پکارنا کے معنی پر اصرار کرنا تفاسیر قرآن، شروح کتب حدیث اور کتب لغت عربی سے ناواقفی کی بناء پر ہے۔اس میں بعض معانی تو وہ ہیں کہ لفظ اُن میں حقیقت ہو کر مستعمل ہوتا ہے جیسے نسبت دی اور بعض معانی وہ ہیں جن میں لفظ بطور مجاز مستعمل ہوتا ہے جیسے نام رکھنا۔اس آیت اور اس حدیث میں مفسرین اور محدثین کی جماعت کا یہ قول کہ اس دعا سے مراد ''جعل، یا نام رکھنا یا منسوب کرنا'' ہے یہاں پر دعا کے پکارنے کے معنی میں آنے کی بالاتفاق نفی کر رہا ہے اس لئے کہ جب لفظ کئی معنوں میں مشترک ہو اور پھر ان میں سے ایک معنی مراد لے لیا جائے تو دوسرے معنی کی نفی ہو جاتی ہے، اسی طرح جب لفظ کا مجازی معنی مراد لیا جائے اور حقیقی معنی ان مذکورہ مقامات پر کوئی مفسر بھی مراد نہیں لیتا تو یہ اسی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ اس لفظ کا حقیقی معنی مراد لینا ناممکن ہو۔اس لئے یہاں دعا سے

---

[۱]......﴿''تاج العروس'' (سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی المتوفی ۱۲۰۵ھ) جزء ۱۰ صفحہ ۱۲۷ تا ۱۲۹۔مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

پکارنے کا معنی مراد لینا غلط قرار پایا، اور یہی وجہ ہے کہ حدیث کے اسمعیلی ترجمہ کو ہم نے غلط قرار دیا ہے۔

دُعا اور جعل ہم معنی کیسے ہیں؟

شاید کوئی یہ کہے کہ دعا کے معنی کہیں تو "جعل" کے کیے گئے ہیں اور کہیں نام رکھنا، نسبت دینے وغیرہ کے۔ ان میں اتفاق تو نہ ہوا؟

تو جواباً عرض ہے کہ جب کوئی کسی کو کسی کا بیٹا، مثیل یا شریک قرار دے تو ہمارا اس کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہے کہ اس کا نام اللہ کا بیٹا، اس کا مثیل، اس کا شریک رکھا۔ اور یوں ترجمہ کرنا بھی صحیح ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بطور بیٹا منسوب کیا، تو اس جگہ پر نام رکھنے اور منسوب کرنے کا ایک ہی معنی ہوا بلکہ اگر یہ بھی کہہ دیا جائے کہ "فلاں نے اللہ کے لئے کسی کے بیٹا ہونے کا یا کسی کے مثیل ہونے یا شریک ہونے کا دعویٰ کیا" تو بھی معنی یہی ہوگا۔ اور اس طرح جعل کا لفظ ہے اس جعل کا معنٰی جعل سازی یا جعلی ہونا نہیں ہے اگرچہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک یا مثیل مانا جائے تو ہوگا وہ جعلی شریک اور جعلی مثیل، سچا حقیقی مثیل اور شریک ناممکن ہے۔

اس لئے "وَجَعَلُوا لِلّٰہِ اَنْدَادًا" کی آیت میں "جَعَلَ" کا معنٰی بیان کرتے ہوئے تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

"والمراد من هذا الجعل الحكم والاعتقاد والقول والمراد من الأنداد الأشباه والشركاء وهذا الشريك يحتمل وجوها احدها انهم جعلوا للأصنام حظاً فيما أنعم الله به عليهم نحو قولهم هذا لله وهذا لشركائنا وثانيها أنهم شركوا بين الأصنام وبين الخالق العالم فى العبودية وثالثها أنهم كانوا يصرحون باثبات الشركاء لله وهو قولهم فى الحج لبيك لا شريك لك لبيك الا شريك هو لك تملكه وما ملك "[1]

"جعل" سے مراد حکم لگانا، عقیدہ رکھنا اور قائل ہونا ہے اور "ند" سے مراد شبیہ اور شریک ہے۔

بندوں نے شبیہ اور شریک ہونے کا حکم کسی پر کیسے لگایا؟ اس کی کئی وجہیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ لوگ جو اللہ کے دیئے ہوئے مال اور اسکی دی ہوئی نعمتوں میں بتوں کا حصہ مقرر کیا۔ جیسا کہ وہ کہتے تھے یہ مال تو اللہ کے لئے اور یہ ان کے لئے جو ہمارے (وجود اور ہمارے اموال کی ملکیت میں اللہ کے) شریک ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ انہوں نے اللہ تعالی اور بتوں کے درمیان بندوں کی عبودیت میں شرکت کا قول کیا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ کھل کر یہ کہتے تھے کہ اللہ کے شریک موجود ہیں

---

[1]..... ﴿"تفسیر کبیر" (امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۴ھ) جزء ۱۹ صفحہ ۱۲۶۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

چنانچہ حج میں وہ کہتے تھے حاضر ہوں تیرے دربار میں اے اللہ تیرا کوئی بھی شریک نہیں۔ ماسوائے ایک شریک کے کہ وہ تیری ملکیت ہے کہ تو اس کا بھی مالک ہے اور اس کے مملوک لوگوں اور چیزوں کا بھی۔

فوٹو حوالہ ﴿"تفسیر کبیر" جزء ۱۹ صفحہ ۱۲۶۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

﴿المسالة الاولى﴾ انه تعالى لما حكى عنهم انهم بدلوا نعمة الله كفرا ذكر انهم بعد ان كفروا بالله جعلوا له أندادا ، والمراد من هذا الجعل الحكم والاعتقاد والقول ، والمراد من الأنداد الأشباه والشركاء ، وهذا الشريك يحتمل وجوها : أحدها : أنهم جعلوا للأصنام حظاً فيما أنعم الله به عليهم نحو قولهم هذا لله وهذا لشركائنا . وثانيها أنهم شركوا بين الأصنام وبين خالق العالم في العبودية . وثالثها أنهم كانوا يصرحون باثبات الشركاء لله وهو قولهم في الحج: لبيك لا شريك لك إلا شريك هو لك تملكه وما ملك .

علامہ رازی کے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ کسی چیز کو شبیہ اور شریک بنانے کا مطلب یہ حکم لگانا یعنی دعویٰ کرنا اور اپنے عقیدے میں یہ نسبت دینا ہے کہ وہ چیزیں اللہ کی شبیہ اور شریک ہیں اور یہی مطلب دعویٰ کرنے، نسبت کرنے اور نام رکھنے کا تھا۔ ثابت ہوا کہ یہاں پر جعل کا معنی حقیقتاً بنانا نہیں ہے بلکہ اس کو شبیہ، مثیل اور شریک ماننا، قرار دینا، ٹھہرانا، منسوب کرنا، نام رکھنا اور دعویٰ کرنا ہے۔ ان کے تراشنے یا کہنے سے وہ چیز فی الحقیقت شریک یا شبیہ نہیں بن جاتی۔

(فائدہ) جعل کے ایک معنی پیدا کرنے کے آتے ہیں، اور ایک معنی ایک شخص کے لئے ایک صفت ثابت کرنے کے آتے ہیں، جب کہ وہ شخص پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ جن جن آیات اور احادیث میں لفظ جعل کا اسناد انسانوں کی طرف ہوا وہاں اگر جعل کا معنی خلق کیا جائے تو وہ غلط ہوگا کیونکہ انسان جو مکھی کا پر نہیں بنا سکتا وہ اللہ کے شریک اور مثیل کیسے پیدا کرے گا، اس لئے یہاں مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو موصوف بالشریک ٹھہرایا یا موصوف بالولد ٹھہرایا یا اس کا دعویٰ کیا۔

پیدا کرنے کا معنی جب جعل ہو تو اسے جعل مفرد کہتے ہیں، اور جب کسی موجود چیز کے ساتھ کسی وصف کی نسبت کرنے کے بارے میں ہو تو اسے جعل مرکب کہتے ہیں یا جعل مؤلف یا جعل اختراعی کہتے ہیں۔ تو ایسے مقامات پر جعل مرکب مراد ہوگا۔

ہر جگہ حاضر و ناظر اور مثیل و شبیہ

شاید خاں صاحب گکھڑوی نے یہ سوچا ہو کہ وہ جب اس عبارت کو پیش کریں گے تو پڑھنے والا ابتداء ہی سے یہ ذہن بنا لے گا کہ سُنی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر مان کر خدا کا مثل اور خدا کا شریک مانتے ہیں۔ جب سُنیوں سے

متنفر ہو جائے گا تو پھر خاں صاحب گکھڑوی کی اگلی بات اور تقویۃ الایمان کا بچانے کے لئے ان کی ہدایت اسے بے شک سمجھ میں نہ آئے لیکن وہ خاں صاحب گکھڑوی کی حمایت سے دست بردار نہ ہوگا۔ اس لئے اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو سے قبل مختصراً عرض کردوں کہ ہمارے مخاطب دونوں اسماعیلی گروہ، علماء دیوبند، علماء اہل حدیث کی کتابوں میں یہ بات واضح طور پر درج ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ میں نہیں۔ سوائے علماء اہل حدیث کے کہ وہ صرف عرش پر اللہ تعالیٰ کا مانتے ہیں البتہ رات کے ایک حصہ میں ساتوں آسمانوں میں سے صرف ایک یعنی پہلے آسمان پر تشریف لاتا ہے اور فجر ہونے سے پہلے وہاں نہیں رہتا بلکہ اس میں بھی ان کا اختلاف ہے کہ جب وہ پہلے آسمان پر آیا تو کیا عرش اس سے خالی ہو گیا یا وہ عرش پر بھی موجود رہا۔

چنانچہ "نزل الابرار" علمائے اہل حدیث کے مشہور عالم ان کے مولانا وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں "وھو فی جھۃ الفوق ومکانہ العرش" (۱) اور اللہ تعالیٰ بلندی کی سمت میں ہے اور اس کا مکان عرش ہے۔

فوٹو حوالہ ﴿"نزل الابرار" جلد اوّل صفحہ ۳۔ مطبوعہ مطبع سعید بنارس﴾

ویساذ بھم بصوت وھو شئی لا کالاشیاء ونفس لا کالنفوس وذات لا کالذات وشخص لا کالاشخاص ومرء لا کالناس وھو فی جھۃ الفوق ومکانہ العرش ولہ صورۃ ھی احسن الصور ولہ ان یتجلی فی ای صورۃ شاء ولہ تعالے

یہی علامہ صاحب اپنی ایک دوسری کتاب "ھدیۃ المھدی" میں لکھتے ہیں

"قال شیخنا ابن تیمیہ ھو تعالی علی عرشہ وعرشہ فوق سمواتہ" ۲

مزید آگے لکھا "وکذلک النزول والصعود فینزل ربنا تبارک وتعالی کل لیلۃ الی السماء الدنیا بذاتہ ثم یصعد الی عرشہ و کرسیہ واذا نزل فھل یخلو منہ العرش اولا فیہ قولان ورجح الحافظ ابن مندہ القول الاول وقال انہ ماذھب الیہ امامنا احمد بن حنبل ورجح شیخنا ابن تیمیہ القول الثانی" ۳

مزید آگے لکھا "وقال الحافظ عبد الرحمن بن مندہ انہ تعالی اذانزل یخلو منہ العرش وھذا ھو الانتقال وحکی ابن تیمیۃ انہ ینزل کما انا انزل من المنبر" ۴

اور ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے اور اس کا عرش اُس کے آسمانوں کے اوپر ہے۔

۱...... ﴿"نزل الابرار" (وحید الزمان) جلد اوّل صفحہ ۳۔ مطبوعہ مطبع سعید بنارس﴾

۲...... ﴿"ھدیۃ المھدی" (وحید الزمان) جزء اوّل صفحہ ۱۰۔ مطبوعہ مطبع میور دہلی قدیم﴾

۳...... ﴿"ھدیۃ المھدی" (وحید الزمان) جزء اوّل صفحہ ۱۰۔ مطبوعہ مطبع میور دہلی قدیم﴾

۴...... ﴿"ھدیۃ المھدی" (وحید الزمان) جزء اوّل صفحہ ۱۱۔ مطبوعہ مطبع میور دہلی قدیم﴾

آگے چل کر لکھا ’’اسی طرح سے اترنے اور چڑھنے کا مسئلہ ہے تو ہمارا رب تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر خود بذاتہ تشریف لاتا ہے۔ پھر کچھ دیر بعد وہ اپنے عرش اور کرسی کی جانب چڑھ جاتا ہے (یہاں ایک مسئلہ اور ہے) کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر اترے تو عرش کیا اس سے خالی ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ اس میں دو قول ہیں حافظ ابن مندہ نے پہلے قول کو ترجیح دی اور یوں فرمایا کہ یہ ہمارے امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے۔ اور ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔‘‘

آگے چل کر لکھا ’’حافظ عبد الرحمان بن مندہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جب آسمان دنیا پر اترے تو عرش اُس سے خالی ہو جاتا ہے اور اِسی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا کہتے ہیں اور ابن تیمیہ سے حکایت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے آسمان سے ایسے اترتا ہے جیسے میں منبر سے اتر رہا ہوں‘‘

فوٹو حوالہ ﴿’’هدية المهدى‘‘ جزءاوّل صفحہ ۱۰، ۱۱۔ مطبوعہ مطبع میور دہلی قدیم﴾

علوه وما يجب له ويمتنع عليه من افراخ الجهمية والمعتزلة والفلاسفة وقال
شيخنا ابن تيمية هو تعالى على عرشه وعرشه فوق سمواته كما ورد في رواية
ابي داؤد وهو حديث حسن وليس معنى قوله وهو معكم انه مختلط بالخلق
فان هذا لا توجبه اللغة وهو خلاف ما اجمع عليه سلف الامة وخلاف ما فطر
الله عليه الخلق وكذلك النزول والصعود فينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة الى
السماء الدنيا بل انه ثم يصعد الى عرشه وكرسيه واذا نزل فهل يخلو منه العرش
اولا فيه قولان ورجح الحافظ ابن مندة القول الاول وقال انه مذهب امامنا

وان هو عليه الحركة والانتقال من مكان الى مكان كما قال وجاء ربك وقال
هل ينظرون الا ان يأتيهم الله وفي الحديث اتيته هرولة واخرج البخاري
وابن الاثرم في كتاب السنة عن فضيل بن عياض احد الاولياء الكرام رد
عليهم العظام قال اذا قال لك الجهمي انا اكفر برب يزول عن مكانه فقل
انا اومن برب يفعل ما يشاء وقال الحافظ عبد الرحمان بن مندة انه تعالى
ينزل يخلو منه العرش وهذا هو الانتقال وحكى عن ابن تيمية انه ينزل كما

رہے علماء دیوبند وہ نہ عرش پر مانتے ہیں نہ ہی آسمان وزمین اور نہ ان کے مابین کسی اور مکان میں چنانچہ کتاب ’’عقائد علماء دیوبند‘‘ تالیف جناب خلیل احمد سہارن پوری میں اپنے خودساختہ سوال نمبر ۱۳، ۱۴ میں تحریر کرتے ہیں

’’سوال: کیا کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے اس قسم کے قول میں کہ رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔ کیا جائز سمجھتے ہو باری تعالیٰ کے لئے جہت ومکان کا ثابت کرنا، کیا رائے ہے۔‘‘ اس کے جواب میں لکھتے ہیں ’’البتہ جہت ومکان کا اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ جہت ومکانیت اور جملہ علامات حدود سے منزہ وعالی ہے۔‘‘ [1]

فوٹو حوالہ ﴿’’عقائد علماء دیوبند‘‘ صفحہ ۴۱، ۴۲۔ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور﴾

متقدمین کی رائے ہے اور ہمارے متاخرین
اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت و
شرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں
تاکہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے
مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت، تو یہ بھی
ہمارے نزدیک حق ہے۔ البتہ جہت ومکان کا
اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے
اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت ومکانیت اور
جملہ علامات حدوث سے منزہ وعالی ہے۔

---

[1]...... ﴿’’عقائد علماء دیوبند‘‘ (خلیل احمد سہارن پوری) صفحہ ۴۱، ۴۲۔ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور﴾

تو ثابت ہوا کہ علماء دیوبند کے نزدیک اللہ تعالیٰ نہ اوپر ہے نہ نیچے، نہ دائیں نہ بائیں، نہ آگے نہ پیچھے، نہ شمال نہ جنوب، نہ مغرب و مشرق، نہ عرش پر اور نہ آسمانوں پر، نہ زمینوں میں نہ فضاؤں میں۔

ان حوالہ جات سے ہمارے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب ان حضرات کے نزدیک اللہ تعالیٰ کسی مکان میں نہیں تو پھر کئی مکانوں میں ہونا اُس کی صفت نہ رہی۔ اس لیے کسی بندے کو کئی مکان میں ماننا شرک نہ ٹھہرا کیوں کہ اُس کی کوئی صفت بندہ کے لئے ثابت نہیں۔

حاضر و ناظر ہونے کے کتنے معنیٰ ہیں

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ ہمارا موضوع مصنف تقویۃ الایمان اسمٰعیل دہلوی کی اس عبارت کے متعلق سوچنا تھا جس میں ہر بڑی چھوٹی مخلوق کی تفصیل کے ساتھ انہیں اللہ کے روبرو چمار سے زیادہ ذلیل کہا گیا، بلکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام علیہم رحمۃ اللہ والرضوان کی تعیین کے ساتھ انہیں ذرۂ ناچیز سے کمتر قرار دیا گیا، حاضر و ناظر کی بحث یہاں لانا ہمارا مقصد نہ تھا لیکن خاں صاحب گکھڑوی نے تقویۃ الایمانی عبارت کے نقل کرتے وقت اس میں بلاضرورت اضافہ کر کے خوامخواہ سُنیوں کو اس طرف آنے کے لئے مجبور کیا ہے

اس لئے عرض ہے کہ حاضر و ناظر کے درج ذیل معانی ہیں

۱۔ حاضر و ناظر ہونا، یعنی اپنی ذات کے ساتھ موجود بھی اور اپنی آنکھ سے دیکھنا بھی ہو۔

۲۔ صرف حاضر ہونا جیسے کوئی کسی بات کا عالم ہو۔

۳۔ صرف حاضر ہونا بغیر علم کے جیسے کوئی ناسمجھ بچہ، یا پاگل یا بے ہوش یا نیند کرنے والا یا بے توجہ کہیں موجود ہو مگر وہاں پر ہونے والے واقعہ کو نہ سمجھ سکے اور نہ جان سکے۔

۴۔ صرف ناظر ہونا، یعنی وہ دیکھ رہا ہے لیکن وہاں حاضر نہیں جیسے ٹی وی سکرین پر ہم کسی کو دور سے دیکھ رہے ہوتے ہیں مگر وہ وہاں حاضر نہیں،

۵۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا، یعنی زمین پر کوئی جگہ ایسی نہ ہو جو اس کی نگاہ سے چوکی ہو کہ وہ نہ دیکھ سکے۔

۶۔ اکثر جگہ حاضر و ناظر ہونا، یعنی کوئی دنیا یا زمین کے اکثر مقامات پر دیکھ رہا ہو لیکن بعض جگہیں اس سے چھپ بھی جاتی ہوں اور اس کو اس کا کوئی پتہ نہ ہو۔

۷۔ ایک جگہ پر حاضر و ناظر ہونا، اور وہ یہ ہے کہ سمجھ دار، عقلمند، سننے دیکھنے والا، کوئی شخص کہیں موجود ہو تو اس جگہ وہ حاضر و ناظر ہے۔ اور یہ اقسام پر ذی فہم پر بالبداہت واضح ہیں۔

پھران ساتوں میں ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ایک یہ کہ کوئی شخص یہ کمال اللہ کے بنانے سے رکھتا ہو، دوسری یہ کہ کوئی شخص مثلاً ذاتی طور پر اللہ کی طرح یہ کمالات رکھتا ہو نہ کہ اللہ کے بنانے سے یعنی اس کے کمالات واجب الوجود کے کمالات کی طرح بالذات قدیم، لافانی ہوں، یہ کل چودہ قسمیں ہوئیں پھران کے بعد کسی کو ان معانی میں سے کسی معنیٰ کے پیش نظر یا مذکورہ بالا الفاظ میں سے کسی لفظ کے ساتھ حاضر و ناظر مان کر ندا کرنے کا مسئلہ ہے یعنی ایک تو کسی کو ان چودہ معانی میں سے کسی معنی میں سے حاضر و ناظر ماننا ہے اور دوسرا اس معنی کو ماننے کے ساتھ اسے ندا کرنا ہے اس طرح یہ کل اٹھائیس قسمیں ہوئیں۔

ان اٹھائیس قسموں میں سے کون کون سی قسم شرک قرار پاتی ہے اس میں دیوبندی مسلک والوں کے (مولانا سرفراز خاں صاحب گکھڑوی سے لے کر مدرسہ دیوبند کے زعماء تک) اور مسلک اہل حدیث کے مشترکہ پیشواء مصنف تقویۃ الایمان اور ان کے متبعین دونوں گروہ سب اس پر متفق ہیں کہ شرک صرف یہ ہے کہ کسی کو ہر جگہ حاضر و ناظر مان کر اس کو پکارا بھی جائے۔البتہ اس میں فرق نہیں کرتے کہ اس کو اس درجہ کا حاضر و ناظر ماننا بذات خود سمجھیں یا بجعل الٰہی جانیں۔تو اس طرح ان کے نزدیک صرف دو قسمیں شرک ہوئیں باقی کسی قسم میں کوئی شرک نہیں، نہ صرف ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے، نہ صرف پکارنا۔باقی قسموں کا تو ذکر ہی کیا ہے؟۔

ہمارے اس دعویٰ کی وضاحت کے لئے پہلے خاں صاحب گکھڑوی کی نقل کردہ مصنف تقویۃ الایمان کی عبارت کو دوبارہ پڑھیں۔مصنف تقویۃ الایمان نے لکھا ہے

''ف:......یعنی جیسے کہ اللہ کو سمجھتے ہیں تو وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور سب کام اس کے اختیار میں ہے، سو ہر مشکل کے وقت یہی سمجھ کر اس کو پکارتے ہیں سو کسی اور کو اس طرح کا سمجھ کر پکارنا نہ چاہیے کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔اوّل تو یہ بات بھی غلط ہے کہ کسی کو کچھ حاجت برلانے کی حاجت ہووے یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہووے'' ۱؎

فوٹو حوالہ ﴿''عبارات اکابر''صفحہ ۷۹۔مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

ف:۔یعنی جیسے کہ اللہ کو سمجھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور سب کام
اس کے اختیار میں ہیں سو ہر مشکل کے وقت یہی سمجھ کر اس کو پکارتے ہیں سو کسی اور
کو اس طرح کا سمجھ کر پکارنا نہ چاہیے کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ اوّل تو یہ بات خود
غلط ہے کہ کسی کو کچھ حاجت برلانے کی طاقت ہووے یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہو۔
دوسرے یہ کہ ہمارا صاحب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے

اس عبارت میں مصنف تقویۃ الایمان نے ہر جگہ حاضر و ناظر مان کر پکارنے کو شرک کہا ہے کیونکہ اسے سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے اور سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔اور تفصیل میں ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کو صرف غلط بات کہا ہے اور س

۱؎......﴿''عبارات اکابر''(محمد سرفراز خاں گکھڑوی التوفی ۱۴۳۰ھ)صفحہ ۷۹۔طبع اوّل اکتوبر ۱۹۷۲ء مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

سے بڑا گناہ تو ایک طرف صرف گناہ بھی نہیں کہا۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ تمہاری بات تب درست ہو سکتی تھی جب وہ کسی مخلوق کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے اور شرک نہ کہتے البتہ اس کے پکارنے کو شرک قرار دیتے، پھر تو آپ کہہ سکتے تھے کہ ان کے نزدیک ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا شرک نہیں بلکہ یہ مان کر پھر اس کو پکارنا شرک ہے۔

تو لیجئے جناب! خاں صاحب گکھڑوی کے پیشوا جناب خلیل احمد سہارن پوری اپنی کتاب ''البراھین القاطعة علی ظلام الانوار الساطعة ''میں جو کہ ٹائٹل کے مطابق (خاں صاحب گکھڑوی کے بقول ''قطب وقت'' تبرید النواظر صفحہ ۷۰ مطبوعہ گکھڑ) جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کے ارشاد (اور حکم و رہنمائی) پر لکھی گئی ہے، بلکہ گنگوہی صاحب نے خود لکھا کہ میں نے اس کتاب کو اول تا آخر بغور دیکھا ہے اور آگے مصنف اور کتاب کی بڑی تعریف کی ہے (تو گنگوہی صاحب خود بھی اس کتاب کے حرف حرف کے ذمہ دار ٹھہرتے ہیں) اس کتاب میں بانیان دیوبندیت سہارن پوری اور گنگوہی صاحب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ شیطان اور ملک الموت ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں جس کو وہ اپنی اصطلاح میں علم محیط زمین کا ثابت ہونا کہتے ہیں ملاحظہ فرمائیں ان کے اپنے الفاظ میں

''اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا'' [1]

مزید آگے چل کر اسی صفحہ پر لکھا ''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے'' [2]

فوٹو حوالہ ﴿''البراھین القاطعه''صفحہ ۵۵۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی﴾

دور از علم و عقل ہے۔ الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور خاصہ کی تعریف تہذیب

حضرت خضر کو علم اس سے زیادہ پر قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ کو باوجود افضلیت کے نہ تھا تو وہ حضرت خضر مفضول کی برابر اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے پس آفتاب و ماہتاب کو جو اس ہیئت وسعت نور پیدا کیا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت

[1]......﴿''البراھین القاطعه''(خلیل احمد سہارنپوری المتوفی ۱۳۴۶ھ) صفحہ ۵۵۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی﴾

[2]......﴿''البراھین القاطعه''(خلیل احمد سہارنپوری المتوفی ۱۳۴۶ھ) صفحہ ۵۵۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی﴾

خاں صاحب گکھڑوی کے مسلک کے دونوں پیشوا یہ بات بلا خطر مان رہے ہیں کہ شیطان اور ملک الموت پوری زمین پر اپنے علم سے محیط اور حاضر و ناضر ہیں۔ پس وہ مطمئن ہیں کہ اپنے دیوبندی نظریہ کی رُو سے مشرک، کافر نہیں بنے، ظاہر اس کی اور کوئی وجہ نہیں، یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ انہیں پکارا نہیں ہے۔

ایک مغالطہ کا ازالہ

شاید کوئی یہ کہے کہ اس براہین کے مصنف نے علم محیط کہا ہے، حاضر و ناظر کہاں سے ثابت ہو گیا؟

تو جواباً عرض ہے کہ اسی براہین قاطعہ (مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، مدنی کتب گوجرانوالہ) میں ہر صفحہ پر اوپر کے حصے میں کتاب ''انوار ساطعہ'' کو رکھا ہے، انوار ساطعہ کے مصنف نے اُسی صفحہ پر یہ لکھا

''ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے'' پھر آگے علامہ شامی کے حوالہ سے لکھا کہ ''شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچالیا''

یہ صاف صاف علماء دیوبند کے مسلّمہ دلائل سے ملک الموت اور شیطان کے حاضر و ناظر ہونے کا بیان تھا۔ تو خاں صاحب گکھڑوی کے پیشوا خلیل احمد سہارن پوری صاحب اسی صفحہ کے نچلے کالم میں اس عبارت کا رد کر رہے ہیں جس طرح فتویٰ سوال سے سمجھا جاتا ہے اسی طرح تردیدی جواب کو اس عبارت سے سمجھا جاتا ہے جس کا جواب دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ سہارن پوری اور گنگوہی صاحبان شیطان اور ملک الموت کا حاضر و ناظر ہونا اپنے گمان میں ایسی احادیث سے مان رہے ہیں جو نص قطعی کا درجہ رکھتی ہیں۔ اسی لیے وہ کہہ رہے ہے کہ

''شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت کی کونسی نص قطعی ہے''

اب رہی دوسری بات کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت یہاں سے آپ کے وصال کے بعد پکارا جائے تو علماء دیوبند کے نزدیک یہ بھی شرک اس وقت ہو گا جب پکارنے والا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھ کر پکار رہا ہو اور اگر وہ ہر جگہ حاضر و ناظر نہ سمجھے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنے سے ان کے نزدیک بھی شرک ثابت نہیں ہوتا، چنانچہ خاں صاحب گکھڑوی اپنی کتاب ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' میں جس کا پورا نام ''تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر'' ہے لکھتے ہیں

''اگر کوئی شخص محض عشق و محبت کے نشہ سے سرشار ہو کر یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ کہے تو جائز اور صحیح ہے، ہم اور ہمارے اکابر اس کے قائل ہیں مگر آپ کو حاضر و ناظر سمجھ کر یا استمداد و استعانت کے طور پر یا رسول اللہ کہنا جائز نہیں'' [1]

---

[1]...... ﴿''آنکھوں کی ٹھنڈک'' (محمد سرفراز خاں گکھڑوی المتوفی ۱۴۳۰ھ) صفحہ ۱۷۱۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

فوٹوحوالہ ”آنکھوں کی ٹھنڈک“ صفحہ ۱۷۱۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

لہ اگر کوئی شخص محض عشق اور محبت کے نشہ سے سرشار ہو کر یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ کہے تو جائز اور صحیح ہے۔ ہم اور ہمارے اکابر اس کے قائل ہیں مگر آپ کو حاضر و ناظر سمجھ کر یا استمداد اور استعانت کے طور پر یا رسول اللہ کہنا جائز نہیں ہے

ہمارے پیش کردہ ان دونوں حوالوں سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ دیوبندی مسلک میں بغیر حاضر و ناظر کے عقیدے کے یہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے وصال کے بعد پکارنا اب بھی شرک نہیں۔

دوسری یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اگر چہ ان حضرات کے نزدیک بھی ملک الموت خدا نہیں، لیکن زمین پر ہر جگہ حاضر ہیں اور ناظر بھی ہیں، کیونکہ اپنے اُس مطلوب کی پہچان رکھتے ہیں جس کی روح نکالنی ہوتی ہے اور روح نکالنے کی قدرت بھی ان میں رکھی گئی ہے مگر اس طرح ماننا شرک نہیں۔ اور وہ شیطان کو بھی تمام انسانوں کے ساتھ حاضر مانتے ہیں ان کا علم رکھتا ہے اور انہیں دیکھتا ہے اور ان کے دل میں وسوسے ڈال سکتا ہے اور ڈالتا ہے مگر شیطان کو اس طرح ماننا اور تمام زمین پر اس کے علم کو مُحیط (ہر طرف گھیرنے والا) جاننا شرک نہیں سمجھتے۔ ایسا کیوں ہے ان کے لئے اس کا جواب دینا شاید مشکل ہو تو اس کی وضاحت ہم کر دیتے ہیں کہ جب وہ ملک الموت کو اور اسی طرح شیطان کو صرف عالم محیط بالعلم یعنی حاضر و ناظر مانتے ہیں لیکن جب وہ نہ ملک الموت کو پکارتے ہیں نہ شیطان کو، تو یہ ان کے نزدیک شرک کی تعریف سے باہر نکل گیا، مگر جو سُنی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتا ہے وہ ہر جگہ حاضر و ناظر بمعنی عالم محیط بالارض بعلمہٖ سمجھ کر پکارتا ہے تو پھر اگر وہ مدد کے لئے نہ بھی پکارے تو ان کے نزدیک مشرک ہے۔ کیونکہ کم از کم وہ دو چیزیں جمع ہوگئیں جن کے جمع ہو جانے سے ان لوگوں کے نزدیک شرک کا فتویٰ لگتا ہے۔ اسی لیے براہین قاطعہ میں یہ لکھا ”فخر عالم کی وسعت کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے“

قارئین کرام! بلا امتیاز سُنی اور دیوبندی، مسلم اور غیر مسلم کے ہر شخص جو دیکھتا، سنتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس مقام پر حاضر و ناظر سمجھ رہا ہے جہاں وہ موجود ہے اور اسی طرح ہر وہ شخص جو اسے دیکھ رہا ہے وہ بھی اسے حاضر و ناظر سمجھتا ہے اور اسی طرح ایک دوسرے کو پکارتا بھی ہے، قرآن مجید اور احادیث میں اس طرح کی متعدد نصوص ہیں

(مثلاً سورۃ الکھف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ”قَالُوا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا“ انہوں نے کہا اے ذوالقرنین بیشک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں، تو کیا ہم آپ کے لئے (کچھ) مال مہیا کر دیں اس شرط پر کہ آپ بنا دیں ہمارے اور ان کے درمیان (آڑ کے

لئے) ایک (اونچی مضبوط) دیوار۔ [1]

اسی طرح بے شمار احادیث شریفہ ہیں جن میں سے مثال کے طور پر ایک حدیث یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''یاعلی ثلاث لا تؤخّرِھا'' (۲) اے علی (رضی اللہ عنہ) تین چیزیں ہیں ان میں تم دیر نہ کرنا)

اس پر تمام دنیا کے حق اور ناحق اہل دین کا اجماع ہے، اس لئے اہل اسلام کے نزدیک یہ دونوں قسمیں اس وقت شرک نہیں رہتیں جب کہ کوئی شخص اپنے آپ کو اسی جگہ بعطائے الٰہی حاضر و ناظر سمجھے اور اس طرح اس دوسرے کو جو وہاں موجود ہے بعطائے الٰہی حاضر و ناظر سمجھے۔ مذکورہ بالا آیت اور حدیث سے بھی اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے اور خود علمائے دیوبند، علمائے اہل حدیث دیگر تمام شعب وہابیہ ابن تیمیہ کے اتباع ہونے کی وجہ سے ماتحت الاسباب کہہ کر کھلم کھلا کہتے ہیں یہ شرک نہیں۔

ایک سے زیادہ مقامات پر حاضر ہونا

۱۔ ایک خاتون جو مکہ معظمہ میں ۱۲ سال تک مقیم رہیں، بتاتی ہیں ''جن ایام میں میرا قیام مکہ معظمہ میں تھا، روزانہ میں نے صبح کی نماز حضرت کو حرم شریف میں پڑھتے دیکھا، اور لوگوں سے سنا بھی کہ یہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ہیں، گنگوہ سے تشریف لایا کرتے ہیں'' [3]

''روزانہ'' کا لفظ بتا رہا ہے کہ گنگوہی صاحب ۱۲ برس ہندوستان اور مکہ میں بیک وقت حاضر تھے۔

فوٹو حوالہ ﴿''تذکرۃ الرشید'' جزء دوم صفحہ ۲۱۲۔ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور﴾

مولوی محمود حسن صاحب نگینوی فرماتے ہین کہ میری خوشدامن صاحبہ جو اپنے والد کے ہمراہ مکہ معظمہ مین بارہ سال تک مقیم رہین نہایت پارسا اور عابدہ زاہدہ تھین سیکڑون احادیث بھی انکو حفظ تھین انہون نے مجھسے فرمایا کہ بیٹا حضرت کے بہت شاگرد و مرید ہین مگر کسی نے حضرت کو نہین پہچانا جن ایام مین میرا قیام مکہ معظمہ مین تھا روزانہ مین نے صبح کی نماز حضرت کو حرم شریف مین پڑھتے دیکھا ہے اور لوگون سے سنا بھی کہ یہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ہین گنگوہ سے تشریف لایا کرتے ہین۔

۲۔ اس طرح ''اشرف السوانح'' کا یہ واقعہ ملاحظہ ہو

''ایک صاحب نے خود احقر سے یہیں خانقاہ میں بایں عنوان اپنا واقعہ بیان کیا کہ گو دیکھنے میں تو حضرت والا یہاں

۱..... ﴿''سورۃ الکہف: الآیۃ ۹۴'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۲..... ﴿''جام الترمذی'' (ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ) جلد اوّل صفحہ ۳۳۳۔ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور﴾

☆..... ﴿''الجامع الصغیر'' (جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ) جلد اوّل صفحہ ۲۱۰۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

۳..... ﴿''تذکرۃ الرشید'' (محمد عاشق الٰہی میرٹھی) جزء دوم صفحہ ۲۱۲۔ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور﴾

بیٹھے ہوئے ہیں لیکن کیا خبر اس وقت کہاں پر ہوں کیونکہ میں ایک بار خود حضرت والا کو باوجود تھانہ بھون میں ہونے کے علی گڑھ میں دیکھ چکا ہوں جب کہ وہاں نمائش تھی اور اس کے اندر سخت آگ لگی ہوئی تھی۔ میں بھی اس نمائش میں اپنی دکان لے گیا تھا جس روز آگ لگنے والی تھی اس روز خلاف معمول عصر ہی کے وقت سے میرے قلب کے اندر ایک وحشت سی پیدا ہونے لگی۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ باوجود اس کے کہ اصل بکری کا وقت وہی تھا لیکن میں نے اپنے دکان کا سارا سامان قبل از وقت ہی سمیٹ سمیٹ کر بکسوں میں بھرنا شروع کر دیا۔ جب بعد مغرب آگ لگنے کا غل شور ہوا تو چونکہ میں اکیلا تھا اور بکس بھاری بھاری تھے اس لئے میں سخت پریشان ہوا کہ یا اللہ دوکان سے باہر کیونکر لے جاؤں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دفعۃً حضرت والا نمودار ہوئے اور بکسوں میں سے ایک ایک بکس کے پاس تشریف لے جا کر فرمایا کہ جلدی سے اٹھاؤ۔ چنانچہ ایک طرف سے تو اس بکس کو خود اٹھایا اور دوسری طرف سے میں نے اٹھایا۔ اسی طرح تھوڑی دیر بعد میں ایک ایک کر کے سارے بکس باہر رکھوا دیئے۔ [1]

اس واقعہ میں بھی حضرت تھانوی دو مقام پر حاضر بھی ہوئے۔ دیکھا بھی سہی۔ یعنی ناظر بھی ہوئے۔ اور مدد بھی کی یعنی مافوق الاسباب ناصر و معین بھی ہوئے

فوٹو حوالہ ﴿''اشرف السوانح'' جزء سوئم صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳۔ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان﴾

عرصہ دراز ہوا ایک صاحب نے خود احقر سے یہیں خانقاہ میں بایں عنوان اپنا واقعہ بیان کیا کہ گو دیکھنے میں تو حضرت والا یہاں بیٹھے ہوئے ہیں لیکن کیا خبر اس وقت کہاں پر ہوں کیونکہ میں ایک بار خود حضرت والا کو باوجود تھانہ بھون میں ہونے کے علی گڑھ میں دیکھ چکا ہوں جبکہ وہاں نمائش تھی اور اس کے اندر سخت آگ لگی تھی۔ میں بھی اس نمائش میں اپنی دکان لے گیا تھا جس روز آگ لگنے والی تھی اس روز خلاف معمول عصر ہی کے وقت سے میرے قلب کے اندر ایک وحشت سی پیدا ہونے لگی جس کا یہ اثر ہوا کہ باوجود اس کے کہ اصل بکری کا وقت وہی تھا لیکن میں نے اپنے دوکان کا سارا سامان قبل از وقت ہی سمیٹ سمیٹ کر بکسوں میں بھرنا شروع کر دیا جب بعد مغرب آگ لگنے کا غل شور ہوا تو چونکہ میں اکیلا تھا اور بکس بھاری بھاری تھے اس لئے میں سخت پریشان ہوا کہ یا اللہ دوکان سے باہر کیونکر لے جاؤں

اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دفعۃً حضرت والا نمودار ہوئے اور بکسوں میں سے ایک ایک بکس کے پاس تشریف لیجا کر فرمایا کہ جلدی سے اٹھاؤ۔ چنانچہ ایک طرف سے تو اس بکس کو خود اٹھایا اور دوسری طرف سے میں نے اٹھایا۔ اسی طرح تھوڑی دیر بعد میں ایک ایک کر کے سارے بکس باہر رکھوا دیئے۔ اس آگ سے اور دوکانداروں کا تو بہت نقصان ہوا لیکن بفضلہ تعالیٰ میرا سب سامان بچ گیا۔ اس واقعہ کو سن کر احقر نے ان سے پوچھا کہ آپ نے حضرت والا سے یہ نہ دریافت کیا کہ آپ یہاں کہاں اس پر انہوں نے کہا کہ ابھی کچھ پوچھنے کچھنے کا مجھ کو اس

۳۔ ایک اور واقعہ جس کے راوی خود تھانوی صاحب ہیں انہیں کے لفظوں میں ملاحظہ ہو جسے ''ملفوظات

[1] ﴿''اشرف السوانح'' (عزیز الرحمٰن) جزء سوئم صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳۔ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان﴾

مولانا اشرف علی تھانوی'' صفحہ ۴۰۹ مطبوعہ پاکستان اور ہفت روزہ چٹان ۲۴ دسمبر ۱۹۶۲ء کے حوالہ سے رئیس التحریر علامہ محمد ارشد القادری علیہ الرحمۃ نے ''زلزلہ'' میں نقل کیا

''مولانا اسمٰعیل دہلوی کے قافلے میں ایک شخص شہید ہو گئے، جن کا نام بیدار بخت تھا، یہ مجاہد دیو بند کے رہنے والے تھے، ان کی شہادت کی خبر آچکی ہے ان کے والد حشمت علی خاں حسب معمول دیو بند میں اپنے گھر میں ایک رات تہجد کی نماز کے لیے اٹھے تو گھر کے باہر گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز آئی تو انہوں نے دروازہ کھولا یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ ان کے بیٹے بیدار بخت ہیں، بہت حیرانگی بڑھی کہ یہ تو بالاکوٹ میں شہید ہو گئے تھے یہاں کیسے آگئے۔ بیدار بخت نے کہا جلدی کوئی دری وغیرہ بچھائے حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب اور سید (احمد) صاحب یہاں تشریف لا رہے ہیں۔ حشمت خاں صاحب نے فوراً ایک بڑی چٹائی بچھادی اتنے میں سید صاحب اور مولانا شہید اور چند دوسرے رفقاء بھی آگئے، حشمت خاں صاحب نے محبت پدری کی وجہ سے سوال کیا، تمہارے کہاں تلوار لگی تھی؟ بیدار بخت نے سر سے اپنا ڈھانٹا کھولا اور اپنا نصف چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے باپ کو دکھایا کہ یہاں تلوار لگی تھی، حشمت خاں نے کہا یہ ڈھانٹا پھر سے باندھ لو، مجھ سے یہ نظارا نہیں دیکھا جاتا، تھوڑی دیر بعد یہ تمام حضرات واپس تشریف لے گئے، صبح کو حشمت خاں کو شبہ ہوا کہ یہ کہیں خواب تو نہیں تھا مگر چٹائی کو جو غور سے دیکھا تو خون کے قطرے موجود تھے یہ وہ قطرے تھے جو بیدار بخت کے چہرے سے گرتے ہوئے اس کے والد نے دیکھے تھے ان قطروں کو دیکھ کر حشمت خاں سمجھ گئے کہ یہ بیداری کا واقعہ ہے، خواب نہیں۔'' [1]

فوٹو حوالہ ''زلزلہ'' صفحہ ۹۹، ۱۰۰ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور

''مولانا اسمٰعیل دہلوی کے قافلے میں ایک شخص شہید ہو گئے جن کا نام بیدار بخت تھا۔ یہ مجاہد دیو بند کے رہنے والے تھے، ان کی شہادت کی خبر آچکی ہے۔ ان کے والد حشمت علی خان صاحب حسب معمول دیو بند میں اپنے گھر میں ایک رات تہجد کی نماز کے لیے اٹھے تو گھر کے باہر گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز آئی۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ ان کے بیٹے بیدار بخت ہیں، بہت حیرانگی بڑھی کہ یہ تو بالاکوٹ میں شہید ہو گئے تھے، یہاں کیسے آگئے۔

بیدار بخت نے کہا جلدی کوئی دری وغیرہ بچھائیے حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب اور سید (احمد) صاحب یہاں تشریف لا رہے ہیں۔ حشمت خان نے فوراً ایک بڑی چٹائی بچھادی، اتنے میں سید صاحب اور مولانا شہید اور چند دوسرے رفقاء بھی آگئے۔ حشمت خان صاحب نے محبت پدری کی وجہ سے سوال کیا، تمہارے کہاں تلوار لگی تھی؟

بیدار بخت نے سر سے اپنا ڈھاٹا کھولا اور اپنا نصف چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے باپ کو دکھایا کہ یہاں تلوار لگی تھی۔ حشمت خاں نے کہا یہ ڈھاٹا پھر سے باندھ لو، مجھ سے یہ نظارا نہیں دیکھا جاتا۔ تھوڑی دیر بعد یہ تمام حضرات واپس تشریف لے گئے۔

صبح کو حشمت خاں کو شبہ ہوا کہ یہ کہیں خواب تو نہیں تھا مگر چٹائی کو جو غور سے دیکھا تو خون کے قطرے موجود تھے یہ وہ قطرے تھے جو بیدار بخت کے چہرے سے گرتے ہوئے اس کے والد نے دیکھے تھے، ان قطروں کو دیکھ کر حشمت خاں سمجھ گئے کہ یہ بیداری کا واقعہ ہے، خواب نہیں۔''

---

[1]...... ''زلزلہ'' (علامہ ارشد القادری) صفحہ ۹۹، ۱۰۰ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور

تبصرہ

ان تینوں واقعات پر کوئی ایسا تبصرہ نہیں کیا جائے گا جس سے فریق مخالف کو تکلیف پہنچے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جناب گنگوہی صاحب، جناب تھانوی صاحب اور جناب شاہ اسمعیل دہلوی صاحب اوران کے پیر سید احمد صاحب کس طرح بیک وقت دو مقامات پر حاضر ہو گئے اور بیدار بخت کا تو کہنا ہی کیا ہے وہ اتنے روز قبل قتل ہوئے، پنجاب سے دیو بند خبر پہنچ گئی ذرائع آمدورفت محدود تھے، ٹیلی فون، نہ ہوائی جہاز نہ ہیلی کاپٹرز، زیادہ سے زیادہ کسی گھوڑے پر بیٹھ کر خبر پہنچائی ہوگی، خبر کو پہنچے ایک وقت گزر گیا، رات کے وقت ان کے والد تہجد کے لیے اٹھتے ہیں تو جاگتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ ان کا بیٹا گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہے، گھوڑا کیا چیز تھی ہم کچھ نہیں کہیں گے، قبر میں کہاں باندھا ہوا تھا، اور وہ کھول کر لائے، ہم کچھ نہیں کہیں گے اس سے دل آزاری ہوتی ہے،

تاہم قابل غور بات یہ ہے کہ جناب مصنف تقویۃ الایمان شاہ اسمعیل دہلوی صاحب اوران کے پیر المعروف سید احمد (متوطن رائے بریلی) پاکستان کے پہاڑوں سے دیو بند میں پہنچے اور انہیں کیسے پتہ چل گیا کہ بیدار بخت عالم برزخ سے واپس عالم دنیا میں آنے کا ارادہ کر رہا ہے اور ہم نے چلنا ہے، اور بیدار بخت کو کیسے پتہ چلا کہ وہ وہاں سے چل پڑے ہیں اور تھوڑی دیر میں دیو بند پہنچتے ہیں۔ اور اگر اس مسلک کے یہ دو بڑے ستون قتل ہو چکے تھے پھر تعجب پر تعجب ہے کہ وہ عالم برزخ سے کیسے نکل بھاگے، اور اگر وہاں بھی تھے اور دیو بند بھی تو عالم برزخ اور عالم دنیا ہر دو جہانوں میں بیک وقت کیسے موجود ہو گئے، بہرحال یہ ان کے عقیدے کی بات ہے۔ ہم نے تو صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ دیو بندی کتابوں کی روشنی میں ایک شخص کو ایک سے زیادہ مقامات پر حاضر و ناظر مان لیا جائے تو ماننے والے کے اسلام میں فرق قطعاً نہیں پڑتا اور ماننے والا شخص ہرگز شرک کا مرتکب نہیں ہوتا، ان تینوں مثالوں میں یہ تمام حضرات دو مقامات پر موجود پائے گئے اور وہاں یہ دیکھ بھی رہے تھے اور سُن بھی رہے تھے۔

دو سے زائد مقامات پر پایا جانا

۱۔ ''گنگوہی صاحب کے ایک مرید حاجی صاحب فرماتے تھے کہ جس وقت مراقب ہوا حضرت کو اپنے سامنے پایا اور پھر تو یہ حال ہوا کہ جس طرف نگاہ کرتا حضرت امام ربانی بہیئت اصلیہ موجود دیکھتا تھا۔'' [۱]

۱۔۔۔۔۔''تذکرۃ الرشید'' (محمد عاشق الٰہی میرٹھی) جزء دوم صفحہ ۲۲۱۔ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور

فوٹو حوالہ ﴿''تذکرۃ الرشید'' جزء دوم صفحہ ۲۲۱۔ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور﴾

ہو رہی ہے رفع ہو جائے۔ مراقبہ کرتا تھا کہ مریضہ نے آنکھیں کھولدیں اور باتیں کرنی شروع کردیں بعضیں اپنے
ٹھکانے لگیں اور افاقہ ہوگیا دو تین دن میں قوت بھی آگئی اور بالکل تندرست ہوگئیں اسکے بعد کبھی درد نہیں
اٹھا۔ حاجی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ جس وقت میں مراقب ہوا حضرت کو اپنے سامنے پایا اور پھر تو یہ حال
ہوا کہ جس طرف نگاہ کرتا حضرت امام ربانی کو بہیئت اصلیہ موجود دیکھتا تھا تین شبانہ روز یہی حالت رہی
جب مریضہ بالکل تندرست ہوگئی اُسوقت یہ حالت بھی رفع ہوگئی۔
مولوی محمد یٰسین صاحب دیوبندی فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں معیت مولانا عبدالمومن صاحب اور

تبصرہ

یہ حاجی صاحب تھے تو گنگوہی صاحب کے مرید، تھے بڑے پتے کی شئی، پہلے تو مراقبہ ہی میں گنگوہی صاحب کو آنکھیں بند کر کے دیکھا کرتے تھے، اور پھر کھلی آنکھوں سے جس طرف نگاہ کرتے ادھر گنگوہی صاحب کھڑے ہوئے ہیں، آگے، پیچھے، دائیں بائیں، نزدیک دور زمین پر اور درمیانی خلاؤں اور فضاؤں میں اور سر کے اوپر آسمان میں اتنی جگہوں پر گنگوہی صاحب حاضر ہوتے تھے یا نہیں، لیکن یہ حاجی صاحب جو ان کے لئے ہر طرف حاضر و ناظر ہونے کا اعلان فرمارہے ہیں اور اپنے اس عقیدے کی گواہی دے رہے ہیں ان کی بزرگی پر کوئی کلام نہیں ہوسکتا، نہ ان کو مشرک کہا گیا، نہ کافر، نہ گمراہ۔ بلکہ ان کی کرامت سمجھ کر تذکرۃ الرشید میں درج کر دیا گیا۔

۲۔ ''مولوی عبدالشکور نام کے کوئی صاحب مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں مدرس تھے، موصوف مولانا بشارت کریم صاحب (دیوبندی) کے خاص مریدوں میں تھے، ان کے متعلق ''درس حیات'' کے مصنف نے صفحہ ۴۵ پر لکھا ہے کہ وہ ایک بار اپنے شیخ کی بارگاہ میں یہ خیال لے کر روانہ ہوئے کہ حضرت سے دریافت کروں گا کہ بعض بزرگوں کے متعلق جو یہ سنا گیا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کئی کئی جگہ موجود ہو جاتے تھے تو اس کی حقیقت کیا ہے؟ (اب اس کے بعد کا قصہ خود مرید کی زبانی سنئے) بیان کرتے ہیں کہ

''جب (وہاں) پہنچا تو نماز کا وقت تھا، اس زمانے میں خود حضرت نماز پڑھایا کرتے تھے، میں بھی جماعت میں شریک ہوا، نماز شروع ہوتے ہی مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور میں نے دیکھا کہ ایک بڑا میدان ہے اور اس وسیع میدان میں جابجا متعدد جماعتیں صف بستہ نماز میں مشغول ہیں، اور ہر جماعت کے امام حضرت ہیں اور سارے کے سارے مقتدی ہر جماعت میں وہی ہیں جو اس جماعت میں تھے جس میں شامل ہو کر میں حضرت کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا، میرے سوال کا جواب مجھ کو مل گیا، سارے شبہات کا ازالہ ہوگیا، حضرت کے روحانی تصرف نے ایسا مشاہدہ کرادیا کہ پھر حضرت سے پوچھنے اور سمجھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی'' [1]

[1]...... ﴿''زلزلہ'' (علامہ ارشد القادری) صفحہ ۷۳،۷۴ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور﴾

فوٹو حوالہ ﴿"زلزلہ" صفحہ ۱۷۳، ۱۷۴ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور﴾

ایسا مشاہدہ کرا دیا کہ پھر حضرت سے پوچھنے اور سمجھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔
(درس حیات ص ۳۵۹)

جب وہاں پہنچا تو نماز کا وقت تھا۔ اس زمانے میں خود حضرت نماز پڑھایا کرتے تھے۔ میں بھی جماعت میں شریک ہوا۔ نماز شروع ہوتے ہی مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے اور اس وسیع میدان میں جا بجا متعدد جماعتیں صف بستہ نماز میں مشغول ہیں اور ہر جماعت کے امام حضرت ہیں اور سارے کے سارے مقتدی ہر جماعت میں وہی ہیں جو اس جماعت میں تھے جس میں شامل ہو کر میں حضرت کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا۔
یہ دیکھ کر آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا۔ میرے سوال کا جواب مجھ کو مل گیا، سارے شبہات کا ازالہ ہو گیا۔ حضرت کے روحانی تصرف نے

تبصرہ

قارئین کرام! ان عبارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خاں صاحب گکھڑوی کے ہم مسلک خاندان کے نزدیک ایک آدمی دو جگہ، چار جگہ یا اس سے بھی زیادہ مقامات پر حاضر اور ناظر ہو بلکہ شیطان اور دیگر کوئی مخلوق زمین کے ہر مقام پر حاضر ہو تو ان کے توحیدی عقیدہ میں اس سے فرق نہیں آتا، فرق صرف اس وقت آتا ہے جب انہیں ہر جگہ حاضر و ناظر ماننے کے ساتھ پکارا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ میری یہ پکار وہ شخص خود سن رہا ہے جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے لیکن اس سے یہ مت سمجھ لیجئے گا کہ خاں صاحب گکھڑوں کا مسلکی خاندان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا یا اکثر مقامات پر حاضر ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے، یا رکھنے کی اجازت دیتا ہے، ہرگز نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بھی پکارے تو بھی یہ عقیدہ ان کے نزدیک جائز نہیں۔

ملاحظہ فرمائیں خاں صاحب گکھڑوی کے ایک اور پیشوا جناب اشرف علی تھانوی صاحب کا کلام، لکھتے ہیں
"اگر ایک وقت میں کئی جگہ محفل (میلاد) منعقد ہو تو آیا سب جگہ تشریف لے جاویں گے یا کہیں یہ تو ترجیح بلا مرجح ہے کہ کہیں جاویں کہیں نہ جاویں، اور اگر سب جگہ جاویں تو وجود آپ کا واحد ہے، ہزار جگہ کس طور جا سکتے ہیں۔" [1]

فوٹو حوالہ ﴿"امداد الفتاوی" جزء پنجم صفحہ ۲۶۳، ۲۶۴ ـ مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی﴾

ہے، اسی طور پر ناکیا ہو انفل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا حرام ہے، بلکہ اس دعوے کے بطلان پر بہت سے امور دلالت کرتے ہیں، اول تو یہ کہ اگر ایک وقت میں کئی جگہ محفل منعقد ہو تو آیا سب جگہ تشریف لے جاویں گے یا کہیں یہ تو ترجیح بلا مرجح ہے کہ کہیں جاویں کہیں نہ جاویں، اور اگر سب جگہ جاویں تو وجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا واحد ہے، ہزار جگہ کس طور جا سکتے ہیں یہ تو خدا تعالیٰ ہی کی شان ہے کہ ایک وجود سے سب جگہ حاضر و ناظر ہے، اور جو تعدد وجودات کا دعوے کرے دلیل لاوے، پھر دوسرے یہ کہ

[1]..... ﴿"امداد الفتاوی" (اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ) جزء پنجم صفحہ ۲۶۳، ۲۶۴ ـ مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی﴾

اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اور آپ کے کمالات عالیہ کو تسلیم کرنے کے بارے میں علمائے دیوبند کا دوسرا رخ کیا ظاہر کرتا ہے یہ سوچنا قارئین کرام کا کام ہے۔

لگے ہاتھوں ایک اور حوالہ بھی سن لیجئے ''**شمائم امدادیہ**'' ہمارے سامنے ہے، ویسے تو یہ ساری کتاب جناب تھانوی صاحب کی نظر ثانی سے گزری ہوئی ہے، تاہم اس کا حصہ دوم جناب تھانوی صاحب کی طرف سے ہے جو انہوں نے لکھا لکھوایا اور شائع کیا۔ یہ حصہ کتاب شمائم امدادیہ مطبوعہ ملتان کے صفحہ ۴۱ سے صفحہ ۸۷ تک ہے، اگرچہ یہ ملفوظ حاجی امداداللہ صاحب کے ہیں مگر تھانوی صاحب نے اسے لکھوایا، پڑھوایا، جانچ پرکھ کے بعد اسے صحیح سمجھ کر اسے شائع کروایا، اسی لئے جناب تھانوی صاحب پر اس کی مکمل ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کتاب ھذا کے صفحہ ۵۷ پر ایک ہندو (مشرک) کے توبہ کرنے اور مسلمان ہو کر حاجی صاحب کے ہاتھ بیعت ہونے کا ذکر ہے، اس میں ایک جملہ قابل غور ہے اور وہ یہ ہے ''اور اس نے قبل اسلام اتنی محنت کی تھی کہ چودہ طبق تک نظر پہنچتی تھی''۔ ا؎

فوٹو حوالہ ﴿''شمائم امدادیہ'' صفحہ ۵۷۔ مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان﴾

سے وہ فائدہ مرتب ہو جو سالہا سال کی عبادت میں ممکن نہ ہو۔ قسم سوم فیضان فعلی کہ یا، شیخ اخلاص ارادے سے بہتر ہے جیسے کہ شیخ کوئی عمل اس نیت سے کرے کہ مرید بھی اس پر عمل کریں فرمایا کہ ایک شخص صاحب مشرب کہ پہلے قوم ہندو سے تھا مجاہدہ کیا کرتا تھا اور معنی توحید کے پوچھتا تھا اور کسی سے اسکا مطلب حاصل نہ ہوتا تھا میرے پاس آیا اور کیفیت بیان کی، اثنائے گفتگو میں ایک لفظ زبان سے نکل گیا اور وہی مطلب تھا اس نے درخواست اسلام کی میں نے فورا معترض (؟) ہے کہ اس کے سر کے بال تراش کر شغل اسلام لیا اور اس نے قبل اسلام اتنی محنت کی تھی کہ چودہ طبق تک نظر پہنچتی تھی بعدہ پہاڑ پر چلا گیا تھوڑے دنوں بعد زیارت سے مشرف ہوا اور پھر چلا گیا اس کو دنیا کے ساتھ نسبت

تبصرہ

یہ مسئلہ قارئین کرام کے سوچنے کا ہے کہ ایک کافر اسلام لائے بغیر چودہ طبق یعنی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں پر اور وہ ان کے مابین ہے، بالفعل حاضر تھا (علم بھی رکھتا تھا، نظر بھی رکھتا تھا تو ناظر بھی) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی زمین پر ہزاروں مقامات پر حاضر و ناظر ماننا کیوں غلط ہے؟ اگر یہ متضاد باتیں ہیں تو دیوبند کی امت کا حکیم یعنی دانا او سمجھ دار دو متضاد باتیں کیوں کر رہا ہے، کہیں محبت یا نفرت تو بیچ میں نہیں آ گئی؟

حاجی امداداللہ مہاجر مکی صاحب اور مسئلہ حاضر و ناظر

ا۔ جناب اشرف علی تھانوی اور دیگر زعمائے دیوبند کے پیر و مرشد جناب حاجی امداداللہ مہاجر مکی صاحب اپنی تصنیف ''نالہ امداد غریب'' میں لکھتے ہیں

یارسول کبریا فریاد ہے	یا محمد مصطفےٰ فریاد ہے
آپ کی امداد ہو میرا یا نبی	حال ابتر ہوا فریاد ہے

ا؎...... ﴿''شمائم امدادیہ'' (اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ) صفحہ ۵۷۔ مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان﴾

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل — اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

۲۔ اسی رسالہ میں فرماتے ہیں

طالب دیدار ہوں دکھلائے — رُوئے نورانی خدارا یا نبی [1]

۳۔ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا — کیا غم ہے گرچہ ہوں میں بہت خوار یارسول

گھیرا ہے ہر طرف سے مجھے درد و غم نے آہ — اب زندگی بھی ہوگئی دشوار یارسول

ہو آستانہ آپ کا امداد کی جبیں — اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یارسول [2]

۴۔ ''گلزار معرفت'' کے رسالہ میں فرماتے ہیں

جہاز امت کا حق نے کردیا ہے آپ کے ہاتھوں — بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللہ [3]

فوٹو حوالہ ﴿''کلیات امدادیہ'' صفحہ ۹۰، ۹۱، ۲۰۵ ۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی﴾

مناجات

---

[1]...... ﴿''کلیات امدادیہ'' (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی المتوفی ۱۳۱۷ھ) صفحہ ۹۰ ۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی﴾

[2]...... ﴿''کلیات امدادیہ'' (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی المتوفی ۱۳۱۷ھ) صفحہ ۲۰۵ ۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی﴾

[3]...... ﴿''کلیات امدادیہ'' (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی المتوفی ۱۳۱۷ھ) صفحہ ۲۰۵ ۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی﴾

۵۔ ''امداد المشتاق'' (تصدیق شدہ تھانوی صاحب) میں ہے کہ حاجی صاحب نے فرمایا ''الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول الله'' بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے، له الخلق والامر عالم امر مقید بجہت وبطرف وقرب وبعد وغیرہ نہیں، پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔'' [۱]

فوٹو حوالہ ﴿''امداد المشتاق'' صفحہ ۶۰۔ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور﴾

(۶۵) فرمایا کہ الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں۔ یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے له الخلق والامر عالم امر مقید بجہت وطرف و قرب و بعد وغیرہ نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔ (حاشیہ) قولہ پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے اقول یعنی جس کو اتصال معنوی مع الکشف نصیب ہو وہ اس قرب کے مکشوف ہونے پر بلاواسطہ خطاب کرسکتا ہے ورنہ یوں سمجھ لے کہ ملائکہ پہنچا دیں گے البتہ اگر اس خطاب سے عوام میں مفسدہ ہو تو اس کا اظہار ممنوع ہوگا۔

تبصرہ

مطلب یہ کہ دو عالم ہیں ایک خلق اور دوسرا امر کا۔ اور روح عالم امر سے ہے۔

قرآن مجید میں ہے ''قُلِ الرُّوحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ'' آپ فرمادیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے بنی ہے۔ [۲] اس لئے روح کے لئے طرف اور قرب وبُعد کی قید نہیں ہے، روح نبی علیہ صلی اللہ وسلم قریب ہی قریب ہے، تو نہیں معلوم کہ تھانوی صاحب کی روحانی اولاد کیونکر رسول اللہ علیہ صلی اللہ وسلم کی روح کو ہر جگہ حاضر وناظر نہیں مانتی۔ جب کہ اس حوالہ میں روح نبی کو قریب سمجھ کر پکارا بھی جارہا ہے۔ ہم لوگ رسول پاک علیہ صلی اللہ وسلم کی روح مقدس کو ہر جگہ مانیں تو خاں صاحب گکھڑوی کے خاندان کو تکلیف ہوتی ہے لیکن تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے مولویوں کی روحیں اپنے کشف کی وجہ سے حضور علیہ صلی اللہ وسلم کو دیکھ سکتی ہیں، یعنی دیوبندی پیروں کی روح یہاں ہوتے ہوئے مدینہ، عالم برزخ اور اعلیٰ علیین پر حاضر ہوسکتی ہے، مگر حضور علیہ صلی اللہ وسلم کی روح اس طرح نہیں ہوسکتی، قارئین کرام سے انصاف کی درخواست ہے؟

چلتے چلتے تھانوی صاحب سے ایک لفظ اور نکل گیا، حاجی صاحب کے مذکورہ بالا بیان کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ''جس کو اتصال معنوی مع الکشف نصیب ہو وہ اس قرب کے مکشوف ہونے پر بلاواسطہ خطاب کرسکتا ہے'' [۳]

یعنی جس دیوبندی کو کشف سے پتہ چل جائے کہ حضور اقدس علیہ صلی اللہ وسلم اس کے قریب ہیں، وہ ندائیہ خطاب بلاواسطہ کر کے پکار سکتا ہے لیکن ایک دوسرے منہ سے ارشاد فرماتے ہیں ''البتہ اگر اس خطاب سے عوام میں مفسدہ ہو تو اس کا اظہار ممنوع ہوگا'' [۴]

۱.....﴿''امداد المشتاق'' (اشرف علی تھانوی التوفی ۱۳۶۲ھ) صفحہ ۶۰۔ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور﴾

۲.....﴿''سورۃ بنی اسرائیل: الآیۃ ۸۵'' (ترجمۃ القرآن اشرف علی تھانوی التوفی ۱۳۶۲ھ) مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان﴾

۳.....﴿''امداد المشتاق'' (اشرف علی تھانوی التوفی ۱۳۶۲ھ) صفحہ ۶۰۔ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور﴾

۴.....﴿''امداد المشتاق'' (اشرف علی تھانوی التوفی ۱۳۶۲ھ) صفحہ ۶۰۔ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور﴾

یعنی بات تو ٹھیک ہے کہ حضور علیہ وسلم صلی اللہ قریب ہیں، دیوبندی پیر کو کشف سے معلوم ہوجائے کہ رسول اللہ حاضر وناظر ہیں تو خود پکارے، لیکن لوگوں کو نہ بتائے اور نہ جائز ہونے کا فتوئی دے بلکہ ناجائز، ناجائز اور شرک کی رَٹ لگاتا رہے، ہم یہاں کیا عرض کر سکتے ہیں صرف ایک حدیث پڑھ دیتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم صلی اللہ نے ارشاد فرمایا

"تحدون شر الناس ذاالوجهين الذى يأتى هولاء بوجه ويأتى هولاء بوجه" [1]

تم بدترین انسان دومنہ والے کو پاؤ گے۔ جوان کے پاس ایک منہ سے آتا ہے اور اُن دوسروں کے پاس ایک اور منہ سے آتا ہے۔

خلاصۂ بحث

سابقہ بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خاں صاحب گکھڑوی کے پیشوا ایک سے زیادہ مقامات پر، نہ صرف رسول اللہ علیہ وسلم صلی اللہ کو بلکہ عام دیوبندی بزرگوں کو بھی حاضر وناظر مانتے ہیں نہ صرف یہی بلکہ ان کے نزدیک کوشش کرنے سے ایک غیر مسلم (مشرک ہندو) نہ صرف متعدد مقامات پر بلکہ ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں سے حاضر وناظر ہوسکتا ہے بلکہ ایسا ہو چکا ہے، علاوہ ازیں ان کے اکابر رسول اللہ علیہ وسلم صلی اللہ کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ کر ہندوستان میں بیٹھ کر پکارتے رہے ہیں، اور مکہ میں بیٹھ کر پکارتے رہے ہیں، اعتراض صرف اہل حق پر ہے کہ وہ ہر جگہ حاضر وناظر مان کر رسول اللہ علیہ وسلم صلی اللہ کو کیوں پکارتے ہیں۔

بحث تو مکمل ہو چکی اور علمائے اہل حق بھی رسول اللہ علیہ وسلم صلی اللہ کے حاضر وناظر ہونے پر بہت کچھ فرما چکے ہیں اس سلسلہ میں امام اہل سنت شیخ معظم غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی نور اللہ مرقدہٗ کی کتاب "تسکین الخواطر" ہے جو مستقل اس موضوع پر لکھی گئی ہے، نیز دیگر علماء اہل سنت کے مختلف مضامین کے مجموعہ میں بھی یہ مسائل بیان ہوئے ہیں اس سلسلہ میں سابق مفتی جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان علامہ مفتی عبد الحفیظ صاحب حقانی علیہ الرحمۃ آف آگرہ کی کتاب "ارغام ھازر بجواب نقش ماھر" اور دیگر حضرات مصنفین اہل سنت کی کتب مثلاً "جاء الحق" "مقیاس حنفیت" "مقام رسول علیہ وسلم صلی اللہ" وغیرہ ہیں جو تفصیل چاہے وہاں مطالعہ کرے یہاں صرف رسول اللہ علیہ وسلم صلی اللہ کے حاضر وناظر ہونے پر صرف ایک حدیث بطور دلیل اور اقوال سلف صالحین پیش کر کے بات کو ختم کیا جارہا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ علیہ وسلم صلی اللہ صحابہ کے دو گروہوں کے پاس سے گزرے جو ایک دوسرے سے تیر

[1]...... "الصحیح البخاری" (ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری التوفی ۲۵۶ھ) جلد اول صفحہ ۴۹۶۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیر اندازی کرو اور میں فلاں گروہ کے ساتھ ہوں تو صحابہ کے دوسرے گروہ نے عرض کی کہ ہم مقابلہ نہیں کرتے جب آپ ہمارے مدمقابل کے ساتھ ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب تیر اندازی کرو" وانا معکم کلکم "اور میں تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ہوں۔ [1]

اس فرمان واجب الاذعان سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جیسے بچوں کو دلاسہ دیا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دلاسہ دیا، ورنہ آپ علیحدہ کھڑے ہوئے تھے حقیقت میں کسی کے ساتھ نہ تھے، یہ بات ہم میں سے کسی ایسے کے متعلق ہوتی جو نادانستہ بلکہ دانستہ بھی بچوں کو بہلانے کے لئے جھوٹ بول لیتا ہو تب تو اس جواب کی گنجائش ہو سکتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں، آپ جھوٹ کیسے بول سکتے ہیں لہٰذا آپ کے فرمان سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر امتی کے ساتھ ہیں۔

فوٹو حوالہ ﴿"الصحیح البخاری" جلد اول صفحہ ۴۰۶۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ ثنا حاتم بن اسمعیل
عن یزید بن ابی عبید قال سمعت سلمۃ بن الاکوع قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی نفر من اسلم
ینتضلون فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارموا بنی اسمعیل فان اباکم کان رامیا وانا مع بنی فلان قال
فامسک احد الفریقین بایدیھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لکم لا ترمون قالوا کیف نرمی وانت معھم قال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارموا وانا معکم کلکم حدثنا ابو نعیم ثنا عبد الرحمن بن الغسیل عن حمزۃ بن
ابی اسید عن ابیہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر حین صففنا لقریش وصفوا لنا اذا اکثبوکم فعلیکم
بالنبل قال ابو عبد اللہ اکثبوکم یعنی اکثروکم باب اللھو بالحراب ونحوھا حدثنا ابراھیم بن موسی

ہماری گفتگو چونکہ خاں صاحب گکھڑوی کے فریق سے ہے اس لئے ہمیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی بحیات حقیقی جسمانی زندہ ہیں لیکن ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں کیونکہ یہ بات مولوی خلیل احمد سہارنپوری اپنے رسالہ "المھند علی المفند" جس کا اردو نام "عقائد علمائے اہل سنت والجماعت دیوبند" رکھا ہے، تسلیم کر چکے ہیں چنانچہ پانچویں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

"عندنا وعند مشائخنا حضرۃ رسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ الشریف وحیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیویۃ من غیر تکلیف وھی مختصۃ بہ صلی اللہ علیہ وسلم وبجمیع الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیھم والشھداء لا برزخیۃ کماھی حاصلۃ لسائر المومنین ولجمیع الناس" [2]

---

[1]..... ﴿"الصحیح البخاری" (ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری التوفی ۲۵۶ھ) جلد اول صفحہ ۴۰۶۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

[2]..... ﴿"المھند علی المفند" (خلیل احمد سہارنپوری التوفی ۱۳۴۶ھ) صفحہ ۳۲۔ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور﴾

☆..... ﴿"المھند علی المفند" (خلیل احمد سہارنپوری التوفی ۱۳۴۶ھ) صفحہ ۲۲۱۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی﴾

☆..... ﴿"المھند علی المفند" (خلیل احمد سہارنپوری التوفی ۱۳۴۶ھ) صفحہ ۳۸۔ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور﴾

(ترجمہ) ''ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت رسالت علیہ صلی اللہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے بغیر مکلّف ہونے کے اور وہ حیات مختص ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور جمیع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور شہداء کے ساتھ وہ (ایسی عام) برزخی حیات نہیں جس طرح کی حیات باقی مؤمنین اور جمیع انسانوں کے لئے ہوتی۔''

فوٹو حوالہ ﴿''المهند علی المفند'' صفحہ ۳۸۔ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور﴾

عندنا وعند مشائخنا، حضرة الرسالة صلى الله عليه وسلم حيٌّ في قبره الشريف، وحياته صلى الله عليه وسلم دنيوية من غير تكليف، وهي مختصة به صلى الله عليه وسلم وبجميع الأنبياء صلوات الله عليهم والشهداء، لا برزخية كما هي حاصلة لسائر المؤمنين بل لجميع الناس؛ كما نص عليه العلامة «السيوطي» في رسالته «انباء الأذكياء بحيوة الأنبياء» حيث قال:

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء بحیوۃ الانبیاء میں بتصریح

یادرہے کہ اس کتاب پر جن دیوبندی علماء کی تصدیقات ہیں ان میں

(۱) مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی (۲) مولوی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی، (۳) مولوی اشرف علی تھانوی صاحب (۴) مولوی مفتی کفایت اللہ صاحب دیوبندی (۵) مولوی عاشق الٰہی میرٹھی صاحب (۶) حکیم مسعود احمد بن مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب (۷) اور مولوی محمد یحییٰ دیوبندی وغیرھم شامل ہیں۔ تو یہ ان سب حضرات کا عقیدہ ہے۔

ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنے ارشاد کے مطابق اپنی ظاہری زندگی میں دو مختلف گروہوں کے ساتھ موجود تھے آج بھی امت کے ہر گروہ کے ساتھ موجود ہیں کیونکہ آپ اسی طرح زندہ ہیں جس طرح ظاہری زندگی میں تھے فرق صرف مکلّف یعنی پابند ہونے کا ہے یعنی نہ اب نماز وروزہ کے مکلّف ہیں اور نہ ہی انہیں کھانے پینے اور سانس لینے کی ضرورت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ حاضر وناظر

۱۔ امام المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جن کو خاں صاحب گکھڑوی اور ان کا فریق اپنے بزرگوں میں سمجھتا ہے) ''اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ'' لکھتے ہیں

''بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ این خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آن حضرت در ذات مصلیان موجود وحاضر است پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت متنور وفائض گردد۔'' [1]

کچھ عارفین نے یہ فرمایا ہے کہ التحیات میں ''السلام علیك ایھا النبی'' کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب

[1]...... ﴿''اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ'' (شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ) جزء اول صفحہ ۴۰۱۔ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان﴾

کرنا اس لئے ہے کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام موجودات کے ذرے ذرے اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہے۔" (اس کے بعد شیخ محقق اس عبارت کی تشریح میں فرماتے ہیں) "لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے والوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں، اس لئے نمازی کو چاہیے کہ وہ اس مطلب سے باخبر ہو، اور اس مشاہدے سے غافل نہ رہے تاکہ قرب کے انوار سے منور اور معرفت کے اسرار سے فیض پانے والا ہو۔

فوٹو حوالہ ﴿"اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ" جزءاول صفحہ ۴۰۱۔ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان﴾

ودیدن ... اصل لذا است تا ایشان را مذکران حال گردد ونیز آن همیشه نصب العین مومنان وقرة العین
عابدان است در جمیع احوال واوقات خصوصا در حالت عبادت وآخر آن که وجود نورانیت وانکشاف درین محل بیشتر و
قوی تر است وبعضے از عرفا گفته اند که این خطاب بجهت سریان حقیقت محمدیه است در ذرائر موجودات وافراد ممکنات
پس آن حضرت در ذات مصلیان موجود وحاضر است پس مصلی باید که ازین معنی آگاه باشد وازین شهود غافل نبود تا بانوار قرب
واسرار معرفت متنور وفائض گردد. السلام علینا سلام بر ما که حاضرانیم از گروه مصلی وهر که با اوست از ملائکه ومومنان

ہمارے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس عقیدہ والوں کو عارف یعنی کامل ولی اللہ مان رہے ہیں تو یہ عقیدہ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافرانہ، مشرکانہ عقیدہ نہ ہوا۔

نیز حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ "سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم" کے ایک مکتوب میں نواب جان جاناں کو تحریر فرماتے ہیں

"باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علماء امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافی نیست کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی ست وبر اعمال امت حاضر وناظر ومر طالبان حقیقت را ومتوجہان آنحضرت را مفیض ومربی ست" [1]

امت کے علماء جتنے مذاہب کی کثرت اور اس قدر اختلافات کے باوجود (جو اُن میں پائے جاتے ہیں) کسی ایک شخص کو اس مسئلہ میں کچھ مخالفت نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دائم اور باقی ہیں حیات حقیقی کے ساتھ جس میں مجاز کا کوئی دخل نہیں اور نہ ہی تاویل کا کوئی وہم، اور اس میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں، اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرتے ہیں اور سلوک حقیقت کے طالب بنتے ہیں اور آنحضرت کی بارگاہ میں متوجہ ہوتے ہیں آپ ان کو فیض دینے والے اور ان کی تربیت فرمانے والے ہیں۔

نیز اپنے ایک اور رسالہ "تحصیل البرکات لبیان معنی التحیات" میں تحریر فرماتے ہیں

---

[1]...... ﴿"سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم" علی ہامش اخبار الاخیار (فارسی)"
(شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ) صفحہ ۱۵۵۔ مطبوعہ فاروق اکیڈمی خیر پور ومکتبہ نوریہ رضویہ سکھر﴾

''اگر گویند کہ خطاب مرحاضر را بود وآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دریں مقام نہ حاضر است پس توجیہ ایں خطاب چہ باشد، جوابش آنست کہ چون درود ایں کلمہ دراصل یعنی در شب معراج بصیغہ خطاب بود دیگر تغیرش ندادند وبر ہمان اصل گذاشتند ودر شرح صحیح بخاری میگوید کہ صحابہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام بصیغہ خطاب میگفتند وبعد اززمان حیاتش اینچنیں میگفتند والسلام علی النبی ورحمة الله وبرکاته نہ بلفظ خطاب وبعضے عرفاء ازباب تحقیق گفتہ اند کہ آنحضرت باعتبار سریان حقیقت وے صلی اللہ علیہ وسلم در ذرایر موجودات واحاطۂ ذات بابرکات وی بسائر ممکنات در ذات مصلی حاضر وشاہد ست ودرود بصیغہ خطاب درحقیقت بملاحظہ آں حضور وشہود است صلی الله علیك یارسول الله وسلم'' [1]

اگر کوئی اعتراض کرئے کہ (التحیات میں السلام علیك ایها النبی پڑھتے ہیں) اس میں ''علیك'' اور'' ایها النبی'' کہہ کر خطاب کیوں ہے؟ خطاب حاضر کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام میں حاضر نہیں پس اس خطاب کی توجیہ کیا ہوگی؟

(تو اس کا ایک) جواب یہ ہے کہ جب اصل میں یعنی شب معراج میں یہ کلمہ بصیغہ خطاب بارگاہِ الٰہی سے وارد ہوا تو علماء نے بعد میں اس کو کوئی تبدیلی نہ دی اور اسے اصل پر چھوڑ دیا۔ (دوسرا جواب) یہ ہے کہ (کسی) شرح بخاری میں شارح کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں صحابہ (التحیات میں) بصیغہ خطاب سلام کہا کرتے تھے، اور آپ کی حیات کے زمانہ کے بعد اس طرح کہتے تھے (السلام علی النبی ورحمة الله وبرکاته) خطاب کا لفظ نہیں بولتے تھے۔ (تمام فرقوں کے بالاتفاق) شیخ (ان دونوں جوابوں کو رد کرتے ہوئے، تیسرا جواب) ارشاد فرماتے ہیں اور کچھ عرفاء جو محققین میں سے ہیں انہوں نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجودات کے ذرے ذرے میں اپنی حقیقت کے جاری وساری ہونے کے اعتبار سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا باقی تمام ممکنات کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے احاطہ میں ہونے کے باعث نمازی کی ذات میں حاضر اور شاہد ہیں اور درود (وسلام) بصیغہ خطاب درحقیقت آپ کے اسی حاضر وشاہد ہونے کے نظریہ کے پیش نظر ہے، (پھر شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے ساختہ اسی تیسرے مذکورہ عقیدے کے ساتھ صیغۂ خطاب اور حاضر کی ضمیر کے ساتھ درود وسلام عرض کرتے ہیں) ''صلی الله علیك یارسول الله وسلم''۔

---

[1]...... ''تحصیل البرکات لبیان معنی التحیات'' علی هامش اخبار الاخیار (فارسی)''
(شیخ عبدالحق محدث دہلوی التوفی ۱۰۵۲ھ) صفحہ ۳۱۵، ۳۱۶۔ مطبوعہ فاروق اکیڈمی خیرپور، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فوٹوحوالہ ﴿ ''سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل علیہ وسلم صلی اللہ'' صفحہ ۱۵۵۔ مطبوعہ فاروق اکیڈمی خیر پور ﴾

فوٹوحوالہ ﴿ ''تحصیل البرکات لبیان معنی التحیات'''' صفحہ ۳۱۵،۳۱۶۔ مطبوعہ فاروق اکیڈمی خیر پور ﴾

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ حاضر وناظر

محدث شہیر علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح الشفاء'' میں

اُن مقامات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ جہاں درود شریف پڑھنا مستحب ہے تحریر فرماتے ہیں کہ جب گھروں میں داخل ہو تو سرکار علیہ وسلم صلی اللہ پر درود وسلام پڑھو'' لان روحه علیه السلام حاضرة فی بیوت اهل الاسلام'' [1]

اس لیے کہ آپ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے۔

فوٹوحوالہ ﴿ ''شرح الشفاء'' جزء۲ صفحہ ۱۱۸۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ﴾

على أهليكم تحية من عند الله مباركة طيبة (قال) أي ابن دينار وهو من كبار التابعين المكيين وفقهائهم (إِنْ) وفي نسخة فإن (لَمْ يَكُنْ فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ الله وَبَرَكَاتُهُ) أي لأن روحه عليه السلام حاضر في بيوت أهل الإسلام (السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ الله الصَّالِحِينَ) أي من الأنبياء والمرسلين والملائكة المقربين (السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ) لعله

حدیث شریف اور متفقہ اقوال سلف کے حوالہ جات سے رسول اللہ علیہ وسلم صلی اللہ کا ہر جگہ حاضر وناظر ہونا ثابت ہوگیا، یہ ہمارا مضمون نہیں تھا لیکن خاں صاحب گکھڑوی اور ان کے پیشوا لوگوں کو بے وقت بہکانے کے لئے اپنے مضمون سے ہٹ کر حاضر وناظر کا ذکر لے آئے تھے اس لئے ان کے تعاقب کے طور پر ان کا جواب ضروری ہوگیا۔

اب واپس آتے ہیں اس بات کی جانب کہ خاں صاحب گکھڑوی اور ان کے پیشوا کا مقصد اس جملہ معترضہ سے یا تو لوگوں کے ذہنوں کو حاضر وناظر کے مفہوم میں پھنسانا تھا تو اس کا جواب ہوگیا۔

---

[1] ...... ﴿ ''شرح الشفاء'' (علامہ علی القاری التوفی ۱۰۱۴ھ) جزء۲ صفحہ ۱۱۸۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ﴾

☆...... ﴿ ''شرح الشفاء'' ''علی ہامش نسیم الریاض شرح الشفاء'' (علامہ علی القاری التوفی ۱۰۱۴ھ) جزء۳ صفحہ ۴۶۴۔ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ﴾

علمائے عقائد کی عبارات سے شبہات کا ازالہ

بعض علماء کے اس قول کو دلیل بناتے ہوئے خاں صاحب گکھڑوی لکھتے ہیں

''شیخ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی شریف المقدسی المتوفی ۹۰۵ھ لکھتے ہیں کہ قَالُوْا وَمَاذَکَرْنَاہُ مِنْ صِحَۃِ الْاِطْلَاقِ اِجْمَالاً لَا تَفْصِیْلًا کَمَایَصِحُ بِالْاِجْمَاعِ وَالنَّصِ اَنْ یُّقَالَ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَلَایَصِحُ اَنْ یُّقَالَ خَالِقُ الْقَاذُوْرَاتِ وَخَالِقُ الْقِرَدَۃِ وَالْخَنَازِیْرِ مَعْ کَوْنِھَا مَخْلُوْقَۃً لَہٗ اِتِّفَاقًا وَ کَمَا یُقَالُ لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَیْ مَالِکُھَا وَلَایُقَالُ لَہٗ الزَّوْجَاتُ وَالْاَوْلَادُ لِاِیْھَامِہٖ اِضَافَۃُ غَیْرِ الْمِلْکِ اِلَیْہٖ'' (مسامرہ جلد دوم صفحہ 3 طبع مصر)

علماء کے اِس گروہ نے فرمایا کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے کہ اجمالاً یہ کہنا (کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے) صحیح ہے لیکن تفصیلاً صحیح نہیں ہے (کہ کفر وظلم اور فسق اُس کی مراد ہے) یہ اسی طرح صحیح ہے جس طرح اجماع اور نص سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے، لیکن (تفصیلاً) یہ کہنا صحیح نہیں کہ اللہ تعالیٰ گندگیوں اور بندروں اور خنزیروں کا خالق ہے حالانکہ بالاتفاق یہ بھی اُسی ہی کی مخلوق ہے۔ اور جیسے یہ درست ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے اُسی کے لیے ہے یعنی اُس کی مِلک ہے، لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ اُس کے لیے بیویاں اور اولاد ہے، کیوں کہ اِس اضافت میں غیر ملک کا وہم پڑتا ہے (اس لیے صحیح نہیں)۔[1]

فوٹو حوالہ ﴿''عبارات اکابر''صفحہ ۸۰،۸۱۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

چنانچہ الشیخ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی شریف المقدسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۹۰۵ھ، لکھتے ہیں کہ۔

قالوا وما ذکرناہ من صحۃ الاطلاق اجمالا لا تفصیلا

علماء کے اس گروہ نے فرمایا کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے کہ اجمالاً یہ کہنا (کہ تمام

کمایصح بالاجماع والنص ان یقال اللہ خالق کل شیئ ولا یصح ان یقال خالق القاذورات وخالق القردۃ والخنازیر مع کونھا مخلوقۃ لہ اتفاقا وکما یقال لہ مافی السموات والارض ای مالکھا ولا یقال لہ الزوجات والاولاد لایھامہ اضافۃ غیر الملک الیہ الخ (مسامرہ ج ۲ ص ۳ طبع مصر)

کائنات اللہ تعالیٰ کی مراد ہے) صحیح ہے لیکن تفصیلاً صحیح نہیں ہے (کہ کفر ظلم اور فسق اس کی مراد ہے) یہ اسی طرح صحیح ہے جس طرح اجماع اور نص سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے لیکن (تفصیلاً) یہ کہنا صحیح نہیں کہ اللہ تعالیٰ گندگیوں اور بندروں اور خنزیروں کا خالق ہے حالانکہ بالاتفاق یہ بھی اسی ہی کی مخلوق ہے۔ اور جیسے یہ درست ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کے لئے ہے یعنی اس کی ملک ہے لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ اسی کے لئے بیبیاں اور اولاد ہے کیونکہ اس اضافت میں غیر ملک کا وہم پڑتا ہے (اس لئے صحیح نہیں)۔

---

[1] ...... ﴿''عبارات اکابر'' (محمد سرفراز خاں گکھڑوی المتوفی ۱۴۳۰ھ) صفحہ ۸۰،۸۱۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

خاں صاحب گکھڑوی نے اپنے دعویٰ کے حق میں جو دلیل دی ہے وہ دو طرح سے مخدوش ہے

اول۔ یہ کہ خاں صاحب گکھڑوی نے دلیل کی عبارت کو سمجھا نہیں۔

دوم۔ یہ کہ اسمٰعیل دہلوی کی متنازعہ مرکزی عبارت اِجمال میں داخل نہیں بلکہ وہ تفصیل ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ علمائے عقائد کا اختلاف فرقہ معتزلہ (قدریہ) سے ہے قدریہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے برے افعال کا خالق خود ہے، اللہ تعالیٰ کو بندے کے برے افعال کا خالق کہنا اس کی توہین ہے۔ اہل سنت کے علماء نے یہ کہا کہ عمل اور کسب بندے کا ہے لیکن اسکے تمام افعال کا خالق اللہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

۱۔ ''خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ'' ''ہر چیز کا پیدا کرنے والا، تو اسی کی عبادت کرو'' ۱

۲۔ ''وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا''

''اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اسے ایک مقرر کئے ہوئے اندازے پر رکھا'' ۲

۳۔ ''وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ'' ''تمہارے سب کاموں کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا'' ۳

اس لئے یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے ہر عمل خیر و شر کا خالق ہے۔

معتزلہ کے نزدیک یہ کہنا کہ اللہ بندے کے برے اعمال کا خالق ہے یا کسی بری چیز مثلاً کتے یا خنزیر کا خالق ہے یہ اللہ تعالیٰ کی توہین ہے۔

اہل سنت کا مؤقف یہ ہے کہ اجمال میں جو بات ثابت ہے اور نص سے ثابت ہے اس کی تفصیل کے ثبوت کا اعتقاد بھی ضروری ہے۔ اب اگر مفصل مکمل تفصیل بیان کریں گے تو توہین ہرگز نہ ہوگی۔ اگر تفصیل کا ایک جزء تفصیل میں بیان کریں، مثلاً انبیاء وملائک کا خالق اللہ ہے آسمانوں اور زمینوں کا خالق اللہ ہے تو یہ بھی اس کی تعظیم ہے، توہین نہیں، تاہم اگر یہ کہیں کہ شریر اور قبیح اشیاء اور اعمال کا خالق اللہ ہے تو اگرچہ بات واقع میں صحیح ہے اور اس پر عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے لیکن فقط اتنی کلام کا بولنا اور باقی تفصیل کو چھوڑ دینا توہین ہے اگرچہ بات از روئے واقعہ سچی ہے اور صحیح ہے مگر عارض کی وجہ سے یہ توہین قرار پاتی ہے۔

اگرچہ علمائے عقائد وکلام نے عارض کی تفصیل نہیں دی مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ معظم کی ثناء اچھی چیزوں سے مضاف

۱......﴿''سورۃ الانعام: الآیۃ ۱۰۲'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۲......﴿''سورۃ الفرقان: الآیۃ ۲'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۳......﴿''سورۃ الصافات: الآیۃ ۹۶'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

ہونے پر ہوتی ہے اور جب صرف بُری چیزوں سے مضاف کیا جائے تو اس سے تعظیم کی بجائے استہزاء اور مذاق یا تحقیر سمجھی جاتی ہے، اس لئے اس طرح بولنا توہین ہے۔ رہا اس جملہ کے سچ ہونے کا اعتقاد تو وہ بھی اسی وقت صحیح ہے جب شر کے ساتھ خیر کا خالق بھی اللہ کو مانتا ہو اگر صرف شر کا خالق مانے تو توہین ہوگا۔ کہ اُس نے اجمالی آیت کے عموم میں اپنی طرف سے تخصیص کی ہے، اسی طرح صرف خیر کا خالق ماننا بھی توہین قرار پائیگا۔

دیکھئے "منح الروض الازھر فی شرح الفقہ الاکبر" میں علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"یہ کہنا بالاتفاق جائز ہے کہ جمیع کائنات اللہ کی مراد ہے" شرح میں آگے تفصیلاً لکھتے ہیں "کما یقال خالق الاشیاء ولا یقال خالق القاذورات" جیسے یہ بولا جاتا ہے کہ وہ تمام اشیاء کا خالق ہے اور یہ نہیں بولا جاتا کہ وہ قاذورات (نجاسات) کا خالق ہے۔

تو ثابت ہوا کہ علماء کلام بات صرف بولنے کی کر رہے ہیں، نہ کہ ماننے کی یعنی وہ تفصیل میں ایک جملہ کے بولنے کو غلط کہہ رہے ہیں، لیکن اسے عموم میں شامل ماننا اعتقاداً ضروری سمجھتے ہیں، تو کیا خاں صاحب گکھڑوی اور ان کے دہلوی امام چمار سے ذلیل ماننے کے لئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کے صرف ذکر کو گستاخی سمجھتے ہیں، باقی عقیدہ ان کا اس کے اثبات کا ہے اگر ایسا ہے تو پکی گستاخی تو یہی ہے، رہا صرف قول کا کفر ہونا تو اولاً یہ قول بعض علماء کا ہے، اور ثانیاً انہوں نے اسے ایہامِ کفر سے تعبیر کیا ہے نہ کہ کفر سے۔

علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل شرح ملاحظہ فرمائیں "وقد اتفقوا علیٰ جواز اسناد الکل الیہ سبحانہ جملۃ فیقال جمیع الکائنات مرادۃ اللہ ومنھم من منع التفصیل فقال لایقال انہ یرید الکفر والظلم والفسق لایھامہ الکفر ولرعایۃ الادب معہ سبحانہ کما یقال خالق الاشیاء ولا یقال خالق القاذورات" [1]

فوٹو حوالہ ﴿"منح الروض الازھر فی شرح الفقہ الاکبر" صفحہ ۱۶۲۔ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت﴾

[النحل: ٦٠] والنهي ضد الأمر قد يتصور أن يكون ...
القول هو المعروف عن السلف، وقد اتفقوا على جواز إسناد الكل إليه سبحانه جملة، فيقال جميع الكائنات مرادة لله، ومنهم من منع التفصيل فقال: لا يقال إنه يريد الكفر والظلم والفسق لإيهامه الكفر ولرعاية الأدب معه سبحانه، كما يقال خالق الأشياء، ولا يقال خالق القاذورات.

---

[1] ﴿"منح الروض الازھر فی شرح الفقہ الاکبر" (علامہ علی القاری التوفی ۱۰۱۴ھ) صفحہ ۱۶۲۔ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت﴾

☆ ﴿"منح الروض الازھر فی شرح الفقہ الاکبر" (علامہ علی القاری التوفی ۱۰۱۴ھ) صفحہ ۶۴۔ مطبوعہ مجتبائی دہلی (قدیم)﴾

''اور ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ جائز ہے کہ (کلام میں) تمام چیزوں کی نسبت (واسناد) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کردی جائے تو بولا جائے کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی مراد ہے (اس کے ارادہ وتقدیر سے پیدا کی ہوئی) اور کچھ علماء وہ ہیں جنہوں نے تفصیل کو ممنوع قرار دیا اور کہا کہ یہ نہ بولا جائے کہ وہ (اللہ تعالیٰ بندوں کے) کفر، ظلم اور فسق کا ارادہ فرماتا ہے اس لئے کہ اس کلام میں کفر کا ایہام ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے لئے رعایت ادب کے پیش نظر (بھی نہ کہا جائے) جیسے یہ بولا جاتا ہے کہ وہ تمام اشیاء کا خالق ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ قاذورات (نجاسات وقبائح) کا خالق ہے۔

امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد الحنفی المعروف بابن الہمام المتوفی ۸۶۱ھ کی کتاب ''المسایرۃ فی العقائد المنجیۃ فی الآخرۃ'' کی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں ''فھو تعالیٰ مرید لما نسمیه شراً من کفر وغیره کما ھو مرید للخیر ولو لم یرده لم یقع'' ۱

''المسامرۃ'' میں اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے علامہ کمال الدین محمد بن ابی بکر بن علی بن ابی شریف المتوفی ۹۰۵ھ لکھتے ہیں ''(فھو تعالیٰ مرید لما نسمیه شراً من کفر وغیره) من المعاصی (کما ھو مرید للخیر من ایما ن وغیره من الطاعات (ولو لم یرده) ای الشر (لم یقع)'' ۲

''اللہ تعالیٰ ارادہ فرمانے والا ہے ہر اس چیز کا جس کا ہم شر نام رکھتے ہیں، بندے کا کفر ہو یا اس کا غیر دیگر گناہوں سے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرمانے والا ہے خیر کا جو ایمان اور اس کے سوا دیگر طاعات ہیں، اگر اس نے شر کا ارادہ نہ کیا ہوتا تو شر کا وقوع بھی نہ ہوتا''

اس کے بعد ''المسامرۃ'' میں علامہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

''هَذَا هُوَ الْمَعْرُوْفُ عَنِ السَّلَفِ وَقَدِ اتفقوا علی جواز اسناد الکل الیه جملة فیقال جمیع الکائنات مرادة للّٰه تعالیٰ ومنهم من منع التفصیل فقال لایقال انه یرید الکفر والظلم والفسق لایهام الکفر وهو ان الظلم والکفر والفسق مأموربه لماذهب الیه بعض العلماء من ان الامر هو الاردة وعند الالباس یجب التوقف عن الاطلاق الی التوقیف ای الِاعلام من الشارع ولاتوقیف فی الاسناد تفصیلاً، قالوا ما ذکرنا من صحة الاطلاق اجمالا لا تفصیلا کما یصح بالاجماع والنص ان یقال اللّٰه خالق کل شئی ولایصح ان یقال خالق القاذورات وخالق القردة والخنازیر مع کونها مخلوقة له اتفاقا وکما یقال له مافی السموات والارض ای مالکها ولایقال له

۱...... ﴿''المسامرۃ فی شرح المسایرۃ'' (کمال الدین محمد بن ابی بکر بن علی بن ابی شریف المتوفی ۹۰۵ھ) جزءدوم صفحہ۲۔ مطبوعہ مکتبہ الازھریہ مصر﴾

۲...... ﴿''المسامرۃ فی شرح المسایرۃ'' (کمال الدین محمد بن ابی بکر بن علی بن ابی شریف المتوفی ۹۰۵ھ) جزءدوم صفحہ۲۔ مطبوعہ مکتبہ الازھریہ مصر﴾

الزوجات والاولاد لایھامہ اضافة غیر الملك الیه ومنهم من جوّز ان یقال الله مرید للکفر والفسق معصیة معاقبا علیها وفی قول المصنف لما نسمیه شرا تنبیه علی ان تسمیه بعض الکائنات شرا بالنسبة الی تعلقه بنا وضرره لنا لا بالنسبة الی صدوره عنه تعالیٰ وفخلقه الشر لیس قبیحا اذ لا قبیح منه تعالی لایسئل عما یفعل'' ا؎

علماءِ سلف سے یہی عقیدہ معروف ہے، علماء سلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کل شی کا اسناد مجموعی طور پر اس کی طرف کرتے ہوئے اس طرح کہنا درست ہے کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی مراد ہے (لیکن تفصیل میں اختلاف ہے) ان میں سے کچھ نے تفصیل سے منع فرمایا تو کہا، یہ نہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کفر، ظلم اور فسق کا ارادہ کرتا ہے کیونکہ یہ الفاظ کفری معنی کی طرف وہم کو لے جاتے ہیں اور اس میں کفری معنی یہ بنے گا کہ ظلم، کفر اور فسق کا اللہ نے حکم دیا ہے، بوجہ اس کے کہ کچھ علماء کا مذہب یہ ہے کہ امر ارادے کا دوسرا نام ہے اور جب ایسا شک پڑتا ہو تو ایسے اطلاق سے توقف کرتے ہوئے توقیف کی طرف آنا چاہیے، یعنی شارع کی طرف سے جو ارشاد ہوا، اس پر عمل کیا جائے اور تفصیلی اسناد میں شارع کا کوئی ارشاد (توقیف) موجود نہیں۔ اِن بعض علماء نے یہ بھی کہا کہ جو ہم نے بیان کیا کہ اجمالی اطلاق صحیح ہے، تفصیلی صحیح نہیں۔ اِس کی مثال یہ ہے، اللہ تعالیٰ کو ہر شئی کا خالق کہنا اجماع اور نص کی روشنی میں صحیح ہے لیکن اسے خالق القاذورات اور خالق القردة والخنازیر کہنا صحیح نہیں، اس کے باوجود کہ بالاتفاق یہ تمام چیزیں بھی اُس کی مخلوق واقعتاً ہیں۔ اور جیسا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ کی ہے یعنی وہ اِن دونوں میں موجود ہر چیز کا مالک ہے، اور یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ بیویاں اور اولاد اُس کی ہیں، کیوں کہ اس سے ایہام ہوتا ہے کہ وہ بیویاں اور اولاد اس کی ملک نہیں بلکہ اسی کی بیویاں اور اسی کی اولاد ہیں۔ اور کچھ علماء وہ ہیں جنھوں نے یہ کہنا جائز قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر اور فسق کا ارادہ فرمانے والا ہے، (لیکن شرط یہ ہے کہ اُس کے ساتھ یہ لفظ ملائے جائیں) درانحالیکہ یہ کفر اور فسق اُس شخص کی طرف سے اللہ کی معصیت ہوگی اور اسے اس پر سزا دی جائے گی۔

(شارح فرماتے ہیں کہ) مصنفِ کتاب (امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد الحنفی المعروف بابن الہمام المتوفی ۸۶۱ھ) نے '' لما نسمیه شرا '' کا قول فرما کر یہ تنبیہ فرمائی کہ وہ چیز جسے ہم شر کہتے ہیں یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ کائنات میں بعض چیز کا نام شر رکھنا وہ اُس چیز کے ہمارے ساتھ تعلق کی نسبت سے ہے اور اس چیز کے ہمیں ضرر پہنچانے سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شر کو پیدا کرنا قبیح نہیں اس لیے کہ اللہ سے کوئی قبیح صادر نہیں ہوتا۔ اُس کی شان '' لایسئل عما یفعل '' ہے، اس کے فعل کے بارے میں جواب طلبی نہیں کی جاسکتی''

ا؎......'' المسامرة فی شرح المسایرة '' (کمال الدین محمد بن ابی بکر بن علی بن ابی شریف التوفی ۹۰۵ھ) جزء دوم صفحہ ۲،۳۰۲۔ مطبوعہ مکتبۃ الازہریہ مصر

☆......'' المسامرة فی شرح المسایرة '' (کمال الدین محمد بن ابی بکر بن علی بن ابی شریف التوفی ۹۰۵ھ) صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰۔ مطبوعہ بیروت

فوٹو حوالہ «''المسامرۃ فی شرح المسایرۃ'' جزء دوم صفحہ ۲۔ مطبوعہ مکتبہ الازہریہ مصر»

(فهو تعالى مريد لما نسميه شرا من كفر وغيره) من المعاصى (كما هو مريد للخير) من ايمان وغيره من الطاعات (ولو لم يرده) أى الشر (لم يقع) هذا هو المعروف عن السلف وقد اتفقوا على جواز اسناد الكل اليه جملة فيقال جميع الكائنات مرادة لله تعالى ومنهم من منع التفصيل فقال لا يقال انه يريد الكفر والظلم والفسق لايهامه الكفر وهو أن الظلم والكفر والفسق مأمور به لما ذهب اليه بعض العلماء من أن الامر هو الارادة وعند الاكثر يجب التوقف عن

الاطلاق الى التوقيف أى الاعلام من الشارع ولا توقيف فى الاسناد تفصيلا فكرا وما ذكرناه من صحة الاطلاق اجمالا لا تفصيلا كما يصح بالاجماع والنص أن يقال الله خالق كل شئ ولا يصح أن يقال خالق القاذورات وخالق القردة والخنازير مع كونها مخلوقة له إتفاقا وكما يقال له مالك السموات والأرض أى مالكهما ولا يقال له الزوجات والاولاد لايهامه اضافة غير الملك اليه ومنهم من جوز أن يقال الله مريد الكفر والفسق معصية معاقبا عليها وفى قول المصنف لما نسميه شرا تنبيه على أن تسمية بعض الكائنات شرا بالنسبة الى تعلقه بنا وضرره لنا لا بالنسبة الى صدوره عنه تعالى فخلقه الشر ليس قبيحا اذ لا قبيح منه تعالى لا يسئل عما يفعل (وعند المعتزلة) أنه انما يريد من أفعال العباد ما كان طاعة و(سائر المعاصى والقبائح واقعة بارادة العبد على خلاف ارادة الله تعالى)

ان عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ اجمال وہ صحیح ہوگا جو نص یا اجماع سے ثابت ہوگا۔

۲۔ اسی طرح تفصیل وہ ثابت ہوگی جو نص یا اجماع سے ثابت ہو۔

۳۔ اگر کوئی تفصیل نص یا اجماع سے ثابت ہو لیکن اس کا اطلاق کر کے بولنا نص واجماع سے ثابت نہ ہو پھر اس بولنے میں کسی اور غلط معنی کفریہ کا ایہام ہو تو تفصیل کے ان اجزاء کو نہیں بولیں گے اگرچہ ماننا ضروری ہوگا۔

۴۔ چونکہ مذکورہ بالا تفصیل کے بولنے سے منع کسی عارض کی وجہ سے ہے، اس لئے ہمارے دیگر علماء (بالخصوص امام اشعری، امام ماتریدی رحمہما اللہ) نے فرمایا جب وہ ایہام مزید تفصیل لا کر بول دیا جائے تو پھر اسی تفصیل کا بولنا جائز ہوگا۔

بہر حال دہلوی صاحب کی اُن مفصل عبارات کو مفصل مانئے تو اجمال کا عذر ختم ہوا، اور اگر عقل ودیانت کی آنکھیں بند کر کے انہیں اجمال بھی کہا جائے تو مذکورہ نص قرآنی اور دیگر نصوص مذکورہ کے پیش نظر بھی یہ اجمال نہ صرف یہ کہ نص سے ثابت نہیں بلکہ نص کے خلاف ہے۔

علاوہ ازیں جس اجمال پر اہل سنت کے ساتھ معتزلہ متفق تھے، لیکن جس عبارت کو خاں صاحب گکھڑوی اجمال کہہ کر صحیح قرار دے رہے ہیں۔ اہل سنت سرے سے مانتے ہی نہیں، وہ نہ صرف اس نام نہاد اجمال کو کفر کہتے ہیں بلکہ اس سے کم کلام کو بھی، لہٰذا اگر کوئی یہ کہے کہ ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کے نزدیک ذلیل ہیں یا یوں کہے کہ تمام انبیاء اور اولیاء اللہ کے روبرو کمتر مخلوق ہیں، ہم اسے بھی کفر کہتے ہیں۔ لہٰذا جب یہ اجمال ہی متفق علیہ نہیں بلکہ ایک فریق اسے کفر کہتا ہے اور نص کے خلاف ثابت کرتا ہے۔ اس اجمال کا قیاس متکلمین کے مذکورہ ایسے اجمال پر کرنا جو نصوص سے ثابت ہونے کے ساتھ فریقین کا متفق ہے کیوں کر صحیح ہوا، پھر متکلمین کے اس اجمال میں ایک تفصیل ہونے پر ایمان لانا تو لازم تھا مگر صرف اس ایک تفصیل کو بولنا

ناجائز تھا جب تک قیود لگا کر اس وہم کو دفعہ نہ کر دیا جائے جس سے توہین کا خدشہ ہوتا تھا اگر وہ وہم دفع ہو جائے تو بولنا اور عقیدہ دنوں جائز ہیں۔ جب کہ اس ایک اسماعیلی عبارت میں بڑا ہو کہ بجائے نبی ولی تو وہ اس طرح ہے کہ خاں صاحب گکھڑوی اسے توہین مانتے ہیں کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں کہ تفصیل کا حکم اور ہے اور یہاں حکم دو ہیں اسلام اور کفر جب وہ اجمال کو اسلام کہہ رہے ہیں تو اس تفصیل کو اور یعنی کفر کہہ دیا، اور کفر کو نہ بولنا جائز ہے نہ ماننا، تو ثابت ہوا کہ یہ عبارات متکلمین کے اس کلام اجمال اور تفصیل سے سراسر خارج اور باہر ہیں۔

خاں صاحب گکھڑوی نے متکلمین کی عبارات کو نہ سمجھنے یا سمجھ کر دھاندلی کرنے کے لئے ان اصطلاحات متکلمین کی آڑلی تھا مگر ان کی یہ ساری دلیل ہوائی قلعہ ثابت ہوئی۔ ان عبارات سے وہ لوگ استدلال کر سکتے ہیں جو کسی ایسے مسئلہ پر بحث کر رہے ہوں، جن کا فریق ان سے اجمال کے حکم پر اتفاق رکھتا ہو، یا وہ جو صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہوں کہ کبھی ایک صحیح حکم کا بولنا توہین اور کفر قرار پا جاتا ہے اور یہ بات ان عبارات میں نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

خاں صاحب گکھڑوی لکھتے ہیں ''مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۱۶ ''اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔'' قرآن مجید: ''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ''اور واسطے اللہ کے ہے عزت اور اس کے رسول کے واسطے اور مومنین کے واسطے لیکن منافق نہیں جانتے۔ دیوبندی وہابیوں کے نزدیک بقانون مذکورہ عین اسلام یہ ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اور بڑے چھوٹے کی شرح تقویۃ الایمان کے صفحہ ۶۸ پر اولیاء اور انبیاء سے تعبیر کی ہے اور وہاں بڑے بھائی کا مرتبہ دیا اور یہاں تمام انبیاء واولیاء کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہہ دیا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ (مقیاس حنفیت صفحہ ۲۰۵) ''[1]

اس کے بعد خاں صاحب گکھڑوی نے اس عبارت کا جواب لکھا۔ اس میں لکھتے ہیں

''اس عبارت میں مقصود شرک کی قباحت اور برائی ہے نہ کہ بزرگوں کی حقارت اور توہین کیونکہ جس طرح بادشاہ کے سامنے چمار بے کس و بے بس اور مجبور ولاچار اور کمزور وضعیف ہے اس سے کہیں زیادہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز، بے طاقت اور ضعیف و کمزور ہے۔ لفظ ضعیف سے مولوی محمد عمر صاحب نے بزعم خود معاذ اللہ کمینہ اور بے عزت مراد لی ہے۔'' اور پھر اس کے سلسلہ میں قرآن کریم کی آیت کریمہ پیش کی ہے یہ ان کی انتہائی اخلاقی پستی ہے قرآن پاک میں آتا

---

[1]...... ﴿''عبارات اکابر'' (محمد سرفراز خاں گکھڑوی المتوفی ۱۴۳۰ھ) صفحہ ۸۲، ۸۳۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

ہے کہ ''خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا'' یعنی تمام انسان ضعیف، عاجز و کمزور پیدا کیئے گئے اور بدر کے مقام پر جن حضرات صحابہ کرام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمان کر رہے تھے ان سب پر اللہ تعالیٰ اپنا انعام واحسان بتلاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے ''وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ'' اور البتہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر تمہاری مدد کی اور تم ذلیل (یعنی ضعیف و کمزور اور بے سروسامان) تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذلیل کے معنیٰ کمینہ اور حقیر کے ہی نہیں آتے جیسا کہ اہل بدعت نے یہ سمجھ رکھا ہے بلکہ اس کے معنیٰ ضعیف، کمزور اور بے سروسامان کے بھی ہوتے ہیں۔ اور حضرت شاہ صاحب کی یہی مراد ہے۔ [1]

فوٹو حوالہ ''عبارات اکابر'' صفحہ ۸۲، ۸۳۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں۔

تقویۃ الایمان ص۹۲ اور یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ قرآن کریم (منافقون ۲۸) وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ ترجمہ: اور واسطے اللہ کے ہے عزت اور اس کے رسول کے واسطے اور مؤمنین کے واسطے اور لیکن منافق نہیں جانتے ہیں۔

دیوبندی وہابیوں کے نزدیک بقانون مذکورہ عین اسلام یہ ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اور بڑے چھوٹے کی شرح تقویۃ الایمان ص۲۰ پر اولیاء وانبیاء سے تعبیر کی ہے اور وہاں بڑے بھائی کا مرتبہ دیا اور یہاں تمام انبیاء و اولیاء کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہہ دیا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ مقیاس حنفیت ص۴۳

شہرفا بڑی بے انصافی ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔ اس عبارت سے مقصود شرک کی قباحت اور برائی ہے نہ کہ بزرگوں کی حقارت اور توہین۔

کیونکہ جس طرح بادشاہ کے سامنے چمار بے کس و بے بس اور مجبور ولاچار اور کمزور و ضعیف ہے اس سے کہیں زیادہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز بے طاقت اور ضعیف و کمزور ہے۔ لفظ ذلیل سے مولوی محمد عمر صاحب نے بزعم خود معاذ اللہ تعالیٰ کمینہ اور بے عزت مراد لی ہے اور پھر اس کے سلسلہ میں قرآن کریم کی آیت کریمہ پیش کی ہے یہ ان کی انتہائی اخلاقی پستی ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔ یعنی تمام انسان ضعیف عاجز اور کمزور پیدا کئے گئے ہیں اور بدر کے مقام پر جن حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کمان کر رہے تھے ان سب پر اللہ تعالیٰ اپنا انعام واحسان تبلاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ ۝ (پ ۴ سورۃ آل عمران) — اور البتہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر تمہاری مدد کی اور تم ذلیل (یعنی ضعیف و کمزور اور بے سروسامان) تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ ذلیل کے معنی کمینہ اور حقیر ہی کے نہیں ہوتے جیسا کہ اہل بدعت نے یہ سمجھ رکھا ہے بلکہ اس کے معنی ضعیف و کمزور اور بے سروسامان کے بھی ہوتے ہیں اور حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی بھی یہی مراد ہے۔ پہلے تفصیلاً حضرت شاہ صاحب کی اپنی عبارات کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم

خاں صاحب گکھڑوی نے یہاں چند جواب دیئے ہیں

۱۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب کی عبارت ''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے'' اس عبارت سے دہلوی صاحب کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں تھی بلکہ شرک کی قباحت اور برائی بیان کرنا تھا یعنی اس لیے ان پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا۔

۲۔ اس عبارت میں دو چیزوں کا دو چیزوں سے موزانہ کیا گیا ہے۔ بادشاہ کے سامنے چمار کی بے بسی مجبوری لاچاری اور کمزوری وضعیفی کا موزانہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ساری مخلوق کی عاجزی، ضعیفی اور کمزوری سے کیا گیا ہے لہٰذا یہ توہین نہ ہوئی۔

۳۔ دہلوی صاحب کے اس کلام میں لفظ ذلیل سے مراد کمینہ اور بے عزت نہیں بلکہ لفظ ذلیل کا دوسرا معنی

[1] ''عبارات اکابر'' (محمد سرفراز خاں گکھڑوی المتوفی ۱۴۳۰ھ) صفحہ ۸۲۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ہے جو ضعیف، کمزور اور بے سروسامان ہوتا ہے جب کہ آیت ''وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّة '' کا ترجمہ کرتے ہوئے تمہارے ترجمہ میں بھی کمزور اور بے سروسامان کا ترجمہ کیا ہے۔ اور جب اس عبارت میں ذلیل کے لفظ کے یہ معنی دہلوی صاحب کی مراد ٹھہرا بس توہین کا احتمال ختم ہوگیا۔

اس سلسلے میں خاں صاحب گکھڑوی نے حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمة الله علیه پر یہ کیچڑ اچھالا ہے کہ انہوں نے دہلوی صاحب کی اس عبارت میں ذلیل کا معنی کمینہ اور بے عزت مراد لے کر کسی زیادتی کا ارتکاب کیا ہے۔

پہلے جواب کا جواب

اس کے بارے میں عرض ہے خاں صاحب گکھڑوی نے اپنے پیشوا اسماعیل دہلوی صاحب کو بچانے کے لئے نیا راستہ اختیار کیا ہے مگر ہم اس نئے راستے پر بھی ان شاء الله العزیز ان کا تعاقب نہیں چھوڑیں گے۔ خاں صاحب گکھڑوی پہلے تو یہ کہہ رہے تھے کہ ان کے (اور اہل حدیث کے مشترکہ) امام العقائد دہلوی بہادر نے ہر جگہ اجمالی کلام کیا ہے ایسے میں اگر وہ ان لوگوں کو چمار اچوہڑا یا چمار سے ذلیل کہتے ہیں تو ان کی مراد انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام اور اولیاء رضوان الله علیهم اجمعین نہیں انہوں نے کب تفصیل کی ہے۔

الحمد لله! اس کلام میں خاں صاحب گکھڑوی کی خیانت کو پہلے طشت از بام کر دیا گیا ہے۔ لیکن اب کہہ رہے ہیں ''ذلیل کے معنی کمینہ اور حقیر کے ہی نہیں آتے'' یعنی ذلیل کے معنی کمینہ اور حقیر تو ظاہر ہیں ہی لیکن ذلیل کے معنی ضعیف، کمزور اور بے سروسامان کے بھی آتے ہیں جو اگرچہ مشہور نہیں مگر صحابہ کرام کیلئے ''وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّة'' کے تحت کئے گئے ہیں یعنی دہلوی صاحب نے کہا تو (انبیاء اور اولیاء کو) ذلیل ہی ہے لیکن ذلیل کا دوسرا معنی کمزور ہے۔ دہلوی صاحب کی نیت میں دوسرا معنی ہے اور یہی دہلوی صاحب کی مراد ہے فلہٰذا دہلوی صاحب نے اس عبارت سے نیت توہین کی نہیں کی جب نیت توہین کی نہ ہو تو پھر توہین کے کلمات بولنا جائز ہے لیکن ہم پہلے اسماعیل دہلوی صاحب کی کتاب تقویۃ الایمان کے حوالے سے بیان کر آئے ہیں کہ جب کسی لفظ کے دو معنی ہوں ایک ظاہر اور دوسرا غیر ظاہر۔ تو اس لفظ سے توہین ہوگی اس لیے کہ توہین میں نیت کا اعتبار نہیں۔ دیکھئے خاں صاحب گکھڑوی کے پیشوا دہلوی صاحب لکھتے ہیں

''اور یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولئے اور اس سے کچھ اور معنیٰ مراد لیجئے۔ معما اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہیں ہیں'' [1]

---

[1]...... ''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۸۸۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

فوٹو حوالہ ﴿"تقویۃ الایمان" صفحہ ۸۸۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

خاں صاحب گکھڑوی کی یہ تاویل خود انہیں لے ڈوبی اس لئے کہ وہ مان رہے ہیں کہ یہ کلمہ تو کلمہء توہین ہے لیکن مقصود توہین نہیں۔ لہٰذا کفر نہیں اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ گکھڑوی صاحب توہین انبیاء کے کلمہ کو کفر نہیں سمجھتے کچھ ایسی ہی بات ان کے ایک اور بڑے مولانا تھانوی صاحب نے ان لفظوں میں کہی ہے

"کہ بریلوی کے معنٰی ہیں باادب بے ایمان اور دیوبندی کے معنٰی ہیں بے ادب باایمان"۔ (ملخصاً)[1]

گکھڑوی صاحب سے استفسار

۱۔ جن مترجمین نے یہ "کمزور اور بے سروسامان" کا ترجمہ کیا ہے۔ آپ اسے صحیح ترجمہ سمجھتے ہیں یا نہیں۔ ظاہر ہے آپ اسے صحیح ترجمہ سمجھتے ہیں کیونکہ آپ اگر اسے صحیح نہ سمجھتے تو غلط اور توہین سمجھتے تو اس کو اپنی تائید میں پیش نہ کرتے۔

۲۔ اور اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ ترجمہ صحیح ہے اور مترجم گستاخ نہیں تو دہلوی صاحب یہ لفظ بولیں تو کیوں گستاخ ٹھہریں تو جناب گکھڑوی صاحب ہم پوچھتے ہیں کہ ان مترجمین نے ذلیل کا لفظ کیوں نہیں اور کمزور اور بے سروسامان کا لفظ کیوں بولا؟

۳۔ اگر ان مترجمین نے یہ تاویل کی ہے تو ثابت ہوا کہ یہ مترجمین صحابہ کے حق میں اللہ تعالیٰ کے بولے ہوئے کلمہ "ذلیل" کے بولنے کی ہمت نہیں پاتے تھے تو تاویل کرنی پڑی۔ اس صورت میں ذلیل کا ظاہر معنی چھوٹوں کی طرف سے گستاخی ہی پر منتج ٹھہرا تو دہلوی بہادر بھی چھوٹوں میں شامل ہیں اگر چھوٹے بھائی نہیں خواہ لاکھ وہ بات کہتے رہیں۔

۴۔ پھر آپ نے کہا شاہ صاحب (اسمٰعیل دہلوی) کی یہی مراد ہے۔ یہاں لفظ "اَذِلَّۃٌ" کے آپ کے بقول دو معنی ہیں۔ دہلوی صاحب نے وہ لفظ بولا ہے اور اس کا ظاہر معنی آپ کے نزدیک توہین ہے لیکن دہلوی صاحب نے کیا مراد لیا یعنی دل میں کیا ارادہ کیا۔؟ آپ کو اس کا قطعی علم غیب کہاں سے ملا جب کہ آپ نے یہ نہیں کہا کہ یہ مراد ہو سکتی ہے یا شاید ان کی مراد یہ معنی ہو بلکہ آپ نے لکھا شاہ صاحب کی یہی مراد ہے۔ کیا آپ وحی کے دعویدار ہیں یا بذات خود علم غیب رکھنے کے۔

---

[1]...... ﴿"الافاضات الیومیہ" (اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ) جزء چہارم صفحہ ۱۴۸۔ مطبوعہ مکتبہ تالیفات اشرفیہ ملتان﴾

غور کریں کہیں آپ نے مذہبی خودکشی کا ارتکاب تو نہیں کر لیا؟

۵۔ آپ نے مولانا محمد عمر اچھروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے یہاں آپ کے پیشوا پر الزام لگایا ہے کہ وہ نبیوں کو کمینہ کہتے ہیں۔ آپ نے ان کی کسی کتاب یا صفحہ کا حوالہ کیوں نہیں دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ قصداً جھوٹ بولنا چاہتے تھے۔ دوسرا یہ کہ آپ نے علامہ اچھروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگایا ہے کہ

''لفظ ضعیف سے مولوی عمر صاحب نے بزعم خود معاذ اللہ کمینہ اور بے عزت مراد لی ہے'' [1]

آپ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ اچھروی جس کا حوالہ دے رہے تھے اس میں لفظ ''ضعیف'' تھا جب کہ یہ لفظ صرف خاں صاحب گکھڑوی کے کلام میں تقویۃ الایمان کی عبارت کی تشریح کے طور پر آیا ہے۔ تقویۃ الایمان کی زیر بحث عبارت میں یہ لفظ تھا ہی نہیں تو یہ بھی خاں صاحب گکھڑوی کا جھوٹ قرار پاتا ہے۔ پھر یہ کہ علامہ اچھروی نے یہ لکھا ہی نہیں کہ لفظ ضعیف کا معنی کمینہ اور بے عزت ہوتا ہے یہ بھی جھوٹ قرار پاتا ہے۔ دیکھئے مقیاس حنفیت کی مکمل عبارت

قرآن کریم (منافقون ۲۸)	تقویۃ الایمان صفحہ ۱۶: اور یہ یقین جان لینا
وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ترجمہ اور واسطے اللہ کے ہے عزت اور اس کے رسول کے اور مومنین کے واسطے اور لیکن منافق نہیں جانتے۔	چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

دیوبندی وہابیوں کے نزدیک بقانون مذکورہ عین اسلام یہ ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اور بڑے چھوٹے کی شرح تقویۃ الایمان کے صفحہ ۲۸ پر اولیاء و انبیاء سے تعبیر کی ہے۔ اور وہاں بڑے بھائی کا مرتبہ دیا اور یہاں تمام انبیاء و اولیاء کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہہ دیا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اور ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ فرماویں کہ اللہ اور اس کے رسول تمام عزت دار ہیں لیکن منافق بوجہ نفاق کے ان کی عزت کو جانتا نہیں۔ ثابت ہوا کہ یہ دیوبندی عقیدہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نفاق پر موجزن ہے ''دَنٰی فَتَدَلّٰی'' اللہ تعالیٰ نے اسی لئے تم کو سمجھایا ہے۔ کچھ سوچو۔ [2]

کیا اس عبارت میں ضعیف کا لفظ تقویۃ الایمان کے حوالہ میں اور کمینہ اور بے عزت کے الفاظ مقیاس الحنفیت کی عبارت میں ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اب خاں صاحب گکھڑوی کی دیانت کے بارے میں آپ کیا رائے قائم کرتے ہیں یہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

---

[1]...... ﴿''عبارات اکابر'' (محمد سرفراز خاں گکھڑوی المتوفی ۱۴۳۰ھ) صفحہ ۸۲، ۸۳۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

[2]...... ﴿''مقیاس حنفیت'' (مولانا محمد عمر اچھروی المتوفی ۱۳۹۱ھ) صفحہ ۲۱۷۔ مطبوعہ المقیاس پبلشرز لاہور﴾

فوٹو حوالہ ﴿''مقیاس حنفیت'' صفحہ ۲۱۷۔ مطبوعہ المقیاس پبلشرز لاہور﴾

تقویۃ الایمان ص ۱۶} اور یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

قرآن کریم

(منفقون ۲۸) وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: اور واسطے اللہ کے ہے عزت اور اس کے رسول کے واسطے اور مومنین کے واسطے۔ اور لیکن منافق نہیں جانتے۔

دیوبندیوں وہابیوں کے نزدیک بقانون مذکورہ عین اسلام یہ ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اور بڑے چھوٹے کی شرح تقویۃ الایمان کے ص ۹۸ پر اولیاء و انبیاء سے تعبیر کی ہے۔ اور وہاں بڑے بھائی کا مرتبہ دیا اور یہاں تمام انبیاء و اولیاء کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہہ دیا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اور ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ فرما دیں کہ اللہ اور اس کے رسول تمام عزت دار ہیں لیکن منافق بوجہ نفاق کے ان کی عزت کو جانتا نہیں ثابت ہوا کہ یہ دیوبندی عقیدہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نفاق پر موجزن ہے فی قتدلی اللہ تعالیٰ نے اسی لئے تم کو سمجھایا ہے۔ کچھ سوچو۔

''اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ'' کے بارے میں آخری بات

فرمان باری تعالیٰ ''وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ '' کے بارے میں چوٹی کی بات یہ ہے کہ یہاں ''اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ'' جملہ حالیہ ہے۔ اور حال ذوالحال کی بحیثیت فاعل یا مفعول ہونے کے اس کی حالت کا بیان کرتا ہے یعنی جس وقت فاعل یا مفعول ہوگا وہ حالت بھی اس پر اسی وقت طاری ہوگی۔ اس امر کی تفصیلی بحث علم نحو اور بلاغت کی کتابوں میں ہے۔ یہاں یہ صرف یہ عرض کرنا ہے مقصود ہے کہ وہ حالت نہ تو ذوالحال کے فاعلیت یا مفعولیت سے متلبس ہونے سے پہلے ہوتی ہے اور نہ بعد میں بلکہ ٹھیک اسی وقت موجود ہوتی ہے جب ذوالحال کے لئے فاعلیت یا مفعولیت پائی جائے۔ عام ازیں کہ وہ حالت پہلے سے موجود ہو یا ساتھ ساتھ وجود میں آئی ہو۔ لہٰذا بدری اصحاب کے لئے ''اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ'' کی حالت کا اسی وقت پایا جانا ضروری ہے جب وہ ''نَصَرَكُمُ اللّٰهُ'' کی وجہ سے منصور بن چکے یعنی اُدھر وہ منصور یعنی غالب آجانے سے موصوف ہونگے اور ادھر ''اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ'' کی حالت طاری ہوگی اب اگر اذلۃ کو ذلیل کی جمع قرار دیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ جس وقت تم غالب تھے اسی وقت ذلیل بھی تھے۔ اور یہ معنی جمع بین الضدین ہونے کی وجہ سے باطل ہوگا۔

جب کہ اس آیت میں صحابہ کرام کی چمکتی ہوئی فضیلت کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری میں جنگ کرنے پہ انہیں یہ عزت عطا فرمائی کہ بغیر سروسامانی یعنی کافی ہتھیاروں، زرہوں اور سامان حرب کی کمی کے باوجود اپنے دشمن پہ غالب آگئے۔ تو اس آیت کریمہ سے تو صحابہ کرام کی عزت ثابت ہوتی ہے نہ کہ بے عزتی اور ذلت۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کے گستاخوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

ہمارے خیال میں دراصل اس قوم کو ایک مغالطہ لگ گیا ہے کہ بیان توحید اور مذمتِ شرک میں اگر انبیاء کرام

علیھم السلام میں سے کسی کی توہین کردی جائے تو توہین کرنے والے کے ایمان میں کچھ فرق نہیں آتا لیکن اس قوم نے اس مغالطہ پر کوئی روشن دلیل قائم نہیں کی۔ ان کے خیال میں بڑی سے بڑی ان کی دلیل یہ آیت تھی ''قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّهْلِكَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ'' [1]

لیکن اس کا مفصل جواب ہم (میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کے اعتراضات کے جوابات میں) لکھ آئے ہیں کہ اس آیت میں '' یُهْلِكَ '' سے مراد عذاب دے کر ہلاک کرنا نہیں ثابت ہوتا، بلکہ وفات دینا ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا اب ان کے اسلحہ خانہ میں دلیل کا کوئی تیر باقی نہیں رہا۔ جبکہ اس کے خلاف قرآن وحدیث نے بَیّن طور پر اس طرز سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

۱۔ ''اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا''

''بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ اور ارادہ کرتے ہیں کہ جدائی کریں اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی راستہ بنالیں درحقیقت وہی لوگ کافر ہیں اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب۔'' [2]

اس آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے میں فرق کرے یعنی اللہ تعالیٰ پر تو ایمان لائے اور رسولوں پر کفر کرے یا رسولوں پر ایمان لائے اور اللہ پر کفر کرے اس قسم کے لوگ اگرچہ اپنے خیال میں اپنے آپ کو مؤمن سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ پکے کافر ہیں وہ صرف ایک فریق کے ساتھ نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسولوں سب کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔

اس آیتِ کریمہ نے فیصلہ فرمادیا کہ کوئی ایسا طرزِ عمل جس سے اللہ کی توحید کے اثبات کے لئے کسی رسول کی توہین ہوتی ہو یا کسی رسول کی رسالت کے اثبات کے لئے اللہ کی توہین کی جائے یا ایک رسول کی تعظیم کے لئے دوسرے رسولوں کی توہین کی جائے یہ تینوں باتیں کفر ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں ان لوگوں کا رد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا قرار دیتے ہیں تو ان مقدسین کو ''بل عباد ذلیلون '' نہیں بلکہ ''بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ '' عزت یافتہ بندے سے یاد فرمایا گیا ہے۔ دوسرے مقام پر نصاریٰ کی تردید اس طرح کی گئی ''اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ '' حضرت عیسیٰ خدا نہیں بلکہ صرف انعام یافتہ بندے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ مشرکین کا رد فرماتے ہوئے اپنے ان مقدس بندوں کیلئے تعظیم کے کلمات ارشاد فرماتا

---

[1] ''سورۃ المائدۃ: الآیۃ ۱۷''

[2] ''سورۃ النساء: الآیۃ ۱۵۰، ۱۵۱'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان

ہے (جنہیں مشرکین نے اپنے طور پر اللہ کا شریک قرار دیا حالانکہ وہ اس سے انکار کرتے رہے) تو پھر کسی عام شخص کو ان کی تو ہین کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے۔

۲۔ حدیث شریف میں ہے کہ وفد عبد القیس کے لوگوں کو ان کے واپس جاتے وقت جو حکم فرمائے ان میں سے پہلا حکم ''اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ'' تھا یعنی اللہ کو وحدہٗ لاشریک ماننا اور اس کی توحید پر ایمان رکھنا پھر رسول کریم نے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کو وحدہٗ لاشریک ماننا اور اس کی توحید پر ایمان لانا کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی توحید پر ایمان لانا یہ ہے کہ یہ دو گواہیاں دی جائیں (ایک) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور (دوسری) محمد اللہ کے سچے رسول ہیں۔ (ملخصاً)[1]

اس حدیث پاک کی رو سے فرما دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک ماننے کے باوجود کوئی شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول نہیں مانتا یا کوئی ایسا قول اور فعل اس سے صادر ہوتا ہے جس سے اس کا آپ کی رسالت پر ایمان نہیں رہتا یعنی وہ آپ کی توہین کر دیتا ہے تو ایسا شخص اللہ کی توحید کا بھی منکر ہے اس صاف صحیح حدیث میں گستاخانِ نبوت کو منکرین توحید قرار دے دیا۔

الحمد للہ حق اپنے روشن بیان کو پہنچا۔

دوسرے جواب کا جواب

خاں صاحب گکھڑوی کا دوسرا جواب یہ تھا دہلوی صاحب کی اس عبارت میں بادشاہ کے سامنے چمار کی بے بسی کی مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سامنے مخلوق کی بے بسی کی مقدار سے موزانہ کیا گیا ہے یعنی ماپا گیا ہے۔ خاں صاحب گکھڑوی کا یہ جواب ایسے ہے جیسے کوئی عین دوپہر کے وقت آنکھیں بند کر کے دن ہونے کا انکار کر دے اور کہے کہ سورج مجھے نظر نہیں آرہا۔ اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ بھئی تمہیں نظر نہیں آتا تو کیا ہوا ساری دنیا تو دیکھ رہی ہے۔ یہی حال خاں صاحب گکھڑوی کا ہے ان کے پیشوا دہلوی بہادر نے بادشاہ کا نام تک نہیں لیا مگر یہ صاحب بادشاہ کو بیچ میں گھسیڑ رہے ہیں وہ بے بسی اور کمزوری کی بات ہی نہیں کرتے بلکہ ذلیل کا لفظ بول رہے ہیں مگر خاں صاحب گکھڑوی کہتے ہیں کہ انہوں نے بے بسی کا لفظ بولا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ دہلوی صاحب نے چمار کی بادشاہ کے سامنے نہیں بلکہ اللہ کے سامنے اور وہ بھی بے بس اور کمزور ہونے کو نہیں بلکہ ذلیل ہونے کا بیان کیا ہے اور ادھر ہر مخلوق کہہ کر پھر بڑا ہو یا چھوٹا دوبارہ کہہ کر بڑے رتبہ کی

---

[1]...... ﴿''الصحیح البخاری'' (ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد اوّل صفحہ ۱۳۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

مخلوق کو اللہ کے سامنے ذلیل کے لفظ کا مستحق قرار دیا اور اللہ کی سب سے اونچے درجہ کی مخلوق یعنی انبیاء واولیاء اور ملائکہ کو ذلت کی مقدار میں چمار سے زیادہ بڑھا ہوا اور ذلیل قرار دیا۔ جب دہلوی صاحب کی عبارت میں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ تو اپنی طرف سے کیسے ٹھونس رہے ہیں پھر اگر بادشاہ کا لفظ بالفرض یہاں ہوتا بھی تو بھی یہ عبارت توہین ہی رہتی کیونکہ ہر بادشاہ کے وزیر مشیر بھی ہوتے ہیں اور ملازمین بھی ہوتے ہیں ان میں آپ میں فرق مراتب ہوتا ہے اور چمار و بھنگی تو وہ ان سب سے نیچے ہوتے ہیں جب کہ بڑے بڑے ارکان دولت اور ان سے نیچے دیگر حکمران کو بادشاہ کے نزدیک چمار کی طرح قرار دینا بھی ان کی توہین ہے چہ جائے کہ چمار سے زیادہ ذلیل انہیں کہا جائے۔ جب ایک بادشاہ کے ارکان دولت کو ذلیل کہنا ان کی توہین اور چمار جتنا ذلیل کہنا دوگنا توہین ہے اور چمار سے زیادہ ذلیل کہنا تین گنا توہین ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی وہ بڑی مخلوق جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود فرمائے

۱۔ ''اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ'' اور وہ قرب رکھنے والے ہیں۔ ۱

۲۔ ''بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ'' بلکہ (وہ فرشتے اس کے) بندے ہیں (ہاں) معزز۔ ۲

۳۔ ''وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا'' اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے۔ ۳

۴۔ ''لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ'' وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لیے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے۔ ۴

۵۔ ''ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ'' جو قوت والا ہے (اور) مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے (اور) وہاں (یعنی آسمانوں میں) اس کا کہنا مانا جاتا ہے (اور) امانت دار ہیں (کہ وحی کو صحیح صحیح پہنچا دیتے ہیں) ۵

۶۔ ''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ'' اللہ کے لئے (عزت) بالذات اور اس کے رسول کی (بواسطہ تعلق مع اللہ کے) اور مسلمانوں کی (بواسطہ تعلق مع اللہ والرسول کے) ۶

ان حضرات کے بارے میں ذلیل کا لفظ بولنا کسی بادشاہ کے ارکان دولت کی توہین سے دس گنا زیادہ توہین ہوگی پھر انہیں چمار کی طرح ذلیل کہنا اس سے بھی دس گنا زیادہ توہین ہوگی پھر انہیں بادشاہ کے چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہنا وہ

۱...... ''سورۃ الواقعہ: الآیۃ ۱۱'' (ترجمۃ القرآن اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ) مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان

۲...... ''سورۃ الانبیاء: الآیۃ ۲۶'' (ترجمۃ القرآن اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ) مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان

۳...... ''سورۃ الاحزاب: الآیۃ ۶۹'' (ترجمۃ القرآن اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ) مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان

۴...... ''سورۃ الزمر: الآیۃ ۳۴'' (ترجمۃ القرآن اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ) مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان

۵...... ''سورۃ التکویر: الآیۃ ۲۰،۲۱'' (ترجمۃ القرآن اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ) مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان

۶...... ''سورۃ المنفقون: الآیۃ ۸'' (ترجمۃ القرآن اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ) مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان

بھی اللہ ﷺ کے روبرو یہ اس سے بھی دس گنا توہین ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی بھی توہین ہوگی کہ اس رب العالمین نے آیات قرآنیہ اور دیگر کتب الٰہیہ میں ان حضرات کے اعزاز میں اور ان کی عزت کے ثبوت میں جو ارشادات فرمائے تھے ان سب کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی بھی توہین ہوئی۔ ایک جن کو ایک بار اللہ ﷻ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو وہ تعمیل فرمان نہ کر کے مجرم قرار پایا اور ''فَاِنَّكَ لَا تَسۡجُدَ اِذۡ اَمَرۡتُكَ'' (۱) سے اسے ڈانٹا گیا اور ''اَبٰى وَاسۡتَكۡبَرَ'' (۲) کی فردِ جرم اس پر عائد ہوئی۔ جہاں اتنی ساری آیات کو پس پشت ڈال دیا گیا وہ کتنا جرم ہوگا۔ کیا یہ قوم اپنے سینوں میں سمجھنے والا دل رکھتی ہے؟ کیا دیکھنے والی آنکھیں ہیں؟

''فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور''

تیسرے جواب کا جواب

خاں صاحب گکھڑوی نے یہ کہا ہے کہ اسمعیل دہلوی صاحب نے چمار سے زیادہ ذلیل کہہ کر ضعیف، کمزور اور بے سروسامان مراد لیا ہے۔ اور یہ ذلیل لفظ کا دوسرا معنی ہے۔ اس پر خاں صاحب گکھڑوی نے دو دلیلیں پیش کی ہیں اور وہ دونوں قرآن کریم کی آیات ہیں حالانکہ جب ہم یہ کہیں کہ اس لفظ کے دو معنی ہوتے ہیں اور ہمیں کسی لغت کی کتاب کا حوالہ دینا چاہیے۔ مگر یہاں گکھڑوی صاحب نے کسی بھی لغت کا حوالہ دینے کی کوئی تکلیف نہیں فرمائی۔

آغازِ کتاب میں کتب لغت عربیہ کے حوالے سے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ لفظ ذلیل کا معنی بے عزت اور خسیس ہی بنتا ہے۔ علاوہ ازیں دہلوی صاحب جس زبان میں بات کر رہے ہیں وہ اردو زبان ہے انہوں نے چمار سے زیادہ ذلیل کے الفاظ بولے۔ چمار کی ''چ'' بتا رہی ہے کہ یہ اردو زبان کا کلام ہے عربی کا نہیں جب کہ اردو لغات میں بھی ذلیل کا معنی بے سروسامان یا کمزور کا نہیں آیا دیکھئے

''نسیم اللغات'' میں ہے

''ذلیل: خوار۔ بے عزت۔ حقیر۔ نیچ۔ کمینہ۔ سفلہ۔ پاجی۔ رسواء۔ سبک۔ خفیف۔'' ۳

''فیروز اللغات اردو جامع'' میں ہے

''ذلیل: (۱) خوار، خستہ (۲) رسواء، بدنام (۳) کمتر، رذیل، پاجی، سفلہ'' ۴

۱......﴿''سورۃ الاعراف: الآیۃ ۱۲''﴾ ۲......﴿''سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۳۴''﴾

۳......﴿''نسیم اللغات'' صفحہ ۵۰۷ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور﴾

۴......﴿''فیروز اللغات اردو جامع'' (مولوی فیروز الدین) صفحہ ۶۹۔ مطبوعہ فیروز اینڈ سنز لاہور﴾

لغت کی روشنی میں خاں صاحب گکھڑوی کے تمام دلائل دہلوی صاحب کو بچانے کیلئے ناکام رہے باقی رہیں وہ دو قرآنی آیات جوخاں صاحب گکھڑوی نے پیش کی ہیں۔

''خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا'' کی آیت کا جواب

ان میں پہلی آیت ''خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا'' ہے۔اس کے بارے میں عرض ہے۔ضعیف کا معنی کمزور ہوتا ہے اور آیت پاک ''اَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ'' کے تحت کچھ مفسرین اور مترجمین نے کمزور اور بے سروسامان کا ترجمہ کیا تھا۔خاں صاحب گکھڑوی کیلئے صرف اتنا کافی تھی لیکن وہ ''خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا'' کو کیوں لے آئے؟اس کی وجہ ہم بتاتے ہیں آیت پاک ''اَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنوائی گئی اس کا مخاطب صحابہ ہی بن سکتے تھے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر خاں صاحب گکھڑوی کیلئے مشکل یہ تھی کہ وہ اپنے امام کی تائید کرنا چاہتے تھے

جس نے ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا عنداللہ چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہہ کر انبیاء علیھم السلام کو بھی اپنے قول کی لپیٹ میں لے لیا تھا اس لیے خاں صاحب گکھڑوی نے یہ آیت پیش کی تاکہ پتہ چلے کہ ہر انسان چھوٹا ہو یا بڑا ضعیف پیدا کیا گیا ہے یعنی ضعیف کے معنی کمزور ہوتے ہیں اور ذلیل کا بھی ایک معنی کمزور ہوتا ہے۔اس لئے خاں صاحب گکھڑوی انبیاء کرام کو اس لفظ کا مصداق بنانا چاہتے ہیں لیکن بات ان کی یہاں بھی نہیں بنتی اس کی وجہ یہ ہے کہ بدر کی جنگ میں صحابہ کو تعداد اور ہتھیاروں کے حساب سے کفار سے کمزور قرار دے کر پھر انہیں کو فاتح قرار دیا گیا۔یعنی کچھ انسان کمزور اور کچھ طاقتور تھے تو اس طرح ذلیل کا اطلاق اگر ہوسکتا تو فقط ایک پر ہوسکتا دوسرے پر نہیں حالانکہ ہم بتائیں گے کہ یہ اطلاق صحابہ پر بھی نہیں ہے لیکن جب سارے انسان ضعیف ہوں تو پھر سارے ہی کمزور ہونگے کسی ایک دوسرے کی نسبت کمزور ہونے کا یہاں مسئلہ بھی نہیں ہے اس لیے اس آیت کا پیش کرنا صحیح نہ ہوا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مفسرین کے نزدیک یہ آیت اس انسان کے بارے میں نہیں ہے جو تازہ بتازہ پیدا ہوا ہے اور سوائے ماں کا دودھ چوسنے کے اور کوئی کام نہیں کرسکتا بلکہ یہ طاقتور اور تنومند بالغ افراد کے بارے میں ہے کہ وہ اپنی ہوائے نفس یعنی خواہش نفس کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور شہوانی گناہوں کے مرتکب ہوجاتے ہیں۔

دیکھئے تفسیر ''الجامع لاحکام القرآن'' میں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

''والمعنی أن هواه یستعمیله و شهوته و غضبه یستخفانه وهذا اشدُّ الضعف فاحتاج الی التخفیف وقال طاؤس ذلک من امر النساء خاصة''[1]

---

[1]……﴿''الجامع لاحکام القرآن'' (ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی التوفی ۶۷۱ھ) جزء۶ صفحہ ۲۴۶۔مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت﴾

فوٹو حوالہ ﴿"الجامع لاحکام القرآن" جزء ۶ صفحہ ۲۴۶ ۔ مطبوعہ موٴسسۃ الرسالۃ بیروت﴾

قوله تعالى: ﴿وَخُلِقَ ٱلْإِنسَٰنُ ضَعِيفًا﴾ نصب على الحال، والمعنى: أن هواه يستميلُه، وشهوته وغضبه يستخفَّانِه، وهذا أشدُّ الضعف، فاحتاج إلى التخفيف[4].

وقال طاوس: ذلك في أمر النساء خاصة. ورُوي عن ابن عباس أنه قرأ: «وخَلَقَ الإنسانَ ضعيفاً»[5] أي: وخَلَقَ الله الإنسان ضعيفاً، أي: لا يصبر عن النساء.

یہاں پر انسان کے ضعیف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی خواہش نفس اُس کو جھکا دیتی ہے اس کی شہوت اور غضب اس کو اپنے سامنے کمزور کر کے ہلکا پھلکا بنا دیتی ہیں اور یہ ضعف کی انتہاء ہے اس لئے اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے تخفیف فرمائے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا۔ اور (جلیل القدر تابعی) طاؤس نے فرمانا انسان کا کمزور ہونا صرف عورتوں کے بارے میں ہے۔ خواہشات نفس کی اتباع میں آدمی کا کمزور ہو جانا اس کو معصیت اور گناہوں پر ابھارتا ہے جب کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور خواص اولیاء بھی محفوظ ہوتے ہیں۔

لہٰذا یہ آیت انبیاء اور خواص اولیاء کو اپنے عموم کی لپیٹ میں نہیں لے رہی۔ اور اس طرح خاں صاحب گکھڑوی کا یہ داؤ بے کار گیا۔ شاید خاں صاحب گکھڑوی یہ کہیں کہ یہاں پر "الانسان" کا لفظ آیا ہے اور اس میں ہر انسان آجاتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" [1]

یعنی ہر انسان سوائے ایمان اور نیک عمل والے انسانوں کے خسارے میں ہے۔ یہاں پر اگر الانسان استغراق کے لئے نہ ہوتا تو الا الذین سے استثناء صحیح نہ ہوتا۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اس آیت میں واقعی الانسان عموم واستغراق کے لئے ہے۔ لیکن یہ کوئی قاعدہ اور کلیہ نہیں کہ جس لفظ پر الف لام داخل ہو وہ عموم واستغراق کے لئے ہوتا ہے۔ اگر چہ یہ بات نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھنے والوں پر بھی مخفی نہیں تاہم خاں صاحب گکھڑوی اور ان کے اہل ملت کو سمجھانے کے لئے عرض ہے کہ سورۃ العصر کی آیت میں الانسان کے معنیٰ میں عموم واستغراق پائے جانے پر دلیل قائم ہے اور وہ الا الذین کے ساتھ استثناء ہے کیونکہ اگر استغراق نہ تو استثناء صحیح نہیں ہوتا جب کہ اس آیت میں استغراق پر خاں صاحب گکھڑوی نے کوئی دلیل پیش نہیں کی اور ہم نے اس کے خلاف فریقین کی مسلمہ دلیل عصمت انبیاء کو پیش کیا ہے جس کی بناء پر انبیاء علیہم السلام پر ہوائے نفس کے سامنے بے بس ہو جانے کا قول کرنا ناممکن ہے۔

---

[1]...... ﴿"سورۃ العصر: الآیۃ ۲"﴾

علاوہ ازیں اس جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ "خُلِقَ الْاِنْسَانُ ذَلِیْلًا" (معاذ اللہ) بلکہ "خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا" فرمایا ہے تو اس آیت کو خاں صاحب گکھڑوی کا دلیل میں پیش کرنا درست نہیں، اور اسی طرح اس آیت میں لفظ انسان سے کل انسان مراد لینا اس پر بھی خاں صاحب گکھڑوی نے کوئی دلیل نہیں۔ جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے

۱۔ "فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ٥ وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ"

"لیکن آدمی (ایسا ہے کہ) جب اس کا رب اسے (راحت سے) آزمائے، پھر اس کو عزت دے اور اسے نعمت عطا فرمائے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت بخشی۔ اور جب (مصیبت سے) اسے آزمائے، پھر اس کا رزق اس پر تنگ کردے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کیا۔" [۱]

کیا کبھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ "رَبِّیْۤ اَهَانَنِ" بولا؟ کیا حضرات سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے یہ لفظ کبھی بولا؟

ساری امتِ دیوبندیت مل کر تلاش کرے قیامت تک یہ ثابت نہیں کر سکتی۔ تو ثابت ہوا کہ الانسان سے ہر جگہ کل انسان مراد نہیں ہوتے جیسا کہ اس آیت میں سارے انسان مراد نہیں۔

۲۔ "یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ"

"اے انسان تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا اپنے رب کریم سے۔" [۲]

کوئی بھی مسلمان نہیں سمجھ سکتا کہ یہ خطاب ہمارے آقا و مولا سید المعصومین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے بلکہ فرمایا "كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ" "حق یہ ہے کہ تم بدلے (کے دن) کو جھٹلاتے ہو۔" [۳]

واضح بات ہے کہ اول الذکر آیت میں انسان سے مراد کفار ہیں نہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین۔ اس لئے کہ رسول اور مومنین تو قیامت کو مانتے ہیں اور قیامت کو جھٹلانے والا مومن نہیں ہو سکتا۔

۳۔ "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ" بیشک آدمی بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے۔ [۴]

۱...... ﴿"سورۃ الفجر: الآیۃ ۱۵، ۱۶" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۲...... ﴿"سورۃ الانفطار: الآیۃ ۶" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۳...... ﴿"سورۃ الانفطار: الآیۃ ۹" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۴...... ﴿"سورۃ ابراھیم: الآیۃ ۳۴" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۴۔ ''وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُوْرًا'' اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ [۱]

۵۔ ''اِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ'' بیشک انسان ضرور کھلا ناشکرا ہے۔ [۲]

۶۔ ''قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ'' (حق کا منکر) آدمی مارا جائے کیسا سخت ناشکرا ہے۔ [۳]

۷۔ ''اِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ'' بیشک آدمی اپنے رب کا ضرور بڑا ناشکرا ہے۔ [۴]

ان تمام آیات میں انبیاء علیھم السلام کو ہرگز مراد نہیں لیا جاسکتا سوائے اس کہ خاں صاحب گکھڑوی اہل سنت وجماعت سے اپنے اور اپنے پیشوا کے باہر نکل جانے کا اقرار کرلیں۔

''اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ'' کی آیت کا جواب

خاں صاحب گکھڑوی نے دوسری دلیل کے طور آیت ''وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ'' کو پیش کیا ہے جس کے ترجمہ میں خاں صاحب گکھڑوی لکھتے ہیں ''اور البتہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر تمہاری مدد کی اور تم ذلیل (یعنی ضعیف وکمزور اور بے سروسامان) تھے'' (حوالہ مع فوٹو پہلے گزر چکا) یہ آیت خاں صاحب گکھڑوی کی دلیل نہیں بن سکتی جس کی کئی وجہیں ہیں۔

۱۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اہل سنت کے مترجمین نے یہاں پر کمزور اور بے سروسامان کا ترجمہ تو کیا تھا لیکن ذلیل کا ترجمہ نہیں کیا اس لیے یہاں پر لفظ ذلیل کا اطلاق ہمارے اوپر حجت نہیں ہوسکتا۔ اہل سنت مترجمین کا یہ ترجمہ ائمہ تفاسیر جلیل القدر تابعین سے مروی ہے۔

(الف) علامہ ابن جریر طبری نے عظیم تابعی حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے فرماتے ہیں ''اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ'' قلیل [۵] یعنی اس کا معنی ہے تم تعداد میں تھوڑے تھے۔ سیدنا حسن بصری نے یہ نہیں فرمایا کہ ''ذلیلون قلیلون'' یہ حضرت ذلیل کے اطلاق سے بچ رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قلیل اور بے سروسامان ہونا لفظ ذلیل کا لفظی معنی نہیں ہے بلکہ یہ اس کی تاویل ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو ذلیل ماننے سے دوسری آیت (لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

۱...... ﴿''سورۃ بنی اسرائیل: الآیۃ ۶۷ ''ترجمۃ القرآن''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۲...... ﴿''سورۃ الزخرف: الآیۃ ۱۵ ''ترجمۃ القرآن''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۳...... ﴿''سورۃ عبس: الآیۃ ۱۷ ''ترجمۃ القرآن''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۴...... ﴿''سورۃ العادیات: الآیۃ ۶ ''ترجمۃ القرآن''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان﴾

۵...... ﴿''تفسیر جامع البیان'' (ابوجعفر محمد بن جریر الطبری التوفی ۳۱۰ھ) جزء ۴ صفحہ ۴۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت﴾

کا انکار لازم آتا ہے۔

(ب) تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "الاوّل انه تعالى قال ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين فلابد من تفسيرهذا الذل بمعنى لا ينافى مدلول هذه الاية وذلك هو تفسير بقلة وضعف الحال وقلة السلاح المال وعدم القدرة على مقاومة العدو" [1]

یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فرمایا اور دوسری جگہ فرمایا اللہ ہی کے لئے عزت اور اس کے رسول کے لئے مؤمنین کے لئے اس لئے اس آیت کی تفسیر ایسے معنی سے ضروری پائی جو اس آیت سے مخالف نہ ہو اور وہ ہے اعداء سے قلت ضعیف حال، ہتھیاروں کی قلت، مال کی قلت اور دشمن کو ہرانے پر پوری قدرت نہ ہونا۔

یعنی اگر ذلیل کا یہ معنی نہ کیا جائے بلکہ صرف لفظ ذلیل ہی بول دیا جائے تو پھر اس آیت سے تعارض لازم آئے گا اس لیے ہم فقط ذلیل نہیں بولیں گے بلکہ اس کی بجائے یہ الفاظ بولیں گے۔ میں عرض کرونگا اس میں پہلی بات یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے اور صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں وہ اپنے بندوں کے لئے جو لفظ چاہیے بولے ہمیں معنی کرتے وقت اس لفظ کی ایسی تاویل کرنی ہوگی جو ہم بول سکیں۔

رازی رحمۃ اللہ علیہ دوسرا معنی بیان فرماتے ہیں "لعل المراد انهم كانوا اذلة فى زعم المشركين واعتقادهم لاجل تعدادهم وسلاحهم وهو مثل ما حكى الله عن الكفار انهم قالوا ليخرجن الاعز منهم الاذل" [2]

شاید اس کی مراد یہ ہو کہ صحابہ اپنی تعداد اور ہتھیاروں کی قلت کی وجہ سے مشرکین کے گمان میں اذلة تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار سے حکایت کی انہوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ زیادہ عزت والا زیادہ ذلت والے کو مدینہ سے نکال باہر کرے گا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تیسرا معنی بیان فرماتے ہیں "الثالث ان الصحابة كانوا قد شهدوا الكفار فى مكة فى القوة والثروة والى ذلك الوقت ما اتفق لهم استيلاء على اولئك الكفار فكانت هيبتهم باقية فى قلوبهم واستعظامهم مقررا فى نفوسهم فكانوا لهذا السبب يهابونهم ويخافون منهم" [3]

تیسرا معنی یہ ہے کہ صحابہ کرام مکہ میں رہنے والے کفار کی قوۃ اور دولت مندی دیکھ چکے تھے اور بدر کے وقت تک صحابہ کو ان کافروں پر غلبے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اس لئے وہ ان سے ہیبت کھائے اور خوف رکھتے تھے یعنی صحابہ کرام اپنے گمان میں اپنے آپ کو کفار کے مقابل میں کمزور اور بے سروسامان سمجھتے تھے۔

---

[1]...... ﴿"تفسیر کبیر" (فخر الدین محمد رازی المتوفی ۶۰۴ھ) جزء۸ صفحہ ۲۲۸۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

[2]...... ﴿"تفسیر کبیر" (فخر الدین محمد رازی المتوفی ۶۰۴ھ) جزء۸ صفحہ ۲۲۸۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

[3]...... ﴿"تفسیر کبیر" (فخر الدین محمد رازی المتوفی ۶۰۴ھ) جزء۸ صفحہ ۲۲۸۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

اب آگے یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ رسول کریم ﷺ اس سے باہر ہیں؟

تو رازی فرماتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''فاتقوا اللہ ای فی الثبات مع رسولہ لعلکم تشکرون'' [1] میرے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ میں ثابت قدم رہنے کا تقوی جاری رکھو تا کہ تم شکر گزار رہو۔ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری کمزوری کے باوجود تمہیں فتح اس لیے نصیب ہوئی کہ تم میرے رسول کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا اس جملے سے باہر نکال لیا ہے۔

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر کبیر'' جزء ۸ صفحہ ۲۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

﴿المسألة الثالثة﴾ قوله (وأنتم أذلة) في موضع الحال ، وإنما كانوا أذلة لوجوه (الأول) أنه تعالى قال (ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين) فلا بد من تفسير هذا الذل بمعنى لا ينافي مدلول هذه الآية ، وذلك هو تفسيره بقلة العدد وضعف الحال وقلة السلاح والمال وعدم القدرة على مقاومة العدو ومعنى الذل الضعف عن المقاومة ونقيضه العز وهو القوة والغلبة ، روي أن المسلمين كانوا ثلثمائة وبضعة عشر ، وما كان فيهم إلا فرس واحد ، وأكثرهم كانوا رجالة ، وربما كان الجمع منهم يركب جملا واحداً ، والكفار قريبين من ألف مقاتل ومعهم مائة فرس مع الأسلحة الكثيرة والعدة الكاملة (الثاني) لعل المراد انهم كانوا أذلة في زعم المشركين واعتقادهم لأجل قلة عددهم وسلاحهم ، وهو مثل ما حكى الله عن الكفار انهم قالوا (ليخرجن الأعز منها الأذل) (الثالث) أن الصحابة قد شاهدوا الكفار في مكة في القوة والثروة وإلى ذلك الوقت ما اتفق لهم استيلاء على أولئك الكفار ، فكانت هيبتهم باقية في قلوبهم واستعظامهم مقررا في نفوسهم فكانوا لهذا السبب يهابونهم ويخافون منهم .

(ج) علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''معناہ قلیلون'' (۲) اس کا معنی ہے ''تم تھوڑے تھے'' اسی مقام پر آگے چل کر فرماتے ہیں ''واذلۃ جمع ذلیل واسم الذل فی ھذا الموضع مستعار ولم یکونوا فی انفسھم اِلَّا اَعِزَّۃ'' [3]

''اذلۃ'' لفظ ذلیل کی جمع ہے۔ یہاں پر لفظ ذُل اپنی لغوی معنی کے اعتبار سے ان پر نہیں بولا جا رہا بلکہ بطور استعارہ بولا جا رہا ہے اور صحابہ کرام دراصل عزت مند تھے ذلیل نہیں تھے۔ لیکن دشمن کے مقابلے میں ان کی قلت کو اس لفظ سے تعبیر کیا گیا۔

مفسر شہیر علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ لفظ ذلیل کا ترجمہ ''قلیل'' یہ لغوی معنی نہیں ہے بلکہ بطور استعارہ ایسا کہا گیا ہے یعنی جس طرح کسی انسان کو کہتے ہیں شیر آیا، شیر آیا تو شیر کا ترجمہ انسان نہیں ہوتا بلکہ کسی اور وجہ سے اُسے شیر کہہ رہے ہوتے ہیں۔

۱......﴿''تفسیر کبیر'' (فخر الدین محمد رازی المتوفی ۶۰۴ھ) جزء ۸ صفحہ ۲۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

۲......﴿''الجامع لاحکام القرآن'' (ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی المتوفی ۶۷۱ھ) جزء ۵ صفحہ ۲۹۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت﴾

۳......﴿''الجامع لاحکام القرآن'' (ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی المتوفی ۶۷۱ھ) جزء ۵ صفحہ ۲۹۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت﴾

فوٹو حوالہ ﴿''الجامع لاحکام القرآن'' جزء۵ صفحہ۲۹۳_ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت﴾

و﴿أَذِلَّةٌ﴾ معناها: قليلون؛ وذلك أنهم كانوا ثلاث مئةٍ وثلاثةَ عشر أو أربعةَ عشر رجلاً. وكان عدوُّهم ما بين التسع مئة إلى الألف.

و«أذِلَّة» جمعُ ذليل. واسم الذلّ في هذا الموضع مُستعارٌ، ولم يكونوا في أنفسهم إلّا أعِزّةً، ولكنْ نسبتهم إلى عدوّهم وإلى جميع الكفّار في أقطار الأرض، تقتضي عند التأمل[2] ذِلّتهم، وأنهم يُغلَبون.

(د) علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھا ''ارا دبـه قلة العدد'' اس سے مراد تعداد کی قلت ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں ''(فاتقوا الله) يعنى فى اثبات مع رسول الله ﷺ (لعلكم تشكرون) يعنى بتقوا كم ماانعم به عليكم من نصرته'' ١

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگ میں ثابت قدم رہ کر اللہ سے ڈرنا جاری رکھو تم اپنے اس تقوی کی وجہ سے شکر گزار رہو اس نعمت کے جو اس نے تم پر انعام فرمایا اپنی مدد کے ساتھ۔

معلوم ہوا کہ علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لفظ میں شامل نہیں بلکہ آپ کی وجہ سے ہی اللہ جل جلالہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ غلبہ عطا فرمایا۔

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر الخازن'' جزء اوّل صفحہ۲۹۲_ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

هناك وكانت البئر لرجل يقال له بدر فسميت به. ذكر الله المؤمنين منته عليهم بالنصر يوم بدر ﴿وأنتم أذلة﴾ جمع ذليل وهو جمع قلة وأراد به قلة العدد فإن المسلمين كانوا ثلاثمائة وبضعة عشر وفي رواية وثلاثة عشر رجلاً والمراد بذلتهم ضعف الحال وقلة السلاح والمركوب والمال وعدم القدرة على مقاومة العدو وذلك أنهم خرجوا على مواضح وكان النفر منهم يتعقب على البعير الواحد. وكان أكثرهم رجالة ولم يكن معهم إلّا فرس واحد وكان عدوهم من كفار قريش في حال الكثرة زهاء ألف مقاتل ومعهم مائة فرس وكان معهم السلاح والشوكة فنصر الله المؤمنين مع قلتهم على عدوهم مع كثرتهم ﴿فاتقوا الله﴾ يعني في الثبات مع رسول الله ﷺ: ﴿لعلكم تشكرون﴾ يعني بتقواكم ما أنعم به عليكم من نصرته. قوله عز وجل: ﴿إذ تقول للمؤمنين ألن يكفيكم أن يمدكم ربكم بثلاثة آلاف من الملائكة منزلين﴾ اختلف المفسرون في أن هذا الوعد بإنزال الملائكة هل حصل يوم بدر أو

(ھ) علامہ نیشاپوری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں ''ولم يعن بالذلة ههنا نقيض العزة لقوله ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين أو لعل المراد انهم كانوا اذلة فى زعم المشركين وفى اعتقادهم لقلة عددهم وسلاحهم كما حكى عنهم ليخرجن الاعز منها الاذل او لعل الصحابة كانوا قد شاهدوا الكفار فى مكة فى غاية القوة والشوكة والى هذا الوقت ما اتفق لهم استيلاء على اولئك الكفار فكانت هيبتهم باقية فى نفوسهم فاتقوا الله فى الثبات مع رسوله لعلكم تشكرون'' ٢

١...... ﴿''تفسیر الخازن'' (علاؤ الدین علی بن محمد البغدادی الخازن التوفی ۷۴۵ھ) جزء اوّل صفحہ۲۹۲_ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

٢...... ﴿''تفسیر غرائب القرآن'' (نظام الدین حسن بن محمد القمی النیشاپوری التوفی ۷۶۸ھ) جزء۲ صفحہ۲۹۲_ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

یہاں اس آیت میں صحابہ کے لئے لفظ ذلت سے اللہ کی مراد بے عزت ہونا نہیں کیونکہ صحابہ کے لئے عزت اللہ کے اس قول سے ثابت ہے۔(اللہ کے لئے عزت ہے اوراس کے رسول ک لئے عزت ہے اور مؤمنین کے لئے عزت ہے۔)یا یہ ہوسکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ مشرکین کے گمان میں ذلیل تھے یا یہ کہ وہ اپنے اعتقاد میں اپنے آپ کو اپنی تعداد اور ہتھیاروں کی قلت کی وجہ سے کمزور سمجھتے تھے۔یا یہ کہ مکہ کے کافروں کی قوت وشوکت جو صحابہ کرام نے دیکھی ہوئی تھی اور اس وقت تک غلبے کا اتفاق نہیں ہوا تھا تو وہ دل میں ہیبت زدہ تھے اس لیے اپنے آپ کو اپنے خیال میں اس طرح سمجھتے تھے۔تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اس کے رسول کے ساتھ ثابت قدم رہنے سے تاکہ تم شکر گزار رہو۔

امام نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرمارہے ہیں کہ رسول اللہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔نیز اگر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مانا جائے تو اس میں تاویل کی جائے گی قلت عدد کی ورنہ اس سے مراد یہ ہوگی کہ کافر تمہیں اپنے گمان میں اس طرح سمجھتے تھے۔یا تم اس فتح سے پہلے بتقاضہ بشریت کافروں کے سامنے اپنے آپ کو جنگی اعتبار سے کمزور سمجھتے تھے۔

فوٹو حوالہ ﴿"تفسیر غرائب القرآن" جزء۲ صفحہ۲۹۲۔مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت﴾

تدل على أنهم مع قلة العدد ـ وهو المراد بذلتهم ـ كانوا قليلي العدد أيضاً كما مر في تفسير قوله: ﴿قد كان لكم آية﴾ [آل عمران: ١٣] ولم يعن بالذلة ههنا نقيض العزة لقوله: ﴿ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين﴾ [المنافقون: ٨] أو لعل المراد أنهم كانوا أذلة في زعم المشركين وفي اعتقادهم لقلة عددهم وسلاحهم كما حكى عنهم «ليخرجن الأعز منها الأذل» أو لعل الصحابة كانوا قد شاهدوا الكفار في مكة في غاية القوة والشوكة، وإلى هذا الوقت ما اتفق لهم استيلاء على أولئك الكفار فكانت هيبتهم باقية في نفوسهم ﴿فاتقوا الله﴾ في الثبات مع رسوله ﴿لعلكم تشكرون﴾ بسبب تقواكم ما أنعم به عليكم من نصره. أو لعل الله ينعم

دہلوی صاحب کا کلام گکھڑوی معنی کو قبول نہیں کرتا

خاں صاحب گکھڑوی نے اس آیت کا ترجمہ بے سروسامان، کمزور سے کیا تھا۔

تفاسیر میں بھی یہ معنی پایا گیا لیکن مفسرین نے دو باتوں کی تصریح کردی۔اول یہ کہ رسول اللہ علیہ وسلم اس خطاب میں داخل نہیں ہیں۔دوسرا یہ کہ صحابہ کرام پر ذلیل کا لفظ بولا جانا صحیح نہیں چونکہ ذلیل کا پہلا معنی بے عزت ہے اور وہ حضرات باعزت ہیں۔علاوہ ازیں یہ بھی بتادیا کہ قلت اور بے سروسامانی کا معنی صرف کافروں سے جنگ کی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔لیکن کے اس کے برخلاف دہلوی صاحب چماروں سے کسی جنگ کی بات نہیں کررہے تھے۔نہ ہی انبیاء کرام سے کوئی جنگ بتارہے تھے۔لیکن انہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا..........الخ

اگر مزید غور کریں تو چند باتیں سامنے آتی ہیں۔ایک تو یہ کہ یہاں پر کوئی جنگ نہیں ہو رہی تھی جس میں ایک کی تعداد کم ہو اور ایک کی زیادہ۔ایک کے پاس ہتھیار کم ہوں اور ایک کے پاس زیادہ۔اس لیے قلت تعداد اور قلت اسلحہ کی وجہ سے کمزوری کا معنی دہلوی صاحب کے کلام میں بالکل نہیں ہو سکتا۔

دوسرا یہ کہ یہاں بڑی مخلوق اور چھوٹی مخلوق کی تفصیل دے کر انبیاء، ملائکہ اور اولیاء کو بھی مراد لے لیا گیا ہے اور یہ بھی اس آیت سے ہر گز ثابت نہیں ہوتا۔اگر دہلوی صاحب یہ کہہ دیتے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کے مقابلے میں کمزور ہیں یا اللہ کے عبد ہیں تو ہمیں اعتراض نہ ہوتا۔کیونکہ ہمارے نزدیک عبد کا معنی ذلیل نہیں ہوتا اور نہ ہی کمزور۔لیکن جب انہوں نے ذلیل کا لفظ بولا اور وہ بھی چمار سے زیادہ ذلیل کا تو یہ بات اہل ایمان کے لئے قطعاً نا قابل قبول ہو گی۔

تیسرا یہ کہ ''اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ'' کے کلمات سے صحابہ کو خطاب فرمانے والا کوئی انسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے عظیم الشان بندوں سے خطاب فرما رہا ہے جب اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے عظیم الشان بندوں سے اس طرح کا خطاب فرمائے تو ہمارے لئے جائز نہیں ہوتا کہ ہم وہی کلمات اپنی طرف سے ان مقرب بندوں پر بول سکیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سیدنا آدم علیہ التحیة والتسلیم کے بارے میں فرمایا ''وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى''

(تھانوی صاحب ترجمہ کرتے ہیں) ''اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے'' [1]

اب کافر ہو گا وہ امتی جو نبی اللہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں یہ لفظ خود بولے اور اپنی طرف سے انہیں عاصی اور غوی کہے۔

نیز یہ کہ اس کلام (اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ) میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب نہیں فرمایا ورنہ یوں فرماتا ''اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ'' جیسا کہ سیدنا نوح علیہ السلام سے خطاب رحمت فرمایا تو ارشاد ہوا

''قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ'' کہا گیا اے نوح (اب جودی پر سے زمین پر) اُترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر جو تم پر نازل ہونگی اور ان جماعتوں پر کہ تمہارے ساتھ ہیں۔ [2]

یہاں نزول برکات کے لئے سیدنا نوح علیہ السلام کے بارے میں نازل ہونے والی آیت کے طریق پر ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا جب کہ دہلوی صاحب خدا نہیں بلکہ مخلوق ہیں۔وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کے بارے میں یہ بات کہہ رہا ہے۔

---

[1] ......﴿''سورة طه: الآية ١٢١'' (ترجمة القرآن اشرف علی تھانوی التوفی ١٣٦٢ھ) مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان﴾

[2] ......﴿''سورة هود: الآية ٤٨'' (ترجمة القرآن اشرف علی تھانوی التوفی ١٣٦٢ھ) مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان﴾

چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ ''یعنی تمہاری وہ کمزوری جو پہلے تھی میری نصر سے دور ہوگئی یا مفسرین کے دوسرے قول کے مطابق یوں فرمایا کہ کافر جو تمہارے بارے میں اپنے تکبر سے ذلیل ہونے کا گمان رکھتے تھے وہ میری نصر سے ختم ہوگیا۔ یا مفسرین کے تیسرے قول پر یوں فرمایا کہ جنگ کا تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے تمہارے وہم میں جو خوف بیٹھا ہوا تھا کہ تم کمزور ہو میری مدد سے وہ خوف زائل ہوگیا اور تمہاری فتح ظاہر ہوئی اب تم ان تینوں معنی میں سے کسی معنی سے بھی ذلیل نہیں ہو۔

اور یہ ہیں اسمٰعیل دہلوی صاحب جو یہ کہہ رہے ہیں کہ اب بھی چمار سے زیادہ ذلیل ہیں اور نہ صرف وہ بلکہ تمام انبیاء اور ملائکہ بھی۔ یہ تھی خاں صاحب گکھڑوی کی کل جمع پونجی جس کا فاسد ہونا روز روشن کی طرح واضح ہوگیا اور اس آیت سے استدلال ہر طرح باطل ہوا۔

گکھڑوی صاحب اپنے اکابر کے خلاف توہین صحابہ کے مرتکب

آیت مذکور خاں صاحب گکھڑوی نے جو ترجمہ کیا ایک بار پھر ملاحظہ کریں

''اور البتہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر تمہاری مدد کی اور تم ذلیل (یعنی ضعیف و کمزور اور بے سروسامان) تھے''

خاں صاحب گکھڑوی نے ذلیل کا لفظ قوسین کے باہر لکھا ہے معروف یہ ہے کہ قوسین والے الفاظ کو اڑا دیا جائے، قوسین کے باہر والے لفظ کو ملا کر پڑھا جائے تو معنی یکساں رہتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ قوس سے باہر ذلیل کا لفظ ایسا عربی کلمہ نہیں جو صرف علماء ہی بولتے ہوں اور یہ سمجھ لیا جائے کہ علماء جب بھی بولیں گے تو ان کی مراد بین القوسین والا معنی ہوگا۔ ایسا نہیں بلکہ ذلیل کا لفظ اردو لغت میں بلکہ اُس سے ملتی جلتی دیگر لغات (مثلاً پنجابی وغیرہ) میں بھی عام بولا جاتا ہے۔ عالم، جاہل، مرد، عورت، بوڑھا، بچہ، شہری، دیہاتی، باتمیز اور بے تمیز ہر شخص یہ لفظ استعمال کرتا ہے اور بے عزت، حقیر اور کمینہ کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ اس لیے یہاں پر لفظ ذلیل لکھنے کا کوئی جواز نہ تھا۔ اس آیت میں ذلیل کے لفظ سے مسلک دیوبندیت اور مسلک اہل حدیث کے ذمہ دار مترجمین نے اعراض کیا ہے۔

قرآن مجید میں ''اَذِلَّۃٌ'' کا لفظ چار مقامات پر آیا ہے۔ (اول) پارہ نمبر ۳ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۲۳۔ (دوم) پارہ نمبر ۶ سورۃ المآئدۃ آیت نمبر ۵۴ (سوم) پارہ نمبر ۱۹ سورۃ النمل آیت نمبر ۳۴۔ (چہارم) پارہ نمبر ۱۹ سورۃ النمل آیت نمبر ۳۷ آخری دونوں جگہوں میں لفظ ''اَذِلَّۃٌ'' کافروں کے بارے میں ہے۔ اس لئے اہل سنت کے تراجم کنز الایمان اور البیان میں دونوں جگہ پر ذلیل کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ جب کہ پہلے دو مقام پر یہ ترجمہ نہیں کیا گیا۔ سورۃ آل عمران کی آیت میں کمزور

اور بے سروسامان کا ترجمہ کیا ہے ذلیل کا نہیں۔ اسی طرح سورۃ المآئدۃ میں کنزالایمان اور البیان دونوں میں نرم کا ترجمہ کیا ذلیل کا ترجمہ نہیں۔ خاں صاحب گکھڑوی کے پیشواؤں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔

اشرف علی تھانوی صاحب نے سورۃ النمل کے دونوں مقامات پر ذلیل کا ترجمہ کیا اور سورۃ المآئدۃ میں ''اَذِلَّۃٌ'' کا ترجمہ مہربان کیا اور سورۃ آل عمران میں ''اَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ'' کا ترجمہ ''حالانکہ تم بے سروسامان تھے'' کے الفاظ سے کیا۔

اسی طرح شاہ عبدالقادر کے ترجمہ میں سورۃ المآئدۃ میں ''اَذِلَّۃٍ'' کا معنی نرم دل کیا اور سورۃ آل عمرن میں ''اَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ'' کا معنی ''تم بے مقدور تھے'' کیا ہے۔ جب کہ باقی دو مقام پر ذلیل کا ترجمہ کیا۔

مولوی محمود الحسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نے سورۃ المآئدۃ میں نرم دل کا معنی کیا۔ اور سورۃ آل عمران میں ''اور تم کمزور تھے'' لکھا۔ اہل حدیث حضرات کے مشہور مناظر جناب ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے بھی سورۃ آل عمران میں ''تم نہایت کمزور (بے طاقت) تھے'' سے کیا۔ سورۃ المآئدۃ میں نرم سے ترجمہ کیا۔ ان چار حضرات (جن میں سے تین علمائے دیوبند کے چوٹی کے علماء ہیں) نے ''اَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ'' کا ترجمہ ذلیل سے بالکل نہیں کیا۔ نہ قوسین کے اندر اور نہ قوسین کے باہر۔ اس لیے ہم گکھڑوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ جناب عالی کیا آپ کے یہ تینوں بزرگ دین، شرع، تفسیر اور عقائد میں بے بصیرتی کا مظاہرہ کر گئے یا وہ بصیرت پر تھے اور آپ نے اپنے بے بصیرت ہونے کا ثبوت دیا۔ آپ کو اپنے بزرگوں کے ترجمہ کے خلاف صحابہ کرام کے معاملے میں توہین آمیز ترجمہ لکھنے کی جرأت کیسے ہوئی۔ دہلوی صاحب کی شراب محبت کے سکر میں آپ اپنے بزرگوں کو بھی نہیں پہچان سکے، بہت تعجب ہے۔ دیوبندی جماعت غور فرمائے۔ دیوبندی اور اہل حدیث حضرات یاد رکھیں کہ وہ مرزا بشیر الدین ہے جس نے ''اَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ'' میں اذلۃ کا ترجمہ حقیر کے لفظ سے کیا ہے۔ ربوہ ضلع جھنگ سے مطبوعہ شدہ مرزائی ترجمہ قرآن میں لکھا ہے

''اور (اس سے پہلے) بدر (کی جنگ) میں جب کہ تم حقیر تھے اللہ یقیناً تمہیں مدد دے چکا ہے۔'' [1]

فوٹو حوالہ ''سورۃ آل عمران: الآیۃ ۱۲۵'' (ترجمہ مرزا بشیر الدین مرزائی) مطبوعہ ادارہ طباعت واشاعت قرآن عظیم ربوہ

إِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝	(پھر اس وقت کو بھی یاد کر جب کہ تم میں سے دو گروہ بزدلی دکھانے پر آمادہ ہو گئے تھے حالانکہ اللہ ان کا دوست تھا اور مومنوں کو تو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے۔
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝	اور اس سے پہلے بدر کی جنگ میں جبکہ تم حقیر تھے اللہ یقیناً تمہیں مدد دے چکا ہے سو تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم شکر گذار بنو۔
إِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ أَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ أَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝	(اس وقت کو بھی یاد کر) جب تو مومنوں سے کہہ رہا تھا کہ کیا تمہارے لیے یہ بات کافی نہ ہوگی کہ تمہارا رب آسمان سے نازل کیے ہوئے تین ہزار فرشتوں کے ذریعہ سے تمہاری مدد کرے۔
بَلٰٓى ۙ إِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَأْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝	کیوں کافی نہ ہوگی، اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو، اور وہ (کافر) تم پر اسی دم چڑھ آئیں تو تمہارا رب پانچ ہزار سخت حملہ کرنے والے فرشتوں کے ذریعہ سے تمہاری مدد کرے گا۔

---

[1] ''سورۃ آل عمران: الآیۃ ۱۲۵'' (ترجمۃ القرآن مرزا بشیر الدین مرزائی) مطبوعہ ادارہ طباعت واشاعت قرآن عظیم ربوہ

لیکن اس نے بھی ذلیل کا لفظ نہیں لکھا بلکہ اس کا ترجمہ حقیر لکھ دیا۔ یہ جرأت مندی تو خاں صاحب گکھڑوی کی ہے کہ انہوں نے اردو ترجمہ میں لفظ ذلیل لکھ دیا۔ مرزا بشیر الدین اگر ذلیل کا لفظ لکھتا یا جیسا کہ اس نے حقیر کا لفظ لکھا اس سے کوئی بعید نہ تھا لیکن صحابہ کرام کے پروانے کہلانے والوں کی طرف سے ذلیل کا ترجمہ کیا جانا حیرت انگیز بات ہے۔ اب دیوبندی حضرات کو کہنا پڑے گا۔

من از بیگاناں ہرگز نہ نالم ؂ کہ ہرچہ کرد با من آشنا کرد

عوارف المعارف اور فوائد الفواد کی عبارات

گکھڑوی صاحب اپنی بات کو تقویت دینے کے لیے لکھتے ہیں

''علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ چوہڑا اور چمار آخر انسان ہے، شرف آدمیت اور مرتبہ انسانیت تو اس کو بہر حال حاصل ہے ہی، بڑے بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص واحسان کا تعلق قائم کرنے کے لیے کچھ اور بھی فرمایا ہے آخر ان پر کیا فتویٰ لگے گا؟ دو شہادتیں ملاحظہ فرمائیں

۱۔ شیخ کامل شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۳۲ھ حدیث کے حوالہ سے لکھتے ہیں

''وَبَلَغَنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَدِيْثٌ اَنَّهٗ قَالَ لَا يَكْمُلُ اِيْمَانُ الْمَرْءِ حَتّٰى يَكُوْنَ النَّاسُ عِنْدَهٗ كَالْاَبَاعِرِ''
﴿عوارف المعارف علیٰ ہامش احیاء العلوم صفحہ ۳۶۰، ۳۶۱ جلد 4 مطبوعہ مصر﴾

یعنی ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا جب تک تمام لوگ اس کے نزدیک مینگنیوں کی طرح نہ ہو جائیں۔ لیجئے! صاحب سلسلہ بزرگ نے کیا بات نقل کر ڈالی کہ ایمان ہی کی کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ یقین نہ کرلے کہ تمام انسان نفع وضرر کے مالک نہ ہونے میں مینگنیوں کی طرح ہیں اور گویا اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کو کچھ بھی نہ سمجھے اور اسی پر ایمان ویقین رکھے۔

۲۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (رحمۃ اللہ علیہ) (المتوفی ۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ) کے ملفوظات میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''ایمان کسے تمام نہ شود ہمہ خلق نزد او چنیں نہ نماید کہ پشک شتر'' ﴿فوائد الفواد صفحہ 61﴾ کسی شخص کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کو تمام مخلوق ایسی نہ دکھائی دے جیسے اونٹ کی مینگنی۔ چوہڑا اور

چمار تو آخر انسان ہے یہاں بات ہی کچھ اور نکل آئی کہ ایمان کسی کا مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ ساری مخلوق اس کے نزدیک اونٹ کی مینگنی کے برابر نہ ہو اور بریلوی حضرات ہی از روئے انصاف و دیانت (بشرطیکہ ان کے پاس یہ دولت ہو) یہ فتویٰ دیں کہ ہم ان دو بزرگوں کو کیا سمجھیں۔ مسلمان یا کافر، محبّ انبیاء کرام و اولیاءِ عظام علیہم السلام یا توہین کنندہ؟ کیونکہ انہوں نے تو تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اونٹ کی مینگنی سے تعبیر کیا ہے جو بات ان میں صحیح و سہل ہو اس کو قبول کریں۔ [1]

فوٹو حوالہ ﴿"عبارات اکابر" صفحہ ۸۴ تا ۸۶۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

کو سارے جہان کا سردار تسلیم کرتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم کو تمام مخلوق سے بڑھ کر پیشوا اور محبوب مطلق ماننا چاہئے علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جو ہڑ اور چمار آخر انسان ہے شرف آدمیت اور رتبۂ انسانیت تو اس کو بہرحال حاصل ہے ہی بڑے بڑے بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص و احسان کا تعلق قائم کرنے کے لئے کچھ اور بھی فرمایا ہے آخر ان پر کیا فتوے لگے گا؟

دو شہادتیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) شیخ کامل شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۶۳۲ھ

نے تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اونٹ کی مینگنی سے تعبیر کیا ہے جو بات ان میں سے صحیح اور سہل ہو اس کو قبول کریں

من نگویم کہ ایں مکن آں کن ۔ مصلحت بین و کار آساں کن

حدیث پاک کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

وَبَلَغَنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدِیْثٌ اَنَّہٗ قَالَ لَا یَکْمُلُ اِیْمَانُ الْمَرْءِ حَتّٰی یَکُوْنَ النَّاسُ عِنْدَہٗ کَالْاَبَاعِرِ ۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم سے ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک تمام لوگ اس کے نزدیک مینگنیوں کی طرح نہ ہو جائیں۔

(عوارف المعارف علی ہامش احیاء العلوم ج ۲ صفحہ ۲۱۵ طبع مصر)

لیجئے! صاحب سلسلہ بزرگ نے کیا بات نقل کر ڈالی کہ ایمان ہی کسی کا کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ یہ یقین نہ کرلے کہ تمام انسان نفع و ضرر کے مالک نہ ہونے میں مینگنیوں کی طرح ہیں اور گویا کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کو کچھ بھی نہ سمجھے اور اسی ایمان و یقین سے۔

(۲) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ کے ملفوظات میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ۔

ایمان کسے تمام نہ شود تا ہر خلق نزد او ایں چنیں نہ نماید کہ پشک شتر۔

(فوائد الفواد ص ۳)

ترجمہ: کسی شخص کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو تمام مخلوق ایسی نہ دکھائی دے جیسے اونٹ کی مینگنی۔

چوہڑا اور چمار تو آخر انسان ہیں، یہاں بات ہی کچھ اور نکل آئی کہ ایمان ہی کسی کا مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ساری مخلوق اس کے نزدیک اونٹ کی مینگنی کے برابر نہ ہو۔ اب بریلوی حضرات ہی از روئے انصاف و دیانت (بشرطیکہ ان کے پاس یہ دولت ہو) یہ فتوے دیں کہ ہم ان دو بزرگوں کو کیا سمجھیں مسلمان یا کافر؟ محب انبیاء کرام و اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام یا توہین کنندہ؟ کیونکہ انہوں

تبصرہ

خاں صاحب گکھڑوی نے جب دیکھا کہ ان کے تمام جواب علمی خیانت کے بغیر کچھ فائدہ مند نہیں تو انہوں نے اب ایک نیا ہتھیار نکالا ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہمارے پیشواء نے گستاخی کا کلمہ بول دیا ہے تو کیا ہوا؟ تمہارے پیشواؤں نے بھی تو گستاخی کا کلمہ بولا ہے اس لئے خاموش ہو جاؤ۔ اس دنیا میں سب چور ہی چور ہیں اور اس عالم میں ہر طرف گستاخ ہی گستاخ ہیں۔ کوئی ہمارا بڑا اور کوئی تمہارا بڑا ہے تم نے ہمارے بڑے کا نام لیا ہے اور ہم نے تمہارے بڑے کا نام لیا ہے، تم بھی چپ ہو جاؤ ہم بھی چپ ہو جائیں گے۔ گکھڑوی صاحب سے پہلے بھی اس قوم کے کچھ مناظرین نے یہ عبارتیں تلاش

[1]......﴿"عبارات اکابر" (محمد سرفراز خاں گکھڑوی المتوفی ۱۴۳۰ھ) صفحہ ۸۴ تا ۸۶۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

کیں اور اپنی قوم سے داد و تحسین کے پھول وصول کئے، لیکن ہمارے علماء کرام انہیں پہلے سے تسلی بخش جواب دیتے آئے۔ لیجئے! اب ہم گکھڑوی صاحب کے جواب میں ان عبارات کا پورا تجزیہ کرتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق دے)

اپنے بزرگوں پر اعتراض

خاں صاحب گکھڑوی نے کوشش یہ کی ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ جن سے سلسلہ عالیہ سہروردیہ چلتا ہے اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے سرخیل ہیں انہیں فقط سنیوں کا پیشوا قرار دیں حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ اس لئے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی اشرف علی تھانوی صاحبان (جو خاں صاحب گکھڑوی کی جماعت کے اکابرین سے ہیں) چاروں سلسلوں میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مرید ہیں۔ ان میں ایک سلسلہ سہروردیہ ہے۔ جس کے پیشوا شیخ شہاب الدین سہروردی ہیں۔ ان کے سلاسل کا بیان جن کتابوں میں ہے ان کتابوں کو دیکھنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو "کلیاتِ امدادیہ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی" لکھتے ہیں

"نیز قطب العالم عبد القدوس گنگوہی کو اپنے مرشد مرشد مرشد مرشد سید اجمل بھڑائچی سے اجازت حاصل ہے۔ ان کو اپنے والد جلال الدین بخاری سے ان کو شیخ رکن الدین ابوالفتح سے ان کو اپنے والد صدر الدین سے ان کو اپنے والد شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی سے ان کو امام الطریقہ شیخ شہاب الدین سہرودی سے۔" [1]

اور یہ ہیں علماء دیوبند کے مولانا حسین احمد مدنی جنہوں نے اپنے پیر مرشد سے سلسلہ سہروردیہ اس طرح شروع کیا "الٰہی بجاہ قطب الزمان سیدنا و مرشدنا و مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ" (پھر اسی طرح بالترتیب چلتے ہوئے انیسویں نام پر لکھا) "و بجاہ شیخ المشائخ سیدنا اما الطریقۃ الشیخ شہاب الدین السہر وردی قدس اللہ سرہ العزیز" [2]

فوٹو حوالہ "کلیات امدادیہ" صفحہ ۷۴، ۷۶۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی

سلسلۂ سہروردیۂ قدوسیہ

نیز قطب العالم عبد القدوس گنگوہی کو اپنے مرشد مرشد مرشد سید اجمل بھڑائچی سے اجازت حاصل ہے اور ان کو اپنے والد شیخ جلال الدین بخاری سے ان کو شیخ رکن الدین ابوالفتح سے ان کو اپنے والد صدر الدین سے ان کو اپنے والد شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے ان کو امام الطریقہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے ان کو شیخ ابو النجیب سہروردی سے ان کو شیخ وجیہ الدین عبد القاہر سہروردی سے ان کو شیخ ابو محمد بن عبد اللہ سے ان کو شیخ احمد دینوری سے ان کو ممشاد علو دینوری سے ان کو حضرت جنید بغدادی سے ان کو معروف سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

سلسلۂ چشتیہ نظامیہ قدوسیہ

طریقہ نظامیہ کی اجازت حضرت عبد القدوس گنگوہی کو اپنے مرشد شیخ درویش ابن محمد قاسم اودھی سے حاصل ہے اور ان کو سید بڈھن بہڑائچی اور ان کو سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیان جہاں گشت سے اور ان کو خواجہ نصیر الدین روشن چراغ دہلی اور ان کو سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا ابی احمد بدایونی اور ان کو خواجہ فرید الدین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

---

[1] ...... "کلیات امدادیہ" (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی المتوفی ۱۳۱۷ھ) صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی

[2] ...... "سلاسل طیبہ" (حسین احمد مدنی المتوفی ۱۳۷۷ھ) صفحہ ۲۶۔ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور

رہے خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ؟

تو ان کے بارے میں دیوبند کے اکابر نانوتوی صاحب، گنگوہی صاحب وغیرہم کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب کی کتاب ''کلیات امدادیہ'' میں اپنے پیروں کا بالترتیب ذکر کرتے ہوئے لکھا ان کو سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء ابن احمد بدایونی اور ان کو خواجہ فرید الدین سے آنحضرت تک۔ ۱

رہی کتاب ''فوائد الفؤاد''؟

تو مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب ''اَلسُّنَّةُ الْجَلِيَّةُ فِي الْجِشْتِيَةِ الْعَلِيَّةِ'' میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے بزرگوں میں مان کر اس کتاب (فوائد الفؤاد) کو صحیح مانتے ہوئے اس پر کئے گئے اعتراضات پر اپنی طرف سے کچھ جواب بھی دینے کی کوشش کی ہے۔ ۲

تھانوی صاحب نے خود یہ عبارت بھی نقل کی مگر اس کا مفہوم بیان کئے بغیر آگے نکل گئے۔ بہر حال کتاب اور اس عبارت کی توثیق تو کر دی لکھا ہے ''پھر آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایمان تبھی کامل ہوتا ہے جب کل جہاں اس کے آگے پشک شتر معلوم ہو'' ۳

فوٹو حوالہ ﴿''السنة الجلية فى الجشتية العلية'' صفحہ ۲۶۔ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دہلی﴾

مجلس ۱۴ جمادی الاخری ۳۱۸ھ اقول ۳۳ پھر آپنے زبان مبارک سو فرمایا کہ ایمان جبھی کامل ہوتا ہی جبکہ کل جہان اوس کے آگے پشک شتر معلوم ہو۔ ف ذرا اس قول کو آج کل کے دعوے وحدۃ الوجود سے موازنہ کیا جاوے۔

مجلس ۱۴ رجب ۳۱۸ھ اقول ۳۴ آپنے فرمایا کہ کفر ہی اور بدعت ہی اور معصیت ہے

بہر حال حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ جس طرح ہم اہل سنت وجماعت کے بزرگ ہیں اسی طرح دیوبندی حضرات کے بھی بزرگ ہیں۔ خاں صاحب گکھڑوی نے تو اپنے ہی بزرگوں پر اعتراض کر دیا ہے، تو جس طرح ان کی طرف سے ہم پر جواب لازم ہوتا ہے، اسی طرح اس کا جواب علمائے دیوبند پر بھی لازم ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ ایک اعتراض ان پر پہلے تھا اب ان کے اپنے اقرار سے دو اور ہو گئے۔

۱......﴿''کلیات امدادیہ'' (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی المتوفی ۱۳۱۷ھ) صفحہ ۴۷۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی﴾

۲......﴿''السنة الجلية فى الجشتية العلية'' (اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ) صفحہ ۲۱ تا ۲۹۔ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دہلی﴾

۳......﴿''السنة الجلية فى الجشتية العلية'' (اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ) صفحہ ۲۶۔ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دہلی﴾

تقویۃ کی عبارت مصنف سے بتواتر ثابت ہے

ان عبارات کی تشریح سے قبل بنیادی بات یہ ہے کہ انبیاء کرام عَلَیۡھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کو اونٹ کی مینگنی کی طرح سمجھنا گستاخی ہے اور گستاخی کرنے والا خواہ کوئی بھی ہو اسے معاف نہیں کیا جا سکتا۔ اگر فرض کیا جائے کہ خاں صاحب گکھڑوی کی پیش کردہ ''عوارف المعارف'' کی عربی عبارت اور ''فوائد الفواد'' کی فارسی عبارت میں انبیاء و اولیاء کرام کا ذکر ہوتا۔ تو پھر ہم ان عبارات سے بری ہوتے۔ اور وہ ضرور گستاخی قرار پاتا۔ لیکن ایسی تو کوئی عبارت پائی ہی نہیں گئی۔ اور پیش کردہ عبارات کا یہ مطلب مراد لینا ہرگز صحیح نہیں جیسا کہ آگے چل کر عرض کیا جائے گا۔ لیکن ان عبارات میں اگر ایسا معنٰی مراد لیا جائے جس سے انبیاء کرام عَلَیۡھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اور اولیاء کرام عَلَیۡھِمُ الرِّضۡوَان (خاں صاحب گکھڑوی صاحب کے ثابت کردہ مفہوم سے) خارج ہو جائیں تو پھر یہ عبارات ان کی گستاخی نہیں رہیں گی۔ دہلوی صاحب کی یہ عبارت فوائد وغیرہ کی عبارت کی طرح نہیں۔

اولاً: اس لئے کہ دہلوی صاحب کی عبارات میں بڑے چھوٹے کی تفصیل اور اس سے قبل انبیاء اور اولیاء کا ذکر اپنے اجمالی بیان میں لکھ کر بڑی مخلوق سے انبیاء اور اولیاء متعین کر آئے ہیں۔

ثانیاً: اس لئے کہ دہلوی کے اَتباع اہلحدیث کہلاتے ہوں یا دیوبندی ہر دو فریق اس بات پر متفق ہیں کہ عبارت دہلوی صاحب ہی کی ہے وہ اس کی طرف سے ہمیں جواب دیتے ہیں اور ان عبارات کو صحیح ثابت کرتے ہیں اور ہمارا فریق اس کا رد کرتا ہے۔ ان کے اس توافق کے بعد یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ عبارت دہلوی صاحب کی نہیں۔

ثالثاً: دہلوی صاحب کا اپنا خط بھی ہے جو انہوں نے کسی بغدادی صاحب کے نام لکھا ہے جس میں اِس عبارت سے متعلق ان سے سوال کیا گیا تھا تو دہلوی صاحب نے اس عبارت کو اپنی عبارت مان کر اور یہ مان کر کہ اس میں انبیاء کرام عَلَیۡھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ شامل ہوتے ہیں وہی گھسا پٹا جواب دیا ہے کہ بیان توحید میں توہین درست ہوتی ہے۔

دہلوی صاحب کے اس خط کا جواب اہل حدیثوں کے سردار میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کے رد میں گزر چکا ہے تاہم بارِ دیگر عرض ہے کہ کیا ہی ڈھیٹ پن ہے دہلوی صاحب لکھتے کہ ''اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ'' کا خطاب کافروں سے ہے اور مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو ان کافروں کی مثل کہہ رہے ہیں، لہٰذا دہلوی صاحب کے خیال میں ان کا مطلب ثابت ہو گیا۔ حالانکہ اگر وہ تفسیریں دیکھ لیتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ آیت میں ''اِنَّمَا'' کلمہ حصر ان کے مراد

لئے گئے مطلب کو رد کر رہا ہے۔ کیونکہ یہ قصر قلب ہے جس کا مطلب یہ نہیں کہ میں بشر ہونے میں تمہارے جیسا ہوں بلکہ مخاطبین کا رد مراد ہے کہ میں معبود اور الہ نہ ہونے میں تمہارے جیسا ہوں۔ معبود نہیں ہوں معبود سے وحی پانے کا دعویدار ہوں۔ آیت کا اگلا حصہ ہمارے بیان کی دلیل ہے کہ فرمایا ''اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ''

میری جانب وحی آتی ہے سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تمہارا مستحق عبادت معبود ایک ہی الٰہ ہے یعنی اور کوئی الٰہ نہیں۔

کافروں میں ذلت واقعتاً پائی جاتی ہے ان کی ذلت نجاستِ شرک وکفر کی وجہ سے ہے ان کی بشریت نجاست کفر سے آلودہ ہونے کی وجہ سے شر ٹھہری لیکن جنس بشریت پر جو سیدنا آدم علیہ السلام سے آئی اس شر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

رسول کی بشریت رسالت کے نور سے مل جانے کی وجہ سے باقی ماندہ بشر سے انتہائی بلند مقام پر ہوتی ہے کافر اس لئے شر بنتے ہیں کہ رسول سے کفر کرتے ہیں اور مومن اس لئے خیر بنتے ہیں کہ وہ رسول پر ایمان لے آتے ہیں رسول ان سے ممتاز ایک روشن دلیل ہوتا ہے ''حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ ۝ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً'' [1]

کافر اس وقت تک کفر نہ چھوڑتے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئی اور وہ روشن دلیل اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا (رسول) ہے جو پاکیزہ صحیفوں کی تلاوت فرماتا ہے۔

اس کے بعد رسول کے نہ ماننے والوں کا بیان فرمایا ''اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ'' [2]

اہل کتاب میں سے کفر کے مرتکب اور مشرک جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہی باقی تمام مخلوق کی نسبت شر ہیں۔

اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کے بارے میں فرمایا

''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ'' [3]

بیشک جو لوگ (اللہ اور اس کے رسول پر) ایمان لے آئے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں انسانوں کی تین قسمیں قرار پائیں۔ (اول) انبیاء کرام ورسل عظام عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ (دوم) عامہ مومنین اگرچہ رسل عظام بھی مومن ہوتے ہیں لیکن اس کے ساتھ وہ مومن بہم بھی ہوتے ہیں اور عامۃ المومنین اس طرح نہیں ہوتے۔ (سوم) تیسرا طبقہ کافروں، مشرکوں اور منافقوں کا ہے وہ نجاست کفر کے ساتھ آلودہ ہونے کی وجہ سے نچلا طبقہ ہوتے ہیں۔ عامۃ المومنین کی مثل نہیں ہوتے۔ وضع شرعی کے اس فرق کی وجہ سے

[1] ''سورۃ البینۃ: الآیۃ ۱، ۲'' [2] ''سورۃ البینۃ: الآیۃ ۶'' [3] ''سورۃ البینۃ: الآیۃ ۷''

ہم لوگ انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کو کافروں کی مثل یا کافروں کو انبیاء کرام کی مثل نہیں کہہ سکتے۔

کفار اور مشرکین جو وضع شرعی اور لغوی کا فرق نہیں جانتے تھے وہ یہی کہتے تھے

''فَقَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَیۡنِ مِثۡلِنَا وَ قَوۡمُہُمَا لَنَا عٰبِدُوۡنَ'' ۱

وہ کہنے لگے کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں (موسیٰ اور ہارون علیہما السلام) پر ایمان لے آئیں۔ (اور ان کے آگے سرِ نیاز خم کر دیں) جب کہ ان کی ساری قوم کے لوگ ہماری قوم (کے فرعون) کی عبادت کرنے والے ہیں۔

کچھ اس طرح دوسرے مشرکوں نے کہا ''اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا'' (۲) تم تو ہماری مانند بشر ہو۔ تو رسل عظام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے انہیں وضع شرعی کا فرق سمجھایا اور فرمایا ''اِنۡ نَّحۡنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَمُنُّ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ'' (۳) ہم ہیں تو تمہاری طرح انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔

یعنی وضع لغوی میں اگرچہ ہم تمہاری مانند ہیں لیکن (وضع شرعی میں ہم بلند ہیں تمہاری مثل نہیں اس لیے کہ) اللہ جل جلالہ جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے تو اس میں رسالت سے فائز فرما کر ہمیں تم سے ممتاز کر دیا اس لئے اب ہم تمہاری مثل نہیں۔ یہی بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ سوائے اس کے نہیں کہ (وضع لغوی میں، میں تمہاری) مانند (ایسا) انسان ہوں جس پر وحی آتی ہے۔ (یعنی وضع شرعی میں نہ میں تمہاری مانند ہوں اور نہ تم میری مانند بلکہ تم پر ضروری ہے کہ مجھ پر ایمان لاؤ) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر رسل کرام کا اپنے آپ کو کافروں کی مثل بشر کہنا محض تواضع قرار پایا کیونکہ قرآن اور رسل کو ماننے والوں کے نزدیک وضع شرعی کے ہوتے ہوئے وضع لغوی ترک کر دی جاتی ہے۔ اب اگر کوئی وہاں وضع لغوی مراد لیتا ہے تو مسلمانوں کے نزدیک شریعت کا گستاخ قرار پاتا ہے۔

دیکھئے لفظ صلوٰۃ وضع لغوی میں چوتڑ ہلانا، کولہے مٹکانے پر دلالت کرتا ہے لیکن وضع شرعی میں نماز کے مخصوص ارکان کے لئے حقیقت شرعیہ ہے۔ اب اگر کوئی شخص مسلمان ہوتے ہوئے یہ کہے کہ نماز پڑھنا چوتڑ ہلانے کی مثل ہے تو کیا اسے شریعت کا گستاخ نہیں کیا جائے گا۔ ضرور کہا جائے گا۔

تو اس طرح یہاں وضع شرعی اور لغوی کا فرق سمجھنا ہے، انبیاء کے بیان سے مؤمنین تو وضع شرعی اور لغوی کے فرق کو سمجھ گئے لیکن کافروں کی عقل پر پردے پڑے رہے۔ بہرحال واضح ہو گیا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے بنام بغدادی اس مکتوب میں اس آیت کو پیش کرنا انبیاء کرام و مقربین بارگاہ کے لئے ذلت کی دلیل نہیں بن سکا البتہ مصنف تقویۃ الایمان کی

۱......﴿''سورۃ المومنون: الآیۃ ۴۷''﴾ ۲......﴿''سورۃ ابراھیم: الآیۃ ۱۰''﴾ ۳......﴿''سورۃ ابراھیم: الآیۃ ۱۱''﴾

علمی پستی اس سے واضح طور پر ظاہر ہو رہی ہے۔

کلام بوجہ ضرورت طویل ہوگیا۔ کہنا یہ تھا کہ عوارف المعارف اور فوائد الفواد کے جو جملے خان صاحب گکھڑوی اور دیگر اسمعیلی قوم پیش کر رہی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ ان کا مطلب کیا ہے؟ ضروری نہیں کہ یہ جملے اصل کتاب میں موجود ہوں۔ توراۃ وانجیل اللہ تعالیٰ کی دو کتابیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کی حفاظت کا ذمہ نہ لیا اس لئے علماء نے یہ قانون بنایا کہ جب کتابوں کی عبارات مصنف کے عقائد اور اہل مسلک کے مخالف ہوں وہ اس مصنف کی طرف منسوب نہیں ہونگی۔ جب تک کہ اس کی وہ کتاب پھر اس کی وہ عبارت مصنف سے بطریق تواتر ثابت نہ ہو لیکن ان کتابوں کا ہر جملہ متواتر نہیں ہے جو تواتر کا مدعی ہے ثبوت اس کے ذمہ ہے اس کے علاوہ عوارف المعارف سے پیش کی ہوئی عبارت بعض نسخوں میں ہے اور بعض میں نہیں۔

پاکستان میں چھپنے والے تراجم میں ایک ترجمہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کا باب نمبر ۶۳ **”بدایات ونہایات تصوف“** کے عنوان سے ہے اس میں یہ عبارت درج ہے لیکن ہمارے سامنے ایک اور عوارف المعارف کا فارسی ترجمہ ہے جو ابو منصور اسماعیل بن عبد المؤمن اصفہانی (جن کی وفات ۷۱۰ھ میں ہوئی) نے کیا جب کہ شیخ کی وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی یعنی شیخ علیہ الرحمۃ کی وفات کے صرف اٹھتر سال کے دوران کسی وقت یہ ترجمہ وجود میں آیا۔ اس میں یہ لکھا ہے

”باب شصت سوم در بیان بدایات ونہایات وصحت آں“

مگر اس ترجمہ کے پورے باب میں ”اباعر“ کی یہ عبارت نہیں ہے۔ عکس ملاحظہ فرما سکتے ہیں

فوٹو حوالہ ﴿”عوراف المعارف“ مترجم فارسی (ابو منصور اسماعیل بن عبد المؤمن) صفحہ ۱۲۳، ۱۳۳۔ مطبوعہ ایران﴾

باب شصت و سوم: در بیان نبذی از بدایات ونهایات و صحت آن

جب کہ تقویۃ الایمان اپنے مصنف کی طرف سے متواتر ہے اور اس کے اس جملے کو جس پر ہمیں اعتراض ہے ان کی قوم ان کا کلام جان کر جواب دینے میں مصروف ہے جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ اور خاں صاحب گکھڑوی کی کتاب اس کی گواہ ہے۔

کتاب کے سابقہ صفحات میں میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اہل حدیث کی کتاب فتاویٰ نذیریہ اور جناب سرفراز صفدر صاحب دیوبندی کی کتاب عبارات اکابر سے گزر چکا ہے کہ دونوں مذہبوں کے یہ نمائندہ علماء تقویۃ الایمان کو دہلوی صاحب کی کتاب مان کر اس کا دفاع کر رہے ہیں۔ تاہم ایک دوست (۱) نے توجہ دلائی ہے کہ تقویۃ الایمان کے بارے میں ایک دیوبندی عالم احمد رضا بجنوری نے یہ کہا ہے کہ تقویۃ الایمان اردو دہلوی صاحب کی تصنیف نہیں۔ ۲

فوٹو حوالہ ﴿"انوار الباری شرح بخاری" جزء ۱۳ صفحہ ۳۹۸۔ مطبوعہ ادارہ تالیفات رشیدیہ ملتان﴾

اس کتاب کی مدح اور شائع کرنے کی وصیت حافظ ابن تیمیہ و ابن قیم دونوں نے کی ہے، ہمیں یقین نہیں آتا کہ حضرت مولانا شہید ایسی معلول حدیث باب عقائد میں استدلال کے لئے ذکر کرتے، اسی لئے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کی طرح ہم بھی سمجھتے ہیں کہ تقویۃ الایمان مولانا شہیدؒ کی تالیف نہیں ہے، دوسرے اس میں ایسی تعبیرات بھی موجود ہیں جو اکابر امت کی تعبیرات سے مطابقت نہیں کرتیں، بلکہ ہمارے اکابر نے پہلے زمانہ میں ایسی تعبیرات پر نکیر بھی کی ہے، جیسے ہم نے انوار الباری ص ۸۵/۵ (باب الماء الذی

جواب کی بنیادی بات یہ ہے کہ ہماری کتاب میں جن عبارات پر تحقیق کی گئی ہے وہ اس کتاب (تقویۃ الایمان) میں ہیں اور اس امر کا بجنوری صاحب کو اقرار ہے۔ باقی رہا مصنف پر کفر کا فتویٰ تو وہ ہماری کتاب کا مقصد نہیں جس کے لئے کتاب میں تصریح کر دی گئی ہے۔ اگر بجنوری صاحب ان عبارات کو گستاخی نبوت مان لیتے تو ان کی بات کو خلوص پر مبنی سمجھا جاتا مگر وہ ایسا نہیں کر سکے یعنی زمانہ سازی سے کام لے رہے ہیں ان سے قبل بھی کچھ لوگوں نے دہلوی صاحب کو بچانے کے لئے ان عبارات سے ان کی توبہ کو شہرت دی تو علمائے حق نے اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے ملزم کو شک کا فائدہ دے کر اس پر کفر کے فتویٰ کو واپس لے لیا۔ تو اب بجنوری صاحب کے انکار سے کوئی نیا نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ قبل اس کے کہ ہماری طرف سے بجنوری صاحب کے کلام کا مفصل جواب دیا جائے یہ بات پیش نظر رہے کہ ہم نے جن علماء کو جواب دیا ہے وہ اس عبارت کو دہلوی صاحب کا کلام مان رہے ہیں اس لئے کتاب کو دہلوی صاحب سے منسوب کرنے کا الزام اُن پر ہی آسکتا ہے نہ کہ ہم پر۔ ہم نے فقط ان کے کلام کا جواب دیا ہے۔

اب آیئے بجنوری صاحب کی طرف یہ صاحب ملت دیوبندیت کے مشہور عالم ہیں۔ بجنور (انڈیا) سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۰۷ء میں پیدائش ہوئی۔ ۱۹۲۳ء تا ۱۹۲۶ء دار العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ انور شاہ صاحب کشمیری، حسین احمد ٹانڈوی المعروف مدنی سے حدیث شریف وغیرہ پڑھی۔ پھر ڈابھیل میں ۱۹۴۵ء تک رہے۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل

---

۱ مراد مصحح ھذا الکتاب فقیر عبدالمجید سعیدی ہے، لفظ دوست شفقۃً ہے۔

۲...... ﴿"مقدمہ انوار الباری شرح بخاری" (احمد رضا بجنوری) جزء ۱۳ صفحہ ۳۹۸۔ مطبوعہ ادارہ تالیفات رشیدیہ ملتان﴾

کا امتحان بھی دیا۔ ۱۹۴۷ء میں شاہ صاحب مذکور کی چھوٹی صاحبزادی سے عقد ہوا جو عثمانی صاحب نے پڑھایا۔ پھر دیو بند کے شعبہ نشر و اشاعت سے تعلق ہوا۔ وہاں سے شرح بخاری لکھنا شروع کی۔ (ملخصاً) ١؎

ہمارے اس حوالہ کا مقصد یہ ہے کہ بجنوری صاحب موجودہ دور کے متاخرین میں سے ہیں جب کہ ان کے اساتذہ کی اکثریت اس کتاب تقویۃ الایمان کو ان (شاہ اسمٰعیل دہلوی) کی تصنیف مانتی ہے اس امر میں احمد رضا بجنوری صاحب کے پیش رو دیو بند کے شیخ الہند حسین احمد مدنی ہیں۔ مگر انہوں نے یہ اظہار اپنی کسی باقاعدہ کتاب میں نہیں کیا بلکہ اپنے ایک خط میں جو کہ ایک دیو بندی امام مسجد کو لکھا گیا جسے سُنیوں نے یہ کہہ کر مسجد سے نکال دیا کہ تقویۃ الایمان کے مصنف تمہارے بزرگ ہیں اور رشید احمد گنگوہی تمہارے بزرگ ہیں اس لئے تمہاری امامت جائز نہیں۔ لگتا ہے اُسے سنیوں میں اثر و رسوخ دلانے کی خاطر جناب حسین احمد مدنی صاحب (جو کہ خود ایک مشہور سیاست دان تھے) نے سیاستاً یہ جواب دیا لکھتے ہیں

''حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز کے متعلق جو بات آپ کے شہر اور محلہ والے کہتے ہیں بلکہ غلط اور اتہامات ہیں جو کہ غلط اور خود غرض دشمنوں نے اپنی اغراض حسیسہ کی بناء پر گھڑی ہیں۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز پکے حنفی سنی اور طریقت میں چشتی صابری قدوسی نظامی نقشبندی قادری سہروردی تھے'' ٢؎

اسی مکتوب میں آگے چل کر لکھتے ہیں

''تقویۃ الایمان حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نہیں ہے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کی جاتی (جس کی نسبت میں بھی لوگوں کو کلام ہے) حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شاہؒ مولانا رشید احمدؒ کے پیدا ہونے سے بہت پہلے وفات پا چکے تھے ان کی طرف کتاب کو منسوب کرنا بالکل غلط اور بہتان ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نقشبندی مہاجر مدینہ اور شاہ احمد سعید مجددی نقشبندی اور مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی صدر مدرس عربک کالج دہلی رحمہم اللہ تعالیٰ کے شاگرد اور پیرو کار تھے'' ٣؎

فوٹو حوالہ ﴿''مکتوبات شیخ الاسلام'' جزءدوم صفحہ ۱۷۸ مکتوب نمبر ۵۵ مطبوعہ مدنی کتب خانہ گوجرانوالہ﴾

حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز پکے حنفی سنی، اور طریقت میں چشتی، صابری، قدوسی نظامی، نقشبندی، قادری، سہروردی تھے، قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ العزیز مہاجر مکی کے نہایت محبوب خلیفہ راشد تھے، حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی نے اپنی کتاب تصوف "ضیاء القلوب" کے آخر میں نہایت زوردار الفاظ میں

١؎ ...... ﴿''مقدمہ انوار الباری شرح بخاری'' (احمد رضا بجنوری) جزءاوّل صفحہ ۴۵۷ تا ۴۵۹۔ مطبوعہ ادارہ تالیفات رشیدیہ ملتان﴾

٢؎ ...... ﴿''مکتوبات شیخ الاسلام'' (حسین احمد مدنی) جزءدوم صفحہ ۱۷۸ مکتوب نمبر ۵۵۔ مطبوعہ مدنی کتب خانہ گوجرانوالہ﴾

٣؎ ...... ﴿''مکتوبات شیخ الاسلام'' (حسین احمد مدنی) جزءدوم صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱ مکتوب نمبر ۵۵۔ مطبوعہ مدنی کتب خانہ گوجرانوالہ﴾

فوٹو حوالہ ﴿"مکتوبات شیخ الاسلام" جزء دوم صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱ مکتوب نمبر ۵۵ مطبوعہ مدنی کتب خانہ گوجرانوالہ﴾

۱۸۰

ہو گا، تقویۃ الایمان حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نہیں ہے۔ یہ کتاب حضرت مولانا محمد اسمٰعیل
صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کی جاتی ہے (جس کی نسبت میں بھی لوگوں کو کلام ہے)۔
حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید مولانا رشید احمد صاحب کے پیدا ہونے
سے بہت پہلے وفات پا چکے تھے۔ ان کی طرف کتاب کو منسوب کرنا بالکل

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۵) [illegible] ترجمتها بالهندية الخ

۱۸۱

بالکل غلط اور بہتان ہے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی
نقشبندی مہاجر مدینہ اور شاہ احمد سعید صاحب مجددی نقشبندی اور مولانا مملوک علی صاحب
نانوتوی صدر مدرس عربک کالج دہلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد اور پیرو کار تھے۔

(بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۵) کے اسباب اور طرق عداوت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں

یہ تھے دیوبند کے شیخ العرب والعجم جناب حسین احمد صاحب مدنی ان کا زور قلم اس بات پر ہے کہ تقویۃ الایمان جناب گنگوہی کی کتاب نہیں بلکہ یہ کتاب ان کے مولانا دہلوی کی طرف نسبت کی جاتی۔ بریکٹ میں لکھا ہے کہ (اس نسبت میں لوگوں کو کلام ہے یعنی انہیں خود کوئی کلام نہیں) وہ انہیں دہلوی صاحب کی تصنیف مانتے ہیں اور خود کھل کر اپنی طرف سے اس کتاب کی عظمت کا انکار نہیں کرتے۔ نہ اس کی دہلوی صاحب کی تصنیف ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ تھوڑے سے نرم الفاظ سیاستاً لکھے ہیں کیونکہ اُس وقت اس کی ضرورت تھی اب انہیں کیا معلوم تھا کہ کچھ عرصہ بعد اُن کا یہ خفیہ خط چھپ کر کتابی صورت میں آجائے گا بہرحال اگر جناب ٹانڈوی المعروف مدنی صاحب یہ تصریح کر بھی دیتے کہ تو فرق نہیں پڑتا تھا اس لئے کہ جناب حسین احمد مدنی صاحب مرید ہیں جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کے۔ (۱) اور یہی جناب گنگوہی صاحب ہیں اُن سے سوال ہوا کہ جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کو مردود اور بے ایمان کہنا کیسا ہے۔ ایسا کہنے والے کا حکم کیا ہے؟ جو تقویۃ الایمان ان کی تصنیف ہے اس کا پڑھنا پڑھانا کیسا ہے؟ جواب میں لکھتے ہیں

"مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم، متقی اور بدعت کو اکھاڑنے والے ......اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔" ۲

اس کتاب میں سوال ہے کہ "اور کتاب تقویۃ الایمان مصنفہ مولانا مرحوم کیسی ہے؟"

یہاں بھی مصنف کی تعریف کے بعد لکھا "اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور وہ رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب واحادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔" ۳

شاید کوئی یہ کہے کہ یہ کسی اور تقویۃ الایمان کی بات ہے۔ اردو تقویۃ الایمان کی نہیں اور انکار اردو کتاب سے ہے۔

۱...... ﴿"سلاسل طیبہ" (حسین احمد مدنی) صفحہ ۲۔ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور﴾

۲...... ﴿"فتاوی رشیدیہ" (رشید احمد گنگوہی المتوفی ۱۳۲۳ھ) صفحہ ۳۵۰، ۳۵۱۔ مطبوعہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی﴾

☆...... ﴿"فتاوی رشیدیہ" (رشید احمد گنگوہی المتوفی ۱۳۲۳ھ) صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰۔ مطبوعہ (جدید مبوب) دارالاشاعت کراچی﴾

۳...... ﴿"فتاوی رشیدیہ" (رشید احمد گنگوہی المتوفی ۱۳۲۳ھ) صفحہ ۳۵۰، ۳۵۱۔ مطبوعہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی﴾

وہ ان کی تصنیف نہیں (جیسا کہ مکتوبات شیخ الاسلام کے مذکورہ مقام پر ایک محشی نے لکھا جس نے اپنا نام ظاہر کرنے کی زحمت نہیں فرمائی کہ پتہ چلتا کہ اس مسلک میں اس کا کوئی وقار بھی ہے یا نہیں) تو اس کے جواب میں گنگوہی صاحب کا ہی ایک فتویٰ پیش خدمت ہے۔

(سوال) تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۴ (یقیناً جان لینا چاہیے کہ مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادذلیل ہے) اس عبارت کے مضمون کا کیا مطلب ہے مولانا علیہ الرحمۃ نے کیا مراد لیا ہے؟

(جواب) اس عبارت سے مراد حق تعالیٰ کی بے نہایت بڑائی ظاہر کرنا ہے (چند سطور کے بعد مزید لکھتے ہیں) چمار کو شہنشاہ دنیا سے اولادِ آدم ہونے میں مناسبت اور مساوات ہے اور شہنشاہ نہ خالق نہ رازق چمار کا ہے۔ الخ ۱

فوٹو حوالہ ﴿"فتاوی رشیدیہ" صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰۔ مطبوعہ (جدید مبوب) دارالاشاعت کراچی﴾

(سوال) جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم جو ہمراہ سید احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے شہید ہوئے تھے ان کو مردود کہنا اور بے ایمان کافر کہنا درست ہے یا نہیں اور اگر نادرست ہے تو مردود اور بے ایمان کہنے والے کا کیا حکم ہے اور تقویۃ الایمان جو تصنیف مولانا مرحوم کی ہے) اس کا مطالعہ کرنا اور پڑھنا اور پڑھانا اچھا ہے یا برا۔

(جواب) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم متقی اور بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا عمل کرنے والے اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حالت میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے ان اولیائه الا المتقون. (۰) اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے اس کے رکھنے کو جو برا کہتا ہے وہ فاسق اور بدعتی ہے اگر

فتاوی رشیدیہ ۲۲۱ ایمان اور کفر کے مسائل

صاحب سنت سے یہ لوگ بدعتی ناخوش ہو گئے اور سب وشتم کرنے لگے جیسا روافض صاحب سنت اور شیخین رضی اللہ عنہما سے عداوت کر کے طعن کرتے ہیں بہر حال یہ لوگ مولوی اسمٰعیل کے طعن کرنے والے ملعون ہیں۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ جو کوئی کسی پر لعنت کرتا ہے وہ لعنت کرنیوالے پر عود کرتی ہے اگر لعنت کیا گیا قابل لعنت کے نہ ہو اور معلوم ہو چکا کہ مولوی اسمٰعیل شہید ولی مہبط رحمۃ حق تعالیٰ کے ہیں تو بالضرور ان کی لعنت کرنے والے پر عود کرتی ہے۔ وہ خود ملعون مطرود الرحمۃ ہوئے واللہ تعالیٰ اعلم اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردّ شرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے جا سکے رکھنے کو جو کفر کہتا ہے خود یا کافر ہے یا فاسق بدعتی ہے اگر اپنے جہل سے کوئی اس کتاب کی خوبی نہ سمجھے تو اس کا قصور فہم ہے کتاب اور مولف کتاب کی کیا تقصیر

فوٹو حوالہ ﴿"فتاوی رشیدیہ" صفحہ ۲۲۵۔ مطبوعہ (جدید مبوب) دارالاشاعت کراچی﴾

(سوال) تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۴ میں ہے (یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے) اس عبارت کے مضمون کا کیا مطلب ہے مولانا علیہ الرحمۃ نے کیا مراد لیا ہے۔

(جواب) اس عبارت سے مراد حق تعالیٰ کی بے نہایت بڑائی ظاہر کرنا ہے کہ اس کی سب مخلوقات اگرچہ کسی درجہ کی ہو اس سے کچھ مناسبت نہیں رکھتی، کمہار لوٹا مٹی کا بنا دے اگرچہ خوبصورت پسندیدہ ہو اس کو احتیاط سے رکھے مگر توڑنے کا بھی اختیار ہے اور کوئی مساوات کسی وجہ سے لوٹے کو کمہار سے نہیں ہوتی۔ پس حق تعالیٰ کی ذات پاک جو خالص محض قدرت سے اس کے ساتھ کیا نسبت دو جہ کسی خلق کا ہو سکتا ہے چمار کو شہنشاہ دنیا سے اولاد آدم ہونے میں مناسبت و مساوات ہے اور شہنشاہ نہ خالق و رازق چمار کا ہے تو چمار کو تو شہنشاہ سے مساوات بعض وجوہ سے ہے بھی مگر حق تعالیٰ کے ساتھ اس قدر بھی مناسبت کسی کو نہیں کہ کوئی عزت برابری کی نہیں

۱...... ﴿"فتاوی رشیدیہ" (رشید احمد گنگوہی المتوفی ۱۳۲۳ھ) صفحہ ۳۵۶۔ مطبوعہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی﴾

☆...... ﴿"فتاوی رشیدیہ" (رشید احمد گنگوہی المتوفی ۱۳۲۳ھ) صفحہ ۲۲۵۔ مطبوعہ (جدید مبوب) دارالاشاعت کراچی﴾

اس عبارت میں گنگوہی صاحب نے اُسی تقویۃ الایمان کی بات کی ہے جو اردو میں ہے اور اسی کو اپنے مولانا اسمعیل دہلوی کی عبارت کہا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ بات کس کی مانی جائے تو یقیناً مدنی صاحب کی مانی جائے گی جو پیر ہیں اور پہلے کے ہیں۔ (بجنوری صاحب مرید ہیں اور بعد کے ہیں)

ہمیں شکر گزار ہونا چاہیے مدنی کہلانے والے ان مولانا کا جنہوں نے یہ لکھا ہے کہ ان کے پیر و مرشد گنگوہی صاحب شاہ احمد سعید نقشبندی اور جناب مملوک علی نانوتوی کے شاگرد اور پیروکار تھے۔ جہاں تک مولانا مملوک علی صاحب کا تعلق ہے وہ خود مولوی اسمعیل دہلوی کے شاگرد ہیں ان سے بہتر کون جانتا تھا دیکھئے تھانوی صاحب اور امیر شاہ اور قاری طیب صاحب کی مشترکہ کتاب ''ارواح ثلاثہ'' حکایت نمبر ۵۹ خاں صاحب نے فرمایا کہ

''مولوی محمد اسماعیل صاحب نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خاں خورجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا۔ اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب مولوی عبدالحی صاحب، شاہ اسحاق صاحب، مولانا یعقوب صاحب، مولوی فرید الدین صاحب مراد آبادی، مؤمن خان، عبداللہ خان علوی، استاذ (امام بخش صہبائی و مولانا مملوک علی صاحب) بھی تھے ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے۔'' [1]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مملوک علی صاحب، دہلوی بہادر کے شاگرد یا ان کے شاگرد کے شاگرد ہیں جس نے اردو تقویۃ الایمان اپنے استاد سے پا کر اس کی تائید کی۔ اس لئے گنگوہی صاحب جمے بیٹھے ہیں کہ یہ کتاب ان کی ہے اور صحیح ہے۔

فوٹو حوالہ ﴿''ارواح ثلاثہ (حکایات اولیاء)'' صفحہ ۶۷۔ مطبوعہ مکتبہ عمر فاروق کراچی﴾

حکایت (۵۹) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خاں خورجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب مولوی عبدالحی صاحب شاہ اسحاق صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب مولوی فرید الدین صاحب مراد آبادی مومن خاں عبداللہ خاں علوی (استاذ امام بخش صہبائی و مولانا مملوک علی صاحب) بھی تھے اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے! مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے

[1] ﴿''ارواح ثلاثہ (حکایات اولیاء)'' (اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۲۳ھ) صفحہ ۶۷۔ مطبوعہ مکتبہ عمر فاروق کراچی﴾

رہے شاہ احمد سعید مجددی نقشبندی (بقول بجنوری صاحب گنگوہی صاحب کے استاد ہیں اور جب تقویۃ الایمان کی ایک عبارت کی تردید میں علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ نے کفر کا فتویٰ دیا) تو شاہ احمد سعید مجددی نقشبندی نے اس فتویٰ کی تصدیق پر مہر ثبت فرمائی۔ ملاحظہ فرمائیں ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغوی''صفحہ ۴۳۷ (مہر نمبر ۱۳) طبع اول ۱۹۷۹ء، ۱۳۹۹ھ مطبوعہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی اکیڈمی بندیال ضلع سرگودھا۔

فوٹو حوالہ ''تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی''صفحہ ۴۳۷۔ مطبوعہ شاہ عبدالحق محدث اکیڈمی بندیال
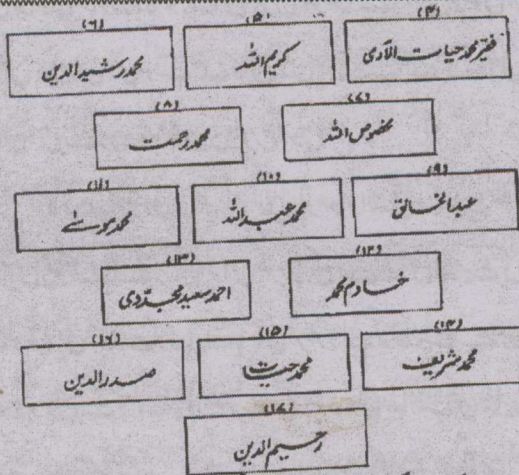
ثابت ہوا کہ دہلوی صاحب کے زمانہ میں علامہ مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تقویۃ الایمان پر فتوی کفر لگایا تھا اور مولانا شاہ احمد سعید مجددی نے اس کی تصدیق فرما کر یہ گواہی دے دی کہ وہ اس کتاب کو قابل نفرت مانتے ہیں۔ نیز یہ بھی واضح ہوا کہ مدنی صاحب نے سنیوں کی ایک مسجد چھیننے کے لئے ایک جھوٹ بولا تھا اور بجنوری صاحب دیوبندی ملت کو بدنامی سے نکالنے کے لئے سیاسۃً یہ فرما رہے ہیں جب کہ بجنوری صاحب کے استاد مدنی صاحب کے پیر و مرشد اور ان کے حضرت گنگوہی صاحب دھڑلے سے تقویۃ الایمان کو اپنے بزرگوں کی کتاب تسلیم کرتے ہیں جس طرح کہ خاں صاحب گکھڑوی بھی تسلیم کر رہے ہیں۔ پس ہمارا موقف ثابت ہوا۔ الحمدللہ علیٰ ذلک

لہٰذا اسماعیل دہلوی صاحب کے کلام میں تحریف قرار دے کر انہیں معاف نہیں کیا جاسکتا۔ بہر حال ابنیاء کرام ورسل عظام عَلَیۡھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کو (معاذ اللہ) مینگنی کے برابر قرار دیا جائے یا معاذ اللہ ان میں ذرہ بھر ذلت بتائی جائے، یہ دونوں قول دیوبندی حضرات کو مقبول ہوں اور وہ جانیں۔ ہمارا مسلک اس سے بری ہے۔ ہم مذکورہ دونوں مفہوموں کو گستاخی سمجھتے ہیں، اس لیے اب اعتراض ہمارے اوپر نہیں بلکہ دہلوی صاحب کے فریق پر لوٹ گیا کیونکہ ان حضرات کو اپنا بزرگ بھی مان رہے ہیں اور مینگنی ہونے کے قول ان سے ثابت ماننے کے ساتھ ان عبارات کے مفہوم میں انبیاء کرام عَلَیۡھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کو داخل بھی مان رہے ہیں۔

عوارف المعارف کی عبارت کا صحیح مطلب

اب آیئے ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ خاں صاحب گکھڑوی کی پیش کردہ دونوں عبارتوں سے کیا وہ مفہوم نکلتا ہے جو گکھڑوی صاحب پیش کر رہے ہیں۔؟ خاں صاحب گکھڑوی کی پیش کردہ عبارت (حوالہ اور فوٹو پہلے گزر چکے) یہ ہے

''وَبَلَغَنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ حَدِیْثٌ اَنَّہٗ قَالَ لَا یُکْمِلُ اِیْمَانُ الْمَرْءِ حَتّٰی یَکُوْنَ النَّاسُ عِنْدَہٗ کَالْاَبَاعِرِ''

ہمارے نزدیک اس مدسوس عبارت کا ترجمہ اس طرح ہو سکتا ہے ''ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اس رتبے میں نہ پہنچ جائے دوسرے (کمال ایمان سے عاری) انسان اس کے رُوبرو اونٹوں کی طرح ہوں''

یہاں اگر ہم ''اَبَاعِرُ'' کا ترجمہ مینگنیوں کی طرح کریں تو معاذ اللہ شیخ صاحب سلسلہ رحمۃ اللہ علیہ پر الزام آئے گا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث گھڑ رہے ہیں کیونکہ روئے زمین پر اس طرح کی حدیث کسی حدیث کی کتاب میں نہ دیکھی گئی نہ سنی گئی۔ البتہ اگر اونٹ کا معنٰی کیا جائے تو شیخ کی عبارت کو روایت بالمعنٰی قرار دے کر حدیث سے ثبوت مل سکے گا اگر کسی دیوبندی عالم میں ہمت ہے تو اپنے اور اپنے بزرگوں کے مسلمہ پیشوا حضرت شیخ سہروردی صاحب کی حمایت کرتے ہوئے اس طرح کی کوئی حدیث کسی کتاب سے ثابت کر دے اور ہم چیلنج کرتے ہیں کہ وہ سارے مل بھی جائیں تو ایسا نہیں کر سکتے۔

ہمارے دعوٰی کی تفصیل یہ ہے کہ لفظ ''اَبَاعِرُ'' یہاں پر ''بَعْرَۃٌ'' کی جمع نہیں بلکہ ''بَعِیْرٌ'' کی جمع الجمع ہے دیکھئے

۱۔ ''المنجد'' میں ہے ''البعير ج بُعْران وأبْعِرة وجج أباعِر وأباعِير الحمل البازل للذّكر والأنثى ''[1] بعیر کی جمع ''بُعْرَانٌ'' اور ''اَبْعِرَۃٌ'' آتی ہے اور جمع الجمع ''اَبَاعِرُ، اَبَاعِیْرُ'' آتی ہے۔ ''بَعِیْرٌ'' کا ترجمہ پورے عمر کے نوجوان اونٹ کا ہے اور یہ لفظ نر اور مادہ دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

۲۔ اسی میں ہے ''البَعْرو البَعَر ج أبعار واحدته بَعْرة ج بعرات رجيع ذوات الخف والظلف ''[2] اور ''بَعْرٌ'' اور ''بَعَرٌ'' (پہلا عین کے جزم اور دوسرے عین کی فتح سے) دونوں کی جمع ''اَبْعَارٌ'' آتی ہے۔ جانوروں کی مینگنی کو ''بَعْرَۃٌ'' کہتے ہیں جس کی جمع ''بَعْرَاتٌ'' آتی ہے۔

۳۔ لغت کی مشہور و معتبر کتاب ''لسان العرب'' میں علامہ ابن منظور لکھتے ہیں

---

[1]...... ﴿''المنجد'' (لوئس معلوف المتوفی ۱۹۴۶ء) صفحہ ۴۳۔ مطبوعہ انتشارات قم ایران﴾

[2]...... ﴿''المنجد'' (لوئس معلوف المتوفی ۱۹۴۶ء) صفحہ ۴۳۔ مطبوعہ انتشارات قم ایران﴾

''وَالْجَمعُ اَبعِرَةٌ فِی الْجَمعِ الْاَقلِّ وَاَبَاعِرُ وَاَبَاعِیرُ وَبُعْرَانٌ وَ بِعْرَانٌ''

''بَعِیْر'' کی جمع قلت ''اَبعِرَة'' آتی ہے، جمع الجمع ''اَبَاعِرُ، اَبَاعِیْر، بُعْرَانٌ، بِعْرَانٌ'' آتی ہے۔ [1]

۴۔ ''قاموس ''متن ''تاج العروس'' میں ہے

''البَعْر ویحرك رجیع الخف والظلف واحدته بھاءٍ ج أبعار والفعل كمنع والمَبْعَر كمَقْعَد ومنبر مكانه من كل ذی اربع والبعیر وقد تُكسَر الباء الجمل البازل او الجذع وقد یكون للانثی والحمار و كل ما یَحمِل وھاتان عن ابن خالویه ج أبعرة وأباعر واباعیر ومن جموع البعیر بُعران وبِعران'' [2]

''بَعْر'' جسے عین کی زبر سے ''بَعَر'' بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ چوپایوں کے فضلے کو کہتے ہیں جن کے پاؤں نرم ہوتے ہیں یا ان کے کھر ہوتے ہیں اس کا واحد ''ھا'' لگا کر ''بَعْرَۃ'' بنتا ہے جمع اس کی ''اَبْعار'' آتی ہے۔ اور فعل اس کا ''مَنَعَ'' کے وزن پر آتا ہے۔ جس جگہ پر ان مینگنیوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے اُسے ''مَبْعَر'' کہتے ہیں ''مَقْعَد'' اور ''مِنْبَر'' کے وزن پر۔ اور لفظ ''بَعِیر'' اس کو ایک لغت میں ''بِعیر'' باء کی زیر کے ساتھ بھی پڑھتے ہیں ایسے اونٹ کو کہتے ہیں جو نو سال کا ہو (اُس کی کچلی والا دانت نکل آیا ہو) یا وہ جو پانچ سال کا ہو کبھی یہ لفظ مادہ اونٹ کیلئے بھی بولا جاتا ہے اور کبھی گدھے کو اور ہر اُس چیز کو بھی ''بعیر'' کہتے ہیں جو بوجھ اٹھاتی ہے اور گدھے اور بوجھ اٹھانے والے کا معنی صرف ابن خالویہ سے منقول ہے۔ اور ''بعیر'' کی جمع ''أبعِرَة'' آتی ہے اور ''أباعِر'' اور ''أباعِیر'' اور ''بُعْرَان ، بِعْرَان'' آتی ہیں۔

۵۔ اور اسی ''تاج العروس'' میں ہے ''(ج اَبعِرَةٌ) جَمعُ اَبعِرَةٌ (اَبَاعِرُ) وَلَیسَ جَمعاً لِبَعِیرٍ'' [3]

بَعِیْرٌ کی جمع ''اَبعِرَةٌ'' آتی ہے اور ''اَبعِرَةٌ'' کی جمع ''اَبَاعِرُ'' آتی ہے اور ''اَبَاعِر''، ''بَعِیْرٌ'' کی بلا واسطہ جمع نہیں۔ (یعنی اَبَاعِرُ، بَعِیْرٌ کی جمع الجمع ہے)

۶۔ ''بَعْرَۃٌ'' کے متعلق ''لسان العرب'' میں ہے

''وَالْبَعْـرَة: وَاحِدُ الْبَعْرِ، وَالْبَعْرُ والبَعَرُ رَجِیعُ الْخُفِّ وَالظِّلْفِ مِنَ الْاِبِلِ وَالشَّآءِ وَبَقَرِ الْوَحْشِ وَالظِّبَآءِ اِلَّا الْبَقَرُ الْاِهْلِیَّةُ فَاِنَّھَا تَخْثِی وَھُوَ خَثْیُھَا وَالْجَمعُ اَبْعَار'' [4]

---

[1]...... ﴿''لسان العرب'' (محمد بن مکرم ابن منظور افریقی المتوفی ۷۱۱ھ) جلد ۴ صفحہ ۷۱۔ مطبوعہ دار صادر بیروت﴾

[2]...... ﴿''تاج العروس من جواھر القاموس'' (سید محمد مرتضی حسن زبیدی المتوفی ۱۲۰۵ھ) جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۸، ۲۱۹۔ مطبوعہ التراث العربی کویت﴾

[3]...... ﴿''تاج العروس من جواھر القاموس'' (سید محمد مرتضی حسن زبیدی المتوفی ۱۲۰۵ھ) جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۸، ۲۱۹۔ مطبوعہ التراث العربی کویت﴾

[4]...... ﴿''لسان العرب'' (محمد بن مکرم ابن منظور افریقی المتوفی ۷۱۱ھ) جلد ۴ صفحہ ۷۱۔ مطبوعہ دار صادر بیروت﴾

اور ''بَعْرَۃٌ'' (اسم جنس) ''بَعْرٌ'' کی واحد ہے اور ''بَعْرٌ'' اور ''بَعَرٌ'' ان جانوروں کے پیچھے سے گرائے ہوئے فضلہ کو کہتے ہیں جن کے نرم پاؤں ہوں یا کُھر ہوں اور وہ اونٹ، بکریاں اور جنگلی گائے، ہرن ہیں مگر پالتو گائے ان میں شامل نہیں کیونکہ اس کے فضلہ کو ''خُثَاءٌ'' کہتے ہیں یعنی گوبر اور اس (''بَعْرَۃٌ'') کی جمع ''اَبْعَارٌ'' آتی ہے۔

لغت کے ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ ''اَبَاعِرُ'' کا معنیٰ بہت سے اونٹ تو ہوتا ہے لیکن مینگنیاں اس کا معنیٰ نہیں ہوتا نہ اونٹوں کی نہ بکریوں کی بلکہ ''اَبَاعِرُ'' کا معنی مینگنیاں ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ ''بَعَرٌ'' کی جمع ''اَبْعَارٌ'' تو آتی ہے لیکن اس کی جمع الجمع ''اَبَاعِرُ'' نہیں لکھی گئی۔ جیسا کہ لغت کے حوالوں سے گزرا ہے۔

فوٹو حوالہ ﴿''لسان العرب'' جلد۴ صفحہ۷۱۔ مطبوعہ دار صادر بیروت﴾

بعر : البَعِيرُ : الجَمَلُ البازِلُ ، وقيل : الجَذَعُ ، وقد يكون للأُنثى ، حُكِيَ عن بعض العرب : شربت من لبن بَعِيري وصَرَعَتْني بَعِيري أي ناقتي ، والجمع أَبْعِرَةٌ في الجمع الأَقل ، وأَباعِرُ وأَباعِيرُ وبُعْرانٌ وبِعْرانٌ . قال ابن بري : أَباعِرُ جمع أَبْعِرَةٍ ، وأَبْعِرَةٌ جمع بَعِير ، وأَباعِرُ جمع الجمع ، وليس جمعاً لبعير ، وشاهد الأَباعر قول يزيد بن الصَّقيل العُقَيْلي أَحد اللصوص المشهورة بالبادية وكان قد تاب :

مشهور .

والبَعْرَةُ : واحدة البَعْر ، والبَعْرُ والبَعَرُ : رجيع الخُفّ والظِّلْف من الابل والشاء وبقر الوحش والظباء الا البقر الاهلية فانها تَخْثي وهو خِثْيُها ، والجمع أَبْعارٌ ، والارنب تَبْعَرُ أَيضاً ، وقد بَعَرَتِ الشاةُ والبعير يَبْعَرُ بَعْراً .

فوٹو حوالہ ﴿''تاج العروس من جواہر القاموس'' جلد۱۰ صفحہ۲۱۹۔ مطبوعہ التراث العربی کویت﴾

تفسيره .
(ج أَبْعِرَةٌ ، و) جمعُ أَبْعِرَةٍ (أَباعِرُ) وليس جَمْعاً لبَعِيرٍ ، كما قالَه ابنُ بَرِّيّ ، وذَكَرَ الشاهِدَ قولَ

اردو پڑھے ہوئے مترجمین نے اگر عوارف المعارف کے ترجمہ میں غلطی کی تھی تو گکھڑوی صاحب نے بھی ویسی ہی غلطی کر کے اپنے علم و فضل کا روشن ثبوت پیش کر دیا۔ اس پر مزید عرض کرتا چلوں کہ ''اَبَاعِر'' کا لفظ کتب حدیث میں بھی اونٹوں کے معنیٰ میں آیا ہے۔

کتب حدیث میں ''اَبَاعِرُ'' کا معنیٰ اونٹ ہے

۱۔ امام نسائی نے محمد بن عمر بن علی بن مقدم کی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ روایت کیا کہ صحابہ کرام ایک سفر پر گئے تھے۔ انہیں بہت بڑی مچھلی ملی جس کو وہ کھاتے رہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کو کھڑا کیا'' فرحل به اجسم بعير من اباعر القوم فاجازه تحته ''(۱) پھر کجاوہ کسا

۱......﴿''سنن نسائی'' (امام احمد بن شعیب نسائی المتوفی ۳۰۳ھ) جلد۲ صفحہ۲۰۰۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

صحابہ کرام کے اونٹوں میں سے سب سے بڑے اونٹ پر تو اس پسلی کے نیچے سے گزار دیا۔

فوٹو حوالہ ﴿"سنن نسائی" جلد ۲ صفحہ ۲۰۰۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾
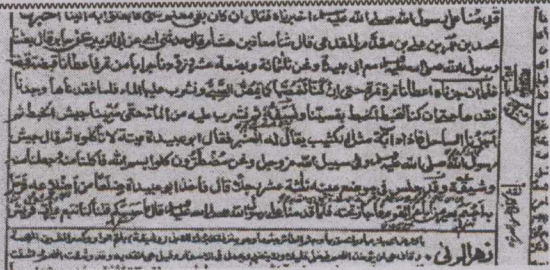
۲۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوۃ" میں نقل کیا "واعطی عباس بن مرداس اباعر" ۱؎

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس کو کچھ اونٹ عطا فرمائے۔

فوٹو حوالہ ﴿"دلائل النبوۃ" جلد ۵ صفحہ ۱۸۳۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

واعطى عباس بن مرداس أبا عر فسخطها فعاتب فيها رسول الله ﷺ فذكر أبياته ، فقال رسول الله ﷺ : إذهبوا فاقطعوا عني لسانه فزادوه حتى رضي فكان ذلك قطع لسانه .

۳۔ حنظلہ بن علی اسلمی بن دیل ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں (جو صحابی تھے) انہوں نے کہا

"صَلَّيْتُ الظُّهْرَ فِىْ بَيْتِىْ ثُمَّ خَرَجْتُ بِاَبَاعِرَ لِىْ لَا صُدِّرَهَا اِلَى الرَّاعِىْ فَمَرَرْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّىْ بِالنَّاسِ الظُّهْرَ فَمَضَيْتُ فَلَمْ اُصَلِّ مَعَهٗ فَلَمَّا اَصْدَرْتُ اَبَاعِرِىْ وَرَجَعْتُ ذُكِرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لِىْ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ اَنْ تُصَلِّىَ مَعَنَا حِيْنَ مَرَرْتَ بِنَا قَالَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ قَدْ كُنْتُ صَلَّيْتُ فِىْ بَيْتِىْ قَالَ وَاِنْ" ۲؎

میں نے ظہر کی نماز اپنے گھر میں پڑھی پھر میں اپنے "اباعر" یعنی اونٹوں کے ساتھ گھر سے نکلا تا کہ میں انہیں چرنے کی طرف لے جاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا جب کہ آپ لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے تو جب میں نے اپنے اونٹوں کو چراگاہ میں پہنچا دیا اور میں واپس آیا (تو میرا یہاں سے بغیر نماز پڑھے گزر جانے کا واقعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا تو آپ نے (میرا نام لے کر) مجھ سے فرمایا اے فلاں تجھے ہمارے ساتھ مل کر نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا تو میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنے گھر اس سے پہلے نماز پڑھ لی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱؎..... ﴿"دلائل النبوۃ" (ابو بکر احمد بن حسین بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ) جلد ۵ صفحہ ۱۸۳۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

۲؎..... ﴿"مسند احمد" (امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۰۴ھ) جلد ۷ صفحہ ۳۵۲۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

اگرچہ ایسا ہی ہو (تو پھر بھی تمہیں ہمارے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے تھی)

فوٹو حوالہ ﴿"مسند احمد" جلد ۷ صفحہ ۳۵۲۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

۱۸۳۷۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي الدِّيلِ، قَالَ: صَلَّيْتُ الظُّهْرَ فِي بَيْتِي ثُمَّ خَرَجْتُ بِأَبَاعِرَ لِي لِأُصْدِرَهَا إِلَى الرَّاعِي فَمَرَرْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الظُّهْرَ فَمَضَيْتُ فَلَمْ أُصَلِّ مَعَهُ فَلَمَّا أَصْدَرْتُ أَبَاعِرِي وَرَجَعْتُ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ لِي: «مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَنَا حِينَ مَرَرْتَ بِنَا»، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي قَدْ كُنْتُ صَلَّيْتُ فِي بَيْتِي، قَالَ: «وَإِنْ».

ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ "اَبَاعِرُ" کا لفظ اونٹوں کے لیے آتا ہے نیز آخری حدیث سے ایک اور بات بھی ثابت ہوئی کہ "اَلنَّاس" کا لفظ تمام انسانوں کے لیے نہیں آتا کیونکہ حضور علیہ صلی اللہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے والے انسان انسانوں میں سے بعض تھے کل انسان تو ایمان نہیں لے آئے تو آپ علیہ صلی اللہ وسلم کے پیچھے کیوں کر پڑھتے (مزید تفصیل آگے آئے گی)

عبارت میں مذکور "اَلنَّاسُ" سے مراد بعض انسان ہیں

مذکورہ عبارت میں "اَلنَّاس" کا لفظ آیا ہے، یہاں "اَلنَّاس" کے لفظ کا معنٰی تمام انسان نہیں ہوتا بلکہ کچھ انسان ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے

۱۔ "وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ" اور جب (عذاب کا) قول ان پر واقع ہو جائے گا ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور (دابۃ الارض) نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا، اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ لاتے تھے۔ [۱]

یہاں "اَلنَّاسُ" سے مراد بعض لوگ ہیں اور تمام لوگ بالبداہت مراد نہیں، کیونکہ مؤمن تو اللہ کی آیتوں پر یقین رکھتے ہیں یہ کافروں کا کام ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں پر یقین نہیں لاتے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے کلام میں سب مومنوں کو کافر کیسے قرار دے دیا جائے، یہ محال ہے۔ حدیث پاک سے اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ صحیح مسلم میں سیدنا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سید عالم حضور نبی کریم علیہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا "تَجِدُوْنَ النَّاسَ كَاِبِلٍ مِائَةٍ لَا يَجِدُ فِيْهَا رَاحِلَةً" [۲]

عامی انسان (جو آداب نبوت کے تربیت یافتہ نہیں ہوتے) ایسے ایک سو اونٹوں کی طرح ہیں (وہ شتر بے مہار یعنی

[۱]...... ﴿"سورۃ النمل: الآیۃ ۸۲" ترجمۃ القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

[۲]...... ﴿"الصحیح المسلم" (ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری التوفی ۲۶۱ھ) جلد ۲ صفحہ ۳۱۲۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

بے سدھائے ہوئے ہیں، اور نا تربیت یافتہ ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں) جن میں سواری کے قابل (سدھایا ہوا، اور تربیت یافتہ) ایک اونٹ بھی نہ پاؤ"۔

فوٹو حوالہ ﴿"الصحیح لمسلم" جلد۲ صفحہ ۳۱۲۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

اس حدیث کی شرح میں شارح مسلم علامہ شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

"وَقَالَ الْاَزْهَرِیُّ اَلرَّاحِلَةُ عِنْدَ الْعَرَبِ اَلْجَمَلُ النَّجِیْبُ وَالنَّاقَةُ النَّجِیْبَةُ قَالَ وَالْهَاءُ فِیْهَا لِلْمُبَالَغَةِ كَمَا یُقَالُ رَجُلٌ فَهَّامَةٌ وَنَسَّابَةٌ قَالَ وَالْمَعْنَى الَّذِیْ ذَكَرَهُ ابْنُ قُتَیْبَةَ غَلَطٌ بَلْ مَعْنَى الْحَدِیْثِ اَنَّ الزَّاهِدَ فِی الدُّنْیَا اَلْكَامِلُ فِی الزُّهْدِ فِیْهَا وَالرَّغْبَةِ فِی الْآخِرَةِ قَلِیْلٌ جِدًّا كَقِلَّةِ الرَّاحِلَةِ فِی الْاِبِلِ هٰذَا كَلَامُ الْاَزْهَرِیِّ وَهُوَ اَجْوَدُ مِنْ كَلَامِ ابْنِ قُتَیْبَةَ وَاَجْوَدُ مِنْهُمَا قَوْلُ آخَرِیْنَ اَنَّ مَعْنَاهُ اَلْمَرْضِیُّ الْاَحْوَالِ مِنَ النَّاسِ الْكَامِلُ الْاَوْصَافِ قَلِیْلٌ فِیْهِمْ جِدًّا كَقِلَّةِ الرَّاحِلَةِ فِی الْاِبِلِ قَالُوْا وَالرَّاحِلَةُ هِیَ الْبَعِیْرُ الْكَامِلُ الْاَوْصَافِ الْحَسَنُ الْمَنْظَرِ الْقَوِیُّ عَلَى الْاَحْمَالِ وَالْاَسْفَارِ سُمِّیَتْ رَاحِلَةً لِاَنَّهَا تُرْحَلُ اَیْ یُجْعَلُ عَلَیْهَا الرَّحْلُ فَهِیَ فَاعِلَةٌ بِمَعْنَى مَفْعُوْلَةٍ كَعِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ اَیْ مَرْضِیَّةٍ وَنَظَائِرُهٗ" [1]

اور ازہری نے کہا "رَاحِلَةٌ" عربیوں کے نزدیک اعلیٰ نسل کے اونٹ یا اونٹنی کو کہتے ہیں اور کہا کہ "رَاحِلَةٌ" کے آخر میں جو "ۃ" ہے وہ وقف کی حالت میں "ھا" بن جاتی ہے (یہ تانیث کے لیے نہیں بلکہ) مبالغہ کے لیے ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "رَجُلٌ فَهَّامَةٌ" یعنی بہت فہم والا امرد اور "رَجُلٌ نَسَّابَةٌ" بہت نسب جاننے والا امرد، اور ازہری نے کہا کہ ابن قتیبہ نے جو اس حدیث کا معنٰی بیان کیا ہے وہ غلط ہے بلکہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ دنیا سے بے رغبت انسان جو اس سے پوری نفرت اور بے رغبتی رکھتے ہیں اور آخرت کی رغبت میں کمال کو پہنچنے والے ہیں وہ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ (علامہ نووی فرماتے ہیں) یہ ازہری کا کلام تھا اور یہ ابن قتیبہ کے کلام سے زیادہ جید اور کھرا ہے اور ان دونوں کے قول سے زیادہ کھرا اس حدیث کے معنی میں کچھ دوسرے علماء کا قول ہے کہ "انسانوں میں پسندیدہ حالات والے اور کامل اوصاف والے انسان بہت تھوڑے ہیں جیسا کہ اعلیٰ نسل کے اونٹ جو سواری کے لیے پسندیدہ ہوتے ہیں اونٹوں میں تھوڑے ہوتے ہیں"۔ (یعنی سو میں سے ایک کی نسبت سے نہیں بلکہ اس سے کم کئی سو یا ہزار میں کوئی ایک کامل ہوتا ہے) ان علماء نے "رَاحِلَةٌ" کی تفسیر میں فرمایا کہ

---

[1] ...... ﴿"شرح صحیح لمسلم" (ابوزکریا یحیٰی بن شرف الدین النووی المتوفی ۶۷۶ھ) جلد۲ صفحہ ۳۱۲۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

اس سے مراد وہ اونٹ ہے جو اپنے اوصاف میں کامل اور دیکھنے میں خوبصورت ہو، جو وزن اٹھانے پر اور سفر میں جانے کی قوت رکھتا ہو اس کا نام ''رَاحِلَۃ'' رکھا گیا ہے اور اس اونٹ کو ''رَاحِلَۃ'' اس لیے کہتے ہیں کہ اس پر کجاوہ کستا جاتا ہے، اور ''رَاحِلَۃ'' جو بروزن ''فَاعِلَۃ'' ہے۔ یہاں پر ''مَفْعُوْلَۃ'' کے معنی میں آتا ہے جیسے کہ ''عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ'' پسند کی جانے والی زندگی اور اسی طرح اس لفظ کے دوسرے ہم مثل ہیں''۔

فوٹو حوالہ ﴿''شرح صحیح المسلم للنووی'' جلد۲ صفحہ۳۱۲۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

[illegible]

كتاب البر والصلة والادب

باب بر الوالدين وانهما احق به [illegible]

خلاصہ یہ نکلا کہ حدیث میں نہ اونٹوں سے مراد سارے اونٹ ہیں اور نہ ہی انسانوں سے سارے انسان مراد ہیں۔ اور جب سارے انسان مراد نہیں تو انبیاء کرام اور اولیاء شامل ہی نہ ہوئے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ بعض عامی انسان سو اونٹوں کی اس قطار کی طرح ہیں جن میں کوئی کامل اونٹ نہ ہو یعنی کچھ انسان غیر کامل ہیں اور کچھ کامل ہیں۔ اس حدیث کی روشنی میں یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ کامل انسان تھوڑے ہوتے ہیں اور عامی انسان گھٹیا اوصاف والے بہت ہوتے ہیں۔ لہٰذا عوارف المعارف کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ کامل انسان عامی انسانوں کی مصیبت سے بچ کر رہے۔ اور قطعاً یہ مراد نہیں کہ کل انسان ناقص ہوتے ہیں۔ اس کو فن کی زبان میں یوں کہا جاتا ہے کہ اگر جملے پر ''کُل'' یا ''جَمِیع'' کے الفاظ داخل ہوں تو اسے محصورہ کلیہ کہتے ہیں اگر بعض کے الفاظ پائے جائیں تو اسے محصورہ جزئیہ کہتے ہیں اور اگر کل اور بعض دونوں قسم کے الفاظ نہ ہوں تو اسے مہملہ کہتے ہیں اور مہملہ اپنے معنی کے اعتبار سے محصورہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ اس سے کلیت کے حکم پر استدلال صحیح نہیں ہوتا۔ مزید تفصیل درکار ہو تو قطبی شرح شمسیہ ملاحظہ فرمائیں۔

اگر ''النَّاس'' کے لفظ کو کل انسانوں کے مفہوم میں لانا ہو تو اس کے لیے لفظی یا معنوی قرینہ ضروری ہوتا ہے اور قرینہ اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ مہملہ کی اصل جزئیہ ہے یعنی حقیقت میں وہ جزئیہ کا معنی دے گا، کل اور استغراق کے معنی کے لیے مجاز ہوگا، لفظی قرینہ کی مثال ''قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا'' (۱) یہاں پر لفظ جمیع نے تمام انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اور معنوی قرینہ کی مثال ''رَبِّ النَّاس'' (۲) یہاں پر اللہ کا رب ہونا اس بات پر قرینہ ہے کہ

۱...... ﴿''سورۃ الاعراف: الآیۃ ۱۵۸''﴾ ۲...... ﴿''سورۃ الناس: الآیۃ ۱''﴾

اس سے مراد تمام انسان ہیں کیونکہ وہ ہر ایک انسان کا رب ہے۔

ہمارے اس بیان سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ صاحب عوارف المعارف حضرت شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بالمعنیٰ نقل کیا اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ ''عامی لوگ بداخلاق ہوتے ہیں سالک کو کامل الایمان یعنی اللہ اور اس کے رسولوں، فرشتوں، کتابوں، تقدیر اور آخرت پر صحیح ایمان رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے طبقے (مشائخ اور سالک مریدین اور کامل مریدین) کے ماسواء (حبّ دنیا کے قیدیوں) کو شتر بے مہار سمجھے اور ان کی صحبت سے بچ کر رہنا چاہے کیونکہ یا تو وہ اسے نقصان پہنچائیں گے، یا ان کی صحبت سے یہ خود بگڑ جائے گا بلکہ اسے کاملوں کے ساتھ بیٹھنا چاہیے جن کی تربیت سے یہ فیض لے گا اور اگر اس سے کوئی غلطی ہوگئی تو وہ چشم پوشی کریں گے''

تو اس پر قرینہ یہ نکلا کہ کامل اور سالک کے ماسواء عامی لوگ اونٹوں کی طرح ہیں نہ کہ سب لوگ (جیسا کہ گکھڑوی صاحب نے سمجھا) بہر حال کچھ بھی ہو اس عبارت کو انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی تحقیر کے کسی معنی میں مراد لے کر صحیح قرار دینا شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے دین وعقائد کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط اور باطل ہے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی کتاب عوارف المعارف میں اپنا عقیدہ بیان فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا

''التواضع محمود والضعة مذمة والكبر مذموم والعزة محمودة قال الله تعالىٰ ولله العزة ولرسوله وللمومنين والعزة غير الكبر ولا يحل لمؤمن ان يذل نفسه'' [1]

تواضع ایک پسندیدہ فعل ہے اور ذلت ناپسندیدہ امر ہے اس طرح تکبر تو مذموم ہے لیکن عزت ایک اچھی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے عزت صرف اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنوں کے لئے ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عزت تکبر سے بالکل علیحدہ ایک چیز ہے اس لئے کسی مؤمن کے لئے لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل سمجھے۔

فوٹو حوالہ ﴿''عوارف المعارف'' جزء۲ صفحہ۷۰۔ مطبوعہ دار المعارف القاہرہ﴾

من ... والعزة وغير ذلك، إلا أن العزة تشتبه بالكبر من حيث الصورة، وتختلف من حيث الحقيقة كاشتباه التواضع بالضعة، والتواضع محمود والضعة مذمومة، والكبر مذموم والعزّة محمودة، قال الله تعالى:

﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾[1] والعزة غير الكبر، ولا يحل لمؤمن أن يذل نفسه، فالعزّة معرفة الإنسان بحقيقة نفسه، وإكرامُها: أن لا يضعها لأعراض عاجلة دنيوية، كما أن الكبر جهل الإنسان بنفسه وإنزالها فوق منزلتها.

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس عقیدے کی روشنی میں ایسی کوئی عبارت ان کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی جس سے اللہ اور اس کے رسولوں اور مؤمنوں کی عزت کی نفی کی جاسکتی ہو۔ لہٰذا یہ عبارت غلط ہے یا پھر اُس سے خاں صاحب گکھڑوی اور ان کی

---

[1] ...... ﴿''عوارف المعارف'' (امام شہاب الدین ابوحفص عمر السہروردی التوفی ۶۳۲ھ) جزء۲ صفحہ۷۰۔ مطبوعہ دار المعارف القاہرہ﴾

قوم کا نکالا ہوا مفہوم غلط ہے۔ بلکہ مفہوم یہ ہے کہ کامل عزت والے ہوتے ہیں یعنی اللہ کے رسول اور مؤمنین جوان کے ماسواء مؤمن ان کو ذلیل اور بےکار سمجھے۔ (باللہ التوفیق والحمدللہ علی ذلک)

خاں صاحب گکھڑوی کی ایک اور خیانت

کتاب عوارف المعارف میں یہ بات نہیں تھی کہ اللہ کے نزدیک انبیاء عَلَیۡہِمُ السَّلَامُ اور کاملین اولیاء کو اونٹوں سے بقول خاں صاحب گکھڑوی مینگنیوں کی طرح سمجھے اور ان الفاظ کے بغیر خاں صاحب گکھڑوی کو اس عبارت کا کوئی فائدہ نہ تھا اور نہ اس سے دہلوی صاحب کی مماثلت اور تائید سمجھی جاتی تھی اس لئے خود سے ایک عبارت بنا کر اور تراش کر صاحب عوارف کے ذمہ لگا دی۔ عبارت پہلے گزر چکی ہے دوبارہ پیش خدمت ہے لکھتے ہیں

''لیجئے صاحب سلسلہ بزرگ نے کیا بات نقل کر ڈالی کہ ایمان ہی کسی کا کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ یقین نہ کرلے کہ تمام انسان نفع وضرر کے مالک نہ ہونے میں مینگنیوں کی طرح ہیں اور گویا اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں انہیں کچھ بھی نہ سمجھے'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''عبارات اکابر'' صفحہ ۸۵۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

لیجئے! صاحب سلسلہ بزرگ نے کیا بات نقل کر ڈالی کہ ایمان ہی کسی کا کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ یہ یقین نہ کرلے کہ تمام انسان نفع وضرر کے مالک نہ ہونے میں مینگنیوں کی طرح ہیں اور گویا کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کو کچھ بھی نہ سمجھے اور اسی ایمان ویقین رکھے۔

ویسے تو خاں صاحب گکھڑوی کی یہ عبارت ساری کی ساری ان کی گھڑی ہوئی ہے اور صاحب عوارف شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء ہے اس لئے ترجمہ میں ''تمام انسان'' لکھا ہے جب کہ تمام کا لفظ عوارف میں نہیں ہے۔ اسی طرح ''نفع وضرر'' کا لفظ عوارف میں نہیں اور اس طرح عوارف کے اندر یہ بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں انہیں کچھ نہ سمجھے اور یہ صاف صریح بہتان ہے جو اس لئے تراشا گیا ہے کہ اسمعیلی عبارت کو صحیح ثابت کیا جا سکے لیکن خوب یاد رکھیئے افترایات کے زور پر اسمعیلی عبارت کو صحیح ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

سچائی چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے

بلکہ عوارف کی عبارت میں غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرد کامل الایمان یہ سمجھے کہ کامل الایمان انسان سو میں سے ایک کی نسبت سے بھی کم ہیں اور کامل الایمان وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں اور دیگر تفاصیل ایمان پر ایمان لایا ہو تو

[1]...... ﴿''عبارات اکابر'' (محمد سرفراز خاں گکھڑوی المتوفی ۱۴۳۰ھ) صفحہ ۸۵۔ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

جب اللہ اور اس کے رسول پر پورا ایمان لانا مقصود ہے تو اللہ اور اس کے تمام رسول تو مؤمن بہ ہونے کی وجہ سے اس عموم میں داخل نہیں ہو سکتے تو مقابلہ کیسا؟ اور جب کامل الایمان دوسروں کو یوں سمجھے گا تو انسانوں کے دو طبقے ہو گئے ایک ایسا سمجھنے والے جو کامل الایمان ہیں اور دوسرا طبقہ جن کو ایسا سمجھا گیا اور وہ ناقص الایمان اور بے ایمان ہیں۔ تو کامل الایمان حضرات بنص کلام اس عموم سے خارج قرار پائے۔

لہٰذا لفظ ''**الناس**'' عوارف میں جمیع انسانوں کے معنی میں نہ رہا اور انبیاء اور اولیاء اس میں داخل ہی نہ ہوئے۔

اسی طرح صریحاً یہاں نفع اور ضرر دونوں کی بات نہیں اور سیاق کلام سے یہ سمجھا جا رہا ہے کہ یا تو وہ سواری کے قابل نہیں یعنی اچھے نہیں مطلب یہ کہ کامل الایمان دنیاداروں سے امید نہ لگائے اور دوسرا معنی اونٹوں کے گلے کے تصور سے ذہن میں آتا ہے کہ انسان جب ان کی قطار میں گیا تو وہ اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس طرح دنیادار فاسق اور کافر کامل کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ خاں صاحب گکھڑوی! اگر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تو ''مَايَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ'' (۱) کا کیا مطلب ہے؟ کہ وہ ان دونوں (ہاروت و ماروت) سے وہ سیکھتے تھے جو انہیں نقصان پہنچاتا تھا۔ بتایئے نا اس آیت کا انکار آپ کیوں کر رہے ہیں؟ ہم تو سمجھتے ہیں کہ مخلوق سے مخلوق کو نقصان پہنچتا ہے اگرچہ ہوتا باذن اللہ ہے مگر نام مخلوق کا ہوتا ہے۔

اور دیکھئے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا قول ''رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ'' ۲

اے میرے رب اصنام (بتوں) نے بکثرت لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ خاں صاحب گکھڑوی کیا گمراہ کرنا ضرر نہیں؟ خاں صاحب گکھڑوی اس طرح کی بہت سی آیات ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ آپ کا مسلک اور آپ کے مسلک کے علماء ان تمام آیات سے منہ موڑ کر بھی پکے مؤمن موحد رہتے ہیں۔ اور سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے یہ جملہ بول کر ضرر کی نسبت اصنام کی طرف کی آپ کے نزدیک مخلوق سے نقصان ہونے کا قائل مومن ہے نا۔ دیکھئے مشرک نہ کہئے گا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ''وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ'' (۳) ابراہیم مشرک نہ تھے۔ جب وہ مخلوق سے ضرر مان کر مشرک نہیں ہوتے تو ہم بیچارے سنی ان کی اتباع کر کے کیوں کر مشرک ہونے لگے۔

فوائد الفؤاد کی عبارت کی واضح تشریح

خاں صاحب گکھڑوی نے ایک اور عبارت بھی پیش کی ہے جو کتاب فوائد الفؤاد کی ہے جس کو خاں صاحب گکھڑوی کی کتاب میں عمداً یا کتابت کے سہو سے ''فوائد الفوائد'' لکھا گیا ہے۔ عبارت یہ ہے کہ

۱...... ''سورۃ البقرۃ'' الآیۃ ۱۰۲ ۲...... ''سورۃ ابراھیم'' الآیۃ ۳۶ ۳...... ''سورۃ النحل'' الآیۃ ۱۲۰

''ایمان کسے تمام نہ شود تا ہمہ خلق نزد او ایں چنیں نہ نماید کہ پشک شتر''

(ترجمہ میں لکھا) کسی شخص کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا جب تک اسے تمام مخلوق ایسی نہ دکھائی دے جیسے اونٹ کی مینگنی''

جواب سے پہلے کچھ امور ذہن نشین رہیں

۱۔ عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ کامل کو تمام مخلوق اونٹ کی مینگی کی طرح نظر آئے۔ تمام سے کیا مراد ہے؟ یہ انشاء اللہ ہم ابھی بیان کریں گے۔ لیکن داد دیجئے خاں صاحب گکھڑوی کی سینہ زوری پر، وہ لکھتے ہیں

''کیونکہ انہوں نے تمام مخلوق کو اللہ کے سامنے اونٹ کی مینگنی سے تعبیر کیا ہے''

اس سے پہلے بھی عوارف المعارف کے حوالے کے بعد انہوں نے اسی طرح کیا، وہ لکھتے ہیں

''گویا اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کو کچھ بھی نہ سمجھے''

(ان عبارات کے صفحات کا عکس پہلے گزر چکا ہے) حالانکہ ان دونوں عبارتوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں ورنہ عوارف المعارف کی عبارت یوں ہوتی ''حَتّٰی یَسْتَیْقِنَ اَنَّ النَّاسَ عِنْدَ اللّٰہِ کَالْاَ بَاعِرِ'' جبکہ یوں عبارت نہیں ہے تو خاں صاحب گکھڑوی کا معنیٰ غلط ہوا اسی طرح فوائد الفواد کی عبارت بھی یوں نہ ہوتی ''کسی شخص کا ایمان کامل نہ ہوگا جب تک کہ اس کو تمام مخلوق ایسی نہ دکھائی دے جیسے اونٹ کی مینگنی'' کیونکہ اس عبارت میں لفظ ''اس'' کی ضمیر شخص کی طرف پھر رہی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب۔

۲۔ پھر کیا لفظ ''اس'' سے مراد اللہ تعالیٰ ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ اس سے مراد ہے تو اللہ تعالیٰ کو جو کچھ دکھائی دیتا ہے حقیقت وہی ہوتا ہے یا نہیں؟ یا مخلوق کچھ اور ہو اور اللہ کو اونٹ کی مینگنی دکھائی دے، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

۳۔ اس جہاں میں جو کچھ موجود ہے وہ اللہ جل جلالہ کو ہمیشہ یکساں نظر آتا ہے کسی شخص کے ایمان کامل ہونے یا نہ ہونے سے اس کی صورت یا نوع و جنس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

لیکن خاں صاحب گکھڑوی نے اپنے کیے ہوئے ترجمہ کے خلاف دونوں جگہ پر یہ مطلب اس لیے نکالا کہ مولوی اسماعیل دہلوی بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور روبروکی کر رہے تھے اس لیے گکھڑوی صاحب نے مطابقت پیدا کرنے کے لیے دونوں بزرگوں کی عبارت کے مطلب کو تبدیل کر دیا۔ اب آیئے اس عبارت کے جواب کی طرف، اس میں دو امور ہیں۔

پہلا امر

یہاں ہمہ خلق سے مراد صرف غیر کامل الایمان انسان و جن مراد ہیں۔ کامل الایمان مراد نہیں کیونکہ اس عبارت میں

دو طبقے بیان کئے گیے ہیں پہلا طبقہ ان کا ہے جن کا ایمان کامل ہو گیا حالانکہ وہ خود بھی مخلوق ہیں خالق نہیں۔ دوسرا طبقہ ان کا ہے جنہیں کاملین اونٹ کی مینگنی کی طرح دیکھتے ہیں اپنے آپ کو اس سے باہر دیکھتے ہیں وہ طبقہ بھی مخلوق ہے۔ کاملین کا طبقہ اس دوسرے طبقہ کی تمام مخلوق کو مینگنی کی طرح دیکھتا ہے۔

''ہمہ خلق'' سے مراد کامل کے ماسوا ہیں اور کامل الایمان کوئی ایک فرد نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام صدیقین تمام شہداء اور تمام اولیاء اللہ اور علمائے حقانی غرض تمام صالحین کامل الایمان ہیں۔ یہ بات ہم نے ایمان کے بارے میں جمہور کے مذہب کی بناء پر کہی ہے ورنہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی روشنی میں تمام مؤمنین طبقہ اُولیٰ میں داخل ہوں گے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک ایمان گھٹتا، بڑھتا نہیں۔ علم عقائد کی کتب میں تفصیل موجود ہے۔

جبکہ مینگنی نظر آنے والوں سے مراد صرف کافر اور فاجر ہوں گے۔ بہر حال جو بھی مراد لیا جائے ہمارا مطلب ہر طرح سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ ہمہ سے قبل ایک عظیم الشان کثیر التعداد طبقے کا ذکر کر کے ہمہ خلق کے مفہوم کو ایک قسم کی مخلوق تک محدود کر دیا گیا ہے۔ تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مطلب یہ ہوا کہ مومنِ کامل، انبیاء اور مؤمنین کے ماسواء باقی تمام مخلوق کو اونٹ کی مینگنی کی طرح سمجھے، پھر ظاہر ہے کہ اس تمام مخلوق سے مراد کافر ہی ہوں گے باقی ہر معظم مخلوق اس میں داخل نہیں جب کامل باہر رہے تو ہر وہ چیز بھی باہر رہی جس کی تعظیم سے کامل، کامل بنتا ہے۔ لہٰذا کعبہ شریف اور عرش اعظم بھی اس کلام کے عموم میں داخل نہیں کیونکہ وہ مخلوق ضرور ہیں مگر کاملین تو ان کی تعظیم سے کامل بنتے ہیں جب وہ باہر ہیں تو کعبہ وعرش بطریق اولیٰ باہر رہے۔

دوسرا امر

فوائد الفؤاد کی اس عبارت میں کافر کو اونٹ کی مینگنے سے تشبیہ دی گئی اور مینگنا نجاست (پلیدی) ہے اور پلیدی سے بچا جاتا ہے۔ تو مطلب یہ نکلا کہ کاملین کو ناقص الایمان کی صحبت سے دور رہنا چاہیے کہ کہیں ناقصوں کی صحبت کے اثر سے کاملین کو کوئی برائی نہ پہنچے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ ''برے ساتھی کی مثال جیسے بھٹی دہکانے والے کی طرح ہے کہ اس کے قرب سے یا تو کوئی چنگاری تمہارے کپڑوں اور بدن پر پڑ کر تمہیں شدید نقصان پہنچائے گی ورنہ کم از کم اس کے دھواں سے تکلیف کا پہنچنا لازم ہے۔ (ملخصاً) [1]

یہ دونوں عبارتیں ہمارے مطلب کی مؤید ہیں کہ کاملین اور غیر کاملین برابر نہیں ہوتے بلکہ کاملین کو غیر کاملین پر

[1]......﴿''الصحیح المسلم'' (ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری التوفی ۲۶۱ھ) جلد۲ صفحہ ۳۳۰۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

فوقیت حاصل ہے، کاملین عزت والے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اور ہر کامل کے نزدیک بھی عالم ہو یا ولی، اور جو نہیں ایسا نہ سمجھے وہ ناقص ہے اگرچہ عالم کیوں نہ کہلاتا ہو۔(اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے)

اپنے آپ کو کامل اور کسی دوسرے مسلمان کو ناقص یا پلید سمجھنا گناہ ہے

اگر کوئی شخص حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں ہمارے بیان کئے ہوئے مطلب کو نہیں مانتا بلکہ اس مطلب پر بضد ہے جو گکھڑوی صاحب بیان کر رہے ہیں تو پھر دلائل کی روشنی میں یہ ماننا ہوگا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کلام سے بَری ہیں اور یہ مفہوم ان پر جھوٹ ہے نہ تو وہ کسی مومن کو اپنے نزدیک پلید سمجھ سکتے ہیں نہ اپنے سے کمتر اور نہ اپنے آپ کو اس سے زیادہ، یہ تینوں باتیں خود تراشیدہ ہیں اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اس سے بَری ہیں یہ بات محض سینہ زوری کی بناء پر نہیں کہی جارہی ہے بلکہ دلائل کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ"[۱]

صرف مشرک نجس ہیں۔لہٰذا مؤمنوں کو نجس کہنا قرآن حکیم کی اس آیت کے خلاف ہے۔

۲۔ ہمارے آقا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے روکا ہے کہ کوئی مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی پہ اپنے آپ کو افضل سمجھے اور اس کو حقیر، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اس کی مدد سے ہاتھ کھینچتا ہے اور نہ اس کو کم سمجھتا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا (اصل) تقویٰ اور پرہیزگاری یہاں ہوتی ہے آدمی کے بُرا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی (مسلمان) کو (اپنے آپ سے) حقیر اور کمتر سمجھے"[۲]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ کامل مسلمان بننے کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے کو اپنے آپ سے کمتر نہ سمجھے اگر سمجھا تو یہ اتنی بڑی برائی ہے کہ اس کے (ناقص الایمان یعنی) بُرا ہونے کے لیے کافی ہے۔تو پھر خواجہ محبوب نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ درجہ کے متبع الرسول ہوتے ہوئے اس کے خلاف کیسے کہہ سکتے تھے۔

اس سلسلہ میں مزید گزارش ہے کہ "ولایت" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی تعظیم اور اتباع کا نام ہے۔

مپندار سعدی کہ راہِ صفا — تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ

۱...... «"سورۃ النحل: الآیۃ ۱۲۰"»

۲...... «"الصحیح المسلم" "(ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری التوفی ۲۶۱ھ) جلد۲ صفحہ ۳۱۷۔مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی»

اے سعدی! یہ خیال بھی نہ کرو کہ صوفیاء کے راستے پر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر چلا جا سکتا ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کو اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھے اس میں شر آ جاتا ہے یعنی وہ ناقص الایمان ہو جاتا ہے اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمائیں کہ جو شخص تمام مسلمانوں کو حقیر نہ سمجھے وہ ناقص الایمان ہے کامل الایمان نہیں ہو سکتا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا صریح خلاف ہے۔ اس لیے ہم حضرت امام السلسلہ رحمۃ اللہ علیہ پر حسن ظن رکھتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس مفہوم کا کوئی کلام حضرت خواجہ قدس سرہ' کا نہیں ہو سکتا۔

ہاں اگر اس عبارت کا وہ مفہوم لیا جائے جو ناچیز کاتب الحروف نے عرض کیا ہے تو پھر حدیث کی ساتھ کوئی تعارض نہیں رہے گا۔ دیکھئے خود حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس ناچیز کے بیان کی تائید فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں

۳۔ حضرت خواجہ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آدمی کب برا بنتا ہے تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ جب وہ اپنے آپ کو اچھا سمجھنے لگے" [۱]

۴۔ حضرت خواجہ صاحب مذکور فرماتے ہیں "(بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ) جس کو دیکھو اسے اپنے آپ سے بہتر تصور کرو اگرچہ تم خود اطاعت و عبادت کرنے والے ہو اور دوسرا عاصی و گناہ گار" [۲]

خلاصہ: ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ تمام ائمہ سلوک حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ تک یہی کہتے آئے ہیں کہ اپنے آپ کو کسی مسلمان سے افضل نہ سمجھو اور کسی دوسرے مسلمان کو اپنے کمتر اور حقیر نہ سمجھو ورنہ تم خود برے ہو گے۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلْمُؤْمِنُ لَا یَنْجِس" (۱) مومن پلید نہیں ہوا کرتا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ مؤمن نجاست نہیں بنتا۔ جب کہ زیر بحث عبارت میں خاں صاحب گکھڑوی نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ کامل کو چاہیے کہ تمام مخلوق یعنی مؤمن، کافر سب کو مینگنی کی طرح سمجھے، یہ بات نہ صرف کلام خواجہ کے خلاف ہے جو اوپر پیش کیا گیا بلکہ فرمان رسالت کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ مینگنی نجس (نجاست) ہے لیکن انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور صحابہ کرام، اہل بیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کی تو بات ہی کیا ہے کوئی صرف مومن ہی ہو وہ خود نجس اور نجاست نہیں ہوتا اگرچہ اس پر نجاست لگ سکتی ہے۔

۱...... "فوائد الفؤاد" (مترجم اردو) صفحہ ۴۰۴، ۴۰۵۔ مطبوعہ علماء اکیڈمی اوقاف لاہور

۲...... "فوائد الفؤاد" (مترجم اردو) صفحہ ۱۶۶۔ مطبوعہ علماء اکیڈمی اوقاف لاہور

۳...... "الصحیح البخاری" (ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد اوّل صفحہ ۴۲۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۶۔ اسی فوائد الفوٴاد میں ہے ”علاوہ ازیں آپ نے فرمایا کہ مومن ہرگز نجس نہیں ہوتا ہے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک راستے پر جارہے تھے سامنے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آرہے تھے حضور نبی کریم ان سے دل لگی فرمایا کرتے تھے آپ نے اپنا ہاتھ حضرت ابوہریرہ کی طرف بڑھایا تاکہ وہ آپ سے اپنا ہاتھ ملائیں اور مصافحہ کریں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے ہاتھ کیوں کھینچ لیا؟ وہ کہنے لگا یارسول اللہ اُس وقت میں اپنی بیوی کے یہاں سے آرہا ہوں اور ابھی میں نے غسل نہیں کیا آپ کے دست مبارک پاک ہیں، میں آپ سے اپنا ہاتھ کیسے ملاؤں؟ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کبھی نجس نہیں ہوتا، وہ بیوی کی ملاقات کے بعد جب ہوتا ہے نجس نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس حالت میں اگر وہ پانی پیئے اور اس میں سے کچھ پانی رہ جائے تو اس (جھوٹے) پانی پینے میں کوئی حرج نہیں ہوگا“ [1]

۷۔ اسی فوائد الفوٴاد میں ہے ”حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس شخص کو دیکھا جائے اپنے آپ سے اچھا تصور کرنا چاہیے اگرچہ دیکھنے والا نیک ہو اور دوسرا گناہ گار ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ہر نیک کی یہ نیکی شاید آخری نیکی ہو جائے اور گنہگار کا وہ گناہ شاید آخری گناہ ہو۔ بعدازاں فرمایا کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں جس کو بھی دیکھتا تھا اپنے آپ سے بہتر دیکھتا تھا اس کے بعد ایک قصہ نقل فرمایا۔ [2]

جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک ولی کا طریقہ یہ فرمارہے ہیں کہ ہر ایک کو اپنے آپ سے بہتر سمجھو پھر وہ کیسے فرماسکتے ہیں (معاذاللہ) انبیاء واولیاء کو اس خسیس چیز کی طرف سمجھنے والا موٴمن ہوگا۔ ثابت ہوا کہ یہ عبارت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ ہے یا پھر خاں صاحب گگھڑوی اور ان کی قوم کا پیش کردہ مفہوم حضرت خواجہ صاحب پر افتراء ہے۔ اس کا مفہوم یہی ہے کہ کامل الایمان وہی ہے جو کافروں کو اونٹ کی مینگنی کی طرح سمجھے۔

یہ بات واضح ہوئی کہ مینگنی نجس ہے یعنی پلیدی ہے جبکہ مومن نجس نہیں ہوتا اس پر پلیدی لگ تو سکتی ہے چاہیے وہ حقیقی ہو یا حکمی لیکن وہ خود پلیدی نہیں ہوتا اسے مینگنی کی طرح سمجھنا مذکورہ بالا حدیث اور اس کے بعد ذکر کردہ کلام خواجہ کے خلاف ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ خواجہ صاحب نے مینگنی سے تشبیہ کسی بھی مسلمان کو نہیں دی بلکہ ان کی مراد غیر مسلم ہیں اور یہی بات اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ”اِنَّھُم رِجسٌ وَّمَاْوٰھُم جَھَنَّمَ“ (۳) کافر نجاست ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

الحمد للہ! جناب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سورج کی طرح مخالفین کے ڈالے ہوئے شبہات کے بادلوں سے باہر نکل آیا۔ ساتھ ہی خاں صاحب گگھڑوی کے شبہات کا شافی جواب ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق دے۔

---

[1]..... ﴿”فوائد الفؤاد“ (مترجم اردو) صفحہ ۱۹۸۔ مطبوعہ علماء اکیڈمی اوقاف لاہور﴾

[2]..... ﴿”فوائد الفؤاد“ (مترجم اردو) صفحہ ۱۱۹۔ مطبوعہ علماء اکیڈمی اوقاف لاہور﴾ [3]..... ﴿”سورۃ التوبۃ: الآیۃ ۹۵“﴾

ابوالحسن علی ندوی

(محشی تقویۃ الایمان، مطبوعہ سعودیہ) کے جواب

- تقویۃ الایمان کی تائید میں ندوی صاحب کی عبارات
- ندوی صاحب کے جوابات کا تفصیلی جواب مع دلائل وشواہد
- سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مقالہ فتوح الغیب سے مغالطہ کا جواب
- ندوی صاحب اوران کے متبعین کا علمی سرقہ
- سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے مقالہ کا صحیح مفہوم ومطلب
- کتب حدیث کے حوالوں کی روشنی میں فتوح الغیب کی عبارت کا مفہوم
- چند امکانی اعتراضات کے جوابات

پیشوائے اہل حدیث میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے ''**فتاویٰ نذیریہ**'' میں اور علمائے دیوبند کے امام مولوی سرفراز خاں گکھڑوی صاحب نے اپنی کتاب ''**عبارات اکابر**'' میں اپنے مشترکہ پیشوا (دہلوی) کی عبارت کے دفاع میں جو دلائل پیش کئے، اُن تمام دلائل کے محققانہ جوابات دینے کے بعد اب ہم ابوالحسن علی ندوی صاحب کے اُس حاشیہ پر گفتگو کرتے ہیں، جو انہوں نے اپنے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی کی زیر بحث عبارت پر ان کی حمایت کرتے ہوئے لگایا ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں

''حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی متوفی ۵۶۱ھ نے جن کی ولایت و بزرگی پر مسلمانوں کے تمام حلقے علاقے اور عامۃ المسلمین متفق ہیں ایک بڑی حکیمانہ مثال سے اس کی وضاحت کی ہے اور جو لوگ مصائب کو دور کرنے یا کسی طرح کا نفع حاصل کرنے کی خاطر غیر اللہ کا سہارا لیتے ہیں ان کی حماقت اور بیوقوفی کا نقشہ کھینچ دیا۔ فرماتے ہیں ''تمام مخلوق کو ایک ایسا آدمی سمجھو جس کے ہاتھ ایک نہایت عظیم و وسیع مملکت کے بادشاہ نے جس کی فرماں روائی عظیم ہے اس کا غلبہ اور طاقت ناقابلِ قیاس ہے باندھ دیئے ہوں پھر اس بادشاہ نے اس آدمی کے گلے میں پھندا ڈال دیا ہے اور اس کے پیر بھی باندھ دیئے اس کے بعد صنوبر کے ایک ایسے درخت پر لٹکا دیا ہے جو ایسی ندی کے کنارے ہے جس کی موجیں زبردست، چوڑائی بہت، گہرائی بے پناہ، اور جس کا بہاؤ نہایت تیز و تند ہے اس کے بعد بادشاہ جو ایک ایسی کرسی پر بیٹھ گیا ہے جو بڑی شاندار اور بہت بلند ہے اتنی کہ اس تک پہنچنے کا ارادہ کرنا اور پہنچنا محال ہے اس بادشاہ نے اپنے پہلو میں تیروں، نیزوں، برچھیوں، بھالوں اور دیگر قسم کے ہتھیاروں اور اوزاروں کا اتنا بڑا ذخیرہ رکھ لیا ہے کہ اس کی مقدار کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تب جو شخص اس منظر کو دیکھے کیا اس کیلئے یہ مناسب ہے کہ بادشاہ کی طرف دیکھنے کے بجائے اس سے ڈرنے اور امید لگانے کے بجائے اس سولی پر لٹکے ہوئے شخص سے ڈرے اور اس سے امید لگائے جو شخص ایسا کرے کیا وہ ہر ذی عقل کے نزدیک بے عقل، مجنون اور انسان کے بجائے جانور کہلانے کا مستحق نہیں؟'' [1]

تبصرہ

ندوی صاحب مذکور انڈیا میں رہنے والے دیوبندیوں میں مشہور لکھاری اور مصنف ہیں انہوں نے کئی کتابیں لکھی

---

[1]...... ''تقویۃ الایمان'' (محشی ابوالحسن علی ندوی) صفحہ ۴۰، ۴۱۔ مطبوعہ سعودیہ

ہیں۔اپنے پیشواء کی حمایت میں انہوں نے بھی گگھڑوی صاحب کی طرح یہ نسخہ آزمایا ہے کہ سنی مسلمانوں کے روحانی پیشواؤں کی عبارت پیش کر کے یہ مغالطہ دیا جائے کہ جیسی دہلوی صاحب کی یہ عبارت ہے ایسی ہی عبارت اہل سنت کے پیشوا کی بھی ہے۔

ندوی صاحب کا اس عبارت کو پیش کرنے سے یہ مقصد نہیں کہ مقربین بارگاہِ الٰہی سے مانگنا شرک ہے یا نہیں۔

یہاں پر اس عبارت کے پیش کرنے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ مقربین بارگاہِ الٰہی انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کیلئے چمار سے زیادہ ذلیل کے الفاظ نہ سہی کچھ نہ کچھ ذلیل کا مفہوم ثابت کر دیا جائے مگر اس فاسد غرض کو پورا کرنے کیلئے کئی جگہ ڈنڈی ماری اور چکر چلایا ہے۔

فوٹو حوالہ «"تقویۃ الایمان" (حاشیہ ابوالحسن علی ندوی) صفحہ ۱۴۰،۱۴۱۔مطبوعہ سعودیہ»

رعیت کی وفاداری، تعظیم اور اخلاص و محبت کی علامت تصور کیا جاتا تھا،

ا۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی متوفی سنہ ۵۶۱ھ نے جن کی ولایت و بزرگی پر مسلمانوں کے تمام طبقے علماء اور عامۃ المسلمین متفق ہیں، ایک بڑی حکیمانہ مثال سے اس کی وضاحت کی ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) اور جو لوگ صاحب کو دیکھ کے یا کسی طرح کا نفع حاصل کرنے کی طمع پر اس کو پکڑ لیتے ہیں، ان کی حماقت اور بے وقوفی کا نقشہ کھینچ رہا ہے، فرماتے ہیں:

"تمام مخلوق کو ایک ایسا آدمی سمجھو جس کے ہاتھ ایک نہایت عظیم و وسیع مملکت کے بادشاہ نے جس کی فرماں روائی عظیم ہے، اس کا قہر اور طاقت ناقابل تحمل ہے، باندھ دیے ہوں پھر اس بادشاہ نے اس آدمی کے گلے میں پھندا ڈال دیا ہے، اور اس کے پیر بھی باندھ دیے۔ اس کے بعد صنوبر کے ایک ایسے درخت پر لٹکا دیا ہے جو ایسی ندی کے کنارے ہے جس کی موجیں زبردست، چوڑائی بے حد، گہرائی بے پناہ، اور جس کا بہاؤ نہایت تیز و تند ہے، اس کے بعد بادشاہ خود ایک ایسی کرسی پر بیٹھ گیا ہے جو بڑی شاندار اور بہت بلند ہے اتنی کہ اس تک پہنچنے کا ارادہ کرنا اور پہنچنا محال ہے، اس بادشاہ نے اپنے پہلو میں تیروں، نیزوں، برچھیوں، بھالوں، اور دیگر قسم قسم کے ہتھیاروں اور اوزاروں کا اتنا بڑا ذخیرہ رکھ لیا ہے کہ اس کی مقدار کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا،

اب جو شخص اس منظر کو دیکھے کیا اس کے لیے یہ مناسب ہے کہ بادشاہ کی طرف دیکھنے کے بجائے، اس سے ڈرنے اور امید لگانے کے بجائے، اس سولی پر لٹکے ہوئے شخص سے ڈرے اور اس سے امید لگائے؟ جو شخص ایسا کرے کیا وہ ہر ذوی العقل کے نزدیک بے عقل، مجنون اور انسان کے بجائے حیوان کہلانے کا مستحق نہیں؟"

(فتوح الغیب المقالۃ السابعۃ عشرۃ)

ندوی صاحب کا چکر

ا۔ ندوی صاحب نے عامہ مسلمین کے غیظ وغضب سے بچنے کے لیے اپنے پیشواء کی اُس عبارت پر حاشیہ نہیں لگایا جو زیر بحث ہے، وہ یہ ہے (مختلف مطابع کے صفحات کا عکس بار ہا پہلے گزر چکا)

"یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل" [ا]

ا۔۔۔۔۔«"تقویۃ الایمان" (محشی ابوالحسن علی ندوی) صفحہ ۱۴۱۔مطبوعہ سعودیہ»

اور وہی حاشیہ جو اس عبارت پر لگانا تھا پہلی عبارت پر لگا گیا جو یہ ہے

"جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے" [1]

اہل علم پر مخفی نہیں کہ ان کا یہ حاشیہ ہر طرح سے غلط ہے، انہیں ثابت تو یہ کرنا تھا کہ جن مقدس حضرات کے لئے ان کا امام "چ" سے شروع ہونے والا خط کشیدہ لفظ بول رہا ہے وہ (نعوذ باللہ) انبیاء اور اولیاء ہیں۔ اور قرآن وحدیث یا اہل سنت کے متفقہ اور مسلمہ اکابر کے کلام میں یہ لفظ ان میں سے کسی کے لئے لکھا ہوا مل گیا ہے۔ لیکن وہ یہ ثابت نہیں کر سکے۔ قیامت تک یہ اس لفظ کو ثابت نہیں کر سکتے۔ "وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ"

۲۔ دوسرا چکر یہ چلایا ہے کہ انہوں نے سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام تمام کے تمام خدا کے نزدیک (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اس وصف ذلت سے موصوف ہیں۔ اس عبارت میں کہیں بھی ایسا نہیں بلکہ اس عبارت میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے عام دنیا پرست لوگوں کو مراد لیا ہے۔ انبیاء اور اولیاء کو عام لوگوں سے نکال لیا ہے۔ جس کی تفصیل آگے چل کر ان شاء اللہ بیان کی جائیگی۔

غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مقالہ کی عبارت کا صحیح مطلب

سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اس عبارت میں مخلوق کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں ایک وہ جو دنیا کی محبت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے لَو لگا لیتے ہیں اور کسی شیخ کامل کی نگرانی میں مقاماتِ طریقت کو طے کرتے ہوئے قرب الٰہی کو پا لیتے ہیں۔ اور اللہ کے برگزیدہ بندوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو اہل دنیا ہیں یعنی دنیا کی محبت میں اور دنیا کو جمع کرنے کی خواہش میں مبتلا ہیں۔ چاہے ان کے پاس دنیا جمع ہو یا نہ ہو، وہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کے مستحق ہوتے ہیں وہ اس دنیا میں زندہ موجود ہوں یا مر جائیں وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے نہیں چھوٹتے۔ دیکھئے حدیث شریف میں آتا ہے

"اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ اَوْمُتَعَلِّمٌ" [2]

بے شک دنیا ملعون ہے۔ (ملعون کا یہ مطلب نہیں کہ تم اس پر لعنت بھیجو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا یعنی اپنے غضب کا مستحق ٹھہرایا) جو کچھ دنیا میں ہے اس پر بھی لعنت ہے۔ ماسوا اللہ کے ذکر کے

---

[1]......﴿"تقویۃ الایمان" (محشی ابو الحسن علی ندوی) صفحہ ۱۴۱۔ مطبوعہ سعودیہ﴾

[2]......﴿"جامع ترمذی" (ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ) "کتاب الزھد" صفحہ ۶۷۵۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

اور جو اللہ کے ذکر سے دوستی رکھے یا عالم دین اور علم دین کو سیکھنے والا"

فوٹو حوالہ "جامع ترمذی" ("کتاب الزھد" صفحہ ٦٧٥۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

٢٣٢٩ - ... محمد بن حاتم المؤدب، حدثنا علي بن ثابت، حدثنا عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان، قال سمعت عطاء بن قرة، قال سمعت عبد الله بن ضمرة، قال سمعت أبا هريرة يقول، سمعت رسول الله يقول: «[ألا] إن الدنيا ملعونة ملعون ما فيها إلا ذكر الله، وما والاه وعالم أو متعلم».

اس حدیث میں دنیا اور اہل دنیا کو ایک طبقہ قرار دیا گیا جو اللہ کے غضب کا مستحق ٹھہرا، اور اللہ کا ذکر کرنے والوں اور علماء اور ان سے علم سیکھنے والوں کو دوسرا طبقہ قرار دیا گیا جو رہتے تو دنیا میں ہیں مگر وہ دنیا میں رہ کر اہل دنیا نہیں کہلاتے اور ان کے اوپر رب تعالیٰ کا غضب نہیں ہے، یہی بات سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ بیان فرما رہے ہیں۔

ندوی صاحب نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کرنے میں ڈنڈی ماری ہے اور پوری عبارت نقل نہیں کی۔ اگر مقالہ کی پوری عبارت نقل کرتے تو اس سے سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کا مطلب کھل کر سامنے آ جاتا، بات کو واضح کرنے کیلئے پہلے اس مقالہ کی پوری عبارت نقل کی جاتی ہے۔

"المقالة السابعة عشر فی کیفیة الوصول الی الله بواسطة المرشد قال رضی الله تعالی عنه

اذا وصلت الی الله وقربت بتقریبه وتوفیقه ومعنی الوصول الی الله عزوجل خروجك عن الخلق والهوی والارادة والمنی والشهوت مع فعله ومن غیر ان یکون منك حرکة فیك ولا فی خلقه بك بل بحکمه وامره وفعله فهی حالة الفناء یعبر عنها بالوصول فالوصول الی الله عزجل لیس کالوصول الی احد من خلقه المعقول المهود لیس کمثله شئ وهو السمیع البصیر جل الخالق ان یشبه بمخلوقاته او یقاس علی مصنوعاته فالواصل الیه عزوجل معروف عند اهل الوصول بتعریفه عزوجل لهم کل واحد علی حدة لا یشارکه فیه غیره وله عزوجل مع کل واحد من رسله وانبیائه واولیائه سر من حیث هو لا یطلع علی ذلك احد غیره حتی انه قد یکون للمرید سر لا یطلع علیه شیخه وللشیخ سر لا یطلع علیه مریده الذی قد دنا سیره الی عتبة باب حالة شیخه فاذا بلغ المرید حالة شیخه افرد عن الشیخ وقطع عنه فیتولاه الحق عزوجل فیفطمه عن الخلق جملة فیکون الشیخ کالظئر والدایة لا رضاع بعد الحولین ولا خلق بعد زوال الهوی والارادة الشیخ یحتاج الیه مادام ثم هوی وارادة لکسرهما واما بعد زوالهما فلا لانه لا کدورة ولا نقصان فاذا وصلت الی الحق عزوجل علی ما بینا فکن آمنا ابدا من سواء عزوجل فلا تری لغیره وجودا البتة لا فی الضر ولافی النفع ولا فی العطا ولافی المنع

ولا فی الخوف ولا فی الرجا هو عزوجل اهل التقوی واهل المغفرة فکن ابدا ناظرا الی فعله مترقبا لا مره مشتغلا
بطاعته مباینا عن جمیع خلقه دنیا واخری لا تعلق قلبك بشئ منهم واجعل الخلیفة اجمع کرجل کتفه سلطان
عظیم ملکه شدید امره مهولة صولته وسطوته ثم جعل الغل فی رقبته مع رجلیه ثم صلبه علی شجرة الا ذرة علی
شاطئ نهر عظیم موجه فسیح عرضه عمیق غوره شیدیه جریه ثم جلس السلطان علی کرسیه عظیم قدره عال
سماؤه بعید مرامه ووصوله وترك الی جنبه احمالا من السهام والرماح والنبل وانواع السلاح والقسی ومما لا یبلغ
قدرها غیره فجعل یرمی الی المصلوب بماشاء من ذلك السلاح فهل یحسن لمن یری ذلك ان یترك النظر الی
السلطان والخوف منه والرجا له وینظر الی المصلوب ویخاف منه ویرجوه الیس من فعل ذلك یسمی فی قضیة
العقل عدیم العقل والحس مجنونا بهیمة غیر انسان نعوذبالله من العمی بعد البصیرة ومن القطیعة بعد الوصول
ومن الصدود بعد الدنو والقرب ومن الضلالة بعد الهدایة ومن الکفر بعد الایمان فالدنیا کالنهر العظیم الجاری
الذی ذکرناه کل یوم فی زیادة ماء وهی شهوات بنی ادم ولذاتهم فیها والد واهی التی تصیبهم منها واما السهام
وانواع السلاح فالبلایا التی یجری بها القدر الیهم فالغالب علی بنی ادم فی الدنیا البلایا والنفع وآلالام والمحن
وما یجدون من النعم واللذات فیها فشوبة بالآفات اذا اعتبرها کل عاقل لا حیوة له ولاعیشر ولا راحة الا فی
الاخرة ان کان مؤمنا لا ن ذلك خصوصا فی حق المؤمن قال النبی ﷺ لا عیش الا عیش الاخرة وقال علیه
السلام لا راحة للمؤمن دون لقاء ربه ذلك فی حق المؤمنین وقال ﷺ الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر وقال علیه
الصلوٰة والسلام التقی ملجم فمع هذه الاخبار والعیان کیف یدعی طیب العیش فی الدنیا فالراحة کل الراحة فی
الانقطاع الی الله عزوجل وموافقتة والاستطراح بین یدیه فیکون العبد بذلك خارجا عن الدنیا فحینئذ یکون
الدلال رأفة ورحمة ولطفا وصدقة وفضلا والله اعلم ” [1]

”حضرت شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تمہیں خدا تک رسائی حاصل ہو چکی تو یہ قربت محض تمہیں اس کے فعل وتوفیق
سے حاصل ہوئی ہے اور خدا تک رسائی کا مفہوم یہ ہے کہ تم نے مخلوقات سے رشتہ منقطع کر کے عزائم وخواہشات کو ترک کردیا
اور اپنی ہستی کو افعالِ الٰہیہ کے ساتھ اس طرح وابستہ کردیا کہ تمہارے اندر تمہاری کوئی ذاتی جنبش وحرکت باقی نہیں رہ گئی نہ
اپنی ذات کیلئے اور نہ مخلوقات کیلئے بلکہ تمہاری ہر جنبش خدا ہی کے اوامر وافعال کے تابع ہو جائے اور اسی منزلِ فنائیت کو خدا کی

---

[1] ......﴿”فتوح الغیب“ (الشیخ سیدنا عبدالقادر الجیلانی المتوفی ۵۶۱ھ) صفحہ ۲۴ تا ۲۶۔ مطبوعہ دار الطباعۃ العامرہ﴾

رسائی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن نعوذ باللہ خدا تک رسائی کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے جو ہم دنیا والوں تک رسائی کا لیتے ہیں کیونکہ کوئی شے بھی اس کا مثیل و مماثل نہیں ہو سکتی وہ سمیع و بصیر ہے اور اس کی عظمت کو کسی طرح بھی مخلوقات سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی اور نہ اس کو مصنوعات پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ''وَاصِلُ اِلَی اللّٰہِ'' کے مفہوم کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کو وہاں تک رسائی حاصل ہو چکی ہو کیونکہ ان کے مراتب قطعاً جداگانہ ہوا کرتے ہیں۔ اور ان میں خدا تعالیٰ کسی دوسرے کو شریک نہیں کرتا اسی اعتبار سے انبیاء اور اولیاء کے مقامات و مراتب جدا جدا ہوا کرتے ہیں جن کے اسرار و رموز کو غیر لوگ تصورات میں بھی نہیں لا سکتے۔ حتیٰ کہ مرید کو بھی اپنے شیخ کے اسرار و رموز کی اطلاع نہیں ہوتی اس طرح شیخ بھی اپنے مرید کے رموز سے واقف نہیں ہوتا حالانکہ اس نے اپنی حالتِ سیر میں شیخ کی چوکھٹ تک رسائی حاصل کی ہے۔ اور جب مرید خود شیخ کے مراتب و مقامات تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شیخ سے منقطع کر کے اپنی ولایت میں لے کر تمام مخلوق سے جدا کر دیتا ہے پھر شیخ کا معاملہ اس کے ساتھ ایسا ہو جاتا ہے جیسے کہ دائیہ بچے کو دو سال تک دودھ پلا کر چھوڑ دیتی ہے۔

اور بندے کی تمام خواہشات و عزائم ختم ہو جاتے ہیں تو اس کا تعلق مخلوق سے بھی قطع ہو جایا کرتا ہے اور شیخ کی احتیاج تو صرف اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک عزائم و خواہشات منقطع نہ ہو جائیں اور اس کے بعد یہ احتیاج اس لیے مفقود ہو جایا کرتی ہے کہ مرید میں کسی قسم کا نقص یا کدورت باقی نہیں رہ جاتی پھر جب تم ہمارے بیان کے مطابق واصل الی اللہ ہو جاؤ گے تو ہمیشہ کیلئے خدا کے سوا ہر شے سے مامون کر دیئے جاؤ گے۔ اور تمہیں اپنے سود و زیاں، عطا و منع اور بیم و رجاء کے عالم میں سوائے ذات خداوندی کے اور کچھ نظر نہ آئے گا اس وقت تمہیں پختہ یقین ہو جائیگا کہ خدا تعالیٰ ہی مغفرت و تقویٰ کا مالک ہے لہٰذا تمہیں چاہئے کہ اسی کے فعل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے حکم و اطاعت میں خود کو مشغول رکھو اور تمام دنیاوی و اخروی مخلوقات سے اپنا رشتہ منقطع کر دو اور پوری مخلوق کو ایسا تصور کرو جیسے کسی شخص کو ایسے بادشاہ نے مقید کر لیا ہو جس کی سلطنت بہت عظیم ہو اور اس کا حکم بھی بہت ہی سخت قسم کا ہو اور وہ رعب و دبدبہ کا مالک بھی ہو، اسیر کر کے گردن اور پیروں میں طوق و سلاسل پہنا دے اور پھر اس کو صنوبر کے درخت پر پھانسی دے دی جائے۔ اور اس درخت کا جائے وقوع اس قسم کا ہو جو ایسے دریا کے کنارے واقع ہو جس کی موجیں بہت ہی بلند و گہرائی و چوڑائی بہت زیادہ اور اس کی رفتار بہت ہی تیز ہو پھر اس کے بعد بادشاہ ایسے تخت پر متمکن ہو جس کی عظمت و وقعت بہت ہی زائد ہو اور جس کے پاس تک کود کر پہنچنا بھی محال ہو اور اس بادشاہ کے ایک جانب تیروں، نیزوں، پیکانوں اور مختلف قسم کے ہتھیاروں کے انبار لگے ہوئے ہوں جس کے اعداد و شمار بادشاہ کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہ ہوں اس کے بعد بادشاہ جس ہتھیار کو چاہتا ہے سولی پر لٹکے ہوئے شخص کی طرف پھینکتا

ہے لیکن جو شخص اس ہیبت ناک منظر کا مشاہدہ کر رہا ہے وہ بھلا بادشاہ کی طرف نظریں ہٹا کر سولی زدہ شخص کو کس طرح دیکھ سکتا ہے۔ اور اس بیم ورجاء کے عالم میں کیا امیدیں وابستہ کر سکتا ہے لیکن وہ شخص جو پھانسی زدہ انسان سے کسی قسم کی توقعات قائم کرتا ہے تو کیا اس کو عقل کے اعتبار سے فاتر، دیوانہ، بہائم اور انسانیت سے خارج نہیں کیا جائیگا۔ باری تعالیٰ ہمیں بصیرت کے بعد نابینائی سے، وصل الی اللہ کے بعد انقطاع سے، قربت کے بعد بُعد سے، ہدایت کے بعد گمراہی سے اور ایمان کے بعد کفر سے محفوظ رکھے۔ یاد رکھو کہ یہ دنیا ایک ایسا بہتا دریا ہے جیسے کہ ہم مثال سے بیان کر چکے ہیں کہ اس کے پانی میں ہر یوم اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے جس کو لذات وشہوت اور تمناؤں کی کثرت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور مختلف انواع کے نیزے اور اسلحہ جات وغیرہ وہ بلائیں ہیں جو مقدرات بن چکی ہیں اور جن کہ وجہ سے بنی آدم پر مصائب وتکالیف کا دنیا میں غلبہ رہتا ہے اور اگر کچھ لذت وراحت انہیں میسر بھی ہوتی ہے تو وہ بھی آفات سے لبریز ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا اگر تم مومن ہو تو دانشمندی کا مقتضاء یہی ہے کہ سوائے آخرت کے حیاتِ دنیوی میں عیش وراحت کو تلاش نہ کرو کیونکہ ایک مومن کی یہی خصوصیت ہونی چاہئے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''آخرت کی زندگی کے علاوہ اور کوئی زندگی نہیں'' ایک جگہ فرمایا کہ ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کیلئے جنت ہے'' ایک اور حدیث میں ہے کہ ''اہل تقویٰ کے منہ میں لگام ڈال دی گئی ہے''۔

لہٰذا ان احادیث ومشاہدات کی روشنی میں کس طرح سے دنیا میں بہتر زندگی کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے جب کہ حقیقی راحت اسی میں مضمر ہے کہ پوری دنیا سے انقطاع کر کے صرف اپنے رب ہی کی اطاعت کی جائے اور اسی کے سامنے بچھ جایا جائے اور جب تک دنیا سے انقطاع نہ کرے اس وقت تک اس کو خدا کی جانب سے الطاف واکرام اور آسائشیں میسر نہیں آسکتیں۔ [1]

فوٹو حوالہ ﴿''فتوح الغیب'' صفحہ ۲۴۔ مطبوعہ دار الطباعۃ العامرہ﴾

(المقالۃ السابعۃ عشر فی کیفیۃ الوصول الی اللہ
بواسطۃ المرشد قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
اذا وصلت الی اللہ وقربت بتقریبہ وتوفیقہ ومعنی الوصول
الی اللہ عزوجل خروجک عن الخلق والھوی والارادۃ والمنی والثبوت
مع فعلہ ومن غیر ان یکون منک حرکۃ فیک ولا فی
خلقہ بک بل بحکمہ وامرہ وفعلہ فھی حالۃ الفناء یعبر عنھا
بالوصول فالوصول الی اللہ عزوجل لیس کالوصول الی احد
من خلقہ المعقول المعھود لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر
یجل الخالق ان یشبہ بمخلوقاتہ او یقاس علی مصنوعاتہ فالواصل
الیہ عزوجل معروف عند اھل الوصول بتعریفہ عزوجل
لھم کل واحد علی حدۃ لا یشارکہ فیہ غیرہ ولہ عزوجل مع کل

لھم کل واحد علی حدۃ لا یشارکہ فیہ غیرہ ولہ عزوجل مع کل
واحد من رسلہ وانبیائہ واولیائہ سر من حیث ھو لا یطلع
علی ذلک احد غیرہ حتی انہ قد یکون للمرید سر لا یطلع علیہ شیخہ
وللشیخ سر لا یطلع علیہ مریدہ الذی قد دنا سیرہ الی عتبۃ باب
حالۃ شیخہ فاذا بلغ المرید حالۃ شیخہ افرد عن الشیخ وقطع
عنہ فیتولاہ الحق عزوجل فیفطمہ عن الخلق جملۃ فیکون الشیخ
کالظئر والدایۃ لا رضاع بعد الحولین ولا خلق بعد زوال الھوی
والارادۃ الشیخ یحتاج الیہ مادام ثم ھوی وارادۃ لکسرھما واما
بعد زوالھما فلا لانہ لا کدورۃ ولا نقصان فاذا وصلت الی الحق
عزوجل علی ما بینا فکن آمنا ابدا من سواہ عزوجل فلا تری لغیرہ

[1] ......﴿''فتوح الغیب'' (مترجم غلام معین الدین نعیمی) صفحہ ۳۲ تا ۳۸۔ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی﴾

فوٹو حوالہ "فتوح الغیب" صفحہ ۲۵،۲۶۔ مطبوعہ دار الطباعۃ العامرہ

وبجود البتہ لا فی الضر ولا فی النفع ولا فی العطا ولا فی المنع ولا فی الخوف
ولا فی الرجا ہو عزوجل اہل التقوی و اہل المغفرۃ فکن ابدا ناظرا
الی فعلہ مترقبا لامرہ مشتغلا بطاعتہ مباینا عن جمیع خلقہ
دنیا واخری لا تعلق قلبک بشیٔ منہم واجعل الخلیقۃ اجمع کرجل
کتفہ سلطان عظیم ملکہ شدید امرہ مہولۃ صولتہ
وسطوتہ ثم جعل الغل فی رقبتہ مع رجلیہ ثم صلبہ علی شجرۃ
الاذرۃ علی شاطی نہر عظیم موجہ فسیح عرضہ عمیق غورہ
شدید جریہ ثم جلس السلطان علی کرسیہ عظیم قدرہ عال سماؤہ
بعید مرامہ ووصولہ وترک الی جنبہ احمالا من السہام و الرماح
والنبل وانواع السلاح والقسی ومما لا یبلغ قدرہا غیرہ فجعل
یرمی الی المصلوب بما شاء من ذلک السلاح فہل یحسن لمن یری
ذلک ان یترک النظر الی السلطان والخوف منہ والرجا لہ
وینظر الی المصلوب ویخاف منہ ویرجوہ الیس من فعل ذلک
یسمی فی قضیۃ العقل عدیم العقل والحس مجنونا بہیمۃ غیر
انسان نعوذ باللہ من العمی بعد البصیرۃ ومن القطیعۃ بعد
الوصول ومن الصدود بعد الدنو والقرب ومن الضلال بعد
الہدایۃ ومن الکفر بعد الایمان فالدنیا کالنہر العظیم الجاری
الذی ذکرناہ کل یوم فی زیادۃ ماء وہی شہوات بنی ادم
ولذاتہم فیہا والد واہی التی تصیبہم منہا واما السہام وانواع
السلاح فالبلایا التی یجری بہا القدر الیہم فالغالب علی بنی ادم
فی الدنیا البلایا و النقم و الآلام والمحن وما یجدون من النعم
واللذات فیہا مشوبۃ بالآفات اذا اعتبرہا کل عاقل لا حیوۃ لہ
ولا عیش ولا راحۃ الا فی الآخرۃ ان کان مؤمنا لان ذلک خصوصا

فی حق المؤمن قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا عیش الا عیش
الاخرۃ وقال علیہ السلام لا راحۃ للمؤمن دون لقاء ربہ
ذلک فی حق المؤمنین وقال صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا سجن المؤمن
وجنۃ الکافر وقال علیہ الصلوۃ والسلام التقی ملجم فمع ہذہ
الاخبار والعیان کیف یدعی طیب العیش فی الدنیا فالراحۃ کل
الراحۃ فی الانقطاع الی اللہ عزوجل وموافقتہ والاستطراح
بین یدیہ فیکون العبد بذلک خارجا عن الدنیا فحینئذ یکون الدلال
رأفۃ ورحمۃ ولطفا وصدقۃ وفضلا واللہ اعلم

ندوی صاحب اوران کے متبعین کا علمی سرقہ

ندوی صاحب نے حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کا کلام نقل کرتے ہوئے بددیانتی سے کام لیا ہے شیخ رضی اللہ عنہ کے کلام کا اول اور آخر نقل نہیں کیا حالانکہ اس کلام کی پوری عبارت سے مکمل طور پر اس مقالہ کی وضاحت ہوجاتی ہے جیسا کہ ہم عنقریب بیان کرینگے اس قسم کے کلام کو حذف کرنا جس پر متکلم کے کلام کی سمجھ موقوف ہو بددیانتی کہلاتا ہے ایسے لوگ مجرمانہ ذہنیت کے حامل ہوتے ہیں۔ علم واستدلال کی دنیا میں ان کی پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں ہوتی۔ اب شیخ رضی اللہ عنہ کے کلام کی جانب آئیں

حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنے عنوان کے اول میں اس مرید سے فرماتے ہیں جو مرشد کے ذریعے خدا تک پہنچ چکا کہ پہنچنے کا مطلب وہ نہیں جو کسی دنیادار حاکم کے پاس پہنچنے کا مطلب ہوتا ہے (کہ مکان میں اس کے قریب رہتا ہے) بلکہ مطلب یہ ہے کہ تمہاری ہر حرکت اور تمہارا ہر سکون اللہ کے امر اور فعل کے تابع ہوجائے اس کو فنائیت کا مقام کہتے ہیں جو بندے یہاں تک پہنچ جاتے ہیں ان کے مراتب باقی مخلوق سے بالکل جدا ہوتے ہیں اور آپس میں بھی ان کے مراتب ایک دوسرے سے جدا جدا ہوتے ہیں اس سے انبیاء اور اولیاء کے مراتب کو سمجھا جائے یہاں تک کہ مرید کو اپنے شیخ کے اسرار و رموز کی اطلاع نہیں ہوتی بلکہ مرید جس کے سفر کی انتہاء شیخ کی چوکھٹ تک رسائی تھی اس کی اپنی بھی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں جس سے بسا اوقات شیخ واقف نہیں ہوتا اسی طرح مرید کو جب شیخ کے مراتب اور مقامات بطور انعکاس مل جاتے ہیں تو

پھر اللہ تعالیٰ اس کو اپنی تربیت میں لے کر ہر ایک سے منقطع کر کے اس کو یہ امتیاز عطا فرماتا ہے کہ اس کی تربیت خود کرتا ہے۔ شیخ کی ضرورت مرید کو اس وقت تک ہوتی ہے جب تک اس کی خواہشاتِ نفس ختم نہ ہو جائیں جب اس کو یہ مقام حاصل ہو جائے تو پھر اس میں کوئی نقص یا کدورت باقی نہیں رہتی۔ جب مرید اس طریقے سے واصل الی اللہ ہو جاتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے سوا ہر شئی سے بے خوف کر دیتا ہے اور اسے کسی حالت میں ذاتِ خداوندی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے اسی کی مغفرت اور تقویٰ پر وہ بھروسہ کرتا ہے۔ اور اس کی حکم و اطاعت میں مشغول رہتا ہے جب اسے یہ مقام حاصل ہو جائے تو اس قسم کے تمام باکمال لوگ اپنے ماسوا باقی مخلوق کو ایسا تصور کریں کہ جنہیں ایک بادشاہ عظیم الشان کسی دریا کے کنارے سخت سزائیں دے رہا ہو اور بادشاہ کے پاس پہنچنا بھی محال ہو اور اپنے بے شمار ہتھیاروں میں سے کسی نہ کسی ہتھیار کے ساتھ اس پھانسی پر لٹکائے ہوئے سزا یافتہ شخص کی طرف پھینکتا ہے ظاہر ہے کہ اس سزا یافتہ شخص سے کون واسطہ رکھے گا۔

حضرت سیدنا شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس کلام میں یہ نہیں فرمایا کہ اس بادشاہ کے روبرو تمام انبیاء اور اولیاء کو بھی معذب اور مغضوب یا چمار کی طرح یا اس سے بڑھ کر ذلیل سمجھا جائے۔ اس طرح کی کوئی بات ہرگز نہیں۔ تشبیہ کا مقصد غیر کامل لوگوں کا معذَّب (عذاب یافتہ) ہونا ہے، اور کاملوں کا ان سے امید نہ رکھنا ہے۔ نہ کوئی اور، باقی اس دریا سے کیا مراد ہے؟ اور اس اسلحہ سے عذاب دینے سے کیا مراد ہے؟ شیخ فرماتے ہیں دریا کے پانی سے مراد دنیا ہے، اور دنیا سے مراد دنیا کی زندگی نہیں بلکہ لذاتِ نفس، شہوات اور حصولِ مال و جاہ کی تمناؤں کی کثرت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس پر لٹکایا ہوا شخص طالب دنیا ہوا اور مختلف اسلحہ جات سے مراد وہ مصیبتیں ہیں جو دنیا دار انسانوں پر برستی رہتی ہیں کیونکہ اس کی ہر لذت اور راحت کے اندر بھی مصیبتیں چھپی ہوتی ہیں۔ جب کہ عارف کی ابتدائی تربیت جو شیخ کے ہاتھ پر ہوتی ہے اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک خواہشات نفس ختم نہ ہو جائیں۔ تو عارف دنیا کی زندگی میں دنیا داروں کے درمیان رہ کر ان کی دنیا سے دور ہوتا ہے وہ دنیا داروں کی خواہشات کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ کر اپنے رب کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ان جیسا بننے سے رحمٰن کی پناہ طلب کرتا ہے۔ حضرت شیخنا رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے ہو رہی ہے

''فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ'' سو ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ کا صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ) چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں (بھی) ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جاوے۔ [1]

اور فرمایا ''وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ

[1]......﴿''سورۃ التوبۃ : الآیۃ ۵۵'' ترجمۃ القرآن ''اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ) مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان﴾

کَفِرُوْنَ'' اور ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ) چیزوں کی وجہ سے دنیا میں (بھی) ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کا دم کفر ہی کی حالت میں نکل جاوے۔ [1]

ان آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیاداروں کی مالی چمک دمک اور ان کی خواہشات نفس کا حصول ان کے لئے عذاب ہوتا ہے لیکن عارفین کے لئے عذاب نہیں ہوتا کیونکہ ان کے پاس کچھ نہ ہو تو وہ اپنے رب سے راضی رہتے ہیں اور اگر انہیں کچھ ملے تو اللہ کی راہ میں اس کے خرچ کرنے کی تمنا رکھتے ہیں اس لئے ان کی کوئی چیز کھو جائے تو اللہ پر راضی رہتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں کہیں بھی عذاب نہیں بلکہ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ کی خوشخبریاں دنیا و آخرت میں ان کی عزت کو بڑھاتی ہیں۔ مؤمن دنیا میں تو رہتا ہے مگر حبّ دنیا اور جمع مال و دولت میں مصروف نہیں ہوتا ہے اس لیے وہ دنیادار نہیں کہلاتا۔

ایک امکانی شبہ کا ازالہ

شاید کوئی یہ کہے کہ حدیث شریف میں ہے ''الدنیا سِجن المؤمن و جنة الکافر'' [2]

''دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کیلئے جنت ہے'' تو جو قید میں ہو ذلیل ہوتا ہے اور جو جنت میں ہو وہ عزت میں ہے۔ تو میں عرض کروں گا کہ اگر اس حدیث کو ظاہر پر محمول کیا جائے تو پہلی بات ہے کہ یہ مشاہدہ کے خلاف ہے بے شمار مسلمان آزاد رہے ہیں اور کوئی ایک فیصد بالفرض جیلوں میں ہیں تو کچھ کافر بھی جیلوں میں ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث ظاہر کے تو یقیناً خلاف ہے اور اگر اس حدیث کو کسی چھپے ہوئے معنی کے لئے مانا جائے تو اس کا معنی ہمارے نزدیک اضافت ہے۔ اور آپ کے نزدیک ذلت پھر اگر ذلت مراد لی جائے تو اس سے ان کثیر آیات و احادیث کا انکار اور ان کی مخالفت لازم آتی ہے جن کا بیان پہلے گزر چکا ہے اور جب ایک حدیث (خبر واحد) کا معنی متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے مخالف قرار پائے تو سرکار علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا وہ معنی سرکار علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد نہیں ہوگا بلکہ کسی اور کی غلط فہم و ذہانت کی پیداوار سمجھ کر رد کر دیا جاتا ہے اور ایسا ہی یہاں ہے اب صرف ایک ہی معنی بچ جاتا ہے اور وہ ہے اضافت، نسبت (جیسے ایک شخص اپنے باپ کی اضافت، نسبت سے بیٹا کہلاتا ہے اور وہ شخص اپنے بیٹے کی نسبت سے باپ بھی کہلاتا ہے) مطلب یہ ہوا کہ مؤمن کی جنت کی نسبت اس کی دنیا کی زندگی جس قدر راحت والی ہو اس قیدی کی زندگی کی طرح ہے جس کا دل گھر پہنچنے کو چاہتا ہے مگر

---

[1]......﴿''سورۃ التوبۃ : الآیۃ ۸۵'' ترجمۃ القرآن ''اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ) مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان﴾

[2]......﴿''جامع ترمذی'' (ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ) ''کتاب الزهد'' صفحہ ۶۷۵۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت﴾

وہ جا نہیں سکتا تو مؤمن کو چاہیے کہ وہ اپنی دائمی زندگی کے گھر جنت کی یاد میں رہے اور اپنے خیال میں دنیا کی زندگی کو ایسی قید کی طرح سمجھے جو اس کے گھر پہنچنے میں رکاوٹ ہے اور کافر کی زندگی کو دیکھ کر اپنے معاشی حالات کا افسوس نہ کرے کہ یہ بظاہر جنت ان کے لئے دنیا کی مختصر زندگی میں ہے جب کہ دائمی زندگی میں جو آخرت ہے ان کے لئے جہنم کا قید خانہ ہے۔ یہ مطلب قرآن مجید کی آیات اور ان احادیث کے خلاف نہیں جو پہلے بیان ہوئیں کیونکہ اس میں مؤمن کے لئے ذلت کا تو ذکر ہی نہیں صرف اسے یہ سکھایا گیا ہے کہ دنیا میں جب اپنی معاشی حالت کافروں سے کم تر سمجھے تو یہ سوچ لیا کرے کہ یہ زندگی جنت کے انتظار میں ایک چندروزہ قید کی طرح ہے۔ اور کافر کو جو کچھ پیش آنے والا ہے وہ اتنی سخت قید اور عذاب ہے کہ یہاں کی زندگی میں اگر کوئی کافر تنگدست ہے یا بیمار یا قیدی ہے تو بھی آخرت کے عذاب کی نسبت راحت میں ہے جیسے وہ جنت میں ہو اس معنی کی تائید قرآن حکیم کی اس آیت سے ہوتی ہے

”یٰقَوۡمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الۡاٰخِرَةَ هِىَ دَارُ الۡقَرَارِ ۝ مَنۡ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجۡزٰٓى اِلَّا مِثۡلَهَا وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ يُرۡزَقُوۡنَ فِيۡهَا بِغَيۡرِ حِسَابٍ“

”اے میری قوم یہ دنیا کا جینا تو کچھ برتنا ہی ہے اور بیشک وہ پچھلا ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ جو برا کام کرے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی اور جو اچھا کام کرے مرد خواہ عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔“ [1]

بہر حال اس حدیث میں مؤمن کو ذلیل ہرگز نہیں کہا گیا البتہ اسے یہ کہا گیا ہے کہ کافروں کا مال و دولت دیکھ کر غمگین نہ ہو بلکہ یہ سمجھے کہ اسے جو جنت ملنے والی ہے اس کی نسبت یہ دنیا کی زندگی آخرت میں جا کر قید نظر آئے گی اور کافر کو جو مصیبت پہنچنے والی ہے اسے آخرت میں پہنچ کر یہ دنیا کی زندگی جنت نظر آئے گی۔

شارح مسلم علامہ شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ کے اس حدیث (الدنیا سجن المؤمن و جنۃ الکافر) کے تحت جو بیان فرمایا اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ آپ فرماتے ہیں

”اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کافر کو جب آخرت کی زندگی سے پالا پڑے گا تو وہ اس عذاب کے مقابلہ میں دنیا کو راحت کا گھر سمجھے گا اور کامل مومن جب دنیا میں مقام فنا پر پہنچ جاتا ہے (جو خواہشات نفس کو چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کے احکامِ امر و نہی کی پوری اتباع کا نام ہے) تو اسے سکون حاصل ہو جاتا ہے پھر نہ دنیا کی کسی مصیبت سے اُس کے دل کا سکون برباد ہوتا ہے اور نہ کسی راحت سے وہ مخالفتِ امر الٰہی کا مرتکب ہوتا ہے لیکن جب وہ جنت کی نعمتیں دیکھے گا تو تب اُسے محسوس

---

[1]...... ”سورۃ المؤمن: الآیۃ ۳۹، ۴۰“ ”کنز الایمان“ ”شاہ احمد رضا خان بریلوی التوفی ۱۳۴۰ھ“ مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان

ہوگا کہ وہ قید خانہ سے چھوٹا ہے تو اسے دنیا کا سکون اس وقت مصیبت دکھائی دے گا۔" [1]

بہر حال سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ مومن کامل کو دنیا میں سزا دے رہا ہے چہ جائے کہ معاذ اللہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور خواص اولیاء کرام کو اس دنیا میں اللہ کے عذاب میں مانا جائے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) یا آخرت میں اللہ کے عذاب میں مانا جائے اس لئے شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمام دنیوی اور اخروی مخلوقات سے اپنا رشتہ منقطع کرلو، اور پوری مخلوق کو اس معذَّب شخص کی طرح تصور کرو تو جس طرح دنیاوی مخلوقات سے مراد کاملین کے ماسواء دوسرے لوگ ہیں اسی طرح اُخروی مخلوق سے بھی وہی مراد ہیں کیونکہ شیخ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو معذَّب شخص کی طرح قرار دیا ہے اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ آخرت میں کوئی نبی یا خواص اولیاء میں سے کوئی ایک آن کیلئے بھی معذَّب ہوگا تو اس کا ایمان بے شمار قرآنی آیات پر نہیں رہتا (جن کا ذکر اس مضمون سے پہلے گزر چکا ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی اُولٰٓئِكَ عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ ۝ لَا یَسۡمَعُوۡنَ حَسِیۡسَهَا وَهُمۡ فِیۡ مَا اشۡتَهَتۡ اَنۡفُسُهُمۡ خٰلِدُوۡنَ" [2]

"جن کیلئے ہم پہلے سے حسنی کا وعدہ دے چکے وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ انہیں جہنم کی آگ کی ذرا سی آواز بھی نہیں سنائی دے گی اور وہ اپنی دل پسند نعمتوں میں ہمیشہ ہوں گے"

ثابت ہوا کہ آخرت کی مخلوق سے شیخ رضی اللہ عنہ کی مراد وہی پوری مخلوق ہے جو معذب ہوگی۔ انبیاء اور اولیاء اس میں شامل نہیں کیونکہ شیخ کے کلام کو اسی بات پر محمول کیا جاسکتا ہے جو ان کے عقیدہ کے خلاف نہ ہو اور قرآن وحدیث کے مخالف بھی نہ ہو۔ پس جب آخرت کی پوری مخلوق سے مراد وہ مخلوق ہے جو انبیاء اور اولیاء اور کاملین کے ماسواء ناقصین ہیں کیونکہ یا تو وہ کافر ہونگے یا فاسق، کافروں کیلئے دائمی عذاب ہے اور فاسقوں کیلئے اللہ عزوجل کی مشیئت کے مطابق جزوی عذاب ہے۔

شاید کسی کے دل میں شبہ ہو کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ تو پوری مخلوق فرمار ہے ہیں پھر ان کے الفاظ سامنے رکھتے ہوئے دنیا کی بعض مخلوق اور آخرت کی بعض مخلوق کے لئے مراد لی جاسکتی ہے۔

تو جواب یہ ہے کہ پیش کردہ دلائل شرعیہ کی روشنی میں انبیاء واولیاء عذاب سے مستثنیٰ ہیں۔ لہٰذا یہ قرینہ ہے کہ پوری کا لفظ یہاں مجازاً اکثر کے معنی میں ہے اور کافر تعداد میں زیادہ ہیں اور "لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ" کے مطابق انہیں پوری مخلوق کہنا صحیح ہوا۔

---

[1]...... ﴿"شرح صحیح المسلم" (ابوزکریا یحیٰ بن شرف الدین النووی التوفی ۶۷۶ھ) جلد ۲ صفحہ ۴۰۷۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

[2]...... ﴿"سورۃ الانبیاء: الآیۃ ۱۰۱،۱۰۲"﴾

دیکھئے مفسر شہیر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں سورۃ البقرۃ کی آیت ''آمِنُوا کَمَا اٰمَنَ النَّاسُ'' کی تفسیر فرماتے ہیں ایک قاعدہ نقل کرتے ہیں ''لفظ العموم قد یطلق علی الاکثر''(۱) عموم والے لفظ کا اطلاق کبھی اکثر پر ہوتا ہے۔

آگے چل کر ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' کی تفسیر میں مزید وضاحت فرماتے ہیں

''تخصیص العام جائز فی الجملة وایضاً تخصیص العام جائز بدلیل العقل لان قوله (والله علی کل شئی قدیر) یقتضی ان یکون قادراً علی نفسه ثم خص بدلیل العقل فان قیل اذا کان اللفظ موضوعا للکل ثم تبین انه غیر صادق فی الکل کان هذا کذبا وذلك یوجب الطعن فی القرآن قلنا لفظ الکل کما انه یستعمل فی المجموع واذا کان ذلك مجازا فی الاکثر مشهورا فی اللغة لم یکن استعمال اللفظ فیه کذبا والله اعلم''(۲)

تخصیص عام فی الجملہ جائز ہے نیز تخصیص عام دلیل عقلی سے بھی جائز ہوتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول کہ ''اللہ ہر چیز پر قادر ہے'' کا (بظاہر) مطلب یہ بنتا ہے کہ وہ اپنے آپ پر بھی قادر ہو پھر دلیل عقلی سے اس پر تخصیص طاری ہوئی اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب بولا ہوا لفظ کل افراد کے لئے وضع ہوا تھا پھر پتہ چلا کہ وہ اپنے سب افراد پر صادق نہیں آیا تو یہ جھوٹ قرار پائے گا۔ اور یہ امر قرآن میں طعن کا موجب بنتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ کل (پورا، ہر ایک، تمام) جیسے جمیع افراد پر بولا جاتا ہے۔ ایسے ہی مجاز اس کا استعمال اکثر میں ہوتا ہے اور جب اس لفظ کا مجاز بنتا ہے اہل زبان میں مشہور ہے تو مخصوص عنہ البعض کے معنی میں اس کا استعمال کذب اور جھوٹ نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر کبیر'' جزء۲ صفحہ ۷۵۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

جنسهم والثاني : أنها للجنس ثم هاهنا أيضاً وجهان . أحدهما : أن الأوس والخزرج أكثرهم كانوا مسلمين ، وهؤلاء المنافقون كانوا ، منهم وكانوا قليلين ، ولفظ العموم قد يطلق على الأكثر والثاني : أن المؤمنين هم الناس في الحقيقة ، لأنهم هم الذين أعطوا الانسانية ... فضيلة الانسان على سائر الحيوانات بالعقل المرشد والفكر الهادي .

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر کبیر'' جزء۲ صفحہ ۸۹۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

﴿ المسألة الخامسة ﴾ تخصيص العام جائز في الجملة ، وأيضاً تخصيص العام جائز بدليل العقل ، لأن قوله (والله على كل شيء قدير) يقتضي أن يكون قادراً على نفسه ثم خص بدليل العقل ، فإن قيل إذا كان اللفظ موضوعاً للكل ثم تبين أنه غير صادق في الكل كان هذا كذباً ، وذلك يوجب الطعن في القرآن . قلنا : لفظ الكل كما أنه يستعمل في المجموع ، فقد يستعمل مجازاً في الأكثر ، وإذا كان ذلك مجازاً مشهوراً في اللغة لم يكن استعمال اللفظ فيه كذباً والله أعلم .

۱...... ﴿''تفسیر کبیر'' (فخر الدین محمد رازی المتوفی ۶۰۴ھ) جزء۲ صفحہ ۷۵۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

۲...... ﴿''تفسیر کبیر'' (فخر الدین محمد رازی المتوفی ۶۰۴ھ) جزء۲ صفحہ ۸۹۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

ہمارے اس بیان سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مراد واضح ہوگئی کہ دنیا کی پوری مخلوق سے مراد صرف وہی مخلوق ہے جو انبیاء اور اولیاء اور کامل مؤمنوں کے ماسوا ہیں کافر ہوں یا فاسق۔ ہمارے اس بیان کی تائید حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کے مقالہ کے آخری پیرے سے ہوتی ہے جو ندوی صاحب نے پہلے حصے کی طرح نہیں لکھا۔

غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جب تک بندہ دنیا سے انقطاع نہ کرے اس وقت تک اس کو خدا کی جانب سے الطاف واکرام اور آسائشیں میسر نہیں آسکتیں''یعنی شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا سے منقطع ہونے والے بندوں کیلئے اللہ کی طرف سے مہربانی ہے، اعزاز واکرام ہے اور نعمتیں اور آرام ہے۔ ثابت ہوا کہ شیخ رضی اللہ عنہ خود بھی کاملین کو اس معذّب شخص کی طرح نہیں مانتے جس کی مثال پھانسی پانے والے سے دی بلکہ اللہ کی نعمتوں میں اور اللہ کی طرف سے ملنے والے لطف وکرم سے پلنے والے شمار کرتے ہیں۔ لہٰذا شیخ رضی اللہ عنہ کے اس کلام کو انبیاء اور اولیاء کیلئے یا صرف اولیاء کے لئے (معاذ اللہ) تذلیل پر محمول کر کے صاحب تقویۃ الایمان کی تائید میں چمار سے زیادہ ذلیل ثابت کرنے کیلئے استعمال کرنا سورج کی طرف تھوکنے کے مترادف ہے۔ ندوی ہو یا کوئی اور شخص۔ ہمارے شیخ رضی اللہ عنہ کا کلام عالی مقام ان کے وساوس اور اوہام سے انتہائی بلند وبالا ہے۔ (والحمد للہ علیٰ ذالک)

ندوی صاحب کو دوبارہ تفہیم

آخر میں ایک بار پھر عرض کرونگا کہ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے منسوب فتوح الغیب کی عبارت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام علیہم الرضوان کے متعلق نہیں ہے لیکن ندوی صاحب اور اس کی پارٹی کو اصرار ہے کہ اس سے مراد انبیاء کرام اور دیگر اولیاء کرام ہیں۔ اہل سنت وجماعت ندوی صاحب اور ان کے ہمنواؤں سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ مقالہ میں پھانسی زدہ شخص کے لئے مذکور یہ قسم قسم کی سزائیں اور عذاب آخرت میں ہے یا دنیا میں، اگر وہ کہتے ہیں کہ آخرت میں تو پھر قرآن مجید کے اس فرمان کا مطلب کیا ہے ''یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' (۱) قیامت کا دن وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن نبی کو اور ایمان لانے والوں کو جو اس کے ساتھ رہے رسوا وخوار نہیں کرے گا۔ اس فرمان ذیشان سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ایمان لانے والوں کو آخرت میں نہ رسوا کرے گا نہ خوار وذلیل۔ ایک اور آیت میں فرمایا ''بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ'' (۲) ''خوشخبری ہے تمہارے لئے آج (قیامت کے دن)'' ایک اور جگہ پر فرمایا ''یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ'' (۳) ''اے میرے بندو آج (قیامت کے دن) تم پر کوئی خوف نہیں''

۱......''سورۃ التحریم: الآیۃ ۸'' ۲......''سورۃ الحدید: الآیۃ ۱۲'' ۳......''سورۃ الزخرف: الآیۃ ۶۸''

یہ اوران جیسی دیگر آیات (جو پہلے ذکر کی جاچکی ہیں) انبیاء کرام اور مؤمنین (اولیاء کرام) سے ہر قسم کے عذاب آخرت اور سزا کی نفی کرتی ہیں اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ بہت بڑے عالم اور زبردست حافظ وقاری قرآن ہیں ناممکن ہے کہ وہ اتنی آیات الٰہیہ کے خلاف کچھ کہیں جب کہ انہوں نے نبی اور ولی کا نام لیا بھی نہیں یہ سب ندوی صاحب اور دیگر ہم نواؤں کی کارستانیاں ہیں۔

بہر حال اگر ندوی صاحب اوران کے ہمنوا آخرت میں کسی ایک اور، صرف ایک نبی کیلئے بھی اللہ کا کوئی عذاب یا سزا مانتے ہیں تو انہیں اپنے بارے میں اپنے مذہب کے علماء ہی سے پوچھ لینا چاہئے کہ وہ یہ کہہ کر کسی رسول کے دین میں رہے بھی یا باہر نکل گئے۔ یاد رہے کہ دین (عقیدہ) سب انبیاء کا ایک ہی ہے۔

اگر ندوی صاحب دنیا میں عذاب کی بات کرتے ہیں تو پھر عذاب اور سزا وہ ہوگی جس سے بندے کو فنا کردیا جائے۔ ان کی پیش کردہ عبارت میں جن ہتھیاروں کا ذکر ہے وہ سارے آلاتِ قتل ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کسی نبی کو اپنے عذاب سے قتل نہیں کیا، رہا کافروں اور مشرکوں کی طرف سے ان کو تکلیف کا پہنچنا اسے اللہ کا عذاب کہنے والے عقل وخرد سے دور کا حصہ بھی نہیں رکھتے۔ کافروں کے ہاتھ سے قتل ہوجانا اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات کا موجب بنتا ہے اور شہادت عظیم کا رتبہ لاتا ہے اور اس پر بے حد اجر وثواب ملتا ہے اس لئے یہ اللہ کا عذاب نہیں ہوسکتا البتہ اللہ کی آزمائش ہوسکتی ہے۔ جس پر وہ صبر کرتے ہیں اس لئے آزمائش میں کامیابی پر اللہ کے فضل سے انعام کے مستحق قرار پاتے ہیں پھر سارے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تو کافروں نے قتل بھی نہیں کیا۔

یہ بات تاریخ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقف پر مخفی نہیں کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنی آخری ساری زندگی ایک بادشاہ کے قائم مقام کی حیثیت سے اور بادشاہ بن کر گزاری اور کسی کافر کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوئے۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام اور حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام بھی بادشاہ تھے۔ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے فضل سے بنی اسرائیل پر بادشاہوں سے بھی زیادہ قبضہ رکھتے تھے بلکہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے تو اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے کو تھپڑ بھی ماردیا (۱) تو انہیں اللہ نے ذرا بھی نہیں ڈانٹا بلکہ وقتِ موت ان کی مرضی معلوم کی گئی ہے کہ وہ خود پسند کریں تو ہم انہیں موت دیں ورنہ وہ زندہ رہ جائیں۔

۱...... ﴿"الصحیح البخاری" (ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری التوفی ۲۵۶ھ) جلد اول صفحہ ۱۷۸۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

☆...... ﴿"الصحیح المسلم" (ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری التوفی ۲۶۱ھ) جلد ۲ صفحہ ۲۶۷۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

ہاں کفار وقریش مکہ کی جانب سے انبیاء کرام کے بارے میں کچھ گستاخیاں اور زیادتیاں ہوئیں جس کی وجہ سے رب العالمین نے انہیں سخت ترین سزا کا مستحق قرار دیا اور انبیاء عظام علیہم السلام کو اعلیٰ شان درجات اور انعامات عطا فرمائے۔ تو اس کو اللہ جل جلالہ کی طرف سے ''بَلَاءٌ'' عذاب سمجھنا درست نہیں بلکہ یہ لوگوں کی طرف سے فتنہ ہے اسے اللہ کا عذاب سمجھنے والا شخص قرآن حکیم سے ناواقف ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے

''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُولُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ''

''اور بعض آدمی کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اللہ کی راہ میں انہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں۔'' [1]

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کلمہ پڑھنے والے ایسے تھے جو یہ کہتے تھے کہ اسلام لانے کی وجہ سے ہمیں جو مصیبتیں پہنچتیں ہیں وہ بھی اللہ کے عذاب کی طرح ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو رد فرمایا۔ تو ثابت ہوگیا کہ کفار ومشرکین کی ایذاء کو اللہ جل جلالہ کا عذاب سمجھنا قرآن شریف پر ایمان لانے والوں کا کام نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

/////////////

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

/////////////

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

---

[1]...... ''سورۃ العنکبوت: الآیۃ ۱۰'' کنز الایمان ''شاہ احمد رضا خان بریلوی التوفی ۱۳۴۰ھ) مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان

چند امکانی اعتراضات کے جوابات

- قبل ہجرت کے حالات سے اعتراض کا جواب
- نماز کی حالت میں مشرکین کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانا۔
- اوجھڑی پھینکنے کی روایت سے موہومہ اعتراض کا جواب
- سلام رضا سے ایک اعتراض کا مدلل رد
- انبیاء کرام کو دنیاوی تکالیف کا پہنچنا، ان کے مغلوب ہونے کی دلیل نہیں
- چند قرآنی آیات کے حوالہ سے موہومہ شبہات کا جواب
- سیدنا آدم علیہ السلام کے احوال پر نصاریٰ کے نظریہ کی تردید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ سَیِّدِیۡ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ

محترم ومکرم..................السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ

میرے ابو جی قبلہ استاذ المحدثین، رئیس المحققین فخر الصلحاء

شیخ طریقت حضرت علامہ مفتی محمد اقبال سعیدی رضوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان کی کتاب **"عزتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم"** آپ کی خدمت میں پیش ہے جو میرے ابو جی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں مکمل کرلی تھی۔ ہم نے اِس کتاب کو بقیہ مراحل کے بعد علماء اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ کو بھی یہ کتاب بہت پسند آئے گی۔

مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ میرے ابو جی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے بلندی درجات اور اہل سنت کی ترقی کے لئے دعا فرمائیں۔ کتاب مل جانے پر آپ ہمیں فون یا میسج بھیج کر شکریہ ادا کرنے کا موقع دیں۔

والسلام مع الاکرام

محمد رمضان اقبال قادری خلیلی

جانشین حضور قبلہ مفتی صاحب

0300-6363419

(مزید کتب طلب کرنے کے لئے بھی رابطہ فرما سکتے ہیں)

قبل ہجرت کے حالات سے ایک اعتراض

فقیر کو یہ بات پہنچی کہ ندوی صاحب کی اتباع میں علم وفضل کے ایک دعویدار نے کہا کہ ذلت سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے قبل ہجرت کی ذلت ہے جو کافروں کے مقابل تھی یعنی اس شخص کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے (معاذاللہ ثم معاذاللہ) ذلت اور وہ بھی کافروں کے مقابل میں ایک حقیقتِ ثابتہ ہے۔ ہم نے اس کتاب کے اول سے آخر تک اس شخص کے قول کا رد کیا ہے اور اس پر قیامت کبریٰ قائم کی ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ اس طرح کے لوگ کس طرح اپنے آپ کو ایماندار سمجھتے ہیں اور کس طرح وہ اپنے آپ کو علم وفضل کا حامل سمجھتے ہیں (والعیاذ باللہ تعالیٰ من سوء الخاتمۃ)

آج تک کسی عالم تو ایک طرف صرف مسلمان کہلانے والے عامی کا قول بھی نہیں سنا گیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے مقابل ذلیل کہتا یا سمجھتا ہو، یہاں تک کہ صاحب تقویۃ الایمان نے بھی اہل ایمان کی گرفت سے بچنے کے لئے ''اللہ تعالیٰ کے روبرو'' اور ''اسکے نزدیک'' جیسے الفاظ استعمال کئے اور اس کے متبعین نے تو تشبیہ الجملہ بالجملہ کا مغالطہ دے کر اس کے قول میں مذکور چمار کے لفظ کی شدت کو بزعم خویش کم کرنے کی کوشش کی، بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ اگر مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کی عبارت کا مفہوم یہی مراد لیا جائے کہ انبیاء اور اولیاء چمار سے زیادہ ذلیل ہیں تو یہ مفہوم کفر ہے اور ادھر یہ لوگ ہیں کہ سید عالم امام المکرّمین علیہ وسلم صلی اللہ (جن کی عزت کو اللہ تعالیٰ اپنی عزت سے ملا کر بیان فرمائے) پر ذلت کا (اور وہ بھی کافروں کے مقابل) جھوٹا الزام لگا رہے ہیں۔ ایک کہاوت ہے کہ بڑے میاں، بڑے میاں...... چھوٹے میاں سبحان اللہ!

الحمد للہ! فقیر ان کے جواب سے فارغ ہوا۔ اس کے بعد مناسب سمجھا کہ اس فاسد الدیانت قوم کے خیال فاسد میں کوئی امکانی دلیل ان کے فاسد دعویٰ کی تائید کر رہی ہو تو اس کا جواب بھی دے دیا جائے۔ لہٰذا ایسے ممکنہ اعتراضات کا ذکر کر کے اس کا جواب پیش کیا جا رہا ہے، کوئی معترض شاید یہ کہے کہ حدیث شریف میں ہے۔

''عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو عَنْ اَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ رَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ اَبِىْ مُعَيْطٍ جَآءَ اِلَى النَّبِىِّ وَهُوَ يُصَلِّىْ فَوَضَعَ رِدَآءَهٗ فِىْ عُنُقِهٖ فَخَنَقَهٗ بِهٖ خَنْقًا شَدِيْدًا فَجَآءَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى دَفَعَهٗ عَنْهُ قَالَ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَّبِّكُمْ'' [1]

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سخت ترین بدسلوکی جو مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی وہ کیا تھی۔ تو انہوں نے کہا میں نے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے وہ آپ

[1]...... ﴿''الصحیح البخاری'' (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد اول صفحہ ۵۱۹، ۵۲۰۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گیا اور اپنے کندھے کی چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں ڈال کر آپ کا گلا سختی سے دبایا فوراً ہی ابوبکر آ گئے یہاں تک کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عقبہ سے دور ہٹایا۔ پھر کہا کیا تم ایک مرد کو یہ کہنے پر قتل کرتے ہو کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن ثبوت لے کر آیا ہے۔

معترض کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث شریف میں اس بات کا واضح بیان ہے کہ عقبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں چادر ڈال کر گلا دبایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے آپ سے دور نہ کر سکے اور نہ ہی اپنے آپ کو بچا سکے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہو سکتی ہے۔

جواب

کاتب الحروف عرض گزار ہے اس سے حضور علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (معاذ اللہ) ذلت کی نسبت ہرگز نہیں کی جا سکتی اس لئے کہ یہ معاملہ اس وقت پیش آیا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے تو دشمن نے موقع غنیمت سمجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیا مگر وہ حملہ نہیں کر سکا اس نے اپنے تہبند سے آپ کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز کے دوران اس کی اس اوچھی حرکت کا کوئی جواب نہیں دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور آپ کا سانس بند نہیں ہونے دیا اتنے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے ان کی ایک ہی آواز سے عقبہ اپنی شیطانی حرکت کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس بات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے (معاذ اللہ) ہرگز ذلت ثابت نہیں ہوتی جس کا بیان یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے تھے سارا شہر مشرکوں سے بھرا ہوا تھا ظاہر حالات اس طرح کے تھے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم وقسم کے دکھ اور عذاب پہنچاتے لیکن یہ کسی سے ممکن نہ ہو سکا صرف ایک آدمی نے ایک دن جسارت کی اور وہ بھی اس وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اس کا شیطانی خیال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف ہیں نماز نہیں توڑیں گے ورنہ وہ جرأت بھی نہ کرتا اس کا مطلب یہ ہوا کہ عقبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا پا کر بھی آپ سے خوفزدہ تھا اس میں یہ جرأت نہیں تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح کی حرکت کر سکے اسی لیے اس نے اپنی شرارت کیلئے یہ وقت چنا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اس سے عقبہ کی ذلت ثابت ہوتی ہے کہ پورا شہر بلکہ پورا ملک اس کی پشت پر ہے لیکن اس کے باوجود وہ حملہ کے لیے وہ وقت چنتا ہے جب اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی جواب نہ دیں اور اپنے دفاع کیلئے کوئی کوشش نہ فرمائیں اور یہ وہی وقت ہو سکتا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہوں اور اسے یہ وقت مل گیا تو اس نے شیطانی حرکت کی اس سے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ثابت ہوتی ہے اور عقبہ کیلئے ذلت ثابت ہوتی ہے۔ یوں ہوتا آیا ہے کہ بڑے

بڑے جلیل القدر بادشاہوں پر کسی کمینہ اور گھٹیا شخص سے حملہ کرادیتے ہیں تو اس سے وہ کمینہ عزت والا نہیں ہو جاتا اور نہ ہی کوئی بادشاہ کو ذلیل سمجھتا ہے لہٰذا یہ حضور علیہ صلی اللہ وسلم کیلئے عزت کی دلیل ہوئی نہ کہ معاذ اللہ ذلت کی اس شخص کے خوف کا عالم تو یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک آواز سنتے ہی وہ ڈر کے مارے پیچھے ہٹ گیا تو پتہ چلا کہ ذلیل وہی تھا اور حضور علیہ صلی اللہ وسلم اس وقت بھی عزت اور غلبے والے تھے۔

حدیث مذکور کی سند کا جائزہ

اگر چہ متاخرین محدثین کے ایک طبقہ کا قول یہ ہے کہ سب سے زیادہ صحیح حدیث بخاری و مسلم دونوں میں پائی جانے والی ہیں پھر وہ جو صرف بخاری میں پھر وہ جو صرف مسلم میں ہو پھر وہ جو ایسے راویوں سے ہو جو ان دونوں کتابوں میں مشترک ہیں پھر وہ جو صرف بخاری کے رُواۃ سے ہوں پھر وہ جو مسلم کے رواۃ سے ہوں لیکن اس قاعدہ کو کئی محدثین نے ضابطۂ کلیہ نہیں مانا، محدثین میں سے کچھ چوٹی کے محدثین نے ان دونوں کتابوں کی احادیث پر کلام کیا حافظ الحدیث امام دار قطنی نے جو غیر حنفی تھے ان دونوں کتابوں کی کئی احادیث پر روایت اور درایت کے قوانین سے اعتراض قائم کئے تھے اگر چہ حافظ ابن حجر نے شرح بخاری کے مقدمہ میں ان اعتراض کے اٹھانے کی بھرپور کوشش کی لیکن اس کے باوجود انہیں کہنا پڑا کہ بخاری مسلم کی ان تمام احادیث کو اعلیٰ درجہ کی صحیح نہیں کہا جاسکتا جن پر امام دار قطنی وغیرہ نے اعتراضات کئے ہیں اس لئے کہ ان ائمہ کے اعتراض کے بعد ان کو تلقی امت حاصل نہیں رہی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

''وَهٰذَا التَّلَقِّیْ وَحْدَهٗ اَقْوٰی فِیْ اِفَادَةِ الْعِلْمِ مِنْ مُجَرَّدِ کَثْرَةِ الطُّرُقِ اَقَاصِرَةٌ عَنِ التَّوَاتُرِ اِلَّا اَنَّ هٰذَا یَخْتَصُّ بِمَالَمْ یَنْتَقِدْهُ اَحَدٌ مِّنَ الْحُفَّاظِ مِمَّا فِی الْکِتَابَیْنِ'' [1]

یعنی امت کے تمام علماء کا ان کتابوں کو مقبول سمجھ کر ہاتھوں ہاتھ لینا افادۂ علم میں صرف یہی فضیلت ان کثیر سندوں سے زیادہ قوت رکھتی ہے جو حد تواتر کو نہ پہنچی اور تلقی بالقبول بھی نہیں حاصل کیا مگر یاد رہے کہ یہ فضیلت ان دونوں کتابوں میں سے صرف ان احادیث کے ساتھ مخصوص ہے جن پر دیگر حفاظ نے کوئی طعن نہ کیا ہو۔

اسی کتاب کے حاشیہ میں غیر مقلد محشی لکھتے ہیں کہ ''قال صاحب الدراسات التی تکلم فیها من الکتابین عدة ذلك مائتان وعشرة احادیث اشترکا فی اثنین وثلاثین واختص البخاری بثمانین الا اثنین ومسلم مائة'' [2]

---

[1]......﴿''نزهة النظر شرح نخبة الفکر'' (حافظ احمد بن علی ابن حجر التوفی ۸۵۴ھ) صفحہ ۳۶، ۳۷۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

☆......﴿''نزهة النظر شرح نخبة الفکر'' (حافظ احمد بن علی ابن حجر التوفی ۸۵۴ھ) صفحہ ۲۵۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

[2]......﴿''نزهة النظر شرح نخبة الفکر'' (حافظ احمد بن علی ابن حجر التوفی ۸۵۴ھ) صفحہ ۳۶۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

صاحب دراسات نے کہا ان کتابوں کی وہ احادیث جن پر کلام کیا گیا دو سو دس (۲۱۰) احادیث ہیں جن میں بتیس (۳۲) متفق علیہ اور اٹھتر (۷۸) بخاری میں اور سو (۱۰۰) مسلم میں ہیں"

فوٹو حوالہ ﴿"نزهة النظر شرح نخبة الفكر" صفحہ ۳۶، ۳۷۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

بالقبول وهذا التلقى وحده اقوى فى افادة
العلم من مجرد كثرة الطرق القاصرة عن
التواتر الا ان هذا يختص بما لم ينتقده احد

من الحفاظ مما فى الكتابين و بما لم يقع التخالف بين مدلوليه مما وقع
فى الكتابين حيث لا ترجيح لاستحالة ان يفيد المتناقضان العلم

یہ تو محدثین کا قول تھا فقہاء کرام احادیث کی اس تقسیم کو محدثین کے اس طبقے کا تحکم کہتے ہیں اور اسے تسلیم کرنے کی بجائے کہتے ہیں کہ دارومدار سندِ حدیث کی جانچ پرکھ پر ہے نہ کہ بڑے بڑے ناموں کی ہیبت پر، چنانچہ امام ملا علی قاری محدث اور حنفی فقیہ "شرح شرح نزهة النظر" میں امام کمال الدین محمد بن عبداللہ السکندری المعروف "ابن ہمام" حنفی متوفی ۶۸۱ھ کی کتاب "فتح القدیر شرح ہدایہ" سے نقل فرماتے ہیں

"قال المحقق ابن الهمام فى شرح الهداية وقول من قال اصح الا حاديث مافى الصحيحين ثم ماانفرد به البخارى ثم ما انفرد به مسلم ثم مااشتمل على شرطهما من غيرهما ثم مااشتمل على شرط احد هما تحكم لا يجوز التقليد فيه اذ الاصحية ليست الا لاشتمال رواتهما على الشروط التى اعتبراها فاذا فرض وجود تلك الشروط فى رواة حديث فى غير الكتابين افلا يكون الحكم باصحية مافى الكتابين عين التحكم ثم حكمهما او احدهما بان الراوى المعين مجتمع تلك الشروط ليس مما يقطع فيه بمطابقة الواقع فيجوز كون الواقع خلافه وقد اخرج مسلم عن كثير فى كتابه ممن لم يسلم من غوائل الجرح و كذا فى البخارى جماعة تكلم فيهم فدارالامر فى الرواة على اجتهاد العلماء فيهم و كذا فى الشروط حتى ان من اعتبر شرطا والغاه آخر يكون مارواه الآخر مما ليس فيه ذلك الشرط عنده مكافيا لمعارضة المشتمل على ذلك الشرط و كذا فيمن ضعف راويا ووثقه الاخر نعم تسكن نفس غير المجتهد ومن لم يخبر امر الراوى بنفسه الى مااجتمع عليه الاكثر اما المجتهد فى اعتبار الشرط وعدمه والذى خبر الراوى فلا يرجع الا الى رأى نفسه (اه فتح القدير)فاذا صح الحديث فى غير الكتابين يعارض مافيهما" [1]

---

[1]..... ﴿"شرحُ شرحِ نخبة الفكر" (علامہ علی بن سلطان محمد الہروی القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ) صفحہ ۳۸۶، ۳۸۷۔ مطبوعہ دار ارقم بیروت﴾

☆..... ﴿"شرحُ شرحِ نخبة الفكر" (علامہ علی بن سلطان محمد الہروی القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ) صفحہ ۶۸، ۶۹۔ مطبوعہ اسلامیہ کوئٹہ﴾

امام ابن ہمام نے شرح الھدایۃ میں فرمایا کہ اس شخص کا قول جس نے یہ کہا کہ سب سے زیادہ صحیح حدیث وہ ہے جو صحیحین میں ہو پھر وہ جو بخاری اس کے ساتھ منفرد ہوں، پھر وہ جو مسلم اس کے ساتھ منفرد ہوں، پھر جو ان دونوں کی مشترکہ شرط پر پوری ہو، اور روایت کسی دوسرے نہ کی ہو پھر وہ جو ان میں سے کسی ایک کی شرط پر مشتمل ہو، یہ قول سینہ زوری اور حکومت چلانا ہے، اس قول کی تقلید جائز نہیں، کیونکہ یہ اصح ہونا اور کسی وجہ سے نہیں سوائے اس کے کہ صحیحین کے راوی ایسی شروط پر مشتمل ہیں جو ان دونوں حضرات (مؤلفین) نے معتبر سمجھی ہیں تو جب یہی شروط بالفرض ان دونوں کتابوں کے علاوہ کسی اور کتاب کے راویوں میں موجود ہوں تو اس کتاب کا معتبر ہونا بھی ان دونوں (کتابوں) کی مثل قرار پا جائیگا پھر ان دونوں کتابوں کی حدیث کو اصح کہنا عین تحکم (حکومت چلانا) نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ پھر ان دونوں حضرات کا یا ان میں سے کسی ایک کا یہ حکم لگانا کہ فلاں معین راوی جس میں ان کی شرائط پوری کی پوری پائی جاتی ہیں ایسی بات نہیں کہ اس کی وجہ سے یہ یقین کر لیا جائے کہ ان کی بات واقعہ کے مطابق ہے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ واقعہ اسکے خلاف ہو مثلاً امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ایسے بہت سے راویوں سے روایت رکھی ہے جو جرح کی آفات سے نہیں بچ سکے، اسی طرح بخاری میں روایوں کی ایک جماعت ہے جن میں کلام کیا گیا ہے تو راویوں کے بارے میں حکم کرنے کا مدار اجتہاد علماء پر ہو گیا اور اسی طرح شروط کے بارے میں بھی ہے یہاں تک کہ ایک شخص نے ایک شرط کا اعتبار کیا دوسرے نے اس شرط کو لغو قرار دے دیا تو وہ دوسرا جو روایت کر رہا ہے اس میں پہلے والی شرط نہیں پائی جاتی پھر بھی وہ حدیث اس حدیث کے مقابلہ میں اس دوسرے کے نزدیک برابر کی قوت رکھتی ہے (پہلے شخص کی روایت کا مقابلہ کر سکتی ہے) اس طرح کوئی ایک صاحب کسی راوی کو ضعیف قرار دے، دوسرے نے اسکو ثقہ قرار دیا، تو یہ بھی اسی اجتہادی اختلاف پر آ گیا (تو جس کے نزدیک راوی ثقہ ہے اس کے نزدیک حدیث صحیح ہوگی) ہاں یہ بات ہے کہ تصحیح اور غیر تصحیح حدیث کے بارے میں جو شخص اجتہاد نہیں کر سکتا، اور وہ جو راوی کے معاملے کو خود نہیں پرکھ سکتا اس کا دل اس بات پر اطمینان پاتا ہے جس پر اکثر متفق ہو گئے ہوں۔ رہا مجتہد تو وہ کسی شرط کے اعتبار اور عدم اعتبار میں اور وہ شخص جس نے راوی کو ذاتی مشاہدہ سے پرکھ رکھا ہے کسی راوی اور اس کی حدیث کے بارے میں صرف اپنی رائے پر اعتماد کرتا ہے۔ (ابن الھمام کا کلام ختم ہوا) ملا علی القاری لکھتے ہیں تو جب ان دو کتابوں کے علاوہ کسی اور کتاب کی حدیث صحیح ثابت ہو تو وہ ان دونوں کی حدیث کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

علامہ ابن الھمام کا کلام ان کی اپنی تصنیف فتح القدیر شرح ہدایہ جزء اول صفحہ ۳۸۸، ۳۸۹ (مطبوعہ بیروت اور مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) پر بھی موجود ہے۔

فوٹوحوالہ «"شرحُ شرح نخبة الفكر" صفحہ ۳۸۶، ۳۸۷۔ مطبوعہ دارارقم بیروت»

دونه.

(وإن كان) أي الخبر (على شرط أحدهما، فيُقدَّم شرط البخاري وحده على شرط مسلمٍ وحده تبعاً لأصلِ كلٍّ منهما) قال المحقق ابن الهُمَام في «شرح

الهداية»[1]: وقول مَن قال: أصح الأحاديث ما في الصحيحين، ثم ما انفرد به البخاري، ثم ما انفرد به مسلم، ثم ما اشتمل على شرطهما، ثم ما اشتمل على شرط أحدهما تحكّم لا يجوز التقليد فيه، إذ الأصَحِّيَّةُ ليس[2] / إلا لاشتمال رواتهما على الشروط التي اعتبراها[3] فإذا فرض وجود تلك الشروط في رواة حديث في غير الكتابين أفلا يكون الحكمُ بأصحية ما في الكتابين عينَ التحكُّم؟ ثم حكمهما، أو أحدهما بأنَّ الراوي المعيَّن مُجتمِع تلك الشروط [ليس][4] مما يُقطَع فيه بمطابقة الواقع، فيجوز كون الواقع خلافه.

وقد أخرج مسلم عن كثيرٍ في كتابه ممن لم يَسْلَم من غوائل الجرح، وكذا في البخاري جماعة تُكُلِّم فيهم. فدار الأمر في الرواة على اجتهاد العلماء فيهم، وكذا في الشروط[5] حتى إنَّ مَن اعتبر شرطاً وألغاه آخر يكون ما رواه الآخر مما ليس فيه ذلك الشرط عنده مكافئاً لمعارضته المشتمل على ذلك الشرط، وكذا فيمن ضعَّف راوياً ووثّقه[6] الآخر. نعم، تسكن نفس غير المجتهد، ومَن لم يَخْبُر أمرَ الراوي بنفسه إلى ما اجتمع عليه الأكثر، أما المجتهد في اعتبار الشرط[7] وعدمه، والذي خَبَر الراوي فلا يرجع إلا إلى رأي نفسه، فإذا صح الحديث في غير الكتابين يُعارِض ما فيهما.

(فخرج) أي ظهر (لنا من هذا) أي الذي ذكر من قوله[8]: يتفاوت إلى هنا، (ستة أقسام):

کاتب الحروف نے متنِ حدیث کا جواب پوری وضاحت کے ساتھ دے دیا اور ثابت کیا کہ اس روایت سے ہمارے آقا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عظمت ثابت ہوتی ہے یہ حدیث ہماری دلیل ہے ذلت کے قائلین کی دلیل نہیں بن سکتی اس کے بعد یہاں تک باقی کلام کا مقصد یہ اشارہ کرنا ہے کہ اس روایت کی سند میں کلام کی گنجائش تھی لیکن غیر ضروری سمجھتے ہوئے اس سے اجتناب کیا ہے۔

ایک ممکنہ اعتراض اور اس کا جواب

اس قسم کی ایک اور روایت بھی ہے ممکن ہے کوئی اس سے استدلال کی کوشش کرے۔ پہلے وہ روایت نقل کی جاتی ہے اس کے بعد پھر اس کی تشریح کی جائیگی۔ ان شاء اللہ العزیز

"عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ بَیْنَا النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم سَاجِدٌ وَحَوْلَہٗ نَاسٌ مِنْ قُرَیْشٍ جَآءَ عُقْبَۃُ بْنُ اَبِیْ مُعَیْطٍ بِسَلَاجَزُوْرٍ فَقَذَفَہٗ عَلٰی ظَھْرِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمْ یَرْفَعْ رَأْسَہٗ فَجَاءَ تْ فَاطِمَۃُ فَاَخَذَتْہُ مِنْ ظَھْرِہٖ وَدَعَتْ عَلٰی مَنْ صَنَعَ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ الْمَلَأَ مِنْ قُرَیْشٍ اَبَاجَھْلِ بْنَ ھِشَامٍ وَعُتْبَۃَ بْنَ رَبِیْعَۃَ وَشَیْبَۃَ بْنَ رَبِیْعَۃَ وَاُمَیَّۃَ بْنَ خَلَفٍ اَوْ اُبَیَّ بْنَ خَلَفٍ شُعْبَۃُ الشَّاکُّ فَرَاَیْتُھُمْ قُتِلُوْا یَوْمَ بَدْرٍ فَاُلْقُوْا فِیْ بِئْرٍ غَیْرَ اُمَیَّۃَ اَوْ اُبَیٍّ تَقَطَّعَتْ اَوْصَالُہٗ فَلَمْ یُلْقَ فِی الْبِئْرِ" [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کی حالت میں تھے اور آپ کے اردگرد کفار قریش کے کچھ لوگ موجود تھے عقبہ بن ابی معیط ایک اونٹ کی اوجڑی لے آیا پھر اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پاک پر ڈال دیا تو آپ نے اپنا سر مبارک سجدہ سے نہ اٹھایا (سیدہ) فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا آئیں اور اسے آپ

[1]...... «"الصحیح البخاری" (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری التوفی ۲۵۶ھ) جلد اول صفحہ ۵۴۳، ۵۴۴۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی»

صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت سے اٹھالیا اور انہوں نے دعا کی اس کے خلاف جس نے یہ کام کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے اللہ پکڑ قریش کے سرداروں کو ابوجہل بن ہشام کو عتبہ بن ربیعہ کو شیبہ بن ربیعہ کو اور خلف کے بیٹے کو جس کا نام امیہ ہے یا ابی ہے یہ شک (اس حدیث کے راوی) شعبہ کو ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو میں نے ان تمام (مذکورہ بالا کافروں) کو بدر کے دن دیکھا کہ وہ قتل کردیئے گئے پھر انہیں ایک کنویں میں پھینک دیا گیا ماسوائے (خلف کے اس بیٹے کے جس کے نام میں شک ہے) امیہ بن خلف یا ابی بن خلف کے اس کے جوڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے تھے تو اسے کنویں میں نہ ڈالا گیا۔

اس روایت کے پیش نظر شاید کوئی یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (معاذ اللہ) ذلت ثابت ہو رہی ہے تو اس پر بھی وہی جواب ہے کہ دشمنوں کے مجمع کو جن کے پیچھے سارا شہر کھڑا تھا یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ کھل کر سامنے آئیں اور اس طرح کی گھٹیا حرکت کا ارتکاب کریں جب انہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہیں تب سوچا کہ اب ہم کوئی شرارت کریں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مقابلہ میں نہیں آئیں گے بلکہ اپنی نماز میں مصروف رہیں گے اس لئے انہوں نے یہ شرارت کی۔ یہ حدیث بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقار اور عزت کی دلیل ہے کہ دشمنوں کے اس اتحاد میں اتنی بھی جان نہیں تھی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر کوئی حملہ کرسکیں جوان کافروں کی کمزوری اور خوف کی دلیل ہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ایک اعتراض کا جواب

ایک جدید نجدی نے اپنے پیشوا شاہ اسمٰعیل دہلوی کی حمایت میں یہ کہا کہ مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ قبل ہجرت کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) ذلت ثابت تھی وہ شعر یہ ہے

کثرت بعد قلت پہ اکثر درود　　　　عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام

معترض کا کہنا یہ ہے کہ اس شعر کا مطلب یہ بنتا ہے کہ (نعوذ باللہ) پہلے پہل بعد اعلان نبوت قبل ہجرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے متصف تھے جبکہ کچھ عرصہ بعد یعنی بعد ہجرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ اور اقتدار حاصل ہوا تو آپ سے یہ وصف دور ہو کر آپ کو عزت ملی۔

جواب

اس الزام کی بناء اس شعر کی اردو عبارت کے نہ سمجھنے پر ہے دراصل شعر کے دونوں مصرعوں میں دونوں وصف آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے ہیں۔ اور عبارت میں حذف مضاف ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے پہلے قلت تھی جو بڑھ کر کثرت میں تبدیل ہوگئی۔ اور یہ مضمون اللہ تعالیٰ کے اس قول سے لیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَاذْكُرُوٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ'' [1]

(اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یاد کرو جب تم (تعداد) میں تھوڑے تھے زمین میں کمزور سمجھے گئے تھے تم ڈرتے تھے کہ (کافر) لوگ تمہیں زبردستی اٹھا کر نہ لے جائیں پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک محفوظ جگہ عطا فرمائی، اور اپنی نصرت سے تمہیں قوت بخشی''

یاد رہے کہ اس خطاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں۔ بلکہ امت کو یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں قلت کے بعد کثرت اور خوف کے بعد بے خوفی عطا فرمائی۔ قرآن پاک کی اس سے پہلی چند آیات کو ملا کر پڑھنے سے ہماری بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ''

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جاؤ جب تمہیں رسول اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندہ کر دیگی اور جان لو کہ اللہ حائل ہے آدمی اور اس کے دل کے درمیان اور یہ کہ تم (سب) اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی خاص لوگوں کو نہ پہنچے گا جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا (بلکہ ظلم سے نہ روکنے والوں کو بھی ضرور پہنچے گا) اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اور (یاد کرو) جب تم تھوڑے تھے ملک میں بے بس تھے تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اُچک نہ لے جائیں تو اس نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تمہیں قوت بخشی اور پاکیزہ چیزوں سے تمہیں روزی دی تاکہ تم شکر کرو۔ اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو اس حال میں کہ تم جانتے ہو'' [2]

---

[1]...... ''سورۃ الانفال: الآیۃ ۲۶''

[2]...... ''سورۃ الانفال: الآیۃ ۲۴ تا ۲۷'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان

مذکورہ بالا آیات سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ آپ ﷺ نہیں بلکہ آپ کے امتی ابتدائے اسلام میں تھوڑے تھے اور دشمن انہیں کمزور اور ذلیل سمجھتے تھے مگر اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی فرمانبرداری جاری رکھنے کے سبب اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں ایسی جگہ (مدینہ) پہنچادیا جہاں پر آپ ﷺ کی برکت سے اور آپ کے سبب سے ان کی قلت کثرت سے بدل گئی اور دشمنوں کے زعم میں جو ان کی کمزوری اور ذلت تھی وہ واضح قوت اور غلبہ سے تبدیل ہوکر عزت قرار پائی۔ اللہ تعالیٰ نے اول کلام اور آخر میں مؤمنوں کو تاکید فرمائی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اخلاص اور نیازمندی سے رہیں کیونکہ ان پر یہ احسان ہیں کہ وہ تھوڑے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت کردیا اور رسول اللہ ﷺ پر یہ احسان نہیں جتلایا۔ لہٰذا اس نعمت کا احسان مؤمنین پر ہے اور حصول نعمت کا سبب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے مضمون کو بیان کرتے ہیں اور بتقدیر (لفظ سبب) مضاف اس کا معنی یہ ہے کہ امت کی قلت کے بعد جو کثرت انہیں مقام بدر میں ملائکہ سے سبب حاصل ہوئی ان کیلئے سبب کثرت پر اکثر درود ہوں۔ اور امت کی (مذعومہ کفار) ذلت کو میدان بدر میں ملائکہ منگوا کر دور کرنے کے بعد ان کیلئے سبب عزت پر جو رسول اللہ ﷺ ہیں لاکھوں سلام ہوں تو قلت وکثرت اور ذلت وعزت دونوں امت کے وصف ہیں پہلا زائل اور دوسرا ثابت۔

اور آپ ﷺ کیلئے دونوں مصرعوں میں صرف ایک ایک چیز کی سببیت ہے یعنی آپ سبب کثرت ہیں، سبب قلت نہیں اور آپ سبب عزت ہیں سبب ذلت نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر سے استدلال معترض کی کم فہمی اور قرآن مجید سے بے خبری کی دلیل ہے۔ (واللہ الھادی)

نیز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین کے لئے جو "اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ" وارد ہوا ہے۔ اس کا مفسرین نے تین جواب دیئے ہیں (جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ خلاصۃً بارِدیگر عرض ہے) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ میں مفسرین نے تین معانی بیان کیے ہیں۔

(۱) مذکورہ لفظ اللہ تعالیٰ نے بولا ہے ہم نہیں بولیں گے بلکہ اس کا ترجمہ بے سامان وکم تعداد ہے اور اس وجہ سے کمزور کے الفاظ بولیں گے۔

(۲) دوسرا معنٰی یہ بتایا کہ یہاں لفظ تو ذلیل ہی رہے گا مگر یہ کفار کے گمان میں ہوگا یعنی کافر تمہیں ذلیل سمجھے ہوئے تھے۔

(۳) تیسرا معنٰی یہ ہے کہ جو مسلمان کافروں کی قوت دیکھ چکے تھے ان کا خیال تھا کہ ہم کمزور ہیں تو یہاں بھی لفظ ذلیل کی بجائے کمزور کا لفظ آ گیا۔ تفاسیر کی عبارات مع عکس پہلے گزر چکے ہیں۔

چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ لفظ "اَذِلَّۃٌ" جمع قلت ہے جب کہ صحابہ کثیر تھے لیکن جمع کثرت کا لفظ اس لئے نہیں لایا گیا تا کہ یہ ثابت ہو کہ صحابہ قلت سامان کے باوجود ان کے لئے اس آیت میں ذلۃ سے یہی مراد ہے۔ (لیکن جمع قلت لانے سے مقصود یہ بتانا ہے کہ) وہ تعداد میں تھوڑے تھے جیسا کہ یہ بات آیت کریمہ " قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ " (سورۃ آل عمران: الآیہ ۱۳) کی تفسیر (اس کتاب تفسیر غرائب القرآن میں) پہلے گزر چکی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذلت سے بے عزتی کو مراد نہیں لیا اس لئے کہ اللہ کا ارشاد گرامی ہے "اللہ ہی کے لئے عزت اور اس کے رسول کے لئے اور مؤمنین کے لئے"

یا یہ ہو سکتا ہے کہ مرادِ باری تعالیٰ یہ ہو کہ صحابہ مشرکین کے گمان میں ذلیل تھے اور مشرکین کے اعتقاد میں ذلیل تھے۔ اور کافروں کا یہ گمان ان کی قلت تعداد اور قلت اسلحہ کے پیش نظر ہو جیسا کہ (مدینہ کے) کچھ کافروں کی طرف یہ بیان کیا گیا کہ وہ کہتے تھے لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شاید صحابہ نے مکہ کافروں کی یہ انتہائی قوت وشوکت دیکھی ہوئی تھی اور جنگ بدر کے وقت تک ان کافروں پر کبھی غلبے کا اتفاق پیدا نہیں ہوا تھا اس لئے ان کے اپنے دلوں میں ان کی ہیبت واقع تھی (مفسر فرماتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ سے ڈرتے رہو اس کے رسول کے ساتھ ثابت قدم رہنے میں (مفسر کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ) تمہاری قلت اور کمزوری اور کافروں کے اندازے میں تمہارا ذلیل ہونا اور تمہارے اپنے گمان میں تمہیں ہار جانے کا خوف ہونا یہ سب میرے رسول کا ساتھ دینے کی وجہ سے دور کر دیا گیا ہے اس سے تم ہمیشہ میرے رسول کا ساتھ دیئے رکھو۔ [۱]

تفسیر کبیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس طرح یہ تینوں قول بالترتیب لکھے ہیں۔ [۲]

تفسیر قرطبی میں اس کا معنی کیا گیا "تم تھوڑے تھے" [۳]

علامہ طبری جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ اَذِلَّۃٌ کا معنی قلیل ہے۔ [۴]

علامہ خازن نے کہا اس سے مراد تعداد کی قلت ہے۔ [۵]

۱......﴿"تفسیر غرائب القرآن" (نظام الدین حسن بن محمد القمی النیشاپوری المتوفی ۷۲۸ھ) جزء ۲ صفحہ ۲۹۲۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

۲......﴿"تفسیر کبیر" (فخر الدین محمد رازی المتوفی ۶۰۴ھ) جزء ۸ صفحہ ۲۲۸۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

۳......﴿"الجامع لاحکام القرآن" (ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی المتوفی ۶۷۱ھ) جزء ۵ صفحہ ۲۹۳۔ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت﴾

۴......﴿"تفسیر جامع البیان" (ابوجعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ) جزء ۴ صفحہ ۴۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت﴾

۵......﴿"تفسیر الخازن" (علاؤالدین علی بن محمد البغدادی الخازن المتوفی ۷۴۵ھ) جزء اوّل صفحہ ۲۹۲۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

مفسرین کے اس اقوال کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہاں اَذِلَّۃٌ کے تین معنوں میں سے دو معنی راجح ہیں ان میں سے زیادہ راجح قلت کا معنی ہے اور کم راجح کافروں کے گمان میں ذلت کا معنی ہے اور ان دونوں کے دور کرنے کی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں دونوں مطلب بیان کیے ہیں۔ پہلے مصرعے میں کثرت بعد قلت کا بیان کیا یعنی صحابہ تعداد اور سامان میں اگرچہ تھوڑے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہزاروں ملائکہ بھیج کر ان کی قلت کو کثرت سے تبدیل کر دیا۔ اور دوسرے مصرعہ میں یہ بتایا گیا کہ کافروں کے گمان میں اگرچہ صحابہ کو معاذاللہ ذلیل کا لفظ بولا جاتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس روشن فتح سے خود کافروں کو ذلیل کر دیا اور صحابہ کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے فرشتے بھیج کر اپنی امداد سے غالب اور عزت والا بنا کر ظاہر کیا۔ اس لئے دوسرے مصرعہ میں کہا کہ ''عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام'' یعنی مسلمانوں کی کافروں کے اقوال اور گمان میں ذلت کو جس کی برکت سے مسلمانوں کو عزت اور غلبہ بخشا اس پر لاکھوں سلام ہوں۔

ہمارے اس بیان کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں کہیں بھی یہ لفظ نہیں کہا کہ قلت سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قلت ہے اور نہ یہ فرمایا کہ مذکورہ قلت سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والی کوئی صفت ہے اس لئے قلت اور ذلت کے بارے میں یہ سمجھنا کہ اس سے متکلم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیا ہے واضح طور پر غلط ہوتا ہے۔ پھر اس پر بس نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اسی سلام کے ایک شعر میں پہلے ہی یہ فرما چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے عزت ہی عزت ہے ایسی عزت جس میں نہ کوئی حصہ دار، نہ شریک نہ کوئی آپ کے برابر نہ کوئی آپ کی مثل، چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی سلام میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

بے سہیم وقسیم وعدیل ومثیل　　　جوہر فردِ عزت پہ لاکھوں سلام [1]

فوٹو حوالہ　　﴿''حدائق بخشش'' حصہ دوم صفحہ ۲۹۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ پاکستان﴾

۲۹۷　　حدائق بخشش (حصہ دوم)

بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل
جوہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام

یادر ہے کہ عزت ذلت کی ضد ہے جب عزت آپ کیلئے ثابت ہوئی تو ذلت آپ سے منتفی ہوئی یہاں پر دو باتیں خوب سمجھ لینے کے قابل ہیں۔

---

[1]......﴿''حدائق بخشش'' (امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی المتوفی ۱۳۴۰ھ) حصہ دوم صفحہ ۲۹۷۔ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ پاکستان﴾

ا۔ کوئی یہ نہ سوچے کہ اگر کوئی عزت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک نہیں؟ تو پھر مؤمنین کیلئے عزت کیسے ثابت ہوگئی اس شبہ کا حل یہ ہے جس طرح "لِلّٰهِ الْعِزَّةُ" میں عزت اللہ تعالیٰ کی صفت قرار پائی اس میں کوئی بندہ شریک نہیں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شریک نہیں یہ عزت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہے یہ اللہ کا وصفِ عزت نہیں نہ اس کے برابر نہ اس کے مثل نہ اس میں کوئی حصہ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت باقی مخلوق سے زیادہ محترم ہے اور آپ کے مدمقابل کسی مخلوق میں آپ کی صفت عزت کا کوئی جزو نہیں پایا جاتا مؤمنین کیلئے جو عزت ہے وہ اور چیز ہے۔

اسی لئے "لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ" میں لام جارہ مخصصہ کو بار بار لایا گیا تا کہ واضح ہو جائے کہ اللہ کیلئے عزت اور طرح کی ہے جو اسی کی خصوصیت ہے اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے "اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعاً" اللہ کا وصف عزت سارے کا سارا صرف اور صرف اللہ ہی کیلئے ہے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح ہے جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وصف عزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے مخصوص ہے دیگر مخلوق کیلئے اس طرح کی عزت نہیں اس طرح مؤمنین کی مخصوص عزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی طرح نہیں۔ اور نہ ہی کافروں کیلئے اس طرح کی عزت ہے جس طرح "لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ" کے ساتھ "اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا" (ہمارے مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں) نہیں ٹکراتا اسی طرح اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وصف عزت کا مختص ہونا مؤمنین کیلئے عزت کے ثبوت سے نہیں ٹکراتا۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس شعر کو پیش کرنے سے کاتب الحروف کا یہ مقصد ہر گز نہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے عزت مان چکے ہیں تو اگر وہ دوسری جگہ اس کے خلاف کہتے تو ان سے مؤاخذہ نہ ہوتا۔

یہ غلط استدلال ہے مرزا غلام احمد قادیانی اور عمائدین دیوبند کی طرف سے عموماً اسی نوعیت کا جواب دیا جاتا ہے کہ اگر ایک جگہ ان سے کوئی کلمۂ کفر لکھا ہوا ملا ہے تو دوسری جگہ اس کے خلاف بھی لکھا ہے۔ اس طرز استدلال کو ہمارے علماء تسلیم نہیں کرتے مگر یہاں صورتِ حال وہ نہیں ہے بلکہ زیرِ تنقید شعر میں ایسا کوئی لفظ ہی نہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ معاذ اللہ ذلت کا اطلاق یا حمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو رہا ہے۔ بلکہ معترض کا افتراء ہے۔

ہم اہل سنت کے نزدیک سلام سبب عزت اور سبب کثرت پر ہے اور قلت اور ذلت سبب سے فائدہ اٹھانے والوں کے اوصاف زائلہ ہیں جو ختم ہو گئے اور ختم ہونے کی وجہ سبب ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس بات کو تسلیم نہیں کرتا تو زیادہ سے زیادہ وہ یہی کہہ سکتا ہے کہ عزت پر سلام اور کثرت پر سلام ذلت اور قلت پر سلام تو پڑھا نہیں گیا۔ پھر کوئی کیسے یہ بات منہ پر لا سکتا ہے۔ کاتب الحروف عرض گزار ہے کہ پھر بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وصف عزت ہی منسوب ہوگا نہ کہ وصف ذلت وہ

کسی اور کیلئے ہے اس لئے کہ ضروری نہیں جب لفظ ''بعد'' دو چیزوں کے درمیان میں لایا جائے اس سے پہلی چیز اور پچھلی چیز دونوں ایک ہی شخص کے متعلق ہوں، دیکھئے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ''وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ'' ۱

اور دوسری جگہ فرمایا ''وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ'' ۲

ان آیات میں کم ضمیر کا مخاطب اور ہے اور قوم نوح اور قوم عاد جوان سے پہلے تھی وہ اور چیز ہیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ اس شعر سے معترض کا الزام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر ثابت نہیں ہوتا۔ اور دوسرا شعر واضح طور پر معترض کے عقیدہ کے خلاف تصریح کر رہا ہے لہٰذا معترض کی ساری محنت اکارت گئی۔

انبیاء کرام کو دنیاوی تکالیف کا پہنچنا ان کے مغلوب ہونے کی دلیل نہیں

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام پر بیماریاں بھی آئیں لیکن ان بیماریوں سے بھی ندوی گروہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اس لئے کہ کوئی نبی ہمیشہ بیمار نہیں رہا، کچھ دیر بیماری ان پر آئی اور پھر اسے ہٹا کر ان کے مراتب عالیہ کو بلند کیا گیا۔ اور وہ بیماریاں یا تو شیطان جنوں کی طرف سے ایذاء رسانی ہوتی تھی، تو انہیں عذاب سمجھنا قرآن مجید پہ نظر کرنے والوں کا کام نہیں ہو سکتا جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں اس طرح کی بیماری کا ذکر حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی ''اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ'' ''جب انہوں نے اپنے رب سے فریاد کی کہ شیطان نے مجھے بڑی اذیت اور سخت تکلیف پہنچائی ہے۔'' ۳

یا پھر انسانوں کی طرف سے آزمائشیں ہوئیں۔ اسی طرح کی ایک آزمائش حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند کے گم ہونے کی ہے لیکن وہ بھی ان کے بیٹوں یعنی انسانوں کی طرف سے ہے۔ ندوی صاحب اور ان کا گروہ تو عذاب کی بات کر رہے ہیں جب کہ ایسی باتوں کو عذاب سمجھنا قرآن مجید کی تردید کرنا ہے جو جان بوجھ کر کسی مسلمان سے ممکن نہیں۔

یا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں ہوتی تھیں۔ اسی طرح کی ایک آزمائش بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہے لیکن اس میں بیٹے کو ہلاک نہیں کیا گیا تا کہ اسے عذاب کہا جائے، بلکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس پر تیار پایا، تو بیٹے (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) کو اپنی قدرت سے اللہ تعالیٰ نے چھری سے نکال لیا اور باپ کو امتحان میں کامیابی کی بشارت دی اور فرمایا

۱...... ﴿''سورۃ الاعراف: الآیۃ ۶۹''﴾ ۲...... ﴿''سورۃ الاعراف: الآیۃ ۷۴''﴾

۳...... ﴿''سورۃ ص: الآیۃ ۴۱'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان﴾

"اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ" "یقیناً یہ ضرور کھلی آزمائش ہے" [1]

ظاہر ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کسی دائمی مصیبت سے ہمکنار نہیں ہونا پڑا بلکہ تھوڑی دیر کیلئے ان کی طرف ایک پریشانی کو روانہ کیا گیا جب ان کے ذہن میں پریشانی کا کوئی اثر نہیں آیا تو خود رب العزت نے اپنے کلام میں "قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا" (۲) کے ساتھ ان کی امتحان میں کامیابی کا اعلان فرما دیا اور کامیابی کے فوراً بعد انعامات کی بارش شروع فرمائی "وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ o وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ o سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ o كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ" (۳) اور ہم نے بہت بڑا ذبیحہ ان کے بدلے میں دے دیا، اور پیچھے آنے والوں میں ہم نے ان کا ذکر جمیل چھوڑا، سلام ہو ابراہیم پر، نیکی کرنے والوں کو ہم اس طرح جزا دیتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بچانا ایک نعمت تو یہ دی ہی تھی، دوسرا انعام وہ ذبیحہ عظیمہ ہے جو فدیہ کے طور پر دیا اور تیسرا بعد میں آنے والی امتوں میں ان کے ذکر خیر کو جاری رکھنے کا اعلان کیا اور چوتھا اپنی طرف سے دائمی سلام کا انعام اپنے کلام میں رکھا، اور پھر ابراہیم علیہ السلام کے اس فعل کو احسان کے قبیل سے قرار دے کر فرمایا ہم احسان والوں کو اسی طرح انعام دیا کرتے ہیں تو ندوی صاحب کا موہومہ دائمی عذاب کہاں گیا۔

سیدنا شعیب علیہ السلام اور ذلت کا جواب

شاید کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ قرآن مجید کی سورۃ ہود میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی مخالف قوم نے کہا کہ "وَاِنَّا لَنَرٰكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا" (۴) ہم تمہیں اپنے اندر ضعیف گمان کرتے ہیں۔ تفسیر جلالین میں یہاں ضعیف سے مراد ذلیل لیا گیا ہے۔ [5]

اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہاں واقعی قرآن مجید میں اس طرح مذکورہ ہے اور تفسیر جلالین میں بھی اس طرح لکھا ہے لیکن یہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ یہ تو کافروں نے کہا ہے اور ہم مسلمان ہو کر اس طرح نہیں کہہ سکتے ہاں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو کافروں کا پیروکار سمجھتا ہے تو یہ اور بات ہے تاہم کافروں نے یہ کہہ کر جھوٹ بولا ہے کیونکہ اگر وہ واقعتاً اس طرح ہوتا جس طرح وہ سمجھتے تھے تو پہلے ہی دن حضرت شعیب علیہ السلام کو شہید کر دیا ہوتا۔

۱.....﴿"سورة الصافات: الآية ۱۰۶" ترجمة القرآن "البیان" (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان﴾

۲.....﴿"سورة الصافات: الآية ۱۰۵"﴾ ۳.....﴿"سورة الصافات: الآية ۱۰۵ تا ۱۰۹"﴾ ۴.....﴿"سورة هود: الآية ۹۱"﴾

۵.....﴿"تفسیر جلالین" (جلال الدین محلی التوفی ۸۶۴ھ / جلال الدین سیوطی التوفی ۹۱۱ھ) صفحہ ۱۷۸، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

شاید پھر کوئی یہ کہہ دے کہ اسی آیت کے اگلے حصہ میں ہے"لَـرَجَمْنٰكَ"کہ ہم تمہیں رجم کر دیں گے۔ جواباً عرض ہے کہ یہ بات صحیح نہیں اس لیے کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم تمہیں رجم کر دیں گے بلکہ قرآن مجید کے مطابق کافروں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا تھا کہ"لَوْلَارَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ"(۱) اگر آپ کا"رھط"نہ ہوتا تو ہم آپ کو رجم کر چکے ہوتے۔"رھط"سے کیا مراد ہے؟ مفسرین نے اس سے حضرت شعیب علیہ السلام کا قبیلہ اور کنبہ مراد لیا ہے۔ ۲

اور وہ قبیلہ کافر تھا، گویا کافر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اپنے کافروں کے احترام کی وجہ سے آپ کو عزت والا سمجھتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ نہ ہوتے تو ہم آپ کو رجم کرتے یعنی اس لیے نہ ہم آپ کو پہلے رجم کر سکے اور نہ آگے کچھ کر سکتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ کفار کا یہ قول اللہ کے نبی سیدنا شعیب علیہ السلام کی عزت کی دلیل ہے نہ کہ ذلت کی، اور حضرت شعیب علیہ السلام نے جو جواب اپنی قوم کو دیا وہ کافروں کے گمان سے بھی باہر ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا

"قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ"

"شعیب (علیہ السلام) فرمایا کہ اے میرے (منکر) لوگو کیا میرا کنبہ تم پر اللہ سے زیادہ غلبہ والا ہے؟ اور تم نے اسے (گویا) پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔ بیشک میرا رب تمہارے سب کاموں کو (اپنے علم وقدرت کے) احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔" ۳

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ (اے منکرو) کیا میرا قبیلہ اور میرے خویش اقرباء تمہارے روبرو اللہ سے زیادہ عزت والے ہیں اور تم نے اللہ کو بھلا رکھا ہے۔ یہ دو جملے فرما کر اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام نے کنبے کی امان کو مسترد کر دیا اور صاف بتا دیا کہ میں صرف اللہ ہی کا سہارا رکھتا ہوں اس کے باوجود وہ کافر آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ بلکہ اللہ کے عذاب نے انہیں تہس نہس کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ آیت حضرت شعیب علیہ السلام کے لیے اللہ کے روبرو عزت کی دلیل ہے اور کافر اللہ کے روبرو کوئی عزت نہیں رکھتے۔ اس کے علاوہ یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام کافروں سے دب کے نہیں رہتے تھے بلکہ کافر تمام تر عداوت کے باوجود ان کے سامنے دعوی نہیں مار سکتے تھے، نہ ان پر حملہ کر سکتے تھے تو اس سے حضرت شعیب علیہ السلام کی عزت اور عظمت دنیا میں کافروں پر اور دنیا اور آخرت میں اللہ کے ہاں ظاہر ہوتی ہے۔ اور آخرت میں کافروں کا ذلیل ہونا ایسی واضح بات ہے جو اس پر کسی کلمہ گو کے سامنے دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔

۱...... ﴿"سورۃ ھود: الآیۃ ۹۱"﴾

۲...... ﴿"تفسیر جلالین"(جلال الدین محلی المتوفی ۸۶۴ھ / جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ) صفحہ ۱۷۸، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

۳...... ﴿"سورۃ ھود: الآیۃ ۹۲" ترجمۃ القرآن "البیان"(علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان﴾

قتل انبیاء سے ایک اعتراض کا جواب

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے ''وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ'' [1]

''وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ'' [2]

یہودیوں کا ایک جرم یہ ہے کہ وہ انبیاء کو قتل کرتے تھے۔ جو ناحق ہے۔

معترض شاید یہ کہے کہ قتل ہو جانا مغلوبیت کی دلیل ہے۔ اور عزت غلبے کو کہتے ہیں جب مغلوبیت آگئی تو عزت منتفی ہو کر ذلت آگئی۔ اس کے جواب میں عرض یہ ہے کہ ذلت کا یہ تصور جناب اسماعیل دہلوی صاحب سے چلا ہے اور اسماعیلی مسلک کے پیروکار تمام فرقے دیوبندی، اہل حدیث، ندوی بلکہ مودودی، جماعت مسلمین اور المسلمین سب اسی راستے پر جا رہے ہیں لیکن یہ سارے لوگ قرآن مجید سے انکار نہیں کر سکتے جیسا کہ تفصیلاً قرآن مجید کے حوالے سے بیان کیا گیا بارِ دیگر عرض ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

۱۔ ''کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ'' [3]

''اللہ نے یہ لکھ دیا کہ میں اور میرے رسول ضرور بالضرور غالب رہیں گے۔''

جس طرح اللہ تعالیٰ کے لئے کسی وقت مغلوبیت نہیں ہو سکتی اس طرح رسولوں کے لئے نہ اول میں مغلوبیت ہوتی ہے نہ آخر میں اگرچہ انہیں شہید بھی کر دیا جائے۔

۲۔ ''وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ'' [4]

''بے شک ہمارا ارشاد ہمارے مرسلین بندوں کے لئے بہت ہو چکا کہ وہ مدد کئے ہوئے ہیں اور بے شک ہمارا لشکر غالب ہونے والے ہیں۔'' جب کہ انبیاء اور رسل کا قتل مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہے۔ اور اس طرح جہاد کے دوران انبیاء کے لشکر میں سے کچھ لوگوں کا شہید ہو جانا بتواتر ثابت ہے۔ اگر اسے مغلوبیت مانا جائے تو قرآن شریف میں نعوذ باللہ تعارض کا قول کرنا پڑے گا یہ محال ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا فریق مخالف کی طرف سے قتل کیا جانا اہل حق کی مغلوبیت کی دلیل نہیں۔ قرآن مجید میں اصحاب خدود کا قصہ بیان کیا گیا ہے احادیث وتفاسیر میں اس کی تفصیل میں یہ ہے کہ

''ایک ولی لڑکے کے قتل سے بادشاہ عاجز ہو گیا تو اس لڑکے نے بادشاہ کو خود سکھایا کہ مجھے اس طرح قتل کیا جاسکتا

۱۔۔۔۔۔﴿''سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۶۱''﴾ ۲۔۔۔۔۔﴿''سورۃ آل عمران: الآیۃ ۱۸۱''﴾

۳۔۔۔۔۔﴿''سورۃ المجادلۃ: الآیۃ ۲۱''﴾ ۴۔۔۔۔۔﴿''سورۃ الصّٰفّٰت: الآیۃ ۱۷۱ تا ۱۷۳''﴾

ہے پھراس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق جب اسے قتل کیا گیا تو وہ قتل ہو گیا مگر اس کے ساتھ ہی بے شمار لوگ ایسے پکے مؤمن بن گئے کہ وہ آگ کی خندقوں میں اپنے اور اپنی آل اولاد کے پھینکے جانے کو برداشت کر سکتے تھے مگر ایمان سے نہیں پھرتے تھے۔'' [1]

وہ بچہ قتل ہو کر بھی اپنا غلبہ دکھا گیا تو ثابت ہوا کہ عام آدمی کا قتل ہو جا اور بات ہے، انبیاء ورسل عظام علیہم السلام اوران کے مقصد اور طریق کار پر چلانے والے حکمرانوں اور ان کے لشکریوں کا قتل ہونا اور بات ہے۔ یہ قتل ہو کر مغلوب اور بے عزت نہیں ہوتے بلکہ غالب رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی عزت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔

فوٹو حوالہ ''الصحیح المسلم'' جلد۲ صفحہ ۴۱۵۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

شاید کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن کریم میں ہے کہ ''اَلَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا کَانُوۡا مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یَضۡحَکُوۡنَ'' [2]

اس آیت میں ہے کہ مجرم لوگ مومنوں سے ٹھٹھا کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے اور انہیں شرمندہ کرنے کے لیے، ان کی تذلیل کے لیے ان کو دیکھ کر ہنستے تھے، تو اس سے بھی ذلت ثابت ہو سکتی ہے۔

کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ اس آیت میں یہ ذکر نہیں کہ کافر کسی نبی سے ٹھٹھا کرتے تھے بلکہ ان مومنوں کا ذکر

---

[1]...... ''الصحیح المسلم'' (ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری التوفی ۲۶۱ھ) جلد۲ صفحہ ۴۱۵۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

☆...... ''تفسیر جامع البیان'' (ابو جعفر محمد بن جریر الطبری التوفی ۳۱۰ھ) جزء۳۰ صفحہ ۱۳۳، ۱۳۴۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

☆...... ''تفسیر غرائب القرآن'' (نظام الدین حسن بن محمد القمی النیشاپوری التوفی ۷۶۸ھ) جزء۶ صفحہ ۴۷۵، ۴۷۶۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت

☆...... ''تفسیر القرآن العظیم'' (ابوالفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر الدمشقی التوفی ۷۷۴ھ) جزء۸ صفحہ ۳۶۰۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت

[2]...... ''سورۃ المطففین: الآیۃ ۲۹''

ہے جونبیوں کے امتی تھے، پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ہمارا مقصد انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کی عظمت کا تحفظ ہے، رہے باقی مومن تو ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اللہ تعالی کے ہاں وہ بھی بڑی عظمت والے ہیں لیکن اگر کافروں کی بصیرت پر پردے پڑے ہوں اور وہ انہیں ذلیل سمجھتے ہوئے ان کو تکلیف پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ اسے مومنوں کے لیے ابتلاء اور امتحان قرار دے تو اس سے مومنوں کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ مومنوں کی اصل عزت اللہ کے ہاں ہے، اگر کافر نہیں جانتے تو اس سے فرق نہیں پڑتا۔ مومنوں کی مثال ایسے سمجھیں جیسے کسی بڑے طاقتور ملک کی طرف سے کوئی انٹلی جنس کا بڑا افسر دشمن ملک میں آیا ہوا ہو اس نے اپنی باہر سے حالت ایسی بنائی ہو جس سے وہاں کے بڑے افسر اور فوج اسے ایک آوارہ اور ذلیل سمجھ کر تنگ کرتے ہوں اور وہ اس لیے خاموش ہو کہ اس کی وجہ سے اس کے بھیجنے والے ملک کو ان لوگوں کے حال جان کر ان پر حملہ کرنے کا موقعہ مل سکے۔ تو اس وجہ سے وہ فی الحقیقت ذلیل نہیں ہوتا بلکہ اسے ذلیل کرنے والوں کا برا انجام تیزی سے ان کی طرف قریب ہو رہا ہوتا ہے اور وہ خود اپنے ہاتھوں کی کمائی اور ذلت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کے احوال پر نصاریٰ کے نظریہ کی تردید

ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں نصاریٰ نے یہ کہا کہ شجرۂ ممنوعہ سے کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کی بیوی پر غضبناک ہوا، اور پھر اس کا غضب ان دونوں کی اولاد میں ہزاروں برس جاری وساری رہا یہاں تک کہ سیدنا مسیح بن مریم علیہ السلام پیدا ہو کر آدم اور اس کی تمام اولاد کے گناہوں کی طرف سے کفارہ بن کر یہودیوں کے ہاتھوں سے قتل ہو گئے تو پھر آدم علیہ السلام کو معاف کیا گیا۔

کوئی بعید نہیں کہ ندوی صاحب یا ان کے مسلکی قبیلے کا کوئی فرد یہ کہہ دے کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے شجرۂ ممنوعہ سے کھانے کے بعد اس کی سزا کے طور پر جنت کے شاہی آسائش وآرام سے نکال کر زمین پر ہمیشہ کیلئے بھیج دیا کہ آدم علیہ السلام اپنی خوراک کیلئے ہل چلاتے چلاتے وفات پا گئے مگر واپس جنت نہ پہنچ سکے اور ان کی تمام اولاد آج تک زمین پر اسی سزا کی پاداش میں موجود ہے۔

جواباً عرض ہے میرے خیال میں کوئی مسلمان یہ بات اپنے منہ سے نہیں نکال سکتا، غیر مسلم کی بات نہیں۔ تاہم بالفرض اگر کوئی یہ کہے بھی سہی تو اس کے جواب میں ہم اسے یاد دلائیں گے کہ آدم علیہ السلام کی مغفرت کا ابھی تک نہ ہونا اور ان کے کسی فعل کی سزا کے طور پر اپنی زمین پر دھکیلنا قرآن شریف کی آیات کے خلاف ہے بلکہ اس فعل کے بدلے میں ان کو سزا پہنچنا بھی عند التحقیق ثابت نہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کو ایک شجر کے کھانے سے منع فرمادیا تھا لیکن اس نے اپنی تقدیر میں یہ طے کر دیا تھا کہ نہی شرعی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام اس شجرہ سے جان بوجھ کر ہرگز نہ کھائیں گے لیکن کھانا اللہ تعالیٰ کے امر تکوینی سے ان کیلئے ضروری ہے مگر وہ بھول کر کھائیں گے اس لئے ان کی طرف سے شرعاً کوئی گناہ نہ ہوگا آدم علیہ السلام نے جب اس شجر سے کھالیا مگر ایسی حالت میں کھایا کہ آپ کو یہ بھلا دیا گیا کہ اللہ نے اس شجر سے روکا ہے تو اس شجرہ کے کھانے پر آدم علیہ السلام کو قطعاً کوئی سزا نہیں دی گئی بلکہ اس شجر کی خاصیت سے یہ ہوا کہ ان کے بدنوں پر جو جنتی لباس تھا وہ ایسا خول یا ایسا کیپسول تھا جو نہ تو میلا ہوتا تھا نہ اس میں بُو پیدا ہوتی تھی اور نہ وہ گرمی پیدا کرتا تھا بلکہ شاید ناخن کی طرح کی کوئی چیز تھی جن سے مکمل بدن کو یا اس کے اکثر حصے کو چھپا دیا گیا تھا لیکن اس شجر کی زہریلی خاصیت کی بناء پر وہ لباس اتر گیا اس کے اترنے کے بعد ان حضرات کو ایک دوسرے کے دیکھنے سے شرم آنے لگی اس لئے پتوں سے اپنے بدن کو ڈھانپنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام فرمایا کہ میں نے کیا تمہیں اس درخت سے روکا نہیں تھا؟ اور کیا تمہیں بتایا نہیں تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟

میں نے اب تمہیں یہ کوئی سزا نہیں دی بلکہ اس درخت کی زہریلی خاصیت اس طرح کی تھی۔ اور شیطان کی دعوت تو یاد تھی جبکہ ان کی طبیعت اس درخت کے کھانے سے انہیں دور رکھتی تھی تاہم انہیں وقت گزرنے کے ساتھ یہ بھول گیا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اس درخت سے روکا ہے، جب انہوں نے کھالیا اور اس کے بعد جنتی درختوں کے بڑے پتوں سے اپنے بدن کو ڈھانپ لیا، اللہ تعالیٰ نے جب ان سے یہ فرمایا، میں نے تو تمہیں روکا تھا، شیطان کی دشمنی کا تمہیں بتایا تھا، ان دونوں کریموں نے فوراً ہی اللہ تعالیٰ سے اپنی بخشش کی دعا مانگی اور اپنے اس فعل پر ندامت کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے اس نے اس مغفرت کے بعد انہیں یہ فرمایا جاؤ تم زمین پر اتر جاؤ تمہارے اجزاء میں کچھ لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہیں جبکہ جنت دشمنی کی جگہ نہیں ہے اس لئے وہ اولاد یہیں زمین پر پیدا ہوگی۔ اس لئے نہیں کہ زمین پر جانا آپ کیلئے سزا ہے بلکہ حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا ہے کہ زمین میں مختلف اور متضاد طبیعت والے انسانوں کو بسائے۔

اس بات کی تائید قرآن مجید کی ایک اور آیت سے ہوتی ہے چنانچہ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ طٰہٰ میں آیت نمبر ۱۱۵ سے لیکر ۱۲۷ تک بیان فرمایا ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام کی خود صفائی دی ہے کہ آدم علیہ السلام کو پہلے سے ایک حکم دیا ہوا تھا جسے وہ بھول گئے، رب العالمین فرماتا ہے ہم نے اُن کا قصد نہیں پایا۔ اس کے بعد اِس واقعہ کا بیان شروع فرمایا ہے پھر جہاں یہ بات آئی کہ سیدنا آدم اور حوا علیہما السلام دونوں نے اس درخت سے کھالیا جس کی وجہ سے ان کی ستر گاہیں ان کے سامنے آگئیں اور وہ جنت کے پتے اپنے اوپر لپیٹنے لگ گئے تو اللہ نے فرمایا کہ یہ آدم (علیہ السلام) کی طرف سے اس کی رب کی بارگاہ کی معصیت تھی (یعنی جو بھول کر ہوئی) لیکن اس کی وجہ سے آپ پر غویٰ طاری ہوئی۔

جب ابتدائے کلام میں یہ فرما دیا گیا کہ وہ بھول کر تھی تو پھر یہاں یہ غویٰ بمعنی کفر و گناہ کے راستے پر بھٹک جانے یا ہدایت سے بھٹک کر کفر و گناہ کے راستے پر چلنے کے معنی میں نہیں ہوگا، بلکہ واضح طور پر یہ مطلب ہوگا کہ انہیں جن آسائش اور ناز و نعم کی سہولیات عطا فرمائی تھیں وہ انہیں چھوڑ کر کسی اور راستے پر پڑ گئے، پہلی ذکر کی جانے والی آیات میں یہ فرمایا گیا تھا کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنے اس فعل پر ندامت کا اظہار بھی کیا اور دونوں نے معافی بھی مانگی مگر وہاں پر جواب مذکور نہ تھا، شاید اسی لئے ان آیات میں ان کے استغفار کو ذکر نہیں کیا گیا تاہم یہ فرمادیا گیا'' ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى '' [1]

یعنی شجرۂ ممنوعہ سے کھانے کے بعد پھر اللہ جل جلالہ کے اس کلام کے بعد جب سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ محترمہ نے اللہ کی بارگاہ میں اظہار ندامت کیا اور معافی مانگ لی تو اللہ نے فرمایا کہ'' آدم کے رب نے آدم کو چن لیا اور ان پر رجوع برحمت ہو کر ان کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں راہ سجھائی''

یہ بھی یاد رہے کہ جس طرح ''غَوٰی'' سے مراد کفر اور گناہ کی ضلالت نہیں تھی اسی طرح یہاں سیاق کلام کو پیش نظر رکھتے ہوئے ''هُدٰى'' سے مراد کفر و گناہ سے ہٹنے کی ہدایت نہیں ہوگی کیونکہ آپ پہلے ہی کفر و گناہ سے معصوم تھے پھر یہ کہ آپ نے استغفار بھی کیا اور حضرت حوا نے بھی استغفار کیا تو یہ گذشتہ امور کی توبہ ہوئی اگر وہ قصداً اور ارادتاً بھی ہوتے تو بھی استغفار ہو گیا پھر جب ان کے لیے کلام عفو ''اِجْتَبٰى'' فرمادیا گیا تھا تو ہدایت کے کیا معنی؟ کیا ''اِجْتَبٰى'' پہلے ہو گیا؟ اور ہدایت بھی نہیں ہوئی تھی۔ نہیں بلکہ موافقت بین الآیتین کیلئے ہدایت سے مراد واپس جنت میں آنے کی راہ پانا ہے جو آدم و حوا کیلئے تھی کہ وہ وفات کے بعد وہاں پہنچ گئے۔ اور ان کی اولاد کیلئے ہدایت نبیوں اور رسولوں پر نازل ہونے والی وحی کی اتباع کرتے ہوئے اچھے عقائد اور اچھے اعمال کو اپنانا تھا جسکا ذکر اگلی آیات میں اس طرح بیان ہوا'' فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى '' (۲) اگر تمہارے پاس ہماری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو ہدایت کی اتباع کرے گا وہ نہ جنت کی راہ سے بھٹکے گا اور نہ ہی بد بخت ہوگا۔ یہ پیغام اولادِ آدم کیلئے تھا اس سے پہلے ارشاد ہوا'' قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا '' (۳) فرمایا تم دونوں ایک ساتھ یہاں سے (زمین پر) اتر جاؤ۔

بنظر انصاف دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود صفائی دی کہ ان سے حکم کی بھول ہو گئی یعنی ان سے گناہ ہوا ہی نہیں پھر اس کے بعد فرمایا'' ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ '' (۴) پھر اللہ جل جلالہ نے انہیں اپنا برگزیدہ بنا لیا اور ان کی اس توبہ کو قبول فرمایا تو جو اس بلا ارادہ کام سے کر رہے تھے تو اب یقیناً کسی طرح کا کوئی جرم نہیں رہا حقیقتاً تو پہلے بھی

۱...... ﴿''سورۃ طٰہٰ :الآیۃ ۱۲۲''﴾ ۲...... ﴿''سورۃ طٰہٰ :الآیۃ ۱۲۳''﴾

۳...... ﴿''سورۃ طٰہٰ :الآیۃ ۱۲۳''﴾ ۴...... ﴿''سورۃ طٰہٰ :الآیۃ ۱۲۲''﴾

نہیں تھا جو بظاہر اور صورۃً تھا وہ بھی توبہ قبول ہونے سے ختم ہوگیا۔ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا نیچے اترو! تو وہ نیچے اترنا کسی جرم کی سزا نہیں ہوسکتی بلکہ وجہ یہی تھی کہ تمہاری اولاد میں سے ایک دوسرے کے دشمن پیدا ہونگے جو ایک دوسرے کو قتل کریں گے اس لئے تم انہیں زمین پر ولادت دو۔ اس مضمون کو مزید تائید سورۃ بقرہ کی ان آیات سے ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

''وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوٓا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّيٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْأَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ○ قَالُوا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ○ قَالَ يٰٓاٰدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَآئِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ إِنِّيٓ أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ○ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوٓا إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ○ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِينَ ○ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلٰى حِينٍ ○ فَتَلَقّٰىٓ اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَآ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ○

''اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا بیشک میں بنانے والا ہوں زمین میں (اپنا) نائب، انہوں نے کہا کیا تو اس میں اسے (نائب) بنائے گا جو وہاں فساد کرے اور خون بہائے؟ اور ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں، فرمایا بیشک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اور اللہ نے آدم کو سب (چیزوں کے) نام سکھادیئے پھر ان سب (چیزوں) کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا تم مجھے ان (چیزوں) کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے کہا تو پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جو تو نے ہمیں سکھایا بیشک تو ہی بہت جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ فرمایا اے آدم بتادو انہیں سب چیزوں کے نام تو جب آدم نے انہیں سب کے نام بتادیئے، فرمایا کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں سب چھپی چیزیں آسمانوں اور زمینوں کی اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے تھے۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اس نے انکار کیا اور تکبر کیا وہ کافر ہوگیا۔ اور ہم نے فرمایا اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو، اور اس سے بافراغت کھاؤ جہاں چاہو، اور اس درخت

کے قریب نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔تو شیطان نے انہیں اس درخت کے ذریعے پھسلایا اور جہاں وہ رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا تم (سب) نیچے اُترو اور بعض تمہارے بعض کے دشمن ہوں گے اور تمہارے لئے ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھکانہ اور فائدہ اٹھانا ہے۔ پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ ان پر رجوع برحمت ہوا، بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جن لوگوں نے میری ہدایت کی پیروی کی تو ان پر نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔'' [1]

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کے واقعہ کو بیان فرمایا لیکن یہاں بھی کمالِ بلاغت سے ابتدائے کلام میں اس بات کو رکھا کہ آدم علیہ السلام ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے کہ اللہ نے ملائکہ سے ارشاد فرمایا کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے لگا ہوں۔تا کہ ابتدائے کلام سے یہ پتہ چل جائے کہ آدم علیہ السلام کا زمین پر تشریف لے جانا از روئے اعزاز اللہ تعالیٰ نے پہلے سے طے کر دیا تھا پھر اس کے بعد دوسری ابتداء یہ قرار دی کہ ملائکہ نے اس پر کہا کہ تو انہیں بنانے لگا ہے جو اس میں قتل و غارت اور فساد کریں گے۔اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے کلام میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ''اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا'' کیا تو اس میں خلیفہ ایسے شخص کو بنا رہا ہے اور یہ محال تھا کہ فرشتے جو خود بھی معصوم ہیں اللہ کے معصوم خلیفہ پر کوئی جھوٹا الزام تراش کر خود گناہ گار ہو جاتے، بلکہ انہوں نے یہ بات جان لی کہ اس کی اولاد بھی ہوگی اس میں قاتل اور فسادی ہونگے اس لئے اللہ نے انہیں جھوٹا قرار نہیں دیا بلکہ یہ فرمایا میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اگر وہ آدم علیہ السلام کی ذات پر یہ الزام لگاتے تو اللہ فرماتا تم جھوٹ کہہ رہے ہو اور جہالت سے بات کر رہے ہو تم سزا بھگتو اور عذاب کیلئے تیار ہو جاؤ لیکن اس طرح کی کوئی بات نہیں فرمائی، فرشتوں کا کلام نقل کر کے اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوسری بات یہ سمجھائی کہ آدم علیہ السلام کی خلقت کا اصل مقصد اگرچہ انہیں اپنا نائب قرار دینا تھا لیکن اس کا ذیلی اور طبعی نتیجہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنی مفسد اور قاتل اولاد کو زمین پر چھوڑ آئیں پھر ان کے بعد اللہ جو چاہے گا فیصلہ دے گا۔

آگے چل کر آدم علیہ السلام کیلئے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دینا اور ان سب کا سجدہ کرنا ذکر فرمایا پھر شیطان کی کوششوں کا ذکر فرمایا پھر فرمایا اس کے بعد ہم نے انہیں کہا کہ تم سب نیچے اتر جاؤ۔اب تمہاری رہائش زمین میں ہوگی اور تمہارے برتاؤ کا سامان بھی زمین میں ہوگا اور تمہیں ایک وقت تک وہاں رہنا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم توبہ نہیں کرتے تمہارے جرم

---

[1] ''سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۳۰ تا ۳۹'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشنز ملتان

کی یہ سزا ہے کیونکہ جرم تو تھا ہی نہیں پھر سزا کیسی؟

یہ تو ان کی تخلیق کا مقصد تھا اس لئے اس کے فوراً بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کرلی یعنی ابھی وہ جنت ہی میں تھے ان کی اس ممنوع کے صورۃً ارتکاب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو معافی دے دی جس سے انہیں یہ خیال آسکتا تھا کہ یہ اگر سزا تھی تو جرم ختم ہونے کے ساتھ ختم ہوئی اس لئے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ فرمایا'' قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا''

تاکہ ثابت ہوجائے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کا زمین پر اترنا بطور سزا نہیں بلکہ حکمتِ الٰہی میں مقرر شدہ اس اعزاز و اکرام کا حصہ ہے جس کا فرشتوں کے سامنے'' اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃ'' فرما کر اظہار فرمایا تھا۔ لہٰذا نصاریٰ کے اس نظریہ کی مکمل تردید ہوگئی اور اس کے ضمن میں ممکنہ تمام اعتراضات جڑ سے کٹ گئے۔ **والحمد للہ علی ذلک**

'' اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ '' سے ممکنہ اعتراض کا جواب

ہوسکتا ہے کہ کوئی یہ اعتراض کرے کہ قرآن مجید میں حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کا اعتراف ہے کہ

'' اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ '' [1]

جس کا واضح معنی یہ ہے کہ نوح علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے آپ پر کافروں کے غالب آجانے اور اپنے مغلوب ہوجانے کا اقرار کرتے ہوئے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی'' اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ '' کہ (کافر مجھ پر غلبہ کرگئے ہیں اور) میں مغلوب ہوگیا ہوں تو میرا انتقام لے۔

معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ عزت کا معنی غلبہ ہوتا ہے اور غالب کیلئے عزت ہوتی ہے اور اس کے مغلوب سے وہ عزت منفی ہوجاتی ہے، مسلوب ہوجاتی ہے، چھن جاتی ہے تو یہ اس کی ذلت ہوتی ہے۔ غالب تو عزت والا ہوتا ہے اور مغلوب ذلت والا ہوتا ہے تو اب آپ سیدنا نوح علیہ السلام کے اس اقرار کے بعد کیسے ان سے ذلت کی نفی کرسکتے ہیں اور یہ ذلت کافروں کے سامنے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تو معترض کا مقصد ثابت ہوگیا۔

قارئین کرام! قرآن مجید کے معنی کو سمجھنے کیلئے علم تفسیر کی ضرورت کا انکار صرف چکڑالوی اور پرویزی کرتے ہیں ورنہ باقی تمام علماء کے نزدیک تفسیر ہی قرآن کے معنی کو بیان کرتی ہے لیکن سب سے اعلیٰ تفسیر'' تفسیر القرآن بالقرآن'' ہے۔

پھر اس کی استقراءً دو قسمیں ہیں

۱۔ اللہ تعالیٰ ایک لفظ کا خود کوئی معنیٰ بیان فرمادے، یا کسی عموم کے بعد اس کی تخصیص بھی بیان فرمادے

---

[1]...... ﴿''سورۃ القمر: الآیۃ ۱۰''﴾

جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ'' یہاں تک اس آیت میں ہر ایک سے علم غیب باطلاع الٰہی کی نفی کی گئی تھی مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ ''وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ'' (۱) فرما کر یہ بتا دیا گیا کہ علم غیب اللہ تعالیٰ رسولوں کو بتاتا ہے تو وہ تمام آیتیں اور بالخصوص اس آیت کا پہلا حصہ جس میں علم غیب کی ماسوا اللہ کے ہر ایک سے نفی کی گئی ہے تخصیص پا کر مفسر ہو گیا اور ''وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ'' اس کی تفسیر قرار پا گئی۔

۲۔ تفسیر کی دوسری قسم یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس طرح کی وضاحت تو نہ ہو لیکن دو یا دو سے زیادہ آیات اس طرح کی پائی جائیں جو بظاہر متضاد معنی پر دلالت کرتی ہوں اس صورت میں تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ

''قرآن مجید کی آیات میں فی الحقیقت کوئی تعارض نہیں ہوتا بلکہ فہم کی کمی سے یہ وہم ہوتا ہے، اس لئے ان آیات کا ایسا معنی کرنا لازم ہو جاتا ہے جس سے وہ ظاہری تعارض ختم ہو جائے جو ناقص الفہم کو پیش آ سکتا ہے اور تعارض کے باقی رکھنے والے معنی پر اصرار کرنا حرام ہے'' ملخصاً ۲

مفسرین کے اس متفقہ قاعدے کے پیش نظر ہم زیر بحث آیت کے مضمون پر پھر غور کرتے ہیں آپ اس سے پہلے ملاحظہ فرما چکے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(الف) ''کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ''

''اللہ نے لکھ دیا ہے کہ یقیناً ضرور میں اور میرے رسول غالب ہو کر رہیں گے۔'' ۳

(ب) ''وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِنَّھُمْ لَھُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ''

''اور بے شک ہماری بات پہلے ہو چکی ہمارے (مرسل) بندوں کے حق میں کہ یقیناً وہی مدد کئے ہوئے ہیں اور بے شک ہمارا ہی لشکر ضرور غلبہ پانے والا ہے۔'' ۴

(ج) ''اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ''

''(لوگو) خبردار ہو جاؤ بے شک اللہ کا لشکر ہی فلاح (کامیابی) پانے والے لوگ ہیں۔'' ۵

اگر اللہ کے رسول اور انبیاء اللہ تعالیٰ کے جند (لشکر) اور اللہ کے حزب نہیں تو اور کون ہو سکتا ہے؟ اور صاف

۱...... ''سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۱۷۹''

۲...... ''الاتقان فی علوم القرآن'' (جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ) جزء دوم صفحہ ۲۷۔ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

۳...... ''سورۃ المجادلۃ: الآیۃ ۲۱'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان

۴...... ''سورۃ الصافات: الآیۃ ۱۷۱ تا ۱۷۳'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان

۵...... ''سورۃ المجادلۃ: الآیۃ ۲۲'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکشر ملتان

فرمایا "وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ" یہ تمام آیات بینات بتارہی ہیں کہ کافروں پر رسولوں کا غلبہ اور رسولوں کی عزت اللہ کا فیصلہ ہے جو ہرگز کبھی نہیں ٹل سکتا "قَوْلُہُ الْحَقُّ وَلَہُ الْمُلْکُ" (۱) اسی کا قول حق ہے اور اسی کا یہ سارا ملک ہے۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ ان آیات کثیرہ کے مقابلہ میں ایک آیت یہ کہے کہ کافر غالب آگئے اور اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مغلوب ہوگیا اس لئے اس آیت کا کوئی ایسا معنی کرنا لازمی ہے جو مذکورہ بالا آیات سے مطابقت رکھتا ہو۔

معترض کا اعتراض اس وقت بن سکتا ہے جب وہ کہے کہ حضرت سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ میں ہار چکا ہوں میری مدد کر۔ اور یہ معنی صحیح نہیں اس لیے کہ "میں ہار چکا" ماضی ہے اور لفظ مغلوب اسم مفعول کا صیغہ ہے یہ حال اور استقبال کے علاوہ اگرچہ ماضی کا معنی بھی دیتا ہے لیکن ماضی کا معنی دینے کے لئے شرط ہے کہ وہ معرف بالام ہو اور یہاں مغلوب نکرہ ہے معرف بالام نہیں۔ شرح ابن عقیل میں ہے "جمیع ما تقدم فی اسم الفاعل من انہ کان مجردا عمل ان کان بمعنی الحال او الاستقبال بشرط الاعتماد وان کان بالالف والام عمل مطلقایثبت لاسم المفعول فتقول امضروب الزیدان الآن او غدا او جاء المضروب ابو ھما الآن او غداً او امس" ۲

اسم فاعل میں جو فوائد گزر چکے ہیں وہی اسم مفعول میں بھی ہیں۔ یہ کہ اگر اسم مفعول الف لام سے خالی ہو تو اس کا عمل حال اور استقبال کے معنی میں ہوتے ہوئے جاری ہوگا بشرطیکہ اس کا اعتماد ان چیزوں پر ہو جس پر اعتماد اس فاعل کے لئے ضروری تھا اور اگر اسم مفعول الف لام کے ساتھ ہو، تو فاعل کا تمام عمل اسم مفعول کے لئے بلاکسی قید استعمال ہوگا (یعنی ماضی، حال اور استقبال دونوں زمانوں کا معنی دے سکے گا) تو (جب حال یا استقبال کے معنی میں ہو تو بغیر الف لام کے اس طرح ہوگا) کہو گے "امضروب الزیدان الآن او غدا" کیا دونوں زید پیٹے جارہے ہیں اب یا کیا دونوں زید پیٹے جائیں گے کل۔ اور جب الف لام کے ساتھ ہو تو یوں کہا جائے گا "جاء المضروب ابو ھما الآن او غدا او امس" آئے وہ شخص جن دونوں کا باپ مضروب ہوا کل، یا مضروب ہو رہا ہے اب، یا مضروب ہوگا کل آئندہ۔

فوٹو حوالہ ﴿"شرح ابن عقیل" جزء ۳ صفحہ ۱۲۱۔ مطبوعہ دار التراث القاھرہ﴾

جميعُ ما تقدَّمَ في اسم الفاعل — من أنه إن كان مجرداً عَمِلَ إن كان بمعنى الحال أو الاستقبال ، بشرط الاعتماد ، وإن كان بالألف واللام عمل مطلقاً — يَثْبُتُ لاسم المفعول ؛ فتقول : « أمَضْرُوبٌ الزَّيْدَانِ — الآنَ ، أو غداً » ، أو « جاءَ المَضْرُوبُ أبُوهُمَا — الآنَ ، أو غداً ، أو أمسِ » .

۱......﴿"سورۃ الانعام: الآیۃ ۷۳"﴾

۲......﴿"شرح ابن عقیل" (قاضی بہاء الدین عبداللہ بن عقیل المصری الھمدانی التوفی ۷۶۹ھ) جزء ۳ صفحہ ۱۲۱۔ مطبوعہ دار التراث القاھرہ﴾

ابن عقیل اور شرح ابن عقیل کے حوالہ سے بات سامنے آگئی کہ اس آیت میں لفظ مغلوب چونکہ بغیر الف لام کے ہے اس لئے اس کا یہ معنی ہو سکتا ہی نہیں کہ سیدنا نوح علیہ السلام کافروں سے مغلوب ہو چکے تھے۔ پھر غلبہ کوئی ایسی شئی نہیں کہ اس میں استمرار تجددی پایا جائے جیسے ''ضَرَبَ'' میں ہوتا ہے لہذا اگر یہاں حال کے معنی کئے جائیں تو اس بحث میں پڑے بغیر کہ حال کا کوئی اپنا وجود ہوتا ہے وہ صحیح نہیں ہوگا کیونکہ بولنے سے قبل وہ غلبہ کم از کم ماضی ہو چکا ہوگا تو معنی یہ ہوگا۔ لہذا باقی نہ رہا مگر مستقبل کا معنی۔ اور اس میں ہماری پیش کردہ آیات سے کوئی تعارض نہیں یعنی تمام آیتوں کی طرح یہ آیت بھی بتا رہی ہے کہ رسولِ مقدس حضرت نوح علیہ السلام پر اس دعا سے نہ پہلے مغلوبیت واقع ہوئی اور نہ اس وقت تھی، جس کا مطلب صرف یہی ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے صرف استدعا کی کہ رب کریم ساڑھے نو سو سال تک میں نے کافروں کا ظلم وستم، ان کی مسخریاں، ان کی نافرمانیاں اور گستاخیاں برداشت کیں ہیں، ان کا ظلم وستم تو روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اور میرا صبر بھی جاری ہے۔ تاہم مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرے صبر کی انتہا نہ ہو جائے اور اپنے ''مقصدِ رسالت'' تبلیغ کو چھوڑ کر خاموش ہو کر نہ بیٹھ جاؤں تو تو اس سے پہلے میری مدد فرما اور میری طرف سے کافروں سے مجھ پر ظلم کا انتقام لے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اس دعا کے ساتھ فوراً ہی ہم نے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش سے کھول دیئے اور ہم نے ساری زمین کو چشمے بنا دیئے بہتے ہوئے'' جیسا کہ اسی سورۃ القمر کی آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴ میں ذکر کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں

''تو ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیئے، اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیئے، تو (زمین و آسمان کا) پانی (عذاب کے) اس امر پر جمع ہو گیا جو (ان کی ہلاکت کیلئے) مقدر ہو چکا تھا اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کیا جو ہماری حفاظت میں چلتی تھی، اس (نوح علیہ السلام) کا بدلہ لینے کیلئے جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔ [۱]

ثابت ہوا کہ سیدنا نوح علیہ السلام پر ایک آن کیلئے بھی مغلوبیت اور مقہوریت نہیں آئی اور نہ آپ پر ذلت وخواری واقع ہوئی۔ ہاں ان کے منکرین ظلم وگستاخی کے مرتکب ضرور ہوئے اور یہ رسل اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے غلبے کے منافی نہیں کیونکہ جب دو فریقوں کے درمیان کسی بات پر بھی مقابلہ ہو تو مقابلہ کچھ نہ کچھ دیر تو جاری رہے گا مقابلے کے آخر میں نتیجہ نکلے گا کہ دونوں برابر رہے تو پھر مقابلہ ہوگا، یہاں تک کہ ایک غالب اور دوسرا مغلوب ہوگا، اگر مقابلے سے پہلے معاملہ ختم سمجھا جائے تو پھر نہ کوئی غالب ہوگا نہ کوئی مغلوب۔ اور اللہ نے اپنے رسولوں کو غالب قرار دیا ہے تو مقابلہ ضروری ہوا اور اگر مقابلہ نہ ہو رہا ہو تو کسی کی مدد بھی نہیں ہوتی ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کا قول کہ ''ان کی مدد کی جایا کرتی ہے'' بھی اسی وقت صحیح ہوگا جب مقابلہ ہو اس لئے یہاں مقابلہ ضروری قرار پائے گا۔ اور مقابلہ کرنے والے گستاخی کریں تو یہ دوسرے

---

[۱]...... ''سورۃ المجادلۃ: الآیۃ ۱۱ تا ۱۴'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی التوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان

فریق کی ذلت کی دلیل نہیں ہوتی بلکہ مقابلے کے نتیجے میں جس کی شکست ہو وہی ذلیل ہوتا ہے۔

خاتمۂ بحث

اپنی بات کو اختتام کی طرف لاتے ہوئے عرض ہے کہ دہلوی صاحب کے اتباع میں کفار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالا سمجھنے والے اور کفار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فوقیت دینے والے دو قسم کے لوگ ہیں۔ایک وہ جو اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں ان میں خاں صاحب گکھڑوی اور ان کے مسلک کے دیگر پیشوا اور ابوالحسن علی ندوی، غلام اللہ خاں اور احمد سعید چتر ورگڑھی وغیرہم شامل ہیں۔اور دوسرا گروہ تقویۃ الایمان کے دہلوی مصنف کے ان اتباع کا ہے جو عقائد میں تو اس کی حامی بھرتے ہیں باقی اپنے آپ کو وہ حنفی نہیں کہلاتے بلکہ اہل حدیث کے نام معنون کرتے ہیں ان میں میاں نذیر حسین دہلوی اور ان کے مسلک کے دیگر لوگ ہیں۔اس کتاب میں ان دونوں فریقوں کا ردِ بلیغ کیا گیا ہے۔ان دونوں فریقوں میں کون زیادہ گستاخ ہے اور کون نہیں، یہ فیصلہ ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں بشرطیکہ فیصلہ کرنے والے کے دل میں غیرت ایمانی جاگ رہی ہو۔

عام لوگوں کے ذہن میں یہ بات کھٹک سکتی ہے کہ یہ لوگ کلمہ پڑھنے والے اور عالم فاضل پیروں اور بزرگوں کی اولاد تھے ایسے حضرات کے بارے میں عقل تسلیم نہیں کرتی، دل نہیں مانتا کہ وہ اللہ کے رسولوں کے حق میں ایسی بات کہہ سکیں؟ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ ہم نے ان کی کتابیں خود پڑھی ہیں اور اصل کتابیں بھی موجود ہیں جو دیکھی جاسکتی ہیں۔

آخر وہ لوگ جن کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو اس ذلیل لفظ سے موصوف کر رہے تھے قرآن مجید فرماتا ہے کہ "قسمیں اٹھا اٹھا کر کہتے ہیں کہ ہم آپ کو اللہ کا سچا رسول مانتے ہیں"

تو جس طرح انہوں نے بات کہی اس طرح یہ بھی کہہ رہے ہیں۔علاوہ ازیں موجودہ دور کے ان علماء کی بیماری ایک اور بھی ہے، کہتے ہیں کہ اللہ کی تعظیم کے لیے اور اس کی توحید کے بیان کے لئے انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کی توہین کر دی جائے تو یہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے اور نہ صرف صحیح بلکہ اللہ کی سنت ہے۔(معاذاللہ) اس سلسلے میں ان کے کلام کا حوالہ اور اس کا جواب اس کتاب میں گزر چکا ہے، مختصر یہاں بھی کچھ اضافہ پیش ہے۔

"عن عبادة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من شهد ان لا الـه الا الـله وحده لاشريك له وان محمدا عبده ورسولـه وان عيسى عبدالـله ورسوله وكلمته القاها الى مريم وروح منه والجنة حق والنار حق ادخله الله الجنة على ما كان من العمل " [1]

---

[1]...... «"الصحیح البخاری" (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد اوّل صفحہ ۴۸۸۔مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی»

☆...... «"الصحیح المسلم" (ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری المتوفی ۲۶۱ھ) جلد اوّل صفحہ ۴۳۔مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی»

حضرت عبادہ ﷜ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ گواہی دے کہ اللہ کے ماسوا کوئی اور معبود برحق نہیں کہ وہ اکیلا ہی معبود برحق ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ گواہی دے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم کی جانب القا فرمایا اور اللہ کی جانب سے آنے والی ایک روح ہیں اور یہ گواہی دے کہ جنت حق ہے اور آگ حق ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا اس کا اور جو بھی عمل ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اللہ کی توحید پر ایمان ضروری قرار دیا اور جس طرح اپنی رسالت پر ایمان ضروری قرار دیا اس طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان ضروری قرار دیا اور ان کے اللہ کا عبد، اللہ کا رسول، اللہ کا کلمہ اور اللہ کا روح جیسے القاب ماننا ایمان کا فرض قرار دیا یعنی ان کی توہین کرنے والا مسلمان نہیں ہوتا ۔ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اللہ کی وحی سے ارشاد فرمائی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ ایک قوم ظاہر ہوگی جو اپنے آپ کو محمدی کہلا کر عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کو لازم توحید قرار دیتے ہوں گے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے امتیوں کو بتا دیا کہ جس طرح میرا ماننا اور میری تعظیم توحید کو ماننے کے لئے لازم ہے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا اور اس کی عظمت کا عقیدہ رکھنا توحید باری تعالیٰ کے ماننے کے لئے لازمی ہے اور اسی طرح جنت اور نار یعنی آخرت پر ایمان رکھنا عقیدہ توحید کے لازم ہے اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی چھوٹ گئی تو عقیدہ توحید باقی نہیں رہے گا۔

اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام عموماً اور سید الانبیاء خصوصاً اللہ کے فضل سے دنیا و آخرت میں اللہ کی طرف سے عزت پا کر تمام مخلوق بالخصوص کفار و مشرکین پر بھاری اور غالب رہے ان کی عزت اور ان کا رعب کافروں پر جاری اور ساری رہا۔ نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام مخلوق سے افضل، اولیاء اللہ خواہ انسانوں میں ہوں یا جنوں میں سے اور تمام ملائکہ کرام سے بھی زیادہ عزت اور فوقیت بخشی ہے۔ اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والے قرآن مجید اور احادیث شریفہ کے منکر ہیں۔

حافظ عزیز الدین مراد آبادی

(مصنف اکمل البیان کے جواب میں)

تفسیر، حدیث اور کتب تصوف

سے کئے گئے

تمام مغالطات کا رد بلیغ

فقیر غفر اللہ لہ

عزت رسول علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مسودہ سے فارغ ہوگیا۔اور کتاب کمپوز ہوکر تصحیح کے مراحل میں داخل ہوگئی تو ایک دوست نے بتایا کہ مسلک اہل حدیث کی طرف سے ایک کتاب بنام ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' مارکیٹ میں آئی ہے۔جس میں اس قسم کی عبارات کا جواب دیا گیا ہے لیکن یہ سوچا کہ اہل حدیث کے بالقابہم شیخ الکل کا جواب آگیا ہے۔اس لئے اب اِس کے علیحدہ جواب کی ضرورت نہیں رہی۔دریں اثناء میں نے ارادہ کیا کہ کتاب پر نظر ثانی ہونی چاہیے لیکن تدریسی اور دیگر مصروفیات کے باعث کافی تاخیر سے یہ کام مکمل ہوا۔اب سوچا کہ اس کتاب اکمل البیان کے اندر زیر نظر عنوان پر جو کچھ لکھا ہے اس کا مختصر سا جواب ہونا چاہیے۔

کیونکہ اس کتاب کو اس مسلک میں بہت اہمیت دی گئی ہے۔(چنانچہ کتاب کی تمہید اسی مسلک کے مناظر اعظم جناب ثناء اللہ امرتسری متوفی ۱۹۴۸ء کے قلم سے لکھی گئی۔مقدمہ ایک اور مشہور اہل حدیث عالم محمد اسماعیل سلفی صاحب کے قلم سے رقم ہوا۔سب سے پہلا مقدمہ ''تصدیر'' کے نام سے ان کے چوٹی کے عالم محمد عطاء اللہ حنیف متوفی ۱۹۸۷ء نے لکھا اور جناب اسمٰعیل دہلوی صاحب کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے بھی بزعم خود بڑھا دیا۔یہ سب حضرات اس مسلک کے اکابر علماء ہیں ان کا اس کتاب کی مدح وثنا کرنا ان کے نزدیک اس کتاب کے مرتبہ کا اظہار ہے۔)

صاحب اکمل البیان کا جواب کی بجائے گالی دینا

اس کتاب ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' طبع سوم ۱۹۹۸ء مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور کے صفحہ ۷۴۷ سے وسط ۷۴۹ تک عالم اہل سنت حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مستطاب ''اطیب البیان'' کے صفحہ ۲۵۹ تا ۲۶۲ پر تنقیدی کلام نقل کیا ہے۔اس کلام منقولہ میں یہ جواب بھی تھا

''تقویۃ الایمان کے کسی کلام کی تائید میں تو کسی بزرگ کا کلام پیش کرنا کسی طرح درست نہیں کیونکہ تقویۃ الایمان میں جابجا کہا ہے کہ اللہ کو مان اور اس کے سوا کسی کو نہ مان'' (اس نقل کلام سے فارغ ہونے کے بعد مصنف اکمل البیان جناب عزیز الدین مرادآبادی جواب کو اس طرح شروع کرتے ہیں)''اقول الا لعنة الله على الظلمين المفترين'' [1]

لیکن پھر صفحہ ۷۴۹ سے ۸۰۰ تک بلکہ پوری کتاب میں اس کا جواب نہیں دیا۔حالانکہ یہ عبارت تقویۃ الایمان کے

[1] ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۴۸،۷۴۹۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور

اندر بھی موجود ہے۔ اور اطیب البیان کے مصنف نے اس پر تقویۃ الایمان کے حوالے کی عبارات نقل کی تھیں ان کے صفحات بھی درج کئے اور کتاب کی ابتداء میں تقویۃ الایمان کے پہلے حوالہ کے ساتھ ''صفحہ ۱۳ مطبوعہ مرکنٹائیل'' بھی لکھ دیا۔ لیکن جواب کی بجائے مصنف اکمل البیان نے ''لعنۃ اللہ'' لکھ دیا۔ یعنی جواب دینے سے عاجز ہوئے تو ہار ماننے کی بجائے گالیاں دینی شروع کر دیں۔

فوٹو حوالہ ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۴۸،۷۴۹،۷۴۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

اول تو فوائد الفواد ملفوظات ہیں اور ملفوظات جن بزرگ کے ہوں؛ وہ اپنے قلم سے تو لکھتے نہیں؛ بلکہ ان کے مریدین دوسرے اوقات میں اپنی یاد پر لکھ لیتے ہیں؛ بعینہٖ اس بزرگ کے الفاظ محفوظ نہیں رہتے؛ اس لیے بالیقین نہیں کہا جا سکتا کہ کلام اس بزرگ کا ہے لہٰذا ایسے کلام کو پیش کرنے سے فائدہ؟ اور تقویۃ الایمان کے کسی کلام کی تائید میں تو کسی بزرگ کا کلام پیش کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ کیونکہ تقویۃ الایمان میں جا بجا کہا ہے کہ اللہ کو مان اور اس کے سوا کسی کو نہ مان۔ اس کی تائید کے لیے اولیاء کے کلام کو پیش کرنے کا کیا کام۔ اسی طرح مولویوں اور درویشوں کے ماننے کو تقویۃ الایمان کے صفحہ ۹ میں اس نے شرک بتایا ہے تراب کی بیا

اقول۔ الا لعنۃ اللہ علی الظالمین المفترین مولوی نعیم الدین کا افترا پردازی دریدہ دہنی خبط الحواسی

تقویۃ الایمان کی عبارت ملاحظہ فرمائیں ''اللہ کے سوا کسی کو نہ مان'' [1]

اسی عبارت کے ضمن میں دہلوی صاحب نے قرآن مجید کے ترجمہ میں بھی تحریف کی ہے۔ لکھتے ہیں

''فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بے شک بات یوں ہے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں ماسوائے میرے۔ سو بندگی کرو میری'' [2]

بحث سے قبل آپ مذکورہ حوالہ کا عکس دیکھیں پھر ہمارا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں

---

[1]...... ''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۱۸۔ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)

☆...... ''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۲۵۔ مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ مئوناتھ بھجن یوپی (قدیم)

☆...... ''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۴۶۔ مطبوعہ مکتبہ خلیل لاہور

☆...... ''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۴۱۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

☆...... ''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۲۵۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی

[2]...... ''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۱۴، ۱۵۔ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)

☆...... ''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۲۱۔ مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ مئوناتھ بھنجن یوپی (قدیم)

☆...... ''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۴۲۔ مطبوعہ مکتبہ خلیل لاہور

☆...... ''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۳۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

☆...... ''تقویۃ الایمان'' (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۲۰، ۲۱۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی

فوٹو حوالہ ﴿ ''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۴۲، ۴۶۔ مطبوعہ مکتبہ خلیل لاہور ﴾

قُتِلَتْ وَحُرِّقَتْ۔ کو گو کہ مارا جاوے تو اور جلایا جاوے تو

ف: یعنی اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور اس سے نڈر کہ شاید کوئی جن یا بھوت

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی — فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ انبیاء میں
وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ — اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی
مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ — رسول مگر کہ اس کو یہی حکم بھیجا کہ بیشک
اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا — بات یوں ہے، کوئی ماننے کے لائق
فَاعْبُدُوْنِ ﴿سورۂ انبیاء﴾ — نہیں سوائے میرے، سو بندگی کرو

اس ترجمہ میں غور کرنے سے یہ واضح معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب '' لا الٰہ '' کا معنی کرتے ہیں ''کوئی ماننے کے لائق نہیں'' حالانکہ اردو زبان میں یہاں پر ماننے کا مفہوم ایمان لانا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ''اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ '' (۱) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ لیکن دہلوی صاحب منع کر رہے ہیں۔ پتہ نہیں رسولوں پر ایمان کیوں نہیں لانے دیتے؟ مزید یہ کہ قرآن کی آیت کا ترجمہ بگاڑ دیا ہم ابھی اس مسلک کے دونوں فریق کے تراجم پیش کر رہے ہیں کہ اس آیت میں یہ ترجمہ کوئی بھی کر رہا ہے؟ اس سے ثابت ہوا کہ وہ ''انبیاء دشمنی'' جسے اس فریق کے ہاں حُب خدا کہا جاتا ہے۔ اُس میں اس قدر محو ہو گئے ہیں کہ تحریف قرآن کا خیال بھی نہیں کیا۔ ملاحظہ ہوں قرآن کریم کے تراجم

۱۔ ثناء اللہ امرتسری اہل حدیث اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں

''جتنے رسول ہم نے تجھ سے پہلے بھیجے ہیں ان سب کی طرف صرف یہی پیغام بھیجا کرتے تھے کہ کوئی معبود برحق نہیں'' (۲)

۲۔ شاہ رفیع الدین دہلوی اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں

''اور نہ بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے پیغمبر مگر وحی کرتے تھے ہم طرف اس کے یہ کہ نہیں کوئی معبود مگر میں'' (۳)

۳۔ محمود الحسن دیوبندی اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں

''اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے میرے'' (۴)

۴۔ اشرف علی تھانوی اس آیت کے تحت یوں لکھتے ہیں

۱۔۔۔۔۔۔﴿''سورۃ النساء: الآیۃ ۱۳۶''﴾

۲۔۔۔۔۔۔﴿''سورۃ الانبیاء: الآیۃ ۲۵'' (ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء)۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۳۔۔۔۔۔۔﴿''سورۃ الانبیاء: الآیۃ ۲۵'' (ترجمۃ القرآن ''شاہ رفیع الدین دہلوی)۔ مطبوعہ قدرت اللہ کمپنی لاہور﴾

۴۔۔۔۔۔۔﴿''سورۃ الانبیاء: الآیۃ ۲۵'' (ترجمۃ القرآن ''محمود الحسن دیوبندی)۔ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی﴾

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود (ہونے کے لائق) نہیں'' ۱؎

۵۔ شاہ عبدالقادر دہلوی نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے

''اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کسی کی بندگی نہیں سوا میرے، سو میری بندگی کرو'' ۲؎

فوٹو حوالہ ﴿''سورۃ الانبیاء: الآیۃ ۲۵'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

الحق فهم معرضون ﴿٢٤﴾ وما ارسلنا من قبلك من
رسول الا نوحي اليه انه لا اله الا انا فاعبدون ﴿٢٥﴾
قالوا اتخذ الرحمن ولدا سبحنه بل عباد مكرمون

فوٹو حوالہ ﴿''سورۃ الانبیاء: الآیۃ ۲۵'' ترجمۃ القرآن ''شاہ رفیع الدین دہلوی۔ مطبوعہ قدرت اللہ کمپنی لاہور﴾

معرضون ﴿٢٤﴾ وما ارسلنا من قبلك من رسول الا
نوحي اليه انه لا اله الا انا فاعبدون ﴿٢٥﴾ وقالوا

فوٹو حوالہ ﴿''سورۃ الانبیاء: الآیۃ ۲۵'' ترجمۃ القرآن ''اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ۔ مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان﴾

ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحي اليه انه لا
اله الا انا فاعبدون ﴿٢٥﴾ و قالوا اتخذ الرحمن ولدا

ان تمام تراجم سے ظاہر ہے کہ لا الہ الا اللہ کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ کوئی میرے سوا معبود برحق نہیں۔ جب کہ ماننے کا مطلب ایمان لانا ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ ایمان لانا صرف اللہ پر ہی ضروری نہیں بلکہ اللہ کے رسولوں نبیوں، کتابوں اور ملائکہ پر بھی ضروری ہے۔ اور ایمان لانے کا معنی ماننا ہوتا ہے۔ دیکھئے کتب لغت کی روشنی میں

۱؎...... ﴿''سورۃ الانبیاء: الآیۃ ۲۵'' ترجمۃ القرآن ''اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ۔ مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان﴾

۲؎...... ﴿''سورۃ الانبیاء: الآیۃ ۲۵'' ترجمۃ القرآن ''شاہ عبدالقادر دہلوی)۔ مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان﴾

۱۔ اَلایمان: مان لینا۔ تصدیق کرنا [1]

۲۔ اِیمان: مان لینا۔ تصدیق کرنا۔ [2]

۳۔ ایمان لانا: اسلام لانا۔ خدا اور رسول اور ان کے احکام کا قائل ہونا۔ ماننا۔ برحق جاننا۔ یقین کرنا۔ [3]

۴۔ ایمان: (۱) ماننا (۲) بے خوفی، امان (۳) عقیدہ، مذہب، دھرم [4]

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات کھل کر واضح ہوگئی کہ دہلوی صاحب اپنی بات کو لاالہ الا اللہ کا معنی قرار دے کر ''روک رہے ہیں اللہ کے سوا کسی کو ماننے سے'' اور کسی کو ماننا اس پر ایمان لانا ہے۔ اور دہلوی صاحب ان سے روک رہے ہیں تو جو شخص اللہ کے سوا کسی اور پر ایمان نہ لائے تو وہ رسولوں پر بھی ایمان نہ لایا پھر اس کا اسلام اور ایمان کیسا ہوتا ہے اس کا فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں۔

مفتری کون

بات چل رہی تھی اکمل البیان کے مصنف کی کہ اُس نے صدر الافاضل حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اطیب البنیان'' کی عبارت نقل کرنے کے بعد ''الا لعنة الله علی الظلمین المفترین'' کا جملہ اپنی طرف سے لکھا ہے۔ گزشتہ حوالوں سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ صدر الافاضل کے دیئے ہوئے حوالہ تقویۃ الایمان کے مختلف چھاپوں میں صفحات کے ناگزیر اختلاف کے ساتھ لفظ بلفظ موجود ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ ان کے دہلوی امام نے قرآن مجید کی آیت کو ترجمہ غلط کر کے تحریف کا ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا۔ اب مفتری اور ظالم کون ہوا۔ تو اکمل البیان کے مصنف مولوی عزیز الدین مراد آبادی جوش میں آکر کس پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ اپنے اور اپنے امام پر یا مولانا نعیم الدین صاحب پر یہ فیصلہ بھی آپ پر چھوڑتے ہیں۔

ایک عذر کا جواب

شاید کوئی یہ کہے کہ مولوی عزیز الدین نے جو لعنت کا جملہ پڑھا ہے وہ تقویۃ الایمان کے اس حوالہ کی نقل پر نہیں

۱...... ﴿''مصباح اللغات'' (عبدالحفیظ بلیاوی دیوبندی) صفحہ ۴۱۔ مطبوعہ دار الحدیث ملتان﴾

۲...... ﴿''فیروز اللغات'' (عربی) (مولوی فیروز الدین) صفحہ ۱۹۔ مطبوعہ فیروز سنز لاہور﴾

۳...... ﴿''نسیم اللغات'' (اردو) صفحہ ۱۱۹۔ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور﴾

۴...... ﴿''جامع فیروز اللغات'' (اردو) (مولوی فیروز الدین) صفحہ ۱۵۰۔ مطبوعہ فیروز سنز لاہور﴾

پڑھا کہ اللہ کو مان اور اس کے سوا کسی کو نہ مان (یعنی یہ جملہ اگرچہ اعتراض اس پر بھی کیا تھا مگر یہ تو تمام اہل حدیثوں کا عقیدہ ہے) بلکہ چمار سے زیادہ ذلیل والے جملے کو افترا کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ اس لعنت کے عربی جملہ کے ساتھ متصل لکھتے ہیں

''مولوی نعیم الدین کا افتراء پردازی، دریدہ ذہنی، خبط الحواسی، خبث باطنی، عناد قلبی (لعنت کے ساتھ پانچ گالیاں اور دے کر) قابل ملاحظہ اہل انصاف ہے یہ جو کہا ہے کہ مولانا شہید انبیاء علیہم السلام مقبولان بارگاہ کا چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہتے ہیں معاذ اللہ جھوٹے مفتری کا منہ کالا (دو اور گالیاں) ہرگز تقویۃ الایمان میں نہیں ہے۔'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۴۹۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

اقول۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظَّالِمِیْنَ الْمُفْتَرِیْنَ مولوی نعیم الدین کا افتراء پردازی دریدہ ذہنی خبط الحواسی خبث باطنی عناد قلبی قابل ملاحظہ اہل انصاف ہے یہ جو کہا ہے کہ مولانا شہید انبیاء علیہم السلام مقبولان بارگاہ کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہتے ہیں۔ معاذ اللہ جھوٹے مفتری کا منہ کالا۔ ہرگز تقویۃ الایمان میں نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سلسلہ آیت سورہ لقمان :۔

تبصرہ

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ٹھیک ہے مولوی عزیز الدین باتمیز نے یہ عبارت بھی لکھی ہے کہ پھر تقویۃ الایمان کی عبارت لکھ کر آخر میں یہ بھی کہا ہے ''پس اس میں کوئی لفظ انبیاء و اولیاء و مقبولان بارگاہ کے متعلق نہیں ہے بلکہ بقرینہ سیاق واضح ہے کہ مراد بڑی مخلوق سے بادشاہ دنیا اور اس کے ابنائے جنس ہیں۔ ادنیٰ ذلیل چھوٹی مخلوق دنیا سے چمار ہے۔'' [2]

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۴۹، ۷۵۰۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

بڑے سے بڑا عیب یہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے سو اللہ سے بڑا کوئی نہیں اور شرک اسی کی بے ادبی ہے۔'' پس اس میں کوئی لفظ انبیاء و اولیاء و مقبولان بارگاہ کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ بقرینہ سیاق واضح ہے کہ مراد بڑی

مخلوق سے بادشاہ دنیا اور اس کے ابناء جنس ہیں اور ادنیٰ ذلیل چھوٹی مخلوق دنیا سے چمار ہے'' شرک کو جو حق تعالیٰ

لیکن اسی اکمل البیان کے صفحہ ۷۹۰ پر خود اقرار کیا کہ دہلوی کی عبارت یہی ہے لکھتے ہیں

''ناظرین کرام بنظر غور و انصاف فوائد الفواد کی عبارت کو تقویۃ الایمان کی عبارت سے ملا کر موازنہ فرمالیں جو یہ ہے ''یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔'' [3]

یہ وہی عبارت ہے جسے پیش کرنے پر مولوی عزیز باتمیز صاحب ناقدین کو لعنت کر رہے ہیں اور مزید گالیاں اور بھی

1۔۔۔۔۔﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۴۹۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

2۔۔۔۔۔﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۴۹، ۷۵۰۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

3۔۔۔۔۔﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۹۰۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

دے آئے ہیں اگر مولوی عزیز باتمیز نے صحیح لکھا ہے تو پہلے بھیجی ہوئی لعنت کس پر پڑی اور اگر مولوی صاحب نے جھوٹ لکھا ہے تو کاذبین پر لعنت بھیج کر خود اس میں شامل ہو گئے۔

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۹۰۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

ناظرین کرام بنظر غور و انصاف فوائد الفواد کی عبارت کو تقویۃ الایمان کی عبارت سے ملا کر موازنہ فرمائیں جو یہ ہے کہ
''یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔''

مذکورہ بالا عبارت میں مولوی عزیز الدین مراد آبادی صاحب فریاد کر رہے ہیں کہ ان کے دہلوی امام نے انبیاء علیہم السلام اور انبیاء کرام کو ذلیل کہنے کے جرم کا ارتکاب نہیں کیا یہ اس پر جھوٹ ہے، افتراء ہے اور غصے میں انہوں نے یہ الزام دہلوی صاحب پر لگانے والوں کو ایک دفعہ لعنت اور سات گالیاں بھی دے دیں۔ صاحب اکمل البیان یہ کہہ رہے ہیں کہ یہاں بڑی مخلوق سے مراد دنیاوی بادشاہ ہے اور چھوٹی مخلوق سے مراد اس کی رعایا کا ذلیل چمار ہے۔ لہٰذا نبی و ولی کا کوئی ذکر نہیں۔ لیکن غور فرمائیے کہ تقویۃ الایمان کی عبارت ہے

''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا چمار سے ذلیل (یعنی چمار سے زیادہ ذلیل) ہے''

اب سوال یہ ہے کہ اگر مخلوق کے چھوٹے حصے سے مراد ذلیل چمار ہے تو پھر وہ چمار چمار سے زیادہ ذلیل کیسے کہلائے گا۔ یہ تو تفضیل الشئی علی نفسہ کی طرح ہوا۔ جو عقلاً باطل ہے۔ ثابت ہوا کہ اپنے آپ پر لگائے گئے الزام کو ٹالنے کے لئے صاحب اکمل البیان نے یہ بے بنیاد عذر اور بہانہ تلاش کیا ہے۔

اللہ عزوجل جو قیامت میں اپنے جرم کا انکار کرنے والوں کے ہاتھ پاؤں اور اعضاء سے اقرار کرالے گا اس ذات باری تعالیٰ نے قیامت سے پہلے مولوی عزیز الدین صاحب سے ان کے جرم کا اقرار کرا لیا چنانچہ تین سطر بعد لکھتے ہیں

''ورنہ چمار کو بادشاہ کے مقابلے میں وہ ذلت نہیں جو بندہ کو حق تعالیٰ کے مقابلے میں حاصل ہے کیونکہ بندے کے کمالات عطیہ حق تعالیٰ ہیں ورنہ بندہ محض لاشئی ہے۔ [1]

صاحب اکمل البیان اس عبارت میں اس طرف آئے ہیں کہ صرف بادشاہ اور چمار سے چمار کو کم ذلیل قرار نہیں دیا بلکہ اللہ کے باکمال بندوں سے بھی چمار کو ذلت میں کم قرار دیا ہے۔ یعنی ان باکمال بندوں کو چمار سے زیادہ ذلیل مانا ہے لیکن اس عبارت میں اگرچہ بندہ کے کمالات کا ذکر کر کے باکمال بندوں کی تصریح کر دی تھی لیکن نبی ولی کی تصریح نہیں کی تھی

---

[1]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۰۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

مگر اللہ کی قدرت دیکھیئے کہ صاحب اکمل البیان نے آگے چل کر یہ بھی لکھ دیا اور اس پر مزید بھی کچھ لکھا، خود ان کے لفظوں میں ملاحظہ فرمائیں

''اس کے ساتھ ہی یہ بھی (کہ ان کے دہلوی امام صاحب نے) فرمایا کہ اللہ کی شان کے سامنے بندہ کی ذلت اس سے بھی زیادہ ہے کیونکہ یہ ذلت ہر بندہ کو فی نفسہ حاصل ہے خواہ وہ دنیوی دولت وحکومت رکھتا ہو ہفت اقلیم کا بادشاہ ہو، خواہ جسمانی قوت کا غلبہ ہو، رستم واسفندیار ہو، خواہ دینی عزت وقرب حق تعالیٰ کی فضیلت سے موصوف ہو، نبی ولی مقبول الٰہی تعالیٰ شانہ ہو'' [1]

مزید آگے لکھا ''جتنی مخلوق ہے تمام عبد کے مرتبہ میں ہے، فرمانبردار ہو یا نافرمان، بادشاہ ہو یا چمار، نبی ہو یا ولی، اور عبد کو ذلت لازم ہے۔'' [2]

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۵۰-۷۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

بادشاہ کا تاج ایک خدمت گار کے سر پر رکھ دینا اتنا ناگوار نہیں جتنا ایک چمار کے سر پر رکھ دینا ناگوار معلوم ہوگا۔ ورنہ چمار کو بادشاہ کے مقابلہ میں وہ ذلت نہیں جو بندہ کو حق تعالیٰ کے مقابلہ میں حاصل ہے کیونکہ بندہ کے کمالات عطیہ حق تعالیٰ ہیں، ورنہ بندہ محض لا شئے ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ لم یکن شیئا مذکورا اس طرح کی ذلت ونیستی چمار کو بادشاہ کے مقابلہ میں نہیں ہوتی۔ کیونکہ چمار کا وجود وجسم وقوت وعقل بادشاہ کی عطا کردہ نہیں ہیں۔ پس بادشاہ اور چمار کی جو مثال اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت کے مقابلہ میں بندہ کی ذلت اور ظلم عظیم کے معنی سمجھانے کے لیے بیان ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی شان کے سامنے بندہ کی ذلت اس سے بھی زیادہ ہے کیونکہ یہ ذلت ہر بندہ کو بھی فی نفسہ حاصل ہے خواہ وہ دنیوی دولت وحکومت رکھتا ہو، ہفت اقلیم کا بادشاہ ہو، خواہ جسمانی قوت کا غلبہ ہو، رستم و اسفندیار ہو، خواہ دینی عزت وقرب حق تعالیٰ کی فضیلت سے موصوف ہو، نبی ولی مقبول الٰہی تعالیٰ شانہ ہو۔ مگر حق تعالیٰ کی شان وعظمت وعزت کے مقابلہ میں بندوں کے کمالات عطیہ سب اعتبار سے ساقط ہو جاویں گے، بندہ باوجود فضل وکمال کے حد عبودیت سے خارج نہیں ہو سکتا جتنی مخلوق ہے تمام عبد کے مرتبہ میں ہے، فرمانبردار ہو یا نافرمان، بادشاہ ہو یا چمار، نبی ہو یا ولی۔ اور عبد کو ذلت لازم ہے۔ انبیاء اولیاء کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبدیت کا وصف حاصل ہوتا ہے اور عبادت کے معنی غایت درجہ اظہار تذلل کے ہیں، بندہ کو جس قدر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اسی قدر اپنی ذلت زیادہ [illegible]

اپنے ہی منہ اپنی تردید

مولوی عزیز الدین نے پہلے تو یہ کہا تھا کہ دہلوی صاحب نے مخلوق کے ہر بڑے اور چھوٹے کو چمار سے زیادہ ذلیل کہہ کر انبیاء اور اولیاء مراد نہیں لئے مگر چند سطور بعد یہ مان لیا کہ دہلوی صاحب نے تمام انبیاء اور اولیاء کو چمار سے زیادہ ذلیل کہا ہے۔ اور پھر آگے یہ بھی لکھ دیا کہ انبیاء اور اولیاء اس ذلیل لفظ کے نعوذ باللہ اس لئے مصداق ہیں کہ ان میں ہر ایک کو ذلت لازم ہے۔

دہلوی مضمون کا آدھا اقرار

یہاں تک کئی عبارات میں صاحب اکمل البیان نے نبی ولی کی تصریح کر کے اور ان کے ساتھ چمار وغیرہ کا ذکر

---

[1] ...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۰-۷۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2] ...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۰-۷۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

کر کے پھر جب یہ کہا کہ عبد کو ذلت لازم ہے تو انبیاء اور اولیاء کے لئے تقویۃ الایمان کا آدھا مضمون مان لیا کہ چمار کے برابر ذلت مانی لیکن پھر اسی پر بس نہیں کر سکے۔ مولوی عزیز الدین کو پتہ تھا کہ ان کا دہلوی امام انبیاء اور اولیاء کو صرف ذلیل اور چمار کی طرح ذلیل نہیں کہہ رہا بلکہ چمار سے زیادہ ذلیل کہہ گیا ہے۔ اس لئے لکھا

''پس جو سب سے زیادہ عابد ہے وہ سب سے زیادہ معبود حقیقی حق تعالیٰ کی شان کے سامنے ذلیل ہے اور اسی وجہ وہ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ عزت دار بھی چنانچہ حق تعالیٰ نے بکثرت مقامات پر تمام بندوں کو ذلت یاد دلائی ہے کہ اے بندہ کیا تو منی کے ناچیز قطرہ سے پیدا نہیں ہوا'' [1]

اس پر مزید لکھا ''پس ہر مخلوق خواہ باعتبار دنیاوی خواہ باعتبار دینی کسی مرتبہ کی ہو فی نفسہ بمقابلہ شان وعظمت حق تعالیٰ عزوجل کے ذلیل ہی ہے کیونکہ عبودیت کی ذلت سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہو سکتی ہے۔'' [2]

پھر مزید آگے لکھا ''اور چمار کو جو ذلت عارضی بحیثیت دنیاوی ہماری نسبت ہے وہ اس قدر نہیں جو بندہ سے حق تعالی سے نسبت ہے'' [3]

اس عبارت میں مولوی عزیز الدین صاحب نے صاف لفظوں میں مان لیا ہے کہ دینی و دنیاوی مرتبہ کا خواہ کوئی بھی ہو یعنی نبی ولی چمار کی ذلت اس سے کم ہے (نعوذ باللہ) کیونکہ چمار کی ذلت عارضی ہے اور اس کے بقول انبیاء و اولیاء کی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)......لازمی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں اللہ عزوجل کی عبادت کرتے ہیں جب کہ چمار اللہ کی عبادت نہیں کرتا کیونکہ وہ کافر ہوتا ہے اور جو جتنا زیادہ عبادت کرتے ہیں اتنا زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔

اس طرح مولوی صاحب عزیز الدین صاحب نے وہ بات کھل کر کہہ دی جو اس کا دہلوی امام مختصر لفظوں میں کہہ گیا تھا۔ اب خدا کی پکڑ دیکھیں کہ کچھ پہلے جس بات کو اکمل البیان کے مصنف جھوٹ اور افترا کہہ آئے تھے اور یہ بھی کہا تھا کہ دہلوی صاحب نے یہ بات نہیں کہی اس کی طرف یہ بات منسوب کرنے والے پر لعنت ہے، وہ مفتری ہے اور کئی گالیاں دی

---

[1]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۰۔۷۷ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۰۔۷۷ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[3]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۰۔۷۷ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

تھیں۔اب وہ خود کہہ رہے ہیں کہ ہاں دہلوی صاحب نے یہ بات کہی ہے اور بات بھی صحیح ہے اس طرح وہ تمام لعنت جو اکمل البیان کے مصنف نے اپنے منہ سے کہی تھی اور ان تمام گالیوں کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔

فوٹو حوالہ "اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" صفحہ ۵۰۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

غایت درجہ اظہار تذلل کے ہیں، بندہ کو جس قدر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اسی قدر اپنی ذلت زیادہ کھلتی ہے اسی وجہ سے دوسروں کے مقابلہ میں مقربین کو خوف الٰہی بھی زیادہ ہوتا ہے، پس جو سب سے زیادہ عابد ہے وہ سب سے زیادہ معبود حقیقی حق تعالیٰ کی شان کے سامنے ذلیل ہے، اور اسی وجہ سے وہ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ عزت دار بھی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے بکثرت مقامات پر تمام بندوں کو ذلت یاد دلائی ہے کہ اے بندہ کیا تو منی کے ناچیز قطرہ سے پیدا نہیں ہوا! اس میں تمام لوگ شامل ہیں مگر بادشاہ چمار کو ہرگز یہ ذلت یاد نہیں دلا سکتا کیونکہ اس ذلت میں خود بھی شریک ہے پس ہر مخلوق خواہ باعتبار دنیوی خواہ باعتبار دینی کسی مرتبہ کی ہو فی نفسہٖ بمقابلہ شان و عظمت حق تعالےٰ عزوجل کے ذلیل ہی ہے کیونکہ عبودیت کی ذلت سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہو سکتی ہے، بندہ کو سوائے دوام خدمت مولیٰ اور التجا و تضرع اور اظہار افتقار الی اللہ کے کچھ بھی چارہ نہیں ہو سکتا اور چمار کو جو ذلت

عارضی بحیثیت دنیوی ہماری نسبت ہے" وہ اس قدر نہیں جو بندہ سے حق تعالیٰ سے نسبت ہے، چمار تو کبھی ہم سے عزت میں زیادہ بھی ہو جاتا ہے۔ بلکہ وزیر بادشاہ ہو سکتا ہے، ایماندار اعمال صالحہ سے موصوف ہو کر کامل

باقی ماندہ مغالطوں کا ازالہ

صاحب اکمل البیان عزیز الدین مراد آبادی کی مذکورہ بالا عبارات کچھ مغالطات پر مشتمل ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا رد بھی کرتے چلیں۔

مغالطہ اوّل

اکمل البیان کے صفحہ ۵۰۷ پر لکھتے ہیں۔ "کیونکہ بندہ کے کمالات عطیہ حق تعالیٰ ہیں ورنہ بندہ محض لاشئی ہے"
اس سلسلہ میں عرض ہے کہ بلاشبہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کی مخلوق ہیں۔ چاہے وہ ملائکہ ہوں یا انسان اور جن یا باقی مخلوق حیوانات، نباتات، جمادات، ہوائیات ان کا وجود بھی حق تعالیٰ کا عطائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وجود ذاتی ہے اور اس کے مقابلہ سب کا وجود معدوم ہے یعنی نہیں ہے۔
اس عبارت سے مصنف اکمل البیان یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب بندہ کا وجود عطائی ہے ذاتی نہیں۔ تو ذاتی وجود کی نسبت سے وہ لاشئی اور معدوم ہے تو جب بندہ معدوم قرار پایا تو اس کے عطائی کمالات بھی معدوم ہو گئے اور عزت بھی عطائی کمال ہے تو وہ بھی معدوم قرار پایا جب عزت گئی تو ذلت آ گئی۔ لہٰذا ذلت ماننی لازم ہے۔

ذاتی اور عطائی کا فرق

اہل سنت تو پہلے ہی یہ کہتے تھے کہ ذاتی اور عطائی کا فرق ہوتا ہے اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذاتی علم غیب ہے اور انبیاء کرام کو اللہ کی طرف سے عطائی علم غیب ہے مگر یہ حضرات نہیں مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کے قلم سے لکھوا دیا کہ کمالات انبیاء میں اللہ کے مقابلے میں ذاتی کی نفی اور عطائی کا ثبوت ان کا عقیدہ ہے مگر اپنی عوام سے ڈرتے ہوئے لفظ عطائی کو عطیہ سے بدل دیا جب کہ زبان پر عبور رکھنے والے جانتے ہیں کہ عطائی اور عطیہ کا ایک ہی مطلب ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بالذات وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے وہی قدیم حقیقی، حقیقتاً ازلی، ابدی اور واجب الوجود ہے۔ تمام انبیاء اور اولیاء اس کے مقابلے میں غیر واجب الوجود، غیر قدیم حقیقی اور حقیقی ازلیت اور ابدیت سے دور ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کو اس اعتبار سے موجود حقیقی اور انہیں از روئے حقیقت معدوم کہا جاتا ہے اس اعتبار سے موجود اور باقی صرف اللہ ہے۔ اور کوئی موجود نہیں۔ اسلئے یہ کہنا صحیح ہے کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں جیسا کہ اکمل البیان کے مصنف نے دبی زبان سے اس کا اقرار کرلیا ہے۔

اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ از روئے وجود حقیقی ذاتی انبیاء علیهم السلام اور اولیاء کرام موجود نہیں لیکن یہ صرف اسی اعتبار سے ہے اس کو ایک اصطلاح میں ''اعتبار'' کہتے ہیں تو دوسری اصطلاح میں ''رتبہ'' کہتے ہیں تو ایک کہتا ہے ''لو لا اعتبارات لبطلت الحکمة'' یعنی اگر مختلف اعتبارات کا فرق ذہن میں نہ رکھا جائے تو علم وحکمت حرف غلط کی طرح مٹ جائے اور اسی کو دوسرا کہتا ہے ''گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی''

اللہ تعالیٰ نے جس کو کمال وجود کے ساتھ کمال مراتب عطا فرمایا ہے تو جب ہم اس کے عطائی وجود کو جانیں گے تو عطائی کمالات کو ماننا بھی لازم ہوگا اور اگر اس کے رتبہ عطائی کے وجود کا بھی انکار کردیا گیا تو یہ زندیقیت ہوگی۔ لہٰذا سنی عارفین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عطائی وجود کو عطائی کمالات سے لبریز مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نقص اور کوئی عیب آپ میں نہیں رکھا اس لئے ہم کمال کی بات کرتے ہیں۔ مرتبہ ذات کے سامنے انبیاء کے صرف کمالات کا تصور نہیں رہا اور نہ وجود بھی فی الواقع موجود ہے اور کمالات بھی فی الواقع موجود ہیں صرف ذات کے اعتبار سے یہ کہا جارہا ہے پھر یہ کہ اس کہنے میں جب وجود کی نفی ہوگئی تو ایک کمال کی نفی کے بعد اس کے کمال کی نقیض کا ماننا لازم نہیں آتا کیونکہ کمالات قائم ہوتے ہیں وجود کے ساتھ اور عیب اور نقص بھی قائمی ہوتے ہیں وجود کے ساتھ کہ وجود ان کے لئے محل ہوتا ہے جب محل اعتباری طور پر باقی نہ رہا اب کمال کی نقیض اس کے ساتھ منسوب نہیں ہوسکتی کیونکہ دو نقیضوں کا اجتماع یا ارتفاع ایک محل میں یا ایک محل سے محال ہے جب وہ محل ہی نہیں رہا تو وہ چیزیں اس کی طرف منسوب نہیں ہوسکتیں۔ منسوب ہوگا تو اس وجود کے ساتھ وہی وصف منسوب

ہوگا جواس کے لئے عطائی ہے یعنی کامل کیلئے کمال اور ناقص اور عیبی کے لئے نقص اور عیب۔

مزید وضاحت کے لئے عرض کرونگا کہ رسول اللہ علیہ وسلم سے بالذات وجود کی نفی کی گئی تو یہ ٹھیک ہے لیکن اگر ہم یوں کہیں کہ جب وہ بالذات موجود نہیں تو نعوذ باللہ آپ رسول کی بجائے امتی ہو جاتے ہیں یا محبوب کی بجائے نعوذ باللہ مبغوض ہو جاتے ہیں تو یہ بات غلط ہوگی جب ہم آپ کے موجود (عطائی) ہونے کا اقرار کریں گے تو رسول بھی ماننا ہوگا کسی حالت میں بھی یہ اور ان جیسے اور کمالات کی نقیضات اور اضداد کو حضور علیہ وسلم یا کسی نبی کا وصف قرار نہیں دیا جاسکتا پس اگرچہ آپ بالذات موجود نہیں لیکن بالعطاء آپ علیہ وسلم موجود بھی ہیں اور رسول بھی عزیز بھی ہیں اور کریم بھی ہیں۔ مومن بالذات موجود نہیں لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا وجود اور ایمان دونوں عطیہ الٰہی ہیں اس لئے وہ جب بالذات موجود نہیں تو وہ کافر ہوا۔ اسی سے یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ چمار کا وجود بھی بالذات نہیں لیکن ان کے عطائی وجود کے ساتھ جب تک وہ چمار یعنی کافر چوہڑا ہے تب تک ذلت لازم ہے۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ اس کا وجود ذاتی نہیں ذاتی طورر پر وہ معدوم ہے تو اس میں ذلت بھی نہیں۔

الحمد للہ ! ہماری اس عبارت سے اکمل البیان کا یہ مغالطہ اپنے ساتھ ملائے جانے والے بے تعلق حوالوں کے جھرمٹ سمیت ہوا ہو کر اڑ گیا اور اسی کے ضمن میں ان کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب کے پھیلائے ہوئے فریب کا ایک دفعہ پھر ازالہ ہوگیا۔

مغالطہ دوم

دوسرا مغالطہ اسی صفحہ ۷۵۰ پر انہوں نے یہ دیا ہے کہ ''عبد کو ذلت لازم ہے''

اس مغالطہ کا رد ہماری کتاب میں پہلے دیا جاچکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ پر عبدیت اور عزت کو ملا کر بیان کیا گیا ہے اور کہیں عبدیت کا ذکر کئے بغیر عباد کو عزت والا کہا گیا ہے اگر عبد کو ذلیل ہونا لازم ہوتا تو پھر ایک ہی سطر میں دو ضدیں جمع ہو جائیں اور اس طرح نعوذ باللہ قرآن میں تعارض لازم آتا جب کہ قرآن تعارض سے پاک ہے

''وَلَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَا فًا کَثِیۡرًا'' [1]

اگر قرآن اللہ کے غیر کی طرف سے ہوتا تو پھر ہی اس میں اختلاف مل سکتا۔

بارے دیگر ہمارے قول کی دلیل مختصر طور پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ا۔ ''بَلۡ عِبَادٌ مُّکۡرَمُوۡنَ'' [2]

ا...... ''سورۃ النساء : الآیۃ ۸۲'' ۲...... ''سورۃ الانبیاء : الآیۃ ۲۶''

یعنی حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ کرام عبد ہیں عزت والے اور یہ مولوی صاحب کے نزدیک جمع بین الضدین ہونے کی وجہ سے محال ہے۔ ثابت ہوا کہ عبد کا معنی ذلیل ہرگز نہیں۔ باقی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

علاوہ ازیں مولوی عزیز الدین مراد آبادی جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں وہ اس کوشش میں ہیں کہ کسی طرح سید الانبیاء، امام الانبیاء سلطان اهل العزة عندالله فئة المسلین صلی الله تعالی علیه و آله وصحبه وسلم کو ذلیل کے لفظ سے گالی دے سکے نہ قرآن کی کسی آیت میں انہیں یہ لفظ ملتا ہے نہ کسی حدیث شریف میں مگر ان کی مجبوری ہے ان کی پارٹی کا امام یہ کہہ گیا ہے اس لئے وہ اقوال کا سہارا لیتے ہیں۔ اب ان کو کوئی حدیث نظر نہیں آتی۔ حدیث کے ٹھوک فروش ہونے کا دعویٰ کرنے والے بے بس ہیں۔ آیئے ہم انہیں کوئی حدیث سنوادیں شاید وہ اپنے قول سے باز آجائیں یا وہ اپنے غلط مسلک سے رجوع کرلیں۔

۲۔ حدیث شریف میں ہے ''انه لا یذل من والیت''[۱]

بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ جس سے تونے دوستی کہ وہ ذلیل نہیں ہوتا۔

یہ وہ دعا ہے جسے وتر کی جماعت میں اہل حدیث حضرات سپیکروں پر پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ نماز میں وہ یہ اقرار کرتے ہیں کہ تیرا دوست ذلیل نہیں۔ اور نماز سے باہر آکر اللہ کے سب دوستوں کو ذلیل کہتے ہیں۔ اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ اس دورخی سے ہمیں بچائے۔

فوٹو حوالہ ﴿''جامع ترمذی ''صفحہ ۱۵۸۔ مطبوعہ دار الفکر للطباعۃ والنشر بیروت﴾

۱۵۸ (2/3) ـ كتاب الوتر عن رسول الله ﷺ (٣/ ٢)

فِيمَنْ هَدَيْتَ وعَافِنِي فِيمَنْ عافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ ما قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِي ولا يُقْضَى عليك، وإنه لا يَذِلُّ من والَيْتَ، تباركتَ ربَّنا وتعالَيْتَ».

۳۔ ''عن حذیفة قال قال رسول الله ﷺ لا ینبغی لمؤمن ان یذل نفسه''[۲]

مومن کے لئے لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔ اگر ہر مومن پہلے سے ذلیل ہوتا تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے یوں نہ فرماتے کہ وہ اب اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ معلوم ہوا کہ کہ ذلت ہر عبد کے لئے لازم نہیں۔ لہٰذا صاحب اکمل البیان کا یہ قول غلط ہے کہ ہر عبد کو ذلت لازم ہے ان کے اہل مسلک غور کریں کہ مولوی عزیز الدین

۱...... ﴿''جامع ترمذی ''(ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ) ''کتاب الوتر ''صفحہ ۱۵۸۔ مطبوعہ دار الفکر للطباعۃ والنشر بیروت﴾

☆...... ﴿''سنن ابی داؤد ''(ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ) جلد اول صفحہ ۲۰۸، ۲۰۹۔ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان﴾

۲...... ﴿''سنن ابن ماجه ''(ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ المتوفی ۲۷۳ھ) صفحہ ۲۹۰۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

کے قول کو ماننا ہے یا حدیث شریف کو۔

فوٹو حوالہ ﴿"سنن ابن ماجہ" صفحہ ۲۹۰۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

زبیل تفسیر معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم والطرق رد التکبر إذا کان العلو فی الفساق حدثنا محمد بن بشار ثنا عمرو بن عاصم ثنا حماد
ابن سلمۃ عن علی بن زید عن الحسن عن جندب عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ
قال یتعرض من البلاء لما لا یطیقہ حدثنا علی بن محمد ثنا محمد بن فضیل ثنا یحیی بن سعید ثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن ابو طوالۃ ثنا
نہار العبدی انہ سمع ابا سعید الخدری یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ لیسال العبد یوم القیامۃ حتی یقول ما

۴۔ حدیث پاک میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "من اذل لی ولیا فقد استحل محاربتی" [1]
جس نے میرے کسی ولی کو ذلیل کرنے کی کوشش کی اس نے اپنے لئے مجھ سے جنگ جائز کرلی۔

۵۔ اسی طرح ایک اور فرمان ہے "الا لا تضربوا المسلمین فتذلوھم" [2]
سنو مسلمانوں کو مار پیٹ کر کے انہیں ذلیل کرنے کی کوشش نہ کرو۔

ان دونوں حدیثوں سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مومن پیدائشی طور پر ذلیل نہیں ہوتا اگر وہ پہلے سے ذلیل ہوتا تو پھر دوسرا کون سا شخص اُسے دوبارہ ذلیل کرتا کہ اسے اللہ تعالیٰ سے جنگ کا مرتکب قرار دیا جارہا ہے اگر مومن ذلیل ہوتا پھر یہ نہ کہا جاتا کہ انہیں مار پیٹ سے ذلیل نہ کرو۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا تھا کہ ان کی ذلت نہ بڑھاؤ۔ بہر حال مولوی عزیز الدین صاحب کے استاذ الاساتذہ شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی صاحب وغیرہ کے جواب میں اور مزید اس جواب میں قرآن شریف اور احادیث شریفہ پیش کی گئی ہیں اس کے مقابلے میں افراد اور عام انسانوں کے اقوال مانتے ہوئے مولوی عزیز الدین صاحب کو کچھ مسلک کی شرم آنی چاہیے۔ قرآن و حدیث سے بڑھ کر کوئی اور حجت زیادہ ہدایت والی چیز ہے؟ جس کی اتباع کی ہمیں دعوت دیتے ہو۔

فوٹو حوالہ ﴿"مسند احمد" جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۵۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت﴾

٢٦٩٤٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَأَبُو الْمُنْذِرِ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْوَاحِدِ مَوْلَى عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «قَالَ اللَّهُ عَزَّ
وَجَلَّ مَنْ أَذَلَّ لِي وَلِيًّا فَقَدِ اسْتَحَلَّ مُحَارَبَتِي، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِمِثْلِ أَدَاءِ الْفَرَائِضِ،
وَمَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ إِنْ سَأَلَنِي أَعْطَيْتُهُ وَإِنْ دَعَانِي أَجَبْتُهُ، مَا
تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ وَفَاتِهِ لِأَنَّهُ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ»، قَالَ أَبِي:
وَقَالَ أَبُو الْمُنْذِرِ: قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ، وَقَالَ أَبُو الْمُنْذِرِ: «أَذَى

فوٹو حوالہ ﴿"مسند احمد" جلد اوّل صفحہ ۱۴۸۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت﴾

أَنِّي لَا أُقِصُّهُ مِنْهُ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُصُّ مِنْ نَفْسِهِ أَلَا لَا تَضْرِبُوا الْمُسْلِمِينَ
فَتُذِلُّوهُمْ وَلَا تُجَمِّرُوهُمْ فَتَفْتِنُوهُمْ وَلَا تَمْنَعُوهُمْ حُقُوقَهُمْ فَتُكَفِّرُوهُمْ وَلَا تُنْزِلُوهُمُ

---

[1]...... ﴿"مسند احمد" (امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ) جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۵۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت﴾

[2]...... ﴿"مسند احمد" (امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ) جلد اوّل صفحہ ۱۴۸۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت﴾

نام عزیز یا ذلیل

اکمل البیان کے مصنف کا نام عزیز الدین ہے وہ اپنے آپ کو اپنے قلم سے اسی کتاب میں اپنا نام ''احقر ناچیز بندہ عزیز عفی عنہ'' لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ اپنا نام ذلیل رکھتے کیونکہ وہ عبد ہیں اور ہر عبد کو ذلت لازم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے مسلک کے اونچے درجے کے عبد صالح ہیں لہٰذا بقول ان کے (برا نہ منائیں تو) ان کی ذلت چماروں سے کہیں زیادہ ہے۔ جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہ حضرات اپنے بغض باطن کا اظہار فرماتے ہیں۔ تو یہ کہتے ہوئے ان کا منہ بند نہیں ہوتا'' وللہ العزۃ جمیعا ''عزت ساری اللہ کے لئے ہے۔

میں عرض کرونگا اس میں یہ بھی ملا لیجئے کہ عزیز اللہ تعالیٰ کا نام ہے تو آپ خدارا اپنے آپ کو عزیز کہہ کر شرک میں شامل نہ ہوں آپ کے نزدیک ذلیل ہونا ایک سچی بات ہے تو آپ کا نام توحید وسنت کے مطابق ذلیل رکھ کر لوگوں کے لئے رہنمائی کا سبب نہیں۔ اور آپ کے نزدیک عزیز اور ذلیل ایک دوسرے کی نقیض ہیں تو آپ کسی طرح بھی عزیز نہیں ہوسکتے اس لئے اپنے مسلک پر رحم فرمائیں اور اپنا نام تبدیل کرلیں۔

مقربین کو فطرۃً ذلیل کہنا بغض باطن ہے

مولوی عزیز الدین صاحب جو انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ورحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو نعوذ باللہ چمار سے زیادہ ذلیل ثابت کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے دہلوی امام کی بات بن جائے وہ اسی ترنگ میں مزید لکھتے ہیں جس کا عکس آپ پہلے ملاحظہ کرچکے بارے دیگر نظر فرمائیں

''انبیاء واولیاء کو سب زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبدیت کا وصف حاصل ہوتا ہے اور عبادت کے معنی غایت درجہ اظہار تذلل کے ہیں، بندہ کو جس قدر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اسی قدر اپنی ذلت زیادہ کھلتی ہے اسی وجہ سے دوسروں کے مقابلہ میں مقربین کو خوف الٰہی بھی زیادہ ہوتا ہے۔ پس جو سب سے زیادہ عابد ہے وہ سب سے زیادہ معبود حقیقی حق تعالیٰ کی شان کے سامنے ذلیل ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ عزت دار بھی ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے بکثرت مقامات پر تمام بندوں کو ذلت یاد دلائی ہے کہ اے بندہ کیا تو منی کے ناچیز قطرہ سے پیدا نہیں ہوا اس میں تمام لوگ شامل ہیں مگر بادشاہ چمار کو ہرگز یہ ذلت یاد نہیں دلا سکتا کیونکہ اس ذلت میں خود بھی شریک ہے پس ہر مخلوق خواہ باعتبار دنیوی خواہ باعتبار دینی کسی مرتبہ کی ہو فی نفسہ بمقابلہ شان وعظمت حق تعالیٰ عزوجل کے ذلیل ہی ہے کیونکہ عبودیت کی ذلت سے

بڑھ کر اور کیا ذلت ہو سکتی ہے بندہ کو سوائے دوامِ خدمت مولیٰ اور التجاو تضرع اور اظہار افتقار الی اللہ کے کچھ بھی چارہ نہیں ہو سکتا اور چمار کو جو ذلت عارضی بحثیت دنیوی ہماری نسبت ہے وہ اس قدر نہیں جو بندہ سے حق تعالیٰ سے نسبت ہے۔'' [1]

مصنف اکمل البیان مولوی عزیز الدین صاحب انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا ذکر کر کے اس کے بعد انسان کے منی سے پیدا ہونے کا تاثر لائے ہیں۔ ان لوگوں کی قوم کے اکثر واعظین اور خطباء لوگوں کو مقربین بارگاہِ الوہیت انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی تعظیم سے برگشتہ کرنے کے لئے یہی کہا کرتے کہ ہر کوئی نطفہ اور منی سے پیدا ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تھوڑی سمجھ والے لوگوں کے ذہن میں یہ بٹھایا جائے کہ اللہ کے ہاں انبیاء کرام علیھم السلام کی کوئی قدر و عزت نہیں اور یہ ایک ان کا داؤ ہے۔ ورنہ بات بالکل غلط ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اکثر مقامات پر یہ بیان کافروں کی ناک رگڑنے کے لئے فرمایا ہے مثلاً سورۃ القیامہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

''فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ٥ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ٥ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰی ٥ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ٥ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ٥ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ٥ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ٥ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ٥'' [2]

''نہ اُس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی لیکن اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا پھر اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا چلا۔ خرابی تیرے لئے پھر خرابی، پھر خرابی کیا آدمی نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ حقیر پانی کا ایک قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا جاتا ہے پھر خون کا لوتھڑا ہوا پھر اس نے پیدا فرمایا پھر اس کو درست کیا۔''

ان آیات کو پورا اور بغور پڑھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے یہ ڈانٹ ڈپٹ ایسے کافر و مشرک کو ہو رہی ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور آپ سے منہ پھیرا۔ اسی طرح سورۃ المرسلات کی آیت نمبر ۲۰ سے آیت نمبر ۲۴ تک ارشاد ہے

''اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ٥ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ٥ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ٥ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ٥ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ٥'' [3]

''کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہ کیا پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ میں ٹھہرایا ایک مقرر اندازے پر۔ پس ہم نے انداز ٹھہرایا تو ہم کیا ہی اچھے اندازے ٹھہرانے والے ہیں۔ اس دن تباہی ہے جھٹلانے والوں کے لئے''

ان آیات میں بھی ان لوگوں سے خطاب کیا گیا ہے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا کہ انہیں کہا گیا ہے ہم نے

---

[1] ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۰، ۵۱، ۵۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2] ﴿''سورۃ القیمۃ: الآیۃ ۳۱ تا ۳۶''﴾ [3] ﴿''سورۃ المرسلات: الآیۃ ۲۰ تا ۲۴''﴾

تمہیں حقیر پانی سے پیدا فرمایا یہ ترخیم بھی کافروں کے لئے ہے لیکن یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ انسان بننے کے بعد بھی تم ذلیل ہی ہو اگر ایسا ہوتا تو کفار یہ کہہ سکتے تھے کہ ہمیں تو خدا نے ذلیل ہی بنایا ہے پھر ہم اسلام کس لئے لائیں، بلکہ ایسا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ اے کافروں انسانی پیدائش سے پہلے چاہے تمہارا مادہ کتنا ہی ذلیل تھا لیکن اللہ کی قدرت نے تمہیں انسان بنا کر تمہاری ساری ذلت دھوڈالی اور تمہیں ''وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ''(۱) فرما کر عزت وتکریم کا تاج پہنایا یہ کیسا ظلم ہے؟ کس قدر نالائقی ہے کہ تم میرے بھیجے ہوئے رسول کو جھٹلاتے ہو حالانکہ وہ میرے رسول اور میرے نائب ہیں ان کی عزت میری عزت ان کی تعظیم میری تعظیم ان کی اطاعت میری اطاعت۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ یہ فرمارہا ہے کہ اے جھٹلانے والو تمہیں نطفہ سے انسان بنا کر میں نے تمہاری سابقہ ذلت کو معدوم کر کے عزت بخشی تھی مگر تم نے میری حکومت کے نمائندہ کی تکذیب کر کے اپنی ذلت کا سامان کرلیا۔ اور اب تمہیں آخرت میں ذلت کا عذاب تو چکھنا ہی چکھنا ہے اگر تم اسی طریق پر رہے اور اس طرح نبی کی توہین وتکذیب کرتے رہے تو ہوسکتا ہے تمہیں دنیا میں بھی ذلت کا عذاب دیا جائے۔ لہٰذا اس مضمون کو انبیاء کرام علیھم السلام کے بارے میں پیش کرنا مقربین بارگاہ سے تعصب اور بغض کی پیداوار ہے۔

مغالطہ سوم

ان عبارات میں جو اکمل البیان کے مصنف نے پیش کیں وہ اشاراتی زبان میں یہ کہہ رہے ہیں کہ دہلوی صاحب کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ چمار بادشاہ کے سامنے ذلیل ہے۔ اس بادشاہ کے سامنے چمار کے ذلیل ہونے کی طرح معاذ اللہ انبیاء کرام علیھم السلام بھی اللہ عزوجل کے سامنے ذلیل ہیں اس کا جواب ہم پہلے دے آئے ہیں۔ یہاں صرف یہ یاد رکھیں کہ اکمل البیان کے مصنف صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء تو اللہ کے عارف ہیں یعنی چمار عارف نہیں تو جتنا زیادہ عارف ہونگے اتنا زیادہ عابد ہونگے اور چمار عابد نہیں اور جتنا زیادہ عابد ہونگے تو (مولوی عزیز الدین کے خیال میں نعوذ باللہ وہ اتنا زیادہ ذلیل ہونگے اور چمار عابد نہیں تو ذلیل بھی نہ ہوا یا کم ذلیل ہوا تو یہاں پر صاحب اکمل البیان نے اللہ کے سامنے انبیاء اور اولیاء کو چمار سے زیادہ ذلیل کہا ہے اور اس طرح اسماعیلی قوم کا یہ وکیل اہل سنت کے اعتراض کی تصدیق کر کے اسماعیل دہلوی کے کلام کا یہ مطلب مان گیا اور اپنی پوری مسلکی قوم کو بیچ منجدھار کے ڈبو گیا۔ وللہ الحجۃ البالغۃ

۱۔۔۔۔۔۔﴿''سورۃ الاسراء :الآیۃ ۷۰''﴾

اس کے بعد مولوی عزیز الدین صاحب کا پھر یہ کہنا کہ

''معاذ اللہ نہ تقویۃ الایمان میں ایک لفظ ہے نہ کوئی چیز برخلاف اس کے'' [1]

سوائے اپنے جھوٹ کو دہرانے کے کچھ نہیں۔

اکمل البیان کے تائیدی حوالوں کا جواب

مولوی عزیز الدین مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں

''خود مولوی نعیم الدین الکلمۃ العلیاء صفحہ ۳، ۱۵، ۱۲۶، میں صراحۃً جناب نبی کریم علیہ صلی اللہ وسلم کی نسبت لکھا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں ...... حضور کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ اور حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالق جل شانہ کے سامنے مثل لاشئی کے ہے'' [2]

صاحب اکمل البیان مولوی عزیز الدین صاحب نے اس عبارت کو نقل کرتے ہوئے شروع ہی سے جھوٹ سے کام چلایا ہے۔ چنانچہ اپنی اسی کتاب (اکمل البیان) کے صفحہ ۶۸۸ پر جو عبارت نقل کر آئے ہیں وہ ان کے جھوٹ کو طشت از بام کررہی ہے۔ اکمل البیان کے صفحہ ۶۸۸ پر لکھتے ہیں

''خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صفحہ ۳ اور صفحہ ۱۲۶ میں لکھا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں''

اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ صدر الافاضل حضرت سید مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم علیہ صلی اللہ وسلم کے علم کو اور اللہ تعالیٰ کے علم کو بیان فرمارہے ہیں۔ یہاں علم کی نسبت علم سے ہے حضور علیہ صلی اللہ وسلم کی ذات کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم سے نہیں کی گئی اس لئے یہ نقل جھوٹ اور افتراء ٹھہری۔

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۱۵۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیاء صت و صلا و صتا میں صراحۃً جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھا۔ ''کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں، ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں۔ کہاں خالق اور کہاں مخلوق مماثلت ومساوات کا تو ذکر ہی کیا، علم الٰہی کے حضور تمام مخلوق کے علوم اتنی قلیل ہیں کوئی ہستی نہیں رکھتے''۔ ''حضور کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں''۔ ''اور حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالق جل شانہ کے علم کے سامنے مثل لاشئے کے ہے''۔ خود مولوی نعیم الدین نے فیضان رحمت صت میں لکھا مقصود دعا سے تفرع سے صرف اظہار عجز وتذلل ہوتا ہے۔

[1] ...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۱۵۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2] ...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۱۵۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

اکمل البیان کے حامی شاید یہ کہیں کہ مولوی عزیز الدین سے یہ غلطی نہیں ہوئی بلکہ یہ کاتب کی غلطی ہے تو اس کا جواب یہ ہے اکمل البیان کے صفحہ ۷۵۱ کی یہ عبارت اس اعتراض کے جواب میں لائی گئی ہے جو کہ دہلوی صاحب کی ہے (جس کے صفحات کے عکس آپ بارہا دیکھ چکے) ''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے''

اعتراض یہ نہیں تھا کہ علم رسول علیہ صلی اللہ وسلم کو معاذ اللہ چمار سے زیادہ ذلیل کہا گیا بلکہ اعتراض یہ تھا کہ رسل کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مخلوق میں بڑا مان کر پھر ان کی ذوات قدسیہ کو معاذ اللہ چمار سے زیادہ ذلیل قرار دیا گیا اب اگر مولوی عزیز الدین صاحب ایسے حوالے سے اپنا دفاع کرتے جو علم رسول کے بارے میں تھا اور ذات رسول کے بارے میں نہیں تھا تو اس سے مولوی عزیز الدین صاحب کو نقصان پہنچتا تھا کہ ان کا مطلب ثابت نہیں ہوا اس لئے لفظ علم اڑا دیا تا کہ وہ یہ بتا سکیں کہ مولانا صدر الافاضل ذات رسول علیہ صلی اللہ وسلم کی بات کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صفحہ ۷۵۱ میں بھی اس عبارت کی نقل سے پہلے جو عنوان رکھا اس میں یہ نہیں کہا کہ جناب نبی کریم علیہ صلی اللہ وسلم کے علم کی نسبت لکھا بلکہ یہی کہا کہ جناب نبی کریم علیہ صلی اللہ وسلم کی نسبت لکھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولوی عزیز الدین نے جان بوجھ کر الکلمۃ العلیا کی عبارت نقل کرتے ہوئے تحریف کی اور افتراء سے کام لیا۔ جب کہ اس مضمون کے اول حصہ میں وہ افتراء کرنے والوں پر اللہ کی لعنت بھیج آئے ہیں۔ اب یہ دیکھنا ناظرین کا کام ہے وہ جملہ خود ان کی طرف لوٹ گیا یا نہیں۔

نقل عبارت میں دوسری تحریف

صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الکلمۃ العلیا میں صفحہ ۳ کے متعلق جو حوالہ اکمل البیان کے مصنف نے دیا ہے اس میں بھی تحریف کا ارتکاب کیا چنانچہ اکمل البیان صفحہ ۶۸۸ کی عبارت یہ ہے

''خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صفحہ ۳ اور صفحہ ۱۲۶ میں لکھا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں۔ کہاں خالق اور کہاں مخلوق، مماثلت اور مساوات کا تو ذکر ہی کیا علم الٰہی کے حضور تمام مخلوق کے علوم اقل قلیل میں کوئی ہستی نہیں رکھتے مثل لاشئی کے ہے۔'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۶۸۸۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

اور خود مولوی نعیم الدین نے الکلمۃ العلیا صفحہ ۳ و صفحہ ۱۲۶ میں لکھا۔
"حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں، ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو
نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں، کہاں خالق اور کہاں مخلوق مماثلت و مساوات کا تو ذکر ہی کیا علم الٰہی
کے حضور تمام مخلوق کے علوم اقل قلیل میں کوئی ہستی نہیں رکھتے مثل لاشئے کے ہے۔"

---

[1]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۲۸۸۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

ہمارے اعتراض کی وضاحت یہ ہے کہ صفحہ ۳ پر ''مثل لاشئی کے ہے'' یہ جملہ الکلمۃ العلیا کے صفحہ ۳ میں نہیں بلکہ اس کے بجائے اور جملہ ہے ۔مولوی عزیز الدین نے اکمل البیان کے صفحہ ۶۸۸ پر الکلمۃ العلیا میں مذکور جملہ اڑا دیا اور وہ دوسرا جملہ رکھ دیا۔ ملاحظہ فرمائیے الکلمۃ العلیا صفحہ ۳ کی اصل عبارت

''حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کا سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں ۔کہاں خالق اور کہاں مخلوق، مماثلت اور مساوات کا تو ذکر ہی کیا۔ علم الٰہی کے حضور تمام مخلوق کے علوم اقل قلیل ہیں کوئی ہستی نہیں رکھتے لیکن باینہمہ عطائے الٰہی سے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمیع کائنات تمام ماکان و مایکون کے علوم حاصل ہیں'' ۱

فوٹو حوالہ ﴿''الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفی ''صفحہ ۳،۴۔ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ مراد آباد﴾

اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے علوم ماکان و مایکون سے سرفراز و ممتاز فرمایا ہے [illegible]
حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے تمام جمیع غیوب غیر متناہیہ کا علم ثابت کرتے ہیں نہ جملہ
معلومات الٰہیہ کا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں ذرہ کو آفتاب سے
اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں کہاں خالق اور کہاں مخلوق مماثلت
ومساوات کا تو ذکر ہی کیا۔ علم الٰہی کے حضور تمام مخلوق کے علوم اقل قلیل ہیں کوئی ہستی نہیں رکھتے

لیکن باینہمہ عطائے الٰہی سے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمیع کائنات تمام ماکان و مایکون کے علوم
حاصل ہیں ۔الحمد للہ ہم نہ مماثلت ومساوات کے قائل نہ عطائے الٰہی اور فضل ال

حضرت نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے تو یہ لکھا ہے ''حضور کو تمام کائنات کے علوم ماکان و مایکون (اللہ کی طرف سے) عطا کیے گئے'' لیکن مولوی عزیز الدین صاحب نے اس جملہ کی بجائے اپنی طرف سے ایک جملہ لگا دیا کہ ''مثل لاشئی کے ہے'' اور اس جملہ کا ذکر نہیں کیا جو مولانا سید محمد نعیم الدین علیہ الرحمۃ نے لکھا تھا۔ شاید اس لئے مسلک اہل حدیث کی طرف سے ان صاحب پر ''ثنا'' کے پھول اور مدح کی پتیاں نچھاور کی جارہی ہیں جیسا کہ اس کتاب کے مقدمہ میں حالات مصنف کے عنوان کے تحت دیکھا جاسکتا ہے۔ اب پہلے اکمل البیان کی عبارت کا عکس دیکھیں اور پھر حضرت صدر الافاضل کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

رہا الکلمۃ العلیا صفحہ ۱۲۶، تو ہمارے سامنے الکلمۃ العلیا جو نسخہ ہے اس کے صفحہ ۱۲۶ پر تو اس جیسی کوئی عبارت نہیں البتہ ۱۳۰ میں یہ عبارت ہے کہ '' آیت میں سے اتنا تو ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اس چیز کا علم ضروری (بدیہی اور یقینی) ہے جس کی نسبت وہ لا علم لنا فرمائیں گے۔ کیونکہ سوال یہ ہے کہ تمہاری امتوں نے تمہیں تبلیغ کے بعد کیا جواب دیا تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وہی فرمانا اور جواب دینا۔ چاہیے جو ان کی امت نے دیا تھا بجائے اس کے کہہ دینا ہم نہیں

۱...... ﴿''الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفی '' (مولانا نعیم الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۳،۴۔ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ مراد آباد﴾

جانتے تو خود علام الغیوب ہے صاف دلیل اس کی ہے۔ بمقابلہ علم حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے علم کی نفی کر رہے ہیں اور یہی مقتدائے ادب ہی ہے اور حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالق جل شانہ کے علم کے سامنے مثل لاشئی کے ہے۔" [1]

فوٹو حوالہ ﴿"الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ" صفحہ ۱۳۰۔ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ مراد آباد﴾

ہے تو اگر رسولوں کو ہر چیز کا علم ہوتا تو وہ ایسا کیوں کہتے؟ جواب ایسے شبہات
مخالفین کی کوتہ اندیشی اور نادانی سے ناشی ہیں کیونکہ صرف آپ ہی سے آشنا تو کافی ہے کہ انبیاء
علیہم السلام کو اس چیز کا علم ضروری ہے جس کی نسبت وہ لا علم نا فرماوینگے کیونکہ سوال یہ ہوگا کہ
تمہاری امتوں نے تمہیں تبلیغ کے بعد کیا جواب دیا تو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو یہی [illegible] جواب دینا
چاہئے جو ان کو ان کی امت نے دیا تھا بجائے اس کے یہ کہنا کہ ہم نہیں جانتے تو تو عالم الغیب ہے
صاف دلیل اس کی ہے کہ وہ بمقابلہ علم حق سبحانہ تعالیٰ کے اپنے علم کی نفی کر رہے ہیں اور یہی مقتضائے ادب
ہے اور حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالق جل شانہ کے علم کے سامنے مثل لاشئی کے ہے۔ تفسیر خازن [illegible]
جلد اول میں تفسیر کبیر سے نقل کیا ہے ان الرسل علیہم السلام لما علموا ان اللہ

اس عبارت میں یہ کہیں نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل لاشئی کے ہیں۔ نہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میں معاذ اللہ چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے۔ گفتگو تقویۃ الایمان کی اس عبارت پر ہے جو حوالہ اس سے ہٹ کر ہے اسے بحث کے طے کرنے میں کوئی دخل نہیں۔ لوگوں کو مغالطہ نہ دیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اصل عبارت تھی "مخلوقات کا علم خالق جل شانہ کے علم کے سامنے مثل لاشئی ہے"
اکمل البیان کے صفحہ ۲۸۸ کی اصل عبارت میں مثل لاشئی کے ہے۔ یہ جملہ اکمل البیان کے مصنف نے کاٹ کر نقل کیا ،صحیح عبارت وہ ہے جو اکمل البیان کے صفحہ ۵۱۷ پر دی ہے۔ خود اپنی عبارت سے یہ بتادیا کہ اکمل البیان کے صفحہ ۶۸۸ میں عبارت پر قینچی چلائی گئی تھی۔

تیسری بات یہ ہے کہ صفحہ ۶۸۸ اور صفحہ ۵۱۷ میں اکمل البیان کے مصنف نے جو عبارتیں الکلمۃ العلیا کی نقل کیں۔ وہ پوری نہیں ہیں۔ اور پوری عبارت جیسا کہ ہم نے پیش کی ہے۔ پوری عبارت دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام یہ فرمائیں گے کہ ہماری امتوں نے جو ہم سے سلوک کیا ہمیں پتہ نہیں یہ ان کی تواضع ہے ورنہ یقیناً وہ جانتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا کیا گیا در حقیقت انہیں علم تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے بتقاضائے ادب انہوں نے اپنے علم کی نفی کی۔ یہ ساری بات چونکہ اکمل البیان کے خلاف جاتی تھی اس لئے انہوں نے نقل نہیں کی۔ اگر پوری عبارت نقل کریں تو مطلب یہ بنتا ہے کہ علم تھا مگر تواضعاً انکار کیا اور اکمل البیان والے حصے کی عبارت کا مطلب یہ بنتا ہے کہ علم ہے ہی نہیں۔ لہٰذا یہ تحریف ہوئی کیونکہ اس سے مطلب میں فرق پڑتا ہے۔

---

[1]...... ﴿"الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ" (مولانا نعیم الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۱۳۰۔ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ مراد آباد﴾

مولوی عزیز الدین کا افترائی تأثر پھیلانا

صاحب اکمل البیان لکھتے ہیں

’’پس اگر مولوی نعیم الدین صاحب کہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کمال کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں ذرہ اور قطرہ کی نسبت بھی متصور نہیں کوئی ہستی نہیں سب مثل لاشئی کے ہے۔ دعا میں حق تعالیٰ کے حضور اظہار عجز تذلل اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں ذلیل ہونا فقیر و مسکین حقیر ہونا بتایا گیا وغیرہ وغیرہ تو اس میں کوئی گستاخی بے ادبی اور حضرات انبیاء کی عداوت نہ ہوئی بلکہ عین ایمان ہوا پھر تقویۃ الایمان میں لفظ عام اور ہر مخلوق بڑے اور چھوٹے کا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہونا۔ کیونکر اس میں انبیاء کی توہین و سخت گستاخی بے ادبی لازم ہوگئی؟ جب کہ کسی نبی ولی مقبول بارگاہ کا نام بھی نہیں۔ حالانکہ مولوی نعیم الدین کے نزدیک ذلت چمار جو بنفسہٖ اشرف المخلوقات ہے اور مخلوقات میں ذرہ اور قطرہ اس سے بھی کہیں زیادہ ذلیل ہے پھر مثال دی کہ جناب نبی کریم علیہ وسلم صلی اللہ کا علم اشرف ذرہ وقطرہ سے بھی زیادہ کمتر کہ کوئی ہستی نہیں رکھتا لاشئی ہے مگر یہ سب کچھ شان الٰہی کے مقابلہ ہی میں تو ہے۔‘‘ [1]

فوٹو حوالہ ’’اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان‘‘ صفحہ ۶۸۸ ۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

تاغیرہ کے معنی یہ لکھے ہیں ای یجریہ علی قلبہ من الدعاء والخضوع والتذلل القلبی پس اگر مولوی
نعیم الدین صاحب کہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کمال کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ ذرہ اور
قطرہ کی نسبت بھی متصور نہیں، کوئی ہستی نہیں، سب مثل لاشئے کے ہے۔ دعا میں حق تعالیٰ کے حضور اظہارِ
عجز تذلل اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں ذلیل ہونا فقیر و مسکین حقیر ہونا بتایا گیا وغیرہ وغیرہ تو اس میں کوئی گستاخی
بے ادبی اور حضرات انبیاء کی عداوت نہ ہوئی۔ بلکہ عین ایمان ہوا، پھر تقویۃ الایمان میں لفظ عام اور ہر مخلوق
بڑے اور چھوٹے کا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہونا۔ کیونکر اس میں انبیاء کی توہین و سخت
گستاخی بے ادبی لازم ہو گئی؟ جبکہ کسی نبی ولی مقبولِ بارگاہ کا نام بھی نہیں۔ حالانکہ مولوی نعیم الدین کے نزدیک
ذلتِ چمار جو بنفسہٖ اشرف المخلوقات ہے اور مخلوقات میں ذرہ اور قطرہ اس سے بھی کہیں زیادہ ذلیل ہے
پھر مثال دی کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اشرف ذرہ و قطرہ سے بھی زیادہ کمتر کہ کوئی
ہستی نہیں رکھتا لاشئے ہے۔ مگر یہ سب کچھ شان الٰہی کے مقابلہ ہی میں تو ہے

مولوی عزیز الدین صاحب بھی عجیب شخص ہے۔ مذکورہ عبارت کے اس حصے کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں

’’حالانکہ مولوی نعیم الدین کی نزدیک ذلتِ چمار جو فی نفسہٖ اشرف الخلوقات ہے اور مخلوقات میں ذرہ وقطرہ اس سے بھی کہیں زیادہ ذلیل ہے۔‘‘ یہاں پر دو باتیں کی گئی ہیں ایک یہ کہ چمار اشرف الخلوقات ہے دوسرا یہ کہ ہر ذرہ وقطرہ اس

---

[1] ......’’اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان‘‘ (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۱ ۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

(چمار) سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ مولوی عزیز الدین صاحب نے اس عبارت سے پہلے جو لکھا ہے'' حالانکہ مولوی نعیم الدین کے نزدیک ذلتِ چمار جو بنفسہٖ اشرف المخلوقات ہے''

آخری عبارت تک ان الفاظ سے مل کر یہ بتارہے ہیں کہ'' حضرت سید نعیم الدین مرادآبادی **علیہ الرحمۃ** چمار کو اشرف المخلوقات اور پھر اس کو چمار سے زیادہ ذلیل کہہ آئے ہیں''؟ مولوی عزیز الدین صاحب بڑے سمجھدار آدمی لگتے ہیں اکثر جب وہ کہیں حوالہ دیتے ہیں کسی کی طرف کوئی بات منسوب کرتے ہیں تو اس امر کے لئے کسی کتاب یا صفحہ کی نشاندہی ضرور کرتے ہیں مگر یہاں پر آکر انہوں اپنی پسندیدہ روایت ایک طرف رکھ دی اور کوئی حوالہ نہیں دیا۔

مولانا نعیم الدین مرادآبادی **علیہ الرحمۃ** اور ان کے عقیدے کے خلاف بیشک تیمویہ اسماعیلیہ فرقے کی سب شاخیں اس پر خوشی منائیں۔ سمجھ وہ بھی گئے ہونگے اور دل میں کہہ رہے ہونگے شاید اسی کا نام ہے'' مجبوریٔ وفا'' تم جھوٹ کہہ رہے ہو ہمیں اعتبار ہے۔ تو جناب عالی یہ ہر دونوں باتیں نہ صرف بے حوالہ ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی صاحب پر افتراء ہیں بلکہ قرآن مجید کی صریح آیات کی روشنی میں ہم مسلمانوں کے عقیدے کے بھی خلاف ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور انسان اشرف المخلوقات میں سے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر انسان مومن ہو یا کافر بالواسطہ وہ اشرف المخلوقات حضرت سیدنا آدم علیہ السلام میں سے (پیدا کیا گیا) ہے لیکن اشرف المخلوقات کا لقب مومن کی طرف جاتا ہے۔ ہر انسان اشرف المخلوقات نہیں۔ انسان اشرف المخلوقات ہے یہ قضیہ مہملہ ہے جو حکم میں محصورہ جزئیہ کے ہوتا ہے۔ اور علم بحث کے طالب علموں پر واضح ہے کہ قضیہ مہملہ بحث میں حجت نہیں ہوتا اور بحث میں حجت کلیہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہم کہہ رہے ہیں سارے انسان اشرف المخلوقات نہیں دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ''[1]

بیشک وہ لوگ جو اہل کتاب میں سے کافر ہوئے اور سب مشرکین (اور چمار ان میں شامل ہیں) جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے یہی لوگ تمام مخلوق سے زیادہ برے (حقیر و ذلیل) ہیں۔

ارشاد فرمایا'' لَھُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِھَا''[2]

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔ ان فرامین

---

[1]...... ﴿''سورۃ البینۃ: الآیۃ ٦''﴾ [2]...... ﴿''سورۃ الاعراف: الآیۃ ١٧٩''﴾

کی روشنی میں کوئی کافر مشرک نہ اللہ کے نزدیک عزت والا ہے نہ اشرف المخلوقات۔

اکمل البیان کے دوسرے حوالے کا جواب

مولوی عزیز الدین صاحب لکھتے ہیں ''مولوی نعیم الدین نے فیضان رحمت صفحہ ۲۸ پر لکھا مقصود دعائے تضرع سے اظہار عجز و تذلل ہوتا ہے چنانچہ شامی میں مسطور ہے قولہ ودعائه تضرعه ای اظہار الخضوع والذلة للّٰه تعالیٰ من غیر طلب جنۃ ولا خوف من النار نحوالھی انا عبدك البائس الخ بلکہ اظہار عجز و ذلت کے لئے ہوتی ہے چنانچہ طحطاوی نے خفیہ کے معنی یہ لکھے ہیں ای یجریه علی قلبه من الدعاء والخضوع والتذلل القلبی'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' صفحہ ۱۵۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

ہیں'' ''اور حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالق جل شانہ کے علم کے سامنے شل لاشئے کے ہے''۔
برمولوی نعیم الدین نے فیضانِ رحمت ص۲۸ میں لکھا مقصود دعائے تضرع سے صرف اظہارِ عجز و تذلل ہوتا ہے۔
چنانچہ شامی میں مسطور ہے۔ قولہ ودعا تضرع ای اظہار الخضوع والذلة للّٰه تعالیٰ من غیر طلب
جنة ولا خوف من النار نحو الٰھی انا عبدك البائس الخ بلکہ اظہار عجز و ذلت کے لیے ہوتی ہے۔ چنانچہ طحطاوی
نے خفیہ کے معنی یہ لکھے ہیں ای یجریه علی قلبه من الدعاء والخضوع والتذلل القلبی'' پس اگر مولوی

اس عبارت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا تضرع سے کی جائے اور تضرع کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندہ اپنے آپ کو جھکا ہوا ظاہر کرے۔ اور اللہ کی بارگاہ میں ذلت کا اظہار کرے اور وہ جھکانا نہ تو جنت کی طلب میں ہو نہ آگ کے خوف سے۔ جیسا کہ یوں کہے کہ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں ڈرنے والا۔ شامی کی اس عربی عبارت سے آگے ''الخ'' کا نشان ڈال کر مولوی عزیز الدین صاحب نے عبارت ختم کردی۔ اور پھر دوسری عبارت شروع کردی ہے۔ طحطاوی کی طرف دعائے خفیہ کا معنی کرتے ہوئے بیان کیا کہ یہ دعا خشوع و خضوع اور دلی تذلل کے ساتھ ہوگی۔ اکمل البیان کے مصنف باکمال اپنے دعویٰ کو جلد بھول جاتے ہیں۔ اِن کا دعویٰ تھا کہ تمام نبی اور ولی اللہ ﷺ کے نزدیک فی الواقع ذلیل ہیں نعوذ باللہ۔

اور نہ صرف ذلیل بلکہ چمار سے زیادہ ذلیل ہیں جب کہ یہ حوالے تذلل اور اظہار ذلت کے ہیں۔ یہاں واقعی ذلت کا کوئی بیان نہیں ہے۔ اظہارِ ذلت کرنے والا اگر فی الواقع ذلیل بھی ہے تو ذلیل کہلائے گا اگر فی الواقع ذلیل نہیں تو پھر اُسے ذلیل نہیں کہا جاسکتا جس طرح کہ اپنے آپ کو اونچا ظاہر کرنے والا اگر فی الواقع اونچا ہے تو کبیر اور رفیع کہلائے گا ورنہ مترفع اور متکبر ہی کہلائے گا۔ اور یہی ہم کہہ رہے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے رسول علیہ وسلم ﷺ اور دیگر رسولوں

---

[1] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۱۵۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

علیھم الصلوۃ السلام کوعزت بخشی

(الف) ''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ'' [1]

(ب) ''اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ'' [2]

(ج) ''جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ'' [3]

ارشادفرما کراپنے رسل عظام علیھم الصلوۃ والسلام کی عزت والاقرار دے رہا ہے۔اس لئے ان کا اظہار ذلت اور تذلل ان کو فی الواقع ذلیل نہیں بنا تا اور نہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے قول کو جھوٹ کہنا پڑے گا اور یہ جرأت اسماعیل دہلوی کا فرقہ کرسکتا ہے مسلمان نہیں کرسکتا۔

بہرحال ان دونوں عبارتوں میں نبی اور ولی کا نام بھی نہیں ہے یہ تو عام شخص کو کہا گیا ہے کہ وہ اظہار ذلت یعنی تذلل کے ساتھ دعا کرے جو فی الواقع ذلت نہیں پھر نبی اور ولی کا ذکر بھی نہیں عام آدمی کو دعا مانگنے کا طریقہ سکھایا جارہا ہے۔اور پھر چمار کا ذکر بھی نہیں اور نہ اس کے ذلیل ہونے کا اور نہ نعوذ باللہ مقربین کا اس سے زیادہ ذلیل ہونے کا ذکر ہے۔پتہ نہیں کہ مولوی عزیز الدین صاحب کو یہ چھوٹی چھوٹی عبارات کیوں سمجھ نہیں آتیں۔

چمار کی حمایت میں مولوی عزیز الدین کا حوالہ

اس سے آگے چل کر چمار کی شان بیان کرتے ہوئے صاحب اکمل البیان نے حضرت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح جلد سوم مطبوعہ بریلی صفحہ ۱۲۰ کا حوالہ دیا ہے

''اگر کوئی چمار مسلمان ہو تو مسلمان کے دین میں اُس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے وہ ہمارا دینی بھائی ہوگیا اللہ تعالیٰ فرماتا ''انما المؤمنون اخوۃ'' اور فرماتا ہے فاخوانکم فی الدین'' [4]

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۲۵۷۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

صاحب بریلوی مقتدا اسے مولوی نعیم الدین فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح حصہ سوم حسنی پریس بریلی کے ص ۱۲۰ میں لکھتے ہیں۔

—— ''اگر کوئی چمار مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے وہ ہمارا دینی بھائی ہوگیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ اور فرماتا ہے فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ
حقیقت یہ ہے کہ مولوی نعیم الدین کا یہ کہنا کہ کیا اللہ اور رسول نے تمہیں یہ بتایا ہے۔محض مغالطہ ہے۔چنانچہ اس

---

[1] ......﴿''سورۃ المنافقون:الآیۃ ۹''﴾ [2] ......﴿''سورۃ الاعراف:الآیۃ ۴۰''﴾ [3] ......﴿''سورۃ الدخان:الآیۃ ۱۷''﴾

[4] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۲۵۷۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

حضرت مولانا امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کا مطلب یہ ہے کہ چمار مسلمان ہو جائے تب اُسے حقیر اور ذلیل نہ سمجھا جائے کیونکہ جب تک وہ کافر تھا تب تک چمار اور ذلیل ہی تھا جب وہ مسلمان ہو گیا تو کفر کی ذلت ختم۔ مرے ہوئے جانور بھی نہیں کھائے گا۔ تب وہ چمار بھی نہیں رہے گا۔ مگر یہ اکمل البیان کے مصنف کی عقل ہے کہ انہیں یہ چھوٹی سی بات بھی سمجھ نہیں آتی اور وہ کہنا چاہتے ہیں کہ چمار بڑی شان والا ہوتا ہے۔ مولوی عزیز الدین صاحب ہم مسلمانوں کے نزدیک جب کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو وہ بڑی شان والا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بہت بڑی شان و عزت والے رسول کے سامنے اپنے دل کو جھکا دیتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی یہ نیاز مندی اور رسول کو ماننا اس کی سابقہ ذلت کو دور کر کے اُسے عزت والا بنا دیتا ہے۔ آپ تو رسولوں کی عزت کو ختم کرنے کے لئے ان کو (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) ذلت ثابت کرنے کے لئے یہ حوالہ دے رہے ہیں۔ جو اہل علم کے نزدیک آپ کے فہم کی بے مائیگی پر دلالت کرتا ہے۔

صاحب اکمل البیان کا ایک اور حوالہ

مولوی عزیز الدین صاحب نے آیت کریمہ "اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا" سے اپنے استدلات پیش کئے ہیں آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے

"کوئی نہیں ہے آسمان اور زمین میں جو نہ آئے رحمٰن کا بندہ ہو کر" [1]

فوٹو حوالہ ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" صفحہ ۷۲ ۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۔ "کوئی نہیں ہے آسمان اور زمین میں جو نہ آئے رحمٰن کا بندہ ہو کر"

مولوی عزیز الدین صاحب نے آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے ڈنڈی ماری ہے انہیں یوں لکھنا چاہیے

"کوئی نہیں ہے آسمان اور زمین میں جو نہ آئے قیامت میں رحمٰن کا بندہ ہو کر"

اپنی اس کوشش سے مصنف اکمل البیان پڑھنے والے کے ذہن پر اثر ڈالنا چاہتے ہیں کہ یہ آیت انہیں ہر وقت بندہ قرار دے رہی ہیں۔ اور یہ بندہ کا معنی ذلیل بتائیں گے۔ حالانکہ وہ تمام تفاسیر جو اس آیت کی تشریح کے ضمن میں صاحب اکمل البیان نے پیش کی ہیں وہ ساری کی ساری اس آیت کو قیامت سے خاص قرار دے رہی ہیں۔ نہیں معلوم کہ مولوی عزیز الدین صاحب کو ایک واضح بات سمجھ بھی نہیں آتی یا وہ جان بوجھ کر مغالطہ دیتے ہیں۔ اب ان کے پیش کردہ تفسیری حوالہ جو

[1]...... ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۲ ۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

انہوں نے اس آیت کے تحت دیئے ہیں مندرجہ ذیل ہیں'

'تفسیر جلالین، تفسیر معالم التنزیل (بغوی) تفسیر خازن، تفسیر مدارک، تفسیر جامع البیان، تفسیر رحمانی، تفسیر خطیب، تفسیر روح البیان''

ان تمام تفاسیر کی عبارات جو اقوال مفسرین ہیں مولوی عزیز الدین صاحب کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کی عبارات کے جواب میں دیا جا چکا ہے وہاں دیکھنا چاہیے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ہر بات پر علماء کے قول سے بری، بیزار ہو کر اپنے آپ کو حدیث کا متبع کہنے والے اس آیت کی تفسیر میں کوئی حدیث کیوں نہیں پیش کی۔

بہر حال اس آیت کا تفصیلی جواب پہلے گزر چکا ہے۔

ایک اور دلیل اور اس کا جواب

مصنف اکمل البیان نے مقربین بارگاہ کو ذلیل ثابت کرنے کے لئے ایک اور دلیل دی ہے۔ لکھتے ہیں

''اللہ تعالیٰ نے پارہ سولہ سورۃ طہٰ میں فرمایا ''وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ'' اور ذلیل ہوں گے منہ واسطے حق تعالیٰ زندہ قائم رہنے والے کے'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۵۳۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے پارہ ۱۶ سورہ طہٰ میں فرمایا: وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ۔ "اور ذلیل ہوں گے منہ واسطے حق تعالیٰ زندہ قائم رہنے والے کے"

تبصرہ

''عذر گناہ بدتر از گناہ'' حیرت ہوتی ہے کہ ایک طرف یہ لوگ کہتے ہیں ان کے دہلوی امام نے مقربین بارگاہ الوہیت یعنی انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم دیگر عامۃ المومنین متقین کے بارے میں کچھ نہیں کہا وہ تو کسی دنیاوی بادشاہ کے چمار کی بات کر رہے تھے پھر یہ بار بار انبیاء اور اولیاء کو ذلیل ثابت کرنے کے دلائل کیوں دیئے جا رہے ہیں۔ اس آیت کا جو ترجمہ مصنف اکمل البیان نے کیا ہے وہ غلط ہے اس کے اپنے ہم مذہب اور ہم عقیدہ بھی یہ ترجمہ نہیں کرتے دیکھئے ان کے جس عالم نے ان کی کتاب اکمل البیان کو اپنے رسالہ میں قسط وار شائع کیا۔ اور اس کے لئے تمہید لکھی جو اس کتاب میں چھپی ہوئی ہے۔ وہ ہیں ان کے مناظر اعظم مولوی ثناء اللہ امرتسری انہوں نے قرآن مجید کی اس مکمل آیت کے ترجمہ میں لکھا ہے

---

[1] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۵۳۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

''اور (سنو اُس روز) ساری مخلوق زندہ خدا اور منتظم کے آگے منہ کے بل گرے ہوئے ہیں اور جنہوں نے (اپنی گردنوں پر) ظلم اُٹھائے ہونگے وہ ذلیل وخوار ہونگے اور جو کوئی خدا پر ایمان لاکر نیک کام کرے گا وہ کسی طرح کے ظلم اور نقصان سے نہ ڈرے گا (کیونکہ جو کچھ کسی نے کیا ہوگا اس کا پورا بدلہ ملے گا)'' ۱؎

فوٹو حوالہ ﴿''سورۃ طٰہٰ: الآیۃ ۱۱۱،۱۱۲'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

عَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝ وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ۝ وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ
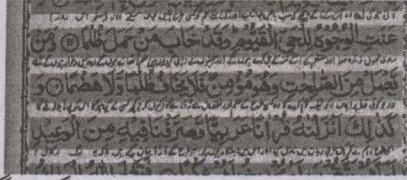
تنبیہ

اگرچہ ترجمہ یہ بھی اتنا صحیح نہیں کیونکہ ساری مخلوق منہ کے بل قیامت کے روز کب گرے گی یہ تو قرآن کے خلاف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَ یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ'' (۲) قیامت کے روز کافروں کو سجدہ کے لئے دعوت دی جائے گی تو وہ ایسا نہیں کرسکیں گے۔

بہر حال ہمارا مقصد حاصل ہے کہ کیونکہ امرتسری صاحب نے آیت کا ترجمہ ذلیل ہونے سے نہیں کیا بلکہ منہ کے بل گرنے سے کیا جو سجدہ کے معنی میں ہے اور ذلیل کا لفظ فقط ظالموں کے لئے لکھا۔ ثابت ہوا امرتسری صاحب کے نزدیک غیر ظالم (نیک) انسان قیامت میں ذلیل وخوار ہرگز نہیں ہونگے۔ اس سلسلے میں شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ پیش ہے اگرچہ اس ترجمہ کو ہمارے مسلک کی تائید حاصل نہیں یہ اکمل البیان میں افتراء کیا گیا ہے تاہم علماء دیوبند کے ہاں اس کا مقبول ہونا ردّ وقدح سے خالی ہے۔ اور ہمارے خیال میں اہل حدیث حضرات بھی اس ترجمہ کو قبول کرتے ہیں اس لئے الزاما پیش کررہے ہیں۔

''اور گرتے ہیں منہ آگے اس جیتے ہمیشہ رہتے کے اور خراب ہوا جس نے بوجھ اُٹھایا ظلم کا۔ اور جو کوئی کرے کچھ بھلائیاں اور وہ یقین رکھتا ہو سو اس کو ڈر نہیں بے انصافی کا اور نہ دبانے کا'' ۳؎

اب آیئے تھانوی ترجمہ کی جانب علماء دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں

''اور تمام چہرے اس حی وقیوم کے سامنے جھکے ہونگے اور ایسا شخص تو ناکام رہے گا جو ظلم لے کر آئیگا اور جس نے نیک کام کئے ہونگے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا تو اس کو نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا اور نہ کمی کا'' ۴؎

۱؎...... ﴿''سورۃ طٰہٰ: الآیۃ ۱۱۱،۱۱۲'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۲؎...... ﴿''سورۃ القلم: الآیۃ ۴۲''﴾

۳؎...... ﴿''سورۃ طٰہٰ: الآیۃ ۱۱۱،۱۱۲'' (ترجمۃ القرآن ''شاہ عبدالقادر دہلوی)۔ مطبوعہ ماسٹر کمپنی لاہور﴾

۴؎...... ﴿''سورۃ طٰہٰ: الآیۃ ۱۱۱،۱۱۲'' (ترجمۃ القرآن ''اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ)۔ مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان﴾

فوٹوحوالہ ﴿''سورۃ طٰہٰ: الآیۃ ۱۱۱،۱۱۲'' ترجمۃ القرآن ''اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ۔ مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان﴾

بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ

احاطہ نہیں کر سکتا — اور (اس روز) تمام چہرے اس حی و قیوم کے سامنے جھکے ہوں گے — ایسا شخص تو (ہر طرح) ناکام رہے گا جو

حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا

ظلم (یعنی شرک) لے کر آیا ہوگا — اور جس نے نیک کام کئے ہوں گے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا سو اس

یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا

کو نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا اور نہ کمی کا — اور ہم نے اسی طرح اس کو عربی قرآن کر کے نازل کیا ہے

ان تراجم نے یہ بات واضح کردی کہ اکمل البیان کے مصنف مولوی عزیز الدین نام والے نے جو ترجمہ کیا ہے وہ ان تمام تراجم کے خلاف ہے جو اسماعیلی فرقوں کے ہاں معتبر سمجھے جاتے ہیں۔ رہا شاہ رفیع الدین کا ترجمہ تو اس کے متعلق بہاولپور کے ایک رسالہ ''الہام'' میں یہ مضمون شائع ہوا تھا کہ شاہ رفیع الدین پورا ترجمہ نہیں لکھ سکے۔ علاوہ ازیں ان کا ترجمہ کچھ زیادہ صحیح نہیں ہوتا۔ (تفصیل کسی اور مقام پر ان شاء اللہ العزیز) اہل سنت کے علماء ایسے ترجمہ کو قبول نہیں کرتے۔ اتماما للحجۃ کہیں کہیں پیش کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اکمل البیان والے کا یہ ترجمہ درست نہیں کہ اُس دن اللہ تعالیٰ کے سامنے (تمام مخلوق کے) منہ ذلیل ہونگے۔ ہمارے اس الزام کا روشن ثبوت ایک اور بھی ہے کیونکہ اس آیت کے باقی حصے اور دوسری ساتھ والی آیت کو پڑھنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جیسے امرتسری صاحب نے کہا وہاں پر لوگ دو طرح کے ہونگے۔ ایک وہ جو ذلیل وخوار ہونگے دوسرے وہ لوگ ہونگے جو بالکل بے خوف ہونگے یعنی ذلت اور خواری ان کے قریب بھی نہیں گزرے گی اور یہ لوگ وہ ہیں جن کے بارے میں فرمایا ''اس روز کسی کی سفارش کچھ نفع نہ دے گی ہاں جس کے حق میں خدائے رحمٰن اجازت دے گا اور اس کی بات اسے پسند آئی ہوگی'' [۱]

اور یہ وہ لوگ ہونگے جنہوں نے ایمان کے ساتھ نیک اعمال کئے ہونگے یعنی مؤمن متقی ہونگے تو اگر سب لوگ ذلیل ہوتے تو کچھ کو ذلیل کہنے اور کچھ دوسروں کو ذلیل نہ کہنے اور بے خوفی کی عزت یافتہ قرار دینے کے ساتھ شفاعت کی اجازت ملنے اور ان کی گفتار کے پسند آنے کا کیا مقصد ہوگا۔ اور یہ فرق اللہ کیوں کرتا؟ لہٰذا روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ ''عَنَتِ الْوُجُوْهُ'' کا معنی ذلیل ہونے کا کرنا غلط اور قابل اعتراض ہے۔

کتب لغت کی روشنی میں ترجمہ کا جائزہ

۱۔ ''تاج العروس'' میں ہے ''(وعنوت فیهم عنوًا) بالفتح وضبطه فی المُحکم کسُمُوٍّ (وعَناءً

۱۔۔۔۔۔﴿''سورۃ النجم : الآیۃ ۲۶''﴾

صرت أسيرًا كَعَنِيتُ) فيهم (كَرَضِيتُ) لُغتان ذكرهما ابن سيده وفي الصّحاح عَنا فيهم فلان أسيرًا أي أقام فيهم على اسارِه واحتبس فاقتصر على لغة واحدة (و) عَنَوْتُ للحق (خَضَعْتُ) وأَطَعْتُ ومنه قوله تعالى وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ وقيل كل خاضع لحق او غيره عانٍ وقيل معنى عنت الوجوه استاسرت وقيل ذلّت وقيل نصبت له وعملت له وقيل هو وضع الجبهة والركبة واليد في الركوع والسجود" [1]

قاموس کے الفاظ میں (وعَنَوْتُ فِيهِ عَنْوًا) عین کے زبر سے پڑھنا چاہیے۔لغت کی کتاب "المحکم" میں "عُنُوٌّ" بروزن "سُمُوٌّ" (سین کی پیش اور واو کی شد سے) اس کا ایک اور مصدر "عَناءٌ" ہے اس کا معنی ہے میں قیدی بن گیا (یعنی جب "عَنَوْت" کا صلہ یعنی اس کے بعد حرف "فِی" آیا ہو) اس کا ایک مصدر عَنِیتُ، رَضِیتُ کے وزن پر بھی آتا ہے وہ بھی "فِی" کے ساتھ مل کر آتا ہے۔لفظ "عَنا" میں دولغتیں ہیں دونوں کو ابن سیدہ نے ذکر کیا ہے۔اور لغت کی کتاب صحاح میں ہے عَنَا فِيهِمْ فُلَانٌ اَسِيرًا یعنی اس کا معنی ہے فلاں شخص فلاں قوم کی قید میں رہ گیا۔صحاح نے ایک ہی لغت پر انحصار کیا ہے۔اور عَنَوْتُ لِلْحق کا معنی (جب کہ اس کا صلہ اس کے بعد حرف لام آئے) خَضَعْتُ اور اَطَعْتُ آتا ہے۔میں نے حق کی فرمانبرداری کی اور حق کے سامنے جھک گیا۔اسی معنی سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول "وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوم" جھک گئے چہرے حی وقیوم کے سامنے۔اور کہا گیا ہے جھکنے والے کو "عانی" کہتے ہیں حق کے لئے جھکے یا ناحق کیلئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عَنَتِ الْوُجُوه کا معنی اِسْتَأْسَرَتْ یعنی ہر ایک نے حکم کا پابند بن کر اپنے آپ کو اللہ کے روبرو پیش کر دیا۔اور کہا گیا ہے چہرے اس کے سامنے کھڑے ہوئے اور اس کے کام کاج میں لگ گئے اور کہا گیا ہے عَنَتِ الْوُجُوه کا معنی رکوع اور سجدے میں ماتھا، گھٹنے اور ہاتھوں کو جھکانا ہے۔"

کتب لغت کے بیان کی تشریح

عبارت مذکور کا مطلب یہ ہے کہ اس لفظ کا استعمال کبھی حرف "فی" کو ملا کر ہوتا ہے تو اُس وقت یہ قیدی ہونے کے معنی دیتا ہے۔(صاحب قاموس اور تاج العروس کے نزدیک راجح یہی ہے) اور کبھی اس کا صلہ لام آتا ہے قرآن مجید کی اس آیت میں اس کا صلہ لام واقع ہوا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ چہرے رحمٰن کے روبرو جھکے ہوئے ہونگے اس معنی کو قاموس اور تاج نے ترجیحاً پہلے ذکر کیا باقی معنی "قیل" کے ساتھ ذکر کیے جو کبھی بیان ضعف کے لئے ہوتا ہے اور کبھی تعدد اقوال کے بیان کے

---

[1]...... «"تاج العروس فی شرح القاموس" (سید محمد مرتضی حسینی زبیدی التوفی ۱۲۰۵ھ) جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۶۔مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت»

☆...... «"تاج العروس فی شرح القاموس" (سید محمد مرتضی حسینی زبیدی التوفی ۱۲۰۵ھ) جلد ۳۶ صفحہ ۱۱۵۔مطبوعہ التراث العربی کویت»

لئے اگر تعدد کے لئے بھی ہو تو اس میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون سا قول قبول ہے اور کون سا مردود ہے۔

فوٹو حوالہ «"تاج العروس فی شرح القاموس" جلد۳۶ صفحہ۱۱۵۔ مطبوعہ التراث العربی کویت»

[ع ن و] *

(و) * (عَنَوْتُ فِيهِم عَنْوًا) بالفَتْح، وضَبَطه في المُحْكَم: كَسُمُوٌّ، (وعَنَاءً: صِرْتُ أَسِيرًا، كَعَنِيتُ) فِيهِم، (كَرَضِيتُ)، لُغَتانِ، ذَكَرهما ابنُ سِيده[1]. وفي الصّحاح: عَنَا فيهم فلانٌ أسيرًا، أي: أَقَام فيهم عَلَى إسَارِه واحتُبِس، فاقتَصَر على لغةٍ واحدةٍ.

(و) عَنَوْتُ للحَقِّ: (خَضَعْتُ) وأَطَعْتُ، ومنه قولُه تعالى: ﴿وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ﴾[1]. وقيل: كلُّ خاضعٍ لحقٍّ أو غيرِه عانٍ، وقيل: معنى «عَنَتِ الوُجُوهُ» استأسَرَتْ. وقيل: ذَلَّتْ. وقيل: نَصِبَتْ له، وعَمِلَتْ له. وقيل: هو وَضْعُ الجَبْهةِ والرُّكْبَةِ واليَدِ في الرُّكُوعِ والسُّجُودِ.

قیلَ کے ساتھ مذکور اقوال کی تشریح

پہلا قول جو صاحب تاج العروس نے پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ "ہر خضوع اور اطاعت کرنے والا عانی (یعنی عاجزی کرنے والا) ہے چاہے اس کی یہ اطاعت حق کے لئے ہو یا غیر حق کے لئے"، لیکن یہ قول نہ ہمیں مضر ہے اور نہ ہمارے مخالف کو مفید اس لئے کہ آیت میں لِلْحَيِّ الْقَيُّوم کی تصریح موجود ہے کسی اور کو مراد نہیں لیا جاسکتا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ "چہرے قیدی بنالئے جائیں گے" جیسا کہ تاج العروس نے بیان کیا یہ ابن سیدہ ایک شخص کا قول ہے۔ اور جوہری نے صحاح میں اس قول کو بغیر ذکر ابن سیدہ کے بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ عربی زبان میں اس معنی کی گنجائش نہیں ہوسکتی کیونکہ چہرے کو قید نہیں بنایا جاسکتا اور اگر چہرے سے مراد پورا انسان لیا جائے تو یہ باطل ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نعوذ باللہ انبیاء ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام حتی کہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والثناء (ثم نعوذ باللہ) قیدی بن کر لائے جائیں گے۔ اور اس کا قائل امت میں سے کوئی بھی نہیں ہاں اگر کوئی تمام امتوں سے باہر نکل جائے پھر جو چاہے کہتا پھرے۔ اور یہ معنی کرنے سے قرآن مجید اور احادیث کثیرہ صحیحہ در بارۂ شفاعت وحشر کی مخالفت بھی لازم آئے گی۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیت پہلے گزر چکی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"جس روز (یعنی قیامت کے دن) ہم خدائے رحمٰن اپنے حضور میں (تمام پرہیز گاروں اور) متقیوں کو مہمانوں کی طرح جمع کریں گے۔ اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانکیں گے۔ (اس وقت ان کی ایسی گت ہوگی کہ خدا دشمن کی بھی نہ کرے جن کو یہ معبود بنائے بیٹھے ہیں)"[1]

---

[1]..... «"سورۃ مریم: الآیۃ ۸۵، ۸۶" "ترجمۃ القرآن" ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان»

فوٹو حوالہ ﴿''سورۃ مریم: الآیۃ ۸۵،۸۶'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى
الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾
لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾
وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَّقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ
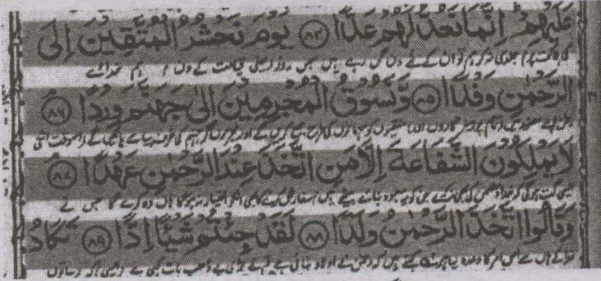
توجناب عزیز الدین صاحب! یہ آپ کے گھر کے علامہ صاحب ہیں جنہوں نے آپ کی بات آپ کے منہ پردے ماری ہے۔ اب اگر اس لفظ کا ترجمہ ذلیل ہوتا تھا تو پھر ان کو مہمان کی طرح لانے کا کیا مطلب۔ کیا عرب والے لوگ مہمانوں کو ذلیل کرتے تھے۔ اور اگر اس کا ترجمہ مہمان نہیں ہے تو مجرموں کو ہانکنے کا بیان ساتھ والی جدا آیت میں کیوں ہے؟ لہٰذا پتہ چل گیا کہ وہاں پر حاضر ہونے والے لوگ دو صورتوں میں آئیں گے کچھ وہ جنہیں فرشتے جانوروں کی طرح ہانک کر لائیں گے۔ میدان محشر میں دوڑتے بھاگتے، ہانپتے کانپتے، فرشتوں کے ڈنڈے کے سائے میں بھوکے پیاسے ذلت وخواری کے ساتھ آئیں گے۔ اور کچھ لوگ وہ ہونگے جو کہ مہمانوں کی طرح عزت واکرام کے ساتھ بغیر کسی تکلیف کے اللہ کے حضور کیے حاضر جائیں گے تو انبیاء علیھم السلام کو نور کے منبر پر نشستیں فراہم کی جائیں گی اور باقی لوگ اپنی سواریوں پر کھڑے ہونگے نہ بھوک نہ پیاس نہ گرمی نہ پسینہ۔ جب آپ یہ منظر دیکھیں تو اس وقت آپ کے دل پر جو کیفیت گزرے گی وہ آپ کو اُسی وقت پتہ چلے گی۔ لہٰذا قیدی بنا کر لائے جانے کا معنی بھی اُس طرح غلط ہوگا جس طرح ذلیل بنا کر لائے جانے کا ترجمہ ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ ''عنت'' کا معنی ''ذلت'' ہوتا ہے (حرف ذال کی زبر سے) تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ یہاں ''عنت'' کے بعد ''لہ'' کا کلمہ آیا ہے۔ جب ''عنت'' کا معنی ''ذلت'' کیا جائے اور آگے اس کا صلہ لام کے ساتھ موجود ہو تو پھر ''ذلت'' کا معنی ذلیل ہونے کا نہیں ہوتا بلکہ سہل ہونے کا ہوتا ہے۔ یادرہے کہ یہاں دو لفظ ہیں جو لکھنے میں ہم شکل ہیں مگر ان کے پڑھنے میں فرق ہے ایک لفظ ''ذِلّت'' ذال نقطے والی کی کسرہ (زیر) سے ہے۔ یہ اسم ہے اور اس کا معنی اور ہے اور یہاں لفظ ''ذَلّت'' ذال کی زبر سے ہے یہ فعل ہے اور اس کا معنی صلہ کے بدلنے سے بدل جاتا ہے یہاں اس کا صلہ لام آیا ہے اس لئے ذِلت (ذال کی زیر والے) کا معنی اس کے معنی میں نہیں آتا بلکہ فرمانبرداری، آسانی اور سہولت کے لئے آتا ہے۔ دیکھئے المنجد میں ہے ''ویقال ذلت له القوافی ای سهلت وانقادت'' [1]

لسان العرب میں علامہ ابن منظور مصری لکھتے ہیں ''ذَلت القوافی للشاعر اذا سهلت'' [2]

---

[1]..... ﴿''المنجد فی اللغة'' (لوئس معلوف التوفی ۱۹۴۶ء) صفحہ ۲۳۷۔ مطبوعہ انتشارات قم ایران﴾

[2]..... ﴿''لسان العرب'' (ابوالفضل محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری التوفی ۷۱۱ھ) جلد ۱۱ صفحہ ۲۵۹۔ مطبوعہ دار صادر بیروت﴾

جب ذلت کا صلہ لام ہو پھر وہ سہولت، آسانی، فرمانبرداری کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں شاعر کے لئے قافیے ذلول ہو گئے۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کہ شاعر کے لئے قافیے لانا آسان ہوایسے لگے کہ قافیے اس کی فرماں برداری کر رہے ہیں۔

نوٹ: یادر ہے کہ یہاں دو لفظ ہیں جو لکھنے میں ہم شکل ہیں مگر ان کے پڑھنے میں فرق ہے ایک لفظ ذِلت (ذال نقطہ والی کی کسرہ (زیر) سے ہے یہ اسم ہے اور اس کا معنیٰ اور ہے۔ اور یہاں لفظ ذَلت (ذال کی زبر سے) ہے یہ فعل ہے اور اس کا معنی صلہ کے بدلنے سے بدل جاتا ہے یہاں اس کا صلہ لام آیا ہے۔ اس لئے ذِلت (ذال کی زیر والے) کا معنی اس کے اس کے معنی میں نہیں آتا بلکہ فرمانبرداری، آسانی اور سہولت کے لئے آتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب ذلت کا صلہ لام آئے تو لفظ ذلت کا مشتق ذلیل نہیں ہوتا بلکہ ذلول ہوتا ہے۔ یعنی جس کا معنی ہے سدھایا ہوا اور فرمانبرداری کرنے والا۔ دوسری بات یہ ہے اگر ہم یہاں ذلت کا معنی کریں ذِلت اور ذلیل کے ساتھ تو پھر یہ آیت قرآن مجید کی متعدد آیات سے ٹکرا جائے گی دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ا۔ ''لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ'' ''جن لوگوں نے نیکی (کی راہ اختیار) کی ہے ان کے لئے نیکی اور زیادہ بھی ہے اور ان کے چہروں پر سیاہی اور ذلت کا اثر نہ ہوگا یہی جنتی ہوں گے جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' [1]

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ نیکی کرنے والوں کے چہرے پر نہ سیاہی چڑھے گی اور نہ ذلت چھائے گی۔ تو جو شخص ''عَنَتِ الْوُجُوْہ'' کا معنی یہ کرتا ہے کہ تمام چہروں پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ وہ اس آیت سے تعارض کا ترجمہ کر رہا ہے اور قرآن میں تعارض نہیں ہے۔ اس لئے وہ ترجمہ غلط ہے ذلت فقط مجرموں کے لئے ہوگی چنانچہ مجرموں کے بارے میں متعدد آیات اور بھی ہیں جن میں ذلت کا ذکر آیا ہے

۲۔ ''وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ'' ''اور ان کو ذلت ڈھانپے ہوئے ہوگی اللہ (کے عذاب) سے کوئی بھی ان کو بچانے والا نہ ہوگا (سیاہی ان پر ایسی غالب ہوگی کہ) گویا سیاہ رات کا ایک حصہ ان کے چہروں پر ملا گیا ہوگا۔ یہی (ایسے بدکار) جہنمی ہیں جو اس جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ [2]

۳۔ ''وَيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ○ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ

---

[1]......﴿''سورۃ یونس: الآیۃ ۲۶ ''ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

[2]......﴿''سورۃ یونس: الآیۃ ۲۷ ''ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

اِلَی السُّجُودِ وَھُمْ سَالِمُوْنَ'' اوران کو سجدہ کرنے کو بلایا جائے گا تو نہ کر سکیں ان کی آنکھیں خوف زدہ ہونگی۔ اوران (کے چہروں) پر ذلت برستی ہوگی۔ اور (یہ اس لئے کہ) جب یہ لوگ صحیح سالم تھے اس حالت میں سجدے کی طرف بلائے جاتے تھے تو سجدہ نہ کرتے تھے۔ ۱

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ذلت قیامت کے دن فقط کافروں کے لئے ہوگی۔ لہٰذا یہاں جس نے ذلت کہا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ '' عَنَت '' کا معنی ذلت آگے '' لِلْحَیِّ الْقَیُّوْم '' ہے تو اس کا صلہ لام کے ساتھ ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مقربین اللہ کا حکم سن کر سہولت سے حاضر ہونگے اور فرمانبرداری سے سجدہ کریں گے جب کہ کافروں اور عاصیوں نے ظلم اپنی گردن پر لادر کھا ہوگا۔ یہ ذلیل وخوار پھر رہے ہوں گے۔

نیز اسی تاج العروس کی عبارت میں دو اور معنی بھی کئے گئے تھے۔ ۱۔ ''نصبت لہ'' ۲۔ ''عملت لہ''

لیکن یہ دونوں معنی کسی اور جگہ تو ہوسکتے ہیں یہاں اگر یہ معنی کئے جائیں تو دوسری آیات سے تعارض کی وجہ سے ممکن نہیں۔ سورۃ الغاشیہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

''وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ٥ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ ٥ تَصْلٰی نَارًا حَامِيَةً ٥ تُسْقٰی مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ٥ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ٥ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ ٥ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ٥ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ٥ فِیْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ٥ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ٥ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ٥ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ٥'' اس روز کئی لوگ رسوا ہوں گے۔ (دنیا میں) کام کرتے کرتے تھے ہوئے۔ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔ ان کو کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلایا جائے گا۔ کھانا ان کا سوائے تلخ تھوہڑ کے کچھ نہ ہوگا۔ نہ وہ موٹا کرے گا نہ بھوک سے بچائے گا۔ (بلکہ وہ کھایا بھی نہ جائے گا) کئی اشخاص ان روز خوش حال پسندیدہ عیش میں ہوں گے۔ اپنی کوشش پر راضی خوشی۔ عالیشان باغات میں ہوں گے۔ جن میں کسی قسم کی فضول بات نہ سنیں گے۔ اس باغ میں چشمے جاری ہوں گے۔ ان میں بڑے بلند تخت ہوں گے۔ ۲

ان آیات سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن عاملہ، ناصبہ چہرے کافروں کے ہونگے۔ مومنوں کے چہرے پر کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ اور وہ عالی شان، پسندیدہ عیش اور اپنی کوشش پر راضی خوشی ہونگے۔

تاج العروس میں '' قیل '' والا یہ قول صرف اس وقت ممکن ہے جب '' عَنَتِ الْوُجُوْہ '' سے مراد تمام چہرے نہ لیے جائیں بلکہ صرف کافروں کے چہرے مراد لیں۔ لیکن اگر یہ ترجمہ کیا جائے تو یہ نہ ہمارے لئے مضر ہے اور نہ اسماعیلیوں کے

۱..... ﴿''سورۃ القلم : الآیۃ ۴۲، ۴۳'' ترجمۃ القرآن '' ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۲..... ﴿''سورۃ الغاشیۃ : الآیۃ ۲ تا ۱۳'' ترجمۃ القرآن '' ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

لئے مفید۔ کیونکہ ہم بھی مانتے ہیں کہ کافر ذلیل ہونگے لیکن اسماعیل صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مقربین بھی ذلیل ہونگے۔ جب آیت فقط کافروں کے بارے میں ہوتو پھر اس آیت سے ان کا مطلب ہرگز نہیں نکل سکتا۔

ایک اور قول یہ تھا کہ اس سے مراد رکوع اور سجدہ ہے تو یہ معنی بھی نہ ہمیں مضر اور نہ انہیں مفید۔ اس لئے کہ مومن تو سہولت سے سجدہ کریں گے۔ راضی خوشی ہو کر۔ ان کا ذلیل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور کافر سجدہ کریں گے نہیں۔ جیسا کہ پہلے آیت سے گزر چکا ہے تو پھر یہ آیات تمام اہل محشر کے بارے میں نہیں ہوگی۔ بلکہ صرف ایک فریق کے بارے میں ہوگی جو راضی وخوشی اللہ کو سجدہ کریں گے۔ راضی وخوشی سجدہ کرنے والوں کو ذلیل قرار دینا اسماعیلیوں کا کام ہے۔ مومن تو اس کو توہین نہیں سمجھتے کیونکہ یہ تذلل ہے۔ ذِلت نہیں۔ اور ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ تذلل تواضع کا دوسرا نام ہے جو ذِلت سے بالکل جدا ہے۔

کتب تفاسیر سے مولوی عزیز الدین کے استدلال کی خامیاں

مصنف اکمل البیان مولوی عزیز الدین صاحب کو اپنے ترجمہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے انہیں چاہیے تھا کہ پہلے اپنے مذہب کی کوئی دلیل لاتے یعنی کوئی صحیح حدیث شریف پیش کرتے یا اپنے مذہب کی کسی تفسیر سے کوئی صحیح حدیث پیش کرتے کیونکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ یہ حضرات جب میدان مناظرہ میں ہوتے ہیں تو اپنے مسلک کی ہی تفسیروں کے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ مولوی عزیز الدین صاحب نے یہ جو تفسیروں کے حوالے پیش کیے ہیں تو یہ الزامی حوالے کہے جاسکتے ہیں کیونکہ یہ ساری تفاسیر مقلدین کی ہیں۔ اور مولوی صاحب غیر مقلد ہیں اور بات صرف اتنی نہیں بلکہ وہ تقلید کرنے والوں کو جہنمی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ تقویۃ الایمان کے دوسرے حصے ''تذکیر الاخوان'' میں مولوی اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

''کوئی قادری ہے کوئی سہروردی کوئی نقشبندی ہے کوئی چشتی کوئی حنفی ہے کوئی شافعی کوئی حنبلی ہے کوئی مالکی کوئی قادیانی ہے کوئی چکڑالوی .... معلوم ہوا کہ جو شخص دین میں نئی نئی بات نکالے وہ خدا کی راہ میں قرآن کا منکر ہے اور قیامت تک اور اس کا منہ کالا ہوگا۔ اور پھر اس پر عذاب ہوگا پھر اسے مزید ذلیل کرنے کے لئے کہا جائے گا جہنم میں جلستے رہے اور بدعتوں کا مزہ چکھتا رہے'' [1]

جب یہ لوگ ان مفسرین کو جہنمی کہتے ہیں جو حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی کہلاتے ہیں تو جتنی تفسیروں کے حوالے مولوی عزیز الدین صاحب پیش کر رہے ہیں وہ سارے ان چار مذہبوں میں سے کسی سے تعلق رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان تفاسیر کی عبارات اکمل البیان کے مصنف کی سمجھ میں نہیں آئیں۔

---

[1]...... ''تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان'' (محمد اسمٰعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ)۔ صفحہ ۸۵۔ مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور

فوٹو حوالہ ﴿"تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان" صفحہ ۸۵۔ مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور﴾

اور سمجھ میں آئیں بھی کیسے جب کے ان کے مذہب میں قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے زیادہ علم کی ضرورت نہیں اور نہ کسی اور عالم سے سمجھنے کی حاجت ہے۔ دیکھئے اسمعیلی مذہب کے امام اول، نجدی مذہب کے امام دوم جناب مولوی اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں (مکمل حوالے کا عکس ماقبل گزر چکا)

"یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ اور رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہیے...... سو یہ بات غلط ہے...... اللہ اور رسول کا کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے کہ پیغمبر تو نادانوں کے راہ بتانے کو، جاہلوں کو سمجھانے کو اور بے علموں کو علم سکھانے کو آئے تھے" [1]

اپنے امام کے اس ارشاد کی پیروی میں یہ لوگ کچھ زیادہ علم پڑھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے۔ ورنہ ان مفسرین حضرات کی عبارات مصنف اکمل البیان کو شاید سمجھ میں آجاتیں مولوی عزیز الدین صاحب نے اکمل البیان میں آیت کریمہ عَنَتِ الْوُجُوْہُ میں ذلیل ہونگے۔ منہ کا ترجمہ کر کے جو حوالے دیئے ہیں ان میں ایک "تفسیر جلالین" ہے اس کا صفحہ ۲۰۳ بتایا ہے اور دوسرا حوالہ "تفسیر جامع البیان" صفحہ ۲۰۷ کا ہے۔ تیسرا حوالہ "تفسیر معالم التنزیل" اور "تفسیر خازن" جلد ۴ صفحہ ۲۳۷ کا ہے۔ چوتھا حوالہ "تفسیر سراج المنیر" کا ہے۔ پانچواں حوالہ "تفسیر ارشاد العقل السلیم" کا ہے۔ چھٹا "تفسیر مدارک" کا ہے۔ ساتواں حوالہ "تفسیر کبیر" کا ہے۔ آٹھواں حوالہ "تفسیر نیشاپوری" کا ہے (جس کا جواب بعد میں آرہا ہے۔) نواں حوالہ "تفسیر بیضاوی" اور دسواں حوالہ "تفسیر مظہری" کا ہے۔ ان تمام عبارات میں ایک ہی بات نقل کی ہے۔ "خضعت وذلت وجوہ

---

[1]...... ﴿"تقویۃ الایمان" (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۳۔ مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

☆...... ﴿"تقویۃ الایمان" (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۲۰، ۲۱۔ مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ﴾

☆...... ﴿"تقویۃ الایمان" (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۲۲، ۲۳۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

☆...... ﴿"تقویۃ الایمان" (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۴۔ مطبوعہ قرآن محل کراچی﴾

☆...... ﴿"تقویۃ الایمان" (شاہ اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۲۶۔ مطبوعہ اہل حدیث اکادمی لاہور﴾

العلمین للحی الذی لا یموت" البتہ جلالین کے حوالہ میں صرف "خضعت للحی القیوم" ہے۔ "ذلت" کا لفظ نہیں ملا۔

بیان مطلب سے قبل اولاً یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ مولوی عزیز الدین صاحب کی ساری جدوجہد ان کے دہلوی امام کے اس قول کے دفاع میں ہے کہ "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ تعالیٰ کے نزدیک چمار سے زیادہ ذلیل ہے" جیسا کہ لفظ بالفظ نقل قبل ازیں پیش کی جا چکی ہے۔ لیکن ان کی کتب تفسیر سے پیش کردہ تمام عبارات میں یہ بات نہیں ملتی چمار کا لفظ کہیں بھی لکھا ہوا نہیں ہے۔

عبارات کا مطلب

باقی رہا تفاسیر کی ان عبارات کا مطلب۔ اس میں دو لفظ ہیں "خضعت" اور "ذَلّتْ" ان کو عطف کے ذریعے ملا کر "لام" کو ان کا صلہ بنا دیا گیا ہے۔ جہاں تک ذلت (ذال کے زبر سے) کے معنی کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اس کا صلہ جب لام آئے تو وہ خواری کے معنی میں نہیں بلکہ تواضع اور فرمانبرداری کے معنی میں ہے کیونکہ للحی القیوم میں لام جارہ اس کے صلہ ہونے کی غرض کو پورا کرتا ہے۔ باقی بچا "خضعت" اس کے بارے میں عرض ہے کہ یہ بھی تواضع کے مصدر سے اپنا معنی دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان حوالوں کا خلاصہ لکھتے ہوئے اکمل البیان کے مصنف لکھتے ہیں کہ "خلاصہ تفاسیر مذکور یہ ہے ذلیل ہونگے لوگ فروتنی کرنے والے دن قیامت کے" [1]

فوٹو حوالہ ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" صفحہ ۷۴ ۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

خلاصہ تفاسیر مذکورہ یہ ہے کہ ذلیل ہوں گے لوگ فروتنی کرنے والے دن قیامت کے حق تعالیٰ زندہ قائم رہنے والے کے روبرو اور بادشاہی اور غیر اسی کا ہوگا نہ کسی دوسرے کا۔ روح البیان میں تصریح ہے کہ "ذکر کیا وجوہ کو اور عرف میں صاحب وجہ وہ ہے جو ہر جیہہ ہو ہر ذی وجاہت سے پس انبیاء اور مرسلین اور اولیاء اور مقربین در حقیقت وہ اصحاب وجوہ ہیں:

تو ذلت کا معنی انہوں نے "ذلیل ہونگے" کیا مگر "فروتنی" یعنی تواضع کرنے والے یہ کس لفظ کا ترجمہ کیا؟ ظاہر ہے یہ خضعت کا ترجمہ ہے۔ تو ثابت ہوا کہ خضعت کا معنی نیازمندی، تواضع کرنا ہے۔ باقی ہماری طرف سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اس آیت میں عنت کا صلہ حرف لام موجود ہے۔ اور وہی ذلت کا صلہ بنے گا۔ اس لئے اس کا معنی "ذلیل ہونگے منہ" کے جملہ سے کرنا قواعد لغت سے بے خبری کی دلیل اور غلط ہے بلکہ اس کا صحیح ترجمہ ہے "تواضع کرتے آئینگے"

تفسیر نیشاپوری کے حوالہ کی وضاحت

پہلے سات حوالوں کا جواب تو مختصراً گزر چکا ہے۔ مولوی عزیز الدین صاحب نے آٹھواں حوالہ تفسیر نیشاپوری کا دیا

[1]...... ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۴ ۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

عبارت یہ ہے ”وعنت الوجوہ ای ذات رقاب الممکنات منقادین لا مرہ کالاساری“ [1]

اس حوالے میں نہ ”خضعت“ کا لفظ ہے اور نہ ”ذلت“ کا۔ اس کو یا تو تعداد بڑھانے کے لئے درج کیا گیا ہے یا اس کا معنی سمجھ ہی نہیں آیا۔ اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ چہروں کے جھکنے سے مراد ان کی گردنوں کا جھکنا ہے کیونکہ جب گردن جھکے گی تو چہرے کا جھکنا لازمی ہوگا۔ اسی لئے لکھا ”منقادین لامرہ“ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے امر کی فرمانبرداری کرتے ہوئے جھک جائیں گے۔ اور اس سے آگے ”کالاساری“ لکھا صرف ”اُسریٰ“ نہیں لکھا یعنی وہ قیدی تو نہیں ہونگے مگر قیدیوں کی طرح حکم کی تعمیل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے اپنی محبت کی وجہ سے اور دشمنان خدا اس دن کی دہشت کی وجہ سے فرمانبرداری کر رہے ہونگے۔ بہرحال قیدیوں کی فرمانبرداری کرنا اور قیدی ہونے میں فرق ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں۔

کتاب اکمل البیان میں ”ذات رقاب الممکنات“ کے جو الفاظ ہیں وہ اصل کتاب (تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان) میں نہیں پائے گئے۔ ہمارے پاس مطبوعہ (دار الکتب العلمیہ بیروت کی) کتاب میں ”زلت“ (زا کے ساتھ) لکھا ہوا ہے۔ (عکس حوالے کا آگے آتا ہے) اس کا معنی ہے ”پھیل گئی گردنیں تمام کائنات عالم کی جو ممکنات ہیں درآنحالیکہ وہ اللہ حی قیوم کے حکم (تکوینی) کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں“ اور اگر اسے ذِلت (ذال کے ساتھ) پڑھا جائے تو پھر یہ معنی ہوگا کہ تمام مخلوقات اللہ کے حکم (تکوینی) کے سامنے (اب اور ہمیشہ) فرمانبرداری کرتے ہوئے اور سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔

مفسر کلام باری علامہ نیشاپوری **علیہ الرحمۃ** نے واضح طور پر ”منقادین لامرہ“ بول کر ذلت اور خواری کے مفہوم کو رد کر دیا ہے۔ اور مراد یہ لی ہے کہ ہر چیز کو اللہ نے جس کام میں لگایا ہے وہ اس میں مصروف ہے ورنہ مفسر نے تو ممکنات کہا ہے اس میں کعبۃ اللہ اور عرش و کرسی بھی آتے ہیں۔ مفسر نے ذِلت وخواری کا لفظ نہیں بولا۔ اسمعیلی بولتے ہیں تو کیا؟ عرش و کرسی کو بھی ذلیل کہتے ہیں؟ العیاذ باللہ یاد رہے کہ مفسر علامہ نیشاپوری نے اس آیت کی تفسیر میں ایک اور قول بھی بیان کیا تھا جسے مولوی عزیز الدین نے بیان نہیں کیا۔ جو مع جواب حسب ذیل ہے۔

دوسرے قول سے جواب

پہلا قول چونکہ عالم الدنیا و آخرت دونوں سے متعلق تھا اس لئے مفسر نے دوسرا قول صرف آخرت کے بارے میں بیان کیا جسے مولوی عزیز الدین صاحب گول کر گئے اور اسے نہیں لکھا کیونکہ وہ ان کے مطلب کا غلط ہونا واضح کر رہا تھا۔ دیکھے

[1] ”اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان“ (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۴۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

تفسیر نیشا پوری میں ہے ''وقیل اراد وجوہ العصاۃ فی القیامۃ کقولہ سیئت وجوہ الذین کفروا'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر غرائب القرآن'' جزء۴ صفحہ ۵۷۲۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

تقريع لمن يعبد الملائكة ليشفعوا له أي يعلم ما كان قبل خلقهم وما كان منهم بعد خلقهم من أمر الآخرة والثواب والعقاب وإنهم لا يعلمون شيئاً من ذلك فكيف يصلحون للمعبودية. ثم ذكر غاية قدرته فقال: ﴿وعنت الوجوه﴾ أي ذلت رقاب الممكنات منقادين لأمره كالأسارى. عنا يعنو عنواً إذا صار أسيراً. وقيل: أراد وجوه العصاة في القيامة كقوله: ﴿سيئت وجوه الذين كفروا﴾ [الملك: ٢٧] ولعله خص الوجوه بالذكر لأن أثر الذل والانكسار فيها أبين وأظهر. قال جار الله: ﴿وقد خاب﴾ وما بعده اعتراض أي كل

ایک قول یہ ہے کہ یہاں عنت الوجوہ سے قیامت میں نافرمانوں کے چہروں کو مراد لیا گیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے قیامت کے دن کافروں کے چہرے برے حال میں ہونگے۔

اس معنی کی رو سے مقربین بارگاہ الوہیت شامل ہی نہیں ہیں اور پہلے معنی کی رو سے عرش و کرسی اور کعبہ بھی شامل ہیں یعنی دونوں معنوں کی روشنی میں کسی معظم دینی کو اس آیت کے پیش نظر ذلیل کہنا غلط ہے۔ نہ جانے کیا سوچ کر مولوی عزیز الدین صاحب حوالہ دے گئے۔

تفسیر روح البیان کے حوالہ کی وضاحت

اکمل البیان کے مصنف نے گیارہویں حوالہ تفسیر روح البیان کا دیا ہے۔ اور بڑا خوش ہو کر لکھا ہے کہ

''روح البیان میں خاص ذکر انبیاء و مرسلین و اولیاء مقدسین کا مرقوم ہے'' [2]

آگے جو عبارت پیش کی ہے وہ صرف عربی میں لکھی ہے اور اس کا ترجمہ نہیں کیا ہے۔ اور وہ عبارت یہ ہے

''وفی العرائس افہم یا صاحب العلو انہ سبحانہ ذکر الوجوہ وفی العرف صاحب الوجہ من کان وجیہا من کل ذی وجاہۃ فالانبیاء والمرسلین والاولیاء والمقربین فی الحقیقۃ ہم اصحاب الوجوہ'' [3]

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت میں وجوہ کا ذکر فرمایا اور عرف میں صاحب الوجہ جس کی جمع ''اصحاب الوجوہ'' آتے ہیں۔ یہ وہ شخص ہوتا ہے جو ہر وجاہت والے سے زیادہ وجاہت والا یعنی بات منوانے والا ہو۔ تو انبیاء و مرسلین اور اولیاء مقربین فی الحقیقت وہ ہی اصحاب وجوہ ہیں (اللہ کے پاس اپنی بات منوانے والے دنیا اور آخرت میں)

لیکن تفسیر روح البیان والے نے عنت کا معنی بیان نہیں فرمایا گویا ذی وجاہت اور بات منوانے والے کہہ کر عنت

---

[1]...... ﴿''تفسیر غرائب القرآن'' (نظام الدین حسن بن محمد القمی النیشاپوری المتوفی ۷۲۸ھ) جزء۴ صفحہ ۵۷۲۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت﴾

[2]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۴۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[3]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۴۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

کے کئی معنوں میں سے ایک اور معنی متعین کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عنت کا لفظ جہاں ''عَنَا یَعْنُو'' سے آتا ہے وہاں ''عَنِی یَعْنِیُ'' سے بھی آتا ہے جس کا معنی ہوگا اور ''قصد کیا اللہ حی وقیوم کی بارگاہ کا اس کے ان مقرب بندوں نے جو اللہ کے ہاں وجاہت والے ہیں اور ان کی بات اللہ اپنے کرم سے رد نہیں فرماتا تا کہ وہ اس ہیبت ناک وقت میں دوسرے مومن بندوں کی شفاعت فرمائیں'' اسی لئے صاحب روح البیان نے کلام کو یہاں سے شروع فرمایا'' افھم یا صاحب العلو ''اے اونچے رتبے والے (ولی اللہ) اس آیت کے اسرار کو سمجھ۔

روح البیان میں ذلت کا نہیں بلکہ عزت کا بیان ہے

صاحب روح البیان کی عبارت کا معنی یہ بنتا ہے کہ جب عامہ مومنین قیامت کے خوف ودہشت میں مبتلا ہونگے اس وقت انبیاء ومرسلین اور مقربین انہیں چھڑانے کے لئے اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کے لئے حاضر ہو رہے ہونگے جیسا کہ احادیث شفاعت میں ہے کہ تمام انبیاء ومرسلین کے ساتھ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت کبریٰ کے لئے آپ کے حضور شفاعت فرمائینگے اور آپ اللہ کے روبرو شفاعت فرمائیں گے۔ پھر آپ کے بعد انبیاء، اولیاء پھر مومنین کاملین شفاعت فرمائیں گے۔ علامہ اسماعیل حقی صاحب روح البیان کا اپنا بیان ملاحظہ فرمائیں

''واعلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم هو اول من يفتح باب الشفاعة فيشفع فى الخلق ثم الانبياء ثم الاولياء ثم المؤمنون'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر روح البیان'' جلد اوّل صفحہ ۴۰۲۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

على مناجاة الحق فيما سأله فيه فاجابه الحق سبحانه كذا فى تفسير الفاتحة للمولى الفنارى عليه رحمة البارى • واعلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم هو اول من يفتح باب الشفاعة فيشفع فى الخلق ثم الانبياء ثم الاولياء ثم المؤمنون وآخر من يشفع هو ارحم الراحمين فان الرحمن ما شفع عند المنتقم فى اهل البلاء الابعد شفاعة الشافعين الذين لم تظهر شفاعتهم الابعد شفاعة خاتم الرسل امامهم ليشفعوا ومعنى شفاعة الله سبحانه هو انه اذا لم يبق فى النار مؤمن شرعى اصلا

تو صاحب روح البیان کا حوالہ دے کر بغیر سمجھے نام نہاد مولوی عزیز الدین صاحب بغلیں بجا رہے تھے۔ صاحب روح البیان نے نہ تو انہیں چمار سے زیادہ ذلیل کہا نہ صرف ذلیل کہا نہ اس پر خاموش رہے بلکہ واضح طور پر انبیاء اور اولیاء کا نام لے کر کہا وہ حضرات اللہ جل جلالہ کے ہاں بڑی وجاہت وعزت اور رتبہ کے ساتھ آئیں گے۔ اور شفاعت فرمائیں گے۔ اس طرح انہوں نے نام نہاد مولوی عزیز الدین صاحب کے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ رہے صاحب عرائس البیان جن سے روح البیان نے نقل کیا ہے وہ صاحب روح البیان سے بھی زیادہ روحانی بزرگ یعنی صوفی ہیں۔ اور صوفیاء اللہ تعالیٰ کی محبت

---

[1]...... ﴿''تفسیر روح البیان'' (شیخ محمد اسمعیل حقی المتوفی ۱۱۳۷ھ) جلد اوّل صفحہ ۴۰۲۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

میں دوسروں سے بڑے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے وہ یہاں عزت اور ذلت کی بات نہیں کر رہے کیونکہ وہ حسن وجمال کی بات کر رہے ہیں کہ الوجوہ سے مراد حسین چہرے والے ہیں اس لئے وہ ذی وجاہت ہی ہوئے۔ وہ سب سے پہلے نمبر پر انبیاء ومرسلین اور اولیاء مقربین ہیں اس کے علاوہ انہوں نے حسن یوسف کی مثال بھی دی ہے اور حوروں کا ذکر بھی کیا ہے۔

کہتے ہیں جب حسن حقیقی ان حضرات کے سامنے بے پردہ جلوہ گر ہوگا تو یہ اپنے محبوب حقیقی کے حسن کو دیکھ کر سجدے میں گر جائیں گے اور تواضع سے کام لیں گے ان میں ذلت وغیرہ کی کوئی بات نہیں کی۔ خلاصہ یہ کہ مصنف اکمل البیان کا روح البیان اور عرائس البیان کے حوالے کو پیش کرنا ہماری دلیل تو بن سکتا ہے ان کی دلیل نہیں بن سکتا انہوں نے کلام کو نہ سمجھنے کی بناء پر اسے اپنی دلیل سمجھا ہے۔

تفسیر مظہری کی عبارت کا جواب

مصنف اکمل البیان نے اب تفسیر مظہری کی ایک اور مقام سے عبارت پیش کی ہے۔ جس میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبادت کا حکم دیا ہے اور عبادت تذلل کو کہتے ہیں۔ نقل کردہ عبارت مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں

''اور تفسیر مظہری پارہ ۵ سورۃ نساء صفحہ ۵۹۴ میں مرقوم ہے وعبدوا اللہ فی الصحاح العبودیۃ اظہار التذلل والعبادۃ ابلغ منہا لانہا غایۃ التذلل ولا یستحقہا الا من لہ غایۃ العظمۃ ونہایۃ الافضال ولا تشرکوا بہ شیئامنصوب علی المفعولیۃ والتنوین للتحقیر وفیہ توبیخ ای لا تشرکوا بہ حقیرا مع عدم تناہی کبریائہ اذ کل ممکن بالنسبۃ الی الواجب حقیر جدًا'' اور عبادت کرو اللہ کی، صحاح جوہری (جو لغت کی مشہور و معتبر کتاب ہے) میں عبودیت کے یہ معنی لکھے ہیں کہ عبودیت اظہار کرنا ذلت کا ہے اور عبادت اس سے بھی بہت زیادہ ہے (یعنی عبادت الٰہی میں اظہار ذلت زیادہ ہے) کیونکہ وہ انتہائی درجہ کی ذلت ہے اور انتہائی درجہ کی ذلت جس کے لئے ظاہر کی جاوے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے جو انتہائی عظمت اور نہایت درجہ کے بندوں پر احسان کرنے والا ہے اور اس کے ساتھ کسی شئی کو شریک نہ کرو۔ لفظ شئی منصوب مفعول ہونے کی بنا پر ہے اور تنوین لفظ شئی کی تحقیر کے لئے اور اس میں زجر اور ڈانٹ ہے اس طرح پر کہ اس ذات پاک کے ساتھ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کی حقیر چیز کو بھی اس کا شریک نہ بناؤ باوجود اس کے کہ وہ انتہائے درجہ کی بڑائی رکھتا ہے اس لیے کہ ہر ممکن بہ نسبت اس ذات پاک واجب الوجود کے نہایت زیادہ حقیر ہے۔''[1]

یہ بحث پہلے گزر چکی ہے اور اس کا مفصل جواب اس سے قبل دے دیا گیا ہے۔ پتہ نہیں بیچارے مولوی عزیز الدین

---

[1] ...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۴، ۵۵، ۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

صاحب کو یہ کیوں سمجھ میں نہیں آتا کہ کسی کا فی نفسہٖ ذلیل وخوار ہونا اور ہے اور کافر چمار سے زیادہ ذلیل ہونا اور ہے۔ اور عزت مند ہوتے ہوئے راضی وخوشی اپنا سر اور دل ودماغ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکانا اور ہے۔ مومن اس جھکنے کو عزت سمجھتا ہے اور اس تذلل کو رفعت سمجھتا ہے۔ پہلے اکمل البیان کی عبارت کا عکس ملاحظہ فرمائیں

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۵۴، ۷۵۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

اور تفسیر مظہری پارہ ۵ سورہ نساء ۹۴ میں مرقوم ہے۔ وعبدالله فی الصحاح العبودیۃ اظهار التذلل والعبادۃ ابلغ منها لانها غایۃ التذلل ولا یستحقها الا من له غایۃ العظمۃ ونهایۃ الافضال ولا تشرکوا به شیئاً منصوب علی المفعولیۃ والتنوین للتحقیر وفیه توبیخ ای لا تشرکوا به حقیراً مع عدم تناهی کبریائه اذ کل ممکن بالنسبۃ الی الواجب حقیر جداً۔

''اور عبادت کرو اللہ کی، صحاح جوہری (جو لغت کی مشہور ومعتبر کتاب ہے) میں عبودیت کے یہ معنی لکھے ہیں کہ عبودیت اظہار کرنا ذلت کا ہے اور عبادت اس سے بھی بہت زیادہ ہے (یعنی عبادت الٰہی میں اظہار ذلت زیادہ ہے) کیونکہ وہ انتہائی درجہ کی ذلت ہے اور انتہائی درجہ کی ذلت جس کے لیے ظاہر کی جاوے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے جو انتہائی عظمت اور غایت درجہ کے بندوں پر احسان کرنے والا ہے۔ اور اس کے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ کرو۔ لفظ شئے منصوب مفعول ہونے کی بنا پر ہے اور تنوین لفظ شئے کی تحقیر کے لیے اور اس میں زجر اور ڈانٹ ہے اس طرح پر کہ اس ذات پاک کے ساتھ کسی ادنے سے ادنیٰ درجہ کی حقیر چیز کو بھی اس کا شریک نہ بناؤ باوجود اس کے کہ وہ انتہائے درجہ کی بڑائی رکھتا ہے اس لیے کہ ہر ممکن بہ نسبت اس ذات پاک واجب الوجود کے نہایت زیادہ حقیر ہے''

دیکھئے ''الفروق اللغویہ'' مؤلفہ ابو ہلال عسکری میں ہے

''الفرق بین التذلل والذل ان التذلل فعل الموصوف به وهو ادخال النفس فی الذل کالتحلم ادخال النفس فی الحلم والذلیل المفعول به الذل من قبل غیره فی الحقیقة وان کان من جهة اللفظ فاعلا ولهذا یمدح الرجل بانه متذلل ولا یمدح بانه ذلیل لان تذلله لغیره اعترافه له والا عتراف حسن ویقال العلماء متذللون لله تعالی ولا یقال اذلاء له سبحانه '' [1]

''تذلل'' اور ''ذِل'' میں فرق یہ ہے کہ تذلل متذلل کے اپنے فعل سے ہوتا ہے یعنی وہ اپنے آپ کو خود (بغیر کسی مجبوری کے) ذِل میں داخل کرتا ہے جیسے تَحَلُّم (جو تذلل کے وزن پر ہے) کا معنی اپنے آپ کو حلم میں داخل کرنا ہے جب کہ ذلیل کا لفظ ذل کے مفعول بہ کے لئے آتا ہے جب کہ اس پر ذلت طاری کرنے والا فی الحقیقت کوئی اور ہوتا ہے وہ خود نہیں ہوتا اگرچہ از روئے لفظ کے (صفت مشبہ ہونے کی وجہ سے) ذلیل اسم فاعل کا صیغہ ہے اسی لئے انسان کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ وہ تذلل والا ہے اور اس کی تعریف میں یوں نہیں کہا جاتا کہ وہ ذلیل ہے کیونکہ انسان کا اپنے غیر کے لئے تذلل

---

[1]......﴿''الفروق اللغویہ'' (ابو ہلال العسکری) صفحہ ۲۴۹۔ مطبوعہ دار العلم والثقافۃ القاہرہ﴾

دوسرے کی عظمت کے اعتراف کے لئے ہوتا ہے۔اور اعتراف کرنا اچھی بات ہے۔اور یہ بھی بولا جاتا ہے کہ علماء اللہ تعالیٰ کے لئے تذلل والے ہوتے ہوں اور یوں نہیں بولا جاتا کہ علماء اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ذلیل ہوتے ہیں۔

فوٹو حوالہ ﴿''الفروق اللغویہ''صفحہ ۲۴۹۔مطبوعہ دار العلم والثقافۃ القاہرہ﴾

الفرق بين التذلل والذُّل ، ان التذلل فعل الموصوف به ، وهو إدخال النفس فى الذل ، كالتحلّم إدخال النفس فى الحلم ، والذليل المفعول به الذل من قبل غيره فى الحقيقة وإن كان من جهة اللفظ فاعلا ، ولهذا يُمدَح الرجل بانه متذلل ، ولا يمدح بانه ذليل ، لأن تذلله لغيره اعترافه له والاعتراف حسن ، ويقال ، العلماء متذللون لله تعالى ، ولا يقال أذلاء له سبحانه .

حیرت ہے کہ مولوی عزیز الدین صاحب انبیاء واولیاء کے لئے ذلیل ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر علمائے لغت کی یہ عبارت کہتی ہے علماء کو ذلیل نہیں کہا جاسکتا تو پھر انبیاء اور اولیاء کو بھی ذلیل نہیں کہا جاسکتا۔ثابت ہوا کہ یہ عبارت ان کے خلاف ہے مگر کمی علم وفہم کی وجہ سے انہوں نے پیش کردی ہے مزید یہ کہ عبادت کو ذلت کہتے ہیں جب کہ صحیح حدیث میں ہے

''فانك لا تسجد لله سجدة الا رفعك الله بها درجة'' [1]

یقیناً تو اللہ کے لئے کوئی ایک بھی سجدہ ایسا نہیں کریگا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں تیرا درجہ اونچا نہ کردے۔

فرمان رسول علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی روشنی میں سجدہ کرنے والے مؤمن بندے اللہ کے نزدیک اونچے رتبے والے ہوتے ہیں۔ذلیل نہیں ہوتے۔ہر سجدے پر ان کی عزت بڑھتی چلی جاتی ہے جب کہ دہلوی بہادر کہتا ہے ان کی ذلت اللہ کے سامنے ہمیشہ رہتی ہے۔یعنی عزت اور رفعت نہیں ہوتی۔دہلوی صاحب کا یہ اختلاف دراصل ہم سنیوں سے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ناگوار خاطر نہ ہو تو ایک اور حدیث سنیئے

''ان اقرب مایکون الرجل من ربه وهو ساجد'' [2]

انسان زیادہ قریب اپنے رب کے اس وقت ہوتا ہے جب وہ اسے سجدہ کررہا ہوتا ہے۔

ہمیں اللہ کا انتہائی قرب نصیب ہونا اپنے لئے عزت اور رفعت لگتا ہے ان لوگوں کو شاید ذلت وخواری لگتا ہے اپنی اپنی سمجھ کا فرق ہے۔اللہ کی دَین ہے جس کو جیسی سمجھ عطا فرمائے۔

---

[1]......﴿''مشکوۃ المصابیح''(ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب بغدادی التوفی ۵۴۰ھ)صفحہ ۸۴۔مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

[2]......﴿''مشکوۃ المصابیح''(ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب بغدادی التوفی ۵۴۰ھ)صفحہ ۸۴۔مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

حقیر کا معنی

مولوی عزیز الدین صاحب نے عبادت کے معنی پر تفسیر مظہری کا حوالہ دیا یہ بعینہ وہ ہی بات ہے جو مولوی عزیز الدین صاحب نے اکمل البیان میں اس سے پہلے کی ہے۔ کہ ہر عبد کے لئے ذلت لازم ہے اور ہم اس کا جواب پہلے دے آئے ہیں۔ مولوی صاحب کا اس اعتراض کو دوبارہ دہرانا بے جا ضد ہی کہا جا سکتا ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مصنف اکمل البیان کا مقصد یہاں یہ عبارت نہ ہو بلکہ دوسرا جملہ مراد ہو کہ کلمہ شیأً سے نکتہ نکالتے ہوئے تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ شیأً سے مراد حقیر ہے کیونکہ ممکن کا ہر فرد واجب تعالیٰ کے مقابلے میں حقیر ہوتا ہے۔

تفسیر مظہری کی عبارت کی تشریح

اس سلسلہ میں پہلی عرض یہ ہے کہ تفسیر مظہری میں چمار سے زیادہ ذلیل کے الفاظ نہیں ہیں اس لئے یہ عبارت مصنف کی دلیل نہیں بن سکتی۔ حیرت کی بات ہے کہ اکمل البیان کے مصنف دعویٰ اور دلیل کی مطابقت نہیں کر سکے دوسری بات یہ ہے کہ حقیر کا لفظ قرآن میں نہیں یہ مفسر کی اپنی نکتہ آفرینی ہے اگر حقیر کا لفظ قرآن مجید میں ہوتا بھی تو یہ ذلیل کے ہم معنی یعنی مترادف نہیں ہے۔ اس لئے اس سے مولوی عزیز الدین صاحب کی بات ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے دو معنیٰ ہیں اور ہر کثیر المعنیٰ لفظ کا ترجمہ وہ صحیح ہوتا ہے جو مقام کے مناسب ہو۔ یہاں لفظ حقیر آیا ہے ذلیل نہیں آیا۔ لغت میں لفظ حقیر کے دو معنیٰ لکھے ہیں ایک صغیر اور دوسرا ذلیل۔ دیکھئے المنجد میں ہے

"حَقِرَ يَحْقَرُ حَقَرًا وَحَقُرَ يَحْقُرُ حَقارةً صغر وذَلَّ فهو حقِير...... حَقَرَ يَحْقِرُ حَقْرًا هان قدرُهُ وصغُر و حَقَرَهُ اِسْتَصْغَرَهُ حَقَّرَهُ أَذَلَّهُ وصَغَّره أحقَرَ واُحتَقَرَ وَاسْتَحْقَرَهُ استصغره تَحَاقَرَ تصاغر...... المحقَّرات الصغائر" [1]

منجد کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ حقیر کا لفظ جس فعل یعنی حَقَرَ سے بنا ہے اس کے دو معنی ہیں (۱) صغیر ہوا (۲) ذلیل ہوا۔ پھر انہوں نے بتایا کہ "احقَر، احتَقر، اِستَحقَر" ان کا معنیٰ "اِستَصْغَر" سے ہوتا ہے یعنی دوسرے کو چھوٹا گمان کیا۔

تاج العروس میں ہے "(والحَيقَر) كحيدر (ويضم القاف الذّليل او الضعيف) عن ابن دريد (او اللّئيم الاصل) او الصغير كالحقير" [2]

۱......﴿"المنجد فی اللغة" (لوئس معلوف المتوفی ۱۹۴۶ء) صفحہ ۱۴۵۔ مطبوعہ انتشارات قم ایران﴾

۲......﴿"تاج العروس فی شرح القاموس" (سید محمد مرتضی حسینی زبیدی المتوفی ۵۴۰ھ) جلد ۳ صفحہ ۱۵۳۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت﴾

☆......﴿"تاج العروس فی شرح القاموس" (سید محمد مرتضی حسینی زبیدی المتوفی ۵۴۰ھ) جلد ۱۱ صفحہ ۷۰۔ مطبوعہ التراث العربی کویت﴾

''حَیقَر'' حَیدَر کے وزن پر عربی زبان کا ایک لفظ ہے اس کو عربی میں قاف کی پیش'' حیقر'' بھی پڑھتے ہیں اس کے معنی میں صرف ذلیل یا صرف ضعیف کے معنی آتے ہیں۔ ابن درید لغوی سے روایت ہے کہ اس کے معنی صرف لئیم یعنی گھٹیا اصل والے کے بھی آتے ہیں۔ صاحب تاج العروس فرماتے ہیں یا اس کے معنی صرف صغیر کے بھی آئے جس طرح لفظ حقیر ہے یعنی اس کے معانی میں بھی صرف صغیر کے معنی بھی آتے ہیں۔

فوٹو حوالہ ﴿''تاج العروس فی شرح القاموس'' جلد ۱۱ صفحہ ۷۰۔ مطبوعہ التراث العربی کویت﴾

(والحَيْقَر)، كحَيْدَر (ويُضَم القافُ: الذَّلِيلُ أو الضَّعِيفُ)، عن ابْنِ دُرَيْد، (أَوِ اللَّئِيمُ الأَصْلِ)، أو الصَّغِيرُ، كالحَقِير، ويُؤكِّدُ فيقال: حَقِيرٌ نَقِيرٌ، وحَقْرٌ نَقْرٌ.

حقیر اور صغیر میں فرق

مندرجہ بالا عبارت سے ثابت ہوا کہ اس لفظ کے دو معنی آتے ہیں اور اکثر صغیر (چھوٹے) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اب حقیر اور صغیر کے معنی میں جو فرق ہے وہ کتاب الفروق اللغویۃ سے علامہ ابوالہلال عسکری کی زبانی سنئے۔ لکھتے ہیں

''الفرق بين الحقير والصغير أن الحقير من كل شئى مانقص عن المقدار المعهود لجنسه يقال هذه دجاجة حقيرة اذا كانت ناقصة الخلق عن مقادير الدجاج ويكون الصغر فى السن وفى الحجم تقول طفل صغير وحجر صغير ولا يقال حجر حقير لان الحجارة ليس لها قدر معلوم فاذا نقص شيء منها عنه سمى حقيرا كما ان الدجاج والحجل وما اشبهها لها اقدار معلومة فاذا نقص شيء من جملتها عنه كان حقيرا والصغير يكون صغيرا بالاضافة الى ما هو اكبر منه وسواء كان من جنسه اولا فالكوز صغير بالاضافة الى الجرة والجمل صغير بالاضافة الى الفيل ولا يقال للجمل صغير على الاطلاق وانما يقال هو صغير بجنب الفيل'' [1]

حقیر اور صغیر میں فرق یہ ہے کہ جو اپنے ہم جنسوں کی معروف مقدار سے کم ہو جائے۔ عربی میں بولا جاتا ہے یہ مرغی حقیر ہے جب کہ وہ عام مرغیوں کی معروف مقدار سے از روئے خلقت ناقص ہو۔ لیکن صغیر میں ایک بات تو یہ ہے کہ وہ صرف جسمانی مقدار میں نہیں بلکہ عمر میں بھی بولا جاتا ہے۔ عمر کے حساب سے کہتے ہیں چھوٹا بچہ اور جسمانیت کے حساب سے کہتے ہیں چھوٹا پتھر اور حجر کو حقیر نہیں کہا جاتا کیونکہ عام پتھروں کی کوئی مقدار معروف نہیں ہے کہ جب وہ اس سے مقدار کم ہو۔ اسے حقیر کہا جائے۔ جیسا کہ مرغیوں، تیتروں اور چکوروں اور ان کے مشابہ دیگر اشیاء کی مقدار معروف ہوتی ہے۔ جب اس مقدار میں سے کوئی چیز کم ہو جائے اسے حقیر کہیں گے۔ اور صغیر اپنے سے بڑے کی نسبت صغیر کہلاتا ہے۔ وہ خواہ اس کی

[1]......﴿''الفروق اللغویہ'' (ابوہلال العسکری) صفحہ ۲۵۲۔ مطبوعہ دار العلم والثقافۃ القاہرہ﴾

جنس سے ہو یا نہ ہو۔ تو کوزہ مٹکے کی نسبت سے چھوٹا کہلاتا ہے۔ اور اونٹ ہاتھی کی نسبت چھوٹا کہلاتا ہے اگر چہ آپس میں ہم جنس نہیں کسی بھی اونٹ کو مطلقاً چھوٹا نہیں کہا جا سکتا بلکہ اضافت اور قید سے چھوٹا کہا جائے گا۔ مثلاً یہ اس ہاتھی سے چھوٹا ہے۔

فوٹو حوالہ ﴿''الفروق اللغويه'' صفحہ ۲۴۹۔ مطبوعہ دار العلم والثقافۃ القاہرہ﴾

والهوان فی شیء .

الفرق بين الحقير والصغير ، أن الحقيرَ من كل شيء ما نقص عن المقدار المعهود لجنسه ، يقال : هذه دجاجة حقيرة إذا كانت ناقصة الخلق عن مقادير الدجاج ويكون الصغر فی السن وفی الحجم ، تقول : طفل صغير ، وحجر صغير ، ولا يقال حجر حقير ، لأن الحجارة ليس لها قدر معلوم ، فإذا نقص شيء منها عنه سمی حقيرًا ، كما أن الدجاج والحَجَل(۸) وما أشبهها لها أقدار معلومة ، فإذا نقص شيء من جملتها عنه كان حقيرا ، والصغير يكون صغيرا بالإضافة إلى ما هو أكبر منه ، وسواء كان من جنسه أو لا ، فالكوزُ صغير بالإضافة إلى الجَرَّة ، والجمل صغير بالإضافة إلى الفيل ، ولا يقال للجمل : صغير على الإطلاق ، وإنما يقال : هو صغير بجنب الفيل .

الفرق بين [illegible] والقليل : أن القلة تقتضي نقصانَ العدد ، يقال :

خلاصہ

عسکری کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ حقیر کا لفظ صرف وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں گھٹیا اور بڑھیا دونوں ایک جنس سے ہوں اور گھٹنے اور بڑھنے کا تعلق جسمانی ساخت کے فرق سے ہو دیگر امور کے لئے صغیر اور چھوٹے کا لفظ جو استعمال ہو گا حقیر کا لفظ نہیں بولا جا سکتا مثلاً عمر میں چھوٹے کے لئے صغیر کہیں گے۔ حقیر نہیں کہیں گے۔ اس طرح سے جب تقابل اپنے ہم جنس سے نہ ہو تو اس وقت صغیر کہیں گے حقیر نہیں کہیں گے۔ لہٰذا جن لوگوں نے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حقیر کہا ہے ان سے عربی زبان میں خطا ہوئی ہے یا تو وہ مولدین تھے یا کہ وہ عجمی تھے اور استادوں سے عربی پڑھ کر عربی بول چال کرنے لگے اور عربی پر کما حقہ مہارت نہ ہونے کی وجہ سے یا اس کی طرف پوری توجہ نہ ہونے کی وجہ سے یہاں صغیر کی بجائے حقیر کا لفظ بول گئے۔ یہ ان سے مسامحت واقع ہوتی ہے جب کہ ان کی مراد صغیر ہی ہے اور جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ ہر مخلوق اللہ تعالیٰ سے یقیناً صغیر اور چھوٹی ہے لیکن جب کوئی مخلوق اللہ کی ہم جنس نہیں تو اسے اللہ کے مقابلے میں حقیر نہیں کہا جا سکتا۔

مذکورہ دعویٰ کی تائید حدیث برأۃ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ہوتی ہے۔ جسے حدیث افک بھی کہتے ہیں۔ اس حدیث میں ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

''واللہ ماکنت اظن ان اللہ ینزل فی شأنی وحیاً یتلی ولشانی فی نفسی کان احقر من ان یتکلم اللہ فیّ بامر یتلی ولکن کنت ارجو ان یریٰ رسول اللہ ﷺ فی النوم رویا یبرّئنی اللہ بہا'' [۱]

اس حدیث میں حقیر کا معنی سوائے صغیر کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اگر ذلیل کا معنی کیا جائے تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ

۱......﴿''الصحیح للبخاری'' (ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد ۲ صفحہ ۶۹۸۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

☆......﴿''الصحیح لمسلم'' (ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری المتوفی ۲۶۱ھ) جلد ۲ صفحہ ۳۶۶۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

میں اپنے آپ کو اس سے زیادہ ذلیل سمجھتی تھی کہ قرآن میرے بارے میں نازل ہو۔ہاں میں یہ سمجھتی تھی کہ میرے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو وحی منامی کے ذریعے میری صفائی دے۔اگر یہ معنی کیا جائے تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ سیدہ ام المومنین رضی اللہ عنہا یہ سمجھتی تھیں کہ اگر میری ذلت نعوذ باللہ اتنی ہے کہ میرے بارے میں اللہ اپنے نبی کو خواب میں صفائی دے۔اس میں ذلیل تو میں تب بھی رہوں گی۔لیکن اتنی کم ذلت میری نہیں ہے کہ قرآن مجید میں میرے بارے میں وحی آئے۔

فوٹو حوالہ ﴿''الصحیح البخاری'' جلد۲ صفحہ ۶۹۸۔مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

والله ما كنت أظن أن الله منزل في شأني وحيا يتلى ولشأني في نفسي كان أحقر من أن يتكلم الله فيّ بأمر يتلى
ولكن كنت أرجو أن يرى رسول الله صلى الله عليه وسلم في النوم رؤيا يبرئني الله بها قالت فوالله ما رام رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا خرج
أحد من أهل البيت حتى أنزل عليه فأخذه ما كان يأخذه من البرحاء حتى إنه ليتحدر منه مثل الجمان من العرق
... فلما سري عن رسول الله صلى الله عليه وسلم سري عنه وهو يضحك

کوئی عقل مند یہ نہیں سمجھ سکتا کہ وحی منامی (وحی خفی) کے ذریعے اللہ کا اپنے حبیب کو حبیبہ رسول سلام اللہ علیہما کی صفائی دینا تھوڑی سی ذلت کی بھی نشانی ہے۔یہ تو عزت ہی عزت ہے اس لئے یہ معنی یہاں قطعاً صحیح نہیں ہوتا۔اب جب کہ حقیر کے دو معنیٰ ہوتے ہیں تو دوسرا معنی ہی یہاں متعین ٹھہرے گا کہ میں اپنے بارے میں آپ کی بہت چھوٹے درجے کا سمجھنے کی وجہ سے یہ خیال یا وہم بھی نہیں رکھتی تھی کہ میری صفائی میں اللہ تعالیٰ قرآن نازل فرمائے گا میں تو اپنا درجہ صرف اسی قدر سمجھتی تھی کہ اللہ میرے بارے میں وحی خفی اور وحی منامی نازل فرما کر میری اس طرح صفائی دے کہ میری عزت وعظمت کے جھنڈے لہرانے لگیں۔

خلاصہ یہ کہ اسی حدیث کی روشنی میں یہاں ''احقر'' کا معنی زیادہ ذلیل یا ذلیل سے کرنا ممکن ہی نہیں بلکہ صغیر ہی سے کیا جائے گا۔اس طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت میں جو نہ قرآن ہے نہ اس کا ترجمہ نہ حدیث بلکہ ایک غیر معصوم عالم کا کلام ہے اس کو صحیح قرار دینے کے لئے حقیر کا ترجمہ صغیر یعنی چھوٹے سے کرنا ہوگا۔ورنہ وہ عبارت غلط ٹھہرے گی۔اور قرآن وحدیث کی مخالف ہونے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ عبارت رد ہوگی بلکہ قائل بھی فتویٰ اہانت کی زد میں آئے گا۔اور مومن پر حسن ظن چاہیے اس لئے جب ایک لفظ کے دو معنیٰ ہوتے تھے تو ہم نے وہ معنی مراد لیا جو مومن کے شایان شان ہو جب کہ مولوی عزیز الدین صاحب کا امام دہلوی بہادر کھل کر یہ کہہ رہا ہے ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا اللہ نزدیک کے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔

علاوہ ازیں قاضی ثناء اللہ صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ شئی کوئی بھی ہو واجب تعالیٰ کی نسبت سے صغیر (چھوٹی) ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مخلوق کا ہر فرد چاہے وہ اپنے درجہ اور ہر رتبہ میں کتنا ہی زیادہ کبیر ہو اللہ تعالیٰ سے

[1]......﴿''تفسیر مظہری'' (قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ) جلد۲ صفحہ ۵۴۔مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾

چھوٹا ہے لیکن اگر ہم حقیر کا معنی اس عبارت میں ذلیل کے لفظ سے کریں تو قاضی صاحب کی عبارت اپنی دوسری عبارت سے ٹکرا جاتی ہے دیکھئے یہی قاضی صاحب اسی تفسیر مظہری میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وجیھاً فی الدنیا فی الاخرۃ'' کی تفسیر کرتے ہوئے یہ لکھ چکے ہیں کہ ''عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حضور دنیا اور آخرت میں وجاہت والے اور شریف ہیں۔'' [1]

ظاہر ہے کہ شریف یعنی اونچی قدر والا ذلیل کے معنی کا بالکل متضاد ہے۔ اب اگر ہم یہ کہیں کہ ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کے مرتبہ سے موازنہ کرتے ہوئے نا صرف ذلیل بلکہ بہت ذلیل اور یہاں یہ معنی کریں کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا اور آخرت میں عزیز و شریف ہیں یعنی ذلیل نہیں تو یہ پہلے جملے کی نقیض ٹھہرا کیونکہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ آتی۔ اب اگر مظہری صاحب کے کلام کو تعارض سے بچانا ہے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ سورت نساء والی اس آیت میں قاضی مظہری **علیہ الرحمۃ** کے کلام کا یہ مطلب لیا جائے جو ہم نے بیان کیا۔ اور اگر کوئی اس پر بضد ہے کہ یہاں حقیر کا معنی ذلیل ہے تو ہم عرض کریں گے کہ قاضی صاحب نے سورۃ آل عمران کی وَجِیھًا کی آیت میں وَجِیھًا کا ترجمہ کیا ہے اس لئے اس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ حقیر کا لفظ سورہ نساء کی مذکورہ آیت کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں بلکہ علم نحو و بلاغت کی آڑ لے کر تنوین کا معنی بتایا گیا ہے۔ جب نحو و بلاغت کی کتابوں کے مطابق دلالت کسی ایک معنی پر نہیں بلکہ متعدد معانی پر ہوتی ہے اور یہ نکتہ سمجھ پر موقوف ہے کہ نکتہ نکالنے والا کیا نکتہ نکالتا ہے۔ اسی لئے بالخصوص شیأ میں تنوین تمکن کے لئے بھی ہوسکتی ہے تنکیر کے لئے بھی ہوسکتی ہے یعنی چیز کوئی بھی ہو اسے اللہ کا شریک نہ کرو اور یہ تنوین تعظیم کے لئے بھی ہوسکتی ہے یعنی چیز کتنے ہی بڑے رتبے کی ہو اسے اللہ کا شریک نہ کرو اور اسے چھوٹے رتبے والا خود بخود سمجھ میں آجاتا ہے جب کہ کوئی ایک معنی متعین نہیں تو یہ استدلال باطل ٹھہرا۔

اگر ہماری اس بات کو تسلیم نہیں کیا جاتا تو پھر عرض یہ ہے کہ قطع نظر اس سے کہ قرآن مجید برہان رشید کے ماسواء کوئی کتاب دانستہ یا نادانستہ تحریف اور تبدیلی سے محفوظ نہیں لیکن تفاسیر میں بالخصوص تفسیر مظہری اور تفسیر روح المعانی کا معاملہ اور بھی تنزلی پر ہے۔ ہمارے حسن ظن کے مطابق قاضی صاحب کا دامن اس سے بری ہے کہ وہ تنوین کی آڑ لے کر نصوص قرآن کے خلاف ہر وجیہہ کو بھی ذلیل سمجھیں اور تفسیر مظہری میں الحاقی عبارات بھی پائی جاتی ہیں اس لئے تفسیر مظہری کو سب سے پہلے ندوۃ المصنفین کے ادارہ نے شائع کیا یہ ادارہ شیعہ، وہابیہ، غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے اشتراک سے قائم ہوا۔ انہوں نے آپس میں صلح کر رکھی تھی اک دوسرے پر تنقید نہیں کریں گے اس لیے ہمارے مسلک کے شیخ امام احمد رضا خان **علیہ الرحمۃ** نے اس ادارہ سے برأۃ کا اظہار کر لیا۔ اس اشتراک کی وجہ سے چھاپنے سے پہلے انہوں نے اس کتاب میں تحریف ضروری سمجھی جس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ متعہ کے جواز کے لئے اس تفسیر میں زور لگایا گیا ہے اور نہ صرف یہی بلکہ سنیوں کی مسلّمہ کتب حدیث کا حوالہ دے کر بتایا گیا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ماں اور ام

المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن خود متعہ کرتی ہیں اور یہ واضح جھوٹ ہے کیونکہ جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں یہ مضمون پایا ہی نہیں جاتا ملاحظہ فرمائیں تفسیر المظھری جلد دوم صفحہ ۴۷ (سورۃ النساء الآیۃ ۲۳) مطبوعہ کوئٹہ

یہی حال روح المعانی کا بھی ہے۔ علامہ محمود کے بیٹے نعمان آلوسی نے مصر کے انگریزوں کے ہاتھ فتح ہوجانے کے بعد اپنے باپ کے قلمی تفسیر اٹھا کر انگریزوں کے نائب نواب صدیق حسن اہل حدیث کو راضی کرنے کے لئے اس کتاب میں اپنی طرف سے وہابیت کی تائید میں عبارتیں ملادیں جیسا کہ قاضی دمشق علامہ یوسف نبہانی نے شواہد الحق میں لکھا ہے۔ جس کا حوالہ پہلے دیا جاچکا ہے۔ وہابیت کی تائید میں روح المعانی اور وہابیت اور شیعت کی تائید میں مظہری کی عبارات قطعاً غیر معتبر اور جھوٹی شمار کی جائی گی۔ قاضی صاحب اور آلوسی صاحب کا دامن اس سے بری ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے ایک اور حوالہ سے استدلال کا رد

مولوی عزیز الدین صاحب نے صاحب تفسیر المظہری جناب قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی کتاب تذکرۃ الموتی والقبور صفحہ ۲۸ سے حوالہ نقل کرتے ہیں کہ ''عبادت کمال درجہ ذلت معبود کے سامنے کرنے سے عبارت ہے'' [1]

فوٹو حوالہ ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۵۵۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

نیز صاحب تفسیر مظہری جناب قاضی صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ والقبور ص۲۸ میں فرماتے ہیں:-

عبادت عبارتست از کمال تذلل پیش معبود و شک نیست کہ ہر چہ مقصود کسے باشد آنکس برائے حصول مقصود خود کمال تذلل اختیار مے کند، پس ہر چہ مقصود اوست معبود اوست معنی لا

"عبادت کمال درجہ ذلت معبود کے سامنے کرنے سے عبارت ہے اور بلاشبہ جو کچھ مقصود کسی کا ہو وہ شخص اپنے حصول مقصود کے لیے کمال درجہ ذلت اختیار کرتا ہے پس جو کچھ مقصود اس کا ہے معبود اس کا ہے حتی لا مقصود الا اللہ ولا معبود الا اللہ

قاضی صاحب کے کلام میں تحریف کا ارتکاب

مولوی عزیز الدین صاحب نے اس ترجمہ میں تحریف سے کام لیا ہے اور جو عبارت انہوں نے قاضی صاحب کی خود لکھی ہے اس کا معنی غلط لکھ دیا قاضی صاحب نے لکھا تھا کہ ''عبادت عبارت است از کمال تذلل پیش معبود''

عبادت معبود کے سامنے کمال تذلل (یعنی مکمل تواضع) کا نام ہے۔ تذلل کا معنی تواضع اور فروتنی ہے نہ کہ فی الواقع ذلیل ہونا۔ دیکھئے فارسی لغت کی کتاب ''غیاث اللغات'' میں ہے۔ ''تذلل: فروتنی نمودن'' (تذلل: تواضع دکھانا ہے) [2]

---

[1]...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۵۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2]...... ''غیاث اللغات'' (محمد غیاث الدین بن جلال الدین) صفحہ ۹۵۔ مطبوعہ مطبوعہ دہلی قدیم

عبادت کا معنی انتہائی درجہ کی تواضع ہے جب اس کا معنی تواضع بھی ہوتا ہے پھر اس کی بجائے ذلت لکھنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ جدید سیاستدانوں کا اک مقولہ ہے کہ ''جھوٹ اتنا بولو کہ سچ نظر آنے لگے'' شاید مصنف اکمل البیان اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ قاضی صاحب کی اس عبارت کے آخر میں ایک عربی عبارت لکھی ہے ''لا یؤمن احدکم حتی یکون الناس عنده کالاباعر '' اس عبارت کا جواب پہلے دے دیا گیا ہے کہ ''الناس'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایماندار نہ ہوں۔ اور ''اباعر'' سے مراد اونٹ ہیں یعنی کافروں کو اونٹوں کی ڈار کی طرح سمجھو جو بغیر مہار کے چھوٹے پھرتے ہیں اور ان سے خطرہ کرو کہیں تم کو لتاڑ نہ دیں کیونکہ وہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے ان سے دور بھاگو۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کو نفع یا نقصان پہنچانے والا ماننا شرک ہے ان کا اس عبارت کو صحیح ماننا باعث تعجب ہے؟

یہ بھی پہلے بتا دیا گیا ہے کہ ان لفظوں سے کوئی حدیث نہیں ہے۔ اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ عوارف المعارف کی یہ عبارت ملاوٹی اور الحاقی ہے اسی طرح اس عربی عبارت کا یہ ترجمہ جو فارسی میں لکھا ہے اس کا معنی یہاں مینگنی صحیح نہیں بلکہ اس کی بجائے اونٹ کے برابر سے کرنا صحیح ہے۔ کیونکہ یہ لفظ تین نقطہ والی (پ) کی زیر اور زبر اور پیش اور ش کی جزم اور حرکت سے (پشک) لغت میں کئی مختلف معانی کے لئے آتا ہے ان میں ایک پشک پ کی زبر اور شین کے سکون کے ساتھ ہے اس کے یہ معانی آئے ہیں

پشک: (۱) موافق کرنا، برابر کرنا (۲) گبریلا (۳) الو (۴) گھوڑے کی ایک بیماری (۵) عشق و عاشقی [۱]

ان میں سے موافق اور برابر کے معانی یہاں مناسب ہیں۔ یعنی غیر مومنوں کو اونٹوں کے موافق۔ اونٹوں کے برابر جانے۔ اس لئے چوں کا لفظ ملا کر اس معنی کی تاکید کر دی جیسا کہ ''کمثلہ'' میں برابر اور ''جیسا کو'' تاکید کے لئے ملا دیا گیا الغرض روایت کے الفاظ ''لا یؤمن احدکم '' سے شروع ہوتے ہیں یعنی ہر مومن کامل غیر مومن کو اونٹ کے برابر سمجھے اگر غیر مؤمن کو مینگنی کی طرح سمجھنا بھی روا ہے لیکن اس روایت کے ترجمہ میں غلط ہے جیسا کہ میاں نذیر حسین دہلوی اور سرفراز خاں گکھڑوی صاحبان کے جواب میں کتب لغت سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مولوی عزیز الدین صاحب نے ثبوت تو یہ پیش کرنا تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام علیہم الرحمۃ والرضوان (نعوذ باللہ) اللہ کے نزدیک چمار سے زیادہ ذلیل اور ذرۂ ناچیز سے زیادہ کمتر ہیں اور یہ ثبوت وہ نہیں دے سکے وہ بغیر چمار کی نسبت سے جو بزعم خویش انبیاء علیہم السلام اور دیگر اولیاء اللہ کے لئے ذلت بمعنی خواری کے ثبوت دے رہے ہیں وہ ان کے دعویٰ سے مطابقت نہیں رکھتے لیکن ہم ان حوالوں کا بھی جواب دے رہے ہیں کہ

[۱] ...... ''فیروز اللغات '' (مولوی فیروز الدین) صفحہ ۲۰۰۔ مطبوعہ فیروز اینڈ سنز لاہور

ان سے یہ مفہوم ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی صاحب نے اس جملہ کا مطلب یہ نہیں لکھا کہ اپنے سوا تمام انسانوں کو ذلیل سمجھے بلکہ یہ لکھا کہ کسی شخص کے ساتھ سروکار نہ رکھے یعنی ان سے دور دور رہے۔ لہٰذا اس عبارت سے تحریف اور پروپیگنڈے کے بغیر مصنف اکمل البیان کا مطلب حاصل نہیں ہوتا۔

قاضی صاحب کی ''کلمات طیبات'' کے حوالے کا جواب

مصنف اکمل البیان نے اپنی تائید میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب مذکور کی ''کلمات طیبات'' صفحہ ۱۷۷ سے مثنوی کے ایک شعر کی نقل کی ہے۔ شعر یہ ہے

موسیٰ وفرعون کردند آشتی چوں بہ بیرنگی رسی کو داشتی

آگے قاضی صاحب کی عبارت کا جو اس شعر کی تشریح میں ہے۔ مولوی عزیز الدین صاحب اس طرح ترجمہ کرتے ہیں

''جس وقت صوفی مراقبہ کے وقت مستغرق مشاہدہ وجود حقیقی حق تعالیٰ کے ہوتا ہے اس وقت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون مردود دونوں نظر سے ساقط ہو جاتے ہیں اور گنتی اور کثرت اس کی نظر میں حاضر نہیں رہتی۔ اس حالت کی مولانا روم خبر دیتے ہیں کہ ''موسیٰ وفرعون دارند آشتی'' اس وقت وجود ممکن بمقابلہ واجب الوجود حق تعالیٰ کے بمنزلہ لاشئی کے ہوتا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے بہتر قول لبید شاعر کا ہے۔ ''آگاہ ہو ہر چیز جو سوائے اللہ تعالیٰ کے لئے باطل ہے۔'' [1]

قاضی صاحب کی اس عبارت میں بھی چمار سے زیادہ ذلیل ہونے کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور اس عبارت میں کہیں بھی صرف ذلیل کا لفظ نہیں ہے۔ مولوی عزیز صاحب نے صرف خانہ پُری کے لئے یہ عبارت لکھ دی ہے موضوع سے اس کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۵۵۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

موسیٰ و فرعون دارند و آشتی

جس وقت صوفی مراقبہ کے وقت مستغرق مشاہدہ وجود حقیقی حق تعالیٰ کے ہوتا ہے اس وقت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون مردود دونوں نظر سے ساقط ہو جاتے ہیں اور گنتی و کثرت

اس کی نظر میں حاضر نہیں رہتی اس حالت کی مولانا روم خبر دیتے ہیں کہ موسیٰ و فرعون دارند آشتی۔ اس وقت وجود ممکن کا بمقابلہ وجود واجب الوجود حق تعالیٰ کے بمنزلہ لاشئے کے ہوتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے بہتر قول لبید شاعر کا ہے آگاہ ہو ہر چیز جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے باطل ہے ارباب وحدت ''
وجود معنی لا الہ الا اللہ لا موجود الا اللہ [illegible]

[1] ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۵۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

قاضی صاحب کی ایک اور عبارت سے استنباط کا رد

قاضی صاحب کی اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۷ کی پہلی عبارت کے بعد بغیر کسی فاصلہ اور عنوان کے ''ایضاً'' کے ساتھ صفحہ ۱۷۹ کی عبارت لکھی ہے۔ بہر حال اس پوری عبارت کو پڑھنے کے بعد بھی اس میں نہ کہیں چمار کا لفظ نظر آیا۔ نہ اللہ کے نزدیک زیادہ ذلیل کا اور نہ صرف ذلیل کا۔ یہ عبارت صرف وحدت الوجود کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ لکھتے ہیں

''وجود ممکن در مقابلہ وجود بمنزلہ لاشئی است'' یہ مولوی عزیز الدین صاحب اس عبارت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں ''اس وقت وجود ممکن بمقابلہ وجود واجب الوجود حق تعالیٰ کے بمنزلہ لاشئی کے ہوتا ہے'' [۱]

مولوی عزیز الدین صاحب کا یہ ترجمہ غلط ہے۔ اس میں اس وقت کے الفاظ قاضی صاحب کی عبارت کے ترجمہ سے زیادہ ہیں۔ اس کا ترجمہ صرف اتنا ہے کہ وجود ممکن بمقابلہ وجود واجب الوجود (حق تعالیٰ) کے بمنزلہ لاشئی کے ہے لیکن اس سے یہ ثابت کرنا جہالت کہ تمام ممکنات حتیٰ کہ انبیاء و اولیاء نعوذ باللہ چمار سے زیادہ ذلیل ہوتے ہیں یا چمار کی طرح ذلیل ہوتے ہیں بلکہ وہ مطلق وحدت یعنی ایک خاص اصطلاحی وحدت مانتے ہیں کہ مخلوق کا اللہ کی اس وحدت میں کوئی داخلہ نہیں اور یہ کہ بندے مطلق وجود سے باہر نہیں نکلے اگرچہ وجود مطلق بھی نہیں یعنی جس درجے کا وجود ان کے لئے ثابت تو ان میں سے اہل کمال کے لئے اسی درجے کے کمالات بھی حاصل ہیں۔ لہٰذا کامل بندوں کے لئے ذلت ماننا ایسا ماننے والوں کی علم سے بے خبری اور صوفیاء کی اصطلاح نہ سمجھنے پر دلالت کرتا ہے اس بات کی دلیل یہ ہے کہ خود نام نہاد مولوی عزیز صاحب نے قاضی صاحب کی عبارت کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لکھ کر اس کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے وہ حدیث یہ ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے بہتر قول لبید شاعر کا ہے (صحیح ترجمہ یہ ہے ''اصدق القول قول اللبید'' سب سے سچا قول لبید کا قول ہے) آگاہ ہو ہر چیز جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے باطل ہے'' [۲]

اب دریافت کریں گے کہ مولوی عزیز صاحب کیا اس حدیث کو نہ مان کر منکر حدیث بن گئے ہیں۔ یا مان کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باطل کہتے ہیں جب کہ قرآن شریف میں ہے ''وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ'' [۳] مومن بننے کے لئے یہ گواہی دی گئی کہ رسول حق ہے۔ اب اگر وہ رسول کو باطل جانتے ہیں۔ تو منکر قرآن ہیں اور اگر رسول کو حق کہتے ہیں تو منکر

۱...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

۲...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

۳...... ''سورۃ آل عمران: الآیۃ ۸۶''

حدیث ہیں مجبوراً ماننا پڑے گا کہ یہ باطل کا لفظ اس حق کے مقابلہ میں نہیں بلکہ وجود حق کے مقابلہ میں ہے یعنی وجود جس کو اللہ تعالیٰ کے تصرف سے خالی مانا جائے وہ وجود حق نہیں بلکہ باطل ہے یعنی غیر موجود ہے جب کہ انبیاء اور اولیاء اللہ کے وجودات تصرف قیومت سے موجود ہیں۔ اور احیاء اللہ بھی قیومت سے موجود ہے لہذا وہ وجود اللہ کے اس تعلق کی وجہ سے حق ہے تو اس کے کمالات بھی حق ہیں الغرض وحدت الوجود کے ثبوت سے کسی کی بھی ذلت ثابت نہیں ہوتی۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری کی عبارت کا جواب

مصنف اکمل البیان مولوی عزیز الدین صاحب لکھتے ہیں

''خاتم المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ چھبیس صفحہ ۱۴۶ پر فرماتے ہیں۔'' واظھار الربوبیة وذل العبودیة فکان التقرب بذلك اعظم العمل ''''اظہار کرنا عظمت ربوبیت اور ذلت عبودیت کا پس ہوگا تقرب حاصل کرنا اس کے ساتھ سب سے بڑا عمل'' [1]

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' صفحہ ۵۶۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

علیٰ ہذا خاتم المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری شرح صحیح بخاری پ۲۶ ص۱۴۶ میں فرماتے ہیں:۔

واظھار الربوبیة وذل العبودیة فکان التقرب بذلك اعظم العمل۔ ''اظہار کرنا عظمت ربوبیت اور ذلت عبودیت کا پس ہوگا تقرب حاصل کرنا اس کے ساتھ سب سے بڑا عمل''۔

اس عبارت میں مولوی صاحب کو اظہار کا لفظ لکھتے ہوئے ذرہ بھی شرم نہیں آئی۔ اظہار ذلت تو وہی تذلل اور وہی تواضع ہے۔ اس کا جواب کئی بار پہلے گزر چکا ہے۔ اور اسی لئے اس کو عبد کا عمل یعنی فعل کہا ہے۔ جب کہ خواری اور ذلت کسی اور کی طرف سے انسان پر آتی ہے۔ اس کا اپنا فعل نہیں ہوتا لیکن فعل اور انفعال کا فرق سمجھنا مولوی عزیز الدین صاحب کے بس کا کام نہیں۔

کیمیائے سعادت کی عبارت کا جواب

لکھتے ہیں ''ایسے ہی امام محمد غزالی کیمیائے سعادت صفحہ ۱۸۰ پر فرماتے ہیں۔ کسے کہ نظر وے از توحید بود ہمہ را در قبضہ قہر ربوبیت مضطر بیند'''' جس کی نظر توحید پر ہوتی ہے وہ تمام کو قبضہ قہر ربوبیت میں لاچار دیکھتا ہے۔'' [2]

پہلا جواب تو یہ ہے کہ اس عبارت میں نہ تو چمار کا لفظ ہے نہ ذلیل۔ لہٰذا اعتراض ہی غلط ہے۔

---

[1]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۶۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۶۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

دوسرا جواب یہ ہے کہ شاید مولوی صاحب قبضہ قہر کے لفظ سے یہ سمجھے ہیں کہ قہر عذاب کو کہتے ہیں اور یہ غلط ہے۔ ''وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ'' کا مطلب یہ ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو ہر وقت عذاب دے رہا ہے۔ یہ غلط ہے ورنہ پھر قیامت اور جنت دوزخ کی ضرورت نہیں رہتی۔

تیسرا جواب یہ ہے امام غزالی یہ نہیں فرمارہے کہ تمام اس کے غلبہ رُبوبیت میں مضطر ہیں بلکہ وہ فرمارہے ہیں تمام کو غلبہ رُبوبیت میں مضطر دیکھتا ہے یعنی سمجھتا ہے۔ کون سمجھتا ہے وہ جو مقام توحید پر پہنچے والا یعنی ولی کامل ہوتا ہے تو بات پھر وہیں آگئی کہ جتنے ولی ہیں وہ نبیوں اور ولیوں کے ماسواء دیگر مخلوق غلبہ رُبوبیت میں مضطر سمجھتے ہیں تو اس عبارت سے ولی اور نبی باہر نکل گئے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب اپنے مریدوں کے لئے لکھی ہے جس میں یہ فرمارہے ہیں کہ مرید سالک کو جب توحید وجودی کی معرفت حاصل ہوجاتی ہے تو جیسے دیکھتا ہے وجود باری کے غلبہ کا مغلوب (مقہور) دیکھتا ہے جب کہ ان کو انبیاء علیہم السلام سے کوئی رابطہ نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے وہ زمانہ ہی نہیں پایا تو انہیں دیکھا بھی نہیں۔ لہٰذا ''ہمہ'' سے مراد ان سے پہلے زمانے کے اولیاء بھی نہیں ہوسکتے چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام جن کے بارے میں صحیح حدیث میں ہے ''ہر نبی سے اس کی موت کے وقت رائے لی جاتی ہے اگر وہ موت چاہیں تو بھیجی جائے نہ چاہیں تو نہ بھیجی جائے'' (ملخصاً) [1]

فوٹو حوالہ ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۵۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

ایسے ہی امام محمد غزالی ''کیمیائے سعادت صنہ'' میں فرماتے ہیں :-

کسے کہ نظر وے از توحید بود ہمہ را در قبضہ قہر ربوبیت مضطر بیند۔

جس کی نظر توحید پر ہوتی ہے وہ تمام کو قبضہ قہر ربوبیت میں لاچار دیکھتا ہے''۔

اور یہ دلیل انہیں اختیار دینے کی ہے نہ کہ مضطر اور مجبور ہونے کی۔ اور تم دوسروں سے کہتے ہو جس عالم کا قول قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو اس کو چھوڑ دیتے ہیں پھر حضرت غزالی کے اس قول کو جب کہ حدیث اس کے مقابلہ میں موجود ہے کیوں تسلیم کررہے ہو کیونکہ حدیث کے خلاف ہے۔ لہٰذا ہمارے نزدیک امام غزالی کی یہ مراد قطعاً نہیں ہوسکتی۔

شیخ شہاب الدین کے حوالوں کا جواب

اس میں کچھ حوالے فارسی زبان میں دیئے ہیں اور ترجمہ کرتے ہوئے مصنف نے اُسے ترجمہ عوارف لکھا ہے لیکن شیخ کی کتاب عربی میں ہے فارسی میں نہیں ہم پہلے بیان کرآئے ہیں کہ خود اصل میں لوگوں نے ملاوٹیں کردی ہیں اس لئے ان

[1]...... ''الصحیح البخاری'' (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد۲ صفحہ ۶۶۰۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

کے سارے حوالے بے کار ہیں اس کے باوجود تقریباً جتنے حوالے ہیں اس میں کہیں بھی یہ نہیں انبیاء کرام علیھم الصلوۃ والسلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیھم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل وخوار ہیں اس لئے ان عبارات سے بھی ان کے اسمٰعیل دہلوی امام کی کوئی تائید نہیں ہوتی۔تفصیلاً عرض کرتا ہوں

پہلے حوالہ میں لکھتے ہیں ''بندہ در بدایت طریق تصوف از سر یقین بداند کہ موجود حقیقی ومؤثر مطلق نیست الا خداوند عالم جل جلالہ وعلماً ذات وصفات وافعال را در ذات وصفات او محو و ناچیز داند ہر ذاتی را فراغ از نور ذات مطلق شناسد ز ہر پرتوی از نور صفت مطلق داند'' ''بندہ شروع طریق تصوف میں دلِ یقین سے جانے کہ وجود حقیقی ومؤثر علی الاطلاق صرف رب عالم جل جلالہ ہے اور توحید علمی میں تمام کی ذات وصفات اور افعال کو اس کی ذات وصفات کے سامنے محو اور ناچیز جانے ہر ایک ذات کو نور ذات مطلق سے پہچانے۔اور ہر پرتو نور صفت مطلق سے جانے۔'' ۱

دوسرے حوالہ میں لکھا ''ایضاً صفحہ ۱۵ میں فرماتے ہیں ''عزت فردانیت وقہر وحدانیت او وجود مجال ندارد وا اینست حق توحید'' ''اس کی عزت فردانیت وقہر وحدانیت کے مقابل وجود غیر مجال نہیں رکھتا ہے اور یہی توحید کا حق ہے'' ۲

تیسرے حوالہ میں لکھا ''ایضاً صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں ''الٰہیت را بشریت ہیچ نسبت نیست ومکالمہ میان دو کس صورت نہ بندد'' ''الٰہیت باری تعالیٰ کو ساتھ بشریت کے کچھ بھی نسبت نہیں ہے اور جائے کلام دونوں میں صورت نہیں بنتی'' ۳

چوتھا اور پانچواں حوالہ جو پیش کیا گیا وہ ''اباعر'' اور ''ذل'' کے متعلق ہے۔اس کا جواب پہلے تفسیروں میں گزر چکا ہے۔مزید آخر میں بھی کچھ عرض کیا جائے گا۔

چھٹا حوالہ یہ دیا ''ایضاً صفحہ ۲۳۱ میں فرماتے ہیں ''باید کہ دلِ او غرق تجلی عظمتِ الٰہی بودہ'' ''چاہیے کہ دل عامل کامل کا غرق تجلی عظمت الٰہی میں ہو جاوے'' ۴

ساتواں حوالہ یہ دیا ''ایضاً صفحہ ۲۳۵ میں فرماتے ہیں ''در حال تکبیر باید کہ مشاہد کبریا وحق بود علامتش آنکہ خلق در نظر او حقیر وصغیر نمایند والتفات باطلاع ایشاں بر حال خود ندارد تا در زمرۂ صادقان آید'' ''بحالت تکبیر نماز کے چاہیے کہ مشاہدۂ کبریاء حق تعالیٰ کا ہووے اور علامت اُس کی یہ ہے کہ خلق اُس کی نظر میں حقیر اور صغیر ادنی چھوٹی ہو جاوے اور التفات ان کے اطلاع کی اپنے حال پر نہ رکھے اُس وقت زمرۂ صادقہ پر شمار ہوگا۔'' ۵

۱......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۶،۵۷۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۲......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۷۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۳......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۷۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۴......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۷۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۵......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۷،۵۸۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

آٹھواں حوالہ یہ دیا ''ایضاً صفحہ ۲۳۹ میں فرماتے ہیں ''وجود جملہ کائنات علوی و سفلی در نور شہود وذات واحد محو بیند'' ''وجود جملہ کائنات علوی و سفلی کو نور شہود وذات واحد حق تعالیٰ کے سامنے محو نابود جانے'' ۱؎

فوٹو حوالہ ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۵،۷۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

ایسے ہی حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں :۔

بندہ در بدایت طریق تصوف از سر یقین بداند کہ موجود حقیقی و مؤثر مطلق نیست الا اللّٰہ

(ترجمہ عوارف) بندہ شروع طریق تصوف میں دل یقین سے جانے کہ وجود حقیقی و مؤثر علی الاطلاق صرف رب عالم جل جلالہ

باطلاع ایشاں بر حال خود ندارد تا در زمرۂ صادقان آید۔

جھوٹی ہو جا رہے اور التفات ان کے اطلاع کی اپنے حال پر نہ رکھے اس وقت زمرۂ صادقان میں شمار ہوگا۔

ایضاً صفحہ ۲۳۹ میں فرماتے ہیں :۔

وجود جملہ کائنات علوی و سفلی در نور شہود و ذات واحد محو بیند۔

''وجود جملہ کائنات علوی و سفلی کو نور شہود و ذات واحد حق تعالیٰ کے سامنے محو نابود جانے''

نیز امام ربانی حضرت شیخ المشائخ جناب شاہ عبد القادر جیلانیؒ کے ملفوظات الفتح الربانی مترجم مطبوعہ [illegible]

۷۶

خداوند عالم جل جلالہ ذات و صفات [illegible]

[illegible] کی ذات و صفات کے سامنے [illegible]

[illegible] صفت مطلق دائم۔

ایضاً صفحہ [illegible] میں فرماتے ہیں :۔

عزت فردانیت و قید وحدانیت [illegible] مجال [illegible]

[illegible] یہی توحید کا حق ہے۔

ایضاً صفحہ [illegible] میں فرماتے ہیں :۔

الوہیت را با بشریت ہیچ نسبت نیست و مکالمہ میان دو کس صورت نہ بندد۔

الوہیت باری تعالیٰ کو ساتھ بشریت کے کچھ بھی نسبت نہیں [illegible]

ایضاً صفحہ [illegible] میں فرماتے ہیں :۔

[illegible] حقارت مقدار خلق [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible]

ایضاً صفحہ [illegible] میں فرماتے ہیں :۔

در بعضے دعوات ماثورہ از نبی علیہ السلام رسیدہ است الحمد للہ الذی تواضع کل شیء لعظمتہ الحمد للہ الذی ذل کل شیء لعزتہ۔

بعض دعاؤں میں نبی علیہ السلام سے ثابت ہوا ہے [illegible] اللہ تعالیٰ کے [illegible] اس کی عظمت کے سامنے پست ہے اور ہر شے اس کی عزت کے سامنے ذلیل ہے۔

ایضاً صفحہ [illegible] میں فرماتے ہیں :۔

باید کہ دل [illegible] عظمت الٰہی [illegible]

ایضاً صفحہ [illegible] میں فرماتے ہیں :۔

[illegible]

جواب

مولوی صاحب کے پیش کردہ مذکورہ حوالے یہ بتا رہے ہیں کہ عارف ابتدا ہی سے وحدۃ الوجود کو اپنے دل میں بٹھا دے کہ وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور جہاں کوئی موجود نظر آتا ہے۔ اس میں اللہ کا نور وجود چمک رہا ہے پھر اگر اس میں کوئی اور کمال بھی ہیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے صفات کمال نور کا پرتو ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ما بہ الموجودیت اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات ہے۔ اور ہر ایک اور ہر جگہ وہی چمک رہا ہے۔ اس سے تو نبی ولی کی عزت ظاہر ہوتی ہے۔ ذلت کا یہاں گزر ہی نہیں اللہ کے نور کو ذلیل کہنے والا کون ہو سکتا ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین صاحب سلسلہ **قدس سرہ** کے دوسرے حوالے میں بھی یہی ذکر ہے کہ غیر کا وجود نہیں ہے۔ توحید یہی ہے کہ بس اُسی کا وجود سمجھو جو ہر موجود میں ظاہر ہے۔

تیسرے حوالہ میں یہ تھا کہ اللہ بندے سے بولے تو دو ہو جائیں یہاں دوسرا ہے ہی نہیں اللہ ہی اللہ ہے۔ مولوی صاحب نے شیخ **علیہ الرحمۃ** کی اس (ومکالمہ میان دو کس صورت نہ بندد) عبارت کا ترجمہ کیا کہ ''جائے کلام دونوں میں

۱؎ ...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۵،۷۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

صورت نہیں بنتی'' کیا نا سمجھی ہے جب نبی کے وجود کا تصور لایا جائے گا تو پھر مکالمہ کی نفی کیوں ہوئی ''وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا'' (۱) اللہ نے موسیٰ سے کلام فرمایا۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے ''مَا كَانَ اللّٰهُ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا'' (۲) اللہ یہاں اپنے نبیوں سے مکالمہ کی تین شکلیں بتائیں ہیں۔ تو کیا مولوی صاحب اس کا انکار کر کے مسلمان کیسے رہ سکتے ہیں؟

چوتھا اور پانچواں حوالہ ابساعر والی عبارت کے متعلق ہے اس کا جواب تفصیلاً دیا بھی جا چکا ہے لیکن مختصراً آگے ذکر کیا جا رہا ہے۔ چھٹے حوالہ میں ہے کہ شیخ فرماتے ہیں ''اللہ کی عظمت کی تجلی میں غرق رہنا چاہیے'' ظاہر ہے جو اس تجلی میں غرق ہوگا وہ بڑی عزت و عظمت والا ہوگا۔ تو اس سے انبیاء اور اولیاء کی عزت اور عظمت ثابت ہوئی نہ کہ معاذ اللہ ذلت

ساتواں حوالہ میں یہ تھا کہ نماز کی تکبیر کے بعد خلق اس کی نظر میں حقیر و صغیر نظر آئے جب اس طرح کے دو لفظ سامنے آتے ہیں تو ایک لفظ دوسرے کا ترجمہ ہوتا ہے لیکن مولوی صاحب نے اس کا ترجمہ ادنی چھوٹی سے کیا صغیر کا معنی ''چھوٹی'' ہوا۔ ادنیٰ کس کا معنی کیا ہے؟ یہ تحریف ہے اور ہم بیان کر آئے ہیں کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حقیر کہنا یہ ماہرین زبان عرب نے غلط قرار دیا ہے۔ اور خود شیخ کا یہ فرمانا ہماری دلیل ہے کہ ''باطلاع ایشاں بر حال خود ندارد تا در زمرۂ صادقاں آید'' ''التفات ان کی اپنے حال پر نہ رکھے اس وقت زمرۂ صادقاں میں شمار ہوگا'' یعنی جب نماز پڑھ رہا ہو تو یہ نہ سوچ کہ فلاں مجھے دیکھ رہا ہے اس لئے اچھی نماز پڑھو۔ ظاہر ہے اس سے اس کے ہم زمان لوگ مراد ہیں نہ کہ انبیاء و اولیاء۔ کیونکہ شیخ شہاب علیہ الرحمۃ کے مرید نے ان کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ مزید یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''اپنے رکوع اور اپنے دل کی تواضع نماز میں صحیح رکھا کرو کیونکہ میں تمہیں اپنے پیچھے بھی دیکھ رہا ہوتا ہوں'' ۳

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرمار ہے ہیں کہ نماز میں یہ تصور رکھا کرو کہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں تمہارے دل کی نیتوں پر بھی میری نگاہ ہے۔ اس لئے ظاہری نماز ٹھیک پڑھا کرو اور دل کو بھی میرے ڈر کی وجہ سے اللہ کی طرف متوجہ رکھا کرو۔ اگر کوئی اس حدیث کا منکر ہوگا تو وہ منکر حدیث کہلائے گا۔ شیخ تو اپنے بعد والوں سے کہہ رہے ہیں یہ مولوی عزیز الدین کا کام ہے وہ اس حدیث کا انکار کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔

آٹھواں حوالہ میں یہ فرمایا ہے کہ تمام مخلوق کو ذات واحد کے اندر مٹا ہوا شمار کرے۔ یہاں بھی وہی بات ہے کہ ہر وجود کی بجائے اُس وجود میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھے تو اللہ کا وجود تو عزت ہے۔ اس سے ذلت ثابت نہیں ہوتی۔

۱......﴿''سورۃ النساء : الآیۃ ۱۶۴''﴾ ۲......﴿''سورۃ الشوریٰ : الآیۃ ۵۱''﴾

۳......﴿''الصحیح البخاری'' (ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد اول صفحہ ۱۰۲۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

اباعر کی عبارت کا جواب

مولوی عزیز الدین لکھتے ہیں ''ایضاً صفحہ ۶۱ میں فرماتے ہیں ''وایں صفت از نفس برنخیزد والا بمعرفت حقارت مقدار خلق چنانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازاں خبر داد کہ لا یکمل ایمان المرء حتی یکون الناس عنده کالاباعر''' (صفات ذمیمہ نفس زائل نہ ہوگی) مگر ساتھ جان سے حقارت مقدار خلق کے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خبر فرمائی کہ ایمان کسی شخص کا کامل نہ ہوگا جب تک کہ تمام لوگ اس کے نزدیک مانند مینگنی اونٹ کے نہ ہو جاویں۔'' [1]

اس عبارت کا تفصیلی جواب نذیر حسین دہلوی اور خاں صاحب گکھڑوی کے جوابات میں گزر چکا ہے مختصراً پھر عرض ہے کہ (عبارت جعلی ہے) پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ساری عبارت قدیم ترین فارسی ترجمہ میں نہیں ہے۔ اس لئے غیر معتبر ہے۔

(ترجمہ غلط ہے) سابقہ اوراق میں لغت کے حوالوں سے یہ بتا دیا گیا ہے کہ '' اباعر '' کا ترجمہ مینگنیاں کرنا غلط ہے۔

(حدیث کے الفاظ ثابت نہیں) اس حدیث کے الفاظ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نہیں ملتے۔ دیکھئے ''تذکرۃ الموضوعات''' باب الاخلاق المحموده ''میں علامہ طاہر پٹنی ہندی لکھتے ہیں ''لا یبلغ العبد حقیقة الایمان حتی ینظر الی الناس کالأباعر فی جنب الله تعالی ثم یرجع الی نفسه فیجدها احقر حاقر'' لم یوجد [2]

فوٹو حوالہ ﴿''تذکرۃ الموضوعات'' صفحہ ۱۸۹۔ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر﴾

له ١٠ فی مسلم «یا حنظلة ساعة وساعة» فی المختصر «لا یکون أحدکم کالأجیر السوء لم یعط أجراً لم یعمل ولا کالعبد السوء ان لم یخف لم یعمل» لم یوجد «لا یبلغ العبد حقیقة الایمان حتی ینظر الی الناس کالأباعر فی جنب الله تعالی ثم یرجع الی نفسه فیجدها أحقر حاقر» لم یوجد (١) «ان العبد لینشر له من الثناء ما بین المشرق والمغرب وما یزن عند الله جناح بعوضة» لم یوجد لکن فی

یہ حدیث انہیں کہیں نہیں ملی باقی جہاں تک اس کے حدیث بالمعنی ہونے کا تعلق ہے تو وہ بھی جزوی معنی ملتا ہے۔ کہ لوگوں کی مثال ایسے ہے جیسے سو اونٹوں کی جماعت میں سواری کے قابل ایک بھی نہ ہو اس لیے معنی یا تو یہ ہوگا کہ مومن کامل غیر مومنین کو ایسے اونٹوں کی طرح سمجھے جو فائدہ نہیں پہنچا سکتے کہ ان کی مدد لے کر قرب الٰہی کے منازل طے نہیں ہوتے یا یہ معنی ہوگا کہ اونٹ جس طرح سفر کے لئے ضرورت ہوتے ہیں۔ منزل تک پہنچانے کے ماسواء کوئی سمجھ دار شخص ان کے پاس رات دن نہیں بیٹھا رہتا تو اس طرح جو لوگ تمہیں اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچانے والے ہیں ان سے اس لئے سروکار رکھو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچائیں اور باقی دوسرے لوگوں سے کوئی تعلق نہ رکھو پھر یہ کہ بے فائدہ لوگوں کو بھی حقیر نہ سمجھو بلکہ

---

[1] ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2] ﴿''تذکرۃ الموضوعات'' (محمد طاہر بن علی ہندی پٹنی المتوفی ۹۸۶ھ) صفحہ ۱۸۹۔ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر﴾

تواضع کرواور سب سے زیادہ حقیر اپنے آپ کو سمجھو۔ خلاصہ یہ کہ بالفرض ان الفاظ کو حدیث مان بھی لیا جائے یا کسی بزرگ کا ہی کلام مان لیا جائے تو اس سے اسمعیل دہلوی صاحب کے کلام سے کوئی برابری ثابت نہیں ہوتی وہ تو سب انبیاء اور اولیاء کو بڑی مخلوق کہہ کر معاذ اللہ چمار سے زیادہ ذلیل اللہ عزوجل کے نزدیک ثابت کر رہا ہے۔ اور کہیں بالتصریح تمام انبیاء اور اولیاء کو اللہ عزوجل کے نزدیک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر کہہ رہا ہے۔ لیکن اس روایت میں نہ اللہ کے نزدیک ان کا یہ رتبہ ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی انبیاء اور اولیاء کے لئے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے اس قول کو کسی صورت دہلوی کی تائید نہیں بتایا جاسکتا۔

عوارف کی عبارت مولوی صاحب کی دلیل نہیں بن سکتی

اگر بالفرض یہ حدیث ہو بھی تو مولوی عزیز الدین صاحب کی دلیل نہیں بن سکتی اس لئے کہ مولوی صاحب مذکور کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کے دہلوی امام کی یہ عبارت صحیح ہے کہ

''ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا (یعنی انبیاء اور اولیاء بھی) اللہ کے نزدیک چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔''

ہمارے سمیت ہر ذی انصاف پڑھنے والے کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس عبارت میں چمار کو اللہ کے نزدیک اونچا اور انبیاء علیہم السلام کو اس سے نیچے کہا گیا ہے جب کہ یہ بات عوارف کی عبارت سے ثابت نہیں ہوتی لیکن مولوی صاحب مذکور کا فریق یہ کہتا ہے کہ اس عبارت میں ان کے امام نے چماروں کو افضلیت نہیں دی لیکن انبیاء واولیاء کو ذلیل قرار دیا ہے تاہم وہ بھی اللہ کے نزدیک ہے۔ بندوں کا ایسا سمجھا جائز نہیں جب کہ مولوی صاحب مذکور کتاب عوارف المعارف کی جو عبارت پیش کر رہے ہیں اس میں اللہ کے نزدیک نہیں ہے بلکہ یہ لکھا ہے کہ مومن بندے کے نزدیک لوگ اباعر کی طرح ہوں (اگر چہ صحیح معنی اباعر کا اہل لغت کے نزدیک جیسا کہ پہلے لکھ آئے ہیں اونٹوں کا ہے اور غلط معنی مینگنیوں کا ہے) اس لئے یہ عبارت اس فریق کے دعویٰ سے کوسوں دور ہے لہٰذا یہ عبارت ان کے دعویٰ کے خلاف ہے۔

''الناس'' سے مراد تمام دنیا کے انسان مراد نہیں

اس روایت میں ''اَلنَّاسُ'' کا لفظ آیا ہے جبکہ ''اَلنَّاسُ'' سے ہر وقت دنیا بھر کے کل انسان مراد نہیں ہوتے۔ دیکھئے قرآن مجید میں ہے ''اَنَّ النَّاسَ کَانُوا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ'' (۱) یہاں ''الناس'' سے مراد بعض انسان ہیں اور بعض بھی صرف کافر ہیں کوئی مومن اس میں شامل نہیں۔

۲۔ ''اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا'' (۲)

۱......﴿''سورۃ النمل : الآیۃ ۸۲''﴾ ۲......﴿''سورۃ آل عمران : الآیۃ ۱۷۳''﴾

اس آیت میں کچھ صحابہ سے کچھ منافقوں نے کہا کہ لوگ تمہاری سرکوبی کے لئے جمع ہو چکے ہیں تم ان سے ڈرو۔
اس آیت میں دو دفعہ ''الناس'' کا لفظ آیا ہے پہلی بار کے لفظ ''الناس'' سے مراد تمام دنیا کے منافق اور کافر نہیں۔ بلکہ صرف ایک دو کافر منافق ہیں جنہوں نے صحابہ کرام کو ڈرانے کیلئے یہ بات کہی تھی اور دوسرے ''الناس'' سے مراد تمام دنیا کے انسان نہیں کیونکہ صحابہ کو وہ دھمکیاں دے رہے ہیں اور وہ بھی انسان ہیں تو اس سے مراد صرف کافر انسان ہوئے پھر وہ بھی دنیا بھر کے نہیں کیونکہ دنیا بھر کے سارے کافر اکھٹے نہیں ہو گئے تھے بلکہ ان کی مراد عرب کے قبائل یا صرف روم کے لوگ تھے۔
ثابت ہوا کہ الناس بولا گیا لیکن اس سے قرآن کے ان تین مقامات پر صرف بعض کافر مراد لیے گئے۔ تو ہمارے نزدیک اس روایت میں بھی وہ کافر مراد ہونگے جن سے اس مومن کو واسطہ پڑتا ہے نہ کہ انبیاء و اولیاء اور باقی سارے انسان۔

عوارف کی عبارت کا صحیح مطلب

اگر اس بے اصل روایت کو معتبر مان لیا جائے اور پھر یہ مراد بھی لیا جائے کہ یہاں مومن کے اپنے خیال سے ہٹ کر اللہ کے نزدیک وہ ایسے (یعنی ذلیل) ہیں اور ''الناس'' سے مراد انبیاء اور اولیاء اور دیگر لوگ بھی ہیں تو پھر یہ روایت قرآن مجید کی بکثرت صریح ہدایات اور قرآنی ارشادات کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد ہو جائیگی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ '''' تو کیا وہ شخص جس نے رضائے الٰہی کی پیروی کی اس جیسا ہوگا جو اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ وہ اللہ کے نزدیک مختلف درجوں والے ہیں اور اللہ ان کے سب کام خوب دیکھتا ہے۔''[1]

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر یہ امور ثابت ہو رہے ہیں

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک سے راضی نہیں اور نہ ہی وہ ہر ایک پر ناراض ہے۔ بلکہ بعض بندے اُس کے پسندیدہ اور اُس کی رضا پانے والے ہیں اور بعض بندے اُس کے مغضوب اور غضب کے لائق ہیں۔
۲۔ ان بندوں کا رتبہ ایک جیسا سمجھنا غلطی ہے۔
۳۔ یہ علیحدہ علیحدہ درجوں والے ہیں سارے ذلیل نہیں۔
۴۔ یہ مختلف درجے اللہ کے نزدیک ہیں۔

[1]۔۔۔۔۔۔﴿''سورۃ آل عمران : الآیۃ ۱۶۲،۱۶۳'' ترجمۃ القرآن ''البیان'' (علامہ سید احمد سعید کاظمی المتوفی ۱۴۰۶ھ) مطبوعہ کاظمی پبلیکیشنز ملتان﴾

۵۔ وہ جو لوگ ناراضگی کے لائق ہیں وہی جہنم کے بُرے ٹھکانے میں ہو کر ذلت سے رہیں گے۔

اس آیت کریمہ سے صاف واضح ہوا کہ اللہ کے نزدیک انبیاء اولیاء اور کوئی مومن ذلیل نہیں۔ اور اللہ کے نزدیک تمام کافر چوہڑے چمار ہوں یا ان کے بادشاہ سب مغضوب ہیں۔ سب ذلیل ہیں۔ اور ان کا درجہ ادنیٰ سے ادنیٰ مومن کے درجے سے بھی انتہائی کمتر ہے۔ اس مضمون پر بہت ساری آیات ہیں جن میں سے بعض آیات میاں نذیر حسین صاحب اور مولوی سرفراز خان صفدر گکھڑوی صاحب کے مؤقف پر تنقید کرتے ہوئے بیان ہو چکی ہیں۔

''الفتح الربانی'' کے حوالوں کا جواب

''الفتح الربانی'' یہ کتاب نہ تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی تصنیف ہے۔ اور نہ ہی اس پر ان کی کوئی تصدیق ہے اور نہ یہ کتاب علماء میں متداول ہے کہ اکثر علماء اس کو پڑھتے اور پڑھاتے بھی نہیں۔ اس لئے اس کا حوالہ ہماری لیے ناقابل قبول ہے۔ مثلاً اگر کوئی کافر ہمیں یہ کہے کہ جو شخص سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نہ مانے وہ کون ہے؟ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانے وہ کون ہے؟ تو جواب یہی ہوگا کہ وہ کافر ہے۔ پھر اگر وہ یہ کہے کہ اللہ کے کلام کا منکر کون ہے۔ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ وہ کافر ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر وہ موجودہ توراۃ یا انجیل کا حوالہ دے اور وہ مسلمانوں کے ثابت شدہ عقیدہ کے خلاف ہو تو ہم اس کا انکار کر دیں گے۔ اگرچہ قرآن مجید یہ تصدیق فرماتا ہے کہ توراۃ اور انجیل اللہ کی کتابیں تھیں لیکن ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اس میں کچھ بڑھایا اور کچھ گھٹایا اس لئے وہ کتابیں اب معتبر نہیں جب اللہ جل جلالہ کی کتاب میں تحریف ہو سکتی ہے تو کسی ولی کی کتاب کے محفوظ رہ جانے کی گارنٹی نہیں دی جا سکتی جب کہ یہ کتاب غیر متداول ہے اور ہمارے پیش کردہ دلائل کی روشنی میں انبیاء اور اولیاء کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل سمجھنے کا عقیدہ غلط ہے۔

اور اسی طرح کوئی شخص جو ان انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کو معاذ اللہ ذلیل سمجھے ہم اُسے مسلمان بھی نہیں سمجھتے یہ سب کچھ ان دلائل کی روشنی میں ہے جو اس کتاب میں پہلے گزر چکے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان تمام حوالوں کی تاویل کی جائے جو مولوی صاحب مذکور نے اس کتاب سے دیئے ہیں جو محض وعظ کی کتاب ہے اور جو حضرت شیخ نے خود بھی نہیں لکھی اور لکھنے والا شخص کبھی بھی اتنا تیز رفتار نہیں ہو سکتا کہ وہ دوران وعظ ایک حرف بھی ساقط نہ ہونے دے۔ لہٰذا یہ کتاب اور اس جیسی تمام ملفوظ کی کتابیں جب ان میں کوئی ایسی بات پائی جائے۔ جو عقائد ثابتہ کے خلاف ہو وہ بات رد ہو جائے گی۔

پھر یہ کتاب اس زمانے میں صحیح بھی ہوتو موجودہ دور میں اس کے غیر متداول ہونے کی وجہ سے اس کی ضمانت نہیں دی جاسکتی ہے۔ فقیر نے اپنی طالب علمی کے زمانہ سے لیکر اپنی اس عمر تک جو ساٹھ سے اوپر ہو چکی ہے کئی اعاظم علماء کی زیارت کی۔ بہتوں کی صحبت پائی۔ ان سے فیض حاصل کیا۔ بہت سارے معاصرین سے ملاقات کی لیکن مجھے یاد نہیں کہ کسی جید عالم نے اس کتاب الفتح الربانی کا تذکرہ فرمایا ہو اور اسے حضرت شیخ اقدس رحمة الله عليه کی تقاریر ثابتہ قرار دیا ہو۔

اس لئے یہ تمام حوالے رد ہیں۔ ان کے جواب کی ضرورت نہیں۔ مولوی عزیز الدین بڑے عجیب شخص ہیں جب انہیں یہ بتایا گیا کہ فوائد الفؤاد غیر متداول کتاب ہے تو انہوں نے کہا یہ متداول ہے کیا آپ لوگ اس کو پڑھتے پڑھاتے ہیں؟ ہمارے علماء کے ہاں یہ پڑھی اور پڑھائی نہیں جاتی وہ پیران کرام بھی مثل عنقاء ہو گئے جو علم باطن کے ساتھ علم ظاہر پر کمال درجے کا عبور رکھتے تھے۔ بہر حال ملفوظوں کی کتابیں ان کا حال تو ہم نے بیان کر دیا۔

علاوہ ازیں مواعظ محبوب سبحانی اور فوائد الفؤاد، ملفوظات محبوب الٰہی اور مکاتیب مخدوم شرف الدین اور اس کے مثل دیگر تمام کتب غیر متداول ہونے کی وجہ سے حجت نہیں۔ ان کا مقام استدلال میں پیش کرنا قطعاً باطل ہے۔ جب ان کتابوں کو ہمارے مسلک کی کتاب سمجھ کر پیش کیا جاتا ہے تو ان کی صحت اور ان کی سند ہونے کے بارے میں ہمارے ہی علماء کا قول معتبر ہوگا نہ کہ مخالفین اہل سنت کا۔ وللہ الحجة السامية

بہر حال اس کے باوجود مولوی عزیز الدین صاحب نے الفتح الربانی کی جتنی عبارتیں پیش کی ہیں۔ ان میں کوئی ایک عبارت بھی ایسی نہیں جس سے اسمٰعیل دہلوی کا قول ثابت ہوتا ہو کہ بڑی مخلوق انبیاء کرام اور اولیاء کرام اللہ کے نزدیک چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ بلکہ اتنا بھی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ حضرات اللہ کے نزدیک ذلیل ہیں۔ چنانچہ اب ان عبارات کا بالتفصیل جائزہ لیا جاتا ہے۔ پھر ان تمام عبارات کا عکس بحث سے پہلے ملاحظہ فرمالیں۔

فوٹو حوالہ ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان" صفحہ ۵۸۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

ں تعالیٰ سے سامنے سے محو نابود ہو جائے ؟!

نیز امام ربانی حضرت شیخ المشائخ جناب شاہ عبد القادر جیلانیؒ کے ملفوظات الفتح الربانی مترجم مطبوعہ بلالی ساڈھورہ بنقل مطبوعہ مصر بینہ مجلس ۲ صفحہ ۱۵ میں مرقوم ہے :۔

ذل للہ عزوجل

"اللہ تعالیٰ کے لیے ذلت اختیار کر"

اور مجلس ۱۲ صفحہ ۹۲ میں در صفحات ، اولاء مرقوم

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۵۸ء، ۵۹ء، ۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

نیز امام ربانی حضرت شیخ المشائخ جناب شاہ عبد القادر جیلانیؒ کے ملفوظات الفتح الربانی مترجم مطبوعہ بلالی ساڈھورہ بنقل مطبوعہ مصریہ مجلس ۲ ص۱۵ میں مرقوم ہے :۔

ذل للہ عز وجل

"اللہ تعالیٰ کے لیے ذلت اختیار کر۔"

اور مجلس ۱۲ ص۸۲ میں درصفات اولیاء مرقوم ہے :۔

یاکلون من بقول الصحاری ویشربون غدارانہا یصیرون کالوحوش۔

"جنگلوں کی گھاس پات کھاتے ہیں اور تالابوں کے پانی پیتے ہیں اور جنگلی جانوروں کے مثل بن جاتے ہیں۔"

اور مجلس ۲۸ ص۱۶۱ میں مرقوم ہے :۔

الخلق کلہم عندہ عجزۃ مرضی فقراء۔

"ساری مخلوق اس کے نزدیک بے کس اور بیمار اور محتاج ہے۔"

اور مجلس ۲۹ ص۱۷۱ میں مرقوم ہے :۔

والخلق عندی کالبق

"ساری مخلوق میرے نزدیک پشہ کے برابر ہے۔"

اور مجلس ۳۷ ص۲۳۲ میں مرقوم ہے :۔

فالخلق والنفس بحوان تامات و ادیان مہلکات۔

"پس مخلوق اور نفس آگ کے دو سمندر اور ہلاک کرنے والے دو جنگل ہیں۔"

اور مجلس ۵۱ ص۳۶۶ میں مرقوم ہے :۔

یاغلام لا تنظر الی الخلق بعین البقاء بل تنظر الیہم بعین الفناء لا تنظر الیہم بعین الضر والنفع بل انظر الیہم بعین العجز والذل وعد الحق عز وجل وتوکل علیہ

"صاحبزادہ مخلوق کی طرف بقا کی آنکھ سے مت دیکھ بلکہ فنا کی آنکھ سے دیکھ ان کو نفع نقصان کی آنکھ سے مت دیکھ بلکہ عجز و ذلت کی نگاہ سے دیکھ حق تعالیٰ کو یگانہ سمجھ اور اس پر بھروسہ رکھ۔"

اور مجلس ۶۰ ص۴۲۴ میں مرقوم ہے :۔

القلب الصحیح ممتلی توحیدا وتوکلا یقینا وتوفیقا وعلما وایمانا ومن اللہ عز وجل فیرای الخلق کلہم بعین العجز والذل والفقر ومع ذلک لا یتکبر علی طفل صغیر منہم۔

"تندرست قلب تو توحید و توکل اور یقین و توفیق اور علم و ایمان اور حق تعالیٰ کے قرب سے بھرا ہوا رہتا ہے وہ ساری مخلوق کو عجز و ذلت و فقر کی نظر سے دیکھتا ہے اور با وجود اس کے چھوٹے سے بچہ پر بھی تکبیر نہیں کرتا۔"

اور مجلس ۶۲ ص۱۱۵ میں مرقوم ہے :۔

کل ما سوی اللہ عز وجل صنم۔

"اللہ عزوجل کے سوا جو چیز بھی ہے وہ سب بت ہے۔"

اور ص۲۳۴ میں مرقوم ہے :۔

انی اغار اذا سمعت احدا یقول اللہ وھو یری غیرہ یا ذاکرا اذکر اللہ عز وجل وانت عندہ ولا تذکرہ بلسانک وقلبک عند غیرہ المعادی لی والمحب فی عندی سواء ما بقی علی وجہ الارض لی صدیق ولا عدو فیما یلی صحۃ التوحید ورؤیۃ الخلق بعین العجز واما من یتقی من اللہ عز وجل فھو صدیقی ومن عصاہ فھو عدوی ذلک صدیق ایمانی وھذا عدوی۔

"مجھے بڑی غیرت آتی ہے جب میں کسی کو سنتا ہوں کہ زبان سے تو اللہ اللہ کرتا ہے اور اس کی نظر جاتی ہے دوسرا طرف اے اللہ کا ذکر کرنے والے اللہ کے پاس ہو کر اللہ کا ذکر کیا کر اور اپنی زبان سے اس کا ایسا ذکر مت کیا کر کہ قلب دوسرے کے پاس ہو میرے نزدیک تو میرا دشمن اور دوست دونوں برابر ہیں سطح زمین پر نہ میرا کوئی دوست باقی رہا اور نہ کوئی دشمن یہ مضمون توحید کے درست ہو جانے اور مخلوق کو عاجز و دیکھنے کے اعتبار سے ہے ورنہ تو جو کوئی بھی اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے وہ میرا دوست ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ میرا دشمن ہے کہ وہ میرا دینی دوست ہے اور یہ میرا دینی دشمن ہے۔"

اور ص۴۲۲ میں مرقوم ہے :۔

الخلق عند اہل المعرفۃ کالذباب والزنابیر ودود القز۔

"اہل معرفت کے نزدیک ساری مخلوق مکھیوں، تتلیوں اور ریشم کے کیڑوں کی مانند ہے۔"

پہلی عبارت

مولوی عزیز الدین صاحب فرماتے ہیں

''نیز امام ربانی حضرت شیخ المشائخ جناب شاہ عبد القادر جیلانی کے ملفوظات الفتح الربانی مترجم مطبوعہ بلالی ساڈھورہ بنقل مطبوعہ مصریہ مجلس ۲ صفحہ ۱۵ میں مرقوم ہے'' ذل للہ عزوجل ''''اللہ تعالیٰ کے لئے ذلت اختیار کر'' [۱]

یعنی حضور غوث اعظم علیہ الرحمۃ اپنے زیر تربیت مرید سے فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے آپ کو ذلت دے اور یہی تذلل ہے اور یہی تواضع ہے۔ یہ نہیں فرمارہے کہ نبی وولی کو ذلیل سمجھ۔

دوسری عبارت

''اور مجلس ۱۲ صفحہ ۸۲ میں درصفات اولیاء مرقوم ہے'' یاکلون من بقول الصحاری ویشربون غدارانہا یصیرون

[۱]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۸ء۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

کالوحوش ”” جنگلوں کی گھاس پات کھاتے ہیں اور تالابوں کے پانی پیتے ہیں جنگلی جانوروں کے مثل بن جاتے ہیں۔“ [1]

اس عربی عبارت کا صحیح ترجمہ یوں بنتا ہے

”جنگلوں کی گھاس پات کھاتے ہیں اور تالابوں کے پانی پیتے ہیں اور جنگلی جانوروں کے مثل بن جاتے ہیں“

جب کہ عبارت کے آخری حصے میں واو نہیں ہے اس لئے یہ ترجمہ غلط ہے۔ اس بات کی تفصیل سے پہلے یہ ذہن نشین رہے کہ وہ لوگ انبیاء واولیاء کو ذلیل سمجھتے ہوں یا جنگلی جانوروں کی طرح سمجھتے ہوں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ مولوی صاحب نے اول سے عبارت کو کاٹ دیا اور درمیان میں واو اپنی طرف سے بڑھادی۔ شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

”یصطفون علی اهالیهم واهل زمانهم تتمیز معانیهم وتتنور مبانیهم ولهذا فارقوا الخلق وزهدوا فی المالوفات ساروا الی قدام ونبت العشب وراء هم مابقی لهم رجوع استانسوا بالوحدة اختاروا الخراب وسواحل البحار والبراری والقفار لا العمران یاکلون من بقول الصحاری ویشربون من غدرانها یصیرون کالوحوش هنالك یقرب قلوبهم ویؤنسها به توقف مبانیهم مع مبانی المرسلین والصدیقین والشهداء ویوقف معانیهم معه لا یزالون وقوفا فی الخدمة لیلهم ونهارهم خلوة وراحة المشتاقین وطیبة المستأنسین بالله عزوجل“ [2]

”ان کو ان کے گھر والوں پر ان کے اہل زمانہ سے چن کر اونچا کر دیا جاتا ہے۔ وہ اپنے معانی اور مبانی کے اعتبار سے ممتاز اور منور ہو جاتے ہیں۔ اس لیے وہ باقی مخلوق سے جدا ہو جاتے ہیں اور دنیا کی پسندیدہ چیزوں سے بے رغبت ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی ہری بھری گھاس کو پیچھے چھوڑ کر وہ آگے بڑھ جاتے ہیں درآنحالیکہ ان کے لئے واپس آنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ وہ اکیلے پن سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے ویران جگہوں، سمندر کے ساحلوں، جنگلوں اور بیابانوں کو پسند کیا نہ عمارتوں اور آبادیوں کو۔ وہ صحرا میں پیدا ہونے والی سبزیوں کو کھاتے ہیں اور وہاں کے حوضوں کا پانی پیتے ہیں۔ وہ (ان باتوں میں) جنگل میں بسیرا کرنے والے جانوروں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے قریب آجاتا ہے۔ اور اپنی ذات سے ان کو مانوس کرتا ہے ان کے اجسام کو رسولوں، صدیقوں اور شہیدوں کے اجسام کے ساتھ کھڑا کیا جاتا ہے۔ اور ان کے دلوں کو اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ ان کے دل ہمیشہ اللہ کی خدمت وعبادت میں کھڑے ہوتے ہیں ان کی رات اور دن خلوت ہے۔ ان مشتاقوں کی راحت اور ان مستانسین کی خوشی اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔“

---

[1]......﴿”اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان“ (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۸۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2]......﴿”الفتح الربانی“ (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی المتوفی ۵۶۱ھ) صفحہ ۵۹،۶۰۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

☆......﴿”الفتح الربانی“ (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی المتوفی ۵۶۱ھ) صفحہ ۶۱۔ مطبوعہ ادارہ نشر و اشاعت علوم اسلامیہ پشاور﴾

دیکھا آپ نے غوث الاعظم قدس سرہٗ سے منسوب اس کلام میں یہ ہے کہ اللہ ﷻ کا علم رکھنے والے اولیاء اور ابدال اللہ کی محبت میں جنگلوں، بیابانوں میں رہتے ہیں وہ ان کے مکانات نہیں ہوتے۔ وہاں کے حوضوں کا پانی پیتے ہیں۔ درختوں اور بوٹیوں کے پتے کھاتے ہیں اگرچہ وہ ان باتوں میں جنگل کے جانوروں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کے دل دنیا میں اللہ ﷻ کے ساتھ اور ان کے بدن آخرت میں مرسلین، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوتے ہیں وہ ذلیل نہیں ہوتے بلکہ اللہ ﷻ کے نزدیک وہ چنے ہوئے اور بہترین ہوتے ہیں۔

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کلام میں صریحاً یہ موجود تھا کہ وہ اونچے درجے کے اور چنے ہوئے ہیں اور مولوی صاحب نے قرآن مجید سے آنکھیں بند کر لیں۔ کتاب کے کلام کو کانٹ چھانٹ کر پھر اپنی طرف سے ایک کلمہ ملا کر اور پھر کاف تشبیہ کا معنی مثل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اولیاء جنگلی جانوروں کی مثل ذلیل ہوتے ہیں (معاذ اللہ) اور پھر اس میں تو رسولوں کا ذکر ہی نہیں تھا اس لئے کہا گیا کہ یہ لوگ رسولوں سے جاملیں گے۔ مولوی عزیز الدین صاحب کی ساری کوشش ''يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ '' کے منسوبین کی اتباع قرار پائی۔ آخرت میں پتہ چل جائے گا کہ انہوں نے کیا کیا تھا۔

حضرت غوث اعظم علیہ الرحمۃ کا مکمل بیان ملاحظہ فرمائیں

فوٹو حوالہ ﴿''الفتح الربانی'' صفحہ ۵۹، ۶۰۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

يصطفون على أهاليهم وأهل زمانهم، تتميز معانيهم وتتنور

مبانيهم، ولهذا فارقوا الخلق وزهدوا في المألوفات، وساروا إلى قدام
ونبت العشب وراءهم، ما بقي لهم رجوع استأنسوا بالوحدة؛ اختاروا
الخراب وسواحل البحار والبراري والقفار، لا العمران يأكلون من بقول
الصحاري ويشربون من غدرانها. يصيرون كالوحوش، هنالك بقرب
قلوبهم ويؤنسها به، توقف مبانيهم مع مباني المرسلين والصديقين
والشهداء، ويوقف معانيهم معه لا يزالون وقوفاً في الخدمة ليلهم
ونهارهم خلوة وراحة المشتاقين وطيبة المتأنسين بالله عز وجل.

تیسری عبارت

''اور مجلس ۲۷ صفحہ ۱۸۸ میں مرقوم ہے ''الخلق كلهم عنده عجزة مرضى فقراء'' ''ساری مخلوق اللہ کے نزدیک بے کس، بیمار اور محتاج ہے'' [1]

اس ترجمہ سے مولوی صاحب شاید یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ ساری مخلوق اللہ کے نزدیک بے کس، بیمار اور محتاج ہے۔

---

[1]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۵۸۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

حالانکہ یہ غلط ہے۔ شیخ فرماتے ہیں "العاقل لا تخاف لومة لائم فی جنب الله تعالٰی هو اصم کلام الله تعالٰی الخلق کلهم عنده عجز فقرو حتی هذه وامثله هم العلماء الذین یندفع بعلمهم العلماء بشرع و حقائق الاسلام هم اطباء الدین" [1]

"عقل مند اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا۔ وہ غیر اللہ کے کلام سننے سے بہرا ہوتا ہے۔ تمام مخلوق اس عاقل کے نزدیک عاجز، بیمار اور محتاج ہوتے ہیں۔ یہ اور اس جیسے لوگ وہ علماء ہیں جن کے علم سے نفع حاصل ہوتا ہے یہ شریعت اور حقائق اسلام کے علماء ہیں جو دین کے اطباء ہیں۔"

فوٹو حوالہ ﴿"الفتح الربانی" صفحہ ۱۲۳۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

الحیوانات الناطقة والصامتة، لا تخف من عذاب الدنیا ولا تخف من عذاب الآخرة، وإنما تخاف من المعذب بالعذاب. العاقل لا یخاف لومة لائم في جانب الله عز وجل، هو أصم عن کلام غیر الله عز وجل، الخلق کلهم عنده عجزة مرضى فقراء، هذا وأمثاله هم العلماء الذین ینتفع بعلمهم. العلماء بالشرع وحقائق الإسلام هم أطباء الدین

اس عبارت میں تو یہ ہے کہ عالم حق کہنے والا حق کہتے ہوئے ساری مخلوق میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ ظاہر ہے یہاں ساری مخلوق سے مراد صرف وہ انسان ہیں یا وہ جن بادشاہ یا دولت مند یا غنڈے اور بدمعاش جنہیں علماء حق بات کہہ رہے ہیں۔ وہ تمام لوگ اُس عالم کے نزدیک اپاہج، فقیر اور غریب ہوتے ہیں وہ اس عالم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اگر ان کے ہاتھ سے بالفرض کوئی مصیبت پہنچتی بھی ہے۔ تو وہ اللہ کی طرف سے آزمائش سمجھتا ہے۔ کل مخلوق سے مراد وہ کل مخلوق ہے جنہیں حق بات کہہ رہا ہے۔ انبیاء اور اولیاء خصوصاً وفات یافتہ بزرگ اس میں قطعاً داخل نہیں۔

چوتھی عبارت

"اور مجلس ۲۹ صفحہ ۲۱۰ میں مرقوم ہے" والخلق عندی کالبق" "ساری مخلوق میرے نزدیک پشہ کے برابر ہے۔" [2]

اگر یہ اللہ تعالٰی کے کلام کا ترجمہ ہوتا تو پھر شاید مولوی صاحب کے دہلوی امام کو کچھ سہارا مل سکتا جب کہ ایسا نہیں۔

اور وعظ کی عبارت یوں ہے۔ "قال بعض الصالحین رحمة الله علیه ویل للمحجوبین الذین لایعلمون انهم محجوبون، ویلك ای شیء قلبك ای شیء تعقل الی من تشکو الی من تستغیث مع من تنام اذا وقعت فی شدة بمن تثق حدثنی انی اعرف کذبك و نفاقك انت والخلق عندی کالبق الصادق منکم اناغلیمه و خادمه

[1] ...... ﴿"الفتح الربانی" (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی التوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۱۲۳۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

☆ ...... ﴿"الفتح الربانی" (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی التوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۱۱۵۔ مطبوعہ ادارہ نشر واشاعت علوم اسلامیہ پشاور﴾

[2] ...... ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۸، ۷۔ مطبوعہ المکتبة السلفیة لاہور﴾

ان ارادان یحملنی الی السوق یبیعنی او یکاتبنیفلیفعل '' [1]

''ایک صالح کا قول ہے اللہ اس پر رحمت فرمائے۔ عذاب ہے ان لوگوں کے لئے جنہیں اللہ کی معرفت سے پردے میں ڈالا گیا ہے۔ درانحالیکہ وہ جانتے بھی نہیں کہ وہ پردے میں ہیں۔ تباہی تیرے لیے، تیرا دل کیا چیز ہے؟ تجھے کون سی چیز کی سمجھ آتی ہے؟ تو کس کے پاس شکایت کرتا ہے تو کس کے پاس فریاد لے کر جاتا ہے۔ جب تو سو جاتا ہے تیرے ساتھ کون ہوتا ہے؟ جب تو کسی مصیبت میں پڑ جائے کس پر اعتماد کرتا ہے؟ مجھے بتا، میرے تیرے جھوٹ اور نفاق کو پہنچا تا ہوں تو اور (تجھ جیسی) تمام مخلوق میرے نزدیک مچھر کی طرح ہے۔ (اے میرے کلام کے سننے والو) تم میں سے جو سچے ایمان اور اعتقاد والا شخص ہے میں اس کا ادنیٰ غلام ہوں اور اس کا خادم ہوں اگر وہ چاہے کہ مجھے لا کر بازار لے جائے اور بیچ دے یا مجھے اپنا مکاتب بنا لے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔''

فوٹو حوالہ ﴿''الفتح الربانی'' صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

قال بعض الصالحين، رحمة الله عليه: ويل للمحجوبين الذين لا يعلمون أنهم محجوبون.

(ويلك) أي شيء قلبك؟ أي شيء تعقل؟ إلى من تشكو؟ إلى من تستغيث؟ مع من تنام؟ إذا وقعت في شدة بمن تثق؟ حدثني إني أعرف كذبك ونفاقك، أنت والخلق عندي كالبق الصادق، منكم أنا عليمه

وخادمه إن أراد أن يحملني إلى السوق يبيعني أو يكاتبني فليفعل، إن أراد أن يأخذ ثيابي وما بيدي أو يأمرني حتى أكدي فليفعل، أنت لا صدق لك ولا توحيد ولا إيمان، ...

اس عبارت میں شیخ قدس سرہٗ یہ نہیں فرما رہے کہ ہر مخلوق اللہ کے نزدیک مچھر کی طرح ہے بلکہ وہ یہ فرما رہے ہیں کہ اے اللہ کی پہچان سے دور ہونے والے لوگوں تم میرے نزدیک مچھر کی طرح ہو لیکن جو صادق الایمان لوگ ہیں وہ مچھر کی طرح نہیں بلکہ وہ میرے سردار اور میرے آقا ہے۔ میں اپنے آپ کو ان کا غلام سمجھتا ہوں۔ اس عبارت سے بالکل ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ تمام انبیاء اور اولیاء اللہ کے نزدیک معاذ اللہ مچھر سے کم ہیں اور نہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ساری مخلوق کے عارف اور غیر عارف اللہ کے نزدیک تو نہیں بلکہ صرف شیخ ہی کے نزدیک مچھر کی طرح ہیں۔ نہیں بلکہ وہ فرما رہے ہیں کہ مچھر کی طرح صرف ان لوگوں کو سمجھتا ہوں جو صادق الایمان اور عارف نہیں۔ صادق الایمان اور عارف لوگ ان کو

---

[1] ......﴿''الفتح الربانی'' (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی المتوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

☆......﴿''الفتح الربانی'' (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی المتوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۱۲۵۔ مطبوعہ ادارہ نشر و اشاعت علوم اسلامیہ پشاور﴾

ہیں اپنے آپ سے کئی گنا برتر سمجھتا ہوں۔ لہٰذا یہ عبارت بھی مولوی صاحب کو الٹا تحریف کرنے والا قرار دے گئی۔ کیونکہ انہوں نے پورا جملہ نہیں لکھا جس میں یہ تھا کہ مخلص ولی اللہ میرا سردار ہے اور میں ان کا غلام ہوں صرف آدھا جملہ لکھا ''الخلق عندی کالبق'' تحریف کرنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں۔

پانچویں عبارت

الفتح الربانی سے پانچواں حوالہ مولوی عزیز الدین نے یہ دیا ہے

''اور مجلس ۲۹ صفحہ ۲۴۰ میں مرقوم ہے''فالخلق والنفس بحران ناران وادیان مہلکان'''' پس مخلوق اور نفس آگ کے دو سمندر اور ہلاک کرنے والے دو جنگل ہیں۔'' [1]

اس عبارت میں کہیں یہ بات نہیں ہے۔ کہ مخلوق ذلیل ہے بلکہ صرف اتنا ہے کہ آپ مرید کو فرمارہے ہیں کہ تم اللہ کے ساتھ اتنی محبت رکھو جو تمہیں اس کی فرمانبرداری میں مگن کردے نہ تیرا دل نفسانی خواہشات کی طرف متوجہ ہو اور نہ ہی مخلوق سے دنیاوی فوائد لینے میں۔ یہ تو وہ کہہ نہیں رہے کہ ساری مخلوق حقیر ہے صرف وہ مخلوق مراد ہے جو اللہ کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں جیسے خواہشات نفسانی رکاوٹ بنتی ہیں۔ اس جملہ میں ذلت کا کوئی لفظ ہی نہیں۔

چھٹی عبارت

''اور مجلس ۵۲ صفحہ ۳۶۶ میں مرقوم ہے''یا غلام لا تنظر الی الخلق بعین البقاء بل تنظر الیھم بعین الفناء لا تنظر الیھم بعین الضر والنفع بل انظر الیھم بعین العجز والذل وحد الحق عزوجل وتوکل علیہ'''' صاحبزادہ! مخلوق کی طرف بقاء کی آنکھ سے مت دیکھ بلکہ فنا کی آنکھ سے دیکھ، ان کو نفع ونقصان کی آنکھ سے نہ دیکھ بلکہ عجز وذلت کی نگاہ سے دیکھ۔ حق تعالیٰ کو یگانہ سمجھ اور اُس پر بھروسہ رکھ۔'' [2]

اس عبارت میں بھی یہ نہیں کہ تمام انبیاء واولیاء چمار سے زیادہ ذلیل ہیں یا ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں۔ اس کا اول حصہ جس کا ترجمہ مولوی صاحب نے لکھا ہے وہ خود بھی واضح ہے اور اگر اس کے دوسرے حصے کو ملا دیا جائے جس کا ترجمہ مولوی صاحب چھوڑ گئے ہیں پھر یہ عبارت اور بھی زیادہ واضح ہو جائے گی۔ پہلا حصہ یہ ہے''لا تنظر الی الخلق بعین البقاء'' ''مخلوق کی طرف بقا کی آنکھ سے نہ دیکھ''اس کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ کی دو آنکھیں ہوتی ہیں ایک باقی اور دوسری فانی۔ تو

---

[1]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۸،۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۸،۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

اُسے مشورہ دیا جارہا ہے کہ وہ ایک آنکھ سے دیکھے اور ایک سے نہ دیکھے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیاوی مخلوق جو تیرے سامنے ہے کچھ تجھے تکلیف پہنچاتی ہے اور کچھ تجھے فائدہ پہنچاتی ہے۔ ان کو باقی نہ سمجھ بلکہ انہیں فانی سمجھ۔ اور وہ جو نفع اور نقصان تجھے پہنچارہے ہیں۔ تو نہ تو ان سے طمع رکھ نہ اس کے نقصان سے ڈر بلکہ سب کچھ اللہ کے اذن سے سمجھ اور اس کے اذن کے بغیر کو یہ سمجھ کہ تمہارے یہ دشمن اللہ کی دی ہوئی قدرت کے بغیر عاجز اور ذلیل ہیں اور مخلوق ہیں۔ تو یہاں ان کی بات ہے جو مرید کو دنیاوی نفع یا ضرر پہنچارہے ہیں۔ انبیاء اور اولیاء کا اس میں کوئی تعلق نہیں اس لئے مرید سے فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو ایک مان اور اُسی پر بھروسہ کر۔ اللہ تعالیٰ جس بات کا فیصلہ کر کے فارغ ہوگیا اے مرید تو اس میں زبان درازی نہ کر۔ دنیا اور جو کچھ اس میں ظاہر ہورہا ہے اور مخلوق اور ان کی ہر ایک حالت کا فیصلہ اللہ نے کر دیا اور وہ اس سے فارغ ہو چکا ہے تو بھی اُس سے فارغ رہ۔ پھر فرماتے ہیں "قلب المؤمن فارغ من هذا كله لا سيما اذا كان متجردا عن الاسباب فهو آكد بحاله "(۱) "مومن کا دل دنیاداروں کے طمع اور خوف دونوں سے فارغ ہوتا ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ مومن اسباب سے باہر نکل آیا ہو اُس کا یہ کام اس کی فراغت کی حالت کو اور زیادہ تقویت دیتا ہے۔"

فوٹو حوالہ ﴿"الفتح الربانی" صفحہ ۲۲۶۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

وجميع ما يظهر فيها قد فرغ منه، والخلق وجميع ما يتقبلون فيه قد فرغ منه، قلب المؤمن فارغ من هذا كله لا سيما إذا كان متجرداً عن الأسباب فهو آكد بحاله وإن جاءته الأسباب والعيال فيمان عليهم ويعطي القوة على مقاساتهم فقلبه في جميع الأحوال فارغ عما سوى ربه عز وجل، لا يبرح في غيبته ولا يزول لا يطلب منه التغيير والتبديل لأنه

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس کلام میں تصریح فرمارہے ہیں کہ وہ مخلوق اور چیز ہے جس کا ذکر فرما کر شیخ فرمارہے ہیں کہ ان میں فنا اور ذلت کا تصور کر کیونکہ وہ دنیا میں الجھے ہوئے ہیں جب کہ مومن کا دل ان چیزوں (نفع کے طمع اور نقصان وذلت کے خوف) سے فارغ ہوتا ہے۔ یہاں پر شیخ نے دو چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ خلق اور مومن۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ خلق سے وہ مخلوق مراد ہے جو مومن نہ ہو اور جو مومن ہے وہ مراد نہیں۔ لہٰذا کافروں اور جماروں کا ذلیل ہونا مراد ہوگا لیکن اس کلام سے انبیاء و اولیاء اور مومنین کاملین کا ذلیل ہونا مراد نہیں ہوگا۔ یہ دلیل مولوی صاحب کے دعویٰ کا رد کر رہی ہے۔ تائید نہیں کر رہی۔

ساتویں عبارت

مولوی عزیز الدین صاحب نے یہاں بھی آدھی عبارت ہضم کر لی ہے۔ جو لکھا ہے وہ یہ ہے "اور مجلس ۶۰ صفحہ

۱......﴿"الفتح الربانی" (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی المتوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۲۲۶۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

☆......﴿"الفتح الربانی" (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی المتوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۱۹۶۔ مطبوعہ ادارہ نشر و اشاعت علوم اسلامیہ پشاور﴾

۲۴۱ میں مرقوم ہے ''القلب الصحیح ممتلی توحیدا وتوکلا ویقینا وتوفیقا وعلما وایمانا ومن اللہ عزوجل قربا یری الخلق کلھم بعین العجز والذل والفقر ومع ذلک لا یتکبر علی طفل صغیر منھم '''' تندرست قلب تو حید و توکل اور یقین و توفیق اور علم و ایمان اور حق تعالیٰ کے قرب سے لبریز ہوا کرتا ہے۔ وہ ساری مخلوق کو عجز و ذلت و فقر کی نظر سے دیکھتا ہے اور باوجود اس کے چھوٹے سے بچہ پر بھی تکبر نہیں کرتا'' [۱]

اس عبارت میں ''لا یتکبر '' کا معنی ''تکبر نہیں کرنا'' غلط ہے ''تکبر نہیں کرتا'' صحیح ہے۔ اس میں یہ بات تو آ گئی کہ عارف ساری مخلوق کو عجز و ذلت و فقر میں دیکھتا ہے۔ لیکن ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ عارف چھوٹے سے بچے کے مقابلے میں تکبر نہیں کرتا یعنی اُسے اپنے سے اونچا اور بلند سمجھتا ہے۔ تو یہاں بھی مخلوق کی دو قسمیں ہو گئیں۔ عبارت کا اگلا حصہ جو مولوی صاحب چھوڑ گئے ہیں وہ اور زیادہ واضح ہے۔ کتاب الفتح الربانی میں لکھا ہے

''یصیر کسبع وقت لقاء الکفار والمنافقین والعصاۃ عبرۃ للّٰہ عزوجل یصیرون بین یدیہ قطعۃ لحم ملقاۃ ویتواضع ویذل للصالحین المتقین الورعین'' [۲]

مومن جب کافروں اور منافقوں اور گناہ گاروں سے مقابلہ کرتا ہے تو اسے اللہ کے لئے غیرت آتی ہے تو وہ اس کے آگے (ایسے ذلیل شمار ہوتے ہیں جیسے) نیچے پڑے ہوئے گوشت کے ٹکڑے کی طرح بن جاتے ہیں لیکن وہ عارف تواضع اور تذلل کرتا ہے نیک صالح متقین متورعین کے سامنے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں صاف ہے کہ ساری مخلوق یکساں نہیں بلکہ مومنین کاملین کے سامنے جھک جاؤ۔ لہٰذا ساری مخلوق مراد نہ ہوگی۔

فوٹو حوالہ ﴿''الفتح الربانی'' صفحہ ۲۶۸۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

والتوکل والیقین والتوفیق والعلم والایمان ومن اللہ عز وجل قرب یری الخلق کلھم بعین العجز والذل والفقر، ومع ذلک لا یتکبر علی طفل صغیر منھم یصیر کالسبع وقت لقاء الکفار والمنافقین والعصاۃ عبرۃ للہ عز وجل، یصیرون بین یدیہ قطعۃ لحم ملقاۃ ویتواضع ویذل للصالحین المتقین الورعین وقد وصف اللہ عز وجل القوم الذین ھذہ صفاتھم فقال:

آٹھویں عبارت

اس عبارت کے نقل کرنے میں بھی مولوی صاحب نے نقل عبارت میں قطع و برید سے فائدہ اٹھایا ہے اگر وہ پوری

۱......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۸، ۵۹،۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۲......﴿''الفتح الربانی'' (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی المتوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۲۶۸۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

☆......﴿''الفتح الربانی'' (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی المتوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۲۲۸۔ مطبوعہ ادارہ نشر و اشاعت علوم اسلامیہ پشاور﴾

عبارت نقل کرتے تو پھر بات کچھ اور ہو جاتی۔ لکھتے ہیں ''اور مجلس ۶۲ صفحہ ۵۰۱ میں مرقوم ہے ''کل ما سوی اللہ عزوجل صنم'' ''اللہ کے سوا جو چیز بھی ہے وہ سب بت ہے'' [۱]

لیکن اس عبارت میں یہ ہرگز نہیں کہ نبی ولی نعوذ باللہ ذلیل ہیں۔ ساری مخلوق کو بت کہنے سے انبیاء اور اولیاء کا ذلیل ہونا لازم نہیں آتا۔ اب الفتح الربانی کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں

''یا عبا دالدنیا ویاعباد الآخرۃ انتم جھال باللہ عزوجل وبدنیاہ وآخرتہ اانتم حیطان انت صنمک الدنیا وانت صنمک الاخرۃ وانت صنمک الخلق وانت صنمک الشھوات واللذات وانت صنمک الحمد والثناء وقبول الخلق لک ماسوی اللہ عزوجل صنم'' [۲]

اے دنیا کی عبادت کرنے والو اور اے آخرت کی عبادت کرنے والو تم اللہ تعالیٰ کی شان سے جاہل ہو اور اس کی دنیا اور آخرت کیلئے بھی تم جاہل ہو۔ کیا تم دیواروں کی مانند ہو؟ اے دنیا کے عابد دنیا تیرا بت ہے۔ اور اے آخرت کے عابد آخرت تیرا بت ہے۔ اے مخلوق کی شہرت کو پسند کرنے والے مخلوق تیرا بت ہے۔ اور اے خواہشات اور لذات کی پیروی کرنے والے خواہشات اور لذات تیرا بت ہیں۔ اے وہ شخص جو اپنی حمد وثنا پر خوش ہونے والا ہے یہ حمد وثنا تیرا بت ہے۔ اور اے خلق میں اپنی مقبولیت پر خوش ہونے والو خلق کی مقبولیت تمہارا بت ہے۔ ہر وہ چیز جو اللہ عزوجل کے ماسوا ہے وہ بت ہے۔

فوٹو حوالہ ﴿''الفتح الربانی'' صفحہ ۳۰۶۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

خلقه وهو حال الأنبياء والمرسلين والأولياء والصالحين، يا عباد الدنيا
ويا عباد الآخرة أنتم جهال بالله عز وجل وبدنياه وآخرته، أأنتم حيطان
أنت صنمك الدنيا وأنت صنمك الآخرة وأنت صنمك الخلق وأنت
صنمك الشهوات واللذات، وأنت صنمك الحمد والثناء وقبول الخلق
لك ما سوى الله عز وجل صنم، القوم يريدون وجه الدنيا والآخرة
يوكلان على باب الحق عز وجل، يوكلان في دار الطبيب يأخذ منها ما

اس عبارت میں دنیا اور آخرت کو بت کہا گیا ہے۔ یہ عبارت اگر حضرت شیخ قدس سرہٗ کی ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہو گا کہ مخلوق سے جب اس لئے محبت کی جائے اُس سے نفس کی غرض پوری ہوتی ہو۔ تو مخلوق سے وہ محبت بندے کے لئے بت پرستی قرار پائے گی۔ اور اگر مخلوق سے محبت اللہ کے لئے کی جائے تو وہ خدا پرستی قرار پائے گی۔ تو اس سے بھی مخلوق کی دو

---

[۱]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۹، ۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[۲]...... ﴿''الفتح الربانی'' (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی المتوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۳۰۶۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

☆...... ﴿''الفتح الربانی'' (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی المتوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۲۵۵۔ مطبوعہ ادارہ نشر واشاعت علوم اسلامیہ پشاور﴾

قسمیں ہوگئی ایک صنم اور دوسری غیر صنم تو نبی ولی کو انہوں نے صنم کہا ہی نہیں اس لئے مولوی صاحب مذکور کا دعویٰ غلط قرار پایا۔

نویں عبارت

''اور صفحہ ۵۶۴ میں مرقوم ہے''انی اغار اذا سمعت احدا یقول الله وهو یری غیره یا ذاکرا اذکر الله عزوجل وانت عنده ولا تذکره بلسانك وقلبك عند غیره المعادی لی والمحب لی عندی سواء مابقی علی وجه الارض فی صدیق ولا عدو فیما یلی صحة التوحید ورؤیة الخلق بعین العجز واما من یتقی من الله عزوجل فهو صدیقی ومن عصاه فهو عدوی ذلك صدیقی ایمانی وهذا عدوی''''مجھے بڑی غیرت آتی ہے جب میں کسی کو سنتا ہوں کہ زبان سے تو اللہ اللہ کرتا ہے اور اس کی نظر جاتی ہے دوسروں پر۔ اے اللہ کا ذکر کرنے والے اللہ کے پاس ہو کر اللہ کا ذکر کیا کر اور اپنی زبان سے اس کا ایسا ذکر مت کیا کرو کہ قلب دوسرے کے پاس ہو میرے نزدیک تو میرا دشمن اور دوست دونوں برابر ہیں۔ سطح زمین پر نہ میرا کوئی دوست باقی رہا اور نہ کوئی دشمن یہ مضمون توحید کے درست ہو جانے اور مخلوق کو عاجز دیکھنے کے اعتبار سے ہے ورنہ تو جو کوئی بھی اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے وہ میرا دوست ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ میرا دشمن ہے کہ وہ میرا دینی دوست ہے اور یہ میرا دینی دشمن ہے۔'' [1]

اس عبارت میں بھی یہ نہیں ہے کہ انبیاء و اولیاء کو نعوذ باللہ ذلیل سمجھو۔ پھر اس عبارت میں قطع و برید سے بھی کام لیا گیا۔

دیکھئے الفتح الربانی عربی میں اس عبارت کے شروع میں یہ لکھا ہوا ہے''یا عباد الله انتم فی دارالحکمة لا بد من الواسطة اطلبوا من معبودکم طبیبا یطب امراض قلوبکم مداویاً یداویکم دلیلا یدلکم یاخذ بایدیکم تقربوا الی مقربیه ومؤدبیه وحجاب قربه وبوابی بابه'' [2]

اے اللہ کے بندو تم (اس دنیا میں ہو جہاں اللہ تعالیٰ کے کام سبب پر موقوف ہے جو اُس کی حکمت کا تقاضا ہے تو تم) حکمت کے جہاں میں ہو واسطہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں اپنے معبود سے ایسا طبیب مانگو جو تمہارے دلوں کے امراض کا علاج کرے ایسا دوا کرنے والا جو تمہاری دوا کرے ایسا رہبر جو تمہیں راہ دکھائے اور تمہاری دستگیری فرمائے تم قرب تلاش کرو اللہ کے مقربین کی جانب جنہیں اس نے اپنے آداب سکھائے اور اس کے مقام قرب کے پہرے داروں کی طرف اور اس کے

---

[1] ......''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۵۹۔ ۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2] ......''الفتح الربانی'' (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی التوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۳۲۰۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد

☆......''الفتح الربانی'' (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی التوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۲۶۵۔ مطبوعہ ادارہ نشر و اشاعت علوم اسلامیہ پشاور

باب عالی کے دربانوں کی جانب۔

اس عبارت میں یہ صاف مذکور ہے کہ مخاطبین کوئی اور لوگ ہیں اور مقربین بارگاہ خداوندی کوئی اور لوگ ہیں وہ اللہ جل جلالہ کی بارگاہ کا واسطہ ہیں پھر اس کے بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''لا تسمعوا من هؤلاء الذين يفرحون نفوسكم يذلون للملوك ويصيرون بين ايديهم كالذر لا يامرونهم بامره ولا ينهونهم عن نهيه وان فعلوا ذلك فعلوه نفاقاً تكلفاً طهر الله الارض منهم ومن كل منافق او يتوب عليهم ويهديهم الى بابه انى اغار اذا سمعت واحدا يقول الله الله عزوجل وانت عنده ولا تذكره بلسانك وقلبك عند غيره المعادى لى والمحب لى عندى سواء مابقى على وجه الارض لى صديق ولا عدو هذا فيما يلى صحة التوحيد ورؤية الخلق بعين العجز واما من اتقى الله عزوجل فهو صديقى ومن عصاه فهو عدوى ذلك صديق ايمانى وهذا عدو له'' [1]

ان لوگوں کی باتیں نہ سنو جو تمہیں خوش کرتے ہیں۔ بادشاہوں کے آگے اپنے آپ کو ذلیل کرتے ہیں اور ان کے سامنے چیونٹی کی طرح ہو جاتے ہیں نہ اللہ کے احکام کا انہیں حکم دیتے ہیں نہ اس کی نہی سے انہیں روکتے ہیں اور اگر کبھی ایسا کرتے ہیں تو محض منافقت تکلف (دکھاوے) کے لئے ایسا کرتے ہیں اللہ اپنی زمین کو ان سے پاک کرے اور ان کے علاوہ ہر منافق سے بھی یا انہیں توبہ کی توفیق دے اور اپنے دروازے کی طرف ہدایت (اس کے بعد وہ عبارت ہے جو مولوی عزیز الدین صاحب نے اپنے مقصد کو بیان کرنے کے لئے لکھی)

مجھے غیرت ہوتی ہے (اور غصہ آتا ہے) جب میں کسی سے سنتا ہوں کہ وہ زبان سے اللہ اللہ کہہ رہا ہے حالانکہ وہ اس کے غیر کو (موجود) دیکھتا ہے۔ اے ذکر کرنے والے اللہ عزوجل کا ذکر اس حالت میں کر تو اس کے پاس (اپنے دل) سے حاضر ہو اور اسے صرف اپنی زبان سے ذکر نہ کر در آنحالیکہ تیرا دل اس کے غیر کے پاس (اسے اپنا مقصود سمجھ کر حاضر ہو) میرے ساتھ دشمنی کرنے والا اور میرا محبّ (جو متقی نہیں) میرے نزدیک برابر ہے اور زمین پر نہ تو کوئی میرا (بغیر وجہ اللہ) دوست بچا ہے اور نہ کوئی دشمن یہ مرتبہ اس مرتبہ کے بعد متصل آتا ہے کہ بندہ کی توحید صحیح ہو جائے اور (عامہ) مخلوق کو اس نگاہ سے دیکھے کہ وہ اسے ضرر پہنچانے سے عاجز ہے۔ لیکن مخلوق کے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے (تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کی) وہی میرے دوست ہیں اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی وہ میرا دشمن ہے وہ (متقی) میرا ایمانی دوست ہے اور یہ

---

[1]...... ﴿''الفتح الربانی'' (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی التوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۳۲۱۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

☆...... ﴿''الفتح الربانی'' (سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی التوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۲۶۵۔ مطبوعہ ادارہ نشر و اشاعت علوم اسلامیہ پشاور﴾

(عاصی) میرے ایمان کا دشمن ہے۔

اس مضمون میں اول تا آخر یہ بات ڈنکے کی چوٹ کہی گئی ہے کہ متقی مقربین بارگاہ الٰہی بہت اونچے درجے کے لوگ ہیں وہی میرے پیارے دوست اور وہی اللہ کی بارگاہ کا مقرب وسیلہ ہیں لیکن نافرمانیاں کرنیوالے اور بادشاہوں کے سامنے حق کو چھپا کر دنیا طلب کرنیوالے اللہ کے دشمن ہیں میں ان کو عاجزی کی نگاہ سے دیکھتا ہوں ایسے لوگوں کو میں اپنا دوست نہیں سمجھتا یہ عاجز ہیں۔ یعنی میں جو اِن کے خلاف بول رہا ہوں تو وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ عبارت بھی انبیاء اور اولیاء کو ذلیل ثابت کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان کو اللہ کا مقرب اور اللہ کے نزدیک عزت یافتہ ثابت کرنے کے لئے ہے۔ یہ اس مولوی صاحب کا حیلہ ہے کہ وہ اپنے خلاف عبارت کو اپنے حق میں ظاہر کر رہا ہے۔

فوٹو حوالہ ﴿''الفتح الربانی'' صفحہ ۳۲۰، ۳۲۱۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

وقال رضي الله عنه: يا عباد الله أنتم في دار الحكمة لا بد من الواسطة، اطلبوا من معبودكم طبيباً يطب أمراض قلوبكم مداوياً يداويكم دليلاً يدلكم ويأخذ بأيديكم، تقربوا إلى مقربيه ومؤدبيه وحجاب قربه وبوابي بابه قد رضيتم بخدمة نفوسكم ومتابعة أهوائكم وطباعكم، أنا أحسن أخلاقكم وأوقحكم في دين الله عز وجل، لا تسمعوا من هؤلاء الذين يفرحون نفوسكم، يذلون للملوك ويصيرون بين أيديهم كالذر لا يأمرونهم بأمره ولا ينهونهم عن نهيه وإن فعلوا ذلك فعلوه نفاقاً تكلفاً، طهر الله الأرض منهم ومن كل منافق أو يتوب عليهم ويهديهم إلى بابه، إني أغار إذا سمعت واحداً يقول الله الله وهو يرى غيره، يا ذاكراً اذكر الله عز وجل وأنت عنده ولا تذكره بلسانك وقلبك عند غيره المعادي لي والمحب لي عندي سواء، ما بقي على وجه الأرض لي صديق ولا عدو، هذا فيما يلي صحة التوحيد ورؤية الخلق

بعين العجز، وأما من اتقى الله عز وجل فهو صديقي ومن عصاه فهو عدوي، ذلك صديق إيماني وهذا عدو له.

اللهم حقق لي هذا وبينه وثبتني عليه اجعله موهبة لا عارية هذا

دسویں عبارت

''اور صفحہ ۶۲۲ میں مرقوم ہے ''الخلق عند اهل المعرفة كالذباب والزنابير وكدود القز'' اہل معرفت کے نزدیک ساری مخلوق مکھیوں، تتلیوں اور ریشم کے کیڑوں کی مانند ہے۔'' [1]

الفتح الربانی کا جو عربی نسخہ ہمیں سردست حاصل ہوا وہ پشاور کے ادارہ نشر و اشاعت علوم اسلامیہ محلہ جنگی قصہ خوانی پشاور کا مطبوعہ ہے اگرچہ ہم نے اس میں یہ عبارت نہیں پائی لیکن اس عبارت میں بھی ذلیل ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اور نہ

[1] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۵۹۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

ہی انبیاء اور اولیاء کو ذلیل سمجھنے کی کوئی بات ہے۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح لوگ مکھیوں سے دور بھاگتے ہیں کہیں کھانے میں نہ گر جائیں۔ شہد کی مکھیوں سے اس لئے دور بھاگتے ہیں کہ ان کو ڈنگ نہ ماریں۔ ریشم کے کیڑے سے دور بھاگتے ہیں کہیں اگر ان کے بدن پر پھر جائیں تو چھپاکی ہو جائیگی۔ اسی طرح اہل معرفت اہل کفر اور اہل دنیا سے بھاگتے ہیں کہ انہیں نقصان نہ پہنچائیں۔

اس کلام میں تو مخلوق کی دو قسمیں بیان کی گئی ایک اہل دنیا اور دوسری اہل معرفت۔ جب اہل معرفت کو علیحدہ کر دیا گیا تو حقیقتاً ساری مخلوق نہ رہی اب اُسے باقی مخلوق کہو تو درست ہے اب اگر ساری مخلوق کہو تو اس سے جدا وہ لوگ ہوں گے جو اہل معرفت سے نہیں ہیں۔ اہل معرفت ان کی عزت وعظمت کی دلیل یہ ہے کہ باقی مخلوق سے دور بھاگتے ہیں۔ اس لیے نہیں اپنے آپ سے زیادہ ذلیل سمجھتے ہیں بلکہ اس لئے کہ ان سے تکلیف نہ پہنچے تو اس سے بھی ہماری بات ثابت ہوئی اور مولوی صاحب کا استدلال باطل ہوا۔

گیارہویں عبارت

اس عبارت میں مولوی صاحب نے عربی عبارت نہیں لکھی بلکہ مترجم کی عبارت دی ہے۔ عربی عبارت اور مترجم کی عبارت میں فرق ہے۔ اور جہاں یکساں عبارت ہے وہاں معترض کی بات ثابت نہیں ہوتی۔ لکھتے ہیں "علیٰ ہٰذا التحفہ سبحانی ملفوظات حضرت شاہ عبد القادر جیلانی مترجم مولوی غلام احمد خاں صاحب بریاں جھجری مسلم پریس دہلی مجلس ۴۴ صفحہ ۱۸۱ میں مرقوم ہے "مدرسہ میں فرمایا نبوت اکثر چرواہوں کو دی گئی۔ ولایت غلاموں کو اور غریبوں کو جس قدر انسان اس کے آگے ذلیل ہوتا ہے اسی قدر عزت پاتا ہے۔ جس قدر اس کے آگے تواضع کرتا ہے وہ اسے بلند مرتبہ بنا دیتا ہے۔" [1]

چرواہے کہنے سے ان کا ذلیل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ تو وہ اپنی بکریاں چراتے تھے یا کسی نبی کی۔ یا ویسے چرانے والوں کے ساتھ چلے جاتے تھے اس سے ان کی ذلت ہرگز لازم نہیں آتی باقی رہی ولایت غلاموں کو ملنا تو کسی مومن کا مومن کے لئے غلام ہونا ذلت نہیں۔ ذلت تو یہ ہے کہ کافر مومنوں کا غلام ہو اگر بالفرض کوئی مومن کسی کافر کا غلام ہو تو یہ ابتلاء اور آزمائش کہلائے گا۔ ذلت نہیں کہلائے گا۔ بہر حال غلام اگر ولایت سے پہلے ذلیل تھا بھی تو ولایت ملنے کے بعد یقیناً عزت والا ہوگا۔ اب اس جملہ کی جانب آتے ہیں جس میں معنی کی غلطی کی گئی ہے عربی عبارت میں یہ تھا

"كل ماذل العبد له اعزه كل ماتواضع له رفعه" [1]

[1]......﴿"الفتح الربانی" (سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی المتوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۱۸۴۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

☆......﴿"الفتح الربانی" (سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی المتوفی ۵۶۰ھ) صفحہ ۱۶۵۔ مطبوعہ ادارہ نشر واشاعت علوم اسلامیہ پشاور﴾

فوٹو حوالہ ﴿''الفتح الربانی'' صفحہ ۱۸۴۔ مطبوعہ منشورات الجمل بغداد﴾

فلا تكره خيرته، من صبر مع الحق عز وجل رأى عجائب من ألطافه، من صبر على الفقر جاءه الغني، أكثر ما جعل النبوة في الرعاة والولاية في الموالي والغرباء. كلما ذل العبد له أعزه، كلما تواضع له رفعه، هو المعز والمذل الرافع والواضع الموفق والمسهل، لولاه ما عرفناه. يا معجبين بأعمالهم ما أجهلكم! لولا توفيقه ما صليتم وصمتم وصبرتم،

مترجم نے اس کا ترجمہ یوں کیا ''جس قدر انسان اس کے آگے ذلیل ہوتا ہے اسی قدر عزت پاتا ہے'' جب کہ یہ معنی صحیح نہیں جیسا کہ اس سے قبل اصل لغت کے کلام سے ثابت کیا گیا ہے کہ جب ذل کا صلہ لام سے آئے جیسے ''ذل لہ'' یا ''ذلت لہ'' اس کا معنی ہوتا ہے کہ وہ شخص اُس دوسرے شخص کا تابع فرماں ہوا۔ چنانچہ المنجد کے حوالے سے پہلے کہا گیا ہے کہ ''ذلت لہ القوافی ای سھلت و انقادت'' قافیے شاعر کے تابع فرما ہوئے۔

اس میں ہے ''تذلل لہ'' جس کے معنی میں لکھا ''خضع و تواضع'' تو ثابت ہوا کہ لام کے صلہ سے جب یہ لفظ آئے تو اس کا معنی فرمانبردار ہوا یا تواضع کی سے کیا جائے گا۔ اس لئے اس عبارت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ بندہ جتنا اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوگا۔ اتنا ہی اللہ اس کو عزت دے گا۔ اگر جملہ اسی مفہوم کو واضح کرتا ہے تو اگلا جملہ ''کل ما تواضع لہ رفعہ'' جس قدر بندہ اللہ کی بارگاہ میں تواضع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اونچا کرے گا۔ یہاں ذلیل ہونے کی بات ہرگز نہیں بلکہ تواضع اور فرمانبرداری کی بات ہے کسی مسلک کے علماء مترجمین کی غلطی کے ذمہ دار قرار نہیں دیئے جاسکتے اگرچہ کتاب کی عبارت انہیں قبول ہو۔

خلاصہ

الفتح الربانی بلکہ غنیۃ الطالبین سمیت کئی کتابوں کے کلی یا جزوی طور پر نامعتبر ہونے کا بیان اس لئے کیا گیا تاکہ آئندہ آنے والے لوگوں کو ان کتابوں کے بارے میں کوئی مشکل پیدا نہ ہو ورنہ جتنی عبارات الفتح الربانی سے مولوی عزیز الدین صاحب نے پیش کی ہیں کسی ایک سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمام انبیاء علیہم السلام یا کوئی ایک نبی علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں چمار سے زیادہ نہ سہی کچھ بھی ذلیل ہو۔ ان ساری عبارتوں میں سے کسی کا یہ مطلب نہیں۔

غنیۃ الطالبین کے حوالوں کا رد

صاحب اکمل البیان مولوی عزیز الدین نے اپنے امام دہلوی صاحب کی اس عبارت کی تائید میں کہ ''اللہ کی بڑی مخلوق (یعنی انبیاء کرام علیہم الصلوۃ السلام) اللہ کے نزدیک چمار سے زیادہ ذلیل اور ذرہ ناچیز سے کم تر ہیں'' جو حوالے پیش کیے ہیں ان میں سے کچھ کتاب غنیۃ الطالبین کے حوالے بھی ہیں۔ قبل اس کے ہم ان عبارات کے بارے میں غور کریں

بطور تمہید کچھ حاضر خدمت ہے

غنیۃ غیر معتبر ہے

''غنیۃ الطالبین'' غیر معتبر کتاب ہے اس سے پہلے ''الفتح الربانی'' کا حضرت کی تصنیف نہ ہونا تو بالکل واضح ہے کیونکہ وہ آپ نے خود نہیں لکھی بلکہ آپ کی تقاریر کو جمع کیا گیا پھر وہ کتاب اس لئے بھی غیر معتبر ہے کہ اس کے وثوق اور معتبر ہونے پر کوئی روایت نہیں ہے۔ بخلاف غنیۃ الطالبین کے یہ اس لئے غیر معتبر ہے کہ اس کو کئی صدیاں پہلے سے محققین اور علماء اسلام غیر معتبر قرار دیتے آئے ہیں۔

حافظ ابن حجر مکی اور غنیۃ الطالبین

شیخ المحدثین امام حافظ ابن حجر مکی الشافعی متوفی ۹۷۵ھ ''فتاوی حدیثیه'' میں ''مطلب ان مافی الغنیة للشیخ عبد القادر قدس سره اشیاء مدسوسة علیه'' کے تحت ارقام فرماتے ہیں ''وایاك ان تغتر بما وقع فی الغنیة لامام العارفین وشیخ الاسلام والمسلمین الاستاذ عبد القادر جیلانی فانه دسه علیه فیها من سینتقم الله منه والا فهو بری من ذلك'' [1]

فوٹو حوالہ ''الفتاوی الحدیثیة'' صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹۔ مطبوعہ مطبعۃ الجمالیہ مصر

یعنی خبردار دھوکہ نہ کھانا اس سے جو امام الاولیاء سردار اسلام و مسلمین غوث اعظم حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی غنیۃ الطالبین میں واقع ہوا کہ اس کتاب میں اسے حضور پر افتراء کر کے ایسے شخص نے بڑھا دیا ہے کہ عنقریب اللہ عزوجل اس سے بدلہ لے گا حضرت شیخ اس سے بری ہیں۔

---

[1] ...... ''الفتاوی الحدیثیة'' (شیخ احمد شهاب الدین بن حجر الهیتمی المکی المتوفی ۹۷۵ھ) صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹۔ مطبوعہ مطبعۃ الجمالیۃ مصر (قدیم)

☆ ...... ''الفتاوی الحدیثیة'' (شیخ احمد شهاب الدین بن حجر الهیتمی المکی المتوفی ۹۷۵ھ) صفحہ ۱۷۳۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

شارح شرح العقائد علامہ عبدالعزیز پرہاروی

علامہ عبدالعزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ تحریر فرماتے ہیں

”لا یغرنك وقوعه فی غنية الطالبين المنسوبة الى الغوث الاعظم عبد القادر الجيلانی قدس سره العزيز فالنسبة غير صحيحة والاحاديث الموضوعة فيها وافرة“ [1]

(اس حدیث کے) غنیۃ الطالبین میں واقع ہونے سے تجھے دھوکہ نہ ہو۔ جو کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ نسبت صحیح نہیں اس میں موضوع احادیث وافر مقدار میں موجود ہیں۔

محشی نبراس علامہ برخوار دملتانی

علامہ برخوادر ملتانی نبراس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں

”قوله بالنسبة غير صحيحة فيشهد وا الشيخ عبد الحق الدهلوی فی عنوان ترجمته الفارسية ہرگز ثابت نہ شدہ کہ این از تصنیف آں جناب است اگرچہ انتساب باں حضرت شہرت دارد“ [2]

فوٹو حوالہ ﴿”النبراس شرح شرح العقائد مع حاشیہ“ صفحہ ۴۷۵۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾
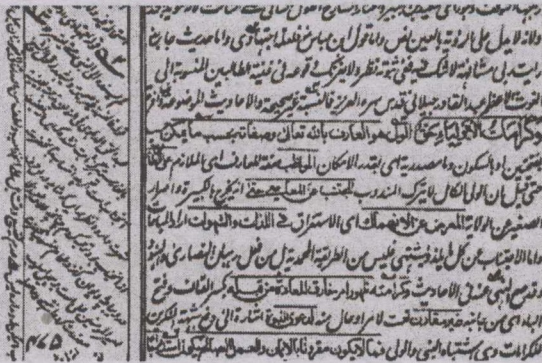
شارح کا یہ قول کہ کتاب غنیۃ الطالبین کی نسبت حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح نہیں اس پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول گواہی دیتا ہے جو آپ نے اس کے فارسی ترجمہ کے عنوان میں فرمایا۔ (لکھتے ہیں) ہرگز ثابت نہیں ہوا کہ یہ کتاب حضرت غوث

---

[1] ......﴿”نبراس شرح شرح العقائد“ (علامہ عبدالعزیز پرہاروی التوفی ۱۲۳۹ھ) صفحہ ۴۷۵۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾

[2] ......﴿”حاشیۃ النبراس شرح شرح العقائد“ (علامہ برخوردار بن عبدالرحیم ملتانی) صفحہ ۴۷۵۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾

الاعظم کی تصنیف ہے اگر چہ اس عالی جناب سے اس کتاب کی نسبت مشہور ہے۔علامہ ملتانی کی اس تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی گیارویں صدی بھی اس کتاب کو حضور غوث اعظم کی کتاب نہیں سمجھتے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل فتوی مبارک بھی ملاحظہ فرمائیں جس میں زیر بحث مذکور موضوع کے علاوہ اور بہت سارے مفید نکات ہیں۔

الجواب: مکرم کرم فرما اکرمکم اللہ تعالیٰ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اولاً: کتاب غنیۃ الطالبین شریف کی نسبت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمة الله عليه کا تو یہ خیال ہے کہ وہ سرے سے حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہی نہیں مگر یہ نفی مجرد ہے۔اور امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ نے تصریح فرمائی کہ اس کتاب میں بعض مستحقین عذاب نے الحاق کر دیا ہے۔فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں

''وایاك ان تغتر بما وقع فی الغنية لامام العارفين وشيخ الاسلام والمسلمين الاستاذ عبد القادر جيلانی فانه دسه عليه فيها من سينتقم الله منه والا فهو بری من ذلك ''(۱) یعنی خبردار دھوکہ نہ کھانا اس سے جو امام الاولیاء سردار اسلام و مسلمین حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی غنیۃ میں واقع ہوا کہ اس کتاب میں اسے حضور پر افتراء کر کے ایسے شخص نے بڑھا دیا ہے کہ عنقریب اللہ عزوجل اس سے بدلہ لے گا حضرت شیخ اس سے بری ہیں۔

ثانیاً: اسی کتاب میں تمام اشعریہ یعنی اہلسنّت و جماعت کو بدعتی، گمراہ، گمراہ گر لکھا ہے کہ

''خلاف ماقالت الاشعرية من ان كلام الله معنى قائم بنفسه والله حسيب كل مبتدع ضال مضل ''(۲) بخلاف اس کے جو اشاعرہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا معنی ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بدعتی، گمراہ و گمراہ گر کے لئے کافی۔کیا کوئی ذی انصاف کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ یہ سرکار غوثیت کا ارشاد ہے جس کتاب میں تمام اہلسنّت کو بدعتی، گمراہ، گمراہ گر لکھا ہے اُس میں حنفیہ کی نسبت کچھ ہو تو کیا جائے شکایت ہے۔لہٰذا کوئی محل تشویش نہیں۔

ثالثاً: پھر یہ خود صریح غلط اور افتراء بر افتراء ہے کہ تمام حنفیہ کو ایسا لکھا ہے غنیۃ الطالبین کے یہاں صریح لفظ یہ ہیں کہ ''هم بعض اصحاب ابی حنيفة ''(۳) وہ بعض حنفی ہیں۔اس سے نہ حنفیہ پر الزام آسکتا ہے نہ معاذ اللہ حنفیت پر

۱.....''الفتاوی الحديثية'' مطلب ان مافی الغنية للشيخ عبد القادر مطبعۃ الجمالیہ مصر ص ۱۴۸

۲.....''الغنية لطالبی طريق الحق'' فصل فی اعتقاد ان القرآن حروف مفهومة داراحیاء التراث العربی بیروت ص ۱ / ۹۱

۳.....''الغنية لطالبی طريق الحق'' فصل واما الجهمية الخ ادارہ نشرواشاعت علوم اسلامیہ پشاور ص ۱ / ۹۱

،آخر یہ تو قطعاً معلوم ہے اور سب جانتے ہیں کہ حنفیہ میں بعض معتزلی تھے جیسے زمخشری صاحب کشاف وعبدالجبار ومطرزی صاحب مغرب وزاہدی صاحب قنیہ وحاوی ومجتبیٰ، پھر اس سے حنفیت وحنفیہ پر کیا الزام آیا، بعض شافعیہ زیدی رافضی ہیں اس سے شافعیہ وشافعیت پر کیا الزام آیا۔ نجد کے وہابی سب حنبلی ہیں پھر اس حنبلیہ وحنبلیت پر کیا الزام آیا۔ جانے دو رافضی ،خارجی، معتزلی، وہابی سب اسلام ہی میں نکلے اور اسلام کے مدعی ہوئے پھر معاذ اللہ اس سے اسلام ومسلمین پر کیا الزام آیا۔

رابعاً: کتاب مستطاب بهجة الاسرار میں بسند صحیح حضرت ابوالتقی محمد بن ازہر صریفینی سے ہے مجھے رجال الغیب کے دیکھنے کی تمنا تھی مزار پاک امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور ایک مرد کو دیکھا دل میں آیا کہ مردان غیب سے ہیں وہ زیارت سے فارغ ہو کر چلے یہ پیچھے ہوئے ان کے لئے دریائے دجلہ کا پاٹ سمٹ کر ایک قدم بھر کا رہ گیا کہ وہ پاؤں رکھ کر اس پار ہو گئے انہوں نے قسم دے کر روکا اور ان کا مذہب پوچھا فرمایا "حنفی مسلم وما انا من المشركين" ہر باطل سے الگ مسلمان، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ یہ سمجھے کہ حنفی ہیں، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں عرض کے لئے حاضر ہوئے۔ حضور اندر ہیں دوازہ بند ہے ان کے پہنچتے ہی حضور نے اندر سے ارشاد فرمایا اے محمد آج روئے زمین پر اس شان کا کوئی ولی حنفی المذہب نہیں۔ [1]

کیا معاذ اللہ گمراہ بد مذہب لوگ اولیاء اللہ ہوتے ہیں جن کی ولایت کو خود سرکار غوثیت نے شہادت دی وہ وہابی رسالہ نظر سے نہ گزرا یہاں چند امور واجب اللحاظ ہیں

اوّلاً: وہ کلمات جو اُن کتب سے مخالف نے نقل کئے اسمعیل دہلوی کے کلمات ملعونہ کے مثل ہوں ورنہ استشہاد مردود یہاں یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں بحکم قرآن انہیں معنی حسن پر حمل کرینگے اور جب کسی مردود سے صادر ہوں جو صریح توہینیں کر چکا ہو تو اس کی خبیث عادت کی بنا پر معنی خبیث ہی مفہوم ہوں گے کہ "كل اناء يترشح بما فيه صرح به الامام ابن حجر المكى رحمة الله تعالى" ہر برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

ثانیاً: وہ کتاب محفوظ مصئون ہونا ثابت ہو جس میں کسی دشمن دین کے الحاق کا احتمال نہ ہو جیسے ابھی غنیۃ الطالبین شریف میں الحاق ہونا بیان ہوا یونہی امام حجۃ الاسلام غزالی کے کلام میں الحاق ہوئے اور حضرت شیخ اکبر کے کلام میں تو الحاقات کا شمار نہیں جن کا شافی بیان امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں فرمایا اور فرمایا کہ خود میری زندگی میں میری کتاب میں حاسدوں نے الحاقات کئے۔ اس طرح حضرت حکیم سنائی وحضرت خواجہ حافظ وغیرہما اکابر کے کلام میں

[1]...... "بهجة الاسرار" ذكر فصول من كلامه مرصعًا بشيء من عجائب احواله مختصرًا دار الكتب العلمية بيروت ص ۱۵۲

الحاقات ہونا شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثناعشریہ میں بیان فرمایا۔ کسی الماری میں کوئی قلمی کتاب ملے اس کی عبارت ملنی دلیل شرعی نہیں کہ بے کم وبیش مصنف کی ہے پھر اس قلمی نسخے سے چھاپا کریں تو مطبوعہ نسخوں کی کثرت کثرت ہوگی اور ان کی اصل وہی مجہول قلمی ہے جیسے فتوحات مکیہ کے مطبوعہ نسخے۔

ثالثاً: اگر بہ سند ہی ثابت ہو تو تواتر و تحقیق درکار۔ امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں "لا تجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا فان ذلك ثبت متواترا"(۱) مسلمان کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ ہاں یوں کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا۔ کیونکہ یہ خبر متواتر سے ثابت ہے۔ جب بے تحقیق تام عام مسلمان کلمہ گو کی طرف گناہ کی نسبت ناجائز ہے تو اولیاء کرام کی طرف معاذ اللہ کلمہ کفر کی نسبت بلاثبوت قطعی کیسے حلال ہوسکتی ہے۔

رابعاً: سب فرض کرلیں تو اب وہابی کے جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین نہیں فلاں فلاں نے بھی کی ہے کیا یہ جواب کوئی مسلمان دے سکتا ہے بفرض غلط توہین جس سے ثابت ہو وہ وہی مقبول نہ یہ کہ معاذ اللہ اس کے سبب توہین مقبول ہوجائے۔

ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالٰی اعلم (۲)

ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی

اتمام حجت کے طور پر ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں

"ومنهم من قال ان الغنية ليس من تصانيف الشيخ محی الدين فلا قدح عليه فی ذلك عند الدين ويشهدله قول الشيخ عبد الحق الدهلوی فی عنوان ترجمة الغنية بالفارسية هرگز ثابت نشده ایں از تصنیف آنجناب است اگرچه انتساب آن بآنحضرت شهرت دارد و نظربریں که شاید در اں از آنجناب بود ترجمه کردم چنانچه علامه میرحسین میبذی در دیباچه دیوان که نزد عوام منسوب بحضرة امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنه ست بر همین اسلوب معذرت کرده انتهی

وحاصله انه لم يثبت ان الغنية من تصانيفه وان اشتهر انتسابها اليه ،وغير خفی علی كل نقی

---

(۱)...."احياء العلوم" كتاب آفات اللسان الآفة الثامنه اللعن مطبعة المشهد الحسينی القاهره ص ۳ / ۱۲۵

(۲)...."الفتاوی الرضویه" (امام اہلسنت علامہ احمد رضا خان التوفی ۱۳۴۰ھ) جلد ۲۹ صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۵۔ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

جواب من التباب

اما اولاً : فلانّ نسبتها اليه مذكورة فی كتب ابن حجر وغيره من الاكابر فانكار كونها من تصانيفه
مقبول عند الاواخر

واما ثانياً: فلانّ من طالع الغنية من اولها الی آخرها حرفا حرفا علم كونها من تصانيفه قطعاً

واما ثالثاً: فلانّه علی تقدير تسليم انه ليس من تصانيفه بل من تصانيف غيره لا يشك من يطالعها
انها فاضل ربانی و كامل حقانی وان كان غير الشيخ الجيلانی فلزوم كون الحنفية مرجئة بتصريح من
الطائفة المتقنة باق الی الآن كماكان وان اندفع الطعن عن الشيخ الجيلانی قطب الزمان " [1]

لہٰذا ان حوالوں کی روشنی میں اس کتاب سے دی گئی عبارات حجت نہیں رہتیں اس کے باوجود پھر بھی مولوی عزیز
صاحب کی جمع کردہ عبارات پر ایک نظر ڈالتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کیا عبارات مولوی صاحب مذکور کی کچھ تائید
ہیں کہ نہیں؟ غنیۃ الطالبین سے پیش کردہ تمام حوالوں کا عکس یکجا بحث کے آخر میں پیش ہونگے۔

...حوالہ ﴿''الرفع والتكميل فی الجرح والتعديل'' صفحہ ۳۷۹ تا ۳۸۱۔مطبوعہ دارالسلام القاہرہ﴾

ومنهم من قال: إن «الغنية» ليسَ من تصانيفِ الشيخ مُحيي الدين(*)، فلا قدْحَ عليه في ذلك عند علماء الدين، ويَشهدُ له قولُ

...يخ عبد الحقّ الدهلوي(١) في عنوان ترجمة «الغنية» بالفارسية:
...ز ثابت نشده كه اين از تصنيف آنجناب است اگرچه انتساب آن
...حضرت شهرت دارد ونظر برين كه شاهدهران حرف از آنجناب بود
...ه كردم چنانچه علامه مير حسين ميبذي در ديباچه ديوان كه نزد
...منسوب بحضرة أمير المؤمنين علي رضي الله عنه ست برهمين
...ب معلوت كرده. انتهى.

...امسةً: انه لم يَثبُت انَّ «الغنية» من تصانيفه وإنْ اشتهر انتسابُها

...خفى على كل نقيٍّ ما في هذا الجواب من التّباب:
...لاً: فلانَّ نسبتها إليه مذكورةٌ في كُتُب ابن حجر وغيره من
...إنكارُ كونها من تصانيفه غيرُ مقبول عند الأواخر.
...نياً: فلأنَّ مَنْ طالعَ «الغنية» من أولها إلى آخرها حرفاً حرفاً،
...ها من تصانيفه قطعاً.
...لثاً: فلأنّه -على تقدير تسليم أنه ليس من تصانيفه بل من
...غيره لا يَشُكُّ مَنْ يطالعُها أنَّ مؤلِّفَها فاضلٌ ربّاني، وكامل

حقّاني، وإنْ كان غيرَ الشيخ الجيلاني، فلزومُ كونِ الحنفية مُرْجئة، بتصريح من هو من الطائفة المتقنة، باقٍ إلى الآن كما كان، وإن اندفع الطعنُ عن(١) الشيخ الجيلاني قطب الزمان.

ومنهم من قال: إنَّ هذه العبارة التي ...

[1] ......﴿''الرفع والتكميل فی الجرح والتعديل''(ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی المتوفی ۱۳۰۴ھ) صفحہ ۳۷۹ تا ۳۸۱۔مطبوعہ دارالسلام القاہرہ﴾

غنیۃ الطالبین کی پہلی عبارت

مولوی صاحب کتاب کی عربی عبارت کا خود ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''علیٰ ہذا حضرت موصوف اپنی مشہور و نفیس کتاب غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۷۹ میں فرماتے ہیں (مقولہ آدم علیہ السلام) اخرجنا من جوار الحبیب فاحوجنا الی التوبة والتضرع والافتقار والاستکانة والذلة من بعد عیش قار ہم نکالے گئے دوست کے پڑوس سے پس ہم محتاج ہوئے طرف توبہ اور عاجزی اور زاری اور مسکینی اور ذلت کے لئے بعد عیش آرام کے''[1]

مولوی عزیز الدین صاحب کے ترجمہ کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے لئے یہ لفظ بولا کہ ''ہم محتاج ہوئے طرف توبہ، عاجزی، زاری، مسکینی اور ذلت کے'' جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اللہ کی بارگاہ میں توبہ کریں عاجزی اور زاری کریں، مسکینی اور ذلت ظاہر کریں۔ یعنی ہم اس وقت ذلیل نہیں ہیں بلکہ ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اللہ کی بارگاہ میں اپنے آپ ذلت کا اظہار کریں۔ اسی کو تذلل کہتے ہیں اور اسی کو تواضع کہتے ہیں۔ اور متعدد بار ثابت ہو چکا ہے کہ ذلیل ہونا اور ہے اور تذلل و تواضع اور ہے۔ ہم ذلت کا انکار کر رہے ہیں نہ کہ تواضع کا۔

دوسری عبارت

غنیۃ صفحہ ۲۷۷ سے دی لیکن اس میں یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جیسی ذات جن کی تمام انبیاء کرام اولاد ہیں۔ ان کے بارے میں غوث پاک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (مولوی صاحب کے ترجمہ سے لفظ بلفظ پیش خدمت ہے، لکھتے ہیں)

''حتی نبینا محمد صلی اللہ علیه وسلم من ولده وموسی وعیسی وداوٗد وسلیمان علیهم السلام وغیرهم لم یستغن عن التوبة والاستکانة والافتقار الی اللہ عزوجل'' ''یہاں تک کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور حضرت داؤد و سلیمان علیہم السلام وغیرہم بھی نہیں بے پرواہ ہوئے توبہ سے عاجزی اور محتاج ہونے سے اللہ تعالیٰ کی طرف''[2]

اس عبارت میں لفظ ذلت نہیں ہے اس لئے یہ ان کی دلیل نہیں بن سکتی۔ شاید عاجزی اور محتاج ہونے سے وہ خوش ہو رہے ہوں لیکن آگے اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی عاجزی ظاہر کریں گے۔ اور محتاج سے مراد سرائیکی اور پنجابی کا محتاج نہیں جس کا معنی نابینا ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا معنی حاجت مند یعنی ضرورت مند ہے۔

---

[1] ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۰۔۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2] ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۰۔۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا ضرورت مند ہونا ظاہر کرنا ہے۔ ان دونوں باتوں کا ذلت سے کوئی تعلق نہیں۔

تیسری عبارت

غنیۃ صفحہ ۳۳۹ کی عبارت ''بعض فقہاء مدینہ (یہ لفظ اصطلاح علماء میں تابعین کے لئے استعمال ہوتا ہے) نے سیدنا عبداللہ بن زبیر صحابی کے پاس خط لکھا اوران میں پرہیزگاروں کی علامات بیان کیں توان میں سے ایک احکام قرآن پر تذلل اختیار کرنا ہے۔'' (ملخصاً) ۱

اوراس سے آگے عربی میں ایک اور جملہ بھی تھا'' واختیار الذل علی العز ''یعنی اختیار کرنا عزت پر ذلت کو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خود اپنی مرضی سے اپنی حاصل شدہ عزت کو چھوڑ کر اپنے لئے ذلت چننا یعنی نیازمندی اختیار کرنا۔ اور یہی تذلل کا معنی ہے اور شاید اسی لئے مولوی عزیز الدین صاحب نے اس جملہ کا معنی نہیں کیا۔ بہرحال تذلل، نیازمندی اور تواضع واقعی ذلت نہیں۔ لہٰذا یہ حوالہ بھی بے کار رہا۔

چوتھی عبارت

غنیۃ صفحہ ۸۰۹ سے پیش کی'' وذل کل شئی لعظمتہ ''یعنی ہرشئی اس کی عظمت کے سامنے جھک گئی۔ ۲

یہ لفظ صیغہ ماضی سے ہے اور اس کا زمانہ گزرا ہوا ہے۔ یعنی ہرشئی جھک گئی اور مولوی صاحب نے اس کا معنی کیا'' ذلیل ہے ہرشئی اس کی عظمت کے سامنے'' جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ ذل کا صلہ جب لام سے آئے تو منقاد اور تابع فرماں ہونے کے معنی میں آتا ہے اس لئے مولوی صاحب کا ترجمہ غلط اور تحریف ہے۔ صحیح معنی یہ ہے کہ ہرشئی اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے جھک گئی اور فرمان بردار ہوگئی۔ تو غوث پاک نے ذلیل نہیں کہا بلکہ یہ مولوی عزیز الدین صاحب کی تحریف ہے۔

پانچویں عبارت

غنیۃ کے صفحہ ۸۳۱ سے عربی عبارت اور اپنا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' فاذا وقع بصرہ علی الجلال والعظمۃ بقی بلا ھو فانیا عن نفسہ وصفاتہ عن حولہ وقوتہ وحرکتہ وارادتہ ومنیاہ ودنیاہ واخراہ'''' جب اس کی نظر جلال وعظمت پر پڑتی ہے اپنے نفس اور اپنی صفتوں اور حول وقوت اور حرکت وارادہ اور

۱......﴿'' اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان '' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۰۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۲......﴿'' اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان '' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۰۔ ۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

خواہش دنیا وآخرت سے'' [1]

اس عبارت میں چمار سے زیادہ ذلت یا صرف ذلت کا کوئی ذکر نہیں۔ لہٰذا اس عبارت کا پیش کرنا غلط ہے۔

چھٹی، ساتویں عبارت

غنیۃ کے صفحہ ۸۳۸ سے لی۔ جس کا ترجمہ مولوی صاحب نے یہ کیا ہے۔

''وینبغی له ان یرضی بالذل الدائم ''لائق ہے طالب آخرت کے لئے کہ اپنی ذلت کے لئے ہمیشہ راضی رہے'' [2]

اس کے بعد غنیۃ کے اسی صفحہ سے ایک اور عبارت نقل کی اور خود ترجمہ کیا

''ویکون یستخیر لنفسه الذل''''ہووے اختیار کرنے والا اپنے لئے ذلت کو'' [3]

اس مفہوم کی ایک اور عبارت غنیۃ کے صفحہ ۸۵۹ سے نقل کی اور ترجمہ کیا

''وینبغی له ان یؤثر ذله وخموله''''لائق ہے کہ پسند کرے اپنے لئے ذلت اور گمنامی کو'' [4]

ان تینوں باتوں میں اپنے لئے خود بخود راضی خوشی ذلت اختیار کرنے کو کہا گیا ہے۔ اسی کو تذلل اور تواضع کہتے ہیں۔ اس طرح کا آدمی جتنا تواضع کرتا ہے۔ اتنی اللہ کے آگے عزت بڑھتی ہے۔

آٹھویں عبارت

غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۸۸۳ سے عبارت نقل کی اور ترجمہ کیا

''قال ذوالنون المصری ما اعزاللہ عبدًا بعز هو اعزله من ان یدله علی ذل نفسه وما اذل اللہ عبدا بذل هوا ذل له من ان یحجبه عن ذل نفسه''

''ذوالنون مصری نے کہا نہیں عزت دی اللہ تعالیٰ نے بندہ کو کوئی عزت کہ بڑی ہو۔ اس کے لئے اس سے کہ سمجھائے اس کا اس کو نفس کی ذلت اور نہیں ذلت دی اللہ تعالیٰ نے بندہ کو کوئی ذلت کہ زیادہ ذلت ہو اس سے کہ اس کو پردہ میں رکھے اپنے نفس کی ذلت سے۔'' [5]

---

[1]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۰۔ ۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۱۔ ۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[3]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۱۔ ۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[4]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۱۔ ۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[5]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۱۔ ۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

یہ عبارت ہماری دلیل ہے اس لئے کہ جس بندے کو خود اپنے نفس کو اللہ کے لئے ذلیل کرنا آ گیا وہ اللہ کی راہ میں تذلل اور تواضع سیکھ گیا۔ اللہ کے نزدیک اس کو بڑی عزت مل جاتی ہے لیکن جو شخص تذلل کی بجائے تکبر اور تواضع کی بجائے ترفع اختیار کرتا ہے۔ اللہ کے نزدیک اتنا ہی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ متکبر اور چمار اللہ کے نزدیک ایک دوسرے سے زیادہ ذلیل جب کہ متواضع اور اللہ کی دربار میں تذلل کرنے والا متقی اور انبیاء اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام جو اللہ کے نزدیک عزت والے ہیں اور مومنین آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ عزت والے ہیں اور انبیاء اور رسل سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک عزت والے ہیں۔

نویں عبارت

غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۹۰۲ کی عربی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے مولوی عزیز الدین صاحب لکھتے ہیں

"التوکل هو اکتفاء العبد الذلیل بالرب الجلیل"

"توکل کفایت کرنا ہے بندہ ذلیل کا رب جلیل کے ساتھ" [1]

بشرط صحت نسبت یہاں پر مذکور لفظ بندہ ذلیل کے کئی معنی ہو سکتے ہیں

۱۔ ایک تو یہ کہ جو بندہ دنیا میں ذلیل ہو اگر وہ رب تعالیٰ کو کافی سمجھے تو اس نے توکل کا مرتبہ پا لیا۔ تو یہ صحیح ہے لیکن جو ذلیل نہیں۔ وہ اس جملہ میں شامل نہ ہوا۔ لہٰذا انبیاء اور اولیاء کے علاوہ بھی بہت سے انسان ذلیل ثابت نہ ہوئے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ ہر بندہ ذلیل ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کو کافی سمجھے گا وہ متوکل ہوگا۔ لیکن ہر ایک بندہ کو ذلیل کہنا یا سمجھنا قرآن مجید کی کئی آیات بینات کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد ہو جاتا ہے۔ جن کا بیان متعدد مواقع پر گزر چکا ہے۔

۳۔ تیسرا معنی یہ کہ جو بندے کفار و فساق کی نظر میں ذلیل ہیں۔

۴۔ چوتھا معنی یہ کہ جو اپنے خیال میں کفار و فساق کے مقابل ذلیل ہیں جب اپنے لئے اللہ کو کافی سمجھیں تو یہ ان کا توکل ہے۔ اور اللہ انہیں ان کے دشمنوں کے شر سے بچاتا ہے۔ اور یہ دونوں معنی آیت "انتم اذلة" کے تحت مفسرین کے اقوال میں گزر چکے ہیں۔

۵۔ پانچواں معنی یہ ہے کہ جو اللہ کے سامنے تذلل اور تواضع کرتا ہے۔ اور اللہ کو کافی سمجھتا ہے اللہ اس متوکل کو کو کفایت فرماتا ہے۔

---

[1]...... "اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۱۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

سوائے دوسرے معنی کے باقی تمام معانی ہمارے خلاف نہیں اور دوسرا معنی قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے ممکن نہیں۔ خلاصہ یہ کہ غنیۃ الطالبین کی کسی عبارت سے مولوی عزیز الدین کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ اب مولوی صاحب کی پیش کردہ عبارت کا عکس ملاحظہ فرمائیں اور پھر فیصلہ کریں

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۶۰ ۔ ۶۱، ۷۷ ۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[illegible]

حتیٰ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اپنی مشہور و نفیس کتاب غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام:

(۱) اخرجنا من جوار الحبیب فاوجب الی التوبة والتضرع والافتقار والاستکانة والذلة من بعد عیش دار۔

ہم نکالے گئے دوست کے پڑوس سے پس ہم محتاج ہوئے طرف توبہ اور عاجزی اور زاری اور مسکینی و ذلت کے بیچ بعد عیش آرام کے۔

اور صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں:۔

(۲) حتی نبینا محمد صلی الله علیه وسلم من ذریته وموسی وعیسی وداود وسلیمان علیهم السلام وغیرهم لم یستغن عن التوبة والاستکانة والافتقار الی الله عز وجل۔

یہاں تک کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور حضرت داؤد و سلیمان علیہم السلام وغیرہ ہم بھی نہیں بے پروا ہوئے توبہ سے اور عاجزی و محتاج ہونے سے اللہ تعالیٰ کی طرف۔

اور صفحہ ۳۲ میں فرماتے ہیں:۔

(۳) قال مالك حدثنی وهب بن کیسان ان بعض فقهاء اهل المدینة کتب الی عبد الله بن الزبیر ان لاهل التقوی علامات یعرفون بها الصبر عند البلاء والرضاء بالقضاء والشکر عند النعماء والتذلل لاحکام القرآن واخفیاء والذل علی العز۔

امام مالک نے فرمایا کہ روایت کی مجھ سے وہب بن کیسان نے تحقیق بعض فقہاء اہل مدینہ نے لکھا عبداللہ بن زبیر کی طرف کہ تحقیق پرہیزگاروں کی علامتیں ہیں جن سے پہچانے جاتے ہیں۔ صبر کرنا بلا میں، راضی رہنا قضا پر، شکر کرنا نعمتوں پر، اور تذلل اختیار کرنا احکام قرآن پر۔

اور صفحہ ۵۰ میں فرماتے ہیں:۔

(۴) وذل کل شئ لعظمته۔

ذلیل ہے ہر شے اس کی عظمت کے سامنے۔

اور صفحہ ۸۲ میں فرماتے ہیں:۔

(۵) فاذا وقع بصره علی الجلال والعظمة بقی بلا هو فانیا عن نفسه وصفاته عن حوله وقوته وحرکته وارادته ودنیاه و[illegible]

جب اس کی نظر جلال و عظمت پر پڑتی ہے نیست و فانی ہو جاتا ہے اپنے نفس اور اپنے صفتوں اور حول و قوت و حرکت و ارادہ اور خواہش دنیا و آخرت سے۔

اور صفحہ ۸۳ میں فرماتے ہیں:۔

(۶) وینبغی له ان یرضی بالذل الدائم۔

لائق ہے طالب آخرت کے لیے کہ اپنی ذلت کے لیے ہمیشہ راضی رہے۔

(۷) ویکون یستخیر لنفسه الذل۔

بہتر اختیار کرنے والا اپنے لیے ذلت کو

اور صفحہ ۸۸ میں فرماتے ہیں:۔

(۷) وینبغی له ان یؤثر ذله وخموله۔

لائق ہے کہ پسند کرے اپنے لیے ذلت اور گمنامی کو

اور صفحہ ۹۳ میں فرماتے ہیں:۔

(۸) قال ذوالنون المصری ما اعز الله عبدا بعز هو اعز له من ان یدله علی ذل نفسه وما اذل الله عبدا باذل هو اذل له من ان یحجبه عن ذل نفسه۔

ذوالنون مصری نے کہا نہیں عزت دی اللہ تعالیٰ نے بندہ کو کوئی عزت کہ بڑی ہو اس کے لیے اس سے کہ سمجھائے اس کو اس کے نفس کی ذلت اور نہیں ذلت دی اللہ تعالیٰ نے بندہ کو کوئی ذلت کہ زیادہ ذلت ہو اس سے کہ اس کو بے خبر رکھے اپنے نفس کی ذلت سے۔

اور صفحہ ۲۰۹ میں فرماتے ہیں:۔

(۹) التوکل هو اکتفاء العبد الذلیل بالرب الجلیل۔

توکل کفایت کرنا ہے بندہ ذلیل کا رب جلیل کے ساتھ (کتاب غنیۃ الطالبین)

اور مثنوی مولانا روم المتوفی سنہ ۶۷۲ھ دفتر [illegible] ۳۶۹ [illegible]

مثنوی کی عبارات کا جواب

صاحب اکمل البیان مولوی عزیز الدین نے یہاں مثنوی مولانا روم کا حوالہ بھی دیا ہے۔

اور کچھ اشعار بھی نقل کیے ہیں۔ ان اشعار کا اردو ترجمہ مولوی عزیز الدین صاحب کے اپنے قلم سے نقل کیا جا رہا ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میری دوستی کا موجب یہی ہے کہ تو حالت مہر وقہر میں میری ہی طرف رجوع کرے۔ نہ دوسرے کی طرف مانند بچہ کے اپنی ماں کی طرف اور ہو تیری نظر میں غیر میرا بچہ اور جوان اور بوڑھا مانند سنگ اور کلوخ یعنی ڈھیلے پتھر کی مانند'' [1]

[1]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۱ ۔ ۶۲، ۷۷ ۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

اس عبارت میں کہیں یہ لفظ نہیں ہیں کہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام معاذ اللہ چمار سے زیادہ ذلیل ہیں یا صرف چمار کے ذکر کے بغیر ذلیل کہا ہو۔ اور عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے خواہ وہ انعام فرمائے یا بیماری وغیرہ سے آزمائے جیسا کہ بچے کی ماں تھپڑ بھی مارتی ہے اور پیار بھی کرتی ہے وہ اسی کی طرف ہی آتا ہے کسی اور کی جانب نہیں جاتا۔ اس سے تو مولوی صاحب مذکور کے مقصد کی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی ہاں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنی چاہیے۔ ٹوٹ کر کرنی چاہیے اس کے بعد جو جملہ ہے کہ تیری نظر میں میرا غیر پتھر اور ڈھیلوں کی طرح ہو جائے۔ یہاں بھی ذلت کا کوئی لفظ بھی نہیں ہیں۔ مطلب یہ ہوگا کہ میری محبت چھڑانے کے لئے جو چیز سامنے آئے اس کو پتھروں اور مٹی کی ڈھیلوں کی طرح بے فائدہ سمجھنا۔ جب کہ بے فائدہ سمجھنا اور چیز ہے اور ذلیل سمجھنا اور چیز ہے۔

یا یہ مقصد ہے کہ میرے حکم کو رکوانے کے لئے جو چیز تمہارے سامنے آتی ہے چاہے وہ فرعون کی طرح طاقت ور ہی ہو۔ تمہارے نزدیک بے جان ڈھیلوں کی طرح ہے۔ اس سے بھی ذلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ انبیاء علیہم السلام کی عزت اور بہادری ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ خطاب اک نبی سے ہے انہیں فرمایا جا رہا ہے کہ باقی مخلوق تمہارے سامنے کچھ نہیں۔ ثابت ہوا کہ نبی و ولی باقی مخلوق سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والے ہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام مخلوق کو ضرر پہنچانے والا سمجھتے تھے؟

بہر حال مذکورہ بالا عبارت سے یہ تو بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے سوا باقی مخلوق کو ذلیل سمجھے تھے اس کے ساتھ یہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کہ سیدنا کلیم اللہ علیہ السلام باقی تمام مخلوق کو نفع نقصان پہنچانے کے قابل نہیں سمجھتے تھے کیونکہ مولانا روم فرما رہے ہے کہ تمہارے نزدیک باقی مخلوق یعنی کہ تمہارے زمانے میں پتھر اور جن کی طرح ہے۔ اگر نفع نقصان کی نفی مراد لی جائے تو یہ قرآن پاک کی مختلف آیات کے مخالف ہے۔ اور مولانا روم ایسی بات نہیں کہہ سکتے اگر کہیں تو رد ہو جائیگی۔

دیکھئے کہ قرآن پاک میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا "هِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیۡهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیۡ" [1]

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے عصا کو جو کہ مخلوق تھا پتھر اور ڈھیلے کی طرح بیکار نہیں سمجھتے تھے بلکہ فائدہ مند اور نفع پہنچانے والا سمجھتے تھے۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَاَلۡقِ مَا فِیۡ یَمِیۡنِكَ تَلۡقَفۡ مَا صَنَعُوۡا" [2]

اپنے دائیں ہاتھ والی چیز نیچے پھینکو وہ نگل جائے گی ہر اُس چیز کو جو جادوگروں نے بنائی تھی

ان آیات میں اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ آپ کا عصا آپ کو نفع پہنچائے گا۔ تو موسیٰ علیہ السلام اسے پتھر اور ڈھیلے کی

1۔۔۔۔۔۔"سورۃ طٰہٰ : الآیۃ ۱۸" 2۔۔۔۔۔۔"سورۃ طٰہٰ : الآیۃ ۶۹"

طرح بیکار کس طرح سمجھ سکتے تھے۔اس کے علاوہ قرآن مجید میں ہے موسیٰ علیہ السلام نے جب قبطی کو مکا مار کے مارڈالا تو وہ دن گزر جانے کے بعد ایک شخص انہیں تلاش کرتا ہوا آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ فرعون (کی کابینہ) کے لوگ آپ کے قتل کا مشورہ کررہے ہیں "فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا" (۱) کہ موسیٰ علیہ السلام ڈرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے اس شہر سے اور اس ملک سے باہر نکل گئے اسی طرح جب وہ مدین والے نبی (صلوۃ اللہ و سلامه علیه) کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے حال سنایا انہوں نے فرمایا "لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (۲) اب مت ڈرو آپ ظالموں کی قوم سے نجات پاگئے۔

پھر اس کے بعد جب آپ طور کے مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنا عصا زمین پر پھینکو جب وہ سانپ بن گیا تو آپ پیٹھ پھیر کر جارہے تھے۔اور پیچھے نہیں دیکھتے تھے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ میری طرف آؤ۔اور ڈرو نہیں اس کے بعد اللہ نے فرمایا فرعون کے پاس جاو۔تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی "فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ" (۳) میں ڈرتا ہوں کہ وہ قتل کردیں گے۔

ان تمام آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام مخلوق کے نقصان پہنچانے سے ڈرے آپ ان سے نفع ونقصان جانتے تھے تو پھر اللہ نے یہ کیوں فرمایا کہ تمہارے نزدیک ساری مخلوق بے جان پتھر کی طرح ہے۔

مولوی صاحب آپ کو یہ روایت پیش نہیں کرنی چاہیے تھی۔اس حدیث کا کہیں ثبوت نہیں اور اکثر اہل حدیث بغیر حدیث کے ثبوت ہی نہیں مانتے۔اب آپ کو کیا ہوگیا اور اگر ہماری بات ہے تو ہمارے نزدیک اس روایت کا مطلب یہ ہے جب میں کوئی حکم پہنچانے کے لئے کہتا ہوں تو آگے چاہے ساری مخلوق تمہاری دشمن ہوجائے تم پیغام پہنچانے سے نہیں ڈرتے کیونکہ تم جانتے ہو کہ میرے اذن کے بغیر کوئی کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ہر ایک کے پردے میں میرا اذن کام کررہا ہے۔اور اذن کے پردے میں میں خود ہوں۔تو مخلوق کے پردے میں پھر اپنے اذن کے پردے میں میں ہی ہوں جو نفع اور نقصان پہنچارہا ہوں پھر اگر تمہیں مخلوق کی طرف سے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو مجھ سے سمجھتے ہو اور میری آزمائش سمجھ کر تم مجھ سے راضی رہتے ہو اگر تم مخلوق کے نقصان سے خوف رکھتے ہو تو پھر بھی وہاں نام تو مخلوق کا لیا جاتا ہے اور وہ نام لینا صحیح ہے لیکن تم دراصل ان کے پردے میں مجھ سے ڈررہے ہوتے ہو۔اس لئے میں تم سے راضی ہوں۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ! ہم اہل سنت وجماعت صوفیاء کے اسی عقیدے پر ہیں۔ہم یہ مانتے ہیں کہ مخلوق نفع ونقصان دیتی ہے لیکن اس کے پیچھے اصل نفع اور نقصان پہنچانے والا صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے اس لئے ہماری توحید میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں آیا۔اور آپ تو کسی کا پردہ ہونا مانتے نہیں۔پھر آپ مخلوق کو اگر ڈھیلوں کی طرح مانتے ہیں تو ان سے ڈرتے کیوں ہیں اور اگر آپ کہیں کہ نہیں ڈرتے تو یہ بات بداہت کے خلاف ہے۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام تو مخلوق سے ڈرے اور نبی

۱......﴿"سورة القصص : الآية ۲۱"﴾ ۲......﴿"سورة القصص : الآية ۲۵"﴾ ۳......﴿"سورة القصص : الآية ۳۳"﴾

بھی رہے اور تم بڑے پاک باز بنتے ہوئے کہتے ہو کہ تم کسی مخلوق سے نہیں ڈرتے اور کوئی کسی سے ڈرے وہ کافر اور مشرک ہے۔ قرآن اور انبیاء و رسل کے خلاف جرأت تو تم ہی کر سکتے ہو۔ ہمیں تو اپنا ایمان عزیز ہے۔ مثنوی کی عبارت کا عکس ملاحظہ فرمائیں

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۶۱، ۶۲، ۷ ۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

سے حافظ در کتاب غنیۃ الطالبین ا

اور مثنوی مولانا روم المتوفی ۶۷۲ھ دفتر چہارم ص۳۶۹ میں مرقوم ہے۔

گفت موسیٰ را بوحی دل خدا ۔۔۔ کاے گزیدہ دوست میدارم ترا

گفت چہ خصلت بود اے ذوالکرم ۔۔۔ موجب آن تا من آن افزون کنم

گفت چون طفلے بہ پیش والدہ ۔۔۔ وقت قہرش دست ہم بروے زدہ

خود نداند کہ جز او دیار ہست ۔۔۔ ہم ازو مخمور و ہم ازو مست ہست

مادرش گر سیلے بروے زند ۔۔۔ ہم بمادر آید و بروے تند

از کسے یاری نخواہد غیر او ۔۔۔ اوست جملہ شر او و خیر او

خاطر تو ہم ز ما در خیر و شر ۔۔۔ التفاتش نیست جاہائے دگر

غیر من پیشت چوں سنگ ست و کلوخ ۔۔۔ گر صبی و گر جوان و گر شیوخ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میری دوستی کا موجب یہی ہے کہ تو حالت خیر و قہر میں میری ہی طرف رجوع کرے نہ دوسرے کی طرف مانند بچے کے اپنی ماں کی طرف اور جو تیری نظر میں غیر میرا بچہ اور جوان اور بوڑھا مانند سنگ اور کلوخ کے ہیں (یعنی ڈھیلے پتھر کی مانند) (خلاصہ)

علیٰ ہذا حضرت شیخ سعدیؒ مرید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ گلستان ص۴۶ میں فرماتے ہیں۔

شیخ سعدی کی عبارات کا جواب

''شیخ سعدی مرید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ گلستان صفحہ ۴۶ میں فرماتے ہیں

درویش و غنی بندۂ ایں خاک در اند ۔۔۔ واناں کہ غنی تر اند محتاج تر اند

درویش اور غنی دربار الٰہی کے غلام ہیں۔ جو غنی زیادہ ہیں محتاج زیادہ ہیں۔ [1]

اس عبارت میں کہیں نہیں کہ انبیاء اور اولیاء چمار جتنا نہ تو کچھ نہ کچھ (نعوذ باللہ) ذلیل ہیں۔ لہٰذا اعتراض غلط ہے۔

اہل حق کی طرف سے تنقید مزید

۱۔ دنیا جانتی ہے کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید نہیں۔ مولوی صاحب نے غلط لکھا ہے۔ سرکار شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۵۶۱ھ یا ۵۶۰ھ میں ہے جب کہ شیخ سعدی کی وفات ۶۹۱ھ میں۔ آپ کی وفات کے ایک سو تیس یا اکتیس سال بعد۔

۲۔ صاحب اکمل البیان مولوی صاحب مذکور شیخ سعدی کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھ رہے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں درویش و غنی اس خاک کے بندے ہیں اور مولوی صاحب انہیں ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہہ رہے ہیں کیا یہ الفاظ مولوی صاحب کے نزدیک شرک نہیں یا ان کے نزدیک خاک اللہ کے ناموں سے کوئی نام ہے۔ یہاں مجاز کا عذر نہیں چلے گا کیونکہ یہ تاویلیں

---

[1] ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۲، ۷ ۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

سنیوں کا طریقہ ہے آپ کا نہیں۔

۳۔ مولوی صاحب نے ترجمہ لکھا "دربارالٰہی کے غلام ہیں" کیا مطلب دربار اللہ کا نام ہے؟ یا مخلوق اللہ کی بجائے اس کے درو دروازہ کے بندے ہیں۔

۴۔ مولوی صاحب نے محتاج کا معنی نہیں لکھا ایک تو محتاج یعنی نابینا ہوتا ہے اس کا یہاں تعلق نہیں۔ دوسرا محتاج کوڑی کوڑی کا محتاج ہوتا ہے۔ اور یہاں ذکر ہے بڑے سے بڑے غنی کا۔ یہ معنی ہو نہیں سکتا۔ تیسرا احتاج ہے ضرورت مند کا اور ہر غنی جس کے دوسرے کئی ضرورت مند ہوتے ہیں وہ خود اللہ تعالیٰ کا ضرورت مند ہے۔ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ مگر اس سے وہ ذلیل نہیں بن جاتا۔ کیا اس ساری قوم میں کوئی بات سمجھنے والا نہیں۔

شیخ سعدی کی دوسری عبارت

گلستان کے صفحہ ۹۰ کے حوالہ سے گلستان کی فارسی عبارت لکھ کر ترجمہ لکھا

"سید عبدالقادر جیلانی کو دیکھا لوگوں نے حرم کعبہ میں سنگریزوں پر منہ رکھے ہوئے تھے اور کہتے تھے اے اللہ مجھے بخش دے۔ اور اگر میں باعث سزا کا ہوں تو مجھ کو قیامت کے دن نابینا اٹھا تا کہ نیکوں کے سامنے میں شرمندہ نہ ہوں۔" [۱]

اس عبارت میں کہیں نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ اجمعین رب تعالیٰ کے نزدیک (معاذ اللہ) ذلیل ہیں لہٰذا یہ اعتراض غلط ہے۔

تنقید مزید

۱۔ حضرت شیخ سعدی یہ نہیں بتا رہے کہ انہوں نے خود دیکھا نا یہ بتا رہے ہیں کہ انہیں فلاں دیکھنے والے نے بتایا اگر اس طرح کی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں آجائے تو یہ اہل حدیث کہلانے والے اس حدیث کو رد کر دیتے ہیں تو اب اس منقطع روایت کو حجت کیسے مان رہے ہیں۔ کیا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے زیادہ مانتے ہو؟

۲۔ کیا سجدہ کرنا ذلیل بناتا ہے؟ نہیں۔ اس سے پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ سجدہ کرنے سے بندہ اللہ کے نزدیک اونچا ہو جاتا ہے۔ کیا آپ اس حدیث کے منکر ہیں؟ کیا بخشش مانگنے سے آدمی ذلیل ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اونچے رتبے والا اقرار پاتا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ انسانی خواہشات اور اموال دنیا کا ذکر فرماتا ہے تو اس کے بعد فرماتا ہے۔

---

[۱]......﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۲۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

''قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ۝ [1]

کیا میں تمہیں بتاؤں ان سب چیزوں سے کیا چیز اونچے رتبے والی ہے متقی لوگوں کے لئے ان کے رب کے ہاں ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔ درانحالیکہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور صاف ستھری بیویاں اور اللہ کی طرف سے رضا مندی اور اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال کو ملاحظہ فرمانے والا ہے۔ (کون سے بندے) وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے بے شک ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچائے رکھ۔ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، اور عبادت کرنے والے، اور راہ خدا میں خرچ کرنے والے اور سحری کے وقت استغفار کرنے والے۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نعمائے جنت اور جنت میں ازواج مؤمن کے لئے دنیا اور اس کے مال و دولت سے افضل اور اعلیٰ رتبہ ہیں اور جنت جن لوگوں کو ملے گی ان میں کچھ علی الصباح استغفار کرنے والے ہیں

معلوم ہوا کہ مستغفرین کے لئے اعلیٰ رتبہ ہے یعنی ذلیل ماننے والے کی عقل میں فتور ہے ورنہ کتاب عزیز کے خلاف نہ بولتا۔ باقی رہا یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عذاب سے بچنے کی دعا مانگ رہے ہیں وہ ان آیات میں مذکور ہے کہ اعلیٰ شان مومن طلب مغفرت کے ساتھ عذاب سے بچاؤ بھی مانگتے ہیں۔

غوث پاک ذلت سے مبرا

باقی رہا اس عبارت کا آخری جملہ کہ اگر میں مستحق سزا ہوں تو مجھ کو قیامت کے دن نابینا کر کے اٹھانا تاکہ نیکوں کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک اولیاء کے سامنے شرمندگی سے بچنے کی دعا کر رہے ہیں۔ جو ایک قسم کی ذلت سمجھی جاسکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کو نہ اب ذلت ہے اور نہ قیامت میں۔ ہاں اگر کبھی ذلت کا ڈر ہے تو اس وقت کہ اللہ تعالیٰ عذاب دے۔ اور جب عذاب نہیں دے گا تو وہ ذلت سے دنیا و آخرت میں محفوظ رہے یعنی اس روایت میں حضور غوث پاک ذلت سے بچنے کی دعا کر رہے ہیں نہ کہ ذلت سے نکالنے کی۔

مزید یہ معلوم ہوا کہ جن کے سامنے حضور غوث پاک شرمندگی سے بچنے کی دعا کر رہے ہیں تو وہ شرمندگی اور ذلت سے بچے ہوئے ہیں وہ عزت یافتہ ہیں۔ لہٰذا اس عبارت سے انبیاء اور اولیاء کی عزت ثابت ہوتی ہے نہ کہ ذلت۔

---

[1] ''سورۃ آل عمران: الآیۃ ۱۵ تا ۱۷''

شیخ سعدی کی بوستان کا حوالہ اور اس کا جواب

مصنف اکمل البیان مولوی عزیز الدین صاحب نے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی بوستان صفحہ ۲۰۳ کا حوالہ دیا ہے جس کا ترجمہ یوں لکھا ہے۔ ''اگر وجود حق تعالیٰ سے خبر رکھتا ہوتا تمام خلق کو نیست نابود سمجھتا ہوتا'' [1]

پہلا جواب یہ ہے کہ شیخ صاحب کی اس عبارت میں لفظ ذلیل نہیں پایا جاتا لہٰذا اعتراض غلط ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ''نیست و نابود'' سمجھنے کا معنی خلق کا وجود نہ ہونا ہے۔ یہ صوفیاء کی ایک اصطلاح ہے جسے اہل حدیثوں کی کتاب فتاوٰی اہل حدیث کے مطابق یہ کہا جاسکتا ہے کہ مابہ الموجود یہ صرف اللہ تعالیٰ ہے یعنی اللہ سے لاتعلق رہ کر کوئی مخلوق موجود نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا اس کا تعلق ہمارے بحث سے نہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ ذلت بھی عزت کا نیست ہے اور اس کا عدم ہے۔ لہٰذا ذلت بھی ثابت ہوگئی تو میں عرض کروں گا کہ تمام خلق کی عزت کا وجود ایک فرد ہے معدوم کل کا، معدوم کل میں ذوات کا عدم اور باقی صفات عدم بھی آتا ہے تو کل شئی کا معدوم ہونا عام ہوا۔ اور عزت کا معدوم ہونا خاص ہوا۔ جب دعویٰ خاص ہو اور دلیل عام تو ایسی دلیل مفید مطلب نہیں ہوتی۔ فن بحث میں اس کا یوں کہا جاتا ہے کہ تقریب تام نہیں ہوئی۔ لہٰذا آپ کی بات رد ہوگئی۔

مزید یہ کہ مخلوق کے وجود کی ہر اعتبار سے نفی کرنے والا نہ ہمارے نزدیک مسلمان ہے نہ صوفیاء کے نزدیک کیونکہ صوفیاء جب یہ کہتے ہیں کہ مخلوق کے وجود کی نفی کرو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے مرید کو اللہ مانتے ہیں پھر اسے اپنا عقیدہ سکھا رہے ہیں ورنہ وہ ان لوگوں میں ہوجاتے جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر ڈانٹا

''اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ'' [2]

کیا اللہ کو اپنا دین سکھاتے ہو۔ لہٰذا ان کے کلام کا صاف مطلب یہ ہے کہ بالذات قدیم اور بالاستحقاق اللہ تعالیٰ کا وجود ہے لیکن باقی مخلوق قدیم نہیں بلکہ حادث ہے اور بالذات نہیں بلکہ بالعطاء اور بالاستحقاق نہیں بلکہ باذن اللہ تعالیٰ ان کی ذوات اور ان میں سے عزت مندوں کی عزت اللہ تعالیٰ کی عطاء اور اس کے اذن سے موجود ہیں معدوم مطلق نہیں لہٰذا ان کا معدوم سمجھنا وجود کے اس رتبے میں ضروری ہے جس طرح انہیں واجب الوجود قدیم اور مستحق بالذات وجود والا سمجھنا حرام ہے۔ لہٰذا اس عبارت سے مولوی صاحب کے استدلال کا غلط ہونا واضح ہوگیا۔

---

[1]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۲، ۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2]......﴿''سورۃ الحجرات: الآیۃ ۱۶''﴾

بوستان کی دوسری عبارت کا جواب

عزیز الدین صاحب شیخ سعدی صاحب کی بوستان کے باب ہفتم صفحہ ۳۳۵ سے ایک شعر لکھ کر اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں ’’دل اللہ پاک کے ساتھ باندھنا چاہیے کہ (اے دوست) جو کچھ بھی موجود ہے بت سے زیادہ عاجز ہے۔‘‘ ۱؎

اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ یہ شعر مولوی صاحب نے اپنے دہلوی امام کی تائید کے لئے پیش کیا ہے یعنی ان کے دہلوی امام اگر ہر مخلوق کو بڑے چھوٹے کی تفصیل کے ساتھ ذلیل کہہ گئے ہیں اور تمام انبیاء واولیاء کو ذرہ ناچیز سے کم تر لکھ گئے ہیں تو ان جیسی بات شیخ سعدی صاحب نے نہیں کی نہ تو ذرہ ناچیز سے کم تر کہا اور نہ چمار سے زیادہ ذلیل اور نہ ہی فقط ذلیل۔ لہٰذا یہ استدلال غلط ہے بلکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر مقربین کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر ومنزلت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو مانگیں انہیں ملتا ہے۔ یہ تو ہوا ان کی کوشش کا جواب۔ ہوسکتا ہے کہ بعد میں ان کی قوم سے کوئی شخص اس شعر کو کسی اور مطلب کے لئے استعمال کرے۔ لہٰذا تھوڑی سی اس کی تشریح بھی پیش کی جاتی ہے۔

شیخ سعدی کے شعر کی تشریح

شعر کے پہلے مصرعے میں دل باصمد نہیں کہا ورنہ مطلب یہ ہوتا کہ صرف اللہ ہی سے محبت رکھنی چاہیے جب کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق سے محبت رکھنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ’’ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَ هَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ‘‘ ’’تو کہدے کہ اگر تمہارے (ماں) باپ اور بیٹے (بیٹیاں) اور بھائی بند اور بیویاں اور کنبے (برادری) کے لوگ اور مال (واسباب) جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے خسارے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو (یہ سب کچھ) تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پسند (اور مرغوب) ہیں تو صبر کرو جب تک خدا (تمہاری ہلاکت کے لئے) اپنا حکم بھیجے اور (جان رکھو کہ) اللہ بدکاروں کو توفیق خیر نہیں دیا کرتا۔‘‘ ۲؎

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی جائے۔ باقی رشتہ داروں کی محبت کا ذکر کیا جو

۱؎...... ﴿’’اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان‘‘ (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۲۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۲؎...... ﴿’’سورۃ التوبۃ: الآیۃ ۲۴ ‘‘ ترجمۃ القرآن‘‘ ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

طبعی اور جبلی محبت ہے اور اسے اس وقت غلط قرار دیا جب ان کی محبت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بڑھ جائے ۔ نہ بڑھے تو وہ بھی جائز۔ اسی طرح جبلی محبت کے علاوہ کسی سے اللہ کے لئے محبت کرنا وہ بھی قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ '' (۱) اللہ کے بندوں سے اللہ کے تعلق کی وجہ سے محبت کرنا۔

تو یہ چار محبتیں ہوئیں۔ (اول) رشتہ داروں کی جبلی محبت (دوم) معبود برحق اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا یہ ایک ہی محبت ہوئی (سوم) اللہ تعالیٰ کے لئے (چہارم) اللہ تعالیٰ کی راہ میں نیکی پیش کرنا جیسے جہاد فی سبیل اللہ وہ اللہ کی راہ میں محبت ہے۔ اس کے علاوہ پانچویں قسم معبودان باطلہ اور گناہوں کی محبت ہے۔ یہ مطلقاً ممنوع ہے شریعت میں اس کی بالکل اجازت نہیں باقی مذکورہ بالا محبتوں میں سے رشتے داری کی محبت کے علاوہ تینوں محبتیں شرعاً مامور ومطلوب ہیں خصوصاً جو شخص راہ خدا میں طاعت وعبادات سے محبت رکھتا ہے وہ باقی محبتوں کا بھی جامع ہوتا ہے اس لئے شیخ سعدی نے یہ نہیں فرمایا کہ ''دل باصمد بست'' (کیونکہ اس میں صرف ایک چیز آتی تھی) بلکہ ''دل درصمد باید'' کہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ میں دل لگایا جائے اور اللہ تعالیٰ میں دل لگنا عقل وفہم سے باہر ہے لہٰذا معنی یہ ہوگا کہ اللہ کی اطاعت کے کاموں میں دل لگاؤ تو اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور دیگر تمام انبیاء ومرسلین اور تمام اولیاء وعامۃ المؤمنین کی محبتیں بھی شامل ہوگئیں۔ اور اگر ہمارا یہ معنی نہ مانا جائے تو قرآن مجید کی مذکورہ آیات کا انکار لازم آئے گا۔ اور اسی طرح حدیث شریف ''لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ الحدیث'' (۲) اور ان جیسی دیگر آیات واحادیث کا انکار لازم آئے گا۔

شعر کے دوسرے مصرعے کا مطلب

بوستان کے قدیم نسخے میں جو تقریباً ۸۰ سال پہلے کا مطبع مصطفائی لاہور سے چھپا ہوا ہے اس میں اس شعر کا دوسرا مصرعہ اس طرح لکھا ہے ''کہ عاجز تر انداز صنم ہر چہ ہست''

اگر یہ ''ہر کہ'' ہو تو اس سے مراد ہر عقل وفہم والا شخص ہوتا اور ''ہر چہ'' کا معنی غیر ذوی العقول بلکہ غیر ذوی الارواح ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کو چھوڑ کر غیر ذوی الارواح کی عبادت کرنے والو باقی چیزیں تو صنم سے بھی زیادہ بے بس ہیں کیونکہ صنم تو ایک جگہ کھڑا ہے جب کہ درختوں اور بوٹیوں کو لوگ کانٹ چھانٹ کرتے رہتے ہیں۔ یاد رہے کہ شیخ سعدی اس نظم میں کسی مسلمان کا نہیں بلکہ ایک مشرک کا قصہ بیان کر رہے ہیں کہ وہ بت کی پوجا کرتا تھا اور بت سے اپنا مقصد طلب کرتا

۱...... ''سورۃ البقرۃ : الآیۃ ۱۶۵''

۲...... ''الصحیح للبخاری'' (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ) جلد اوّل صفحہ ۷ ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

تھالیکن مقصد پورا نہیں ہوتا تھا جب اس نے صنم کو چھوڑ کر صمد سے مانگا اس کا مقصد اسی وقت حاصل ہو گیا۔

یہ تھا شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا مطلب ہمارے نزدیک اللہ کے سوا کوئی دوسرا اللہ سے کٹ کر کسی کی کوئی مقصد برآری نہیں کر سکتا مگر اللہ جل جلالہ کے اذن سے بندے لوگوں کی مقصد برآری کرتے ہیں۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

۱۔ ''وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا'' [۱]

جو لوگ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو

۲۔ ''وَاِذَا حَضَرَ الۡقِسۡمَۃَ اُولُوا الۡقُرۡبٰی وَالۡمَسٰکِیۡنُ فَارۡزُقُوۡھُمۡ مِّنۡہُ'' [۲]

جب میت کے مال کی تقسیم کے وقت رشتے دار اور مسکین یتیم آجائیں انہیں بھی اس میں سے رزق دو۔

۳۔ ''قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا'' [۳]

جبرائیل نے (حضرت مریم سے) کہا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ میں تمہارے رب کی طرف سے بھیجا گیا تاکہ میں تمہیں صاف ستھرا اور پاک بیٹا عطا کردوں۔

۴۔ اور ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''من یضمن لی مابین لحییہ ومابین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ'' [۴]

جو شخص مجھے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) اور دو ٹانگوں کی درمیان کی چیز (یعنی شرمگاہ) کی ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اللہ کے بندے اللہ کی عطا سے ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب حاجت روائی کرتے ہیں ان کو ان امور کی قدرت دی جاتی ہے۔ پس بندے کو چاہیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے تاکہ وہ مقرب بندوں سے مدد لینے کا حقدار بن سکے کیونکہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر کسی کو کچھ نہیں دیتے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا عقیدہ

یہی شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بوستان میں لکھتے ہیں

امیر عدو بند مشکل کشای   جوابش بگفت از سر علم رائی

۱۔۔۔۔۔۔﴿''سورۃ الدھر : الآیۃ ۸''﴾ ۲۔۔۔۔۔۔﴿''سورۃ النساء : الآیۃ ۸''﴾ ۳۔۔۔۔۔۔﴿''سورۃ مریم : الآیۃ ۱۹''﴾

۴۔۔۔۔۔۔﴿''الصحیح للبخاری'' (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری التوفی ۲۵۶ھ) جلد ۲ صفحہ ۹۵۸، ۹۵۹۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

یعنی امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جو دشمن کو قید میں لانے والے اور مشکل کشا ہیں۔ اُس شخص کو علم وفہم کے ساتھ جواب دیا۔ یہاں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کہہ رہے ہیں جس سے صنم سے زیادہ عاجز ہونے کا انکار ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ خود مقربین بارگاہِ الٰہی کو صنم سے زیادہ عاجز نہیں مانتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوت دیئے بغیر کچھ نہیں کرسکتی۔ لیکن اللہ نے جس کو جتنا قوت دی ہے وہ اُسی کے مطابق قوی اور قادر ہے۔ چاہے وہ تسلیم کرے یا نہ کرے۔ دیکھئے سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں ''فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ'' (۱) وہ یہ مانتے تھے کہ اللہ کے اذن کے بغیر مجھے قتل نہیں کرسکتے پھر بھی یہ فرمارہے ہیں کہ قتل کے فعل فرعونیوں کی قوت سے صادر ہوسکتا ہے۔ جب کہ تکوینی اذن الٰہی ان کے لئے موجود ہو۔

اسی طرح ''یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَق'' (۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کافر نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ مومن یہ سمجھتا ہے کہ اذن الٰہی سے انہیں یہ قدرت حاصل ہوتی ہے اگرچہ کافر یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے دوسرے بھائی کو قتل کردیا وہ مجبور محض ہوتا تو قتل کیسے کرتا۔ تو یہاں بھی اذن الٰہی ہے لیکن قاتل کو قاتل بھی کہا جارہا ہے۔

آیات واحادیث اور شیخ سعدی کے اپنے اقوال سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مخلوق بالکل عاجز نہیں۔ پتھر تو پتھر ہے۔ انسان پتھر کی طرح بے جان نہیں بلکہ اللہ کے اذن سے بڑے بڑے کام کرگزرتا ہے۔

صدر الافاضل اور مثنوی کی عبارت کا جواب

مصنف اکمل البیان مولوی صاحب مذکور نے حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کی کتاب ''الکلمۃ العلیاء'' صفحہ ۶۷ سے مثنوی شریف کا ایک شعر نقل کیا اور ساتھ ہی مثنوی شریف کے دفتر اول صفحہ ۷۸ کا حوالہ بھی دے دیا۔ اس میں الزام یہ لگایا ہے کہ تمام طبقات جنت کو (نامہائے الٰہی وتجلی گاہ جناب باری تعالیٰ اور مقام حضرات انبیاء علیہم السلام اور صلحاء امت ذوی الاحترام دارِ آخرت ہے) اور دوزخ کو مانند بت کے ہونا نقل کیا ہے۔

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن (۳)

(''شمن'' شین کے ساتھ تھا جسے مولوی صاحب نے معنی نہ جاننے کی وجہ سے ''ث'' سے لکھا ہے کیونکہ معنہ نہیں آتا ہے یا معنی لکھتے تو ان کی چال بے اثر ہوتی تھی۔ اس لئے اس شعر کا معنی نہیں لکھا جب کہ اس سے پہلے شعر کا معنی لکھتے آئے ہیں)

۱...... ''سورۃ القصص : الآیۃ ۳۳'' ۲...... ''سورۃ البقرۃ : الآیۃ ۶۱''

۳...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۲، ۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

نہ تو صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے اور نہ مولانا روم صاحب نے یہ کہا کہ انبیاء اور اولیاء کرام یا انبیاء کے سوا ہر مخلوق ذلیل ہے۔ مولوی صاحب اپنی عادت سے باز نہیں آئے۔ باقی رہابت سے تشبیہ دینا یہ تقویۃ الایمان کی عبارت نہیں۔ جہاں تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ یہاں چار چیزوں کا ذکر ہوئی ہیں۔ (الف) صحابی (ب) جنت اور دوزخ (ج) شمن (بت پرست، بت گر) (د) بت ہے۔ تو اس عبارت میں یہ کہا گیا ہے کہ جنت ودوزخ اس صحابی کے نزدیک وہی حیثیت رکھتی ہیں جو بت پرست یا بت گر کے نزدیک بت کی حیثیت ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ بت پرست کے نزدیک بت عزت والا ہوتا ہے یا ذلت والا۔ لہٰذا یہاں معنی یہ بن رہا ہے کہ جس طرح بت گر بت کی تعظیم کرتا ہے یہ سمجھ کر کہ اس بت میں کسی مقدس روح کی تجلی ہے۔ اس طرح میں جنت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے جلوے دیکھتا ہوں اور اللہ ہی کی تعظیم بجالاتا ہوں۔ مثنوی میں یہ واقعہ مفصل لکھا گیا ہے۔ یہی واقعہ حدیث شریف کی کتاب "جمع الفوائد" میں طبرانی کبیر اور مسند بزار سے لائے ہیں۔ "عن الحارث بن مالك الانصاری انه مر النبی ﷺ فقال له كيف اصبحت يا حارث قال اصبحت مؤمنا حقا قال انظر ما تقول فان لكل قول حقيقة فما حقيقة ايمانك فقال عزفت نفسی عن الدنيا فاسهرت ليلی وأظمات نهاری و كانی انظر عرش ربی بارزا و كانی انظر الی اهل الجنة يتزاورون فيها و كانی انظر الی اهل النار يتضاغون فيها قال يا حارث عرفت فالزم ، رواه الطبرانی فی الكبير بخفی وللبزار بضعف نحوه عن انس وزاد فی آخره مؤمن نوّرالله قلبه "[1]

حارث بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کیا حال تمہارا ہے؟ حارث نے عرض کی، سچا مومن ہونے کی حالت میں میں نے صبح کی۔ فرمایا دیکھ لو کیا کہہ رہے ہو کیونکہ ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ عرض کی میں نے اپنے نفس کو دنیا سے دور رکھا، اپنی رات جاگ کر گزاری اور اپنا دن پیاسا گزارا اور گویا کہ میں اپنے رب کے عرش کو ظاہر دیکھ رہا ہوں۔ اور گویا کہ میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں اور وہ ایک دوسرے سے مل جل رہے ہیں اور گویا کہ میں جہنمیوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اُس میں کرلا رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حارثہ تم نے حقیقت کو پہچان لیا تو اسی راہ کو قابو پکڑو۔ امام طبرانی نے اسے کبیر میں روایت کیا۔ اور بزار کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں کہ تو وہ مومن ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ نے روشن فرمایا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت دوزخ کو اپنے سامنے پاتے تھے تو ان کے قول کا مطلب یہ ہوگا کہ جنت ودوزخ میرے اس طرح سامنے ہے جس طرح اک بت گر اپنے بنائے ہوئے بت کے اک ایک حصے کو اچھی طرح پہنچاتا ہے

---

[1] ...... "جمع الفوائد من جامع الاصول" (محمد بن محمد بن سلیمان فاسی التوفی ۱۰۹۴ھ) جلد اول صفحہ ۲۶۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ مصر

فوٹو حوالہ ﴿"جمع الفوائد من جامع الاصول" جلد اوّل صفحہ ۲۶۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ مصر﴾

رواه أحمد" "٣٦٦٣"

١١٢- عن الحارث بن مالك الأنصاري أنه مرّ بالنبي ﷺ، فقال له: كيفَ أصبحتَ يا حارث ؟ قال: أصبحتُ مؤمناً حقاً، قال: انظر ما تقولُ فإن لكل قول حقيقةً، فما حقيقةُ إيمانِكَ ؟ فقال: عزفت نفسي عن الدنيا، فأسهرتُ ليلي، وأظمأتُ نهاري، وكأني أنظُر عرشَ ربي بارزاً، وكأني أنظُر إلى أهل الجنةِ يتزاورون فيها، وكأني أنظرُ إلى أهل النار يتضاغَونَ فيها، قال: يا حارث عرفتَ فالزم. رواه الطبراني في "الكبير" بخفي وللبزار بضعف نحوه عن أنس وزاد في آخره مؤمن نوّر الله قلبه

١١٣- [illegible]

اور دوسرا معنی یہ ہوگا کہ جنت اور دوزخ میرے اس طرح سامنے ہیں جس طرح ایک بت پرست اپنے پیارے بت کی ایک ایک سلوٹ کو غور سے دیکھ رہا ہوتا ہے میں اسی طرح جنت اور دوزخ کی ہر شئی کو غور سے دیکھ رہا ہوں۔ تیسرا معنی جو صرف اس شعر کو دیکھ کر ذہن میں آتا ہے وہ وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جس طرح بت پرست کے نزدیک بت معظم ہے میرے نزدیک جنت و دوزخ معظم ہے تاہم مثنوی کی پوری عبارت پڑھنے سے یہ معنی سامنے آتا ہے کہ وہ صحابی عالم غیب کی چیزوں کو کشف الٰہی سے اپنے سامنے دیکھتے تھے۔

چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

۱۔	ہست ازل را و ابد را اتحاد	عقل را راہ نیست زاں سفر
۲۔	گفت ازیں راہ کو راہ آوردی بار	درخورے فہم و عقول ایں دیار
۳۔	گفت خلقاں چوں بینند آسماں	من بینم عرش را با عرشیاں
۴۔	ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من	ہست پیدا ہم چوں بت پیش شمن
۵۔	یک بیک وشناسم خلق را	ہمچوں گندم من زجوئے در آسیا
۶۔	کہ بہشتی کیست و بیگانہ کے ست	پیش من پیدا چو مار و ماہی مست" [۱]

صحابی نے کہا مجھے ازل اور ابد آپس میں ملے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ یعنی اول خلق سے آخری خلق تک سب کو بیک وقت دیکھ رہا ہوں عقل کو اس بات کے سمجھنے کی کوئی راہ نہیں کیونکہ یہاں عقل گم ہو جاتی ہے اور یہ چیزیں عقل سے بالاتر ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس راستے کو تو جتنا چل گیا ہے اس کے بارے میں کچھ بات بیان کر جو اس علاقے میں رہنے والوں کے عقل و فہم کے مطابق ہو۔

[۱]...... ﴿"مثنوی شریف" (محمد بن محمد حسینی بلخی جلال الدین رومی التوفی ۶۷۲ھ) (فارسی/اردو) جلد اول صفحہ ۳۸۴، ۳۸۵ مطبوعہ الفیصل کتب خانہ لاہور﴾

تو وہ صحابی بولے لوگ جب آسمان دیکھ رہے ہوتے ہیں میں اس وقت عرش اور عرش والے فرشتوں کو دیکھ رہا ہوتا ہوں۔ میرے سامنے آٹھوں جنتیں اور ساتوں دوزخیں اسی طرح ظاہر ہیں جس طرح ایک چھوٹا سا بت کسی بت پرست کے سامنے۔ میں مخلوق کے ایک ایک فرد کو پہچانتا ہوں۔ جیسے میں گندم کو جَو سے جو چکی میں ڈال رہے ہوتے ہیں علیحدہ علیحدہ پہچانتا ہوں کہ بہشتی کون اور بیگانہ کون ہے۔ میرے سامنے یہ سب ظاہر ہیں جیسا کہ سانپ اور مچھلی کا فرق ظاہر ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں

''اومگر ینظر بنور اللہ بود کاندروں پوست اوراہ بود'' [1]

ان اشعار سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ وہ صحابی ماضی اور مستقبل کے تمام موجودات وہ جو اس عالم سے غائب ہیں دیکھ رہے تھے۔ تو مطلب صرف یہی بنے گا کہ بت پرست کی نگاہیں صرف اپنے بت کو دیکھتی ہیں لیکن میں اپنے رب کا عرش، جنت و دوزخ اس کے ساتھ ملائکہ اور جو پیدا ہو چکے اور ہونے والے ہیں میں انہیں دیکھ رہا ہوں اور یہ بھی کہ ان میں سے کون ایمان والا ہے اور کس کے دل یا اس کی قسمت میں کفر و شرک بھرا ہوا ہے۔ الغرض نہ اس سے جنت و دوزخ کی توہین ہوتی ہے اور نہ مثنوی والا انہیں ذلیل کہہ رہے ہیں۔ البتہ اس عبارت میں ولی کا کشف ظاہر ہوتا ہے۔ اور اللہ کے ہاں اس کی عزت ظاہر ہوتی ہے۔

فوٹو حوالہ ﴿''مثنوی شریف'' (فارسی/اردو) جلد اول صفحہ ۳۸۴،۳۸۵،۳۸۶۔ مطبوعہ الفیصل کتب خانہ لاہور﴾

لہ ازاں سو بجملۂ رلمت یےست
کیونکہ وہاں تمام ملتیں ایک ہیں
ہست ازل را و ابد را اتحاد
(وہاں) ازل اور ابد میں وحدت ہے
گفت ازاں رہ کو رہ آوردی [2] بیار
(آنحضور ﷺ نے) فرمایا اس راستہ کا تحفہ کہاں ہے، لا
گفت خلقاں چو بہ بینند آسماں
(زیدؓ نے) کہا جب لوگ آسمان کو دیکھتے ہیں
ہشت جنت ہفت دوزخ پیشِ من
آٹھوں جنتیں اور ساتوں دوزخیں میرے سامنے

صد ہزاراں سال و یک ساعت یےست
لاکھوں سال اور ایک گھنٹہ یکساں ہے
عقل را رہ نیست زاں سوز افتقاد
گم ہو جانے کی وجہ سے وہاں عقل کیلئے کوئی راستہ نہیں ہے
در خورِ فہم و عقول ایں دیار
جو ان ملکوں (دنیا کے رہنے والوں) کی فہم اور عقلوں کے مناسب ہو
من بہ بینم عرش را با عرشیاں
میں عرش کو مع عرش کے باشندوں کے دیکھتا ہوں
ہست پیدا ہمچو بت پیشِ شمن
اسطرح نمایاں ہیں جس طرح پجاری کے سامنے بت

[1] ......﴿''مثنوی شریف'' (محمد بن محمد حسینی بلخی جلال الدین رُومی المتوفی ۶۷۲ھ) (فارسی/اردو) جلد اول صفحہ ۳۸۴،۳۸۵ مطبوعہ الفیصل کتب خانہ لاہور﴾

صدر الافاضل کی ایک اور عبارت

''صفحہ ۷۳ میں خود جناب نبی کریم علیہ صلی اللہ وسلم کی نسبت نقل کیا'' خضوعا لجبروتہ '' آپ کی عاجزی و پستی اور ذلت حق تعالٰی کے جبروت کے سامنے ہے۔'' [1]

یہاں بھی نقل عبارت میں مولانا صاحب نے دو دفعہ ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے۔ بلکہ تین دفعہ کہیں تو بجا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب نے عربی کی جو پوری عبارت لکھی تھی وہ مولوی صاحب مذکور نے نہیں لکھی۔ دوسری صفائی یہ ہے کہ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب نے یہ ترجمہ نہیں کیا جو مولوی عزیز الدین صاحب نے لکھ مارا ہے یہ سید نعیم الدین صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء ہے۔ تیسرا یہ کہ انہوں نے یہ عبارت تفسیر عرائس البیان سے نقل کی ہے اور مولوی عزیز الدین صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ مولانا نعیم الدین صاحب کسی دوسرے کی عبارت نقل فرما رہے ہیں۔

اب آیئے اصل عربی عبارت کو دیکھیں تو پتہ چل جائے گا کہ مولوی صاحب نے پوری عبارت کیوں نہیں دی؟ اس لئے نہیں دی کہ اگر وہ پوری عبارت نقل کرتے تو اس کا ترجمہ بھی نقل کرتے تو وہی عبارت خود ان کا جواب ہو جاتی۔ پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر عرائس البیان میں ہے'' (ولا اعلم الغیب) تواضع حین اقام نفسه مقام الانسانية بعد ان كان اشرف عن خلق الله من العرش الى الثرىٰ واظهر من المكروبين والروحانيين على باب الله سبحانه خضوعا لجبروته وخشوعا فی ابواب ملكوته'' [1]

ولا اعلم الغیب کی تفسیر میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع اختیار فرمائی ہے کہ اپنے آپ کو مقام انسانیت پر کھڑا کیا ہے باوجودیکہ آپ عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک کی ہر مخلوق سے زیادہ اونچی شان (زیادہ عزت) والے ہیں اور (عرش کو اٹھانے والے) ملائکہ کروبیین وروحانیین سے بھی زیادہ غلبہ رکھنے والے ہیں آپ نے یہ تواضع جبروت الٰہی کے سامنے جھکتے ہوئے اور اللہ تعالٰی کی حکومت کے دروازوں کے سامنے خشوع فرماتے ہوئے کی ہے۔

اس لئے حضرت مولانا نعیم الدین صاحب نے کئی عبارات تفسیر یہ نقل کر کے اس عبارت کے فوراً بعد فرمایا'' ان عبارتوں سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ اس آیت میں نفی بطریق تواضع کے ہے''

صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ واضح طور پر اسے تواضع قرار دے رہے ہیں لیکن اکمل البیان کا مصنف اُس کا معنی ذلت

---

[1] ..... ﴿''عرائس البیان فی بیان حقائق القرآن'' (صدر الدین روزبہان بن ابی النصر البقلی المتوفی ۶۰۶ ھ) جلد اول صفحہ ۳۵۹ مطبوعہ دار الکتب بیروت﴾

کر کے مبہم چھوڑ رہا ہے کہ تا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ ترجمہ صدر الافاضل نے کیا ہے۔لہٰذا سنیوں کے خلاف حجت ہے۔یہ ہے دن دیہاڑے کی دھاندلی۔

فوٹو حوالہ ﴿"عرائس البیان فی بیان حقائق القرآن" جلد اول صفحہ ۳۵۹ مطبوعہ دار الکتب بیروت﴾

دوسرا جواب

اس لفظ پر پہلے بھی کلام گزر چکا ہے۔دوبارہ عرض ہے کہ لغت کی کتابوں میں خضوع کا معنی تواضع اور سر جھکانے اور فرمانبرداری کرنے سے کیا گیا ہے۔دیکھئے المنجد میں ہے "خضع یخضع خضوعًا و خَضعًا و خُضعانًا و تواضع وتطامن وسکن فھو خاضع ج خُضَّع و خضوع ج خُضع والرجل سگنه و له انقاد" ۱؎

خَضَعَ یَخْضَعُ جس کے مصادر (مضارع میں ضاد کی زبر سے) خُضُوع ،خَضُع اور خُضعَان آتے ہیں۔ اس فعل کا معنی ہے تواضع اور انکساری کی، سر کو جھکا دیا، مسکین بن کر رہا۔اس کا اسم فاعل خَاضِعٌ آتا ہے۔جس کی جمع خُضَّعٌ بنتی ہے (ضاد مفتوحہ کی تشدید سے) اور صیغہ صفت کا خضوع آتا ہے جس کی جمع خُضْعٌ آتی ہے (ضاد کے سکون سے) جب اس فعل کو متعدی مانیں تو معنی ہوگا کہ کسی کو مسکین بنا دیا اور جب اس فعل کے بعد حرف لام کا صلہ آئے جیسے خضع لہ (یا خضوعا لہ) تو اس کا معنیٰ ہوگا کہ یہ شخص کسی دوسرے کے لئے فرمانبردار اور منقاد بن گیا۔

اب مذکورہ بالا عبارت خضوعا لہ سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری میں از روئے تواضع بولے ہیں نہ کہ کسی ذلت واقعیہ کے (معاذ اللہ) آپ کو لاحق ہونے کے باعث۔ثابت ہوا کہ سید نعیم الدین مراد آبادی صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے نقل کردہ الفاظ خضوعا لہ میں ذلت کا معنی ہو ہی نہیں سکتا اگرچہ یہ مولوی صاحب جس قدر زور لگالیں۔

مخدوم شرف الدین یحی منیری کی پہلی عبارت

مخدوم شیخ شرف الدین احمد بن یحی منیری بہاری کے مکاتیب سے مولوی صاحب نے اعتراض کیا ہے۔حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اپنی فارسی تصنیف اخبار الاخیار کے شیخ کے حالات کے تحت صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸ پر لکھتے ہیں "بہار" ہندوستان کا بہت بڑا

۱؎......﴿"المنجد" (لوئس معلوف المتوفی ۱۹۴۶ء) جلد اوّل صفحہ ۱۸۳۔مطبوعہ انتشارات قم ایران﴾

علاقہ ہے اور اس کے قصبہ کا نام ''منیر'' ہے۔اسی وجہ سے آپ کے نام کے ساتھ بہاری اور منیری کی نسبت لگائی جاتی ہے۔ مولوی عزیز الدین صاحب مکتوب حصہ اول صفحہ ۲۱ سے نقل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ترجمہ بھی لکھتے ہیں۔ ''جو کوئی چاہے عزت اللہ کے لئے ہے عزت ساری جو یہ طالب دنیا سے گزرے درجات آخرت میں بھی قناعت نہ کرے اور جو کچھ اس کی راہ میں پیش آوے سوائے مراد اور مقصود کے تمام کو زنّار اور بت اپنی راہ میں شمار کرے۔'' [1]

جواب

اس عبارت میں ذلت کا لفظ کہیں نہیں ہے۔لہٰذا استدلال غلط ہے۔''زُنّار اور بت'' کے لفظ سے ذلت ثابت نہیں ہوتی۔ان کی بات کا مقصد یہ بھی نہیں کہ آخرت کو بت کی طرح مردہ سمجھا جائے۔

جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ'' اور آخرت کے گھر کی زندگی ہی اصل زندگی ہے (۲) اسی طرح اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ جنت اور جنت کی چیزیں بت کی طرح پلید ہیں۔کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ''فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً'' تو ہم ان کو پاکیزہ زندگی دیں گے۔(۳) یعنی مومن کی جنت میں پاک زندگی ہوگی۔پھر فرمایا ''لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ'' ان کے لئے بیویاں پاک ہوں گے۔(۴) دوسرا مقام پر ارشاد ہے ''وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا'' اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار ان کو (بے نشہ) پاک شراب پلائے گا۔(۵) ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ'' اور ستھری بیویاں ہوں گی اور خوشنودی خداوندی [6]

ثابت ہوا کہ جنت اور جنت کی نعمتیں پلید نہیں ہیں۔تو بت کا مطلب پلید بھی نہ ہوا۔اب بت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے راستے سے رکاوٹ۔اور یہی بات مخدوم صاحب فرمانا چاہتے ہیں یعنی جنت تو اس وقت ملے گی جب تم اس کے مستحق ہوگے۔اور مستحق اس وقت ہونگے جب اللہ راضی ہوگا اور اللہ اس وقت راضی ہوگا کہ نیک اعمال سے تمہاری نیت ان کے

۱...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۳۷۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۲...... ﴿''سورۃ العنکبوت : الآیۃ ۶۴'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۳...... ﴿''سورۃ النحل : الآیۃ ۹۷'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۴...... ﴿''سورۃ النساء : الآیۃ ۵۷'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۵...... ﴿''سورۃ الدھر: الآیۃ ۲۱'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۶...... ﴿''سورۃ آل عمران : الآیۃ ۱۵'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

بدلے میں اللہ کو راضی کرنے کی ہو نہ کہ جنت اور حوریں مانگنے کی۔ اگر تم اللہ کی رضا کی نیت نہیں کرو گے تو تمہارے تمام عمل تمہیں اللہ کے نزدیک نہیں جانے دیں گے۔ اور یہی جنت تمہارے لئے رکاوٹ بن جائے گی۔ جس طرح بت بت پرست کے لئے رکاوٹ بن جاتا ہے۔

بہر حال یہ بات بھی ان کے مقصد کی تشریح میں ہے صوفیاء کا مقصد نہایت عالی ہوتا ہے ورنہ عامہ مسلمین کے لئے جنت مانگنا اور دوزخ سے بچاؤ چاہنا مطلوب شرعی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَاللّٰہُ یَدْعُوْآ اِلَی الْجَنَّۃِ وَالْمَغْفِرَۃِ بِاِذْنِہٖ" اور اللہ اپنی مہربانی سے بہشت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے۔ (۱) جب وہ خود جنت کی طرف بلا رہا ہے۔ تو وہ رکاوٹ کیوں ہوئی؟ اور وہ فرماتا ہے "اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ" اللہ نے مسلمانوں کی جان اور مال (سب کے سب) جنت کے عوض خریدے ہوئے ہیں۔ (۲) جب اللہ نے خود جنت کے بدلے میں مؤمنوں کی جان و مال خریدے ہیں تو جنت بت کیوں کر بن سکتی ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ" اس آگ سے بچو جس کا ایندھن (مشرک) آدمی اور (ان کے جھوٹے معبودوں کے) پتھر ہوں گے ۳

جب اللہ خود اس آگ سے ڈرا رہا ہے تو پھر اس سے نہ ڈرنے والا نافرمان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کی دعا بیان فرماتا ہے "وَقِنَاعَذَابَ النَّارِ" اور تم ہم کو آگ کے عذاب سے رہائی دیجیو۔ ۴

لہٰذا صوفیاء جنت مانگنے اور دوزخ سے ڈرنے سے نہیں روک سکتے اگر وہ روکیں تو وہ صوفیاء نہیں رہیں گے ہاں ان کا مقصد وہی ہے کہ اپنے اعمال سے اللہ کی رضا کی طلب اور غضب سے ڈرنے کی نیت کرو تا کہ تمہیں جہنم میں اللہ کی جدائی کا سامنا نہ کرنا پڑے بلکہ جنت میں جا کر اللہ کی رضامندی اور زیارۃ سے کامیاب ہو جاؤ بہر حال اس کا جو بھی معنی کیا جائے ذلیل کا معنی ہرگز نہیں ہوتا۔ یہ مولوی صاحب کی سمجھ ہے کہ اس عبارت یہاں لے آئے ہیں۔

نوٹ

ہمارے اس بیان سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اگر اللہ کی رضا کی نیت کے ساتھ حصول جنت اور جہنم سے تحفظ کی نیت کو جمع نہ کیا جائے تو بندہ کسی جرم کا مرتکب ہوگا یہ بات نہیں جنت کے حصول اور دوزخ سے بچاؤ کی بنیاد میں اگر رضاء الٰہی داخل

۱..... ﴿"سورۃ البقرۃ : الآیۃ ۲۲۱" ترجمۃ القرآن" ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۲..... ﴿"سورۃ التوبۃ : الآیۃ ۱۱۱" ترجمۃ القرآن" ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۳..... ﴿"سورۃ البقرۃ : الآیۃ ۲۴" ترجمۃ القرآن" ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۴..... ﴿"سورۃ البقرۃ : الآیۃ ۲۰۱" ترجمۃ القرآن" ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

ہو جیسے کہ قبل ازیں وضاحت کی گئی تو یہ بالکل حق وصواب ہے لیکن اگر ان دونوں نیتوں کی طرف ذہن نہ جائے بلکہ صرف اللہ اور رسول کی فرمانبرداری اور ان کی رضا کے حصول کی نیت ہو تو یہ اور بھی اچھا ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی اصل موجود ہے لیکن یہ ایسا عام راستہ نہیں جس پر عامۃ المسلمین چل سکیں بلکہ یہ خصوصی راستہ ہے اور خواص ہی اس پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے "وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ "(1) اپنے آپ کو تھام کے رکھو ان لوگوں کے ہمراہ جو عبادت کرتے ہیں۔ اپنے رب کی صبح وشام۔ اور اس عبادت سے ان کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا حصول ہوتا ہے۔ اس آیت میں ان صحابہ کرام کو خصوصیت دی گئی جو صبح وشام اللہ کی عبادت کے ساتھ صرف رضاء الٰہی کے حصول چاہتے تھے اگر وہ رضاء الٰہی کے ساتھ طلب دنیا اس عبادت کے بدلے میں کرتے تو یہ ان کے بھی شایان شان نہ تھا تو باقی نہ بچی مگر آخرت۔ تو معلوم ہوا وہ مخصوص صحابہ کرام تھے جو آخرت کی نیت کے بغیر صرف رضاء الٰہی کی نیت کرتے تھے۔

رہا صوفیاء کا یہ فرمانا کہ حصول جنت اور دوزخ سے بچاؤ کی نیت یہ دو بت ہیں۔ اس سے ان کی مراد یہ نہیں کہ ایسا شخص مرتد وکافر ہو جائے گا بلکہ یہ صرف استعارہ ہے۔ عامی مسلمان اگر بت پرستی بھی کرے اللہ کی عبادت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور اس کی عبادت کی قبولیت سے بت پرستی رکاوٹ بن جاتی ہے تو اسی طرح صوفیاء کا خصوصی راستہ صرف اور صرف رضاء کے حصول کا ہے جب اسی راستہ کا قرب انہیں حاصل ہوتا ہے تو انہیں عرش سے فرش تک سب کچھ دکھایا جاتا ہے اور اس کے حصول کے طریقے میں سواء کی طلب کے ہر خواہش سے دست بردار ہوتا ہے۔ تب عبادت اس قسم کی ہوتی ہے کہ وہ بندہ مذکورہ بالا کمال اور اس سے آگے دوسرے کمالات مورد بن جاتا ہے تو ان کو بت کہنے سے مراد ان نیتوں کی عبادت نہیں بلکہ صرف استعارہ کی طور پر رکاوٹ مراد ہے۔ فقط۔

مکاتیب بہاری کی دوسری عبارت

مکتوب ہشتم صفحہ ۲۴ میں فرماتے ہیں "منجملہ عارفین کے ایک نے فرمایا ہے کہ بت عالم کے اندر بہت ہیں۔ من جملہ بتوں کے ایک کرامت ہے جب تک کفار بتوں کے ساتھ تعلق رکھیں۔ دشمن رب ہوتے ہیں جو بت سے بیزاری کریں اولیاء ٹھہریں، عارفوں کا بت کرامت ہے۔ اگر کرامت کے ساتھ مطمئن ہو جاویں، محجوب اور معزول ہو جاویں اور اگر کرامت سے بیزاری ظاہر کریں مقرب اور واصل الی اللہ ہو جاویں۔" (2)

1...... ﴿"سورة الكهف : الآية ٢٨"﴾

2...... ﴿"اكمل البيان فی تائيد تقوية الايمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ١٣٦٧ھ) صفحہ ٦٣-٧٧۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

اس عبارت کا بھی مولوی صاحب کو متن سمجھ میں نہیں آیا عارفین کی عبارات کو سمجھنے کے لئے ایسا عالم چاہیے جو قرآن حدیث کو اپنے علم کی روشنی میں سمجھ سکے جب کہ مولوی صاحب کا دہلوی امام تقویۃ میں لکھ چکا کہ خدا اور رسول کا کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ قرآن مجید میں ولیوں کو کرامت ملنا اور بعض کرامتوں پر ان کا اختیار اور قبضہ ہونا بیان فرمایا گیا ہے جس چیز کو قرآن مجید عزت قرار دے۔ اللہ کے فرمان کے خلاف کوئی عارف اسے ذلت اور کفر کی نجاست اور بت پرستی کیونکہ قرار دیا سکتا ہے۔ اور اگر قرار دے تو وہ کیوں کر عارف رہ سکتا ہے۔

ا۔ دیکھئے قرآن مجید میں ہے ''كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ'' [1]

حضرت مریم علیہا السلام جنہیں حضرت زکریا نے کمرے میں بند فرما کر تالا لگا رکھا تھا۔ جب بھی سیدنا زکریا علیہ السلام ان کے کمرے میں تشریف لے جاتے تو یہاں ان کے لئے کھانے پینے کی چیز رکھی پاتے جب کہ کھانے پینے کا انتظام سیدنا زکریا نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا اور وہ خود یہ سامان نہیں لاتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے پوچھا اے مریم یہ آپ کے پاس سامان کہاں سے آیا ہے وہ بولیں اللہ کے پاس سے یقیناً اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہیے بغیر حساب کے۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں سیدہ مریم کی یہ کرامت روزانہ ظاہر ہوتی تھی وقت کے نبی نے بھی یہ کرامت دیکھی انہوں نے کرامت قرار دے کر اس کو بت قرار نہیں دیا۔ اس کھانے کو منع نہیں فرمایا خود مریم علیہا السلام اس کھانے سے بیزاری کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ وقت کے نبی کے سامنے اس پر فخر کر رہی ہیں۔ کہ اللہ نے انہیں یہ کھانا بھیجا ہے اور پھر مزید اس پر یہ فرماتی ہیں کہ اللہ بے حساب رزق دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس رزق حساب بھی نہیں لے گا یہ کرامت ہے اور سیدہ مریم اس کا سہرا لئے ہیں اور اس کے باوجود اللہ کے نبی نے انہیں نہیں روکا اور نبی جس بات کو نہ روکے وہ مشروع ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کرامت سے مانوس ہو جانے پر حضرت مریم کو سزا نہیں دی۔ نہ ان کو محجوب کیا نہ معزول بلکہ تمام جہاں کی عورتوں پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔ اور فرمایا ''يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ'' اے مریم خدا نے تجھے چنا ہے اور (شرک و کفر بداخلاقیوں سے) پاک کیا ہے اور جہاں کی (موجودہ) عورتوں پر تجھے بزرگ دی ہے۔ [2]

---

[1]...... ﴿''سورۃ آل عمران : الآیۃ ۳۷'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

[2]...... ﴿''سورۃ مریم : الآیۃ ۱۷'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۲۔ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی دوسری کرامت کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے

''فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا'' تو ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ جبرئیل بھیجا تو وہ ہو بہو آدمی کی شکل بن کر اس کے سامنے آگیا [1]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ سیدہ مریم کو اللہ نے اور کرامت دی کہ اپنے فرشتے کو انسانی شکل میں ان کے پاس بھیجا جنہوں نے سیدہ مریم کے گریبان میں پھونک ماری تو بغیر باپ کے انہیں بیٹا عطا فرما کر چلے گئے۔ یہ مریم علیہا السلام کی کرامت ہے۔ پاک مریم نے اس کرامت کو قبول فرمایا اور اس سے بیزاری نہیں فرمائی۔ اور یہ دعا نہیں فرمائی کہ یا اللہ اسے واپس بھیج۔ اس پر اللہ نے ان کا رتبہ کم نہیں کیا۔

۳۔ تیسری کرامت کا ظہور اُس وقت ہوا جب آپ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے کچھ پہلے یہ سوچ کر پریشان ہوگئیں کہ وہ لوگوں کو کیسے یقین دلائیں گی کہ ان کا آنے والا بچہ ناجائز نہیں بلکہ کرامت سے پیدا ہوا ہے۔ تو انہیں فرشتے کی آواز سنائی دی ''فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا'' بس فرشتہ نے درخت سے نیچے کی جانب سے پکارا مریم غم نہ کر خدا نے تیرے نیچے پانی کا چشمہ جاری کر رکھا ہے۔ [2]

آپ قوم کی ملامت سے نہ ڈریں۔ اور اس کرامت کے ملنے کا غم نہ کھائیں۔ آپ کے کھانے پینے کا بھی انتظام کر دیا ہے۔ اور آپ کی طرف سے جواب دینے کا بندوبست ہوگیا ہے۔ بچہ خود ہی جواب دے گا۔ تو آپ اس تسلی پر مطمئن ہوتی ہیں یہ نہیں فرماتی کہ میں کرامت کی کھجوریں نہیں کھاؤں گی۔ کرامت کا پانی نہیں پیوں گی۔ اور میں از روئے کرامت بچے کی گواہی نہیں دلواؤں گی۔ بلکہ بھوکی پیاسی رہوں گی اور اپنا جواب خود دوں گی۔ ورنہ میرا مرتبہ چھن جائیگا۔ ثابت ہوا کہ کرامت کو قبول کرنے اور کرامت کے منتظر رہنے سے ولایت چھن نہیں جاتی اور ایک طرف رتبہ میں کمی بھی نہیں آتی۔

۴۔ قرآن کریم سے چوتھی کرامت کا بیان سورۃ النمل میں جس کی تفصیل موجود ہے۔ سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب یہ پوچھا کہ ملکہ سباء کے تخت کو جلد از جلد کون لا دیتا ہے تو جب ایک جن نے یہ کہا کہ میں لا دیتا ہوں قبل اس کے آپ اپنی اس مجلس سے کھڑے نہیں ہوئے ہونگے آپ علیہ السلام نے اُسے بہت دیر سمجھا تو ایک امتی کو جوش آگیا وہ نبی نہیں تھا نبی کی صحبت پانے والا مومن تھا یعنی عالم تھا، ولی تھا اس نے کہا ''اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ'' حضور کی آنکھ جھپکنے سے پہلے میں اس کو حضور کے سامنے لا سکتا ہوں [3]

۱۔۔۔۔۔۔﴿''سورۃ آل عمران : الآیۃ ۳۷'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۲۔۔۔۔۔۔﴿''سورۃ آل عمران : الآیۃ ۴۲'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۳۔۔۔۔۔۔﴿''سورۃ النمل: الآیۃ ۴۴'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

تو فوراً وہ لے آیا تو سلیمان علیہ السلام اللہ کا شکر بجالائے۔ دیکھئے وہ شخص کتاب کا عالم یعنی عارف تھا۔ اس نے یہ سوچا کہ میں یہ ولایت کو ظاہر کیا اور اپنے اختیار سے ولایت کو ظاہر تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیگا۔ اور نبی ناراض ہوں گے۔ ولایت چھن جائے گی۔ پھر اللہ کے نبی علیہ السلام نے اس کرامت کے اظہار پر ڈانٹا بھی نہیں اور خوش ہوئے۔ پس ثابت ہوا کہ کرامت کوئی کفر شرک نہیں۔ ولی کا اس پر خوش ہونا کوئی بری بات نہیں کچھ کرامتیں ولی کے قبضے میں ہوتی ہیں وہ اپنے ارادے سے انہیں ظاہر کرسکتا ہے اگر وہ انہیں ظاہر کرے تو اس کے مرتبہ میں فرق نہیں آتا چہ جائے کہ وہ بت پرستی کا مرتکب اور کافر قرار پائے۔

مکتوب بہاری کی تیسری عبارت کا جواب

مکتوب چہل و پنجم صفحہ ۱۶۰ کے حوالے سے عبارت نقل کر کے مولوی عزیز الدین صاحب اس کا ترجمہ بھی ساتھ کرتے ہیں۔ ''اول معرفت اینست کہ جملہ آفرینش را مقہور و عاجز واسیر بیند ونسبت خویش از ہمہ قطع کند'' ''اول معرفت حق تعالیٰ کی یہ ہے کہ جملہ مخلوقات کو سب سے زیادہ حقیر عاجز اور قیدی دیکھے اور اپنی تمام سب سے قطع کرے۔'' [1]

اس عبارت کے بارے میں عرض ہے کہ عبارت بالکل صحیح ہے لیکن مولوی صاحب نے اس کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے اور اس مطلب بھی غلط سمجھا ہے۔ جہاں تک ترجمہ کی غلطی کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا ترجمہ حقیر سے کیا جائے اور سب سے زیادہ حقیر تو اور بھی غلط ہے کیونکہ جب ساری مخلوق سب سے زیادہ حقیر سمجھی تو وہ سب کون ہیں جو اللہ کی مخلوق نہیں اور حقیر نہیں تا کہ تمام مخلوق ان سے زیادہ حقیر قرار پائے۔ ظاہر ہے کہ جو موجود غیر مخلوق ہو یا تو وہ اللہ ہے یا نعوذ باللہ اس کو غیر اللہ مانتے ہیں۔ تو اسے موجود مستقل مانتے ہیں تو دوسرے الہ مان لیے اس طرح کا ایمان مخدوم کے الفاظ سے ثابت نہیں ہوتا مولوی عزیز الدین صاحب ایسا ایمان رکھتے ہیں تو وہ جانیں مخدوم بہاری پر افتراء سے باز رہیں۔

فارسی عبارت میں لفظ مقہور تھا۔ اس کا ترجمہ ہونا چاہیے تھا لیکن اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ لگتا ہے کہ مولوی صاحب نے مقہور کے لفظ کو احقر پڑھا ہے تو وہ دونوں عربی الفاظ ہیں مقہور قاف سے شروع ہونا اور اس کے بعد ''ہ ہوز'' جب کہ احقر الف سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد ''حائے حطی'' ہے اور اس کے بعد پُر قاف ہے دونوں کا معنی بھی جدا ہے مقہور کا معنی مغلوب جب کہ مقہور کا معنی واضح ہے۔

جملہ آفرینش سے مراد عارف کے لئے اس کے زمانے کی وہ مخلوق ہے جو عارف نہ ہوں بلکہ دنیا دار لوگ ہوں کافر ہوں یا عامہ مسلمان ہوں۔ تو مراد یہ ہوئی کہ معرفت کی ابتداء یہ ہے کہ تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا مغلوب سمجھے اور اللہ کے مقابلے

[1] ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۳۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

سے عاجز اور حکم الٰہی کی قید میں دیکھے۔ اور اپنا تعلق اور اپنی دوستی ایسے لوگوں سے توڑ لے۔

رہا یہ سوال کیا عارف اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں ہوتے اور کیا وہ مقابلے سے عاجز نہیں ہوتے۔ کیا اللہ کا حکم ان پر جاری نہیں ہوتا؟ تو تفاسیر کے حوالوں میں قبل از بیان ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے مقہور اور عاجز وہ ہیں جو مقابلہ کر کے مارے جائیں جب کہ عارف رضاء الٰہی پر چلتا ہے۔

مخدوم بہاری کی چوتھی عبارت کا جواب

''نیز مکتوب پنجاہ وششم صفحہ ۱۵۵ فرماتے ہیں

''اگر دنیا وآخرت ہزار بار پیش او آرند بگوشہ چشم ننگر دو وہر چہ نام خیرے برداختد بت وزنار تصور کند و کارہائے صعب بروئے آسان گردد و دشوار بر طبع آدمی جز بے تعلقی وبے چیزی وتنہائی نیست کہ ایں صفت مردہ است نہ زندہ پس ایں بکشتن نفس حاصل شود'' اگر دنیا اور آخرت ہزار بار عارف کے آگے لائیں، ادنیٰ نگاہ بھی ان کی طرف نہ پھیرے اور جو کچھ غیر کا نام اس کے سامنے آوے وہ بت اور زنار تصور کرے اور بڑے مشکل کا اس پر آسان ہو جاویں اور دشوار آدمی کی طبیعت پر سوائے بے تعلقی اور بے شغلی اور تنہائی کے نہیں ہے کہ یہ صفت مردہ ہے نہ زندہ پس یہ نفس کے مارنے سے حاصل ہوتی ہے۔'' [1]

یہاں بھی وہی بت والی بات ہے جس کا پہلے کئی بار جواب دیا جا چکا ہے لیکن یاد رہے کہ اللہ کے ساتھ رسول پر بھی ایمان ضروری ہے بلکہ تمام نبیوں اور رسولوں پر ایمان ضروری ہے۔ لہٰذا یہاں بت اور زنار انبیاء اور اولیاء کو نہیں کہا جا رہا ورنہ مندرجہ ذیل آیات اور احادیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے یہ اور اس قسم کے تمام اقوال غلط وکفر قرار پائیں گے۔ اور یہ مخدوم بہاری پر کسی عبث جھوٹے نے ملا دیا ہوگا۔ آیات یہ ہیں

۱۔ ''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ'' اے مسلمانو اللہ اور رسول کے ماننے میں مضبوط رہو۔ [2]

۲۔ ''اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ'' اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے ماننے میں فرق کریں۔ [3]

۳۔ ''وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ'' اور جو لوگ اللہ (کی توحید کو) اور اس

---

[1]……﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۳،۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2]……﴿''سورۃ النساء: الآیۃ ۱۳۶'' ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

[3]……﴿''سورۃ النساء: الآیۃ ۱۵۰'' ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

کے سب رسولوں کو مانتے ہیں اور ان میں کسی رسول (کے ماننے) میں تفرقہ نہیں کرتے۔ ۱؎

ان آیات میں صاف بتادیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمام رسولوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اور جو شخص اللہ اور ایمان لانے اور رسولوں پر ایمان لانے میں اس فرق کا مرتکب ہوتا ہے کسی کو مانے اور کسی کو نہ مانے تو وہ پکا کافر ہے۔

حدیث شریف میں وفد عبدالقیس کا تذکرہ ہے کہ جب وہ واپس جانے لگے تو سرکار نے انہیں جو احکام عطا فرمائے ان میں ایک حکم یہ ہے "امرھم ایمان باللہ وحدہ" پھر خود ہی دریافت فرمایا تم جانتے ہو صرف اللہ پر ایمان کیا چیز ہے انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ نے انہیں بتایا کہ اللہ کے سوا معبود نہ ہونے اور محمد (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی گواہی یہ صرف اللہ پر ایمان ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ صوفیاء صرف اللہ کو ماننے کی بات کر رہے ہیں اس میں انبیاء علیھم السلام داخل ہیں اور جن چیزوں کو وہ بت کہہ رہے ہیں وہ اس طرح کی چیزیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے نبیوں میں سے کسی کا انکار ہوتا ہو یا اللہ تعالیٰ اور اُس کے نبیوں میں سے کسی ایک سے تعلق توڑ کر وہ نعمتیں طلب کی جائیں۔ ایسی نعمتیں دنیا کی ہوں یا آخرت کی وہ بندے کو اللہ اور اس کے رسول سے دور کر دیتی ہیں اس لئے وہ طریقت کے اصطلاحی بت کہلاتے ہیں۔

مزید تفصیل کے لئے عرض ہے کہ کوئی آدمی نماز پڑھتا ہے اس سے پوچھیں کہ تم نماز کیوں پڑھتے ہو کیا اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہو یا اللہ کے رسول کو تو وہ اپنے دل کی بات بتائے کہ وہ نہ اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہے اور نہ رسول۔ وہ تو صرف دوزخ سے بچنا چاہتا ہے اور جنت کی با آسائش رہائش و زندگی چاہتا ہے۔ حوریں اور غلمان چاہتا ہے، اچھا ماحول چاہتا ہے ایسا شخص یقیناً مقصد سے دور چلا گیا اگر وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کی رضا مندی کی نیت کرتا۔ اللہ اور اس کے رسول کی رضا مندی بھی حاصل ہوتی اور تو اُسکے لیے یہ نعمتیں بھی۔ لہٰذا یہ عبارت بھی ہمارے خلاف نہیں۔

مخدوم بہاری کی پانچویں عبارت کا جواب

"نیز مکتوب نہم حصہ دوم صفحہ ۳۰۶ میں فرماتے ہیں

"نقل است کہ چوں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بلال غلام مغیرہ رضی اللہ عنہ بدیدے پیش آمدے وگفتے یا بلال محمد را دعا کن چوں بلال وردعا شدے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آمین گفتندے

یقین میدان کہ شیران شکاری   دریں راہ خواستند از مور یاری"

ے

۱؎ ...... ﴿"سورۃ النساء : الآیۃ ۱۵۲" ترجمۃ القرآن "ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

''نقل ہے کہ جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال (غلام مغیرہ) رضی اللہ عنہ کو دیکھا سامنے تشریف لائے فرمایا اے بلال محمد کے لئے دعا کر جب بلال دعا میں مشغول ہوئے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے تھے۔'' یقین جان کہ شیروں کے شکاری اس راہ میں چیونٹیوں سے یاری چاہتے ہیں'' [1]

اس عبارت میں ذلت کا لفظ کہیں بھی نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں حضرت بلال سے فرمائیں کہ میرے لئے دعا کرو اور آپ آمین کہیں تو اس میں حضرت بلال کی عزت کا بڑھانا ہے تاکہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سے دعائیں کرایا کریں ورنہ اللہ تعالیٰ حضور سے فرماتا ہے کہ آپ مومنوں کے لئے دعا فرمایا کریں۔ ''وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ'' (۲) آپ ان کے لئے دعا فرمائیں آپ کی دعا ان کے دلوں کو سکون دیتی ہے۔ اپنے صحابہ کو آپ معافی دیتے رہیں اور ان کے لئے بخشش کی دعا فرماتے رہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع فرمائی اور بلال سے دعا کرائی۔ (اگر کرائی ہو) لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اے میرے رسول آپ ان کے گناہوں کی بخشش کی دعا فرمائیں یعنی ان کی کیا حیثیت ہے کہ وہ آپ کیلئے بخشش کی دعا کریں ہاں اگر وہ درود پڑھیں تو اگرچہ وہ سرکار کے لئے دعا ہے تو اس کا فائدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ درود پڑھنے والے کو ملتا ہے۔ لہٰذا اس عبارت کا بھی مولوی صاحب کی تائید سے کوئی تعلق نہیں۔

مکاتیب بہاری کی چھٹی عبارت کا جواب

''نیز صفحہ ۳۶۱ میں فرماتے ہیں'' اجماع اہل طریقت است کہ ہر کہ خود را از فرعون ذرہ بہتر داند او ہنوز در نظر ایں طائفہ متکبر است وخود پرست'' اہل طریقت کا اجماع ہے کہ جو اپنے کو فرعون سے ذرہ بہتر جانے، وہ ہنوز اس گروہ طریقت کی نظر میں مغرور ہے اور خود پرست'' [3]

یہ بات بھی تواضع کا درس ہے کہ ولی خود کو اونچا نہ سمجھے اور اس میں نبیوں کی بات بھی نہیں۔ لہٰذا اس کا بھی مولوی صاحب کے دعوی سے کوئی تعلق نہیں۔

مکاتیب بہاری کی ساتویں عبارت

''نیز مکتوب شانزدہم صفحہ ۳۷۹ میں فرماتے ہیں آنکہ تاج لولاك لما خلقت الافلاك برسر دارد وقبائے قوسین او

۱......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۴ ۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۲......﴿''سورة التوبة : الآية ۱۰۳''﴾

۳......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۴ ۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

ادنیٰ در بر فریاد و نالہ او اینست یالیت رب محمد لم یخلق محمدا اے کاش پروردگار محمد محمد را نیا فریدے''''آپ نے علیہ الصلوٰۃ والسلام تاج لولاک لماخلقت الافلاک سر پر رکھا اور قبائے قاب قوسین او ادنیٰ سے سرفراز ہوئے باوجود اس کے فریاد اور نالہ آپ کا یہ ہے کہ اے کاش پروردگار محمد کا محمد کو پیدا نہ کرتا'' [1]

''لولاک لما خلقت الافلاک کا تاج سر پر رکھا'' کے الفاظ جو مولوی صاحب کے نزدیک موضوع اور من گھڑت روایت ہے۔ اسی طرح ''یالیت رب محمد لم یخلق محمدًا اے کاش پروردگار محمد کو پیدا نہ کرتا'' اس میں ذلیل ہونے کا کوئی لفظ نہیں۔ لہٰذا اس کا مولوی عزیز الدین صاحب کے دعوی سے تعلق نہیں اگر سرکار علیہ صلی اللہ وسلم نے یہ کلمات ارشاد فرمائے ہوتے تو یہ سرکار کی تواضع پر دلالت کرتے۔ لیکن ایسی روایت کہیں ثابت نہیں بلکہ اس کے مقابلے میں آپ علیہ صلی اللہ وسلم کی صحیح احادیث سے آپ علیہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا ''انا سید ولد آدم یوم القیمة ولا فخر'' [2]

اور اس طرح کثیر احادیث شفاعت میں حضور علیہ صلی اللہ وسلم اپنے مقام بلند کو خود بیان فرما رہے ہیں۔ لہٰذا مکتوب کی یہ عبارت صاحب مکتوب کی نہیں کسی نے گھڑ کر ملا دی ہے۔

مکتوبات بہاری کی آٹھویں عبارت کا جواب

''نیز مکتوب چہل و پنجم صفحہ ۴۲۲ میں فرماتے ہیں ''گویند چوں سلطان انبیاء واولیاء صلوة الله علیه از تبلیغ رسالت فارغ شدے، کمر عصمت باز کردے وکلاہ نبوت از سر نہادے وزبان عجز وبیچارگی برکشادے وگفتے عظیم ولا یغفر الذنب الا الرب العظیم اللهم اجعلنی من عتقائك وطلقائك ومحرریك من النار دراں ساعت مقرباں آسمان وصدیقاں زمین دل از نجات خود برداشتندے'' کہتے ہیں جب سلطان انبیاء اور اولیاء صلوٰۃ اللہ علیہ تبلیغ رسالت سے فارغ ہوتے، کمر عصمت کھول چکتے اور کلاہِ نبوت سر مبارک پر رکھ دیتے اور زبان عجز و بیچارگی کی کھولتے اور کہتے میرے گناہ بڑے ہیں اور نہیں مغفرت کرتا بڑے گناہوں کی مگر پروردگار عظیم، اے اللہ کر دے مجھے بری کئے گیوں میں سے اور چھٹکارہ پانے والوں میں سے اور دوزخ سے آزاد کئے گئے ہوں سے اس گھڑی مقربان آسمان اور صدیقان زمین کے دل اپنی نجات سے مجبور ہو جاتے ہیں۔ [3]

اس مذکور عبارت میں اہم بات یہ ہے۔ ''اور (رسول اللہ علیہ صلی اللہ وسلم) کہتے میرے گناہ بڑے ہیں اور نہیں مغفرت کرتا بڑے گناہوں کی مگر پروردگارِ عظیم'' اس میں بھی ذلت کا لفظ کہیں نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری بحث سے غیر متعلق ہے۔ اس

---

[1] ''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۴۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2] ''سنن الترمذی'' (ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ) ''کتاب المناقب'' صفحہ ۱۰۳۶۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] ''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۴۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

سے تواضع ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ حدیث ثابت ہو۔لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کے ثابت ہونے کا دور دور تک کتب حدیث میں کوئی سراغ نہیں ملتا۔لہٰذا یہ بھی صاحب مکتوب پر جھوٹ بولا گیا ہے۔

جھوٹی عبارتوں کے ہم ذمہ دار نہیں

یہ بات نوٹ کر لیجئے کہ جھوٹی احادیث اور جھوٹے اقوال سے ہم شیخ کو اپنے حسن ظن میں بری مانتے ہیں اور کسی صورت میں ہم ان باتوں کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔کتاب اللہ اور حدیث کی بات کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کا لحاظ کریں اور ہم سے جھوٹی حدیثیں اور ان کے نتائج منوانے پر اصرار نہ کریں۔

مکتوبات بہاری کی نویں عبارت کا جواب

''نیز مکتوب شصتم صفحہ ۴۴۴ میں فرماتے ہیں''از صدیق اکبر نقل است کہ گفتہ اند کہ امید من بجائے رسیدہ است اگر فروائے قیامت ندا برآید کہ امروز در بہشت نردو مگر یک کس من دانم کہ آن منم وخوف من بجائے رسیدہ است اگر فردائے قیامت ندا برآید کہ امروز در دوزخ نرود مگر یک کس من دانم کہ آں یک کس منم''''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل سے فرماتے تھے کہ باری تعالیٰ جل جلالہ کی شان لا اُبالی بے پرواہی پر نظر رکھتے ہوئے میری امید اس مقام پر پہنچی ہوئی ہے،اگر کل قیامت میں ندا آئے کہ آج کے دن بہشت میں نہ جائے گا مگر ایک شخص،میں جانونگا کہ وہ میں ہوں اور خوف میرا یہاں تک ہے اگر کل قیامت میں ندا آئے کہ آج کے دن دوزخ میں نہ جائے گا مگر ایک شخص،میں جانونگا کہ وہ ایک شخص میں ہوں'' [1]

یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تواضع ہوئی اس میں ذلت کا لفظ ہی نہیں اور اس میں تواضع کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان میں ایک ہی وقت اللہ سے کامل امید اور اسی وقت پورا خوف ہوتا ہے۔اس کو الایمان بین الخوف والرجاء ہم کہتے ہیں۔آپ شاید الایمان ھو الذلۃ کہتے ہوں گے۔بہر حال اس عبارت کا ہمارے موضوع سے تعلق نہیں۔ورنہ اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز یہ نہیں فرمائیگا وہ رب العزۃ فرما چکا کہ جنت تمام مومنوں کو بیچ دی گئی ہے (۱) اور فرما چکا ہے کہ دوزخ کو میں جنوں اور انسانوں سے بھرونگا۔''لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ'' [2]

مکتوبات بہاری کی دسویں عبارت کا جواب

''ایضاً فرماتے ہیں''اگر ہمہ عالم بصدق صدیق اکبر گردند لا یزید فی ملکه شئی واگر ہمہ عالم بدعویٰ انا ربکم

---

[1]......﴿''سورۃ التوبۃ : الآیۃ ۱۱۱''﴾ [2]......﴿''سورۃ ھود : الآیۃ ۱۱۹''﴾

الاعلی چوں فرعون گردند لا ینقص من ملکه شئی"

"اگر تمام عالم سچائی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہو جائے نہ زیادہ کر سکے حق تعالیٰ جل جلالہ کی ملک میں کوئی چیز بھی اور اگر تمام جہاں ساتھ دعویٰ انا ربکم الاعلی مانند فرعون کے ہو جاوے نہ نقصان پہنچائے اس کی ملک میں کچھ بھی" [1]

اس عبارت میں بھی انبیاء اور اولیاء کے معاذ اللہ ذلیل ہونے کا کوئی ذکر نہیں باقی رہا یہ کہ اگر تمام عالم فرعون کی طرح ہو جائے کے جملے سے استدلال کریں یہ جملہ شرطیہ فرضیہ ہے جیسا کہ "اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ" (۲) ہے اس طرح لیکن اللہ کا بیٹا ہونا محال ہے اسی طرح یہاں بھی انبیاء علیهم السلام کا فرعون بننا محال ہے۔

مکتوبات بہاری کی گیارہویں عبارت کا جواب

"ایضاً مکتوب سی و ہشتم مطبوعہ نولکشور لکھنو صفحہ ۱۳۵ میں فرماتے ہیں

"اے برادر عزاو ہمہ عزہا را نعمت ذل کشیدہ است وجلال او ہمہ جلالہا را داغ صغار برنہادہ کمال او ہمہ کمالہا را رقم نقصان زدہ ہستی او ہمہ ہستی ہا را خطر نیستی کشیدہ الٰہیت او ہمہ عالم را لباس بندگی وسرافگندگی پوشانیدہ چشم بکشائے وحسرت آدم بین وفریاد نوح شنود بے کامی خلیل بین وحدیث مصیبت یعقوب شنو چاہ زندان یوسف ماہرو بین وآرہ برفرق زکریا نگر وتیغ برگردن یحییٰ بین وجگر سوختہ ودل کباب گشتہ محمد رسول اللہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم وعلیهم اجمعین بہ بین وبرخوان کل شئی هالك الا وجهه والسلام""" اے برادر اس کی عزت نے تمام عزتوں کے وصف کو ذلت میں کھینچ دیا ہے اور اس کے جلال وعظمت نے تمام بزرگیوں پر داغ چھٹائی کا رکھ دیا اس کے کمال نے تمام کمالوں کو نشانہ نقصان کا لگا دیا ہے اس کی ہستی نے تمام ہستیوں پر نیستی کا خط کھینچ دیا اس کی معبودیت نے تمام جہاں کو لباس غلامی اور عاجزی کا پہنا دیا، آنکھ کھول اور حسرت آدم علیہ السلام کی دیکھ، اور فریاد نوح علیہ السلام کی سن اور لاچاری بے بسی ابراہیم علیہ السلام کی دیکھ، اور بات مصیبت یعقوب علیہ السلام کی سن، وہ چاہ قید خانہ یوسف علیہ السلام ماہرو کا دیکھ اور آرہ مانگ پر زکریا علیہ السلام کے دیکھ اور تلوار گردن پر یحییٰ علیہ السلام کے دیکھ اور کلیجہ جلا ہوا اور دل بھنا ہوا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا دیکھ، اور پڑھ عالم کی ہر چیز ہلاک ہو جانیوالی ہے مگر حق تعالیٰ مالک الملک عزشانہ کی ذات پاک والسلام" [3]

[1] ..... "اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۵۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2] ..... "سورۃ الزخرف: الآیۃ ۸۱"

[3] ..... "اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۵۔۶۶،۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

سب سے پہلی بات یہ عرض کرنی ہے کہ مکتوبات منیری ہمارے سامنے نہیں ہے اور مولوی صاحب مذکورہ جس طرح صفحات کا حوالہ دے رہے ہیں وہ شک پیدا کر رہا ہے کیونکہ اس سے قبل وہ لکھ آئے ہیں۔ ۱۶ مکتوب ۳۷۹ صفحہ پر ہے۔ اور ۴۵ مکتوب ۴۲۲ صفحہ پر ہے۔ اب کہتے ہیں ۳۸ مکتوب ۱۳۵ پر ہے اس سے شک پڑتا ہے کہ مولوی صاحب غلط حوالے دے رہے ہیں۔ ۳۷۹ کے بعد ۱۳۵ کیسے آ گیا۔

دوسری بات یہ کہ ہم نے یہ عبارت مکمل نقل کی کیونکہ اس میں لفظ ذلت پہلے ہی جملے میں موجود ہے پھر مولوی صاحب نے جو فارسی عبارت لکھی وہ اس طرح شروع ہو رہی ہے ''اے برادر عزاو ہمہ عزہا را نعمت ذل کشیدہ است وجلال او ہمہ جلالہا را داغ صغار بر نہادہ'' اس عبارت میں لفظ ''نعمت'' آیا ہے۔ جس کا ترجمہ مولوی صاحب نے نہیں کیا اس کے بغیر مولوی صاحب کے معنی کا صحیح سمجھنا مشکل ہے۔ پھر یہ کہ اگر یہ عرض کریں کہ مولوی صاحب کا ترجمہ صحیح ہو تو اس عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کی عزت نے ہر اس عزت کا واقع میں ذلت ہونا ظاہر کر دیا جو اللہ تعالیٰ کی عزت نہیں۔ بلکہ بندوں کی طرف سے خود ساختہ عزت ہے۔

دیکھئے قرآن مجید میں ارشاد رب العزۃ ہے ''اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا''(۱) اور یہ بھی ارشاد ہے ''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ''(۲) اگر یہ مان لیا جائے کہ مومنین کی عزت اللہ کی عزت کا غیر ہے تو پھر ''اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا'' کیسے درست ہوگا کیونکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے جو عزت اس کے حکم سے حاصل ہوئی وہ اس کی عزت ہے۔ ''وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ'' اسی کو ظاہر کرتا ہے لیکن اگر لوگوں نے اللہ ﷻ کی اجازت کے بغیر کسی کو معزز قرار دے دیا۔ تو ایسے شخص کی عزت کوئی عزت نہیں ہے۔ ورنہ مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں رسل کرام اور مومنین کی عزت اللہ کی عزت سے ختم نہیں ہوتی کیونکہ ان کی عزت اللہ کے مقابلہ میں نہیں ہے۔ بلکہ اللہ ہی کی عزت ہے ورنہ یہ تو آیتیں آپس میں ٹکرا جائیں گی۔ ایک میں سے ساری عزت صرف اللہ ﷻ کے لئے ہے جب کہ دوسری میں اللہ، رسول اور مومنوں کی عزت بتائی گئی ہے۔ اگر یہ تین علیحدہ عزتیں مانی جائیں تو پھر ساری عزت اللہ کے لئے نہ ہوئی۔

ثابت ہوا کہ ان کی عزت اللہ ہی عزت ہے۔ لہٰذا مکتوب کی عبارت ہمارے خلاف نہیں اور یہ عبارت مولوی صاحب کے مقصد کی تائید نہیں کرتی۔ اب باقی رہا اس عبارت کا اگلا حصہ جس کا ترجمہ مولوی صاحب نے یوں کیا ہے ''اور اس کے کمال نے تمام کمالوں کو نشانہ نقصان کا لگا دیا ہے اور اس کی ہستی نے تمام ہستیوں پر نیستی کا خط کھینچ دیا'' یہاں تک کی عبارت پہلی عبارت کی طرز پر ہے۔ اس کا مطلب بھی اسی طرح کا ہوگا۔ کہ اہل دنیا کی بزرگیاں اور کمالات جو اللہ کے کمال کا

۱......﴿''سورۃ النساء : الآیۃ ۱۳۹''﴾ ۲......﴿''سورۃ المنافقون : الآیۃ ۸''﴾

پرتو نہیں اللہ کی عظمت کا پرتو نہیں۔ وہ کمال بے کمالی اور وہ عظمت بے عظمتی ہے اس طرح اُسی کی ہستی نے تمام ہستیوں پر نیستی کا خط کھینچ دیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے وجود نے تمام وجودات کو عدم کر دیا اور اس سے بھی وہی وجودات مراد ہیں جو وجود الٰہی کے مقابلہ میں وجود بنتے یا وجود سمجھے جاتے ہیں ورنہ جن کی موجودیت کا سبب وجود حی قیوم ہے جب تک اس کا وجود اور ان کی قیومیت انہیں قائم رکھے ہوئے تب تک نیست نہیں وہ اپنی قیومیت کی قوت ہٹالے اور وجود کی تجلی واپس لے لی تو تبھی وہ نیست ہونگے۔ اور اس کے بغیر اگر انہیں نیست کہا جائے تو یہ غلط ہوگا اور یہ غلطی بسا اوقات کفر تک پہنچ جائے گی۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ موجود ہے اور رسولوں کی رسالت اللہ کے سبب موجود ہے اب اگر کوئی شخص یہ کہے میں کی رسول کو رسول نہیں مانتا کیونکہ وہ رسالت ختم ہوگئی۔ وجود نہیں۔ اللہ کے وجود نے اُسے عدم کر دیا ہے تو ایسا شخص مسلمان نہیں رہے گا۔

تو اس عبارت سے بھی رسل کرام انبیاء عظام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کی رسالت و نبوت اور اولیاء کی ولایت کا انکار ثابت نہ ہوا جو مقابل میں آئے یا اُس کو مقابل مانا جائے صرف اور صرف اسی کا انکار رہا۔

مکتوب مذکور کا تیسرا پیرا اس جملہ سے شروع ہوتا ہے ''الٰہیت او ہمہ عالم را لباس بندگی و سر افگندگی پوشانیدہ'' اس کا ترجمہ یہ بنتا ہے ''اس کے معبود ہونے نے تمام جہان کو عبادت کرنے اور نیاز مند بننے کا لباس پہنا دیا۔'' سرافگندگی کا معنی سر نیچے رکھنا ہے۔ جب کہ مولوی صاحب نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ ''اس کی معبودیت نے تمام جہاں کو لباس غلامی اور عاجزی کا پہنا دیا'' اللہ تعالیٰ کی بندگی اس کی عبادت کا نام ہے۔ غلامی کا نام نہیں۔ غلام تو انسانی مالکوں کے بھی ہوتے ہیں اسی طرح سرافگندگی یعنی سر نیاز زمین پر رکھنا اس کو عاجزی نہیں کہتے کیونکہ عاجز اُسے کہتے ہیں جو کوئی کام نہ کر سکتا ہو۔ ہاں اگر معنیٰ ''عاجزی کرنا'' سے کیا جاتا تو پھر تواضع کا معنی دیتا کیونکہ عاجزی سے موصوف ہونا اور ہے اور عاجزی کر کے نیاز مندی کرنا اور ہے۔ بہر حال اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کے دوست اور دشمن عبادت اور فرمان برداری تواضع اور نیاز مندی کر رہے ہیں کوئی دل سے اور کوئی مجبور ہو کر۔

اس پیرا کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ ''آنکھ کھول آدم علیہ السلام کی حسرت دیکھ اور فریاد نوح علیہ السلام کی من اور لاچاری بے بسی ابراہیم علیہ السلام کی دیکھ اور بات معصیت یعقوب علیہ السلام کی سن، وہ چاہ قید خانہ یوسف علیہ السلام ماہر دکا دیکھ اور آرہ مانگ برز کریا علیہ السلام کے دیکھ اور تلوار گردن پر یحییٰ علیہ السلام کے دیکھ، اور کلیجہ جز اہوا اور دل بھنا ہوا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا دیکھ اور پڑھ عالم کی ہر چیز ہلاک ہو جانیوالی ہے مگر حق تعالیٰ مالک الملک عز شانہ کی ذات پاک والسلام''

تیسرے پیرے کے پہلے اور دوسرے حصے میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ انبیاء علیہم السلام اور

اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) ذلیل قرار دیتا ہے۔ تو وہ معاذ اللہ فی الواقع ذلیل ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ عبادت کرنا، تواضع کرنا اور بندے کا رب تعالیٰ کے لئے سر زمین پر رکھنا نہ فی الواقع ذلت ہے اور نہ ہی اللہ اسے ذلت قرار دیتا ہے باقی رہا تیسرے پیرا کا دوسرا حصہ یہ تو کسی عالم کا کلام ہی نہیں لگتا۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم شفیع امم، صاحب مقام محمود

''وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ''(۱) کے خطاب سے مخاطب ہونے

''انا سنرضیك فی امتك ولا نسؤك''(۲) کا پیغام پانے والے

کا کلیجہ جلا ہوا اور دل بھنا ہوا کہنے والا ولی تو کجا عام عالم نہیں ہو سکتا اس لیے پورے وثوق سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ عبارت اور اس جیسی دیگر عبارات مخدوم بہاری منیری پر افتراء ہیں۔ ایسی واضح طور پر غلط باتیں تو کسی ثقہ متداول کتاب میں ہوں تو بھی مردود قرار پائینگی۔ چہ جائیکہ مکتوبات منیری جو کہیں ادھر ادھر سے جمع کر کے کتاب بن گئی۔ ورنہ شیخ نے تو اپنے محرم راز مرید کو منع فرما دیا تھا کہ ان کے خط کسی کو نہ دکھائے جائیں۔ ۳

قرین قیاس یہ ہے کہ تمام مریدوں سے اسی طرح فرمایا ہو گا پس یا تو کچھ مریدوں نے شیخ کی نافرمانی کی تو وہ خود خائن قرار پائے یا کسی نے شیخ پر جھوٹ بول دیا۔ اس لئے ہم ان مکاتیب کی ہر ایک عبارت کی ذمہ داری نہیں لیتے اور نہ ہی یہ قرآن وحدیث کے مقابلہ میں حجت ہو سکتے ہیں۔

مخدوم بہاری کی بارہویں عبارت

''ایضاً مکتوب چہل وہفتم صفحہ ۱۷۱ میں فرماتے ہیں

''چوں خدائے عزوجل بندہ رانیکی خواہد او را بعیبہائے نفس خود بینا گرداند'' ''اللہ عزوجل جو بندہ کے ساتھ نیکی کا ارادہ چاہتا ہے تو اس کو اس کے نفس کے عیبوں پر بینا کر دیتا ہے۔'' ۴

اپنے نفس کے عیبوں پر بینا ہونا یہ بھی کوئی ذلت ہے؟ اعتراض بنتا ہو تو بندہ بولتے ہوئے اچھا لگے۔ بہر حال اس کا ہماری بحث سے کوئی تعلق نہیں۔

۱......﴿''سورۃ الضحی :۳ الآیۃ ۵''﴾

۲......﴿''الصحیح لمسلم''(ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری التوفی ۲۶۱ھ) جلد ۲ صفحہ ۱۱۳۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

۳......﴿''اخبار الاخیار''(فارسی)(شیخ عبد الحق محدث دہلوی التوفی ۱۰۴۹ھ) صفحہ ۱۱۸۔ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور﴾

۴......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان''(حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۶،۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

مخدوم بہاری کی تیرہویں عبارت کا جواب

''ایضاً مکتوب چہل ونہم صفحہ ۱۸۰ میں فرماتے ہیں ''اے برادر خدائے را یوسف وزلیخا بسیار اند ولیلےٰ ومجنون بے شمارا مراوترا چشم آن نیست کہ بینم'''' اے برادر اللہ عزوجل کے ہاں یوسف اور زلیخا بہت ہیں اور لیلیٰ ومجنون بے شمار۔ لیکن مجھ کو اور تجھ کو اس کی آنکھ نہیں کہ ہم ان کو دیکھیں'' ۱

مولوی صاحب سات مغز کا تیل استعمال کریں تا کہ آپ کو دلیل پیش کرنے کا صحیح طریقہ آجائے۔ عقلمندوں کے ہاں اس عبارت میں ذلت کی کوئی بات نہیں۔

مخدوم بہاری کی چودہویں عبارت کا جواب

''ایضاً مکتوب پنجاہ ویکم صفحہ ۱۸۴ میں فرماتے ہیں

''ازیں جابداں کہ ذرّات وجود را با برق توحید کجا طاقت بود چوں آفتاب علم او بتابد ہمہ علمہا جہل شود چوں ارادت او بتابد ہمہ ارادتہا بے کردہ شود چوں قدرت او بتابد ہمہ قدرتہا عجز شود و چوں جلالت وعزاو آشکار شود ہمہ جلالہا وعزہا ور خاک مذلت افتد چوں واحدنیت او پردہ کبریاء از جمال بردارد ہمہ موجودات در بادیہ عدم منعدم شود'''' اس مقام پر جان کہ ذراتِ وجود کو برق توحید کے سامنے کجا طاقت ہووے جس وقت آفتاب اس کے علم کا چمکے تمام علوم جہل ہوں اور جب ارادہ اس کا ظاہر ہووے تمام ارادے روک دیئے جائیں اور جس وقت قدرت اس کی ظاہر ہو تمام قدرتیں عاجز ہو جائیں۔ اور جب جلالت اور عظمت اس کی ظاہر ہو تو تمام بڑائیاں اور عزتیں خاک ذلت میں پڑ جاویں اور جس وقت وحدانیت اس کی بڑائی کے پردے سے جمال دکھلاوے تو تمام موجودات عام عدم کے جنگل میں منعدم ہو جاویں'' ۲

اس فارسی عبارت کا ترجمہ جو مولوی عزیز الدین صاحب نے کیا اس میں چند خامیاں ہیں۔ اول تو یہ کہ ''ازیں جابداں'' کا ترجمہ ''اس مقام پر جان'' غلط ہے۔ صحیح ترجمہ ہے ''اس جگہ سے یہ جان'' یعنی جو بات پہلے گزری ہے اس سے تجھے یہ بات سمجھ میں آنی چاہیے جب مولوی صاحب سابقہ عبارت بھی نہیں دی اور جو کچھ سامنے ہے اس کی روشنی میں اس عبارت کے بیان مطلب سے پہلے ایک تمہید ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نور ازل سے موجود ہے پھر اس نے مخلوق کو پیدا کیا تو مخلوق کا وجود اپنے رتبہ کے مطابق موجود ہے اللہ کی صفت واحدیت اور احدیت ہے اور وہ واحد اور احد ہے جب کہ

۱......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۲......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

توحید مؤمن بندے کی صفت ہے اور وہ موحد کہلاتا ہے۔ لہٰذا اس تمہید کی روشنی میں ایک مطلب یہ ہوگا کہ مومن کو عقیدہ توحید پر راسخ ہونے کے بعد وجود باری کے نور کی ایک چمک بجلی کی طرح نظر آتی ہے تو اس کی باطنی بینائی چندھیا جاتی ہے اور مخلوق کے وجود کے انوار جو پہلے ہی اللہ کے وجود کے سامنے ایسے ہیں جیسے آفتاب کے سامنے ذرہ۔ اب اس کو بالکل نظر نہیں آتے یعنی عارف موحد کی نگاہ باطن سے وجود حادث غائب ہو جاتا ہے اس لئے نہیں کہ وجود حادث مرتبہ حدوث میں موجود نہیں ہوا یا پہلے تھا اور اب نہیں رہا بلکہ اس لئے کہ وجود احد کی چمک سے کچھ دیکھنے نہیں دیتی۔ وہ شخص جو کہہ رہا ہے کہ اللہ کے سوا کچھ موجود نہیں وہ اپنی جگہ سچا ہے کہ اسے کچھ نظر نہیں آ رہا دوسرے جو کہہ رہے ہیں کہ وجود خلق مرتبہ خلقی کے مختلف مدارج کے مطابق موجود ہے وہ اپنی جگہ سچے ہیں۔ لیکن مولوی صاحب کا مقصد اس سے حاصل نہیں ہوتا کیونکہ مرتبہ خالق میں وجود حادث کے موجود نہ ہونے سے مرتبہ خلق میں وجود حادث کی فی الواقع نفی نہیں کی جاسکتی تو جب وجود کی نفی ہوئی تو وجود کی صفات کمال کی بھی نفی نہیں ہوسکتی لہٰذا جسے اللہ ﷻ نے عزت دی ہے وہ عزت والا رہے گا اور جسے ذلت ملی ہے وہی ذلیل رہے گا دونوں برابر نہیں ہوسکتے جیسا کہ اس سے قبل اس بات کا بیان متعدد بار گزر چکا ہے۔

اس عبارت میں دوسری بات یہ ہے کہ ''چوں آفتاب علم او بتابد ہمہ علمہا جہل شود'' ''اللہ کے علم کا آفتاب جب چمکے تو تمام علوم جہل ہوں'' سوال یہ ہے کہ اللہ کا علم اِس وقت ظاہر ہے یا چھپا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

''لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ'' ''اللہ تو تیری طرف اتاری ہوئی کتاب کی شہادت دے رہا ہے کہ اسی اللہ نے اس کو اپنے علم کے ساتھ نازل کیا۔ [1]

یعنی جو چیز میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتاری ہے اپنے علم سے اتاری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث علم الٰہی سے ہے۔ تو کیا شریعت کے علماء اس کے عالم نہیں یا یہ کہیں گے کہ اس علم کے جاننے والے کے مقابلے میں غیر شرعی علوم کے جاننے والے جاہل ہیں پہلی بات تو کوئی کہہ نہیں سکتا کیونکہ اللہ فرماتا ہے

'اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور گواہی دیتے ہیں فرشتے اور علم والے'' [2]

اور فرماتا ہے ''اللہ سے فقط وہ لوگ ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں'' [3]

اور فرماتا ہے ''کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں'' [4]

اور فرمایا ''وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا وہ (جاہلوں سے) درجوں بلند ہیں'' [5]

---

[1]...... ﴿''سورة النساء : الآية ١٦٦'' ترجمة القرآن ''ثناء اللہ امرتسری التوفی ١٩٤٨ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

[2]...... ﴿''سورة آل عمران : الآية ١٨'' ترجمة القرآن ''ثناء اللہ امرتسری التوفی ١٩٤٨ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

[3]...... ﴿''سورة فاطر : الآية ٢٨''﴾ [4]...... ﴿''سورة الزمر : الآية ٩''﴾ [5]...... ﴿''سورة المجادلة : الآية ١١''﴾

اللہ کا علم ظاہر ہے مگر دوسرے علم والے بھی موجود ہیں سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد علماء۔ اگر ان کے علم کی نفی کریں تو نفی کرنے والے خود مومن نہیں رہتے لہٰذا دوسرا معنی یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے علم کا آفتاب جب علماء کے دلوں پر چمکتا ہے تو اللہ کی طرف سے نور علم پانے والے علماء کے مقابلے میں ان کے مخالفین علم سے خالی ہو جاتے ہیں۔

اس عبارت کا تیسرا جملہ ہے کہ ''چوں ارادت او بتابد ہمہ ارادتہا بے کردہ شود'' ''جب ارادہ اس کا ظاہر ہو تو تمام ارادے روک دیئے جاتے ہیں'' اللہ کا ارادہ تو ازلی ابدی ہے اور اللہ کے لئے ہمیشہ سے ظاہر ہے تو جب ارادہ اس کا ظاہر ہو گا تو مطلب یہ ہو گا کہ اس کا ارادہ کسی عارفِ وجود باری تعالیٰ صاحبِ توحید عرفانی کے ارادہ میں چمکے تو دیگر تمام ارادے جو اس کے مقابل ہوں ناکام ہونگے اور اسی عارف کا ارادہ کامیاب ہو کہ وہ دراصل اللہ کا ارادہ ہے۔

اس عبارت میں چوتھا جملہ یہ ہے ''چوں قدرت او بتابد ہمہ قدرتہا عجز شود'' ''جس وقت قدرت اس کی ظاہر ہو تو تمام قدرتیں عجز ہو جائیں'' حالانکہ اس کی قدرت اس کے سامنے ازل سے ظاہر ہے اور مومن بندوں پر بھی اس کی قدرت کے عجائبات ظاہر ہیں۔ اور یہاں مقابلہ ہے قدرتِ الٰہیہ سے دوسری قدرتوں کا مطلب یہ ہوا کہ جب اللہ کی قدرت مومن کامل (عارف باللہ) میں چمکتی ہے تو اس کا مقابلہ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا جس طرح نمرود حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو نیچا نہیں دکھا سکتا اور فرعون مصر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تخت چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح عارف باللہ کے مقابل آنے والوں کی قدرتیں اپنی موت آپ پر آجاتی ہیں اس طرح اس کی قدرت سب پر غالب آتی ہے کیونکہ رب تعالیٰ کی قدرت کا ظہور عارف میں ہوتا ہے۔

پانچواں جملہ اس عبارت کا یہ ہے ''چوں جلالت وعزاو آشکار شود ہمہ جلالہا عجز شود'' ''اور جب جلالت وعظمت اس کی ظاہر ہو تو تمام بڑائیاں اور عزتیں خاک ذلت میں پڑ جاویں'' اس جملے کا مطلب بھی وہی ہے جو پہلے گزرا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جلال اور اللہ تعالیٰ کی بزرگی مومنوں پر ہر وقت ظاہر ہے ''تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ'' (۱) (اے محبوب) بڑی برکت والا نام ہے آپ کے رب کا جو نہایت عظمت اور بزرگی والا ہے۔ اللہ کی شان اور بزرگی اس آیت میں اللہ کے نام سے ہر مسلمان پر ظاہر ہے۔ پھر جب کا یہاں کیا تعلق ہے اس کا مطلب تو یہ ہو گا کہ ابھی ظاہر نہیں حالانکہ وہ ظاہر ہے۔ تو لہٰذا ہر جگہ ذلت ہی ذلت ہونی چاہیے جب کہ نصوص قرآنیہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ اللہ کے رسول اور مومنین کے لئے عزت ہے ناچار آیات کریمہ سے ٹکراؤ سے بچنے کے لئے کوئی اور مناسب معنی کرنا ہو گا۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے ولی میں جب اللہ کی دی ہوئی عزت وعظمت چمکتی ہے تو اس کے مقابلہ کرنے والے جتنی دنیاوی عزت رکھتے ہوں اپنی عزت کھو کر ذلت کے گڑھے میں

۱......﴿''سورۃ الرحمن: الآیۃ ۷۸''﴾

گر جاتے ہیں یعنی مکتوب کی یہ عبارت انبیاء کی تو بات الگ ہے ولی کے لئے وہ پائیدار اور مضبوط عزت ثابت کر رہی ہے کہ اس کے مقابلے میں آنے والا ولی کا مخالف اپنی عزت کھو کر ذلت کی گہرائیوں میں جا گرتا ہے کیونکہ ولی کی عزت میں اللہ اپنی عزت ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے فرمایا "اصل عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنوں کے لئے لیکن منافق نہیں جانتے"، یعنی اللہ ہی کی عزت رسولوں اور مومنوں میں ظاہر ہے۔ منافقوں کا جب یہ عزت نظر نہیں آتی تو بے علمی کی وجہ سے ان لوگوں سے ٹکرا جاتے ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ کی عزت کا ظہور ہوتا ہے تو یہ عبارت ہماری تائید کر رہی ہے کہ نبی ولی کی عزت میں اللہ کی عزت ظاہر ہوتی ہے وہ کبھی تبدیل نہیں ہوتی ان کی عزت کو نہ ماننے والے ذلت کا شکار ہوتے ہیں۔

اس عبارت کا چھٹا جملہ "چوں وحدانیت او پردہ کبریاء از جمال بردارد وہمہ موجودات در بادیہ عدم منعدم شود" اور جس وقت واحدانیت اس کی بڑائی کے پردہ سے جمال دکھلائے تمام موجودات عالم عدم کے جنگل میں منعدم ہو جاویں" یہ جملہ تفصیل سے ہے پہلے جملے کی یعنی جب عارف کو اللہ تعالیٰ کی وحدت اور عظمت کے نور کا باطنی مشاہدہ ہوتا ہے (کیونکہ وہ ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا) تو عارف کی نگاہ میں صرف اس کا نور باقی رہتا ہے اور اس کے ماسوا اسے کچھ نظر نہیں آتا یعنی عارف اپنے خاص معرفت کے مقام میں اللہ تعالیٰ کی وہ تجلی دیکھتا ہے جسے دیکھنے کے بعد اسے تمام مخلوق معدوم نظر آتی ہے اور معدوم میں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

خلاصہ یہ کہ یہ تمام مکتوب ہمارے خلاف ہرگز نہیں بلکہ یہ مولوی عزیز الدین صاحب کے مقصد کے خلاف ہے۔

مخدوم بہاری کی پندرہویں عبارت کا جواب

"ایضاً مکتوب شصت و چہارم صفحہ ۲۴۰ میں فرماتے ہیں" اذا اراد اللہ بعبد خیرا ابصرہ بعیوب نفسہ چوں بہ بندہ نیکوئی خواہد علیہا اور ابدو باز نماید"" جس وقت اللہ تعالیٰ بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ بینا کرتا ہے اس کو اس کے نفس کے عیبوں پر" [1]

یہ عبارت مکتوب نمبر ۱۲ کے جواب میں گزر چکی ہے۔ لہٰذا اس کا جواب بھی وہی ہے جو وہاں گزرا۔

مخدوم بہاری کی سولہویں عبارت کا جواب

مکتوب نمبر ۸۱ صفحہ ۳۰۶ سے عربی عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے

"جس نے پہچانا اپنے نفس کو تو اس نے پہچان لیا اپنے رب کو یعنی جس نے پہچانا اپنے نفس کے فنا ہونے کو تو اس

[1] ......"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۶، ۶۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

نے پہچان لیا اپنے رب کے باقی رہنے کو اور بعضے کہتے ہیں جس نے پہچانا اپنے نفس کی عبودیت وبندگی کی ذلت کے ساتھ پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو اس کی ربوبیت کے ساتھ“ [1]

اس مکتوب کی اصل عربی عبارت جو مولوی صاحب نے دی ہے ذرا اس کو بھی ملاحظہ فرمالیں

”من عرف نفسه فقد عرف ربه اى من عرف نفسه بالفناء فقد عرفه رب بالبقاء وبعضے گفته اند من عرف نفسه بالمعبودية فقد عرف ربه بالعبودية“ [2]

فارسی عبارت میں کہیں بھی ذلت کا لفظ نہیں تھا۔لیکن مولوی صاحب نے یہاں اس عبارت کو رکھ دیا تا کہ اپنا مقصد ثابت کر سکے جب کہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ بندے کا اللہ کے لئے عبودیت کا اظہار عزت ہے۔ذلت نہیں۔حدیث میں گزر چکا ہے جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے سر جھکا تا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سر کو بلند فرماتا ہے۔لہٰذا یہ ترجمہ اور پھر اس سے انبیاء علیھم السلام اور اولیاء کرام کے لئے ذلت ماننا غلط اور باطل ہے۔اور اسی طرح اپنے آپ کو پہچاننا اپنے رب کو پہنچاننا ہے اس سے بھی ذلت ثابت نہیں ہوتی۔بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب عارف اپنے آپ کے عبد ہونے کو پہچانتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس کو پہچان نصیب ہوتی ہے۔اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بندے میں اللہ تعالیٰ کی معبودیت کے جلوے نظر آنے لگتے ہیں تو جو بھی اُسے دیکھتا ہے بے ساختہ اپنے منہ سے اللہ کی معبودیت کا اقرار کرتا ہے۔چونکہ یہ جذبہ اُسے اس بندے کو دیکھنے سے ملا ہے اس لئے اس بندے کی عظمت سے اس کا دل مملوء ہو جاتا ہے اس لئے اس کے مقابلے میں آنے والے تمام لوگ اسے ہیچ نظر آتے ہیں۔اس عبارت سے بھی عارفوں کی عزت غیر عارفین پر ثابت ہوتی ہے۔

الغرض ان تمام عبارات کا کوئی تعلق مولوی عزیز الدین صاحب کی تائید سے ہرگز نہیں۔بہت سی عبارتیں اصل مضمون سے قطعاً غیر متعلق ہیں اور جو کچھ متعلق ہیں وہ ہمارے مطلب کی تائید کر رہی ہیں اور عارفین اولیاء اللہ کو دیگر مخلوق سے بلند وبالا ظاہر کر رہی ہیں مولوی صاحب دیکھیں ان کا دہلوی امام لکھ رہا ہے کہ

”چنانچہ بعضے درگاہوں پر شیر حاضر ہوتے ہیں اور بعضے پر ہاتھی اور بعضے پر بھیڑیئے..........“ [3]

---

[1]......﴿”اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان“(حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۷۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2]......﴿”اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان“(حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۷۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[3]......﴿”تقویۃ الایمان“(شاہ اسماعیل دہلوی التوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۶۱۔مطبوعہ فاروقی دہلی (قدیم)﴾

☆......﴿”تقویۃ الایمان“(شاہ اسماعیل دہلوی التوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۱۲۹۔مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ﴾

☆......﴿”تقویۃ الایمان“(شاہ اسماعیل دہلوی التوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۱۱۱۔مطبوعہ اہل حدیث اکادمی لاہور﴾

☆......﴿”تقویۃ الایمان“(شاہ اسماعیل دہلوی التوفی ۱۲۴۶ھ) صفحہ ۸۸۔مطبوعہ قرآن محل کراچی﴾

شیروں یا جنگلی جانوروں کا کسی کے پاس آنا اگرچہ اس کے معبود ہونے کو ظاہر نہیں کرتا۔ اور یہی ہمارا ایمان ہے لیکن اگر عقل کی آنکھ اندھی نہ ہو تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ وحشی جانور اللہ کے حکم سے جس کے آگے جھک رہے ہیں اُسے اللہ نے باقی مخلوق سے زیادہ عزت والا کر دیا ہے۔

حضرت شیخ شرف الدین منیری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات سے پیدا کیے گئے تمام شکوک وشبہات کا جواب دے دیا گیا اب ان تمام عبارات کا عکس ملاحظہ فرمالیں۔

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۶۱، ۶۲، ۶۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[illegible] ہے۔

علی ہٰذا حضرت شیخ [illegible] ہند شرف الدین یحییٰ منیریؒ ہمعصر شیخ نظام الدین اولیاء دہلویؒ تین کے محامد و اوصاف کی تفصیل "اخبار الاخیار ص[illegible]" میں بکمال بسط مرقوم ہے، اپنے مکتوب حصہ اول ص۱۲ میں فرماتے ہیں:-

من کان یرید العزۃ فان العزۃ للہ —
جیعًا چوں میں مرید از دنیا درگذرد بدرجات آخرت ہم قناعت نکند و ہرچہ در راہ وے پیش آید جز مراد و مقصود ہمہ را زنار و بت را و خود شمرد۔

"جو کوئی چاہے عزت، تو اللہ کے لیے ہے عزت ساری جو یہ طالب دنیا سے گزرے درجات آخرت میں بھی قناعت نہ کرے اور جو کچھ اس کی راہ میں پیش آئے سوائے مراد اور مقصود کے تمام کو زنار اور بت اپنی راہ میں شمار کرے۔"

اور مکتوب ہشتم ص۴۳ میں فرماتے ہیں:-

یکے از ایشاں گفتہ است کہ بت اندر عالم بسیار است یکے از آنہا کرامت ست تا کافراں بہ بت تعلق کنند اعداء باشند چوں از بت تبرا کنند اولیاء گردند بت عارفاں کرامت اگر با کرامت بیارامند محجوب و معزول گردانند و اگر از کرامت تبرا کنند مقرب و موصول گردند۔

"منجملہ عارفین کے ایک نے فرمایا ہے کہ بت عالم کے اندر بہت ہیں منجملہ بتوں کی ایک کرامت ہے جب تک کفار بتوں کے ساتھ تعلق رکھیں دشمن رب رہتے ہیں جب بت سے بیزاری کریں اولیاء ٹھہریں، عارفوں کا بت کرامت ہے اگر کرامت کے ساتھ مطمئن ہو جاویں محجوب اور معزول ہو جاویں، اور اگر کرامت سے بیزاری ظاہر کریں مقرب اور واصل الی اللہ ہو جاویں۔"

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۶۲، ۶۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

نیز مکتوب چہل و پنجم کشوری ص۱۶۰ میں فرماتے ہیں:-

اول معرفت اینست کہ جملہ آفرینش را مقہور و عاجز و اسیر بیند و نسبت خویش از ہمہ قطع کند۔

"اول معرفت حق تعالیٰ کی یہ ہے کہ جملہ مخلوقات کو سب زیادہ حقیر عاجز اور قیدی دیکھے اور نسبت اپنی تمام سے قطع کرے۔"

نیز مکتوب پنجاہ و ششم ص۱۵۵ فرماتے ہیں:-

اگر دنیا و آخرت ہزار بار پیش او آرند بگوشہ چشم ننگرد و ہرچہ تام چیزے بروانخند بت و زنار تصور کند و کارہائے صعب بروے آسان گردد و دشوار بر طبع آدمی جز بے تعلقی و بے چیزی و تنہائی نیست، کہ ایں صفت مردہ است نہ زندہ پس ایں بکشتن نفس حاصل شود۔

"اگر دنیا اور آخرت ہزار بار عارف کے آگے لائیں اور نگاہ بھی ان کی طرف نہ پھیرے اور جو کچھ غیر کا نام اس کے سامنے آوے بت اور زنار تصور کرے اور بڑے مشکل کام اس پر آسان ہو جاویں، اور دشوار آدمی کی طبیعت پر سوائے بے تعلقی اور بے شئی اور تنہائی کے نہیں ہے، کہ یہ صفت مردہ ہے نہ زندہ پس یہ نفس کے مارنے سے حاصل ہوتی ہے۔"

فوٹو حوالہ ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۶۴، ۷۶۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

نیز مکتوب نہم جرالی حصہ دوم صفحہ ۲۳ میں فرماتے ہیں :۔

نقل است کہ چوں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بلال غلام مغیرہ رضی اللہ عنہ بدیدے۔ پیش آمدے وگفتے یا بلال محمد را دعا کن چوں بلال دردعا شدے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آمین گفتندے ؂

یقین میدان کہ شیران شکاری
دریں راہ خواستند ازمور یاری

"نقل ہے کہ جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال غلام مغیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا سامنے تشریف لائے۔ فرمایا اے بلال محمد کے لیے دعا کر جب بلال دعا میں مشغول پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے تھے ؂

یقین جان کہ شیروں سے شکاری اس راہ میں
چیونٹیوں سے یاری چاہتے ہیں"

نیز صفحہ ۲۶۱ میں فرماتے ہیں :۔

اجماع اہل طریقت است کہ ہر کہ خود را از فرعون ذرہ بہتر داند ہنوز در نظر ایں طائفہ متکبر است وخود پرست۔

"اہل طریقت کا اجماع ہے کہ جو اپنے کو فرعون سے ذرہ بہتر جانے وہ ہنوز اس گروہ طریقت کی نظر میں مغرور ہے اور خود پرست"

نیز مکتوب شانزدہم صفحہ ۳۴۶ میں فرماتے ہیں :۔

آنکہ تاج لولاک لما خلقت الافلاک بر سر داردو قبائے قاب قوسین او ادنیٰ در بر فریاد ونالہ او اینست یالیت رب محمد لم یخلق محمدا

"آپ نے علیہ الصلوٰۃ والسلام تاج لولاک لما خلقت الافلاک سر پر رکھا اور قبائے قاب قوسین او ادنیٰ سے سرفراز ہوئے باوجود اس کے فریاد ونالہ آپ کا یہ ہے اے کاش پروردگار محمد کا محمد کو پیدا نہ کرتا۔"

اے کاش پروردگار محمد محمد را نیافریدے

نیز مکتوب چہل وپنجم صفحہ ۴۳۴ میں فرماتے ہیں :۔

گویند چوں سلطان انبیاء واولیاء صلوٰۃ اللہ علیہ از تبلیغ رسالت فارغ شدے کمر عصمت باز کردے وکلاہ نبوت از سر نہادے وزبان عجز وبیچارگی بر کشادے وگفتے عظیم ولا یغفر الذنب الا الرب العظیم اللھم اجعلنی من عتقائک وطلقائک

"کہتے ہیں جب سلطان انبیاء اور اولیاء صلوٰۃ اللہ علیہ تبلیغ رسالت سے فارغ ہوتے، کمر عصمت کھول چکتے اور کلاہ نبوت سر مبارک پر رکھ دیتے اور زبان عجز وبیچارگی کی کھولتے اور کہتے میرے گناہ بڑے ہیں اور نہیں مغفرت کرتا بڑے گناہوں کی مگر پروردگار عظیم اے اللہ کر دے مجھے بری کئے گیوں میں سے اور

د محمد ر یک من النار ۔ ۔ ۔ ۔ دراں ساعت مقربان آسمان وصدیقان زمین دل از نجات خود برداشتندے۔

چھٹکارہ پانے والوں میں سے اور دوزخ سے آزاد کئے گئے ہوں سے اس گھڑی مقربان آسمان اور صدیقان زمین کے دل اپنی نجات سے مجبور ہو جاتے ہیں"

نیز مکتوب شصتم صفحہ ۴۳۲ میں فرماتے ہیں :۔

از صدیق اکبر نقل است کہ گفتہ اند کہ امید من بجائے رسیدہ است اگر فردائے قیامت ندا برآید کہ امروز در بہشت نرود مگر یک کس من دانم کہ آں منم وخوف من بجائے رسیدہ است اگر فردائے قیامت ندا برآید کہ امروز در دوزخ نرود مگر یک کس من دانم کہ آں یک کس منم۔

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل ہے فرماتے تھے کہ باری تعالیٰ جل جلالہ کی شان نرالی ہے بے پروائی پر نظر رکھتے ہوئے میری امید اس مقام پر پہنچی ہوئی ہے اگر کل قیامت میں ندا آئے کہ آج کے دن بہشت میں نہ جائے گا مگر ایک شخص ہی جانونگا کہ وہ میں ہوں اور خوف میرا اتنا ہے اگر کل قیامت میں ندا آئے کہ آج کے دن دوزخ میں نہ جائے گا مگر ایک شخص میں جانونگا کہ وہ ایک شخص میں ہوں"

ایضاً فرماتے ہیں :۔

اگر ہمہ عالم بصدق صدیق اکبر گردد خدا را نیفزاید فی ملکہ شیئا۔ واگر ہمہ عالم بدعوئے انا ربکم الاعلیٰ چوں فرعون گردند لا ینقص من ملکہ شیئ۔

"اگر تمام عالم سچائی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہو جائے نہ زیادہ کر سکے حق تعالیٰ عزوشانہ کی ملک میں کوئی چیز بھی اور اگر تمام جہان مانند دعوئے انا ربکم الاعلیٰ مانند فرعون کے ہو جاوے نہ نقصان پہنچا سکے اس کی ملک میں کچھ بھی"

ایضاً مکتوب سی وہشتم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۱۳۵ میں فرماتے ہیں :۔

اے برادر عزاز ہمہ عزہا را قمعت ذل کشیدہ است وجلال او ہمہ جاہا را داغ صغار بر نہادہ کمال او ہمہ کمالہا را رقم نقصان زدہ ہستی او ہمہ ہستی ہا را خط نیستی کشیدہ الہیت او ہمہ عالم را لباس بندگی وسرافگندگی پوشانیدہ چشم بکشائے دحسرت آدم بین وفریاد نوح بشنو وبے کامی خلیل بین وحدیث مصیبت یعقوب بشنو جاونداں یوسف ما بر و بین

"اے برادر اس کی عزت نے تمام عزتوں کے رسے کو ذلت میں کھینچ دیا ہے اور اس کے جلال وعظمت نے تمام بزرگیوں پر داغ چھوٹائی کا رکھ دیا اس کے کمال نے تمام کمالوں کو نشانہ نقصان کا لگا دیا ہے اس کی ہستی نے تمام ہستیوں پر نیستی کا خط کھینچ دیا اس کی معبوریت نے تمام جہان کو لباس غلامی اور عاجزی کا پہنا دیا آنکھ کھول اور حسرت آدم علیہ السلام کی دیکھ اور فریاد نوح علیہ السلام کی سن اور لاچاری بے بسی ابراہیم علیہ السلام کی دیکھ اور بات مصیبت یعقوب

فوٹو حوالہ ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۶۶، ۷۶۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

نفس کے عیبوں پر"

خواہد عیبہا او را بدو باز نماید۔

ایضاً مکتوب ہشتاد ویکم صفحہ ۳۰۶ میں فرماتے ہیں :۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ای من عرف نفسہ بالفناء فقد عرف ربہ بالبقاء وبعضے گفتہ اند من عرف نفسہ بالمعبودیۃ فقد عرف ربہ بالعبودیۃ۔

"جس نے پہچانا اپنے نفس کو تو اس نے پہچان لیا اپنے رب کو یعنی جس نے پہچانا اپنے نفس کے فنا ہونے کو تو اس نے پہچان لیا اپنے رب کے باقی رہنے کو اور بعضے کہتے ہیں جس نے پہچانا اپنے نفس کو عبودیت وبندگی کی ذلت کے ساتھ پہچان لیا اس نے اپنے رب کو اس کی ربوبیت کے ساتھ"

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان''صفحہ ۶۶،۷۶،۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

واے بر فرق زکریا گرد تیغ بر گردن یحییٰ بن و بگر سوختہ و دل کباب گشتہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و علیہم اجمعین م بین مریز خوان کل شیء ہالک الا وجہہ و السلام۔

[illegible]

ایضاً مکتوب چہل و ہشتم صـ۱۲۱ میں فرماتے ہیں۔

چون خدائے عزوجل بندہ را نیکی خواہد اورا بیبیہ نے نفس خود بینا گرداند۔

[illegible]

ایضاً مکتوب چہل و نہم صـ۱۲۱ میں فرماتے ہیں۔

اے برادر خدائے را یوسف ہا لیجا بسیار اندر لیلے و مجنون بے شمار اما مرا وزا چشم آن نیست کہ بینم۔

[illegible]

ایضاً مکتوب پنجاہ و یکم صـ۱۲۶ میں فرماتے ہیں۔

[illegible]

ایضاً مکتوب شصت و چہارم صـ۲۳۲ میں فرماتے ہیں۔

اذا اراد اللہ بعبد خیرا البصرہ ... بعیوب نفسہ۔ [illegible]

[illegible]

شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مکتوبات

مولوی عزیز الدین صاحب نے مکتوب کی پہلی عبارت جو پیش کی ہے وہ مکتوبات قدوسی مکتوب نمبر ۱۵۹ صفحہ ۳۱۳ کے حوالہ سے ہے

''انہ عبد ذلیل والرب رب جلیل سرگردانی در مقام عبودیت وذل کو در مقابلہ عالم ربوبیت ہمہ راست بر طریق عموم انبیاء و اولیاء ہمہ حیران سرگردان اند'' ''بے شک وہ بندہ ذلیل ہے اور رب بزرگی والا، سرگردانی مقام عبودیت میں اور ذلیل ہونا وجود کا عالم ربوبیت کے مقابلے میں سب سچ ہے بطریقہ عموم کے انبیاء اور اولیاء تمام حیران و پریشان ہیں۔'' [1]

جواب

مولوی صاحب نے مکمل عبارت نہیں دی ورنہ بات واضح تھی۔ مکتوبات قدوسی کوئی متداول کتاب نہیں ہے نہ ہی وہ عام دستیاب ہوتی ہے۔ بڑی مشکل سے ہمیں ایک اردو ترجمہ دستیاب ہوا جو ''بزم اتحاد المسلمین لاہور'' نے شائع کیا اور سال طبع رجب ۱۴۱۲ھ ہے۔ اس میں درج اس مضمون کا مکمل پیرا پیش خدمت ہے۔

''اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ نزدیکوں کو حیرانی زیادہ ہوتی ہے (یعنی مقرب بارگاہ زیادہ پریشان رہتے ہیں)

[1]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان''(حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

والمخلصون علی خطر العظیم (مخلص لوگ بڑے خطرے میں ہوتے ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ نزدیکاں ومخلصاں اگرچہ حق تعالیٰ کے قرب میں ہوتے ہیں ان کی حیرانی اور خطر وخوف مقام عبودیت میں حق تعالیٰ کی عظمت والوہیت سے ہوتا ہے قرب اور وصال کی وجہ سے سرگرداں وحیران نہیں ہوتے کیونکہ قرب ووصال حق میں تو دائمی تسکین اور تمکین ہے جہاں نہ کوئی قلق (دکھ) ہے نہ شک کیونکہ قلق اور شکوک سب عالم کون ومکان کا خاصہ ہے اور واصل باللہ حضرات کا مقام کون ومکان سے بالاتر ہے۔ طالبین جیسی حیرانی وسرگردانی ان کو لاحق نہیں ہوتی اس کے باوجود عبد ذلیل والرب جلیل (بندہ ذلیل ہے اور رب تعالیٰ عظیم الشان ہے) حق ہے۔ کیونکہ رب جلیل کی عظمت کے سامنے بندہ عبد کی عبودیت ہے۔ اس لحاظ سے تمام انبیاء واولیاء حیران وسرگردان ہوتے ہیں یہ اور بات ہے۔ اور عالم وصول (وصال) اور بات ہے عالم وصال میں تمام قرار اور تسکین ہے نہ شک ہے نہ خوف۔ ہاں کاملین اپنے کمال کی وجہ سے ہروقت تشنگی محسوس کرتے ہیں۔ جس قدر شراب وصل وشہود کے پیالے پیتے ہیں۔ سیر نہیں ہوتے اور "رب ارنی انظر الیك" کے نعرے لگاتے ہیں یہ عرفان حالی ہے اور وجدانی ہے نہ کہ لسانی اور قالی لیکن افسوس کہ اہل ظاہر کی خیر نہیں ہوتی اور نہ وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں الخ" [1]

یہ عبارت اگرچہ ایک ایسے صاحب حال بزرگ کی ہے جو کہ اس مکتوب کے اول میں خود لکھ رہے ہیں۔

"میری زبان بند کردی گئی ہے اگر کچھ پڑھتا ہوں تو قبض (روحانی بندش) ہوجاتی ہے۔ پڑھنا دشوار ہوگیا ہے کچھ پڑھتا ہوں تو بھول جاتا ہوں" [2]

اگرچہ شیخ سے اپنی روحانی کیفیت بتارہے ہیں جس کا نام وہ قبض رکھ رہے ہیں لیکن اگر کوئی شخص جسمانی طور پر رنج والم میں ہو اور اس کی وجہ سے پریشانی لاحق ہو۔ اس کے کلام کے نوک و پلک بھی سنورے ہوئے نہیں اس لیے یہ بات آسانی سے سمجھ آسکتی ہے کہ ہمیں ان کے الفاظ پر غور نہیں کرنا بلکہ مجموعی معانی کو دیکھنا ہے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں چنانچہ اوپر کی عبارت واضح طور پر بتارہی ہے کہ اللہ کا ولی جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے مقام الوہیت کے پیش نظر کرتا ہے وہ اپنے آپ میں یہ محسوس کرتا ہے اور یہ بطریق تواضع سوچتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ نہیں ہوں اس وقت وہ اپنے لئے خود عبد ذلیل کا اطلاق کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ذلت نہیں ہوتی جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنے قرب ووصال کی طرف توجہ دلاتا ہے اس کی ساری پریشانی دور ہوجاتی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو ذلیل سمجھتا ہے اللہ کے ہاں وہ ذلیل نہیں ہوتا۔ بلکہ ذرا بھر بھی اسے پریشانی نہیں ہوتی۔

---

[1] ..... «"مکتوبات قدوسی" (اردو) (قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی مترجم واحد بخش سیال) مکتوب نمبر ۱۵۹ صفحہ ۷۰، ۷۱۔ مطبوعہ لاہور»

[2] ..... «"مکتوبات قدوسی" (اردو) (قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی مترجم واحد بخش سیال) مکتوب نمبر ۱۵۹ صفحہ ۷۰۔ مطبوعہ لاہور»

سوال یہ ہے کہ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تسکین کے باوجود اس پریشان حالی میں کیوں مبتلاء ہوتا ہے؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ کاملین اپنے کمال کی وجہ سے ہر وقت پیاس محسوس کرتے ہیں اور ہر وقت اپنے آپ کو خالی محسوس کرتے ہیں پھر سوال یہ ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ وہی لوگ جان سکتے ہیں جو اپنے باطن میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاتے ہیں اور معرفت کے کمال کو پہنچتے ہیں۔ ظاہر بین حضرات کو اس کی خبر نہیں۔ نہ انہیں کو سمجھائی جا سکتی ہے اور نہ وہ سمجھ سکتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ یہ کلام صوفیاء کی ایک خاص اصطلاح پر آ رہا ہے اسے عام لغوی معنی میں رکھنے سے صاحب مکتوب کے مطلب کی نشاندہی نہیں ہو سکتی ان کا مطلب فقط اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی اور ولی کی روز بروز اپنے مقرب ہونے کی وجہ سے عزت بڑھاتا جاتا ہے لیکن جتنا اس کی عزت بڑھتی ہے وہ اتنا ہی اپنے آپ کو نیچا ظاہر کرتا ہے اور اتنا ہی تواضع زیادہ کرتا ہے کئی بار پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کسی بزرگ کا اپنے آپ کو بطریق تواضع ذلیل کہنا اور ہے اور اللہ کے نزدیک اس کا ذلیل ہونا اور ہے۔ اپنے کہنے میں اور فی الواقع ہونے میں بڑا فرق ہے اس لئے ایسے لوگوں کو واقعی ذلیل ماننا مولوی عزیز الدین صاحب اور ان کے پیشواؤں کا کام تو ہو سکتا ہے مؤمنین اس سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ بار بار فرمارہے ہیں کہ مقام قرب وصال میں ہوتے ہیں اور فی الواقع ان کو کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی۔

فوٹو حوالہ ﴿"مکتوبات قدوسی" (اردو) مکتوب نمبر ۱۵۹ صفحہ ۲۰، ۱۹۷۷ء۔ مطبوعہ لاہور﴾

اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ نزدیکوں کو حیرانی زیادہ ہوتی ہے (یعنی مقرب بارگاہ زیادہ پریشان رہتے ہیں۔) وَالْمُخْلِصُوْنَ عَلٰی خَطَرٍ العظیم (مخلص لوگ بڑے خطرے میں ہوتے ہیں) اسکا مطلب یہ ہے کہ نزدیکان و مخلصان اگرچہ حق تعالیٰ کے قرب میں ہوتے ہیں انکی حیرانی اور خطرہ و خوف مقام عبودیت میں حق تعالیٰ کی عظمت اور الوہیت کی وجہ سے ہوتا ہے قرب اور وصال کی وجہ سے سرگردان و حیران نہیں ہوتے کیونکہ قرب و وصال حق میں تو دائمی تسکین اور تمکین ہے جہاں نہ کوئی قلق (دکھ) ہے نہ شک۔ کیونکہ قلق اور شکوک سب عالم کون و مکان کا خاصہ ہے اور واصل باللہ حضرات کا مقام کون و مکان سے بالاتر ہے طالبین جیسی حیرانی و سرگردانی انکو لاحق نہیں ہوتی۔ انکے باوجود عبد ذلیل و رب جلیل (بندہ ذلیل ہے اور رب تعالیٰ عظیم الشان ہے) حق ہے کیونکہ رب جلیل کی عظمت کے سامنے بندہ عبد کی عبودیت ہے اس لحاظ سے تمام انبیاء و اولیاء حیران و سرگردان ہوتے ہیں یہ اور بات ہے۔ اور عالم وصول (وصال) اور بات ہے۔ عالم وصال میں تمام قرار اور تسکین ہے نہ شک ہے نہ خوف۔ ہاں کاملین اپنے کمال کی وجہ سے ہر وقت تشنگی محسوس کرتے ہیں۔ جسقدر شراب وصل و شہود کے پیالے پیتے ہیں سیر نہیں ہوتے اور رب ارنی انظر الیک کے نعرے لگاتے ہیں۔ یہ عرفان حالی اور وجدانی ہے نہ لسانی اور قالی۔ لیکن افسوس کہ اہل ظاہر کو احساسات کی خبر نہیں ہوتی نہ وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ یہ بات ان حضرات کا خاصہ ہے جو شراب غیب نوش کرتے ہیں اور عالم اسرار میں بسر کرتے ہیں ۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ عربی عبارت میں تھا "انہ عبد ذلیل والرب رب جلیل" نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھنے والے طلباء پر جو اہل سنت کے مدارس میں پڑھتے ہیں یہ بات واضح ہے کلمہ "انہ" میں اگر پہلے کوئی ایسی چیز مذکور نہ جس کی جانب ضمیر لوٹ رہی ہو تو پھر اس کا ترجمہ وہ سے نہیں کرتے بلکہ اسے ضمیر شان کہتے ہیں اور یہ اگلے جملہ کی تاکید کے لئے آتی ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا

''اِنَّہٗ مَن یَّاْتِ رَبَّہٗ مُجرِمًا'' جو کوئی اپنے پروردگار کے پاس مجرمانہ وضع میں آئے گا۔ [1]

لیکن مولوی صاحب جس مدرسہ میں پڑھتے ہیں اس کو داد دیجئے کہ وہ اس طرح ترجمہ کرتے ہیں ''بے شک وہ بندہ ذلیل ہے اور رب بزرگی والا'' حالانکہ انہیں یوں ترجمہ کرنا چاہیے تھا ''کہ بے شک شان یہ ہے کہ بندہ ذلیل ہے'' یا یوں ترجمہ کرتے ''بے شک بات یہ ہے'' یا یوں لکھتے ''بے شک بندہ ذلیل ہے'' لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر قواعدِ نحو کو نظر انداز کیا ہو اور مقصد یہ ہو کہ جب ''وہ'' کا لفظ لکھا جائے گا تو پڑھنے والے کی سمجھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گے۔ حالانکہ عبارت کے کسی گوشے میں بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ نہیں ملتا۔ لیکن یہ قوم آیات قرآنیہ، احادیث اور عبارات کو کبھی لفظاً اور معناً بدل لیتی ہے پھر یہ کہ مولوی صاحب نے یہ جملہ ''انہ'' سے شروع کیا ہے اور پیرے میں سے اس عبارت کا پہلے والا حصہ اور اس عبارت کے بعد والا حصہ ترک کر دیا ہے صرف اس لئے کہ اس سے بات واضح ہو رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں مقام قرب وصال میں نہ کوئی پریشانی دیتا ہے اور نہ ان کی ذات کے بارے میں کوئی شک دیتا ہے یعنی عزت ہی عزت دیتا ہے لیکن وہ خود اپنی ذات میں تواضع اور تذلل سے کام لیتے ہیں۔ ایک واضح بات کو آگے پیچھے سے کاٹ کر غلط معنی مراد لے لیا جیسے کوئی قرآن سے ''لَا تَقرَبُوا الصَّلٰوۃَ'' سے لے اور باقی کو چھوڑ دے۔

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

مکتوبات قدوسی کی دوسری عبارت کا جواب

مکتوبات قدوسی کے مکتوب نمبر ۱۶۵ صفحہ ۳۳۰ سے عبارت لائے ہیں۔ فارسی اور اردو درج ذیل ہے

''غایت آنکہ بندہ کہ خود را مے یابد ذلیل مے یابد و جلیل کہ جلیل خدا است و بندہ ذلیل، ذلیل آں بود کہ بجمیع وجود و بکلیت خود محتاج جلیل بود و ہماں جلیل بود و جز اسمی نہ ذلیل بود و سرور ذلیلان در معرفت جلیل سرور انبیاء است دریں ذکر وقتے از فکر و مشاہدہ کردم ذل حضرت رسالت علیہ السلام بحضرت خدائے تعالیٰ کہ او راست دانستم کہ امین ست و ما ینطق عن الھوی ہمیں است'' ''انتہاء یہ ہے کہ بندہ جب اپنی حقیقت جانے گا تو اپنے آپ کو ذلیل پاوے گا اور بزرگ کہ بزرگ اللہ ہی ہے، اور بندہ ذلیل اس لیے ہوتا ہے کہ اپنے تمام وجود کے ساتھ محتاج جلیل کا ہوتا ہے اور ہی جلیل ہوتا ہے اور سوائے شرکت اسمی وجود کے بندہ کو وجود بجز ذلیل ہونے کے نہیں ہے۔ اور سردار ذلیلوں کا معرفت رب جلیل میں سرور انبیاء کا ہے اس ذکر میں جس وقت میں فکر و مشاہدہ سے متوجہ ہوتا ہوں ذلت حضرت رسالت علیہ السلام کو بمقابلہ حضرت خدائے تعالیٰ کے کہ اس کو سچ جانتا

---

[1] ......﴿''سورۃ طٰہٰ: الآیۃ ۷۴'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امانت دار ہیں و ماینطق عن الھوی کے یہی معنی ہیں" [1]

مولوی عزیز الدین صاحب نے بھی اس عبارت میں ایک بڑے پیرے کو کاٹ کر اک مختصر حصہ لکھا کیونکہ پوری عبارت ان کا منہ چڑا رہی تھی لیکن تقدیر خداوندی سے جو انہوں نے لکھا وہ بھی ان کے خلاف بول رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا کہ

"بندہ جب اپنی حقیقت جانے گا تو اپنے آپ کو ذلیل پاوے گا اور بزرگ"

یعنی صاحب مکتوب یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ صوفیاء جو یہ کہتے ہیں کہ "جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا" اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جب اپنی پہچان کی انتہاء پر پہنچتا ہے تو اپنے آپ کو ذلیل بھی پاتا ہے اور جلیل (عزت والا بزرگ) بھی دراصل جلیل تو خدا ہے اور ذلیل ہونا خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ بندہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ آگے اس بات کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"ذلیل آں بود کہ بجمیع وجود و بکلیت خود محتاج جلیل بود و ہماں جلیل بود و جز اسمی نہ ذلیل بود"

اس عبارت کے ترجمہ میں مولوی صاحب نے تحریف سے کام لیا ہے پہلا جملہ ہے "ذلیل آں بود" سینوں کے مدارس میں پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں کہ "آں" کا معنی "وہ" ہوتا ہے "اس لئے" نہیں ہوتا لیکن مولوی صاحب نے لکھا "ذلیل اس لیے ہوتا ہے" صحیح ترجمہ یوں ہوگا "ذلیل وہ ہوتا ہے کہ اپنے تمام وجود کے ساتھ محتاج جلیل کا ہوتا ہے اور وہی جلیل ہوتا ہے" اس کے بعد فارسی جملہ یہ تھا "و جز اسمے نہ ذلیل بود" مولوی صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا "اور سوائے شرکت اسمی وجود کے بندہ کا وجود بجز ذلیل ہونے کے نہیں ہے" حالانکہ مدارس کے بچے بھی جانتے ہیں کہ جز اور بجز کا معنی "سوائے" ہوتا ہے لیکن عبارت چونکہ مولوی صاحب کا گلا کاٹ رہی تھی اس لیے انہوں نے عبارت میں تحریف کی ٹھانی اور بجز کا لفظ دو دفعہ لے آئے اور "شرکت اسمی کہ وجود بندہ کا وجود" یہ اپنی طرف سے بڑھا دیئے۔ حالانکہ صحیح ترجمہ صرف اتنا تھا

"اور (ایسا شخص) سوائے نام کے ذلیل نہیں ہوتا۔"

شیخ اس جملے میں واضح فرما رہے ہیں کہ عارف اپنے نفس کی معرفت کے آخر تک پہنچ کر جب جلیل اور عزت والا بزرگ بن جاتا ہے تو وہ صرف نام کا ذلیل رہتا ہے۔ حقیقۃً ذلیل نہیں ہوتا پھر یہ عبارت مولوی صاحب کے حق میں کیسے رہی یہ تو ان کے خلاف ہے عبارت کہہ رہی ہے ذلیل نہیں ہوتا اور یہ کہہ رہے ہیں ذلیل ہے عبارت کہہ رہی ہے ہم نے صرف ذلیل کا لفظ بولا ہے اس کے عام معنی کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں یہاں پر اس لفظ ذلیل کی تشریح کے لئے اس مکتوب (جس کا مضمون مولوی صاحب مذکورہ نے پیش کیا مکتوب نمبر ۱۶۵) میں اول و آخر جو کلام پیش کیا گیا اس میں یہ لکھا ہوا ہے

[1] ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۷، ۶۸، ۶۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

''کسی نے خوب کہا ہے۔

بندۂ جائے رسد کہ محو شود　　　بعد ازاں کار جز خدائی نیست

او نہ شوی لیکن جائے رسی کہ توئی از تو برخیزد وبا تو ہیچ دوئی نیامیزد وایں رایگانی گویند وکمال عارفاں جویند'' [1]

بندہ اُس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ مٹ جاتا ہے (اللہ تعالیٰ کی محبت اور طلب میں فنا ہو جاتا ہے) اس کے بعد کام سوائے خدا ہونے کے نہیں ہے یعنی بندہ مقام فناء میں جب خود نہیں رہتا حالانکہ اس دنیا میں وہ خود ہوتا ہے تو پھر خدا ہی خدا ہوتا ہے۔ یعنی بندہ مقام فناء میں جب خود نہیں رہتا حالانکہ اس دنیا میں وہ خود ہوتا ہے تو پھر خدا ہی خدا ہوتا ہے یعنی اس میں سے خدا ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں ''خوش گفت رباعی

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی　　　تاکس نہ گوید بعد ازیں تو دیگری من دیگرم

انا الحق و سبحانی مرداں راایں جاءاست واگر گواہ می طلبی ایں بخواہ ان الحق ینطق علی لسان عمر'' [2]

یعنی کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا کہ میں تو ہو گیا تو میں ہو گیا میں تن ہو گیا تو روح ہو گیا تا کہ اس کے بعد کوئی نہ کہے تو اور ہے میں اور ہوں۔ (پھر لکھتے ہیں) انا الحق و سبحانی جو مردان راہ خدا نے کہا ہے یہی مقام ہے اگر گواہ چاہتے ہو یہ پڑھو بے شک حق تعالیٰ عمر کی زبان پر بولتا ہے۔

فوٹو حوالہ ﴿''مکتوبات قدوسی'' (اردو) مکتوب نمبر ۱۶۵ صفحہ ۱۵۱-۷ مطبوعہ لاہور﴾

درویش بے خویش بخدا رسیدہ جز خدا نیست چرا کہ جز خدا خدا
نیست۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎
بندۂ جائے رسد کہ محو شود　　　بعد ازاں کار جز خدائی نیست
او نشوی لیکن جائے رسی کہ توئی تو از تو برخیزد و با تو ہیچ دوئی نیامیزد۔
و ایں را یگانگی گویند و کمال عارفاں جویند۔ خوش گفت　رباعی:۔
من تو شدم تو من شدی　　　من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں　　　تو دیگری من دیگرم
انا الحق و سبحانی مرداں را اینجا است۔ و اگر گواہ مے طلبی یہ پڑھو:۔
اِنَّ الحق لینطق علی لسانِ العمر۔ ہمہ مے شنوی بشنو بشنو اگر توانی شنید
ولی یگانہ است و بہانہ است جز خدا نہ باد ترانہ است [illegible]

مزید اضافہ

صاحب مکتوب نے اس مقام پر یہ بتانا ہے کہ نبی اور ولی پر ایک مقام وہ آتا ہے کہ جب اُس کی زبان پر رب العالمین اس طرح کلام فرماتا ہے۔ جس طرح طور کے درخت سے موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا فرماتے وقت کلام فرمایا

[1]......﴿''مکتوبات قدوسی'' (اردو) (قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی مترجم واحد بخش سیال) مکتوب نمبر ۱۵۶۔ صفحہ ۱۵۱-۷۔ مطبوعہ لاہور﴾

[2]......﴿''مکتوبات قدوسی'' (اردو) (قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی مترجم واحد بخش سیال) مکتوب نمبر ۱۵۶۔ صفحہ ۱۵۱-۷۔ مطبوعہ لاہور﴾

''اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ'' بے شک میں اللہ رب العالمین ہوں ۱؎

حدیث مبارکہ ہے ''فان اللہ تعالی قال علی لسان نبیہ صلی اللہ وعلیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ'' ۲؎ اپنے بندے محمد علیہ صلی اللہ وسلم کی زبان پر اللہ نے خود کلام فرمایا سمع اللہ لمن حمدہ سن لیا اللہ نے ہر اس شخص کی بات جس نے اس کی حمد کی۔

نیز بخاری شریف میں ہے بندے پر ایک مقام وہ آتا ہے کہ اللہ فرماتا ہے میں اُسے محبوب بنالیتا ہوں جب میں اُسے اپنا محبوب بنالوں ''فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصرہ ویدہ التی یبطش بھا'' تو میں اس کے سننے کی قوت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی بینائی بن جاتا ہو جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہو جس سے وہ پکڑتا ہے۔ پھر فرمایا ''وان سالنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ'' (ملخصاً) ۳؎

آیت شریفہ اور احادیث کریمہ کی روشنی میں جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ کسی مخلوق میں اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ اُس میں سے بولتا بھی ہے، سنتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے یعنی بندہ کا ہونا طور کے درخت کی طرح نہ ہونے کے برابر ہوجاتا ہے اور اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔ شیخ صاحب مکتوب عارفانِ محبوبانِ خداوندی کے لئے اس مقام کی بات کررہے ہیں کہ عارف جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کا ہونا نہ ہونا ہوجاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو پاتا ہے اور اپنے آپ کو نہیں پاتا۔

فوٹو حوالہ ﴿''الصحیح لمسلم'' جلد اوّل صفحہ ۱۷۴۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

اس کی مزید تشریح فرماتے ہیں ''چہ میشوی بشنو بشنو اگر توانی شنید'' کیا سن رہے ہو غور سے سنو، غور سے سنو اگر سن سکتے ہو۔ ولی ایک بے مثال چیز ہے اور بہانہ ہے خدا کے ماسوائے جو کچھ ہے وہ اس کا بنا ہوا ایک خوبصورت شہر ہے۔ یعنی شیخ بتانا چاہتے ہیں کہ ولی ایک ظاہری بہانہ ہوتا ہے جب کہ اس کے پردے میں خدا ہوتا ہے یعنی وہ اپنے آپ کو بھی نہیں پاتا۔ اب اس کے بعد لکھتے ہیں ''غایت آنکہ بندہ خودرا مے یابد ذلیل مے یابد جلیل'' یعنی اگر بندہ اپنے آپ کو تلاش بھی کرے تو نہیں پاسکتا زیادہ سے زیادہ اتنا پاسکتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنی نگاہ میں ذلیل بھی پاتا ہے اور جلیل بھی۔ پھر آگے ذلیل کا معنی کیا

۱؎......﴿''سورۃ القصص :الآیۃ ۳۰'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۲؎......﴿''الصحیح لمسلم'' (ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری التوفی ۲۶۱ھ) جلد اوّل صفحہ ۱۷۴۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

۳؎......﴿''الصحیح للبخاری'' (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری التوفی ۲۵۶ھ) جلد ۲ صفحہ ۹۶۳۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

ہے۔ذلیل وہ ہوتا ہے جو تمام احوال اور اپنے تمام افعال میں جلیل کا محتاج ہوتا ہے۔یہی بندہ جلیل بھی ہوتا ہے اور اس کا ذلیل ہونا سوائے لفظ ذلیل کے نہیں ہوتا۔مطلب یہ کہ صوفیاء کی اصطلاح میں ذلیل کا ایک اور معنی ہے اور وہ یہ کہ بندہ جب اپنی ہر حالت اور ہر کام میں اللہ کا ضرورت مند ہو جائے یعنی وہ پھر ہر چیز اسی سے لینے لگ جاتا ہے اس لئے ہر اس مخلوق سے جو اس رتبہ پر نہیں پہنچتی بے پرواہ ہوتا ہے۔مقصد یہ ہے ذلیل کا معنی اصطلاح صوفیاء میں خوار نہیں بلکہ ہر ایک سے ٹوٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والا اور اسے پانے والا صوفیاء کے ہاں ذلیل کہلاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص سوائے اس اصطلاحی نام کے ذلیل نہیں ہوتا۔وہ اپنے آپ کو خود اصطلاحی نام والا پاتا ہے کوئی دوسرا نہیں۔لہٰذا دوسرا اسے ذلیل نہیں پکارتا اس کا اپنے آپ کو ذلیل کہنا تواضع ہے۔جب کہ مولوی صاحب کے دہلوی امام کی عبارت میں چمار سے زیادہ ذلیل کا لفظ تواضع کے لئے نہیں۔لہٰذا مولوی صاحب کا اس عبارت سے استدلال باطل ہے۔

اس تمہید کے بعد لکھتے ''غایت آں کہ بندہ خود رامی یابد'' یعنی بندہ وجود الٰہی میں جب مستغرق ہو جاتا ہے تو اسے اپنے آپ کا احساس ہرگز نہیں رہتا۔زیادہ سے زیادہ یہ کہ اگر کبھی وہ اپنا احساس کرتا بھی ہے تو اپنے آپ کو ذلیل سمجھتا ہے یعنی مطلب یہ کہ جب تک وہ اپنے آپ میں نہیں ہوتا تب تک وہ اپنے آپ کو بھی نہیں جانتا جب کچھ اپنے آپ کو محسوس کرتا ہے تو اپنے آپ کو خود ذلیل محسوس کرتا ہے۔غایت کا معنی اس مقام پر زیادہ سے زیادہ ہونا چاہیے تھا جو کہ مولوی صاحب نے تبدیل کر دیا۔

دوسری عبارت کا جواب

اس عبارت میں لکھا ہوا ہے کہ ''سرورِ ذلیلاں در معرفت جلیل سرور انبیاء است (صلی اللہ علیہ وسلم) دریں ذکر وقتے از فکر و مشاہدہ کردم ذل حضرت رسالت علیہ السلام بحضرت خدائے تعالیٰ کہ اور است دانستم کہ امین است وما ینطق عن الھوی ...... ہمیں است'' ''یعنی عارفین کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی پہچان کرنے میں تمام نبیوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم اس اصطلاحی نام کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔اسی دوران مجھے کشف ہونے لگا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے جناب میں اس ظل کا مشاہدہ کیا جو آپ کو حاصل۔تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ کے رسول امین ہونے کا یہی مطلب ہے اور ومانیطق عن الھوی کا یہی معنی ہے'' [1]

شیخ کے اس مکتوب کی عبارت میں اگرچہ یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ ان کے نزدیک ذلیل کا معنی یہ ہے کہ عبد کے پردے میں رب جلیل ظاہر ہو۔مزید اس عبارت کے متعلق عرض ہے کہ یہ اصطلاحی معنی غیر معروف ہے اس لیے اگر وہ لوگ علماء اور عوام کے

---

[1]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۷، ۶۸۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

درمیان یعنی اپنے واقف راز کے ماسوائے کسی کے سامنے میں یہ لفظ بولیں تو غلط ہوگا۔اور یہ ''راعنا'' کے حکم میں ہوگا۔ایسی کتاب جو عوام یا علماء کے لئے لکھی جائے اس میں یہ لفظ بولنا حرام ہے ہم اسے جائز نہیں سمجھتے۔ہمارے سامنے جو شخص یہ الفاظ بولے گا ہم اسے کافر کہیں گے۔ہاں یہ مکتوب اصل میں یہ فرد واحد کے نام تھا اور وہ اس کے سمجھنے کا اہل تھا۔پھر یہ کہ یہ کتاب متداول نہیں اس میں بے شمار غلطیاں ہیں اس لئے شیخ پر یہ فتویٰ نہیں لگے اور جو کوئی بولے گا بہر حال وہ کافر ہوگا۔بخلاف اسمٰعیل دہلوی کی تصنیف تقویۃ الایمان کے کہ وہ اپنے مصنف سے متواتر ہے۔اور وہ عوام اور علماء کے لئے لکھی گئی ہے کوئی ایسا مکتوب نہیں جو کسی معرفت کے باریک راستے کو سمجھانے کے لئے اسی کے راز دار کو بھیجا گیا ہو اس لئے وہ کسی طور بھی قابل معافی نہیں۔

اس طرح انا الحق سبحانی اور ان جیسے دوسرے اقوال کہنے والا اگر بقائم ہوش وحواس انسانی کہتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔اور اگر وہ بقائمی ہوش وحواس نہیں کہتا تو اسی وقت اسی حالت میں معذور ہوگا۔اور کافر قرار نہیں پائے گا۔اگر بعد میں وہ یہ غور کرتا ہے تو بھی اسے ثابت کرنے کی اجازت دی جائے گی اور وہ عذر کے ثبوت کے ساتھ مقبول ہوگا ورنہ نہیں۔تو جن لوگوں کو اس کے عذر کا پتہ ہے وہ اسے مؤمن سمجھ سکتے ہیں۔بہر حال کسی ولی کے مکتوب میں اگر کوئی خلاف شرع بات پائی جائے تو اسے خلاف شرع ہی سمجھا جائے گا البتہ حُسن ظن کے تحت اس ولی کو اس عبارت سے بری قرار دیں گے۔اور یہ سمجھیں گے کہ یہ عبارت جھوٹ کی آمیزش ہے ہمارے نزدیک اصل حجت عقائد میں کتاب وسنت ہے نہ کے کسی کا مکتوب۔

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان''صفحہ ۶۷،۶۸،۷۷۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

اسنہ عبد ذلیل دالرب رب جلیل سرگردانی در مقام عبودیت وذل کو در تقابل عالم ربوبیت ہمہ راست بطریق عموم انبیاء واولیاء ہمہ حیران وسرگردان اند۔

''بیشک وہ بندہ ذلیل ہے اور رب سب بزرگی والا سرگردانی مقام عبودیت میں اور ذلیل ہوتا اور تجرد کا عالم ربوبیت کے مقابلہ میں سب پر ہے بطریقہ عموم کے انبیاء اور اولیاء تمام حیران و پریشان ہیں''

ایضاً مکتوب صد و شصت و دوم ص ۲۳ میں فرماتے ہیں:۔

غایت آنکہ بندہ کہ خود را ہے یا بد ذلیل ہے یا بد جلیل کہ جلیل خدا است و بندہ ذلیل، ذلیل آں بود کہ بجمیع وجود و بکلیت خود محتاج جلیل بود و ہمان جلیل بود جز اعی نہ ذلیل بود و مرد و ذلیلان در معرفت جلیل سرور انبیاء است ...

ذل حضرت رسالت علیہ السلام بحضرت خدائے تعالیٰ کر دہ است دانستم کہ این نست دما ینطق عن الھوٰی ... ہمیں است''

جس وقت میں فکر و مشاہدہ سے متوجہ ہوتا ہوں ذات رسالت علیہ السلام کو بمقابلہ حضرت خدائے تعالیٰ اس کو پہچانتا ہوں کہ آپ امانت دار ہیں۔ وما ینطق عن الھوٰی کے یہی معنی ہیں''

ابن عربی، شعرانی وسیوطی اور زرقانی کی عبارات

فتوحات مکیہ صفحہ ۶۰۰ سے مولوی صاحب نے عبارت پیش کی ہے''واصلہ الاحتقار فان کل شئی فی العالم بالنظر الی عظمۃ اللہ حقیر''''اصل اس کا احتقار ہے پس ہر چیز عالم کی بنظر عظمت وشان جلال اللہ تعالیٰ کے سامنے

مقابلہ حقیر وذلیل ہے۔" نیز علامہ شعرانی کی "الیواقیت والجواھر" صفحہ ۷۳ کے حوالہ سے لکھا

"لنعتقد انه صلی اللہ علیه وسلم فی نفسه مع ربه عبد ذلیل خاشع اوّاہ منیب ھذا ما علیه اقطاب اھل الورع وھدیة المھتدی" "ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہ اپنی ذات میں اپنے پروردگار کے ساتھ بندہ ذلیل عاجزی کرنے والے، بہت فریاد کرنے والے، رجوع لانے والے ہیں۔ یہ وہ عقیدہ ہے کہ جس پر سب قطب اہل تقویٰ قائم ہیں۔"

نیز حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا کہ وہ نقایہ میں تصوف کی تعریف میں فرماتے ہیں

"حدہ تجرید القلب للہ تعالی واحتقار ماسواہ" "تعریف تصوف کی یہ ہے کہ قلب کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص و مجرد کرے اور اس کے ماسوا کو حقیر جان لے۔"

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح مواہب اللدنیہ سے لکھا "ھو تجرید القلب للہ واحتقار ما سواہ بالنسبة لعظمته والا فاحتقار نبی کفر" "اور جو چیزیں اللہ عزوجل کے سوا ہیں ان کو بمقابلہ عظمت الٰہی کے حقیر سمجھے اور یہ حقیر سمجھنا عظمت الٰہی کے مقابلہ میں ہے۔ ورنہ نبی کو حقیر جاننا کفر ہے۔" [1]

فوٹو حوالہ ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان" صفحہ ۷۶۸۔ مطبوعہ المکتبة السلفیة لاہور﴾

عن التقوی نے بیان کی ہے۔"

نیز صوفیہ کے عارف اور شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی المتوفی ۶۳۸ھ جن کو مولوی صاحب بریلوی حیات الموات ص۸۲ میں امام اور مولوی نعیم الدین نے الکلمة العلیا ص۴۹ میں حضرت شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر لکھا۔ فتوحات مکیہ ص۳۰ میں فرماتے ہیں:-

فاصله الاحتقار فان کل شئ فی العالم بالنظر فی عظمة اللہ حقیر۔ "اصل اس کا اعتقاد ہے کہ ہر چیز عالم کی بنظر عظمت و شان جلالی اللہ تعالیٰ کے سامنے مقابلةً حقیر و ذلیل ہے۔"

نیز علامہ شعرانی جن کو مولوی صاحب بریلوی نے حیات الموات ص۵۵ میں "امام عارف باللہ" لکھا اور خود مولوی نعیم الدین نے الکلمة العلیا ص۴۶ میں امام مستند مانا ہے۔ آپ مختصر فتوحات باب ۴۳ میں نیز جزء اول الیواقیت والجواہر ص۷۳ میں فرماتے ہیں:-

لنعتقد انه صلی اللہ علیه وسلم فی نفسه مع ربه عبد ذلیل خاشع اواہ منیب ھذا ما علیه اقطاب اھل الورع وھدیة المھتدی ص۷۳ وصیانة الایمان) "ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہ اپنی ذات میں اپنے پروردگار کے ساتھ بندہ ذلیل عاجزی کرنے والے بہت فریاد کرنے والے رجوع لانے والے ہیں۔ یہ وہ عقیدہ ہے کہ اس پر سب قطب اہل تقویٰ قائم ہیں۔"

علیٰ ہذا حافظ جلال الدین سیوطی نقایہ میں تصوف کی تعریف میں فرماتے ہیں:-

حدہ تجرید القلب للہ تعالیٰ واحتقار ماسواہ "تعریف تصوف کی یہ ہے کہ قلب کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص و مجرد کرے اور اس کے ماسوا کو حقیر جانے۔"

علیٰ ہذا امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی جن کو مولوی صاحب بریلوی نے حیات الموات ص۵۵ میں منجملہ عاظم سلف واکابر الخلف نور اللہ تعالیٰ مراقدھم۔ میں شمار کر کے علامہ کے لقب سے ملقب کیا۔

ان تمام عبارات کا جواب پہلے گزر چکا ہے تاہم دوبارہ عرض ہے کہ اس کا ایک جواب اجمالی ہے اور ایک تفصیلی

اجمالی جواب

ان تمام عبارات کا مختصر جواب یہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء اور مومنین وصف عزت میں اللہ تعالیٰ کا غیر نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عزت کی تجلی۔ ان کی عزت بن کر چمک رہی ہے اور یہ تمام عبارات اللہ تعالیٰ کے غیر کو حقیر سمجھنے کی بات کر رہی ہیں۔ اسی

[1] ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۶۸۔ مطبوعہ المکتبة السلفیة لاہور﴾

لیے علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بات کی وضاحت کے لئے یہ فرمایا کہ کسی ایک نبی کو حقیر جاننا کفر ہے۔

عبارات کا مقصد یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی نسبت سے تقابل میں لایا جا سکتا ہے وہ عزت مند نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ مد مقابل ہو لیکن وہ حضرات جن کی عزت اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت سے بخشی ہے وہ اپنے عزت مند ہونے کے اعتبار سے اللہ کی عزت کا غیر اپنے پاس نہیں رکھتے کیونکہ غیر کا ایک اور معنی متکلمین اور صوفیاء کے نزدیک یہ ہے کہ جو اپنے غیر سے کٹ کر باقی رہ سکے جب کہ انبیاء اولیاء اور مؤمنین کی عزت اللہ تعالیٰ کی عزت سے جڑے ہونے کی وجہ سے ہے لہٰذا ان کی عزت اللہ کی عزت کا غیر نہیں اس معنی میں غیر کافروں اور دنیا دار فاسقوں کی عزت ہے جسے گمان فاسد میں وہ عزت سمجھتے ہیں لیکن اللہ اور مؤمنین کے نزدیک اور حقیقت شرعی کے اعتبار سے نفس الامر میں وہ ذلت ہے۔

تفصیلی جواب

تفصیلی جواب سے پہلے ایک تمہیدی مقدمہ پیش کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے ''اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا'' [1]

یعنی منافق لوگ کافروں سے راہ و رسم بڑھاتے ہیں تا کہ انہیں کفار کے ہاں عزت حاصل رہے تو بے شک ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے لیے تمام عزت ثابت فرمائی اور کافروں کی دنیاوی عزت کو عزت قرار نہیں دیا بلکہ باطل قرار دیا۔

اور ارشاد فرمایا ''اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا'' (۲) بے شک ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔

ارشاد فرمایا ''مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا'' (۳) جو عزت چاہتا ہو تو سب عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔

اور ارشاد فرمایا ''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ'' (۴) عزت اللہ ہی کی ہے اور اس کے رسول کے اور مؤمنین کی اور لیکن منافقین نہیں جانتے۔

اس آخر الذکر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عزت اللہ کے لئے تو ہے ہی اس کے رسول اور مؤمنین کے لئے بھی ہے ان دونوں قسم کی آیتوں کو آپس میں ملایا جائے تو بظاہر ایسا حال ہے کہ کم فہم کو تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن اہل فہم کے نزدیک کوئی تعارض ہرگز نہیں۔ کیونکہ مطلب یہ ہے کہ عزت فقط اللہ ہی کی ہے اور وہی اپنی عزت کو اپنے رسول اور اس پر ایمان لانے

۱......﴿''سورۃ النسآء :الآیۃ ۱۳۹''﴾ ۲......﴿''سورۃ یونس :الآیۃ ٦٥''﴾

۳......﴿''سورۃ فاطر :الآیۃ ۱۰''﴾ ۴......﴿''سورۃ المنافقون :الآیۃ ۸''﴾

والوں پر ظاہر فرماتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی عزت کا مُظہِر ہے یعنی ظاہر کرنے والا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کاملین اس کے ظہور کا مقام ہیں۔ مقام ظہور کی وجہ سے رسول اور مومنین عزت مند ہیں تو اللہ کا کوئی غیر عزت والا نہ ہوا۔ بلکہ اسی کی عزت ہے۔ لہٰذا جو رسول اور مومنین کی عزت کا منکر ہوگا وہ اللہ کی عزت کا منکر ہے انہیں ذلت اور حقارت کے ناپاک لفظ سے موصوف ماننے والا خود اللہ تعالیٰ کو یہ ناپاک گالی دے رہا ہے۔

ہمارے صوفیاء کرام سرکار نبی پاک علیہ وسلم کی بے پایاں تعظیم کرتے ہیں۔ آپ کی عزت اور تعظیم اللہ کی تعظیم اور عزت سمجھتے ہیں۔ وہ ماسوا کی تحقیر کے لئے کہہ رہے ہیں جب کہ قرآن مجید کی آیات اور مذکورہ آیات کی روشنی میں ان کی عزت کو غیر کی عزت نہیں مانتے۔ پس ان کے نزدیک حقیر اور ذلیل کون ہوا۔ اور غیر جس کی تعظیم اللہ کی تعظیم اور جس کی عزت کرنا اللہ کی عزت کرنا ہوا سے غیر نہیں سمجھتے پس ان کے نزدیک غیر فقط کافر منافق اور وہ دنیا دار ہوئے جنہیں اللہ کو چھوڑ کر دنیا کا نمونہ ہے انہیں حقیر اور ذلیل سمجھنا عین ایمان کا تقاضا ہے اور یہی تصوف کی روح ہے جب کسی چیز کی عزت کرنا اور تعظیم بجالانا اللہ کی تعظیم اور عزت قرار پائے وہ اگرچہ پتھر بھی ہو تو اس کی تعظیم سے انکار ایمان میں خلل ڈال دیتا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا"

صفا اور مروہ (دونوں پہاڑیاں) بیشک خدا کی (قبولیت کی) نشانیاں ہیں پس وکوئی حج یا عمراہ کرنے آوے وہ ان دونوں پہاڑیوں کے گرد بھی پھرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں (بلکہ ثواب ہے) [1]

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ان نشانوں کی تعظیم جو صفا اور مروہ پہاڑ ہیں طواف بجالا کر کرنی چاہیے۔ حالانکہ جو کسی بت کا طواف کرے وہ مشرک ہو جاتا ہے اور ارشاد فرمایا "وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَامِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ" اور کوئی نشانات الٰہیہ کی تعظیم کریگا (تو بس وہ متقی ہے اور) یہ تو دلوں کے تقویٰ کی بات ہے۔ [2]

جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم بجالائے تو یہ دلوں کے پرہیز گاری سے ہے۔ یعنی اس تعظیم کے بجالانے سے تقویٰ مضبوط ہوتا ہے جس کی ابتداء ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ" (۳) یعنی متقین وہ لوگ ہیں جو ایمان دار ہیں۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا "فِيْهِ اٰيٰتٌ م بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا" (۴) اس میں کئی روشن نشانیاں ہیں ایک مقام ابراہیم ہے ایک اور یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہو جائے وہ امان والا ہے۔

۱...... "سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۱۵۸" ترجمۃ القرآن "ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان"

۲...... "سورۃ الحج: الآیۃ ۳۲" ترجمۃ القرآن "ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان"

۳...... "سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۲،۳" ۴...... "سورۃ آل عمران: الآیۃ ۹۷"

یہاں اللہ ﷻ مقام ابراہیم کے پتھر کو اپنی نشانی قرار دے رہا ہے جس پر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قدم کے نشان ہیں اور ارشاد فرمایا ''وَ اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى'' حکم دیا کہ ابراہیم کی جگہ نماز پڑھو [1]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مقام ابراہیم کی تعظیم بجالانے کا حکم دیا کہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو اور اس کی طرف منہ کر کے مجھے سجدہ کرو۔ ثابت ہوا جس طرح کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا عبادت اللہ کی ہے اسی طرح کعبہ کی تعظیم بجالانا اور عزت کرنا بھی ہے۔ اب اگر کوئی شخص کعبہ شریف کی جانب منہ کر کے نماز تو پڑھے لیکن کعبہ شریف کی بے ادبی کرتے ہوئے مثلاً اس پر تھوک دے وہ صوفی تو صوفی عام مؤمن بھی نہیں رہے گا اس لیے کہ کعبہ کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے بعینہ۔ اور اسی تعظیم اور عظمت کرنے میں اللہ کی عبادت ہو جاتی ہے اس لیے کہ یہ کسی غیر کی تعظیم نہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ''اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا'' (اے رسول ہم نے تجھ کو) (ان لوگوں کے حال پر) گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تا کہ لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عظمت کرو اور اس (خدا کو) صبح و شام پاکی سے یاد کرو۔ [2]

تفسیر فتح القدیر میں غیر مقلدین کے پیشوا علامہ محمد بن علی الشوکانی لکھتے ہیں

''وقد اخرج ابن جرير وابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قوله (وتعزروه) يعنی الاجلال (وتوقروه) يعنی التعظيم يعنی محمدا ﷺ واخرج ابن ابی حاتم والحاکم وابن مردوية والضياء فی المختارة عنه فی قوله (وتعزروه) قال تضربوا بين يديه بالسيف'' [3]

فوٹو حوالہ ﴿''تفسیر فتح القدیر'' جلد۵ صفحہ ٦٦۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت﴾

وقد أخرج ابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم عن ابن عباس في قوله : ﴿ وتعزروه ﴾ يعني : الإجلال ﴿وتوقروه﴾ يعني : التعظيم ، يعني : محمداً ﷺ . وأخرج ابن أبي حاتم والحاكم وابن مردويه ، والضياء في المختارة عنه في قوله : ﴿ وتعزروه ﴾ قال : تضربوا بين يديه بالسيف . وأخرج ابن عدي وابن مردويه والخطيب ، وابن عساكر في تاريخه عن جابر ابن عبد الله قال : لما أنزلت على رسول الله ﷺ هذه الآية ﴿ وتعزروه ﴾ قال لأصحابه : «ما ذاك؟»
قالوا : الله ورسوله أعلم ، قال ...

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے قول وَتُعَزِّرُوْهُ کی تفسیر میں فرمایا اس سے مراد جلیل اور معظم ماننا ہے۔ اور وَتُوَقِّرُوْهُ سے مراد بھی تعظیم کرنا ہے یعنی محمد ﷺ کی تعظیم کرو۔ ابن ابی حاتم، حاکم،

[1] ......﴿''سورۃ البقرۃ: الآیۃ ۱۲۵''﴾

[2] ......﴿''سورۃ الفتح: الآیۃ ۹'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

[3] ......﴿''تفسیر فتح القدیر'' (محمد بن علی الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھ) جلد۵ صفحہ ٦٦۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت﴾

ابن مردویہ نے اور ضیاء نے المختارہ میں ابن عباس سے روایت کی کہ وَتُعَزِّرُوْہُ کا معنی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چل کر ان کے دشمنوں کو تلواروں سے مارو۔

اس آیت کے ترجمہ میں آخری کلمہ کا ترجمہ کرتے ہوئے جناب امرتسری صاحب کا یہ لکھنا کہ اسی خدا کو صبح وشام پاکی سے یاد کیا کرو۔ یہ واضح کررہا ہے کہ پہلے دو کلمہ جو وَرَسُوْلِہٖ کے کلمہ کے بعد ہیں یعنی اس کی مدد کرو اور اس کی عظمت کرو۔ یہ باتیں رسول کی طرف جاتی ہیں تو رسول کی عظمت کرنا، رسول کی تعظیم بجالانا اللہ کی عظمت اور تعظیم بجالانا ہے۔ یعنی مؤمنوں پر لازم ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھیں بلکہ عظیم اور عزت مند سمجھیں۔ ان آیات کی موجودگی میں کوئی بزرگ صوفی اور کوئی قطب بلکہ کوئی عام مومن بھی ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے روبرو یا اللہ کے نزدیک نعوذ باللہ ذلیل ہیں یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ انبیاء اور رسل علیھم السلام کو ذلیل سمجھنے کا حکم دیا ہے جب کہ اللہ ان کی عزت خود منوا رہا ہے پھر انبیاء اور رسل کی بات ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے ''وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا'' اور ان کو عزت سے مخاطب کیا کریو (ورنہ ان کی ذرہ سی بھی دل شکنی ہوئی تو تیری خیر نہیں) اور محبت سے ان کے آگے جھک جایا کرو اور (ان کے لئے دعا کرتے ہوئے) کہا کرنا کہ اے (میرے) پروردگار ان دونوں پر رحم فرما کہ انہوں نے مجھے لڑکپن میں پرورش کیا۔ ؎۱

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ماں باپ کے عزت کرنے کا حکم دیتا ہے اور ان کی تعظیم کے لئے جھکنے کا حکم دیتا ہے یعنی دل جھکے ہوئے ہوں کہ ان کو حقیر نہ سمجھیں بلکہ ان کے سامنے اور ان کی نسبت سے اپنے آپ کو حقیر اور ذلیل سمجھو پھر یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ کوئی بزرگ صوفی کوئی قطب ہدایت اپنے ماں باپ کو حقیر سمجھ کر ان سے حقارت سے پیش آئے اور ان کی تذلیل کرے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ'' ''بلکہ (اس کا سبب ایک یہ بھی ہے کہ) تم لوگ یتیم کی عزت نہیں کرتے'' (۲) اس آیت سے ثابت ہوا کہ یتیم کی عزت کرنا ضروری ہے۔ رزق کی تنگی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ کوئی یتیم کی عزت نہ کرے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی قطب ولی خدا کوئی عالم متقی کوئی عام مؤمن متقی کسی یتیم کو حقیر یا ذلیل سمجھے۔

اللہ کے نزدیک ذلیل کا رد قرآن مجید سے

شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ جو آیات پیش کی گئی ہیں ان سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ مؤمنین یتیموں کی عزت کریں۔ اور

۱......﴿''سورۃ بنی اسرآئیل: الآیۃ ۲۳، ۲۴'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۲......﴿''سورۃ الفجر: الآیۃ ۱۷'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرنا مؤمنوں پر ضروری ہے لیکن یہ اور بات ہے جب کہ دہلوی صاحب اللہ کے نزدیک ذلیل ہونے کی بات کر رہے ہیں اور علامہ شعرانی سمیت جن سنی علماء کا کلام بطور الزام پیش کیا گیا ہے۔ ان تمام کے کلام سے مولوی عزیز الدین کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ تمام سنی علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیھم السلام اور اولیاء کرام علیھم الرحمۃ کو اللہ کے نزدیک ذلیل سمجھتے ہیں اور دہلوی صاحب کے نزدیک تو بڑے ہیں اللہ کے نزدیک اس طرح ہیں جس طرح دہلوی صاحب نے کہا اس شبہ کا ازالہ کرنے کے لئے عرض ہے کہ کوئی سنی عالم ایسا بھی نہیں سمجھ سکتا بایں وجہ کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا

(الف) ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ '' ''اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز بڑا پرہیزگار ہے'' [1]

(ب) ''ھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ '' ''وہ لوگ جو اللہ کی مرضی میں عمر گزارے ہوں گے اللہ کے نزدیک بہت (بلند) درجے ہیں'' [2]

(ج) ''اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ '' ''(سچ پوچھو تو) یہی (سچے) مومن ہیں انہیں کے لئے خدا کے ہاں (بلند) درجے ہیں اور (گناہوں پر) بخشش (اور ان کے لئے) عزت کی روزی (مقرر ہے)'' [3]

(د) ''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ '' جن لوگوں نے ایمان لا کر (بوقت ضرورت) ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے ہاں ان کے بڑے درجے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ [4]

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کامل مومنین اور کامل مہاجرین اور مجاہدین فی سبیل اللہ کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا درجہ ہے۔ جب قرآن مجید یہ فرماتا ہے کہ اللہ کے بندے اللہ کے نزدیک بڑی عزت رکھتے ہیں تو کوئی شخص مومن رہتے ہوئے ان بندوں کو اللہ کے نزدیک ذلیل اور حقیر ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔ سنی علماء اور مشائخ جن جن کے لئے حقارت مان رہے ہیں وہ مؤمنین کاملین کا غیر ہیں۔ لہٰذا مولوی عزیز الدین صاحب کا یہ حوالے پیش کرنا پیشوائے اہل سنت کے کلام نہ سمجھنے کی وجہ سے

---

[1]...... ﴿''سورۃ الحجرات: الآیۃ ۱۳'' ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

[2]...... ﴿''سورۃ آل عمران: الآیۃ ۱۶۳'' ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

[3]...... ﴿''سورۃ الانفال: الآیۃ ۴'' ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

[4]...... ﴿''سورۃ التوبۃ: الآیۃ ۲۰'' ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

ہے اور وہ اس لئے کہ قرآن مجید کی جو آیات ہم نے پیش کی ہیں مولوی صاحب کے ذہن کی رسائی وہاں تک نہیں ہونگی اور اسی برتے پر اس قوم کا پیشوا دہلوی صاحب یہ لکھ گیا کہ قرآن وحدیث کا سمجھنا مشکل نہیں۔ (اللہ اس قوم کو ہدایت دے)

احادیث شریفہ سے

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لا تحاسدوا ولا تناجشوا ولا تباغضوا ولا تدابر وا ولا یبع بعضکم علی بیع بعض و کونوا عباداللہ اخوانا المسلم اخوا المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ التقوی ھھنا ویشیر الی صدرہ ثلاث مرار بحسب امرء من الشران یحقر اخاہ المسلم کل المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ “ [1]

ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، تناجش نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے روگردانی کہ کرو۔ کسی کی بیع پر بیع نہ کرو۔ اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم نہ کرے نہ اُس کو رسوا کرے اور نہ اس کو حقیر جانے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تقویٰ (پرہیزگاری) یہاں ہے تین بار ایسے ہی ارشاد فرمایا اور اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ بھی فرمایا۔ کسی شخص کی اتنی برائی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے مسلمان کا کل دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون اس کا مال اور اس کی عزت (یہ سب چیزیں دوسروں پر حرام ہیں)

اس حدیث سے معلوم ہوا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو حقیر سمجھے یہ اس کی عزت پر حملہ ہے جو حرام ہے۔ اس صحیح حدیث کی روشنی میں کسی بھی مسلمان کو چاہے وہ کامل ایمان ہو یا ناقص متقی ہو یا گنہگار مرتکب عصیاں حقیر سمجھنا برائی اور حرام ہے۔ لہٰذا کوئی ولی اور عارف کسی عام گنہگار مسلمان کو نظر احتقار سے نہیں دیکھ سکتا چہ جائیکہ وہ کسی نبی اور رسول کے لئے اس جسارت اور گستاخی کا مرتکب ہو۔ اہل تصوف کا تمام مخلوق کو حقیر سمجھنے سے مراد کافروں کو حقیر سمجھنا ہے یا ان دنیاداروں کو جن کا باطن مال ودولت اور عہدے اور حکومت کے غرور میں فرعونی مزاج ہو جاتا ہے اگرچہ بظاہر وہ اپنے آپ کو مؤمن کہلواتے ہوں لیکن ان کا اندر اللہ اور رسول کا منکر اور مؤمنوں کی تحقیر کرنے والا ہوتا ہے۔

مومن اللہ کے نزدیک بھی عزت والا ہے

ا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا ”رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بالکعبۃ ویقول

---

[1]...... ﴿”الصحیح لمسلم“ (ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری التوفی ۲۶۱ھ) جلد ۲ صفحہ ۳۱۷۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

ما اطیبك واطیب ریحك ما اعظمك واعظم حرمتك والذی نفس محمد بیده لحرمة المؤمن اعظم عند الله حرمة منك ماله ودمه وان نظن به الا خیرا'' [1]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے ہوئے سنا تو کتنا اچھا ہے اور تیری خوشبو کتنی اچھی ہے تو کتنا مرتبہ والا ہے لیکن اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے مومن کی جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے اس لیے ہمیں مومن کے ساتھ اچھا گمان رکھنا چاہیے۔

۲۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

''نظر ابن عمر یوما الی البیت اوالی الکعبة فقال مااعظمك واعظم حرمتك والمؤمن اعظم حرمتك عند الله منك''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن بیت اللہ شریف کی جانب دیکھ کر فرمایا کس قدر عظیم ہے تو اور کس قدر تیری حرمت عظیم ہے جب کہ مؤمن اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ عزت وحرمت والا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے اور حضرت ابو بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مانند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت آئی ہے۔ [2]

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مومن کی عزت کعبہ سے بھی زیادہ ہے کس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔

مؤمن کی عزت اللہ کے مقابلے میں سمجھنا غلط ہے

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ہے'' ان من اجلال الله اکرام ذی الشّیبة المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیه والجافی عنه واکرام ذی السلطان المقسط'' [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے ایک تعظیم کرنا ہے بوڑھے مسلمان کی اور دوسرا امر تعظیم کرنا حامل قرآن کی (یعنی حافظ قرآن کی قاری کی جو حد سے نہ بڑھتا ہو اس پر عمل کرنے میں اور جو مخفی اور متشابہ ہے اس کے پیچھے لگنے میں اس کی قرأت کے بعد مخارج حروف کی ادائیگی میں حد سے نہ بڑھتا ہو اور نہ اسے چھوڑنے والا ہو کہ اس کی تلاوت سے دور رہے اور اس پر عمل نہ کرے اور) صاحب سلطنت انصاف کرنے والے کی تعظیم کرنا بھی اللہ کی تعظیم

---

[1] ......﴿''سنن ابن ماجه'' (ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ المتوفی ۲۷۳ھ) صفحہ ۲۸۲۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

[2] ......﴿''سنن ترمذی'' (ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ) ''کتاب البر والصلة'' صفحہ ۵۹۶۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

[3] ......﴿''سنن ابی داؤد'' (ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی المتوفی ۲۷۵ھ) جلد ۲ صفحہ ۳۱۷۔ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان﴾

میں سے تیسرا امر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مؤمن کی عزت بھی اللہ کی عزت کا حصہ ہے جیسا کہ پہلے قرآنی آیات سے ثابت ہو چکا ہے لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ کی عزت کے مقابل یا اللہ کی شان کے آگے مومن ذلیل ہیں وہ قرآن شریف کی مذکورہ بالا آیات اور مذکورہ بالا احادیث کا منکر ہے۔ اور اس تفصیل سے علامہ شعرانی کے کلام کا مطلب بھی نکل آیا کہ وہ یہ فرمار ہے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس میں یعنی اپنے خیال میں اللہ کے ساتھ تواضع اور تذلل کرتے ہیں تو کسی کا بطور تواضع اور تذلل اپنے آپ کو اپنے سے بڑے درجے والے کے سامنے ذلیل سمجھنا فی الواقع اس کی شان کو نہیں گھٹاتا۔

فوٹو حوالہ ﴿''الصحیح لمسلم'' جلد۲ صفحہ ۳۱۷۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

حدثنا عبد الله بن مسلمة بن قعنب نا داود يعني ابن قيس عن ابي سعيد مولى عامر بن كريز عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تحاسدوا
ولا تناجشوا ولا تباغضوا ولا تدابروا ولا يبع بعضكم على بيع بعض وكونوا عباد الله اخوانا المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره التقوى ههنا ويشير
الى صدره ثلاث مرار بحسب امرئ من الشر ان يحقر اخاه المسلم كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه حدثني ابو الطاهر احمد بن عمرو بن سرح

فوٹو حوالہ ﴿''سنن ابن ماجہ'' صفحہ ۲۸۲۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

الا ان احرم الايام يومكم هذا الا وان احرم الشهور شهركم هذا الا وان احرم البلد بلدكم هذا الا وان دماءكم واموالكم عليكم حرام
كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا الا هل بلغت قالوا نعم قال اللهم اشهد حدثنا ابو القاسم بن ابي ضمرة نصر بن محمد
ابن سليمان الحمصي ثنا ابي ثنا عبد الله بن ابي قيس النصري ثنا عبد الله بن عمر قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوف بالكعبة
ويقول ما اطيبك واطيب ريحك ما اعظمك واعظم حرمتك والذي نفس محمد بيده لحرمة المؤمن اعظم عند الله حرمة منك ماله
ودمه وان نظن به الا خيرا حدثنا ابو بكر بن عبد الوهاب ثنا عبيد الله بن نافع ويونس بن يحيى جميعا عن داود بن قيس عن ابي سعيد
مولى عبد الله بن عامر بن كريز عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه

فوٹو حوالہ ﴿''سنن ترمذی'' ''کتاب البر والصلة'' صفحہ ۵۹۶۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

قال: وَنَظَرَ ابنُ عُمَرَ يَوماً إلى البَيْتِ أوْ إلى الكَعْبَةِ فقال: ما أعْظَمَكِ وَأعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَالمُؤمِنُ أعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ الله مِنْكِ.

فوٹو حوالہ ﴿''سنن ابی داؤد'' جلد۲ صفحہ ۳۱۷۔ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان﴾

بن جحش ابي عن ابي كنانة عن ابي موسى الاشعري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان
من اجلال الله اكرام ذي الشيبة المسلم وحامل القرآن غير الغالي فيه والجافي عنه واكرام ذي السلطان
المقسط باب في الرجل يجلس بين الرجلين بغير اذنهما حدثنا محمد بن عيسى واحمد
بن عبدة قالا انا حماد نا عامر الاحول عن عمرو بن شعيب قال ابن عبدة عن ابيه عن جده ان رسول

علامہ شعرانی کی عبارت کا جواب

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الیواقیت والجواھر'' جزء اول صفحہ ۷۳ سے عبارت پیش کی ایک بار پھر ملاحظہ

فرمائیں "لنعتقد انه صلی الله علیه وسلم فی نفسه مع ربه عبد ذلیل خاشع اوّاه منیب هذا ما علیه اقطاب اهل الورع وهدیة المهتدی ""ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہ اپنی ذات میں اپنے پروردگار کے ساتھ بندہ ذلیل عاجزی کرنے والے، بہت فریاد کرنے والے رجوع لانے والے ہیں۔ یہ وہ عقیدہ ہے کہ اس پر سب قطب اہل تقویٰ قائم ہیں۔" [1]

یہ عبارت بھی نہ ہمارے خلاف ہے اور نہ دہلوی صاحب کی حق میں اس عبارت میں دو چیزیں ایسی ہیں جو دہلوی صاحب کی عبارت اور اس عبارت میں زمین وآسمان کا فرق ظاہر کررہی ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ اس عبارت میں فی نفسہٖ کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو اپنے دل میں اپنے جی میں اس طرح قرار دیتے ہیں۔ جب کہ دہلوی صاحب کی عبارت میں یہ ہے کہ "یہ یقین جان لینا چاہیے ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کے نزدیک چمار سے بھی ذلیل ہے"

دہلوی صاحب امتیوں پر لازم کررہے ہیں کہ وہ ہر بڑی مخلوق کو جن کے سب سے افضل افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء ومرسلین ہیں انہیں اس طرح سمجھیں جب کہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لوگوں پر ضروری نہیں کررہے۔ کہ وہ انبیاء اور رسل کرام علیہم السلام کو اس طرح سمجھیں وہ صرف یہ بتارہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو اپنے دل میں اس طرح سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس عبارت کی آڑ میں امتی پر جائز نہیں ہوسکتا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنے مقابلے میں یا کسی بھی اور مخلوق کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے نام نہاد مقابلے میں ذلیل سمجھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے آپ کو جو کچھ سمجھتے ہیں وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے رب کے حضور تواضع ہے (اس سے مقابلہ نہیں) اور تواضع آپ کی بلندی رتبہ پر دلالت کرتی ہے۔

دوسری چیز اس عبارت میں "فی نفسہٖ" کا لفظ ہے یعنی اپنے دل میں سرکار اپنے آپ کو اس طرح قرار دیتے ہیں جب عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے فی نفسہٖ کے ترجمہ میں مولوی صاحب نے ڈنڈی ماری ہے اس لئے کہ نفسہٖ (فاء کے سکون کے ساتھ) کے معنی "اپنی ذات" یعنی اپنے آپ بھی آتے ہیں اور "اپنے دل کے" بھی آتے ہیں لیکن دونوں معانی میں یہ لفظ ویسے استعمال نہیں ہوتا بلکہ قرآن وحدیث میں جب نفسہٖ سے پہلے "فی" کا کلمہ موجود ہو تو "دل میں" "جی میں" کا معنی ہوگا اور جب پہلے "فی" نہ ہو تو اپنے دل، اپنے جی کا معنی نہیں ہوگا بلکہ اپنی اور اپنے آپ کا معنی ہوگا۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ" "خدا تم کو اپنے آپ سے ڈراتا ہے" [2]

اور یہ الفاظ اس کی سورۃ کی آیت نمبر ۳۰ میں بھی ہیں۔ ان دونوں آیات میں نَفْسِہٖ سے پہلے "فی" نہ تھا اس لئے

---

[1]..... "اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۸۔۶۷ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2]..... "سورۃ آل عمران: الآیۃ ۲۸" ترجمۃ القرآن "ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

اپنے آپ سے یعنی اپنی سے کا معنی کیا گیا لیکن جہاں پر پہلے "فی" ہے وہاں ایسا نہیں۔ جیسا کہ فرمایا

"فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی" "پھر تو موسیٰ کو بھی جی میں ان سے کسی قدر خوف ہونے لگا" ۱

ایک اور مقام پر فرمایا "تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ" "تو میرے دل کی بات بھی جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جان سکتا۔" ۲

ان آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ "فِیْ نَفْسِہٖ" اور "فِیْ نَفْسِکَ" کا مطلب دل میں، جی میں ہوتا۔ باقی رہا پیشوائے اہل حدیث ثناء اللہ امرتسری کا اللہ تعالیٰ کے لئے دل کا ترجمہ کرنا تو یہ اس مسلک کا قدیمی طریقہ ہے۔ (تفصیل کسی اور مقام پر ان شاء اللہ العزیز) بہر حال یہ تو ثابت ہو گیا کہ "فی نفسہ" کا ترجمہ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں اپنے دل میں اور اپنے جی میں ہے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح سمجھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور آپ کا تذلل ہے اور تمام اہل حق یہ مانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ ولسائر امتہ وسلم اپنے رب کے حضور اپنے دل میں تواضع اور تذلل کے جذبات رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔

زرقانی شرح مواہب سے عبارت کا جواب

مولوی صاحب نے زرقانی شرح مواہب جلد ۶ صفحہ ۱۲۱ سے درج ذیل عبارت نقل کی

"(اسریٰ بعبدہ) لانہ لیس للمؤمن صفۃ اتم والا اشرف من العبودیۃ ولذااطلقہ اللہ تعالی علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اشرف المواطن کقولہ اسریٰ بعبدہ الحمدللہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ فاوحی الی عبدمقالہ ابو علی الدقاق قال لموسی وسبب ذلک ان الالھیۃ والسیادۃ والربوبیۃ انما ھی فی الحقیقۃ للہ لالغیرہ والرب فی الحقیقۃ اشرف المراتب ولیس بعدھا الا المجاز"

"حق تعالیٰ کا فرمان پاک ہے وہ ذات جس نے کہ سیر کرائی اپنے بندہ کو۔ کیونکہ نہیں ہے مومن کے لئے کوئی صفت اس سے زیادہ کامل اور نہ اشرف عبودیت سے اور اسی وجہ سے عبد کا اطلاق فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اشرف مقامات میں، جس طرح فرمایا سیر کرائی اپنے بندہ کو۔ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جس نے اتاری اپنے بندہ پر کتاب۔ بڑی برکت والی وہ ذات ہے جس نے نازل کیا فرقان اپنے بندہ پر۔ بس وحی بھیجی اپنے بندہ کی طرف۔ کہا اس کو ابو علی دقاق نے

۱۔۔۔۔۔﴿"سورۃ طٰہٰ: الآیۃ ۶۷" ترجمۃ القرآن "ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۲۔۔۔۔۔﴿"سورۃ المائدۃ: الآیۃ ۱۱۶" ترجمۃ القرآن "ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

کہا موسیٰ سے اور سبب اس کا یہ ہے کہ الٰہیت اور سیادت اور ربوبیت سوائے اس کے نہیں کہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ عزوجل ہی کے لئے ہے، نہ کسی غیر کے لئے اور رب حقیقت میں اشرف المراتب عزت والا ہی ہے اور نہیں ہے بعد اس کے کوئی مرتبہ مگر بطور مجاز کے"۔ ۱

فوٹو حوالہ ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" صفحہ ۷۶۹۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

نیز علامہ موصوف اپنی کتاب شرح مواہب ج ۵ ص ۲۱ میں فرماتے ہیں۔

(اسری بعبده) لانه لیس للمؤمن صفة اتم ولا اشرف من العبودیة ولذا اطلقه الله تعالیٰ علی نبیه صلی الله علیه وسلم فی اشرف المواطن. کقوله اسری بعبده الحمد لله الذی انزل علی عبده الکتاب. تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده. فاوحی الی عبده ما قاله ابو علی الدقاق قال لموسیٰ وسبب ذلک ان الالٰهیة والسیادة والربوبیة انما هی فی الحقیقة لله لا لغیره والرب فی الحقیقة اشرف المراتب ولیس بعدها الا المجاز۔

حق تعالیٰ کا فرمان پاک ہے وہ ذات جس نے کہ سیر کرائی اپنے بندہ کو۔ کیونکہ نہیں ہے مومن کے لیے کوئی صفت اس سے زیادہ کامل اور نہ اشرف عبودیت سے اور اسی وجہ سے عبد کا اطلاق فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اشرف مقامات میں جس طرح فرمایا سیر کرائی اپنے بندہ کو۔ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جس نے اتاری اپنے بندہ پر کتاب۔ بڑی برکت والی وہ ذات ہے جس نے نازل کیا فرقان اپنے بندہ پر۔ پس وحی بھیجی اپنے بندہ کی طرف۔ کہا اس کو ابو علی دقاق نے کہا موسیٰ سے اور سبب اس کا یہ ہے کہ الٰہیت اور سیادت اور ربوبیت سوائے اس کے نہیں کہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ عزوجل ہی کے لیے ہے نہ کسی غیر کے لیے اور رب حقیقت میں اشرف المراتب عزت والا ہی ہے۔ اور نہیں ہے بعد اس کے کوئی مرتبہ مگر بطور مجاز کے"

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس میں ذلیل ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہماری دلیل ہے اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہماری تائید کر رہے ہیں۔ علامہ زرقانی کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان بیان فرمانے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا اور اپنی پہچان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت عطا فرمانے سے کی ہے اور فرمایا

"سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا" ۱

"پاک ہر عیب ونقصان سے وہ جس نے اپنے ایک عبد کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک رات کو اسریٰ کرایا۔" اور یہاں "اَلَّذِیۡ" "اسم موصول جس کا معنیٰ "وہ" ہے جو مبہمات میں سے ہے اور اس کا ابہام اگلے جملہ سے دور ہوتا ہے اور اس جملہ میں نبی علیہ صلی اللہ وسلم کی عظمت کا ذکر ہے کہ آپ راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ آیات الٰہیہ کے دیکھنے کے لئے گئے اور ہو کر آ گئے۔ تو ثابت ہوا کہ رب تعالیٰ نے اپنے تعارف اور اپنی شناخت اپنے نبی کو عظمت عطا فرمانے سے کرائی ہے۔

اور ایک جگہ فرمایا "اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ" ۲

"ساری تعریفوں کا حقدار وہ اللہ ہے جس کی صفت یہ ہے کہ اس نے اپنے ایک خاص بندہ پر یہ کتاب نازل فرمائی"

۱......﴿"سورۃ بنی اسرائیل :الآیۃ ۱"﴾ ۲......﴿"سورۃ الکھف :الآیۃ ۱"﴾

ایک اور جگہ فرمایا "تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ "(۱) "بڑی برکت والا وہ اللہ ہے جس نے یہ فیصلہ کن کتاب اپنے بندہ پر اتاری" اور ارشاد فرمایا "فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی "(۲) "اس نے اپنے بندے کو اپنی وحی بھیجی، جو بھیجی (یعنی دوسرے بندوں کو وہ بات نہیں بتائی گئی)"

ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رب العزۃ اپنے رسول کریم علیہ صلی اللہ وسلم کی عزت کے جھنڈے لہرا رہا ہے۔ پھر یہاں ایک سوال اٹھتا ہے کہ ایسی مواقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبد کیوں کہا کوئی اور اونچا لقب کیوں نہیں دیا تو زرقانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بزرگوں سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عبد تو سب سے اعلیٰ لقب ہے۔ کیونکہ در حقیقت سب مرتبوں سے اونچا رتبہ رب تبارک وتعالیٰ کا ہے تو اتنے اونچے رتبے والے کا عبد یعنی مملوک ہونا تمام رتبوں سے اونچا رتبہ ہے ان کے قول کی تفصیل یہ ہے کہ زید بکر کا غلام ہونا اور چیز ہے اور بادشاہ کا غلام ہونا اور بات ہے اسی طرح غلام کہیں ہم فلاں بادشاہ کے عبد ہیں اس میں عزت تو ہے لیکن اتنا عزت نہیں کہ بادشاہ غلاموں میں سے کسی غلام کے بارے میں کہے یہ تو میرا غلام ہے پھر اس سے قیاس کریں کہ تمام کائنات کا مالک جب کسی ایک عبد کے بارے یہ کہے کہ یہ میرا عبد ہے تو اس جیسی عزت کس کی ہوسکتی ہے جب کہ یہ بات پہلے ثابت ہو چکی ہے کہ عبد کا معنیٰ ذلیل کے ہرگز نہیں بلکہ عبد مملوک کو کہتے ہیں۔

صحائف السلوک کی عبارات کا جواب

مولوی عزیز الدین صاحب نے حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی (جو چشتی سلسلہ کے ایک بزرگ گزرے ہیں) کچھ عبارات بھی پیش کی ہیں۔

پہلی عبارت

صحائف السلوک صفحہ ۶ سے پیش کر کے اس کا ترجمہ خود کیا ہے منقولہ عبارت مع ترجمہ مولوی عزیز کے ملاحظہ فرمائیے۔

لکھتے ہیں "خود را مردہ انگارد و خلق را سنگ و کلوخ شمارد" "اپنے آپ کو مردہ گن لے اور خلق کو پتھر اور ڈھیلے شمار کر" (۳)

یہ عبارت بھی پہلے گزر جانے والی عبارات کی طرح ہے جن کا جواب دیا جا چکا ہے یعنی خلق سے مراد تمام مخلوق نہیں ہے بلکہ صرف کافر اور دنیا دار ہیں کہ ان کو بے جانوں کی طرح سمجھو اور ان سے کوئی دنیاوی طمع نہ رکھو بلکہ اپنے آپ

۱.....﴿"سورة الفرقان :الآية ۱"﴾ ۲.....﴿"سورة النجم :الآية ۱۰"﴾

۳.....﴿"اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۹ ـ ۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

کو دنیا طمع سے خالی کرلو کہ جس طرح مرنے کے بعد مردے کا کوئی دنیاوی طمع نہیں رہتا تمہارے اندر بھی کوئی دنیاوی طمع نہ رہے اس میں ذلیل کا کوئی لفظ نہیں۔ لہٰذا دہلوی صاحب کے کلام کی طرح نہ ہوا ہر پتھر ذلیل نہیں ہوا کرتا کعبہ شریف پتھروں کا بنا ہوا ہے اور مقام ابراہیم پتھر ہے انہیں کوئی ذلیل سمجھے گا تو وہ مؤمن نہیں ہوگا بلکہ ذلیل ہوگا۔ لہٰذا اس عبارت کو لے کر اعتراض کرنا غلط ثابت ہوا۔

دوسری عبارت

صحائف السلوک صفحہ ۱۶ کے حوالے سے مولوی صاحب نقل کرتے ہیں "بدانی کہ در عالم ہیچ کس مستحق حمد نیست واو بجمیع محامد سزاوار است کہ الف ولام اینجا برائے استغراق جنس است" "جان کہ عالم بھر میں کوئی شخص مستحق ولائق حمد وتعریف کے نہیں ہے۔ وہ اللہ عزوجل ہی تمام تعریفوں کے لئے سزاوار ولائق ہے الف اور لام اس جگہ استغراق جنس کے لئے ہے۔" [1]

اولاً: اس عبارت میں یہ لفظ کہیں نہیں پایا گیا کہ ہر مخلوق ذلیل ہے۔ لہٰذا اس کو پیش کرنا غلط ہے۔

ثانیاً: یہ عبارت مذکور "سورۃ الفاتحہ" کی تشریح میں آئی ہے دیکھئے آپ کے ہی مناظر اعظم جناب ثناء اللہ امرتسری صاحب سورۃ فاتحہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" "سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سب جہان والوں کی پرورش کرنے والا ہے۔" [2]

اس ترجمہ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں حالانکہ ہر ایک شخص اچھی چیزوں اور اچھے اشخاص کی تعریف کرتا رہتا ہے۔ اس لئے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ کسی چیز کی تعریف جائز نہیں اور جتنے لوگ اللہ کے سوا کسی اور چیز کی تعریف کرتے ہیں جیسے کوئی کتاب تقویۃ الایمان کی تعریف کرتا ہے کوئی اس کے مصنف دہلوی صاحب کی تعریف کرتا ہے کوئی اکمل البیان کی تعریف کرتا ہے اور کوئی اس کے مصنف کی، کوئی سورج کو چمک دار کہتا ہے کوئی چاند کو روشن کہتا ہے کوئی کسی کی قرأت کی تعریف کرتا ہے اور کوئی حسن صوت کی کیا یہ سب مشرک ہوجاتے ہیں ایسا ہرگز نہیں پھر سب تعریفیں اللہ کے لئے کیوں کر ہوئیں۔؟

یہی وہ سوال تھا کہ امرتسری صاحب اپنے حاشیہ میں اس کو ذکر کیے بغیر گزر گئے کیونکہ جواب دینے سے ان کے مسلک کی دیوار گرتی ہوئی نظر آرہی تھی جب کہ سنی علماء کے نزدیک ہر ایک قابل تعریف کی ثناء وتعریف درست ہے بشرطیکہ

---

[1]...... ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۶۹، ۷۰، ۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2]...... ﴿"سورۃ الفاتحۃ: الآیۃ ۱" ترجمۃ القرآن "ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

اس کمال کو عطائی کمال مانا جائے جب یہ مان کر اس کی تعریف کریں گے تو در حقیقت وہ عطا کرنے والے ہی کی تعریف ہوگی۔ اس لئے یہ بات صحیح ہوئی کی سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جب کہ سنی صوفیاء اسی بات کو دوسرے الفاظ میں بیان کرتے ہیں ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام موجودات وجود ان کے کمال کی اصل ہے اور واجب الوجود کو وجود مخلوق کے وجود کی اصل ہے اور واجب الوجود کو وجود مخلوق کے وجود کی اصل ہے وہ پیدا نہ کرتا تو کچھ بھی موجود نہ ہوتا اور وہ باقی نہ رکھے۔ ذوات موجود نہ ہوں اور نہ ان کے کمالات کیونکہ فتاویٰ اہل حدیث کے قول کے مطابق مابہ الموجودیت صرف اللہ ہے۔ (میاں نذیر حسین دہلوی کے رد میں وحدۃ الوجود اور علمائے اہل حدیث کے عنوان سے باحوالہ بحث گزر چکی ہے)

پس ثابت ہوا کہ جملہ موجودات کے وجود میں اللہ تعالیٰ کی صفت ایجاد و بقاء کا دخل ہے اور اللہ کا وجود اس کے صفات کی اصل اور اس کی ساری صفات کمال ہیں اور مخلوق کے کمال مخلوق کے وجود کی فرع ہیں تو مخلوق کے کمال اللہ کی ایجاد اور ابقاء کی فرع الفرع ہوئے کیونکہ بالذات کوئی چیز کمالات کی حقدار نہ تھی کمالات وجود وغیرہ تو یہ اللہ ہی کا کمال ہے کہ اس کو وجود اور وجود سے متفرع ہونے والے کمالات سے نوازا۔ لہٰذا جس شخص کی جو تعریف کی جائے تو وہ اللہ ہی کی تعریف وثنا ہوگی کیونکہ ہر وجود میں اس کا کمال وایجاد وابقاء جلوہ گر ہے تو اس میں بھی ذاتی اور خلقی یا بالذات اور بالعطاء کا فرق ہے یہاں ذلت کی بات نہیں کی گئی۔ لہٰذا اس سے بھی استدلال غلط ہے۔

تیسری عبارت

صحائف السلوک کے صفحہ ۲۷ سے نقل کی ہے ''عزیز من کعبہ وعرفات از سنگے وکلوخ بیش نہ پس شرک بود نہ ایمان۔ عزیز من طائف ومصر وبغداد ایشاں را یکساں بود'' ''عزیز من کعبہ اور عرفات پتھر اور ڈھیلے سے زائد نہیں۔ پس شرک نہ ہوگا نہ ایمان، عزیز من میرے کے کہ اور طائف اور مصر اور بغداد اور عارفوں کے نظر میں یکساں ہوویں۔'' [1]

سب سے پہلے تو یہ عرض کرنا ہے کہ صحائف کی تینوں عبارات کے ترجمہ کرنے میں جو غلطیاں مولوی صاحب نے کی ہیں اس سے فارسی جاننے والوں پر ان کی فارسی دانی کا حال ظاہر ہو گیا ہوگا۔ تاہم اس عبارت میں پس شرک بود کا معنی شرک نہ ہوگا ان کی فارسی میں انتہائی مہارت پر دلالت کر رہا ہے شاید انہوں نے فارسی کو دہلی کی اردو سمجھ رکھا ہے یا پھر انہوں نے اپنے دہلوی امام کی ہدایت کو پلے باندھ لیا کہ قرآن وحدیث کے سمجھنے کے لئے کوئی زیادہ علم کی ضرورت نہیں بہر حال اس بحث کو یہیں چھوڑ کر اصل عبارت کی طرف آیئے!

---

[1] ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۰۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

شیخ فرمارہے ہیں کہ وقوف عرفات طواف کعبہ سے ان دونوں مقامات کی جو عظمت ظاہر ہوتی ہے وہ اس لئے نہیں کہ یہ دونوں مکان معبود ہیں اور ہم ان کی عبادت کرر ہے ہیں نہیں بلکہ ہمارا سجدہ اور ہمارا طواف ان کی عبادت کے لئے ہرگز نہیں بلکہ صرف اللہ کی عبادت کے لئے ہے کعبہ اور عرفات اس تجلی کے بغیر پتھر اور ڈھیلے سے زیادہ کچھ نہیں اگر اس تجلی کو ملحوظ نہ رکھیں بلکہ کعبہ اور عرفات کی عبادت کریں تو یہ شرک ہوگا ایمان نہیں رہے گا۔ دوسرے جملے میں وہ یہ فرمارہے ہیں کہ مختلف ممالک اور شہر سب کا مابہ الموجودیت اللہ تعالیٰ ہے عارفوں کا معبود یہ شہر نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے کشف پر وجود ہیں اس مابہ الموجودیت کا نظارا کرتے ہیں تو دنیا کی فانی اشیاء ان کی نظر سے ساکت ہوجاتی ہیں اور ان کو ہر ایک چیز اس لئے برابر نظر آتی ہے انہیں ہر ایک میں ایک نظر آتا ہے۔

چوتھی عبارت

صحائف السلوک کے صفحہ ۱۰۰ اسے نقل کرتے ہیں ''در کمال معرفت عجز مصطفےٰ بین کہ لا احصی ثناء علیك'' کمال معرفت میں عجز مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھ کر لا احصی ثناء علیك (میں تیری تعریف شمار نہیں کرسکتا کہتے ہیں) [1]
پہلی بات وہی ہے جو ہم بار بار عرض کرر ہے ہیں کہ مولوی صاحب کا مقصد اپنے امام کی عبارت کے اس مضمون کی تائید حاصل کرنا ہے کہ ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا یقین جان لینا چاہیے کہ وہ اللہ کے نزدیک چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ اور مولوی صاحب جتنی عبارتیں پیش کرر ہے ہیں ان میں یہ مضمون کہیں نہیں پایا گیا بلکہ اکثر جگہ ذلیل کا لفظ بھی نہیں ہے چاہے وہ کسی اور مطلب کے ادا کرنے کے لئے ہو اور جہاں ذلیل کا لفظ آیا ہے وہ کسی اور مطلب کو ادا کرتا ہے وہ مطلب ادا نہیں ہوتا جو مولوی صاحب ثابت کرنا چاہتے مذکورہ بالا عبارت بھی اس طرح کی ہے اس میں لفظ ذلیل اور ذلت بھی نہیں پایا جاتا لہٰذا اس کا یہاں پیش کرنا آنکھوں میں دھول ڈالنے کے مترادف ہے۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کمالات بے انتہاء اور لامتناہی ہیں تمام بندے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے بہت سارے کمالات جاننے کے باوجود تمام کمالات کو نہیں پہنچ سکتے اگر ایسا ہوسکتا تو اس کے کمالات محدود ہوتے اور جس کے کمالات محدود ہوں وہ خود بھی محدود ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ لامحدود ہے اور اس کے کمالات غیر متناہی ہیں اور وہ حقیقتاً غیب ہے اگرچہ غائب نہیں کیونکہ ان دونوں میں فرق ہے اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ نے بالخصوصیت اپنے رسولوں کے لیے ہی رکھا ہوا ہے لیکن اس کے علم کے برابر کسی رسول کا علم نہیں اسی کو آپ نے فرمایا کہ اے اللہ میں تیری پوری

[1] ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۰۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور

تعریفات نہیں کرسکتا۔ پوری تعریفات سے عجز کا مطلب یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر قادر نہیں یہ نہ کہ معاذ اللہ وہ ذلیل ہیں۔ بات ذلیل ہونے کی ہو رہی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات کی پہچان کی انتہاء پر قادر ہونے کی۔ لہٰذا یہ عبارات بھی نہ ہمارے خلاف ہے نہ مولوی صاحب کے حق میں۔

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۶۹، ۷۷۰۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

ایسے ہی صحائف السلوک از رقعات حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی خلیفہ شاہ نظام الدین اولیاء المتوفی ۷۵۷ھ مسلم پریس قصبہ جھجر ص۔۔ میں فرماتے ہیں۔

خود را مردہ انگارد و خلق را سنگ و کلوخ شمارد — اپنے آپ کو مردہ گمان کرے اور خلق کو پتھر اور ڈھیلے شمار کرے۔

نیز ص۱۶ میں فرماتے ہیں۔

بدانکہ در عالم ہیچ کس مستحق حمد نیست و از جمیع محامد سزاوار است کہ الف و لام اینجا برائے استغراق جنس است۔ — معلوم ہو کہ عالم میں کوئی شخص مستحق و لائق حمد و تعریف کے نہیں ہے وہ اللہ عزوجل ہی تمام تعریفوں کے لیے سزاوار و لائق ہے کہ الف اور لام اس جگہ استغراق جنس کے لیے ہے۔

نیز ص۳۶ میں فرماتے ہیں۔

عزیز من کعبہ و عرفات از سنگے و کلوخے بیش نیست پس شرک بود نہ ایمان۔ عزیز من طائف و مصر و بغداد ایشاں را یکساں بود۔ — ''عزیز من کعبہ اور عرفات پتھر اور ڈھیلے سے زائد نہیں پس شرک نہ ہوگا نہ ایمان'' عزیز من میرے کراور طائف اور مصر اور بغداد اور عارفوں کے نظر میں یکساں ہوویں۔''

نیز ص۱۰۱ میں فرماتے ہیں۔

در کمال معرفت عجز مصطفےٰ بیں کہ لا احصی ثناء علیک۔ — ''کمال معرفت میں عجز مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھ کہ لا احصی ثناء علیک (میں تیری تعریف شمار نہیں کرسکتا) کہتے ہیں۔''

امام مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی عبارات کا جواب

مولوی عزیز الدین صاحب نے حضرت امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات سے دو حوالے دیئے ہیں۔ اوّل مکتوبات فارسی جلد اول صفحہ ۱۲۵ اور دوم مکتوبات جلد اوّل صفحہ ۱۷۱ سے۔

اوّلاً پہلے حوالہ کو دیکھ لیتے ہیں مکتوبات کے صفحہ ۱۲۵ سے ایک عبارت نقل کر کے خود اس کا ترجمہ کیا ہے ''عالم را با صانع ہیچ نسبت مگر مخلوق و ذلیل است'' عالم کو ساتھ صانع اپنے کے کچھ بھی نسبت نہیں مگر یہ مخلوق اور ذلیل ہے۔ [1]

یہ عبارت غلط ہے اور حوالہ جھوٹا ہے نہ صرف یہ کہ عبارت اس صفحہ پر موجود نہیں بلکہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اس کے خلاف فرمایا ہے۔ (مذکورہ عبارت کا عکس آگے آتا ہے) تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی عزیز الدین صاحب نے اپنی اسی کتاب (اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان) کے صفحہ ۲۷ پر مجدد صاحب کے مکتوبات سے حوالہ دیا ہے وہ جلد اول صفحہ ۳۲۲ کا حوالہ دیا ہے۔ اور اپنی کتاب کے صفحہ ۳۸ پر مجدد صاحب کے مکتوبات سے صفحہ ۳۲۴ کا حوالہ دیا ہے اور اپنی کتاب کے اسی صفحہ ۷۰ پر مکتوبات جلد اول صفحہ نمبر ۱۷۱ کا بھی حوالہ دیا ہے یہ اور بات ہے کہ مولوی عزیز الدین صاحب کا ان عبارات سے کوئی مقصد ثابت نہیں ہوتا

تاہم ہمارے پاس جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان کی لائبریری میں مکتوبات فارسی کا ایک نسخہ موجود ہے جو

---

[1]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۰۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

پرانے مطبع نامی منشی نول کشور واقع کانپور سے چھپا ہے اس کی جلد اول میں مولوی عزیز الدین صاحب کے دیئے ہوئے دیگر حوالے انہیں کے درج کردہ صفحات کے مطابق موجود ہیں۔ جب کہ صفحہ نمبر ۱۲۵ کا دیا ہوا حوالہ (جو انہوں نے اپنی کتاب اکمل البیان کے صفحہ ۷۷ پر دیا ہے) موجود نہیں۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مکتوب گرامی مکتوبات (فارسی) جلد اوّل مکتوب نمبر ۱۶۰ صفحہ ۱۰۲ (مطبوعہ قدیم نول کشور کانپور اور مطبوعہ جدید جلد اوّل صفحہ ۲۶۳ ایچ ایم سعید کراچی) کا ہے اور اس سارے صفحہ میں صرف یہ مضمون ہے کہ از روئے ضرورت "ربٰو" جسے سود کہتے ہیں اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ عالم اور صانع کے تعلقات پر کوئی بحث نہیں۔

دوسرا یہ کہ اسی مکتوبات کی جلد اول کے صفحہ ۲۶۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی میں مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"مشائخ طریقت قدّس اللہ تعالی اسرارھم سہ طائفہ اند طائفہ اولیٰ قائلند بآنکہ عالم با یجاد حق سبحانہ در خارج موجود است" [1]

یعنی مشائخ طریقت قدّس اللہ تعالی اسرارھم کی تین جماعتیں ہیں پہلی قسم کی جماعت کا مذہب یہ ہے کہ یہ جہاں اللہ عزوجل کے موجود کرنے کے سبب خارج میں موجود ہے اور جو کچھ کمالات اور اوصاف اس میں ہیں سارے اللہ عزوجل کے بنانے سے ہیں۔

آگے چل کر اسی مکتوب میں شیخ مجدد مزید لکھتے ہیں

"ایں بزرگواران عالم را بحق سبحانہ و تعالی بغایت تنزیہ ہیچ نسبت اثبات نمیکند جمیع نسب را سلب مے کند فکیف العینیۃ و الجزئیۃ تعالی شانہ الانسبت مولویت و عبودیت و صانعیت و مصنوعیت بلکہ در غلبہ حال ایں نسبت را ہم گم مے کنند ایں زماں بفنائے حقیقی مشرف شدہ قبول تجلیات ذاتیہ پیدا میکنند و مظہر تجلیات بے نہایت میگردند" [2]

یہ بزرگ عالم کی حق تعالی سے کوئی نسبت ثابت نہیں کرتے تمام نسبت کی نفی کرتے ہیں تو عینیت اور جزئیت کا قول کیسے کر سکتے ہیں اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے ہاں نسبت مالکیہ اور مملوکیہ اور خالقیت اور مخلوقیت کی مانتے ہیں بلکہ غلبہ حال میں یہ نسبت بھی گم کر دیتے ہیں اور اس وقت حقیقی فنا سے مشرف ہو کر تجلیات ذاتیہ کی قبولیت کے لائق بن جاتے ہیں اور لامحدود تجلیات کے مظہر ہو جاتے ہیں۔

---

[1]...... "مکتوبات امام ربانی" (مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی المتوفی ۱۰۳۴ھ) جلد اوّل صفحہ ۲۶۳۔ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی

[2]...... "مکتوبات امام ربانی" (مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی المتوفی ۱۰۳۴ھ) جلد اوّل صفحہ ۲۶۴۔ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی

اسی صفحہ پر پھر آگے لکھتے ہیں

''طائفہ دیگر عالم را ظل حق سبحانہ میدانند اما قائلند بآنکہ عالم در خارج موجود است لیکن بطریق ظلیت نہ بطریق اصالت و وجود او نیز قائم بوجود حق است سبحانہ کقیام الظل بالاصل مثلاً'' ؎۱

دوسری جماعت عالم کو اللہ ﷻ کا ظل مانتے ہیں تاہم یہ کہتے ہیں کہ عالم خارج میں اور حقیقۃً موجود ہے لیکن اس کا وجود اصل کے طور پر نہیں بلکہ سایہ کی مثال ہے کہ اللہ کے وجود کے بغیر ان کا وجود باقی نہیں رہ سکتا جیسے کہ سایہ اصل کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اسی مکتوب میں آگے چل کر لکھتے ہیں

''طائفہ ثالث قائل اند بوحدۃِ وجود یعنی در خارج یک موجود است وبس وآن ذاتِ حق است سبحانہ وعالم را در خارج اصلاً تحققی نیست ثبوت علمی دارند میگویند الاعیان ماشمت رائحۃ الوجود'' ؎۲

تیسری جماعت وحدت الوجود کے قائلین ہیں یعنی ان کے نزدیک خارج میں یعنی واقعۃً اور حقیقۃً موجود صرف ایک ہے اور بس اور وہ ذات واجب تعالیٰ ہے جب کہ عالم کا وجود خارج میں حقیقۃً ثابت نہیں لیکن عالم کے علم میں ثابت ہیں وہ کہتے ہیں موجود خارجیہ کو وجود حقیقی کی خوشبو تک نہیں پہنچی۔

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بقول قابل احترام مشائخ طریقت کی کل تین جماعتیں ہیں۔ ان سب کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم میں کمالات پائے جاتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہوتے ہیں یا اس کے کمال کا عکس ہوتے ہیں یا اللہ خود اس کمال کا بندہ کے روپ میں ظاہر کر رہا ہے اور یہ کہ جو مشائخ پیدا کرنے کے قائل ہیں ان پر کسی وقت ایسا کرم ہوتا ہے کہ اللہ اپنی تجلیات ان میں ظاہر فرمانے لگتا ہے۔

حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب کا عکس ملاحظہ فرمائیں اور خود فیصلہ کریں۔

فوٹو حوالہ ﴿''مکتوبات امام ربانی'' جلد اوّل صفحہ ۲۶۳۔ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی﴾
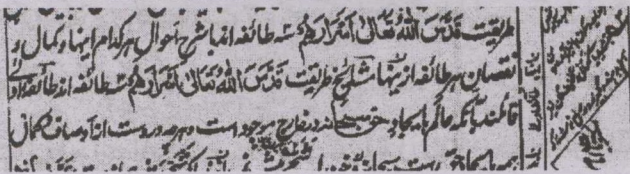
؎۱......﴿''مکتوبات امام ربانی'' (مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی المتوفی ۱۰۳۴ھ) جلد اوّل صفحہ ۲۶۴۔ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی﴾

؎۲......﴿''مکتوبات امام ربانی'' (مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی المتوفی ۱۰۳۴ھ) جلد اوّل صفحہ ۲۶۴۔ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی﴾

فوٹو حوالہ ﴿''مکتوبات امام ربانی'' جلد اوّل صفحہ ۲۶۴_مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی﴾

بے نہایت میگردند طائفہ دیگر عالم را ظل حق سبحانہ میدانند اما قائلند باآنکہ عالم در خارج
موجود است لیکن بطریق ظلیت نہ بطریق اصالت و وجود اینہا قائم بوجود حق است سبحانہ
کقیام الظل بالاصل مثلاً از شخصی سایۂ ممتد شد و آن شخص از کمال قدرت خود صفات خود را
نیز در آن سایہ منعکس ساخت از علم و قدرت و ارادہ و غیرہا حتی کہ لذت و الم پس اگر بالفرض آن
سایہ [illegible] گفت کہ آن شخص [illegible]
القیاس جمیع افعال [illegible] نمیتوان گفت کہ فعل [illegible] سایہ بارادہ خود
حرکت کند نمیتوان گفت کہ شخص متحرک شد آری میتوان گفت کہ اثر قدرت و ارادت او
یعنی مخلوق اوست و معتزلہ [illegible] کہ خلق قبیح قبیح نیست بلکہ فعل و کسب قبیح قبیح است طائفہ
ثالث قائلند بوحدت وجود یعنی در خارج یک موجود است و بس و آن ذات حق است سبحانہ
و عالم را در خارج اصلاً تحققی نیست بثبوت علمی ولہٰذا میگویند الاعیان ما شمت رائحۃ الوجود
و چندین جماعہ ہم عالم را ظل حق سبحانہ میگویند لیکن میگویند کہ وجود ظلی ایشان در مرتبہ

کیا ایسے کلام کی روشنی میں یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ مجدد صاحب عالم کو ذلیل کہتے ہیں علاوہ ازیں حضرت مجدد صاحب اسی کتاب کی جلد دوم کے دفتر دوم مکتوب نمبر ۴۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی میں لکھتے ہیں

''از معارف غریبہ نوشتہ میشود استماع فرمایند وطریق مراقبہ اخص خواص نمودہ مے آید توجہ بلیغ نمایند۔ باید دانست کہ عالم بتمامہ مجالی ومظاہر اسماء وصفات واجبی است تعالیٰ وتقدس واگر در ممکن حیاتست مرأۃ حیات واجب است تعالی وتقدس واگر علم است مرأۃ علم اوست سبحانہ واگر قدرتست ہم مرأۃ قدرت اوست تعالی علی ھذا القیاس وذات اورا تعالیٰ در عالم مظہرے نیست ومرأتے نہ بلکہ ذات اورا تعالی باعالم ہیچ مناسبتے نیست ودر ہیچ چیز اشتراکے نہ اگر چہ آن مناسبت در اسم بود وآں مشارکت در صورت باشد اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْن بخلاف اسماء وصفات کہ باعالم مناسبت اسمی دارند ومشارکت صوری درمیان اینہا ثابت است چنانچہ در واجب تعالیٰ علم است در ممکن نیز صورت آن علم ثابت است وچنانچہ آنجا قدرت است اینجا نیز صورت آں قدرت است بخلاف ذات'' [1]

معرفت الٰہی کے اسرار لکھے جارہے ہیں بغور سنیں اور خواص اولیاء سے بھی زیادہ خواص کے مراقبہ کا طریقہ ظاہر کیا جارہا ہے پوری توجہ رکھیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ عالم پورے کا پورا واجب تعالیٰ کے اسماء اور صفات کی جلوہ گاہ اور محل ظہور ہیں۔ بلند ہے اس کی ذات اور مقدس ہے اگر ممکن میں زندگی ہے تو وہ حیات واجب تعالیٰ تقدس تعالیٰ کا آئینہ ہے اور اگر ممکن میں علم ہے تو وہ اس ذات سبحانہ کے علم کا آئینہ ہے اگر ممکن میں قدرت پائی جاتی ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کو قدرت کا

[1]......﴿''مکتوبات امام ربانی'' (مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی المتوفی ۱۰۳۴ھ) جلد دوم صفحہ ۱۲۴_مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی﴾

آئینہ ہے۔اسی پر قیاس آگے بڑھاتے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا عالم میں کوئی محل ظہور نہیں۔اور نہ ہی آئینہ بلکہ اس کی ذات کو عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں اور کسی چیز میں اشتراک نہیں خواہ مناسبت صرف نام میں ہو اور خواہ وہ مشارکت صرف صورۃً ہی میں ہو۔بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے بخلاف اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے کیونکہ وہ عالم سے صرف نام میں مناسبت رکھتے ہیں اور ان کے درمیان صورۃ ومشارکت ثابت ہے۔جیسے مثلاً واجب تعالیٰ میں صفت علم ہے ممکن میں بھی اس علم کی صورۃ ثابت ہے جیسے مثلا واجب تعالیٰ میں صفت علم ہے۔ممکن میں بھی اس علم کی صورۃ ثابت ہے۔اور جیسا کہ وہاں قدرت ہے یہاں ممکن میں بھی قدرت کی صورت موجود ہے بخلاف ذات کے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عالم تمام کا تمام اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی جلوہ گاہ ہے اور ذلیل کا لفظ نہ تو اللہ تعالیٰ کا نام نہ ہی اس کی کوئی صفت۔تو پھر شیخ مجدد مجموعۂ عالم کو کیونکہ ذلیل سمجھ سکتے۔

فوٹو حوالہ ﴿''مکتوبات امام ربانی'' جلد دوم صفحہ ۱۲۴۔مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی﴾
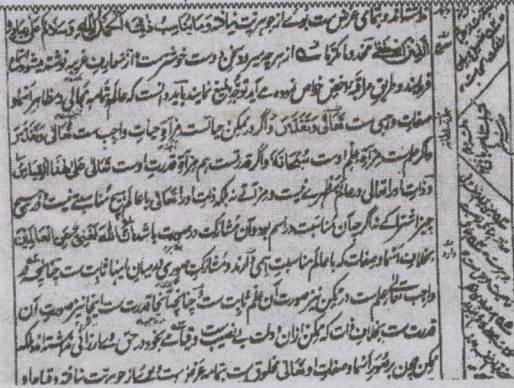
شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات کے جلد سوم حصہ نمبر ۸ کے مکتوب نمبر ۱۱ جس کا عنوان دیا گیا

''دربیان جامعیت انسان کہ مرکب از اجزاء عشرہ عالم امر وخلق است وترجیح قلب انسان بر عرش مجید''

(اس خط کا مضمون ''انسان کامل کی جامعیت کے بارے میں ہے جو عالم امر وخلق کے دس اجزاء سے مرکب ہے۔(اور اسی خط کے مضمون میں ذکر ہے کہ) انسان (کامل) کے دل کی عرش مجید پر ترجیح کی'') میں فرماتے ہیں ''ایں مجموع را مسمی بانسان گردانید وباعتبار جامعیت وحصول ہیئت وحدانی بشرف استعدادِ خلافت مشرف ساختہ ایں دولت بعد از انسان ہیچ یکے را میسر نہ شودہ است'' [1]

اللہ تعالیٰ نے اسی مجموعہ کا نام انسان رکھا اور اس کی جامعیت اور اس میں ہیئت وحدانی کے حصول کے اعتبار سے

[1]......﴿''مکتوبات امام ربانی'' (مجدد الف ثانی شیخ احمد سر ہندی المتوفی ۱۰۳۴ھ) جلد سوم صفحہ ۲۹۰۔مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی﴾

اسے خلافت کی استعداد کے شرف سے مشرف بنایا یہ دولت انسان کے بعد کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔

مزید آگے چل کر اسی مکتوب میں لکھتے ہیں ''باید دانست کہ اشرفِ اجزاءِ عالم کبیر عرش مجید است'' [1]

معلوم ہونا چاہیے کہ بڑے جہان کے اجزاء میں سے سب سے بزرگ اور عزت والا عرش مجید ہے۔

ان تمام عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم کبیر سے عرش مجید کو اللہ نے عزت بخشی ہے اور عالم صغیر یعنی انسان کو خلیفۃ اللہ ہونے کی اہلیت کا شرف بخشا۔ پس جو انسان اپنی اس اہلیت سے فائدہ اٹھاتا ہے اس کا شرف اور عزت قائم رہتی ہے بلکہ بڑھ جاتی ہے اور جو انسان اپنی اس اہلیت سے فائدہ اٹھاتا ہے اس کا شرف اور عزت قائم رہتی ہے بلکہ بڑھ جاتی ہے اور جو انسان کافر یا فاسق بن کر اس اہلیت کو ضائع کر دیتا ہے اس کا شرف بھی چھن جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیخ مجدد علیہ الرحمۃ عالم کبیر کے ہر جز کو ذلیل نہیں سمجھتے بلکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والی اشیاء عرش عظیم کعبہ شریف وغیرہ اور انسان کامل کو ایک خصوصی شرف حاصل ہے۔

چنانچہ اسی مکتوب میں مزید فرماتے ہیں ''قلب انسان کامل کہ مناسبت با عرش دارد وآں را عرش اللہ مے خوانند از اں تجلی عرش نصیب وافر دارد و کامل غایت مافی الباب آں تجلی کلی است و ایں تجلی نسبت باں جز ایں است اما قلب مزید دارد کہ در عرش نیست وآں شعور و متجلی است۔'' [2]

انسان کامل کا دل جو عرش سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور اسے عرش اللہ بھی کہتے ہیں۔ اسی تجلی سے جو عرش میں چمکی وافر نصیب اور کامل حصہ رکھتا ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ تجلی کلی ہے اور تجلی جو انسان میں اس عرش والی تجلی کی نسبت جزئی ہے۔ تاہم قلب وہ فضیلت رکھتا ہے جو عرش میں نہیں اور یہ جلوہ کرنے والے کا شعور ہے اس عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ انسان کامل کا دل اللہ کے نزدیک عرش جیسی عزت رکھتا ہے۔

نیز اسی حصے کے صفحہ نمبر ۳۰۲ مکتوب نمبر ۱۷ میں لکھتے ہیں ''بعض از مخلوقات را لیاقت ظہور انوار واجبی نیست جل سلطانہ وبعض راہست'' [3]

مخلوقات دو قسم ہے ایک وہ جو واجب تعالیٰ جل سلطانہ کے انوار کے ظہور کے لائق نہیں۔ اور کچھ مخلوق کو یہ اہلیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات عزت کے جلوے کسی مخلوق میں چمکتے ہیں تو اس کی عزت کا انکار اللہ کی عزت کا انکار ہوتا ہے۔ اور اسے ذلیل قرار

---

[1]......﴿''مکتوبات امام ربانی'' (مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی المتوفی ۱۰۳۴ھ) جلد سوم صفحہ ۲۹۱۔ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی﴾

[2]......﴿''مکتوبات امام ربانی'' (مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی المتوفی ۱۰۳۴ھ) جلد سوم صفحہ ۲۹۱۔ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی﴾

[3]......﴿''مکتوبات امام ربانی'' (مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی المتوفی ۱۰۳۴ھ) جلد سوم صفحہ ۳۰۲۔ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی﴾

دینے والا اللہ کی شان میں یہ لفظ بول رہا ہوتا ہے پہلے نہیں جانتا تھا۔ تو اب جان لے۔

بہر حال وہ عبارت جو مولوی عزیز الدین صاحب نے مکتوبات جلد اول صفحہ ۱۲۵ کے حوالے سے اپنی کتاب اکمل البیان کے صفحہ ۷۷ پر نقل کی ہے شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں اور اگر کہیں لکھی ہوئی ہے تو اتنی ساری عبارات سے ٹھکرانے کے سبب یہ ماننا پڑے گا کہ وہ کسی اور نے ملا دی ہے۔

فوٹو حوالہ ”مکتوبات امام ربانی“ جلد دوم صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱۔ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی

فوٹو حوالہ ”مکتوبات امام ربانی“ جلد دوم صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱۔ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی

شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری عبارت کا جواب

”نیز مجدد صاحب صفحہ نمبر ۱۷۱ میں فرماتے ہیں۔

”پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ قریب بیک لکھ وبست وچہار ہزار گشتہ اند خلائق را بعبادت خالق ترغیب فرمودہ اند واز عبارت غیر منع نمودہ وخود را بندہ وعاجز دانستہ انداز ہیبت او عظمت او تعالیٰ ترساں ولرزاں بودہ اند“

ہمارے پیغمبران علیہم الصلوٰت والتسلیمات کہ قریب ایک لاکھ چوبیس ہزار کے آگے گزرے ہیں۔ خلائق کو خالق کی

عبادت کی طرف ترغیب فرماتے تھے اور عبادت سے منع کرتے تھے اور اپنے آپ کو بندہ اور عاجز جانتے تھے اور ہیبت وعظمت حق تعالیٰ جل شانہ سے ترساں اور لرزاں رہتے تھے۔ [1]

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ۷۶۹،۷۷۰۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

تمناء علیک۔

ایسے ہی حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے مکتوبات جلد اول ص۱۲۵ میں ہے:۔

عالم را با صانع خویش ہیچ نسبتے نیست مگر آنکہ مخلوق و ذلیل ست۔

"عالم کو ساتھ صانع اپنے کے کچھ بھی نسبت نہیں مگر یہ کہ مخلوق اور ذلیل ہے"

نیز ص۱۷۱ میں فرماتے ہیں:۔

پیغمبران ما علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ قریب بیک لکھ و بست وچہار ہزار گذشتہ اند خلائق را بعبادت خالق ترغیب فرمودہ اند و از عبادت غیر منع نمودہ و خود را بندہ و عاجز دانستہ اند و از ہیبت و عظمت او تعالیٰ ترساں و لرزاں بودہ اند۔

"ہمارے پیغمبران علیہم الصلوٰت والتسلیمات کہ قریب ایک لاکھ چوبیس ہزار کے گزرے ہیں خلائق کو خالق کی عبادت کی طرف ترغیب فرماتے تھے اور عبادت غیر سے منع کرتے تھے اور اپنے آپ کو بندہ اور عاجز جانتے تھے اور ہیبت وعظمت حق تعالیٰ جل شانہ سے ترساں اور لرزاں رہتے تھے"

یہ عبارت نہ مولوی صاحب کے لئے مفید ہے نہ ہمارے خلاف۔ کیونکہ اس کے ترجمہ میں مولوی صاحب خود لکھ رہے ہیں کہ پیغمبراں علیہم الصلوٰت والتسلیمات اپنے آپ کو بندہ اور عاجز جانتے تھے۔ عبارت میں یہ نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے انبیاء کو بندہ عاجز جانتا تھا نہ ہی اس میں یہ ہے کہ فی الواقع وہ بندہ عاجز ہیں۔ اپنے آپ کو بندہ اور عاجز جانتا ہے یہ تواضع ہے۔ جو وصف کمال ہے، بندے تو وہ واقعی ہیں لیکن اگر کوئی انہیں مطلقاً عاجز سمجھے تو وہ جبری مذہب میں سے ہوگا اگر مولوی صاحب جبریہ کا عقیدہ رکھتے ہیں تو وہ اپنی وضاحت خود کریں گے ورنہ یہ عقیدہ اہل باطل ہے اہل حق کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں۔

مزید یہ کہ اس عبارت میں ذلیل ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ نہ یہ کہ ہم انہیں ذلیل جانیں۔ لہٰذا یہ عبارت مولوی صاحب کی تائید ہرگز نہیں کرتی۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی عبارات کا جواب

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد۴ صفحہ۴۶ کے حوالے سے عبارت لکھی ہے

''زیرا کہ در عبودیت غایت تذلل ونہایت خواری ست مستحق نیست آنرا مگر آں کس کہ در غایت عزت وکبریاء ست وآں نیست مگر پروردگار رب العزت والکبریاء'' ''عبودیت میں غایت درجہ ذلت اور نہایت درجہ خواری ہے اور اس کا مستحق

[1] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ۷۷۰۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

نہیں ہوسکتا ہے مگر وہ جو غایت درجہ عزت اور عظمت رکھتا ہے اور وہ نہیں ہے مگر پروردگار رب العزت اور عظمت والا۔'' [1]

اس عبارت میں بھی لفظ غایت تذلل آیا ہے جس کے معنی اپنے آپ کو ذلیل ظاہر کرنا ہے اور اس کا تکلف کرنا ہے۔

مولوی صاحب نے اس کا معنی غایت درجہ ذلت لکھ کر غلطی کی ہے اپنے آپ کو اس طرح سمجھنا تواضع ہے اور اعلیٰ شان کا تواضع کرنا اور بالخصوص اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی عزت وعظمت کو مزید بڑھاتا ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔ لگتا ہے شاید مولوی صاحب کو تذلل کا اصل معنی نہیں آتا اس لئے غلط معنی کرتے ہیں حالانکہ سنی مدارس کے طالب علم یہ بات جانتے ہیں۔

''فصول اکبری'' مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان صفحہ ۳۹ پر خاصیت باب تفعل میں لکھتے ہیں ''تکلف ورمأ خذ نحو تجوع وتکوف'' اسی کتاب کے آخر صفحہ ۱۲۵ کے ''گوہر منظوم'' میں ہے ''پئے تجنب وتدریج بیگماں آمد رائے لُبس وتکلف ہمی تواں آمد'' تفعل کا باب اس کی خاصیات میں سے یہ ہے کہ کہیں وہ اجتناب کا معنی دیتا ہے یعنی مأ خذ سے ہٹ جانا اور کبھی تدریج کا معنی دیتا ہے اور کبھی اس مأ خذ سے لباس پہننے کا آتا ہے اور کبھی تکلیف کے لئے آتا ہے۔ اور اس کی مثال انہوں نے'' تجوع '' کا لفظ دیا ہے یعنی با تکلف بھوکا بننا۔

یہ مضمون دیگر اور کتابوں میں بھی ہے لیکن ان دو کتابوں کو اس لئے آگے بڑھایا گیا ہے کہ مدارس اہل سنت کے ابتدائی درجہ کے طالب علم انہیں پڑھا کرتے ہیں اور انہیں معلوم ہے کہ ہر خاصیت کا اطلاق وقت اور حال کے مطابق ہوتا ہے۔ الغرض حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی عبارت میں تذلل کا لفظ ہے جو تواضع کے معنیٰ میں آتا ہے۔ ذلت کے معنیٰ میں نہیں۔ مولوی صاحب نے ذلت کا معنیٰ کر کے تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔

شیخ محقق کی دوسری عبارت کا جواب

''نیز صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں'' الا کل شئی ماخلا اللہ باطل آگاہ باش اے سامع بشنو وبداں کہ ہر چیز ماسویٰ حق ست جل وعلا باطل وفانی وہالک ومضمحل ونیست ست'''' آگاہ ہوا اے سننے والے سن اور جان کہ ہر چیز جو ماسوائے حق تعالیٰ جل وعلا کے ہے۔ باطل وفسانی اور ہالک ومضمحل اور نیست ہے۔'' [1]

اس عبارت میں حدیث مذکور کا ترجمہ کرتے ہوئے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وحدۃ الوجود کی بات کی ہے۔ چونکہ باطل کے کئی معانی انہوں نے مترادف اور متقارب کے طور پر کئے ہیں اور آخری معنیٰ ''نیست'' کا کیا ہے اور نیست کے معنی ہیں کچھ نہیں۔ یعنی اللہ ہے اور کچھ نہیں۔ اب اگر مولوی عزیز الدین صاحب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کو اپنا

---

[1]...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۱۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

مقتداء مانتے ہیں اور انہیں ماننا بھی چاہیے کیونکہ رسالہ ''اہلحدیث کون'' میں اہلحدیثوں کے مولوی محمد رفیق اثری شیخ الحدیث محمدیہ اہلحدیث جلالپور پیروالا نے شاہ عبدالحق صاحب کو مذہب اہل حدیث پر قرار دیا ہے۔اب اگر یہ ان کی بات حجت مانتے ہیں تو پھر اس حدیث کا ترجمہ ہوا ''اللہ ہے اور باقی کوئی شئی نہیں'' تو پھر اللہ کی طرف یہ ذلت کیسے منسوب کریں گے۔

رہے ہم اہل سنت تو ہمارے نزدیک ہر شئی کے دو اعتبار ہیں ایک یہ کہ وہ واجب الوجود نہ ہونے کی وجہ سے اپنی ابتداء میں غیر موجود ہے تو غیر موجودیت کے ساتھ ذلت جمع نہیں ہوسکتی کیونکہ جب ذات ہی موجود نہیں تو اس کی صفت کیسے موجود ہوسکتی ہے اور دوسرے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے ہر ممکن کا وجود بنایا اور اسے کمال کے رتبے عطا فرمائے تو اس عطائی وجود کے ساتھ جس کو جو کمال دیا وہ ماننا حق ہے اور جس کو جو زوال دیا اور ذلت دی اس کے لیے وہی ماننا حق ہے اس لیے وحدۃ الوجود کے قائل کہتے ہیں ؎ ''اگر فرق مراتب نہ کنی زندیقی''

اللہ تعالیٰ نے جس کے جو رتبے مقرر فرمائے اس کا فرق نہیں کروں گے تو زندیق ہو جاؤ گے۔لہٰذا یہ عبارت قطعاً ہمارے خلاف نہیں۔

شیخ محقق کی تیسری عبارت کا جواب

''نیز صفحہ ۹۴ میں فرماتے ہیں'' كلهم من ادم وادم من تراب مردم پسران آدم اند و آدم از خاک است و خاک خوار و بست ست و تعزز و ترفع اورا سزاوار او نبوده زخاک آفرید ت خداوند پاک پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک''

''تمام آدمی آدم کے بیٹے ہیں اور آدم خاک سے۔اور خاک خوار و پست ہے۔شان اور بلندی اس کے لائق نہیں ہوتی۔خاک سے بنایا ہے اللہ پاک نے پس اسے بندہ پستی میں پڑا رہنا اختیار کرنا مانند خاک کے'' [1]

اس عبارت کا بھی مولوی صاحب کو معنی کرنا نہیں آیا اور غلط ترجمہ کیا ہے حدیث شریف کا ترجمہ تو یہ تھا کہ ''تمام انسان آدم اور آدم مٹی سے بنا ہے'' تو مٹی جو ہماری اصل ہے تو وہ خوار اور پست ہے۔لہٰذا انسان کو نہیں چاہیے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھے کیونکہ تعزز اور ترفع انسان کے لائق نہیں۔

''تعزز'' اور ''ترفع'' کا معنی شان اور بلند نہیں بلکہ عزت مند نہ ہوتے ہوئے اپنے آپ کو عزت مند قرار دینا رفع شان نہ ہوتے ہوئے اپنے آپ کو رفیع الشان اور بلند مرتبہ قرار دینا ہے اگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت

[1]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۱۷۷۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

سے شان اور بلندی کا انکار ہوتا تو پھر عبارت یوں ہوتی کہ ''عزت ورفع اور اسزوار نبود'' اس عبارت میں تعزز اور ترفع، تذلل اور تواضع کے مقابلے میں تفعل کے وزن پر آئے ہیں جیسے تذلل تو جیسے وہاں تکلف مراد ہے یہاں بھی تکلف مراد ہے یعنی تکبر کرنا آدمی کے لائق نہیں۔ باقی رہا شعر اس کے ترجمہ میں مولوی صاحب نے خود لکھا ہے کہ اے بندہ پستی میں پڑا رہنا اختیار کر۔ اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم بڑے ہونے کے باوجود اپنے آپ کو چھوٹا اختیار کرو۔ مولوی صاحب یہی تو وہ تواضع ہے جس کو آپ مسلمانوں کو ورغلانے کے لئے ایک ہی بات کو ذلت سے تعبیر کر رہے ہیں۔

شیخ محقق کی چوتھی عبارت کا جواب

''نیز صفحہ ۳۱۴ میں فرماتے ہیں'' وآں حضرت نفس شریف خود را نیز دریں مقام برحد بشریت وضعف عبودیت داشت بہ جہت رعایت کمال عزت وعظمت وربوبیت حق جل وعلا''

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس شریف کو بھی اس مقام میں حدّ بشریت اور ضعف عبودیت پر رکھتے تھے بوجہ رعایت کمال درجہ عزت اور عظمت ربوبیت حق تعالیٰ جل وعلا کے۔'' [1]

پہلی بات تو اس عبارت میں یہ ہے کہ مولوی صاحب نے عبادت آدھی کاٹ دی ہے جس سے مطلب صاف صاف ہمارے مسلک کی وضاحت کر رہا تھا وہ عبارت شروع ہوئی'' والّا'' سے شاید یہ کہ مولوی صاحب'' لا الہ الا اللہ '' کا پورا معنی نہیں کرتے ہونگے اور'' الا اللہ '' کا معنی چھوڑ دیتے ہونگے دیکھئے شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت (جس کا عکس میاں نذیر حسین کے جواب میں گزر چکا ہے۔)

''ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار بدہد بیت

فان من جودك الدنيا وضرتها　　ومن علومك علم اللوح والقلم [2]

جو کچھ چاہتے آپ کرتے ہیں اور دیتے ہیں جو کچھ چاہتے ہیں اللہ کے اذن سے۔ (شعر کا ترجمہ) کیونکہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور اس کی سوکن آخرت آپ کی جود کا ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم میں سے کچھ۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ مطلب یہ ہے کہ حدیث شریف میں یہ جو آیا ہے کہ ان لوگوں کو میرے سپرد نہ کر کہ میں ان کے معاملے میں کمزور پڑ جاؤں۔ اس حدیث میں

---

[1] ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۱۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2] ''اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوۃ'' (شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ) جلد اوّل صفحہ ۴۲۵۔ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو خود ہی عبودیت کی کمزوری پر رکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی عزت وعظمت سامنے اس کے کمال کی رعایت یعنی اپنی تواضع کے لئے ورنہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے نائب اعظم ہیں جو کچھ چاہیں کر سکتے ہیں اور جو جس کو دینا چاہیں دے سکتے ہیں۔

فوٹو حوالہ ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" صفحہ ۷۰۔۷۷ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

علی ہذا مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص۲۶ میں فرماتے ہیں:۔

زیرا کہ در عبودیت غایت تذلل و نہایت خواری ست مستحق نیست آنرا مگر آں کس کہ در غایت عزت و کبریا ست وآں نیست مگر پروردگار رب العزت والکبریاء۔

"عبودیت میں غایت درجہ ذلت اور نہایت درجہ خواری ہے اور اس کا مستحق نہیں ہو سکتا ہے مگر وہ جو غایت درجہ عزت اور عظمت رکھتا ہے اور وہ نہیں ہے مگر پروردگار رب العزۃ اور عظمت والا"

نیز ص۵۵ میں فرماتے ہیں:۔

فوٹو حوالہ ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" صفحہ ۷۱۔۷۲۔۷۷ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل ۔
آگاہ باش اے سامع بشنو و بدان کہ ہر چیز ما سوائے حق ست جل وعلا باطل و فانی و ہالک و مضمحل و نیست ست۔

"آگاہ ہو جائے سننے والے سن اور جان کہ ہر چیز جو ما سوائے حق تعالیٰ جل وعلا کے ہے، باطل و فانی اور ہالک و مضمحل اور نیست ہے۔"

نیز ص۴۳ میں فرماتے ہیں:۔

کلھم من آدم و آدم من تراب۔
مردم پسران آدم اند و آدم از خاک ست و خاک خوار و پست ست تعزز و ترفع او را سزاوار نبود و ہے

"تمام آدمی آدم کے بیٹے ہیں اور آدم خاک سے، اور خاک خوار و پست ہے، شان اور بلندی اس کے لائق نہیں ہوتی۔"

ز خاک آفریدت خداوند پاک
پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک

"خاک سے بنایا ہے اللہ پاک نے پس اے بندہ پستی میں پڑا رہنا اختیار کر مانند خاک کے۔"

نیز ص۳۴ میں فرماتے ہیں:۔

وآں حضرت نفس شریف خود را نیز دریں مقام بر حد بشریت و ضعف عبودیت داشت بر جہت رعایت کمال عزت و عظمت ربوبیت حق جل وعلا۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس شریف کو بھی اس مقام میں حد بشریت اور ضعف عبودیت پر رکھتے تھے بوجہ رعایت کمال درجہ عزت اور عظمت ربوبیت حق تعالیٰ جل وعلا کے۔"

نیز ص۵۲۹ میں فرماتے ہیں:۔

در فتوح الغیب فرمودہ اند صلاح فنائے عبد ست بکلیت از وجود ہستی خود کہ تا شائبہ از ہستی باقی ست فساد ست و چوں فنائی اللہ کامل شد بقا باللہ نیز کامل خواہد بود و اکمل افراد آنحضرت سید السادات و افضل کائنات ست صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ وسائر النبیین و آل کل و سائر الصالحین۔

"فتوح الغیب میں حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں بھلائی درستی فنا ہو جانا بندہ کا ہے بالکلیہ اپنے وجود ہستی سے کہ جب تک شائبہ ہستی کا باقی ہے فساد ہے اور جب فنائی اللہ میں کامل ہو اتقا باللہ میں کامل ہو گا اور سب سے کامل اس باب میں آنحضرت سید السادات و افضل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وعلی آلہ وسائر النبیین و آل کل و سائر الصالحین۔"

علی ہذا جناب شاہ صاحب موصوف دہلوی اخبار الاخیار ص۲۵ میں ارقام فرماتے ہیں:۔

آدم و آدمیان را و عالم و عالمیان را معدوم شمارد و نابود پندارد زیرا کہ ہمہ در عالم امکانند و اسیر حد ثانند۔

"آدمی اور آدمیوں کو اور عالم اور عالم والوں کو معدوم شمار کرے اور نابود سمجھے کیونکہ تمام عالم امکان میں داخل ہیں اور قیدی حدوث کے ہیں۔"

نیز ص۱۹ میں مرقوم ہے:۔

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا۔
وعلامت ظہور ایں فضل و رحمت آنست کہ او را بعیوب نفس خود بینا کند و پر تو ے از انوار عظمت الٰہی کہ ہمہ مکنونات در جنب آں متلاشی است بر وے زند تا ہمہ دنیا و بزرگی ہائے آں در نظر او خاک بود و اہل آں را در دل وے سنگی نماند۔

"اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت نہ پاک کرتا تم میں کسی کو کبھی" علامت ظاہر ہونے اس فضل و رحمت کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اس کو اپنے نفس کے عیوب پر نظر کرنے کے لیے بینا کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور پر تو انوار عظمت الٰہی سے کہ تمام پوشیدہ اس کو ڈھونڈنے والے کے پہلو میں ہیں ظاہر کر دیتا ہے وہ خود چمکتے ہیں یہاں تک کہ تمام دنیا اور اس کی ساری خوبیاں اس کی نظر میں خاک ہو جاتی ہیں اور اہل دنیا کی بمقابلہ عظمت الٰہی کے اس کے دل میں ایک پتھر کی برابر بھی وقعت نہیں رہتی۔

نیز ص۱۲۳ میں مرقوم ہے:۔

دل از خلق برداشتن و بر حق بستن کار اولیاء و انبیاء ست۔

"دل خلق سے اٹھا لینا اور حق تعالیٰ کے ساتھ باندھ لینا اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کا کام ہے۔"

نیز ص۱۴۳ میں مرقوم ہے:۔ ہم اعتقاد خلق و تواضع ایشاں ... [illegible]

ہر چہ نظر در غیر است شرک است و خود را مردہ انگارد و خلق را کشتہ و کشتہ شمارد و حقیقت داند کہ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا۔
وکسیکہ چنیں بود ہر چہ جز حق نفع و مضرت ...

"جو کچھ نظر میں سوائے حق تعالیٰ کے غیر کا دخل ہے شرک ہے اور اپنے آپ کو مردہ شمار کرے اور خلق کو بھی مردہ جیسے شمار کرے اور حقیقت پہچان کہ نہیں ہیں وہ مالک اپنے نفسوں کے نقصان کے اور نہ نفع کے اور نہیں ہیں مالک موت کے اور نہ زندگی کے اور نہ بعد موت کے پھر زندہ ہو کر اٹھنے کے اور جو شخص اس طرح کا ناچار ہو ..."

شیخ محقق کی پانچویں عبارت کا جواب

’’ نیز صفحہ ۵۲۹ میں فرماتے ہیں ’’ در فتوح الغیب فرمودہ اند اصلاح فنائے عبد بکلیت از وجود ہستی خود کہ تا شائبہ از ہستی باقی ست فساد ست و چوں فنا فی اللہ کامل شد بقا باللہ نیز کامل خواہد بود، و اکمل افراد آنحضرت سید السادات و افضل کائنات ست صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ الہ وسائر النبیین وال کل وسائر الصالحین فتوح الغیب میں (حضرت شاہ عبد القادر جیلانی) فرماتے ہیں بھلائی درستگی فنا ہو جانا بندہ کا ہے، کلیۃً اپنے وجود ہستی سے کہ جب تک شائبہ ہستی کا باقی ہے فساد ہے۔ اور جو فناء فی اللہ میں کامل ہوا بقا باللہ میں کامل ہوگا اور سب سے کامل اس باب میں آنحضرت سید السادات و افضل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وعلیٰ الہ وسائر النبیین وال کل وسائر الصالحین ‘‘ [1]

نہیں معلوم کہ مولوی صاحب نے یہ عبارت کیوں کر پیش فرمائی اس لئے کہ

اولاً: اس میں ذلت اور ذلیل کا لفظ کہیں نہیں۔

ثانیاً: یہ کہ اس میں فنا فی اللہ کا لفظ ہے یعنی اللہ میں گم ہو جانا۔

مولوی صاحب بتائیں کہ ان الفاظ سے انہوں نے ذلت کیسے سمجھی جو اللہ میں گم ہو گیا تو اب اللہ ہی اللہ ہے ذلت اللہ کے قریب کیسے بھٹک سکتی ہے پھر اس کے بعد بقا باللہ ہے یعنی بندے کا وجود اللہ سے قائم ہے اور جس چیز کا قیام اللہ سے ہوا اس میں ذلت کیسے آسکتی ہے ذلت اللہ سے کٹ جانے پر ہوتی ہے۔ بہر حال مولوی صاحب اگر اس عبارت کو صحیح مانتے ہیں تو پھر عزت کی دلیل بنتی ہے ذلت کی نہیں بنتی۔ اور اگر اسے صحیح مانتے ہیں تو پھر بھی اس سے ذلیل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے اس عبارت کا ہمارے مؤقف سے تعلق نہیں۔

شیخ محقق کی چھٹی عبارت اور اس کا جواب

اب مولوی عزیز الدین صاحب ’’اشعۃ اللمعات‘‘ کی جگہ شیخ محقق کی ’’اخبار الاخبار‘‘ سے حوالہ پیش کرتے ہیں

’’علی ھذا جناب شاہ صاحب موصوف دہلویؒ اخبار الاخیار صفحہ ۴۵ میں ارقام فرماتے ہیں ’’ آدم و آدمیان را و عالم و عالمیان را معدوم شمارد و نابود پندارد زیرا کہ ہمہ در عالم امکانند و اسیر حدثانند ‘‘ ’’ آدمی اور آدمیوں کو اور عالم اور عالم والوں کو معدوم شمار کرے۔ اور نابود سمجھے کیونکہ تمام عالم امکان میں داخل ہیں اور قیدی حدوث کے ہیں‘‘ [2]

---

[1] ...... ﴿’’اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان‘‘ (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۱۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2] ...... ﴿’’اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان‘‘ (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۱۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

یہ عبارت بھی پہلی عبارت کی طرح ہے کہ عالم اور اہل عالم موجود نہیں اور اللہ حقیقۃً وجود رکھتا ہے یعنی ان کو اپنے تصور میں معدوم سمجھے۔ لہٰذا جب ہیں ہی نہیں تو ذلیل کیسے ہوئے۔ بہر حال اس عبارت کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مولوی صاحب اپنا اور ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں۔

شیخ محقق کی ساتویں عبارت اور اس کا جواب

''نیز ۶۵ میں مرقوم ہے ''وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اَبَدًا'' وعلامت ظہور ایں فضل و رحمت آنست کہ او را بعیوب نفس خود بینا کند و پرتوئے از انوار عظمت الٰہی کہ ہمہ مکنونات در جنب آں متلاشی است بر درد نہ او بتابد تا ہمہ دنیا و بزرگی ہائے آن در نظر او رخاک بود و اہل آں را در دل وے سنگی نماند''

اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت نہ پاک کرتا تم میں کسی کو بھی کبھی، علامت ظاہر ہونے اس فضل و رحمت کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اس کو اپنے نفس کے عیوب پر نظر کرنے کے لئے بینا کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور پرتو انوار عظمت الٰہی سے کہ تمام پوشیدہ اس ڈھونڈھنے والے کے پہلو میں ہیں ظاہر کر دیتا ہے وہ خود چمکتے ہیں، یہاں تک کہ تمام دنیا اور اس کی ساری خوبیاں اس کی نظر میں خاک ہو جاتی ہیں اور اہل دنیا کی بمقابلہ عظمت الٰہی کے اس کے دل میں ایک پتھر کی برابر بھی وقعت نہیں رہتی۔ [1]

لگتا ہے صاحب اکمل البیان کو کسی کی دعا لگی ہے کہ انہیں یہ پتا بھی نہیں چلتا کہ جو بات وہ پیش کر رہے ہیں اس بات سے ان کی تائید قطعاً نہیں ہوتی۔ اب دیکھئے اس عبارت میں جو قرآن مجید کی آیت ہے جس کے مضمون کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مطلب نہیں بلکہ امتیوں کو ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی پاک نہ ہوتا یعنی مومن نہ بنتا رسول کا فرمانبردار نہ ہوتا۔ لیکن مولوی صاحب کی آفرین ہے کہ انہوں قرآن مجید میں لفظ'' زکی '' کا معنی غلط کر دیا۔'' زکی '' عربی گرائمر کی رو سے فعل مجرد ہے اور فعل لازم ہے اور اس کو متعدی بنانے کے لئے'' کاف '' کی شد سے'' زَکّٰی '' آتا ہے مگر قرآن مجید میں اس مقام پر'' کاف '' کی شد نہیں ہے۔ اس لیے مولوی صاحب کا یہ معنی (پاک نہ کرتا) غلط اور تحریف ہے۔ میرا خیال ہے کہ مولوی صاحب یہ تحریف جان بوجھ کر نہیں کی ہوگی۔ بلکہ عربی زبان پر دسترس نہ ہونے کی وجہ سے شاید وہ قرآن کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکے۔ بہر حال جس کو عربی کی اتنی بھی سمجھ نہ ہو اور وہ عقیدہ میں کلام کرنے لگے اسے عجائبات زمانہ میں کہہ سکتے ہیں۔

---

[1]...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۲۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

اگلی عبارت جو فارسی زبان میں ہے شاہ عبدالحق محدث دہلوی صاحب کا کلام ہے اس میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات نہیں بلکہ ولایت میں نئے داخل ہونے والے کی بات ہے کہ جب اس پر اللہ کا فضل ہوتا ہے تو وہ اپنے نفس کے عیب سے باخبر ہوجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو بحیثیت رسول کے چنتا ہے اس میں کوئی نفسانی عیب پیدا ہی نہیں فرماتا

''اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ''

اللہ (بندوں کی ہدایت کیلئے) فرشتوں سے رسول منتخب کرتا ہے (جو بنی آدم کے انبیاء کی طرف آتے ہیں) اور بنی آدم میں سے کچھ شک نہیں کہ اللہ بڑا ہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔ [1]

باقی رہا ولی تو ولایت کا مقام پانے سے پہلے جو اس میں خرابیاں تھی وہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے دور فرما کر اسے صاف ستھرا کردیتا ہے۔ اس سے اگلی عبارت میں بھی مولوی صاحب نے فارسی پر مکمل عبور نہ ہونے کی وجہ سے شاید نادانستہ تحریف کردی ہے۔ عبارت کا اصل ترجمہ یہ ہے کہ

''عظمت الٰہی کے بیشمار نوروں میں سے کسی ایک نور کا وہ عکس اور پرتو اور تجلی اس ولی کے اندر چمک اٹھتی ہے اور وہ ایسی چمک ہوتی ہے کہ تمام کائنات اس کے ایک گوشے میں گم ہوجاتی ہے عارف کے دل پر جب اس تجلی کی چمک پڑتی ہے (تو وہ اللہ کے ہاں اس کی قدر عزت پاتا ہے) کہ تمام دنیا اور تمام دنیاوی عزتیں اس کی نگاہ میں خاک ہوجاتی ہیں (یعنی بیکار ہوجاتی ہیں) اور دنیا والوں کے لئے اس کے دل میں کوئی گرانی نہیں رہتی جب یہ حال اس کے دل پر چھا جاتا ہے تو وہ یقیناً درندوں والے اوصاف سے نفرت کرنے لگتا ہے (یعنی جن اوصاف میں اہل دنیا گرفتار ہیں) اور نیک شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی بجائے فرشتوں جیسے اخلاق کے اوصاف ظاہر ہوں اس لئے وہ بجائے ظلم اور غضب اور تکبر و بخل اور حرص کے تمام عفو اور حوصلہ تواضع وسخاوت اور ایثار اس میں ظاہر ہوجاتے ہیں'' [2]

کتاب کی عبارت کا ترجمہ قدر زیادہ بیان کردیا ہے تاکہ بات واضح ہوجائے بہرحال اس عبارت میں یہ لکھا ہوا ہے مرد صالح کے دل پر جب عظمت الٰہی کا پرتو چمک اٹھتا ہے تو وہ اپنے اہل دین ہونے کی وجہ۔ ہا، دنیا کی عزتوں کو کچھ بھی نہیں سمجھتا۔ لہٰذا اس عبارت سے صالحین کی عزت ثابت ہوئی ذلت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

شاید مولوی صاحب نے یہ سمجھا ہوگا کہ جو دنیا میں آیا ہے وہ سب اہل دنیا سے ؟

کوزیب نہیں دیتی کیونکہ حدیث شریف اس کے خلاف ہے۔ ترمذی، ابن ماجہ نے

---

[1] ﴿''سورۃ الحج: الآیۃ ۷۵''، ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی

[2] ﴿''اخبار الاخیار'' (شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ) صفحہ ۶۴۔ مطبوعہ مکتبہ نور۔

صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے فرماتے ہیں

"ان الدنيا ملعونة وملعون ما فيها اِلّا ذِكرالله وما والاه اوعالم اومُتعلّم" [1]

دنیا ملعون اور اس کی ہر چیز ملعون ہے مگر وہ جو اس میں سے اللہ کے لئے ہو۔ اللہ کا ذکر ہو اور اللہ کے ذکر کرنے والے ہیں یا عالم ہوں یا متعلم ہوں (یعنی نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی سے روکنے والے ہوں یا جس کو خرچ کر کے اللہ کی رضا طلب کی گئی ہو۔) ان احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمنین کاملین جو علماء ہیں اور متعلمین ہیں اور اللہ کا ذکر کرنے والے اولیاء ہیں اور اللہ کو طلب کرنے والے عرفاء ہیں اور سب اولیاء اللہ ہیں ان کو دنیا میں شمار نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا یہ سراسر عزت ہی عزت ہے اور مرد صالح نور الٰہی سے روشن ہونے کی وجہ سے ان ماسواء کو عزت سے خالی سمجھتا ہے لیکن انبیاء اور اولیاء اور مؤمنین کو بے عزت نہیں سمجھتا۔ اب مولوی صاحب ان کی پیش کردہ عبارت کی روشنی میں وہ اور ان کے امام کس لائن میں کھڑے ہونا چاہتے ہیں۔ "والله يقول الحق وهو يهدى السبيل"

شیخ محقق کی آٹھویں عبارت اور اس کا جواب

"نیز صفحہ ۱۲۲ میں مرقوم ہے "دل از خلق برداشتن و برحق بستن کار اولیاء انبیاء است" "دل خلق سے اٹھا لینا اور حق تعالیٰ کے ساتھ باندھ لینا اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کا کام ہے" [1]

پہلی بات تو یہ کہ اس عبارت میں بھی ذلت کا لفظ نہیں ہے دوسرا یہ کہ خلق سے مراد تمام مخلوق نہیں بلکہ وہ مخلوق ہے جس کی محبت اللہ کی محبت توڑنے والی ہو۔ ورنہ قرآن وحدیث میں مخلوق سے محبت کا حکم ہے

۱۔ "قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ"

تو کہدے کہ اگر تمہارے (ماں) باپ اور بیٹے (بیٹیاں) اور بھائی بند اور بیویاں اور کنبے (برادری) کے لوگ اور مال (واسباب) جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے خسارے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو۔ (یہ سب کچھ) تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پسند (اور مرغوب) ہیں۔ [2]

---

[1]......﴿"جامع ترمذی" (ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی التوفی ۲۷۹ھ) "کتاب الزھد" صفحہ ۶۷۵۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

☆......﴿"سنن ابن ماجه" (ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ التوفی ۲۷۳ھ) صفحہ ۳۰۲،۳۰۳۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

[2]......﴿"سورة التوبة :الآية ۲۴" "ترجمۃ القرآن" "ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی محبت کو اپنے ساتھ محبت سے ملا کر ایک کر دیا اور اسی طرح ایک اور آیت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی محبت کو اپنے ساتھ محبت سے ملا کر ایک کر دیا

۲۔ ''وَالَّذِیۡنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالۡاِیۡمَانَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ یُحِبُّوۡنَ مَنۡ ہَاجَرَ اِلَیۡہِمۡ''

جنہوں نے ان (مہاجرین کے) پہنچنے سے پہلے (مدینہ شریف میں) دارالایمان بنایا جو لوگ ان کی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں وہ لوگ ان سے دلی محبت کرتے ہیں۔ [۱]

اس آیت میں مذکورہ یہ کہ انصار صحابہ مہاجرین صحابہ سے محبت رکھتے ہیں۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

''اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدیفمن احبھم فبحبی احبھم'' [۲]

میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو میرے بعد انہیں اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا۔ جو ان سے محبت رکھے گا وہ مجھ سے محبت رکھے گا۔

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده ولد ہ والناس اجمعین'' [۳]

تم میں سے کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا ہے جب تک میں اس کے لئے اس کے ماں باپ اور اولاد اور دیگر تمام انسانوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے اللہ کے ساتھ اس کے رسول اور رسول کے صحابہ کی محبت بھی ثابت ہوئی۔ اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم ہیں۔ لہٰذا شیخ صاحب کے کلام میں وہ لوگ مراد نہیں جن کی محبت اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہونے کے باعث بعینہ اللہ کی محبت ہے۔

۱...... ﴿''سورة الحشر: الآیة ۹'' ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۲...... ﴿''جامع ترمذی'' (ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی التوفی ۲۷۹ھ) ''کتاب المناقب'' صفحہ ۱۰۹۴۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

۳...... ﴿''الصحیح لبخاری'' (ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری التوفی ۲۵۶ھ) جلد اول صفحہ ۷۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

شیخ محقق کی نویں عبارت اور اس کا جواب

''نیز صفحہ ۱۴۴ میں مرقوم ہے

''ہر چہ نظر در غیر است مشرک است وخود را مردہ انگارد وخلق را سنگ وکلوخ شمارد وحقیقت بداند کہ لا یملکون لا نفسھم ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیوۃ ولا نشورا وکسیکہ چنیں بود بدیگر نفع ومضرت تواند رسانید''

جو کچھ نظر میں سوائے حق تعالٰی کے غیر کا دخل ہے شرک ہے۔ اور اپنے آپ کو مردہ شمار کرلے اور خلق کو پتھر اور ڈھیلے شمار کرنے اور حقیقت پہچان کہ نہیں ہیں وہ مالک اپنے نفسوں کے نقصان کے اور نہ نفع کے اور نہیں ہیں مالک موت کے اور نہ زندگی کے اور نہ بعد موت کے پھر زندہ ہوکر اُٹھنے کے اور جو شخص اس طرح کا لاچار ہووے دوسروں کو کیا نفع اور نقصان پہنچاسکے گا'' [1]

مولوی صاحب کے ہاتھ کی صفائی

صاحب اکمل البیان مولوی عزیز الدین مراد آبادی اس کتاب میں جتنے حوالے دے رہے ہیں وہ ان کے بیان کردہ صفحے پر نہیں ہوتے۔ ہمارے پاس ''اخبار الاخیار'' دو جگہوں کی مطبوعات ہیں ایک قدیم مجتبائی دہلوی کی اور ایک لاہور کی مطبوعہ ہے۔ یہ حوالہ جو مولوی عزیز الدین صاحب نے دیا ان کے دیئے ہوئے صفحہ پر کہیں نہیں۔ بلکہ صفحہ ۱۴۸ پر یہ عبارت موجود ہے لیکن اس میں بھی کافی کانٹ چھانٹ کی ہوئی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شیخ محقق نے یہ کلام شیخ صدر الدین حکیم رحمۃ اللہ علیہ از خلفائے شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ موانع سلوک کا بیان کرتے ہوئے جنہیں وہ عقبات کہہ رہے ہیں۔ دس موانع بیان کیے ہیں۔ موانع نہم میں لکھتے ہیں

''نہم: اعتقاد خلق وتواضع ایشاں را بلا حول و لیس فی الوجود الا اللہ دفع گرداند وخود را مردہ انگارد وخلق را سنگ وکلوخ شمارد وحقیقت بداند کہ لا یملکون لانفسھم ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیوۃ ولا نشورا'' [1]

نواں: راہ سلوک کی مشکلات میں سے ایک مشکل یہ ہے کہ لوگ سالک کے ساتھ عقیدت مندی اور تواضع سے پیش آتے ہیں (اور یہ اس کے لئے نقصان دہ ہے) کہ اس سے غرور پیدا ہوتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ لا حول (گناہوں سے بچنا اللہ کے بچانے سے ہے اور نیکی کی قوت اللہ کی مدد سے ہے) اور (اس عقیدے سے کہ) اللہ کے سواء کوئی موجود

---

[1] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

نہیں۔دفع کرے (باقی عبارت کا ترجمہ مولوی صاحب کے کلام میں اوپر گزر چکا ہے)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ مولوی صاحب نے یہ جملہ چھوڑ دیا کیونکہ اس جملے سے مولوی صاحب کا مطلب غارت ہوجاتا تھا جب اللہ ہی پر گناہ بچاتا ہے تو جس بندے کو وہ گناہوں سے بچاتا ہے اسے اپنے نزدیک ذلت سے دور رکھتا ہے اور جب وجود میں اللہ کے سوا کوئی نہیں تو پھر جس وجود سے کوئی کمال ظاہر ہوگا وہ اللہ جل جلالہ ہی کا کمال ہوگا اور اللہ کے لئے ذلت نہیں۔

دوسری ہاتھ کی صفائی

مولوی عزیز الدین صاحب نے پھر اور ہاتھ کی صفائی یہ دکھائی کہ ایک جملے کو کاٹ کر اس کی بجائے یہ جملہ لکھ دیا

''ہر چہ نظر در غیر است شرک است''

حالانکہ یہ جملہ نویں موانع میں عبارت میں کہیں بھی نہیں۔آٹھویں موانع میں بھی نہیں۔ساتویں موانع سے یہ جملہ لیا اور یہاں موانع نہم میں ٹانک دیا ہے اور وہ بھی کچھ آگے پیچھے سے کاٹ کر اور کچھ عبارت کو بدل کر چنانچہ اس میں یہ عبارت تھی

''ہفتم فرماں مادر و پدر را گویدوان جاهداك علی ان تشرك بی ما لیس لك به علم فلا تطعهما شرک خفی حاصل خواہد شد زیراچہ ہر چہ در غیر است شرک است فاما با ابوین سخن بانرمی وآدب تمام گوید'' [1]

ساتواں مانع: ماں باپ کا فرمان ہے (جو کہتے ہیں سلوک کو چھوڑو اور گھر کے خرچ کے لئے کمالو) تو اس فرمان کے بارے میں دل کو یہ آیت پڑھ کے سمجھائے کہ اگر ماں باپ تمہیں مجھ اللہ سے شرک کرنے پر زور لگائیں تو ان کا فرمان نہ ماننا۔(یعنی ان کے فرمان کے ماننے سے اگرچہ صریحا غیر خدا کی عبادت نہیں تو اس لئے شرک جلی نہ ہوگا) لیکن شرک خفی آجائے گا کیونکہ ہر وہ عمل جو غیر میں نگاہ کی وجہ سے وہ بھی شرک (خفی) ہوتا ہے۔

مولوی صاحب نے اتنی کاٹ چھانٹ اور ہاتھ کی صفائی بھی دکھائی مگر اپنے مقصد کی بات نہیں کر سکے۔مقصد تھا انبیاء اور اولیاء مولوی صاحب کے عقیدہ کے مطابق اللہ کے روبرو چمار سے زیادہ ذلیل ثابت کرنا لیکن وہ حاصل نہ ہوسکا ان کے حیلے بیکار گئے۔آپ خود موانع ہفتم اور نہم کی مکمل عبارت کا عکس دیکھ کر فیصلہ کیجئے۔

---

[1]......''اخبار الاخیار'' (شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ) صفحہ ۱۴۸۔مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور

فوٹو حوالہ ﴿''اخبار الاخیار'' صفحہ ۱۴۸۔ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور﴾

[illegible]

شاہ ولی اللہ کی عبارات اور اس کا جواب

''علی ہذا مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جن سے مولوی صاحب بریلوی نے حیات الموات میں جگہ جگہ استناد کیا ہے۔ انفاس العارفین صفحہ ۱۱۳ میں اپنے والد محترم جناب شاہ عبدالرحیم صاحب سے نقل فرماتے ہیں

میفر مودند طریق مکاشفہ رفع حجب است و مبدأ ایں محبت ذاتیہ است کہ کونین را ترک کند بحدیکہ ملوک و اختیار و ہمہ ابناء دنیا بمشابہ کلاب و خنازیر و اخوان شیاطین بنظرش در آیند آنگاہ خدائے تعالیٰ محبۃ ذاتیہ در دل اندازد'' فرماتے تھے طریق مکاشفہ کا رفع حجاب ہے اور ابتداء اس کی محبت ذاتی حق تعالیٰ کی حاصل کرنا ہے کہ دونوں جہاں کو ترک کر کے اس حد تک بادشاہ اور اغنیاء اور تمام دنیا والے مانند کتے اور سؤروں اور شیاطین کے بھائی اس کی نظر میں آویں اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی محبت ذاتی دل میں ڈالتا ہے۔ [1]

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۷۳۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

علیٰ ہذا مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جن سے مولوی صاحب بریلویؒ نے حیات الموات میں جگہ جگہ استناد کیا ہے،
انفاس العارفین ص۱۱۳ میں اپنے والد محترم جناب شاہ عبدالرحیم صاحبؒ سے نقل فرماتے ہیں:۔

میفرمودند طریق مکاشفہ رفع حجب است
ومبدأ ایں محبت ذاتیہ است کہ کونین
را ترک کند بحدیکہ ملوک واختیار وہمہ ابناء
دنیا بمشابہ کلاب وخنازیر واخوان شیاطین
بنظرش درآیند آنگاہ خدائے تعالیٰ محبۃ ذاتیہ
در دل اندازد۔

''فرماتے تھے طریق مکاشفہ کا رفع حجاب ہے اور ابتداء
اس کی محبت ذاتی حق تعالیٰ کی حاصل کرنا ہے کہ دونوں
جہان کو ترک کرے اس حد تک کہ بادشاہ اور اغنیاء
اور تمام دنیا والے مانند کتے اور سوروں اور
شیاطین کے بھائی اس کی نظر میں آویں اس وقت
اللہ تعالیٰ اپنی محبت ذاتی دل میں ڈالتا ہے۔''

نیز ص۱۲۱ بمکتوب حضرت شیخ عبدالاحدؒ سرہندیؒ نقل فرماتے ہیں:۔

[1] ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۷۳۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

اس عبارت میں مولوی صاحب نے اپنی فارسی دانی کے ثبوت میں ابنائے دنیا کا ترجمہ تمام دنیا والے کیا۔ حالانکہ اس کا معنی ”دنیا کے بیٹے“ تھا۔ اور انہیں ہی کلاب، خنازیر اور اخوان شیاطین کی طرح قرار دیا ہے۔ پھر شاید یہ بھی سمجھ نہیں آئی دنیا والے کون ہوتے ہیں یہ ان کی احادیث شریفہ پر وسعت نظری کا بڑا ثبوت ہے۔ ایک اہل حدیث کو ہی زیبا ہے۔ کیونکہ ہم پہلے حدیث لکھ آئے ہیں کہ دنیا ملعون ہے اور اس کی ہر چیز ملعون ہے سوا ءذاکرین، علماء اور متعلمین کے۔ ایک اور حدیث میں عالم بنو یا متعلم یا ان کے محبّ بنو۔ تو ان احادیث کی روشنی میں انبیاء علیھم السلام اور وارثین علماء وصالحین یعنی اولیاء اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے سالکین اور ان محبت رکھنے والے دنیا والے قرار نہ پائے۔ لعنت ان پر پڑی ہے اور صوفیاء بھی انہیں ہی خنزیر وغیرہ کے برابر قرار دے رہے ہیں جو ان اوصاف طیبہ سے خارج ہیں، ہم مولوی عزیز الدین صاحب کے دماغ کو ٹھیک نہیں کر سکتے اور نہ ہی دوبارہ انہیں فارسی اور عربی پڑھا سکتے ہیں البتہ بانصاف ناظرین ہمارے جواب کے بعد حقیقت حال کو سمجھ گئے ہوں گے۔

شیخ عبدالاحد سرہندی کے نام مکتوب کا جواب

”نیز صفحہ ۱۲۷ بمکتوب حضرت شیخ عبدالاحدؒ سرہندی نقل فرماتے ہیں

نوشتہ بودند مالالتراب ورب الارباب گویم درقصہ معراجیہ مذکور است کہ ایں ازراہ تادب بود قال اللہ تعالی یا محمد انا اخترتك بجمیع الکرامات الانسیة تفضل اپس تادب امرے دیگر است وتفضّل امرے دیگر

خاک راچوں کار باپاک اوفتاد　　　　پیش آدم عرش برخاک اوفتاد

”ازراہِ ادب کے تھا کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نے اختیار کیا میرے لئے عبودیت کو ازراہِ ادب کے مین نے اختیار کیا تجھے جمیع کراماتِ انسانیہ کے ساتھ اپنے فضل وکرم سے، پس ادب امرے دیگر ہے اور فضلیت امرے دیگر ہے

؎ خاک کو جو کام پاک کے ساتھ پڑا،　　　　آدم روبرو عرش او پر خاک کے پڑا [1]

قارئین کرام سے عرض ہے کہ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو لوگوں کی جیب کاٹ لیتے ہیں انہیں جیب تراش کہتے ہیں لیکن جو کوئی حوالہ نقل کرے لیکن اس کے ترجمہ میں ایک سے دوسطریں کاٹ لے اسے کیا کہتے ہیں اس کے لئے میرے ذہن میں کوئی لفظ نہیں یہ معاملہ معزز قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ دیکھئے پوری عبارت جو مولوی صاحب نے نقل کی اس کی پہلی دو سطریں جو عربی عبارت سے پہلے ہیں کا ترجمہ یہ ہے

---

[1]..... ﴿”اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان“ (حافظ عزیز الدین مرادآبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۳۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

''سوال کرنے والے نے لکھا تھا مٹی کی رب الارباب سے کیا برابری (شاہ عبد الرحیم فرماتے ہیں کہ) معراج شریف کے قصے میں بیان ہوا ہے کہ یہ جملہ تعبد اور تواضع کے طور تھا'' (چھوٹی ہوئی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا)

چونکہ اس عبارت میں شاہ عبد الرحیم صاحب کا یہ جواب مذکور تھا کہ سرکار کے یہ کلمات بارگاہ الٰہی میں تعبد اور تواضع کے لئے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ انبیاء اور اولیاء مٹی کے برابر ہیں جیسا کہ یہ کہا جاسکے کہ تمام انبیاء اور اولیاء ذرۂ ناچیز سے کم تر ہیں جب کہ یہ جملہ اگر چہ حالت دنیا کے مطابق ہے مگر پھر بھی غلط ہے مگر اس سے زیادہ غلط وہ جملہ جو تمام انبیاء اور اولیاء اللہ کے روبرو ذرۂ ناچیز سے کم تر ہیں۔ مولوی صاحب چونکہ اپنے دعوی کے ثبوت کی بجائے اس عبارت کو دعوی کے رد میں سمجھا اور ہے بھی۔ اسی طرح اس لئے ترجمہ نہیں کیا پڑھنے والے کیا کہیں گے انتہائی پریشانی کے عالم میں ان کو یہ خیال نہیں رہا یا کوئی اور وجہ تھی یہ فیصلہ قارئین نے کرنا ہے لیکن جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی ان کی تردید ہے کافی ردوبدل کے باوجود بھی وہ یہ لکھنے پر مجبور ہوگئے کہ ادب اور چیز ہے اور فضیلت اور چیز ہے یعنی کوئی بزرگ اللہ کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا کہتا ہے تو یہ اور بات ہے اور جب اللہ اس کو کوئی بزرگ عطا فرماتا ہے تو ہمیں وہی بزرگی اس کے لئے ماننی پڑے گی نہ یہ کہ اس کی تواضع کے کلمات کا سہارا لے کر اس کے فضائل سے انکار کر دیا جائے۔

آگے جو شعر لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ''مٹی تھی تو مٹی لیکن جب اس کا تعلق آدم کی روح پاک سے ہو گیا تو اس مٹی والے آدم کے سامنے بڑے بڑے ملائکہ جو عرش کی طرح تمام مخلوق سے معظم ہیں۔ آدم کے روبرو سجدہ میں گرے پڑے تھے'' بہر حال یہ تمام عبارت ہمارے حق میں ہے اور مولوی صاحب کے خلاف ہے اور ان کا یہ عبارات پیش کرنا سوائے سینہ زوری کے کچھ نہیں۔

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۳۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

ا......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۳۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

شاہ صاحب کی ایک اور عبارت کا جواب

”نیز صفحہ ۱۳۵ میں نقل فرماتے ہیں

ہیچ کس را تا نکردہ او فناء　　　　نیست رہ در بارگاہ کبریاء

کوئی شخص تاوقتیکہ اپنے آپ کو فنا کر دے، نہیں ہے رہیابی بارگاہ کبریاء میں“ [1]

یہ عبارت بھی صاف طور پر تواضع اور تذلل کا بیان کر رہی ہے اپنے آپ کو فنا کر دینا اس سے مراد خودکشی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سامنے تواضع کرنا اور اپنی خواہشات نفس مٹا دینے کا نام ہے اللہ کے روبرو فی الواقع ذلیل ہونے کا نام نہیں ہے۔لہٰذا یہ عبارت مولوی صاحب کے خلاف ہوئی ہے ہمارے خلاف نہیں۔

انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ کی عبارت کا جواب

”ایضاً جناب شاہ صاحب موصوف انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ صفحہ ۵۴ میں طریقہ نقشبندیہ سے نقل فرماتے ہیں

والحاصل ان الغیر یذھب بتمام وجہ فی الخلفاء وفی ھذا لمقام بتحقیق السیرفان العبدبعد الفناء المطلق الذی ھو فناء الذات وافناد الصفات یخلع علیہ الوجود الحقانی حتی یتشرف بذلك الوجود ہ بالاوصاف الالھیة یخلق بالاخلاق الربانیة وفی ھذا المقام یتحقق مرتبة بی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی وبی یعقل فان الذات والصفات الفانیة فی ھذا المقام تتبدل بکسوة الوجود الباقی“

حاصل یہ ہے کہ غیر بالکل جاتا رہے، ہر وجہ سے خفا میں اور اس مقام میں متحقق ہوتی ہے، سیر فی اللہ تو تحقیق بندہ کو فناء مطلق کے کہ وہ فنائے ذات وفنائے صفات ہے، خلعت وجود حقانی کا عطا ہوتا ہے یہاں تک کہ شرف ہوتا ہے اس وجود سے اوصاف الٰہیہ کے ساتھ اور متخلق ہوتا ہے مرتبہ حسب فرمان حدیث مجھ سے ہی سنتا ہے مجھ سے ہی دیکھتا ہے مجھ سے ہی حملہ کرتا ہے مجھ سے ہی چلتا ہے مجھ سے ہی سمجھتا ہے کیونکہ ذات وصفات فانیہ اس مقام میں بدل جاتی ہے لباس وجود باقی ہے۔ [2]

۱۔　یہ عبارت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی ہے ہمارے مخاطب مولوی عزیز الدین صاحب نے اِن کی کتابوں کے حوالے سے پہلے یہ لکھا ہے کہ بریلوی عالم نے حیات الموات رسالہ میں ایک جگہ استاد کہا ہے۔ یہ ٹھیک ہے لیکن

---

[1]......﴿”اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان“ (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۳۔ مطبوعہ المکتبة السلفیة لاہور﴾

[2]......﴿”اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان“ (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۴۔ مطبوعہ المکتبة السلفیة لاہور﴾

آپ نے یہاں ایک بات چھپائی ہے اور وہ یہ کہ آپ چوم چاٹ کر شاہ ولی اللہ کے نام کو سر اور آنکھوں پر رکھتے ہیں حالانکہ آپ خود اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۸۰۴ پر خود لکھ چکے ہیں کہ شاہ محمد اسحٰق بڑی چیز ہیں ۔ بلکہ اور بھی کچھ فرمایا کہ ''شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی حیات ہی میں اپنی جانشینی مسند درس وافتاد پر آپ کو مستقر فرمایا''

اہل حدیث کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کی سند حدیث جو کتاب اکمل البیان کے صفحہ ۸۰۸ میں درج ہے اس میں لکھا ہے کہ وہ شاہ عبدالعزیز کے شاگرد ہیں اور شاہ عبدالعزیز شاہ ولی اللہ کے شاگرد ہیں ۔ پس ثابت ہوا کہ شاہ ولی اللہ ان کے اپنے استاد ہیں اور حدیث کی سندیں بھی ان سے ہیں تو شاہ ولی اللہ اہل حدیث صاحبان کے مسلّم پیشوا ہیں لہٰذا یہ عبارت آپ لوگوں کی عبارت ہے اس کا جواب آپ کے ذمہ ہے۔

۲۔ نیز انتباہ فی سلاسل الاولیاء کی جو عبارت (مولوی عزیز الدین صاحب نے) پیش کی ہے اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ بندہ کو حق کا وجود مل جاتا ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں ''حتی یتشرف بذلک الوجوده بالاوصاف الالهية''، ''یہاں تک کہ مشرف ہوتا ہے اس وجود سے اوصاف الٰہیہ کے ساتھ'' [1]

اب یہ آپ ہی بتائیں کہ بندے میں اوصاف الٰہیہ کیسے آتے ہیں یہ شرک فی الصفات ہے یا توحید ہے۔

۳۔ اور ہاں یہ بھی بتاتے جائیں کہ بندہ جب اوصاف الٰہیہ سے موصوف ہوتا ہے کیا اللہ کا کوئی وصف ذلت بھی ہے جس کی وجہ سے معاذ اللہ وہ ذلیل قرار پاتا ہے آپ کی پیش کردہ عبارت کا منہ چڑا رہی ہے ۔ ثابت ہوا کہ یہ عبارت عزت ثابت کر رہی ہے ۔ ذلت کی نفی کر رہی ہے ذلت ثابت نہیں کر رہی۔

انتباہ کی دوسری عبارت کا جواب

''نیز صفحہ ۵۸ میں مرقوم ہے واد ب الصالحین هو ان تحفظ قلبك من خطور الاغيار سواء كان خيرا اوشرا فانها فی الحجاب سواء ادب باطن کا یہ ہے کہ اپنے قلب کی حفاظت کرے کہ اس میں غیر کا خطرہ نہ آنے دے، خواہ نیک ہو یا بد کیونکہ حجاب ہونے میں دونوں برابر ہیں۔'' [2]

اس عبارت میں بھی انبیاء علیهم الصلوٰة والسلام اور اولیاء علیهم الرضوان کو عنداللہ ذلیل سمجھنے کا کوئی بیان نہیں ہے اس میں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ غیر دل میں نہ آنے پائے خواہ وہ غیر خیر ہو یا شر ہو تو یہاں غیر کی دو قسمیں ہوئیں جو غیر خیر

---

[1] ''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۴۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2] ''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۴۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[3] ''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۴۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

ہوتا ہے وہ اللہ کے نزدیک ذلیل کیوں قرار پائے گا یہ آپ کا سمجھنا غلط ہے پھر یہ کہ صوفیاء کی مراد غیر سے وہ ہے جو اللہ سے دور کرے اور جن کی محبت اللہ واسطے ہونے کی بجائے اللہ سے کٹ کر ہو لیکن رسول کو تو اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ ملا رہا ہے کہ اگر تمہارے فلاں فلاں رشتہ دار اور اموال دنیا و دنیا اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب ہوئے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے ساتھ اپنے رسول کی محبت ملا دیا ہے لہٰذا رسول کی محبت کو جو شخص غیر کی محبت سمجھے گا وہ مسلمانوں کا غیر ہو جائے گا اس لئے یہ حوالہ باطل ہے۔

انتباہ کی تیسری عبارت کا جواب

''نیز صفحہ ۹۲ میں منقول ہے غیر حق تعالیٰ را از دل کشیدیم و پس پشت ے اندازیم (ذاکر ذکر نفی اثبات میں) ارادہ کرلے کہ غیر حق تعالیٰ کو میں نے دل سے نکال دیا اور پس پشت پھینک دیا۔'' [1]

اس کا جواب وہی ہے جو پہلے گزر چکا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اللہ کی محبت سے جدا کرتا ہے اور دل لگاتا ہے وہ قرآن مجید کی آیت کا منکر ہے۔ صوفیاء تو اس کے ہمراہ محمد رسول پڑھنا بھی بتاتے ہیں۔ لہٰذا اعتراض غلط ہے اور اس میں ذلت عند اللہ کا لفظ بھی نہیں۔ لہٰذا اعتراض سراسر غلط ہے۔

انتباہ کی چوتھی عبارت کا جواب

''نیز صفحہ ۱۱۸ میں منقول ہے واظہار الذلۃ والافتقار دعا کرنے والا اپنی ذلت اور محتاجی کا اظہار کرنے والا ہے۔ [2]

اس عبارت میں بھی اللہ کے نزدیک ذلت کا کوئی مفہوم نہیں۔ اظہارِ ذلت تو اضع ہے اور فی الواقع عند اللہ ذلت اور چیز ہے آپ فی الواقع عند اللہ ذلت کے قائل ہیں جو معظم دین کے لئے ماننا کسی ذلیل عند اللہ ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

شاہ ولی اللہ کی ایک رباعی کا جواب

مولوی عزیز الدین صاحب نے حیات ولی صفحہ ۶۷۸ سے شاہ ولی اللہ کی ایک رباعی کو ذکر کیا

در مذہب ما شرک جلی ست و صریح   گر سوئے دگر خطرہ خاطر باشد [3]

---

[1]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[3]...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

اس میں بھی یہی بات ہے کہ دیگر یعنی غیر کا خیال نہ آئے اور رسول کو غیر سمجھنا اور رسول کے خیال کو غیر کا خیال سمجھنا اور رسول کی محبت کو غیر کی محبت سمجھنا یہ قرآن مجید کا انکار ہے۔ لہٰذا یہاں رسول مراد نہیں اور جب رسول مراد نہیں تو وارثان رسول اولیاء اور علمائے حق جو رسول کی محبت کی رہ بتاتے ہیں وہ بھی اسی میں آگئے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

ا۔ ''قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَ تِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ''

تو کہدے کہ اگر تمہارے (ماں) باپ اور بیٹے (بیٹیاں) اور بھائی بند اور بیویاں اور کنبے (برادری) کے لوگ اور مال (واسباب) جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے خسارے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو۔ (یہ سب کچھ) تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پسند (اور مرغوب) ہیں۔ [1]

لہٰذا ان کی محبت کا انکار بھی قرآن کا انکار ہے۔ اب اگر یہ عبارت قرآن کے خلاف ہیں تو ہم ایسی ہر عبارتوں کو رد کرتے ہیں جو فی الواقع قرآن وحدیث کے خلاف ہو۔ لہٰذا ہم پر حجت نہیں ہونگی البتہ جو اہل حدیث حضرات شاہ ولی اللہ کو اپنا استاد اور بزرگ مانتے ہیں وہ مخالفین قرآن قرار پائیں گے۔

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۳۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

ایضاً جناب شاہ صاحب موصوف انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص۲۵ میں طریقہ نقشبندیہ سے نقل فرماتے ہیں۔

والحاصل ان الغیر یذھب بتمامہ ... حاصل یہ ہے کہ غیر بالکل جاتا رہے ...

... وفی ھذا المقام یتحقق ... میں اور اس مقام میں متحقق ہوتی ہے ...

السیر فی اللہ فان العبد بعد الفناء ... الوجود ... بالاوصاف الالٰھیۃ ویتخلق بالاخلاق الربانیۃ ... وفی ھذا المقام یتحقق مرتبۃ بی یسمع وبی یبصر ...

نیز ص۳۵ میں مرقوم ہے۔

نیز ص۳۵ میں منقول ہے۔

نیز ص۳۱ میں منقول ہے۔

والاظہار الذلۃ والافتقار

نیز آپ اپنی ... میں فرماتے ہیں

ملفوظات مظہری کی عبارت کا جواب

مولوی عزیز الدین صاحب لکھتے ہیں

''علٰی ہذا معمولات ملفوظات مظہری (مرزا مظہر جان شہید دہلوی) صفحہ ۲۶، ۴۶ میں مرقوم ہے مقصود از خلعت بی

---

[1]......﴿''سورۃ التوبۃ: الآیۃ ۲۴'' ترجمۃ القرآن ''ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

آدم ادائے لوازم بندگی است ، واظہار وظائف ذل وافتقار وعجز ونیستی وہستی وعز وکبریائی واستغنا خاصہ حضرت رب معبود ست بندہ کہ خودرا مستغنی از بندگی داند ویا اثبات عز وکبریائی نماید مدعی خداوندی است ، بندہ را یا بندگی کار است خداوندی کار اوست ، ہر چند اظہار بندگی ولوازم آں از ذل وعجز از بندہ پیشتر رود عنایات والطاف خداوندی در حق او زیادہ تر منتہی لا ن المعرفة فی ذات الله جهل ،عجز عن المعرفة

مقصود پیدائش بنی آدم سے ادائے لوازم بندگی ہے اور اظہار وظائف ذلت درمحتاجی اور عجز اور نیستی ہے اور ہستی اور عزت وعظمت اور استغناء خلاصہ حضرت رب معبود کا ہے بندہ کہ اپنے آپ کو مستغنی بندگی سے جانے یا اثبات عزت وکبریائی کا اپنے لئے کرے ، مدعی خداوندی کا ہے بندہ کو بندگی سے کام ہے خداوندی کام حق تعالیٰ کا ہے ہر چند اظہار بندگی اور اس کے لوازمات کا ذلت وعجز بندہ سے جس قدر زیادہ ہوگا عنایات والطاف ربانی اس کے حق میں زیادہ تر بدرجہ انتہا ہوں گے کیونکہ معرفت اللہ تعالیٰ کی ذات میں جہل اور عجز معرفت سے ہے۔ [1]

اس عبارت میں بھی یہ نہیں ہے کہ بندہ اللہ کے نزدیک چمار سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے یا ذرہ ناچیز سے کم ہوتا ہے بالکل یہاں پر لفظ اظہار ہے یعنی اپنے آپ میں ذلت نہ ہونے کے باوجود اللہ کے روبرو اُس کا اظہار کرنا اور اِسی کو تواضع اور تذلل کہتے ہیں جو بندہ اِس طرح اپنے آپ کو تواضعاً ظاہر کرتا ہے اِس کے بارے میں اِسی عبارت کے آخر میں ہے جتنا اِن کا اظہار زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس بندے پر عنایت اور لطف زیادہ تر ہوگا تو اِس عبارت سے اللہ کے نزدیک بندے کی عزت ثابت ہوتی ہے نہ کہ ذلت۔

خواجہ میر درد محمدی دہلوی کی عبارت کا جواب

اِس حوالہ کو کسی معتبر یا غیر معتبر کتاب سے نہیں دیا۔ جو مصنف کا تعارف کراتی خصوصاً اِس میں محمدی بھی لکھا ہوا ہے۔ اب نہیں معلوم کہ یہ کون سے محمدی ہیں؟ سنی حنفی ہیں یا کوئی اور کیونکہ اہل حدیث بھی اپنے آپ کو محمدی کہلواتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس عبارت میں بھی ذلیل کا لفظ کہیں نہیں ہے۔

تفسیر فتح العزیز سے حوالہ کا جواب

''مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز جلد اول صفحہ ۱۹ میں فرماتے ہیں ''حضرت حق فرمودا ے داؤد

[1] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

چوں خود را از منکر من عاجز دانستی ادائے شکر من کردی‘‘ ’’حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد جب تو نے اپنے آپ کو میرے شکر سے عاجز جانا تو تو نے ادائے شکر میرا کیا۔‘‘ [1]

اس عبارت میں بھی اللہ کے نزدیک ذلیل ہونے کا لفظ نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری بحث سے غیر متعلق ہے۔

فوٹو حوالہ ﴿’’اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان‘‘ صفحہ ۷۷۴، ۷۷۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

علیٰ ہذا معمولات ملفوظات مظہری مرزا مظہر جان شید دہلوی ص ۲۶ و ص ۴۲ میں مرقوم ہے:۔

مقصود از خلقت بنی آدم ادائے لوازم بندگی است و اظہار وظائف ذل و افتقار و عجز و نیستی و ہستی و عز و کبریائی و استغنا خاصہ حضرت رب معبود ست بندہ کہ خود را مستغنی از بندگی داند و یا اثبات عز و کبریائی نماید مدعی خداوندی است، بندہ را با بندگی کار است خداوندی کار اوست، ہر چند اظہار بندگی و لوازم آں از ذل و عجز از بندہ بیشتر رود عنایات و الطاف خداوندی در حق او زیادہ تر منتہی الی المعرفۃ فی ذات اللہ جل مجدہ العجز عن المعرفۃ

’’مقصود پیدائش بنی آدم سے ادائے لوازم بندگی ہے اور اظہار وظائف ذلت و محتاجی اور عجز اور نیستی ہے اور ہستی اور عزت و عظمت و استغناء خاصہ حضرت رب معبود کا ہے۔ بندہ کہ اپنے آپ کو مستغنی بندگی سے جانے یا اثبات عزت و کبریائی کا اپنے لیے کرے مدعی خداوندی کا ہے۔ بندہ کو بندگی سے کام ہے خداوندی کام حق تعالیٰ کا ہے ہر چند اظہار بندگی اور اس کے لوازمات کا ذلت و عجز بندہ سے جس قدر زیادہ ہوگا عنایات والطاف ربانی اس کے حق میں زیادہ تر جلوہ افگن ہوں گے، کیونکہ معرفت اللہ تعالیٰ کی ذات میں جہل اور عجز معرفت سے ہے۔‘‘

علیٰ ہذا حضرت خواجہ میر درد محمدی دہلوی المتوفی ۱۱۹۹ھ رحمہ اللہ کا پایہ دہلی سے تھے، معاصر و ہم جلیس حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور شاہ عبد العزیز کے تھے۔ شاہ آفاق صاحب نے مدت مدینہ تک جن سے فیوض و برکات محمدیہ حاصل کئے۔ اپنے رسالہ اسرار الصلوٰۃ ص ۱۸ میں ... فرماتے ہیں:۔

و دریں وقت بتعظیم تمام خود را پیش عظمت او تعالیٰ پست گردانیدہ عظمت و بزرگی جمیع مخلوقات را کہ بظاہر بزرگ و عظیم می نماید از دل خود نیست و نابود کردہ۔

’’اس وقت میں پوری تمام تر تعظیم کے ساتھ اپنے آپ کو سامنے عظمت حق تعالیٰ کے پست کرے، عظمت اور بزرگی جمیع مخلوقات کو کہ بظاہر بزرگ اور عظیم ہے مرتبہ کا ان کو دیکھے اپنے دل سے دور کر دے‘‘

تفسیر فتح العزیز کی دوسری عبارت

’’ایضاً صفحہ ۳۹ میں فرماتے ہیں ’’حقیقت عبادت نہایت تذلل است برائے نہایت تعظیم غیر خود حقیقت عبادت کی نہایت درجہ ذلیل ہونا ہے واسطے نہایت درجہ تعظیم غیر کے (یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے) [1]

اِس عبارت میں بھی اللہ کے نزدیک ذلیل ہونے کا کوئی لفظ نہیں بلکہ تذلل کا لفظ ہے جس کا معنی اپنے سے بڑے رتبے والے کے سامنے تواضع کرنا ہے مولوی صاحب نے ذلیل ہونے کا ترجمہ غلط کیا ہے، ہم دلائل سے بیان کر آئے ہیں کہ تذلل کا معنی ذلیل ہونا نہیں ہے بلکہ اپنے آپ اللہ کے فرمان کے سامنے جھکا دینا ہے اور ہر ایک کو ذلیل سمجھنے کا معنی بھی نہیں ہے۔ لہٰذا ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔

تفسیر فتح العزیز کی تیسری عبارت اور اس کا جواب

’’ایضاً صفحہ ۴۳ میں فرماتے ہیں ’’الٰہیت موجب عزت وہیبت است عبودیت مقتضی خضوع وذلت‘‘ الٰہیت موجب عزت اور ہیبت وجلال وعظمت کا ہے اور عبودیت مقتضا عاجزی اور ذلت کا ہے۔ [2]

---

[1] ......﴿’’اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان‘‘ (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۷۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2] ......﴿’’اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان‘‘ (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۷۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

قطع نظر اس سے کہ ہمارے پاس جو تفسیر عزیزی ہے وہ افغانی دار الکتب دہلی کی مطبوعہ ہے اس کے صفحہ ۴۳ اور اس سے آگے پیچھے کے صفحات کو دیکھنے سے یہ عبارت ہمارے سامنے نہیں آئی بہر حال بشرط صحت نقل یہ اور اِس جیسی عبارات کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔ مختصراً یہ کہ جس طرح عزت اور ہیبت دو علیحدہ وصف ہیں ایک دوسرے کے مترادف الفاظ نہیں تاہم اللہ صرف ایک لیکن عبد بے شمار ہیں اور ان کے لئے خضوع اور ذلت کے دو لفظ ہیں اور یہ ایک دوسرے کے مترادف نہیں ذلت کے معنی خواری اور خضوع کے معنی خود سے جھکنا ہے تو کچھ بندے صرف جھکے ہوئے ہوتے ہیں وہ اللہ کے روبرو ذلیل نہیں ہوتے اور کچھ دوسرے اللہ کے روبرو ذلیل ہوتے ہیں جیسا کہ ہمارا دعوی یہ ہے کہ اللہ کے کچھ بندے جو مقرب ہیں وہ اللہ کے روبرو ذلیل نہیں ہوتے اور دہلوی صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ ہر مخلوق اور ہر بندہ اللہ کے روبرو ذلیل ہے۔ لہٰذا دہلوی صاحب کا دعوی ثابت نہ ہوا اور ہمارے دعویٰ پر بھی کوئی زد نہیں پڑی۔ لہٰذا یہ عبارت ہمارے موضوع سے غیر متعلق رہی۔

تفسیر فتح العزیز کی چوتھی عبارت کا جواب

''ایضاً صفحہ ۴۸ میں ہے'' عبادت یعنی غایت تذلل برائے نہایت تعظیم مطلقاً مخصوص دریں ملت بحضرت حق است ''عبادت یعنی غایت درجہ تذلل واسطے نہایت درجہ تعظیم کے مطلقاً اس ملت میں مخصوص واسطے حق تعالیٰ کے ہے۔ [1]

اس عبارت میں بھی لفظ تذلل ہے۔ ذلت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں اور نہ ہی اس سے مخالف کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ ہم بار بار بیان کر آئے ہیں۔

تفسیر فتح العزیز کی پانچویں عبارت کا جواب

''ایضاً صفحہ ۶۱ میں ہے'' ہمہ خلق دران روز و غایت تذلل باشند''

تمام مخلوقات قیامت کے روز غایت درجہ ذلت کی حالت میں ہوگی۔ [2]

اس عبارت میں بھی لفظ تذلل آیا ہے۔ لہٰذا یہ بھی ہمارے خلاف نہیں۔ اگرچہ یہاں مولوی صاحب نے اس کا ترجمہ پہلے عبارت کے برخلاف غایت درجہ ذلت سے کیا ہے تو یہ تحریف ترجمہ میں مولوی صاحب پر عیب بنتی ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر کوئی اعتراض نہیں۔

---

[1]...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2]...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

تفسیر فتح العزیز کی چھٹی عبارت کا جواب

مولوی عزیز الدین صاحب لکھتے ہیں" ایضاً صفحہ ۱۷ میں مرقوم ہے

"واز تذلل وآن بعبادت مفہوم گشتہ واز معرفت عزت ربوبیت وذلت بشریت"

تذلل سے عبادت کے معنی اور معرفت سے عزت ربوبیت اور ذلت بشریت سمجھی گئی۔ ؎۱

اس عبارت میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ تذلل بولا ہے۔ جیسا کہ مولوی صاحب نے نقل کیا یعنی سورۃ الفاتحہ میں علماء طریقت کی طرز پر تخلیہ اور تجلیہ دونوں ہیں۔ تخلیہ سے فارغ ہو کر بندے کا تجلیہ شروع ہوا۔ تو (مذکورہ مفہوم اس عبارت سے پہلے گزر چکا ہے) لکھتے ہیں کہ لفظ عبادت سے دو چیزیں سمجھ میں آئی ہیں ایک تذلل اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی عزت کی معرفت، کیونکہ جب عبادت اللہ کے رب ہونے کو مان کر کی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا رب ہونا مان لے گا تو بندہ اپنے آپ کو سجدہ کر کے ذلیل کرے گا۔ اس کا بطور تواضع اور عبادت اپنے آپ کو ذلیل کرنا اصحاب طریقت کے نزدیک موجب تجلیہ یعنی اس کے دل کو چمکانے کا بحث ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس عبارت سے یہ سمجھا جا رہا ہے کہ امتی اپنے آپ کو ذلیل سمجھیں یہ نہیں بتایا جا رہا کہ وہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر خاصہ اولیاء کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو ذلیل سمجھیں اس لئے مولوی صاحب کا دعویٰ ثابت نہ ہوا بلکہ ثابت یہ ہوا کہ امتی صرف اپنے آپ کو ذلیل سمجھے اور اپنے ماسواء ہر مومن کے بارے میں یہ سمجھے کہ وہ اس سے بہتر ہے اس لیے ہمارے نزدیک یہ عبارت مولوی صاحب کی دلیل نہیں بن سکتی لیکن اگر مولوی صاحب کے فریق کا کوئی شخص بضد ہو کہ اس عبارت کے پیش نظر ہر بشر کو ذلیل سمجھنا چاہیے وہ نبی ہو یا کوئی صحابی یا ولی ہو تو عرض یہ ہے کہ شاہ صاحب ایک غیر معصوم بشر ہیں جب کہ قرآن کی آیت مقدسہ "وللہ العزۃ وللرسولہ وللمؤمنین "رسول اور مؤمنین کے لئے عزت کے مختص ہونے کا اعلان کر رہی ہے اس کے مقابل آنے والا قول رد کر دیا جائے گا۔

تفسیر فتح العزیز کی ساتویں عبارت کا جواب

صاحب اکمل البیان تفسیر فتح العزیز کے صفحہ ۱۴۶ سے عبارت نقل کرتے ہیں

"حقیقت عبادت تصحیح نسبت عبودیت است زیرا کہ چوں بندہ خود را ممکن شناخت رب خود را بوجوب خواہد شناخت

؎۱......"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مرادآبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

وچوں خودرا مملوک دانست رب خودرا مملوک دانست رب خودرا مالک خواہد دانست وچوں خودرا مقہور دید رب خودرا قاہر خواہد دید وچوں خودرا مقدور دید رب خودرا قادر خواہد دید وچوں خودرا ماموروذلیل شناخت رب خودرا آمروعزیز خواہد شناخت

وعلی ہذاالقیاس خودرا مانند غلامے ذلیل کہ بحضور خاوندخود بر پاایستادہ وکمر اطاعت بستہ ہر امرونہی اور امنتظر بودہ خواہد دانست دراین جابایددانست کہ ہر چند حقیقت عبادت بمجر دتوجہ بحال نفس خودودیدن داغ عبودیت برخود ظاہر وہویدا است‘‘

حقیقت عبادت کی تصحیح کرنا نسبت عبودیت کا ہے۔آپ کوممکن حادث پہچانا اپنے رب کو واجب الوجود ہمیشہ سے ہونا اور ہمیشہ رہنا پہچانا اور جب اپنے آپ کو مملوک جانا اپنے رب کو واجب الوجود ہمیشہ سے ہونا اور ہمیشہ رہنا پہچانا اور جب اپنے آپ کو مملوک جانا اپنے رب کو مالک جانے گا اور جب اپنے آپ کو مقہور دیکھا اپنے رب کو قاہر دیکھے گا،اور جب اپنے آپ کو تحت قدرت دیکھا اپنے رب کو قادر دیکھے گا اور جب اپنے آپ کو ماموراور ذلیل پہچانا اپنے رب کا آمر اور عزت والا پہچان لے گا۔

اور علیٰ ہذاالقیاس اسی طرح اپنے آپ کو مانند غلام وذلیل کے روبرواپنے خاوند مالک کے کھڑا ہوا اور کمر بستہ ہر امرونہی کے لئے اس کا منتظر رہنے والا جانے گا اس مقام پر جاننا چاہیے کہ ہر گاہ کہ حقیقت عبادت کی بمجر دمتوجہ ہونے اپنے نفس کی طرف اور دیکھنے داغ عبودیت کا اپنے اوپر ظاہر اور روشن ہے۔ [1]

اس عبارت میں بھی ہمارے خلاف کوئی بات نہیں اور نہ ہی مولوی صاحب کا مطلب ثابت ہوتا ہے۔شاہ محدث دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرما رہے ہیں کہ بندہ جب اپنے آپ کو ممکن سمجھے گا اور اپنے رب کو واجب سمجھے گا تو اس کی عبادت صحیح معنی میں عبادت ہوگی جب اپنے آپ کو بندہ سمجھے گا تو اپنے کو مالک سمجھے گا تو اپنے آپ کو مغلوب سمجھے گا تو اپنے رب کو قاہر سمجھے گا یعنی اپنے رب کو قادر سمجھے گا اور اپنے آپ کو اس کے زیر قدرت رب تعالیٰ کو غالب اور حاکم سمجھے گا۔اور اپنے آپ کو ماموراور ذلیل تو بارگاہ الٰہی میں ایک ذلیل غلام کی طرح جا کر کھڑا ہوگا اور ہر امرونہی کو پورا کرے گا۔

خلاصہ یہ کہ عبادت کی حقیقت اس جانب توجہ کرنے میں کہ میرے اوپر عبدیت کی نشان ظاہر اور واضح یعنی معبود فقط وہی ہے اس عبارت میں زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے روبرواپنے آپ کو ذلیل سمجھنا آیا ہے۔اور یہ بات پہلے کئی بار عرض کی گئی ہے کہ اسے تواضع کہتے ہیں جو عبادت کے لئے لازم ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بندہ اللہ کے نزدیک اس کے دشمن بندوں سے بھی زیادہ ذلیل ہو اور اس بات کے ثابت کئے بغیر یہ تمام عبارت بے کار ہے۔

---

[1] ......’’اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان‘‘ (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۶،۷۷۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

تفسیر فتح العزیز کی آٹھویں عبارت کا جواب

''ایضاً صفحہ ۱۶۴ میں مرقوم ہے

منصب رسالت ونبوت بسبب خلوص بندگی وکمال عبودیت است ویافتن و ذکر الاصل یخف عن ذکر الفرع ولنعم ماقیل بیت داغ غلامیت کردو پاۂ خسرو بلند میر ولایت شود بندہ کہ سلطان خرید پس از جہت اظہار شرف عبودیت لفظ عبد نامناسب ترافتادہ چنانچہ در انزل علی عبدہ الکتاب، ونزل الفرقان علیٰ عبدہ ودیگر آیات مرعی شدہ

منصب رسالت اور نبوت بسبب خلوص بندگی اور کمال عبودیت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اور ذکر کرنا اصل کا بے پرواہ کردیتا ہے ذکر کرنے فرع سے اور کیا اچھا کہا گیا ہے۔ داغ غلامیت نے کردیا پایہ خسرو کا بلند، میر ولایت ہوا بندہ جس کو سلطان نے خریدا۔ پس اس وجہ سے اظہار شرف عبودیت کا لفظ عبدنا سے زیادہ مناسب ہوا۔ چنانچہ (آیت) نازل کی اپنے بندے پر کتاب اور نازل کیا فرقان کو اپنے بندہ پر وغیرہم آیات میں اس کی رعایت کی گئی ہے۔ [1]

تفسیر عزیزی کی یہ عبارت نہ صرف یہ کہ ہمارے خلاف نہیں بلکہ مولوی عزیز الدین کے خلاف ہے کیونکہ اس میں یہ لکھا ہوا کہ جس بندہ کو سلطان نے خرید لیا وہ میر ولایت یعنی حاکم ملک ہوا اس وجہ سے ''عبدنا'' کا لفظ شرف اور عزت کو ظاہر کرتا ہے نہ کہ ذلت کو کیونکہ شرف ذلت کی ضد ہے اور یہاں پر شاہ صاحب رسالت ونبوت کے منصب کے لئے کمال عبودیت مان رہے ہیں اور اسے ہر متشرف کی اصل کہہ رہے ہیں مگر اس عبارت کا مطلب سمجھے بغیر اکمل البیان کے مصنف نے اسے نقل کر ڈالا اور یہ نہیں سمجھ سکے کہ وہ اپنی تردید خود کر رہے ہیں۔

تفسیر فتح العزیز کی نویں عبارت اور اس کا جواب

''ایضاً صفحہ ۲۷۱ وصفحہ ۲۷۴ میں مرقوم ہے

ذکر اشیائے حقیرہ در مقامے کہ مقتضی ذکر آن اشیاء باشد کمال بلاغت وعین فصاحت است برابر است کہ آں شئی حقیر یعنی پشہ باشد پس بالاتر ازاں وبالاتر از پشہ بودن دو احتمال دارد یکے آنکہ بالاتر در جثہ باشد مثل مگس وعنکبوت ومانند آں دوم آنکہ بالاتر در خروی وحقارت بود مثل پر پشہ کہ در حدیث شریف دنیا را باد تمثیل فرمودہ اند بالجملہ حق تعالیٰ خالق کبیر وصغیر است وحکمت او در ہر چہ پیدا کردہ جلوہ گر است پس تمثیل بہر چیز کہ مشتمل بر حکمتے ومنفعتے باشد مستحسن ومحمود است

---

[1] ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۶، ۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

بلکہ دراشیائے صغیرۃ الجسم وحقیرۃ القدر اگر حکمتے کاملہ ومنفعتے عمدہ ظاہر گردد بسیار عجیب میباشد چنانچہ از غرائب خلقت پشہ نوشتہ اند کہ باوجود ایں خروی جثہ آنچہ فیل را دریں کبر جثہ دادہ انداز اعضاو جوارح ہمہ باوہم عنایت شدہ مع شئی زائد واز عجائب خرطومش آنست کہ باوجود ایں خروی وکاداکے اگراور رادر پوست گاومیش بافیل بخلاند ہمچوفرد میرود کہ گویا انگشت درحلوا برند ودرش آن است کہ در سر خرطوم اوسمیتے ودیعت نہادہ اند کہ بسبب آں نفوذ می کند پس تمثیل باشیائے حقیرہ راحق تعالیٰ کہ حکیم است ودرآن اشیائے حکمت ہائے گوناگوں ودیعت نہادہ است ہرگز ترک نمی فرماید لیکن سامعان کلام الٰہی دوقسم مے باشند

قسمی اہل ایمانند کہ قول ایشاں معتبر است زیرا کہ موافق عقل جاری میشوند وقسمی دیگر کفار اند کہ قول ایشاں معتبر نیست زیرا کہ موافق عقل جاری میشوند وقسمی دیگر کفار اند کہ قول ایشاں معتبر نیست زیرا کہ از راہ عناد برخلاف مقتضائے عقل میروند، یعنی پس اما کسانیکہ ایمان آوردہ اند

پس میدانند کہ آن تمثیل حق است آمدہ از پروردگار ایشاں زیرا کہ بیان خست چیزے وحقارت آں بدون تمثیل بشئی حقیر وخسیس نمی تواند شد اگر دراں مقام تمثیل بچیز ہائے بزرگ نمایند بے موقع مے افتد ورب ایشاں کہ مراتب اشیاء رامیداند وہر چیز را در مرتبہ خود می نہد ہرگز خلاف آں نخواہد فرمود یعنی واما کسانیکہ کافر شدند پس میگویند باوجود آنکہ مطابقت مثال را بامثل بہ میدانند وفی فہمند کہ ایں چیز حقیر راغیر از چیز حقیر مثال نمی تواند شد، یعنی چہ چیز ارادہ کردہ است باآنکہ عظمت او بی نہایت است یعنی بگردانیدن ایں چیز حقیر مثال تاسبب ہدایت گردد حالانکہ ایں چیز حقیر مناسب عظمت او نیست وایں نمے فہمند کہ مثال رامی باید کہ مطابق ممثل کہ ذکر کنندہ مثال است، آرے حق تعالیٰ باآوردن ایں چیز ہائے حقیر در تمثیلات قرآن ارادہ امر عظیمی فرمودہ است وآں امتیاز است درمیان موموناں وکافراں زیرا کہ یعنی گمراہ می کند بسبب آں مثال باآنکہ نفس سبب ہدایت است یعنی بسیارے را از مردم کہ از راہ غلط فہمی تمثیل اشیائے حقیرہ راباشیائے حقیرہ منافی عظمت ذکر کنندہ مثال میدانند وہر چیز ایں ہاجماعہ کثیر اند اما کثرت ایشاں ہیچ اعتبار ندارد تاقول ایشاں رابرصواب حمل نمودہ آید یاذم وطعن ایشاں رادر شمار آوردہ شود یعنی وہدایت می کند بسبب آں مثال بسیارے را از مردم زیرا کہ بسبب آن مثال حقارت بعضے اشیاء در ذہن ایشاں بکمال وضوح جلوہ گر میشود واز اں اشیاء اجتناب می کند چہ جائے آنکہ آں چیز ہار ابعبادت کنند اہ

ذکر اشیاء حقیرہ کا جس مقام میں کہ مقتضی ان کا ذکر کا ہو کمال بلاغت اور عین فصاحت ہے۔ برابر ہے کہ وہ شئی حقیر مچھر ہو پس بالاتر اس سے اور بالاتر مچھر سے ہونا دو احتمال رکھتا ہے ایک یہ کہ بالاتر جثہ میں ہو مثل مکھی اور عنکبوت اور اس کے مانند۔ دوسرے یہ کہ بالاتر چھوٹائی میں اور حقارت میں ہو مثل پر مچھر کے کہ حدیث شریف میں دنیا کو اس کے ساتھ تمثیل

فرماتے ہیں۔حاصل یہ کہ حق تعالیٰ خالق بڑے چھوٹے کا ہے اور حکمت اس کی جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے جلوہ گرہ ہے پس تمثیل ہر چیز کے ساتھ جس میں کوئی حکمت اور کوئی منفعت ہو بہتر اور اچھی ہے بلکہ چھوٹی اور حقیر چیزوں میں اگر کوئی حکمت کاملہ اور کوئی منفعت عمدہ ظاہر ہووے نہایت عجیب ہوتی ہے

چنانچہ عجائباتِ مچھر کی پیدائش میں لکھتے ہیں کہ باوجود اس چھوٹے جسم ہونے کے جو کچھ کہ ہاتھی کو اس کے بڑے جسم ہونے کے اعضاء وجوارح ہیں وہ تمام مچھر کو عنایت ہوئے ہیں اور کچھ زائد بھی اور مچھر کی سونڈ کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ باوجود چھوٹے ہونے اور نرم ہونے کے اگر گائے کے چمڑے یا ہاتھی میں چبھودے تو اس طرح چلی جاتی ہے جس طرح حلوے میں انگلی چلی جاتی ہے اور بھید اس میں یہ ہے کہ اس کے سونڈ کے سر میں سمیّت رکھ دی گئی ہے کہ بسبب اس کے نفوذ کرتا ہے پس ساتھ تمثیل اشیاءِ حقیرہ کے کہ حق تعالیٰ الحکیم ہے اور ان اشیاء میں طرح طرح کی حکمتیں رکھی ہیں ہرگز ترک نہیں فرماتا لیکن سننے والے کلام الٰہی کے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک قسم اہل ایمان ہیں کہ قول ان کا معتبر ہے کیونکہ موافق عقل کے چلتے ہیں اور قسم دوسری کفار ہیں کہ قول ان کا معتبر نہیں ہے کیونکہ ازراہِ عناد برخلاف مقتضائے عقل کے جاتے ہیں لیکن وہ آدمی کہ ایمان لائے ہیں پس وہ جانتے ہیں کہ وہ تمثیل حق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے آئی ہوئی ہے کیونکہ بیان خسّت کسی چیز کا اور اس کی حقارت کا بدون تمثیل شئ حقیر اور خسیس کے نہیں ہوسکتا ہے اگر اس مقام میں بڑی بڑی چیزوں کے ساتھ تمثیل دیں بے موقع پڑے گا۔

اور پروردگار کہ مراتب اشیاء کے جانتا ہے اور ہر چیز کو اس کے مرتبہ میں رکھتا ہے ہرگز خلاف ان میں نہ فرماوے گا لیکن وہ لوگ کہ کافر ہوئے پس کہتے ہیں باوجود اس امر کے کہ مطابقت مثال کی ممثل بہ کے ساتھ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس چیز حقیر کی مثال نہیں ہوسکتی یعنی کس چیز کا ارادہ کیا ہے اللہ نے باوجود یکہ عظمت اس کی بے نہایت ہے یعنی ساتھ مقرر کرنے اس چیز حقیر کی مثال تا کہ سبب ہدایت کا ہووے حالانکہ یہ چیز حقیر اس کی عظمت کے مناسب نہیں ہے اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ مثال کے لئے چاہیے کہ مطابق ممثل بہ کے ہووے عظمت اور حقارت میں نہ کہ مطابق ممثل بہ کے ہووے عظمت اور حقارت میں نہ کہ مطابق ممثل کے کہ ذکر کرنے والا مثال کا ہے البتہ حق تعالیٰ نے ان چیزوں حقیر لانے سے تمثیلاً قرآن میں ارادہ امر عظیم کا فرمایا ہے اور وہ درمیان مومنوں اور کافروں کے باعث امتیاز کا ہے کیونکہ گمراہ کرتا ہے بسبب اس مثال کے باوجود اس کے کہ وہ فِی نفسہٖ سبب وہدایت کا ہے یعنی بہت سارے آدمیوں کو ازراہ غلط فہمی تمثیل اشیاء حقیرہ کا بنا تھا اشیاء حقیرہ کے منافی عظمت ذکر کرنے والا مثال کے لئے جانتے ہیں اور ہر چند ایسے لوگ بہت ہیں لیکن ان لوگوں کی کثرت کچھ اعتبار

نہیں رکھتی تاوقتیکہ قول ان کا صواب پر حمل کیا جائے یا مذمت یا طعن ان کا شمار میں لایا جائے اور ہدایت کرتا ہے بسبب اس مثال کے بہت سارے آدمیوں کو کیوں کہ بسبب اس مثال کے حقارت بعضے چیزوں کی ان کے ذہن میں بکمال جلوہ گر ہوتی ہے اوران چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں چہ جائیکہ ان چیزوں کی عبادت کریں۔ ؎۱

اس عبارت میں مصنف اکمل البیان مولوی عزیز الدین صاحب نے تفسیر عزیزی (مطبوعہ دہلی) کی جلد اول صفحہ ۱۷۲ تا ۱۷۴ تک کی طویل عبارت لی ہے لیکن اس میں ذلیل کا لفظ کہیں بھی نہیں ہے اس لئے یہ عبارت بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔

تفسیر فتح العزیز کی دسویں عبارت اور اس کا جواب

''ایضاً صفحہ ۲۱۵ میں مرقوم ہے'' وغایت تذلل برائے کسے سزاوار ست کہ در غایت عظمت باشد وغایت عظمت باشد وغایت عظمت آن است کہ ذاتی باشد و عظمت ذاتی خاص بحضرت حق است در ہیچ مخلوق یافتہ نمیشود''

نہایت تذلل اظہار ذلت کا کرنا اسی سامنے لائق ہے کہ نہایت عظمت بڑائی والا ہو اور نہایت عظمت وہ ہے کہ ذاتی ہو اور عظمت ذاتی خاص حضرت حق تعالیٰ جل شانہ ہی کے لئے ہے کسی مخلوق میں پائی نہیں جاتی ہے۔ ؎۲

اس عبارت میں بھی وہی تذلل یعنی تواضع کی بات ہے مولوی صاحب خود بھی اس کا ترجمہ اظہار ذلت سے کر رہے ہیں بہر حال اس کا جواب دیا جا چکا ہے کہ اپنے لئے ذلت کا اظہار اور چیز ہے۔ کسی دوسرے کو مقرب بارگاہِ الٰہی کو ذلیل قرار دینا اور بات ہے۔

تفسیر فتح العزیز کی گیارہویں عبارت اور اس کا جواب

''ایضاً صفحہ ۴۸۹ میں مرقوم ہے'' جمیع موجودات مقہور تصرف او یند از تصرف او بیرون نمیروند

جمیع موجودات عالم مقہور تصرفات حق تعالیٰ کے ہیں اس کے تصرف قبضہ سے باہر نہیں جا سکتی ہیں'' ؎۳

اس عبارت میں بھی ذلیل کا لفظ کہیں نہیں صرف لفظ مقہور آیا ہے جس کا مکمل جواب آیت کریمہ وھو القاھر فوق عبادہ کی تشریح میں دیا جا چکا ہے۔

؎۱...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۷، ۷۸۰۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

؎۲...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۸۰۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

؎۳...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۸۰۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

تفسیر فتح العزیز کی بارہویں عبارت اور اس کا جواب

''ایضاً ۶۱۶ میں مرقوم ہے ''چوں عظمت وجلال من دلہائے شما پر کند دیگر در دل وچشم شما مخلوقات را قدرے ووقعتے نماند زیرا کہ ملاحظہ مخلوقات وپاس آنہا از تقصیر در تعظیم خالق ناشی میشود چنانچہ حضرت امیر المؤمنین مرتضٰی علی کرم اللہ وجہہ فرمودہ اند عظم الخالق عندك يصغر المخلوق في عينك جس وقت عظمت وجلال میرا تمہارے دلوں میں بھر جائے تمہارے دل اور آنکھوں میں کسی مخلوقات کی کچھ قدر اور کوئی وقعت نہ رہے کیونکہ مخلوقات کے ملاحظہ اور ان کے پاس وخیال سے تعظیم خالق تعالیٰ شانہ میں قصور واقع ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علی مرتضی فرماتے ہیں کہ خالق کی عظمت وبڑائی تیرے نزدیک تمام مخلوقات کو تیری نظر میں جھوٹا حقیر کر دے گی۔ [1]

یہ عبارت بھی ہمارے خلاف نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے ''كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ '' خدا نے یہ لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہوں گے۔ [2]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کے ساتھ اپنے رسولوں کی عظمت منوائی ہے۔ لہٰذا رسولوں کو حقیر نہیں سمجھا جاسکتا۔ جو ایسے سمجھے گا وہ قرآن عظیم کا مخالف ٹھہرے گا۔

تفسیر فتح العزیز کی تیرہویں عبارت اور اس کا جواب

''ایضاً صفحہ ۶۶۸ میں مرقوم ہے'' وہر چہ غیر اوست محض نمود بے بود است''

جو کچھ کہ سوائے حق تعالیٰ کے ہے محض نمود بے بود ہے۔ [3]

اس عبارت کو پیش کرتے وقت شاید مصنف صاحب اپنے ہوش وخرد کھو چکے ہیں کیونکہ اس میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ماسواء جو کچھ وہ نمود بے بود ہے یعنی دکھاوا ہے جس کا حقیقت میں وجود نہیں اور یہی وہ وحدۃ الوجود ہے جس کی وجہ سے یہ حضرات اہل سنت وجماعت اور مشائخ تصوف کو کفر وشرک سے منسوب کرتے ہیں اب شاہ عبد العزیز صاحب کے بارے میں کون سا فتویٰ لگائیں گے یہ بات ان کی جماعت کے لئے باعث فکر ہونی چاہیے۔

---

[1]...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۰۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2]...... ''سورۃ المجادلۃ: الآیۃ ۲۱'' ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

[3]...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۱۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

تفسیر فتح العزیز کی چودھویں عبارت اور اس کا جواب

''علیٰ ہذا تفسیر فتح العزیز جلد سوم پارہ ۳۰ صفحہ ۱۳۱ میں حضرت شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں

''چوں آسمان با بزرگی و بلندی کہ دارد ایں امر شاق را بحکم پروردگار خود بے توقع ثوابے و بے خوف عقابے بجا آوردہ پس آدمی کہ در نہایت ذلت و پستی واقع است امر سہل خدا را کہ چنداں سخت و دشوار نیست باوصف توقع ثواب و خوف عقاب چرا قبول نکند و بجا نیارد''

جب کہ آسمان اس قدر بڑائی اور بلندی رکھتے ہوئے مشکل امر پروردگار کے حکم سے بے توقع ثواب اور بے خوف عقاب کے بجالاتا ہے پس آدمی کہ نہایت ذلت اور پستی میں واقع ہے حکموں کو کہ چنداں سخت اور دشوار نہیں ہیں باوصف توقع ثواب اور خوف عقاب کے کس واسطے قبول نہ کرے اور بجا نہ لائے۔ [1]

مولوی عزیز الدین صاحب نے جو عبارت پیش کی ہے وہ کتاب میں نہیں ملتی اگر اکمل البیان کے مصنف تفسیر عزیزی کے صفحہ کی بجائے کسی مسودہ کا حوالہ دیتے تو ہمیں تلاش کرنے میں آسانی ہوتی ہمارے سامنے تفسیر فتح العزیز سے سورۃ الطارق کی تفسیر ہے۔ اس میں چند حروف اسی عبارت کے پائے گئے باقی ساری عبارت مولوی صاحب کے دیئے گئے حوالے سے مختلف ہے اور اس میں ذلیل کا لفظ ہی نہیں شاہ صاحب کی تفسیر اس طرح ہے

''چوں آسمان با وجود عظمت و بزرگی و بلندی خود بحد یکہ دست ہیچ کس باں نمیتو اند رسید محتاج بہ محافظت الٰہی است وصورت حفظ او بایں وضع نمودار گشتہ کہ ہم از شعاع ستارگان مرکوزہ در آسمان ستارہ دوان پیدا میشود و شیاطین را سد راہ میگردد و میگریزاند جان آدمی کہ خیلے ناتوان است چہ قسم بے محافظت الٰہی دریں کشمکش مصائب و حوادث باقی تواند ماند و چوں حافظان از طرف او تعالیٰ برائے حفظ او گماشتہ شدہ اند پس جان آدمی در قبض و تصرف خدا است خواہ در زندگی و خواہ موت و از ہمیں جا تواں فہمید کہ بعد از موت تنعیم و ایلام آنجا در دست قدرت اوست باقیماند حال بدن کہ آنرا نیز بتامل اعادہ تواں دانست'' [2]

تفسیر عزیزی کی یہ عبارت بھی ہمارے خلاف نہیں اس لیے کہ اس عبارت میں بزرگی اور بلندی کو عطف تفسیر کے ذریعے ملا دیا گیا ہے یعنی آسمان کی بزرگی اس کے زمین سے اونچا ہونے میں ہے۔ اور اسی طرح انسان کے لئے ذلت کا لفظ بول کر پستی کا عطف ڈالا گیا یعنی یہاں ذلت سے مراد صرف نیچے ہونا ہے کیونکہ زمین اور زمین کی تمام چیزیں نیچے ہیں اور

---

[1] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۱۔۷، مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2] ......﴿''تفسیر عزیزی'' (فارسی) (شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی التوفی ۱۲۳۹ھ) جزء ۳ صفحہ ۲۲۷، مطبوعہ دار الکتب لال کنوار دہلی﴾

آسمان اونچا ہے لیکن اس سے بھی تمام انسان مراد نہیں کیونکہ انسان تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں اور وہ آسمان سے اونچے ہیں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و سلم تو ساتوں آسمانوں سے اوپر چلے گئے اس لیے اس عبارت سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ آسمان زمین والے انسان سے لاکھوں میل اوپر ہے لیکن نیچے رہنے والے ہمیشہ ذلیل نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ'' اور ہم (خدا) نے آدم زاد کو بڑی عزت دی ہے۔ [1]

تو شاہ صاحب کے کلام کا مطلب صرف اتنا ہوا کہ زمین والے آسمان سے نیچے ہیں اس سے آدمیوں کی ذلت اور خواری ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا اکمل البیان کا استدلال غلط ہے۔

فوٹو حوالہ ''تفسیر عزیزی'' (فارسی) جزء ۳ صفحہ ۲۲۷۔ مطبوعہ دار الکتب لال کنوار دہلی

سورۃ الطارق ۲۲۷ تفسیر عزیزی پارہ عم

آدمی زیرا کہ چون آسمان با وجود عظمت و بزرگی و بلندی خود بجہ یکہ دست ہیچ کس بآن نمیتواند رسید محتاج بمحافظت الٰہی است و صورت حفظ او باین وضع نمودار گشتہ کہ ہم از شعاع ستارگان مرکوزہ در آسمان ستمگاہ روان پیدا میشود و شیاطین را سد راہ میگردد و میگریزاند جان آدمی کہ خیلے ناتوان است چہ قسم بے محافظت الٰہی درین کشمکش مصائب و حوادث باقی تواند ماند و چون حافظان از طرف او تعالیٰ برائے حفظ او گماشتہ شدہ اند پس جان آدمی در قبض و تصرف خدا است خواہ در زندگی و خواہ بعد از موت و ازہمین جا توان فہمید کہ بعد از موت تنعیم و ایلام انجا در دست قدرت اوست باقیماند حال بدن کہ آنرا نیز بتامل قابل اعادہ توان دانست

تفسیر فتح العزیز کی پندرہویں عبارت اور اس کا جواب

''ایضاً صفحہ ۳۹۶ میں فرماتے'' بالجملہ نقصانے کہ آدمی در حالت نطفیت دارد و کمالے کہ بعد از بلوغ و مرتبہ خاتمیت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نصیب او شدہ است، ہر دو را قیاس باید کرد و ربوبیت او تعالیٰ را تماشا باید نمود''

مختصر یہ کہ وہ نقصان کہ آدمی بیچ حالت نطفیت کے رکھتا ہے اور وہ کمال کہ بعد بلوغ اور مرتبہ خاتمیت کے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس کے نصیب میں ہوا ہے ہر دونوں کو قیاس کرنا چاہیے۔ اور ربوبیت حق تعالیٰ کا تماشا دیکھنا چاہیے۔ [2]

اس عبارت میں آدمی کے لئے بعد بلوغ کمالات کا ذکر تو ہے اور مرتبہ خاتمیت کا ذکر بھی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انتہائی عزت کا مرتبہ ہے لیکن اس عبارت میں کسی کی ذلت کا ذکر نہیں۔ لہٰذا اس عبارت کو جملہ بنی آدم کی ذلت کی دلیل بنانا غلط ہے۔ اس عبارت کے صریح خلاف ہے۔

---

[1]..... ''سورۃ بنی اسرائیل: الآیۃ ۷۰'' ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

[2]..... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۱۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

تفسیر فتح العزیز کی سولھویں عبارت اور اس کا جواب

''ایضاً صفحہ ۲۹۷ میں فرماتے ہیں'' داند کہ بادشاہ وامیر در رنگ من عاجز ومحتاج اندر

(بچہ بلوغت کے بعد) جانتا ہے کہ بادشاہ اور امیر بھی میرے رنگ میں عاجز اور محتاج ہیں'' [1]

اس عبارت میں بھی ذلیل کا لفظ کہیں نہیں۔ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی جب عاقل بالغ ہو جاتا ہے تو اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ دنیا کے ہر عہدے کا انسان بادشاہ ہو یا وزیر سب اللہ تعالیٰ کے ضرورت مند ہیں اس سے ذلت ثابت نہ ہوئی۔ اللہ کا سوالی ہونا اور ہے اور ذلیل ہونا اور ہے۔ لہٰذا اس عبارت سے بھی استدلال غلط ہوا۔

الحمد للہ! حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات سے پیدا کیے گئے تمام شکوک وشبہات کا جواب ہوگا اب اکمل البیان میں درج کی گئی تمام عبارات کا عکس یکجا ملاحظہ فرمائیں۔

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۷۵، ۷۷۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تفسیر فتح العزیز جلد اول صفحہ ۹ میں فرماتے ہیں:۔

حضرت حق فرمودے داؤد چوں خود را از شکر من عاجز دانستی ادائے شکر من کردی۔

''حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد جب تو نے اپنے آپ کو میرے شکر سے عاجز جانا تو تو نے ادائے شکر میرا کیا۔''

ایضاً صفحہ ۲۹ میں فرماتے ہیں:۔

حقیقت عبادت نہایت تذلل است برائے نہایت تعظیم غیر خود۔

''حقیقت عبادت کی نہایت درجہ ذلیل ہونا ہے واسطے نہایت درجہ تعظیم غیر کے (یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے)

ایضاً صفحہ ۳۲ میں فرماتے ہیں بحکم ۳۳:

الہیت موجب عزت، ہیبت، سطوت وعبودیت مقتضی خضوع، ذلت۔

''الہیت موجب عزت اور ہیبت وجلال وعظمت کا ہے اور عبودیت مقتضا عاجزی اور ذلت کا ہے''

۷۷۶

ایضاً صفحہ ۴۱ میں ہے:

عبادت یعنی غایت تذلل برائے غایت تعظیم مطلقاً خصوص دریں ملت بحضرت حق است۔

''عبادت یعنی غایت درجہ تذلل واسطے نہایت درجہ تعظیم کے مطلقاً اس ملت میں مخصوص واسطے حق تعالیٰ کے ہے۔''

ایضاً صفحہ ۷۰ میں ہے:۔

ہمہ خلق دراں روز وغایت تذلل باشند

''تمام مخلوقات قیامت کے روز غایت درجہ ذلت کی حالت میں ہوگی۔''

ایضاً صفحہ ۱۱۸ میں مرقوم ہے:۔

وانہ تذلل وآں عبادت مفہوم گشتہ واز معرفت عزت ربوبیت وذلت بشریت

''تذلل سے عبادت کے معنی اور معرفت سے عزت ربوبیت اور ذلت بشریت سمجھی گئی''

ایضاً صفحہ ۱۲۶ میں مرقوم ہے:۔

حقیقت عبادت تصحیح نسبت عبودیت است زیرا کہ چوں بندہ خود را ممکن شناخت رب خود را واجب خواہد شناخت وچوں خود را مملوک دانست رب خود را مالک خواہد دانست وچوں خود را مقہور دید رب خود را قاہر خواہد دید وچوں خود را مقدور دید رب خود را قادر خواہد دید وچوں خود را مامور وذلیل شناخت رب خود را آمر وعزیز خواہد شناخت وعلیٰ ہذا القیاس۔ خود را مانند غلامے ذلیل کہ بحضور خاوند خود برپا ایستادہ وکمر اطاعت بستہ ہر امر ونہی او را منتظر بودہ خواہد دانست درایں جا باید دانست کہ ہر چند حقیقت

''حقیقت عبادت کی تصحیح کرنا نسبت عبودیت کا ہے۔ آپ کو ممکن حادث پہچاننا اپنے رب کو واجب الوجود ہمیشہ سے ہونا اور ہمیشہ رہنا پہچانا اور جب اپنے آپ کو مملوک جانا اپنے رب کو مالک جانے گا اور جب اپنے آپ کو مقہور دیکھا اپنے رب کو قاہر دیکھے گا، اور جب اپنے آپ کو تحت قدرت دیکھا اپنے رب کو قادر دیکھے گا اور جب اپنے آپ کو مامور اور ذلیل پہچانا اپنے رب کو آمر اور عزت والا پہچان لے گا۔ اور علیٰ ہذا القیاس اسی طرح اپنے آپ کو مانند غلام وذلیل کے روبرو اپنے خاوند مالک کے کھڑا ہوا اور کمر بستہ ہر امر ونہی کے بیچ اس کا منتظر رہنے والا جانے گا۔ اس مقام پر جاننا چاہیے کہ ہر گاہ کہ حقیقت

---

[1] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۸۱۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

فوٹو حوالہ ''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' صفحہ ۷۸۰،۷۸۱۔ مطبوعہ المکتبة السلفیة لاہور

۷۷

ایضاً صفحہ ۔۔۔ میں مرقوم ہے۔

"و ہر چہ غیر اوست محض نمود بے بود است۔"

"جو کچھ کہ سوائے حق تعالیٰ کے ہے محض نمود بے بود ہے۔"

ثانیاً تفسیر فتح العزیز جلد سوم پارہ ۳۰ صفحہ ۱۳۱ میں حضرت شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں۔

چون آسمان با بزرگی و بلندی کہ دارد این امر شاق را بحکم پروردگار خود بے توقع ثوابے و بے خوف عقابے بجا آوردہ پس آدمی کہ در نہایت ذلت و پستی واقع است امر سہل خدا را کہ چندان سخت و دشوار نیست با وصف توقع ثواب و خوف عقاب چرا قبول نکند و بجا نیارد۔"

"جبکہ آسمان عمدہ بڑائی اور بلندی رکھتے ہوئے مشکل امر پروردگار کے حکم سے بے توقع ثواب اور بے خوف عقاب کے بجا لاتا ہے پس آدمی کہ نہایت ذلت اور پستی میں واقع ہے کیوں کر چنداں سخت اور دشوار نہیں ہیں باوصف توقع ثواب اور خوف عقاب کے کس واسطے قبول نہ کرے اور بجا نہ لائے۔"

ایضاً صفحہ ۲۹۶ میں فرماتے ہیں۔

بالجملہ نقصانے کہ آدمی در حالت نطفیت دارد و کمالے کہ بعد از بلوغ و مرتبۂ خاتمیت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نصیب او شدہ است ہر دو را قیاس باید کرد و ربوبیت او تعالیٰ را تماشا باید نمود۔

"مختصر یہ کہ وہ نقصان کہ آدمی بیچ حالت نطفیت کے رکھتا ہے اور وہ کمال کہ بعد بلوغ اور مرتبہ خاتمیت کے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس کے نصیب میں ہوا ہے ہر دونوں کو قیاس کرنا چاہیے اور ربوبیت حق تعالیٰ کا تماشا دیکھنا چاہیے۔"

ایضاً صفحہ ۲۹۷ میں فرماتے ہیں۔

داند کہ بادشاہ و امیر در رنگ من عاجز و محتاج اند۔

"سمجھ لو معرفت کے بعد جانتا ہے کہ بادشاہ اور امیر بھی میرے رنگ میں عاجز اور محتاج ہیں۔"

الغرض اس باب میں تفصیل کلام اکابر علمائے کرام و مشائخ ائمہ

و ابر صواب حمل نمودہ آید یا ذم و طعن ایشان را در شمار آوردہ شود۔ یعنی و ہدایت می کند بسبب آن مثال بسیارے را از مردم زیرا کہ بسبب آن مثال حقارت بعضی اشیا در ذہن ایشان بکمال وضوح جلوہ گر میشود و از آں اشیا اجتناب می کنند چہ جائے آنکہ آں چیزہا را بعبادت کنند الخ۔

صواب پر حمل کیا جائے یا مذمت یا طعن ان کا شمار میں لایا جائے۔ اور ہدایت کرتا ہے بسبب اس مثال کے بہت سارے آدمیوں کو کیونکہ بسبب اس مثال کے حقارت بعضے چیزوں کی ان کے ذہن میں کمال جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور ان چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ چہ جائیکہ ان چیزوں کی عبادت کریں۔"

ایضاً صفحہ ۲۱۵ میں مرقوم ہے۔

و غایت تذلل برائے کسے سزاوار است کہ در غایت عظمت باشد و غایت عظمت آن است کہ ذاتی باشد و عظمت ذاتی خاص بحضرت حق است، در ہیچ مخلوق یافتہ نمیشود۔

"نہایت تذلل اظہار ذلت کا کرنا اسی سامنے لائق ہے کہ نہایت عظمت بڑائی والا ہو اور نہایت عظمت وہ ہے کہ ذاتی ہو اور عظمت ذاتی خاص حضرت حق تعالیٰ جل شانہ ہی کے لیے ہے کسی مخلوق میں پائی نہیں جاتی ہے۔"

ایضاً صفحہ ۴۰۹ میں مرقوم ہے۔

جمیع موجودات مقہور تصرف او بند و از تصرف او بیرون نمیروند۔

"جمیع موجودات عالم مقہور تصرفات حق تعالیٰ کے ہیں اس کے تصرف قبضہ سے باہر نہیں جا سکتی ہیں۔"

ایضاً صفحہ ۴۱۷ میں مرقوم ہے۔

چون عظمت و جلال من در دلہائے شما پر گشد دیگر در دل و چشم شما مخلوقات را قدرے و وقعتے نماند زیرا کہ ملاحظہ مخلوقات و پاس آنہا از تحقیر و تعظیم خالق ناشی میشود چنانچہ حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرمودہ اند عظم الخالق عندک فصغر المخلوق فی عینک۔

"جس وقت عظمت و جلال میرا تمہارے دلوں میں بھر جائے تمہارے دل اور آنکھوں میں کسی مخلوقات کی کچھ قدر اور کوئی وقعت نہ رہے کیونکہ مخلوقات کے ملاحظہ اور کے پاس و خیال سے تعظیم خالق تعالیٰ شانہ میں قصور واقع ہوتا ہے چنانچہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خالق کی عظمت و بڑائی تیرے نزدیک تمام مخلوقات کو تیری نظر میں چھوٹا حقیر کر دے گی۔"

علماء اہل سنت سے استدلال کا جواب

مولوی عزیز الدین صاحب لکھتے ہیں

اعیانِ حلقۂ بریلی سے تائید تقویۃ الایمان: الغرض اس باب میں تفصیل کلام اکابر علمائے اکابر مشائخ ائمہ عظام کا بے شمار ہے خود مؤلف نے صفحہ ۱۲۶ میں لکھا ہے ''وہ غنی بالذات ہے سب اس کے محتاج ہیں'' [1]

غیر مقلدین کے پیشوا کو بحث کرنے کا طریقہ نہیں آتا۔ دعویٰ تو ان کا یہ ہے کہ تقویۃ الایمان کی عبارت صحیح ہے کہ ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا خدا کے نزدیک چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ جب کہ حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں مسلمان صدر الافاضل کے لقب سے یاد کرتے ہیں وہ یہ فرما رہے ہیں کہ سب اس کے محتاج ہیں محتاج کے معنی ضرورت مند یعنی سب کو اس کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا ضرورت مند نہیں۔ اس عبارت میں نہ تو ذلیل کا لفظ ہے نہ چمار کا۔ تو تقویۃ الایمان کی تائید کیسے ہوئی ایسے لگتا ہے کہ مولوی عزیز الدین صاحب نے یہ طے کر رکھا ہے کہ وہ جواب میں کچھ

[1] ......''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۸۱۔ مطبوعہ المکتبة السلفیة لاہور

نہ کچھ لکھ دیں گے۔ چاہیے عقلمندوں کے نزدیک اُس عبارت سے ان کے دہلوی امام کی تائید ہوتی ہو یا نہ، مگر وہ اپنے ڈھیٹ پن سے یہ فرماتے جائیں گے کہ انہوں نے جواب دیا ہے۔ بہر حال اس عبارت کی تقویۃ الایمان کی عبارت سے کوئی مشابہت نہیں۔

دوسری عبارت اور اس کا جواب

مولوی عزیز الدین صاحب لکھتے ہیں

''اور مؤلف کے بڑے معتمد بدایونی جن کو اپنے رسالہ فرائد النور صفحہ ۲۰ میں ''حضرت شاہ فضل رسول قدس سرہٗ'' لکھا وہ بوارق صفحہ ۲۲۲ میں استناداً مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے نقل کرتے ہیں'' واولیاء خدا فانی وہالک اند در فعل الٰہی وقدرت وسطوت و لے نیست ایشاں رافعل وقدرت وتصرف نہ اکنون کہ در قبور اند و نہ دران ہنگام کہ زندہ بودند در دنیا'' اولیاء خدا فانی اور ہالک ہیں۔ فعل الٰہی اور اس کی قدرت اور سطوت میں نہیں ہے ان کا فعل اور قدرت اور تصرف نہ اس حالت میں کہ قبور کے اندر ہیں اور نہ اس وقت میں کہ دنیا میں حیات تھے۔'' [1]

اس عبارت میں بھی نہ ذلیل کا لفظ ہے نہ چمار کا۔ اولیاء اللہ کا فانی فی اللہ ہونا اس کا مقصد بخاری شریف کی وہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ بندے کو جب اپنا محبوب بنالیتا ہے تو اس کے کان بن جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور اس کے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کی زبان جس سے وہ بولتا ہے یعنی اب بندہ کا سننا، دیکھنا اللہ تعالیٰ کے سننے دیکھنے میں چھپ جاتا ہے لیکن اس سے اولیاء اللہ کا عظیم رتبہ ظاہر ہوتا ہے نہ چمار ہونا نہ اس سے زیادہ ذلیل ہونا تاہم ضد بازی کا کوئی علاج نہیں۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

تیسری عبارت اور اس کا جواب

''مؤلف صاحب کے بڑے اعلیٰ حضرت بریلوی ملفوظ حصہ اوّل (حسنی) پریس بریلی صفحہ ۶۹ میں لکھتے ہیں ''لوگ اللہ کے سوا جن جن کو پوجتے ہیں وہ سب جھوٹے ہیں'' [2]

اس عبارت میں یہ لکھا ہے کہ معبودان باطلہ سب جھوٹے ہیں اس میں نہ تو چمار کا لفظ ہے نہ ذلیل کا۔ لہٰذا اس عبارت کا بھی تائید تقویۃ الایمان سے کوئی تعلق نہیں۔

---

[1]..... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۱، ۸۲، ۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2]..... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۲، ۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

چوتھی عبارت اور اس کا جواب

''ملفوظ حصہ سوم (انڈیا پریس لکھنؤ) صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں'' نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج ہوتا ہے'' [1]

بیان الٰہی کا محتاج یعنی ضرورت مند ہونا ذلیل اور چمار سے زیادہ ذلیل ہونا اور بات ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا عبارت کا بھی تقویۃ الایمان کی تائید سے کوئی تعلق نہیں۔

پانچویں عبارت اور اس کا جواب

مولوی عزیز الدین صاحب لکھتے ہیں

''نیز صفحہ ۴۷ میں لکھتے ہیں'' حدیث شریف میں ارشاد ہوا کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے اپنے اعمال سے جنت میں نہیں جا سکتا، صحابہ نے عرض کیا ولا انت یا رسول اللہ آپ بھی نہیں یارسول اللہ ارشاد فرمایا و لا انا الاان یتغمدنی رحمۃ اور میں بھی جب تک کہ میرا رب رحمت نہ فرمائے۔ گناہ نہ سہی استحقاق کس بات کا ہے دنیا ہی کا قاعدہ دیکھئے اگر اجیر ہے مزدوری کرے گا۔ اجرت پائے گا اور اگر عبد ہے مملوک ہے کتنی ہی خدمت کرے کچھ نہ پائے گا۔ ہم سب تو اسی کی مخلوق و مملوک ہیں اس کی رحمت ہی رحمت ہے آپ ہی بندوں کو توفیق دے، آپ ہی ان کو اسباب دے، آپ ہی آسان فرمایا اور فرماتا ہے بدلہ ہے ان کے نیک عملوں کا نعم العبد کیا اچھا بندہ ہے ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کتنے عرصہ تک بلا میں مبتلاء ہے اور صبر بھی کیسا جمیل فرمایا جب اس سے نجات ملی عرض کیا الٰہی میں نے کیسا صبر کیا، ارشاد ہوا اور توفیق کس گھر سے لایا، ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر پر خاک اوڑائی عرض کیا بیشک اگر توفیق نہ عطا فرماتا تو میں صبر کہاں سے کرتا۔'' [2]

یہ عبارت بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس عبارت میں نہ ذلیل کا لفظ ہے اور نہ چمار کا۔ سچ کہا گیا ہے

''المجیب کالغریق یتغوث بکل حشیش''

یعنی جواب دینے والا مناظر ڈوبنے والے کی طرح تنکوں پر ہاتھ مارتا ہے، شاید وہ ڈوبنے سے اسے نکال سکیں۔

چھٹی عبارت اور اس کا جواب

نیز جزء اللہ عدوہ حسنی پریس بریلی صفحہ ۶۵ میں لکھتے ہیں'' اللہ کا محبوب اُمت کا راعی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی

---

[1]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان''(حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۲،۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2]......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان''(حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۲،۷۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

ہوئی بکریوں کو دیکھتا ہے" ۱

اس عبارت میں بھی نہ ذلیل کا لفظ ہے نہ چمار کا۔ غالباً اس موقع پر کہتے ہیں "المعنی فی بطن شاعر "یعنی جب شاعر اپنے کلام میں رہے مطلب کی وضاحت نہ کر سکے تو کہتے ہیں معنی شاعر کے پیٹ میں رہ گیا۔

ساتویں عبارت اور اس کا جواب

"نیز ملفوظات حصہ چہارم حسنی پریس بریلی صفحہ ۶۴ میں لکھتے ہیں

قلب مبارک (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم) کی عظمت کو کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی، عظمت رب العزۃ جل جلالہ سے یہ غیر متناہی وہ متناہی اور متناہی کو غیر متناہی سے نسبت محال" ۲

یہ عبارت بھی اس طرح ہے کہ نہ اس میں ذلیل کا لفظ ہے نہ چمار کا۔ شاعروں کے متعلق تو قرآن شریف ہے "وَاَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ" جو کچھ کہتے ہیں کرتے نہیں ۳

اور مولوی صاحب کا حال دیکھ کر مناسب معلوم ہوتا ہے "یقولون مالا یعلمون " وہ بولتے ہیں جو جانتے نہیں۔ یعنی ان باتوں کا مطلب معترض کو خود نہیں کہ وہ ان کو اپنی تائید میں سمجھ رہے ہیں۔ علم وفہم کی کمی پر ہم یہی عرض کر سکتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

آٹھویں عبارت اور اس کا جواب

"سبحان السبوح صفحہ ۵۱ میں لکھتے ہیں" عبادت وتذلل وخشوع وخضوع وانکسار وتواضع انسان کے مدائح جلیلہ سے ہیں اور باری جل شانہ پر محال کہ ان کا مدح ہونا قوت کمال حقیقی یعنی معبودیت پر مبنی تھا۔ معبود عزّ جلالہ کے حق میں عیب ومنقصت ہیں بلکہ اس کے لئے مدح تعالیٰ وتکبر ہے جل وعلا سبحانہ وتعالیٰ" ۴

اس عبارت میں بھی چمار سے زیادہ ذلیل ہونے کے الفاظ نہیں ہیں۔ ہم پہلے عرض کر آئے ہیں کہ تواضع اور عبادت کرنے والے کو فی الواقع ذلیل سمجھنا غلط ہے۔ لہٰذا اس کا جواب پہلے ہو چکا۔ اللہ ہدایت بخشے۔

۱..... ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۲۔ ۷ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۲..... ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۲۔ ۷ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۳..... ﴿"سورۃ الشعراء :الآیۃ ۲۲۶" ترجمۃ القرآن" ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۴..... ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۲۔ ۷ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

نویں عبارت اور اس کا جواب

''نیز مولوی صاحب بریلوی کے والد مولوی محمد نقی علی خان صاحب بریلوی جواہر البیان (مطبع حسنی محلہ سوداگران بریلی) صفحہ ۴ میں لکھتے ہیں ''پیغمبر و صدیق اس کی بے نیازی سے خائف و ترساں برق غضب اس کی ہزار برس کی طاعت و ریاضت جلا کر خاک بناتی ہے۔'' ۱

اس عبارت میں بھی ذلیل و چمار کا لفظ نہیں ہے۔ پیغمبر اور صدیقوں کا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا معاذ اللہ ان کی ذلت کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ ان کے اونچے رتبے کی دلیل ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے

۱۔ ''اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں'' ۲

۲۔ ''کہہ کہ بھلا علم والے اور بے علم برابر ہیں'' ۳

۳۔ ''اور جب تم کو کہا جائے کہ (بس) اب جاؤ تو فوراً چلے جایا کرو (اس کے بدلے میں) تم ایمانداروں اور علم والوں کے درجے بلند کرے گا (یعنی دنیا میں وہ مہذب اور آخرت میں نجات پانے والوں میں ہوں گے) اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا کو سب کی خبر ہے۔'' ۴

لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ سے ڈرنا علم اور ایمان کی دلیل ہے اور ایسے لوگ اللہ کے نزدیک اونچے درجے والے ہیں۔ لہٰذا اس عبارت کو دہلوی کی عبارت کی دلیل سمجھنا قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات کا انکار ہے۔

دسویں عبارت اور اس کا جواب

''نیز صفحہ ۷۳ میں لکھتے ہیں ''جب بندہ نماز میں کہ بادشاہ حقیقی کا دربار ہے عیوب نفس و خبثِ باطن کو خیال کرتا اور سمجھتا ہے کہ سب بادشاہوں کا بادشاہ جو ظاہر و باطن سے آگاہ ہے میرے عیبوں کو دیکھ رہا ہے یا حضرت احدیت جل جلالہ کی عظمت تصور کرتا ہے اور کہتا ہے اس دربار میں مقرب فرشتے اور اولوالعزم پیغمبر نہایت فروتنی اور عاجزی سے سر جھکاتے اور اولیاء و اصفیاء کس ادب و تعظیم سے بندگی بجالاتے ہیں'' ۵

۱......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۲۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۲......﴿''سورۃ فاطر: الآیۃ ۲۸'' ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۳......﴿''سورۃ الزمر: الآیۃ ۹'' ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۴......﴿''سورۃ المجادلۃ: الآیۃ ۱۱'' ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری التوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

۵......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۳۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

اس عبارت میں بھی کہیں نہیں کہ ہر مخلوق چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔ ہاں یہ ہے کہ مقرب فرشتے اور اولوالعزم پیغمبر نہایت فروتنی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ فروتنی کے معنی تواضع کے ہیں عبادت اور بندگی تواضع کی صورت ہے۔ پہلے بتادیا ہے کہ تواضع فی الواقع ذلت نہیں ہوتی لہٰذا اس عبارت کا بھی دہلوی صاحب کی تائید سے کوئی تعلق نہیں۔

گیارہویں عبارت اور اس کا جواب

''نیز صفحہ ۳۲ میں لکھتے ہیں ''مخلوقات وممکنات سے کہ خود محتاج اور اپنی حدِ ذات میں ہالک ہیں، دست بردار ہو کر مالک کائنات وخلق ارض وسمٰوات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو باقی ودائم ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔'' [1]

اس عبارت میں بھی دہلوی صاحب کی تائید نہیں ہے۔ سب اللہ کے محتاج ہیں اور سب چمار سے ذلیل ہیں ان دونوں عبارتوں میں آسمان وزمین کا فرق ہے محتاج کا معنی پہلے لکھ دیا ہے اس کا جواب ہو چکا۔

بارہویں عبارت اور اس کا جواب

''نیز صفحہ ۳۳ میں لکھتے ہیں ''بندہ وہ ہے کہ مراد ومقصود اس ذات مطلع کے سوا دوسری چیز نہ ہو اور اس کی عظمت کے سامنے تمام عالم کو پست سمجھے، سب خوبیاں اور کمالات اور تمام عیوب سے پاکی اس کے لئے سمجھے'' [2]

اس عبارت میں بھی وہ بات نہیں ہے۔ اللہ کی عظمت کے سامنے عالم کو پست سمجھنا یعنی اللہ اونچا ہے اور مخلوق نیچے ہے۔ اللہ سے نیچے ہونا ذلت کی نشانی نہیں۔ لہٰذا تقویۃ الایمان والے لفظ نہ پائے گئے اس لیے اس عبارت کی بھی مولوی صاحب کے دعویٰ سے مطابقت نہیں۔

تیرہویں عبارت اور اس کا جواب

''نیز صفحہ ۳۹ میں لکھتے ہیں'' کارخانہ الٰہی میں کوئی چیز خاک سے زیادہ ذلیل وخوار نہیں، رفعت وبلندی کا اقتضاء اس میں کہاں مگر مالک اپنے ملک میں مختار ہے جس بندۂ خوار وذرۂ بے مقدار کو چاہیے تشریف کرامت سے مخصوص فرما کر اپنی درگاہ میں بلاوے اور بیٹھنے کی اجازت دے'' [3]

---

[1] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۳۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۳۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[3] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۳۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

عبارت مذکور بھی ہمارے خلاف نہیں اس لئے کہ تشریفِ کرامت کا معنی ہے شرف اور بزرگی اور یہاں لکھا ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ شرف اور بزرگی دیتا ہے جن بندوں کو اللہ تعالیٰ نبوت اور ولایت کا شرف دے چکا ان کے لئے ذلت ماننا اللہ جل جلالہ سے مقابلہ ہے اور ایسا مقابلہ کرنے والا خود ذلیل وخوار ہوگا۔ اب مولوی صاحب دیکھ لیں جو اپنے پیشواء پر اس عبارت کی روشنی میں کیا فتویٰ لگا گئے۔

چوتویں عبارت اور اس کا جواب

مولوی صاحب لکھتے ہیں

''نیز صفحہ ۱۸۷ میں لکھتے ہیں ''مخلوق کے علم وقدرت وسمع وبصر کو اس کے صفات کاملہ سے کوئی نسبت نہیں، یہ حادث وہ قدیم یہ فانی وہ باقی، یہ ناقص وہ کامل، یہ اس کی عطائیں اس کی مخلوق اس کے قبضۂ اقتداء میں اور وہ پاک موصوف کی پاک صفتیں تمام شوائب نقص وشیون شین سے منزّہ بلکہ ان کے حضور صفات مخلوق کا نام زبان ہر لا ناوجود پر متفرع ہیں اور وجود اس کی ذات پاک سے خاص، باقی جو کچھ ہے اگر اس کے انتساب سے قطع نظر کی جاوے محض ہالک ولاشئی ہے۔ آنکھوں پر کچھ پردے پڑے ہیں کہ عالم آباد نظر آتا ہے اگر سرمۂ توحید لگا کر دیکھئے تو بالکل سن لق ودق بیابان ہُو کا عالم یعنی ہُو سے ہُو کے سوا سب ہی نہیں ہیں'' [1]

اس عبارت میں چمار سے زیادہ ذلیل کے الفاظ نہیں ہیں۔ لہٰذا اس کا پیش کرنا غلط ہے۔

''اللہ کا وجود اور مخلوق کا عدم'' اس سے بڑی مخلوق کا چمار سے زیادہ ذلیل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

پندرویں عبارت اور اس کا جواب

''نیز ہدایۃ البریہ حسنی پریس بریلی صفحہ ۴۰ میں لکھتے ہیں ''تمام انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین اللہ کے خوف سے بید کی طرح کانپتے ہیں'' [2]

کسی بادشاہ کے مقرب غلام کا بادشاہ کے رعب کی وجہ سے کانپنا اسے چمار سے زیادہ ذلیل نہیں بنا دیتا۔ لہٰذا جب تک عبارت میں چمار سے زیادہ ذلیل کے الفاظ نہ ہو۔ اس سے اکمل البیان کا مطلب ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا مولوی صاحب کی ساری کوشش بے کار ہیں۔

---

[1]...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۴، ۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2]...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۴، ۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

سولہویں عبارت اور اس کا جواب

''نیز احسن الوعاء لآداب الدعاء مطبع اہل سنت و جماعت بریلی صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں

جمیع ماسوائے اللہ سے رشتہ اُمید قطع کرے، نہ نفس سے کام نہ خلق سے غرض رکھے، تا شاہد مقصد جلوہ گر ہو اور گوہر مقصد ہاتھ آئے'' ۱ے

چمار سے زیادہ ذلیل کے الفاظ اس عبارت میں بھی نہیں اور ہم بالذات دعائیں پوری کرنیوالا صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ لہٰذا اس عبارت کا بھی پیش کرنا بے کار ہے۔

سترا ویں عبارت اور اس کا جواب

''نیز سرور القلوب فی ذکر المحبوب (مطبوعہ نولکشور) صفحہ ۵۶ میں لکھتے ہیں انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین حق کے خوف سے کانپتے ہیں۔'' ۲ے

اس عبارت کا جواب اوپر والی عبارت میں دیا جا چکا ہے۔

اٹھارویں عبارت اور اس کا جواب

''نیز صفحہ ۶۹ میں لکھتے ہیں ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی عظمت سے زمین و آسمان آراستہ ہوا اور خطبۂ سلطنتِ دارین ان کے نام نامی پر پڑھا گیا اللہ کے عدل سے اس قدر ڈرتے کہ اگر ایک ذرّہ ان کے درد و غم کا خلق پر چمکنا کسی کے دل میں خوشی کی بو نہ آتی ہر روز ستر بار یا سو بار کلاہِ خواجگی سر سے اتارتے اور ہزار عجز و نیاز سے استغفار کرتے

جگر خون فی شود زیں یاد مارا　　　　زاستغنائے حق فریاد مارا

اے عزیز تو نے سنا پیغمبروں اور صدیقوں کا اللہ کے خوف سے کیا حال تھا'' ۳ے

اس عبارت میں بھی چمار سے زیادہ ذلیل کے الفاظ نہیں۔ یہ ہمارے مضمون سے غیر متعلق ہے۔

انیسویں عبارت اور اس کا جواب

''نیز صفحہ ۱۰۵ میں لکھتے ہیں ''باوجود اس قرب و منزلت اور علوِ مرتبت کے پیغمبروں کے سردار اور معصوموں کے پیشوا

ا......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۴، ۸۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۲......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۴، ۸۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۳......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۴، ۸۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

اور ازل اور ابد میں ماموں العاقبۃ اور مبشر بہ انواع کرامت تھے زمین و آسمان اور آدم و عالم ان کے واسطے پیدا ہوا اور مرتبہ محبوبیت مطلقہ اور شفاعت کبریٰ کا انہیں دیا گیا۔ اللہ کے خوف سے اس قدر کانپتے کہ تمام عالم کا خوف جمع کیا جاوے ان کے خوف سے برابر نہ ہو سکے" [1]

اس عبارت میں بھی چمار سے زیادہ ذلیل کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ ڈرنے والے کی پہچان پر دلالت کرتا ہے قرآن مجید سے یہ ارشاد گزر چکا ہے کہ اللہ کے بندوں میں اللہ تعالیٰ سے فقط وہ لوگ ڈرتے ہیں جو علماء ہیں۔ اور علماء کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ انہیں غیر علماء پر افضلیت دی۔ لہٰذا کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ انہیں غیر علماء پر افضلیت دی۔ لہٰذا اللہ سے ڈرنا ذلت کی نہیں بلکہ عزت اور عظمت کی دلیل ہے۔

بیسویں عبارت اور اس کا جواب

"نیز صفحہ ۱۲۸ میں لکھتے ہیں "اے عزیز! بڑائی اور عظمتِ ذات واجب کے لئے خاص ہے، ممکن کے حق کوئی کمال بندگی اور نیاز سے بڑھ کر نہیں خاک کی ہزار ظلمت سے مکدر ہے کیا رتبہ رکھتی ہے کہ نور مطلق ہے صفت اپنے لیے ثابت کرے آج ہر شخص غرور پندار میں گرفتار ہے کل سب عزتیں اس کی عظمت وجلال کے سامنے پست اور سب کمال نقصان اور تمام ہستیاں نیست نظر آئیں گی (یہ عبارت ۲۹ سطروں پر مشتمل ہے جس کی وجہ سے باقی عبارت کو نہیں لکھا زیادہ ہونے کی وجہ سے) [2]

اپنی عادت کے مطابق اکمل البیان کے مصنف نے ایک صفحہ سے زیادہ کی عبارت نقل کی ہے لیکن اس ساری عبارت میں انبیاء کرام اور حضرات اولیاء کے لئے چمار سے زیادہ ذلیل کے الفاظ کہیں نہیں لکھے ہوئے۔ بندگی اور اللہ کی بارگاہ میں نیازمندی عزت وعظمت کا سبب نہ کہ چمار سے زیادہ ذلیل ہونے کا

اکیسویں عبارت اور اس کا جواب

نیز صفحہ ۱۴۴ میں لکھتے ہیں "خواجہ جنید کہتے ہیں اہل توحید تواضع کو بھی تکبر سمجھتے ہیں کہ تواضع فروتنی کردن ہے اور وہ بھی ایک جگہ ہے اپنے لئے جگہ اور مقام ثابت کرنا تکبر میں داخل ہے کسی سے شبلی نے کہا تم کیا چیز ہو کہا وہ چیز ہوں کہ جوتے کے نیچے رہے فرمایا اللہ تجھے تیری نظر سے گم کرے ابھی تک اپنے لیے جگہ ثابت کئے جاتا ہے" [3]

---

[1]...... "اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۴،۷۸۵،۳۸۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2]...... "اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۵،۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2]...... "اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۸۵،۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

اس میں بھی چمار سے زیادہ ذلیل کے الفاظ نہیں ہیں۔لہٰذا اس عبارت کا ہمارے اعتراض کے جواب سے کوئی تعلق نہیں۔

بائیسویں عبارت اور اس کا جواب

مولوی عزیز الدین صاحب لکھتے ہیں

''اب آخر میں مضامین عالیہ مذکورہ کو دلائل الخیرات مؤلفہ امام ابو محمد عبداللہ بن محمد بن سلیمان الجزولی سید شریف حسنی کی دعا پر ختم کیا جاتا ہے چنانچہ حزب دوم سہ شنبہ صفحہ ۵۵ میں مرقوم ہے " اللھم انی اعوذبك من الفقر الا الیك ومن الذل الا لك'' اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے محتاجگی سے مگر تیری طرف اور ذلیل ہونے سے مگر تیرے لئے'' [1]

اس عبارت میں بھی چمار سے زیادہ ذلیل ہونے کے الفاظ نہیں ہیں۔دوسرا یہ کہ اور اس عبارت کا ترجمہ صحیح یہ ہے کہ ذلیل ہونا نہیں بلکہ ذلیل بنانا، بننا مراد ہے اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے آپ کو ذلیل بنانا یہی تواضع اور تذلل ہے یہ عبادت کا دوسرا نام ہے۔چمار کے سامنے ذلیل بننا اور اللہ کے سامنے ذلیل بننا اس میں بڑا فرق ہے اللہ کے سامنے تذلل رفعت اور عزت کی دلیل ہے جیسا کہ کئی بار پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

تائیسویں عبارت اور اس کا جواب

''نیز حزب ہشتم دوشنبہ صفحہ ۱۳۶ میں مرقوم ہے واسألك باسمك الذی یذل لعظمته العظماء والملوك والسباع والھوام وکل شئی خلقته سوال کرتا ہوں میں تجھ سے تیرے اس نام کی برکت کے ساتھ کہ ذلیل ہوتے ہیں اس نام کی عظمت کے لئے بڑے بڑے بزرگ اور بادشاہ اور درندہ اور زہر دار چیزیں اور ہر شئی جس کو تو نے پیدا کیا۔'' [2]

عبارت میں مذکور میں بھی چمار سے زیادہ ذلیل کے الفاظ نہیں ہیں۔پھر یہ ترجمہ بھی صحیح نہیں کہ اس نام کی برکت سے ساتھ ذلیل ہوتے ہیں اس نام کی عظمت کے لئے بڑے بڑے بزرگ اور بادشاہ اور پرندے اور زہر دار چیزیں اس میں ذلیل ہوتے ہیں کا ترجمہ صحیح نہیں بلکہ ذلیل بنتے ہیں کا ترجمہ صحیح تھا اور کسی بزرگ کا اپنے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں ذلیل بنانا اور چیز ہے اور اللہ کا اسے چمار سے زیادہ ذلیل بنانا اور چیز ہے۔مولوی عزیز الدین صاحب عبادت اور تذلل کو فی الواقع ذلیل ہونا سمجھ رہے ہیں اور یہی ان کی غلط فہمی کی دلیل ہے۔

---

[1] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۳۸۶۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۸۶۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

فوٹو حوالہ ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۸۵، ۷۸۶ ـ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

نیز صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں:

"مخلوق کے علم و قدرت و سمع و بصر کو اس کے صفات کاملہ سے کوئی نسبت نہیں، یہ حادث وہ قدیم، یہ فانی وہ باقی، یہ ناقص وہ کامل، یہ اس کی عطائیں اس کی مخلوق اس کے قبضہ و اقتدار میں اور وہ پاک موصوف کی پاک صفتیں تمام شوائب نقص و شبہ و شین سے منزہ بلکہ ان کے حضور صفات مخلوق کا نام زبان پر لانا وجود و عدم میں نسبت دینا ہے۔ اشتراک یہاں محض لفظی اور تناسب مفاہیم صرف مجمل کمالات وجود پر متفرع ہیں۔ اور وجود اس کی ذات پاک سے خاص، باقی جو کچھ ہے اگر اس کے انتساب سے قطع نظر کی جائے محض باطل و لاشے ہے۔ آنکھیں بند کیجیے پردے بڑے ہیں کہ عالم آباد نظر آتا ہے، اگر مرنے کے ذریعہ نگاہ کو دیکھئے تو بالکل بن سان لق و دق بیابان ہو کا عالم یعنی بجز ہے وہ جو کے سوا سب ہی نہیں ہیں۔"

نیز حاشیہ اکسیر مطبع حسنی پریس بریلی صفحہ ۳۴ میں لکھتے ہیں:

"تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اللہ کے خوف سے بید کی طرح کانپتے ہیں"۔

نیز احسن الوعاء لآداب الدعاء مطبع اہل سنت و جماعت بریلی صفحہ ۶ میں لکھتے ہیں:

"جمیع ما سوائے اللہ سے رشتۂ امید قطع کرے اور نفس سے کام نہ خلق سے غرض رکھے تا شاہد مقصود جلوہ گر ہو اور گوہر مقصد ہاتھ آئے"۔

نیز سرور القلوب فی ذکر المحبوب (مطبوعہ نولکشور) صفحہ ۵۶ میں لکھتے ہیں:

"انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین حق کے خوف سے کانپتے ہیں"۔

نیز صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں:

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی عصمت سے زمین و آسمان آراستہ ہوا اور خطبۂ سلطنت دارین ان کے نام نامی پر پڑھا گیا، اللہ کے عدل سے اس قدر ڈرتے کہ اگر ایک ذرہ ان کے درد و غم کا خلق پر پھیلتا کسی کے دل میں خوشی کی بو نہ آتی، ہر روز ستر بار یا سو بار کلاہ خواجگی سر سے اتارتے اور ہزار عجز و نیاز سے استغفار کرتے۔

جگر خون می شود زین یاد ما را ۔ ز استغنائے حق منعم یاد ما را

اے عزیز تو نے سنا پیغمبروں اور صدیقوں کا اللہ کے خوف سے کیا حال تھا"۔

نیز صفحہ ۵۰ میں لکھتے ہیں:

"باوجود اس قرب و منزلت اور علو مرتبت کے پیغمبروں کے سردار اور معصوموں کے پیشوا اور ازل اور ابد میں مامون العاقبۃ اور مبشر بانواع کرامت تھے زمین و آسمان اور آدم و عالم ان کے واسطے پیدا ہوا

۷۸۶

وہ بہت تھوڑا یا وہ بہت شرمسار ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کے عمل ایسے نہ ہوں گے اسے نسب فائدہ نہ بخشے گا، باپ دادا کا کمال اولاد میں نہیں آتا، قریش اسمٰعیل و ابراہیم کی اولاد میں تھے ہزاروں بت پرست مردود کافر ہوئے، بنی اسرائیل پیغمبر زادگی پر ناز کرتے سینکڑوں سور اور بندر ہو گئے، کنعان حضرت نوح پیغمبر کے صلبی بیٹا تھا، بہر چند انہوں نے سفارش کی قبول نہ ہوئی، آخر طوفان میں غرق ہو گیا، نوح اور لوط پیغمبر کی عورتیں دوزخ میں گئیں اور آسیہ فرعون کی بی بی بہشتی ہوئی، محمد بیٹا کعب بن اشرف کا تابعی ذی وقار اور عمرو بیٹا سعد بن ابی وقاص کا لشکر اشقیا کا سردار۔

عبرت دیکھ قدرت رب ودود ہے ۔ ظلمت سے نور نور سے ظلمت نمود ہے

نیز صفحہ ۲۱ میں لکھتے ہیں:

"خواجہ جنید لکھتے ہیں اہل توحید تواضع کو بھی تکبر سمجھتے ہیں کہ تواضع فروتنی کرنا ہے اور وہ بھی ایک جگہ سے اپنے سے نیچے اور مقام ثابت کرنا تکبر میں داخل ہے کسی نے شبلی سے کہا تم کیا چیز ہو کہا وہ چیز ہوں کہ جو تنکے کے نیچے ہے، فرمایا اللہ تجھے تیری نظر سے گم کرے ابھی تک اپنے لیے جگہ ثابت کئے جاتا ہے"۔

اب آخر میں مضامین عالیہ مذکورہ بالا کو دلائل الخیرات شریف امام ابو محمد عبداللہ بن محمد بن سلیمان الجزولی سید شریف حسنی کی دعا پر ختم کیا جاتا ہے، چنانچہ حزب دوم سہ شنبہ صفحہ ۵۵ میں مرقوم ہے۔

اللهم انی اعوذ بك من الفقر الا اليك ومن الذل الا لك — "اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے محتاجی سے مگر تیری طرف اور ذلیل ہونے سے مگر تیرے لیے"۔

نیز حزب ہشتم روز شنبہ صفحہ ۷۲ میں مرقوم ہے:

وأسألك باسمك الذي يذل لعظمته العظماء والملوك والسباع والهوام وكل شيء خلقته — "سوال کرتا ہوں میں تجھ سے تیرے اسی نام کی برکت کے ساتھ کہ ذلیل ہوتے ہیں اس نام کی عظمت کے لیے بڑے بڑے بزرگ اور بادشاہ اور درندے اور زہر والے کیڑے اور ہر شئے جس کو تو نے پیدا کیا"۔

الحمد لله الذي ذل كل شيء لعزته وعظمته

عزت اور ذلت کا مفہوم

مولوی عزیز الدین صاحب نے اس عنوان کے تحت یہ لکھا ہے عزت ذاتی محض اللہ تعالیٰ ہی کے لئے لیکن اس سے وہ دوسری آیت سے انکار کرنا چاہیے جس میں یہ ہے کہ عزت اللہ اور رسول اور مؤمنین کے لئے ہے یہ آیت پہلے پیش کی جا چکی ہے جب عزت فقط اللہ کے لئے تو پھر رسول اور مؤمنین کے لئے کیسے ہوگی فقط تو نہ رہی اور جب رسول اور مؤمنین کے لئے قرآن سے ثابت ہوگی اور پھر چمار اور اس کے ثناء خوانوں کا عزت میں کیا دخل رہا۔ اس سلسلہ میں مولوی صاحب نے کچھ تفسیروں کے حوالے دیئے ہیں۔ چنانچہ خود انہوں نے لکھا تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۶۲ کی عبارت پیش کر کے لکھا ہے۔
کیونکہ عزت رسول اللہ علیہ وسلم اور عزت مومنین ساتھ عطا فرمانے اللہ کے یعنی ذاتی عزت اللہ تعالیٰ ہے اور عطائی رسول اور مؤمنین کی یہاں سے ذاتی اور عطائی کا فرق جو سُنی پہلے سے کہتے آ رہے ہیں اہل حدیث عالم کے اقرار سے ثابت ہو گیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ کافر چماروں کے لئے عطائی عزت ہی نہیں ہے۔ لہٰذا چمار سے زیادہ ذلیل کہنا غلط ثابت ہوا تمام عبارتیں ہماری دلیل قرار پائیں۔ والحمد لله على ذلك

فوائد الفؤاد کی عبارت پر بحث

پھر اپنی درندہ ذہنی سے مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

''جناب مؤلف کی عقل پر پتھر جو معاذ اللہ ایسی بے دلیل بات کہتا ہے پھر اپنی زبان درازی سے عبارت فوائد الفؤاد ملفوظات حضرت شاہ نظام الدین اولیاء دہلوی (مطبوعہ حسینی دہلی صفحہ ۶۷) کہ ''ایمان کسے تمام نشود تا ہمہ خلق نزدیک او ہمچنیں نہ نماید کہ بشک شتر'' ''کسی کا ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک اس کے نزدیک تمام خلق مانند اونٹ کی مینگنی کے نہ ہو جائے'' خود نقل کر کے اپنی بے باک دریدہ ذہنی سے محض تقویۃ الایمان کی ضد میں انکار بصورت محفوظ نہ ہونا الفاظ کا لائق یقین نہ ہونا۔ متداول نہ ہونا تحریف وتبدیل ہونا بتایا گیا جواز حد درجہ دلیل عجز بدتر از جہل کے ہے۔ جس پر پرائے شگون کے لئے اپنی ناک کاٹنے کی مثال صادق ہے حالانکہ یہی عبارت ومضمون دیگر کتب مؤلفہ اکابر ائمہ دین میں مرقوم ہے۔'' [1]

اس عبارت کا جواب علیحدہ پیش کر دیا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس عبارت میں ہمہ خلق سے تمام ازل اور آخر کے انسان مراد نہیں بلکہ سالک کے اپنے زمانے میں وہ بھی صرف دنیا دار انسان مراد ہیں جن کے دل میں حب دنیا کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور تعظیم ختم ہو چکی ہوتی ہے دوسرا یہ کہ پُشک کا معنی مینگنی کرنا ترجمہ والوں کی غلطی ہے بلکہ پُشک کا معنی ہے برابر کرنا یعنی مؤمن کافروں اور دنیا پرست فاسقوں کو بے سدھائے اونٹوں کے برابر جان کر ان سے دور رہے کہ وہ مومن کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

عوارف، مثنوی اور قاضی کی عبارت کا جواب

''چنانچہ عوارف المعارف حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور مثنوی مولانا روم اور تذکرۃ الموتیٰ والقبور قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہم سے منقول ہو چکا ہے جس کو حدیث کی طرف نسبت کیا گیا'' [2]

ان تینوں کتابوں کی عبارات کا جواب مولوی صاحب کے کلام کے رد میں بالترتیب گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو۔

شاہ ولی اللہ کی ایک اور عبارت کا جواب

''علیٰ ہذا مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی مشہور تصنیف نفیس کتاب حجۃ اللہ البالغہ باب ۶۹ طبقات الامۃ الخ

---

[1] ...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۸۹۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2] ...... ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۸۹، ۷۹۰۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ صدیقی بریلی میں فرماتے ہیں والزھاد الذین ایقنوا بالمعاد وبما ھنالك من اللذۃ فاستحقروافی جنبھا لذۃ الدنیا وصار الناس عندھم کاباعیر الابل ایک درجہ سابقین میں سے زیادہ کا ہے، ان کر عالم معاد اور وہاں کے لذائذ کامل یقین ہوا کرتا ہے ان لذتوں کے مقابلہ میں ان کو دنیوی لذت نہایت حقیر معلوم ہوتی ہے سب لوگ ان کی نظر میں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے اونٹ کی مینگنیاں'' ۱؎

کتاب حجۃ اللہ البالغہ ہمارے نزدیک شاہ صاحب کی ثابت شدہ کتاب اور مقبول کتب سے نہیں ہے۔ یہ کتاب وہابیت پھیلانے والی ہے جس کو سُنی تسلیم نہیں کرتے ہماری کسی مقبول اور مستند کتاب کا حوالہ ہونا چاہیے تھا اس کتاب کو رد کرنے کا ذکر ہمارے علماء کی کتابوں ''تعارف'' مؤلفہ استاذ المحدثین حضرت علامہ مولانا مفتی محمد منظور احمد فیضی رحمۃ اللہ علیہ اور مناظر اعظم حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مقیاس حنفیت'' پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس عبارت کا ترجمہ مولوی صاحب نے غلط کیا۔ ''اباعر'' کا معنی مینگنیاں نہیں ہے بلکہ اونٹ ہے۔ دیکھئے ''لسان العرب'' (مکمل عبارت عکس کے ساتھ پیش لفظ میں گزر چکی ہے) میں ہے ''بعر'' کی جمع '' ابعار'' اور '' بعیر'' آتی ہے اور'' بعیر اونٹ کو کہتے ہیں۔ کس قدر فریب کاری ہے؟ تقویۃ الایمان کے کسی کلام کی تائید میں تو کسی بزرگ کا کلام پیش کرنا کس طرح درست نہیں ہے۔ کیونکہ تقویۃ الایمان میں جابجا کہا ہے کہ اللہ کو مان اور اس کے سوا کسی کو نہ مان اسی طرح مولویوں اور درویشوں کے ماننے کو تقویۃ الایمان کے صفحہ ۵ میں اس نے شرک بتایا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین حالانکہ تقویۃ الایمان صفحہ ۲ اور صفحہ ۳ میں مرقوم ہے

''سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کو اصل رکھیے اور اس کی سند پکڑیے اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیجئے اور جو قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا اس کے موافق ہو سو قبول کیجئے اور جو موافق نہ ہو اس کی سند نہ پکڑیے''

اولاً تو یہ کہنا ہے کہ ان مولوی صاحب کا طریقہ بڑا عجیب ہے اس عبارت میں اللہ کے سوا کسی کو نہ مان صفحہ ۵ کی عبارت دی تھی۔ اور یہ صاحب لکھتے ہیں ''لعنۃ اللہ علی الکذبین'' پھر اپنی مرکزی کتاب کے صفحہ ۲ اور صفحہ ۳ کی عبارت پیش کی اس میں خود بتا رہے ہیں کہ جو کلام مولویوں کا اس کے (یعنی اللہ ورسول) کے کلام کے موافق نہ ہو اس کی سند نہ پکڑیں۔ پھر تقویۃ الایمان کی عبارت سے انکار کیسے ہوا۔ یہی بات تو اپنے لیے خود لکھ دی۔ آپ نے مولانا نعیم الدین مراد آبادی پر کاذب کہہ کر لعنۃ اللہ پڑھی۔ تو اب آپ ہی فرمائیں کہ آپ لعنت اپنے آپ پر پڑھ رہے ہیں یا کسی اور پر۔ عقلمند لوگ خود ہی سمجھ سکتے ہیں۔ آپ پہلے یہ بات بھی نہیں مانتے تھے آپ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ہر مخلوق اللہ کے سامنے بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ

کے شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔اسی کتاب میں اسی عبارت کا جواب دیتے۔آپ نے اس اسی کتاب ''اکمل البیان'' کے صفحہ ۹۰ ۷ پر یہ مان لیا کہ یہ عبارت تقویۃ الایمان میں ہے۔بہر حال میں عرض کروں نگا کہ صفحہ ۹۱ ۷ میں جس عبارت کا آپ انکار کررہے ہیں اس کو دوبارہ دیکھ لیں اگر تقویۃ الایمان میں یہ لکھا ہوا ''اُس کے سوا کسی کو نہ مان'' پھر مولانا نعیم الدین سچے اور آپ جھوٹے قرار پائے۔صفحہ ۵ میں صفحہ ۳ کے بعد جو بات لکھی ہے وہ بھی مصنف نے لکھی ہے۔ کرے کوئی اور قصوروار کوئی اور ہوں یہ کہاں کا انصاف ہے۔

مولوی صاحب صفحہ ۹۲ ۷ پر لکھتے ہیں

''مؤلف کا مولانا شہید پر بہتان اور اس پر مختصر بحث''

علیٰ ہذا تقویۃ الایمان صفحہ ۶۳ کا حوالہ کہ انبیاء اور اولیاء اس کے نزدیک ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔یہ مؤلف کی بددیانتی اور اہل توحید سے بغض وعناد کا اظہار ہے کہ اس کو انبیاء کے حق میں گستاخی اور بے ادبی قرار دیا'' [1]

یہ عبارت بقاعدہ موجود ہے۔تین سطر بعد خود مولوی صاحب لکھ رہے ہیں چنانچہ اس کے بعد ملحقہ یہ الفاظ ہیں

اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء الخ

پوری عبارت لکھنے کی بجائے الخ کا نشان لگا دیا جو چاہے عبارت پڑھ لے۔اس کے باوجود مولوی صاحب لکھتے ہیں

''معہذا کسی نبی ولی بزرگ کو کسی دوسری مخلوق کے مقابلہ میں عاجز یا چیز حقیر جاننا بے شک درست نہیں مگر مولوی نعیم الدین کی محض بے عقلی باعث عناد ہے۔'' [2]

ان کے بقول سُنی اگرچہ بعض انبیاء یا اولیاء کو معاذ اللہ معبود سمجھ کر پکارتے ہیں اس کے باوجود کسی نبی ولی کو کسی دوسری مخلوق کے مقابلے میں ناچیز اور حقیر یا ذلیل جاننا درست نہیں مگر اس کے باوجود مولوی صاحب اس عبارت کی تائید بھی کررہے ہیں کہ تمام انبیاء واولیاء اللہ کے نزدیک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں تو ناچیز بھی کہہ دیا اور کم تر یعنی حقیر بھی کہہ دیا۔تو مولوی صاحب کا فتویٰ خود اپنے ہی پیشوا کو گھائل کر گیا پھر اس کی تائید میں عبارتیں بھی پیش کررہے ہیں۔

---

[1] ...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۹۲ ۷۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2] ...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۹۳ ۷۔مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ۷۹۲،۷۹۳۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

ہیں سے۔

مؤلف کا مولانا شہیدؒ پر بہتان اور اس پر مختصر بحث

علی ہذا تقویۃ الایمان صـ۳۳ کا حوالہ کہ انبیاء اور اولیاء اس کے نزدیک ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ یہ مؤلف کی بددیانتی اور اہلِ توحید سے بغض و عناد کا اظہار ہے کہ اس کو انبیاء کے حق میں گستاخی اور بے ادبی قرار دیا۔ حالانکہ یہ شانِ حق تعالیٰ کا بیان حدیث کے تحت ہی ہے ذکر دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں کہ معاذ اللہ کفر ہوگا۔ چنانچہ اس سے پہلے مقرر یہ الفاظ ہیں اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء الخ۔ یہی مولوی نعیم الدین نے دروغ گو را حافظہ نباشد؛ خود

لوگ پوجتے دور دور سے عالم الغیب جان کر پکارتے ندائیں فریادیں کرتے ہیں۔ وہ سب کے سب محض عاجز ہیں بے شک یہ ایمان ہے ایک ذرہ کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ معبود کسی نبی ولی بزرگ کو کسی دوسری مخلوق کے مقابلہ میں عاجز ناچیز حقیر جاننا بیشک درست نہیں مگر مولوی نعیم الدین کی غش بے عقلی باعث عناد ہے۔

پہلی عبارت: امام غزالی کی شہادت

مولوی عزیز الدین صاحب لکھتے ہیں

''ہر چند کہ اس کے مفصل جوابات گزر چکے ہیں۔ الّا چند حوالے تائیدی یہاں بھی پیش کئے جاتے ہیں چنانچہ امام غزالی کیمیائے سعادت صفحہ ۲۱ میں فرماتے ہیں ''اگر در علم وے نگری از وے جاہل تر کیست کہ اگر یک رگ در دماغ او کژ شود در خطر ہلاک و دیوانگی بود و نداند کہ از چہ خاست و علاج آں چیست و باشد کہ علاج آں پیش او باشد و مے بیند و نداند و اگر قوت و قدرت او نگاہ کنی از وے عاجز تر کیست کہ با گلے بر نہ آید و اگر پشہ را بروے مسلط کنند در دست او ہلاک شود و اگر زنبورے نیش فراوی کند بے خواب و بے قرار شود'' اگر آدمی کے علم کے طرف بغور دیکھے تو اس سے زیادہ جاہل کون ہے کہ اگر ایک رگ اس کے دماغ ٹیڑھی ہو جاوے تو خطرۂ ہلاکت اور دیوانگی میں پڑ جاوے اور نہ جانے کہ اس کا سبب اور علاج کیا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ علاج اس کا سامنے ہوتا ہے اور نہیں جانتا اور اگر اس کی قوت اور قدرت کو دیکھا جائے تو اس سے زیادہ عاجز کون ہے کہ ایک مکھی سے نہیں جیت سکتا اور اگر مچھر کو اس کے اُوپر مسلّط کر دیں تو اس سے ہلاک ہو جائے اور اگر ایک بھڑ ڈنگ مارے تو بے خواب اور بے قرار ہو جائے۔ [1]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت میں نبی اور ولی کا نام نہیں لیا۔

جب کہ تمام انبیاء اور اولیاء کو کیا امام غزالی نے اس عبارت میں راہ سلوک پر چلنے والے مبتدی کو سمجھا رہے ہیں کہ عام انسان میں کیا کیا کمزوریاں ہیں۔ یہ کہیں نہیں کہا کہ نعوذ باللہ تمام انبیاء و اولیاء ذرہ ناچیز سے کم تر ہیں۔

لہٰذا اس عبارت کا تقویۃ الایمان کی عبارت کی تائید سے کوئی تعلق نہیں۔

---

[1] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۹۳۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

امام غزالی کی دوسری عبارت

''نیز صفحہ ۱۸۰ میں فرماتے ہیں

کسے کہ نظر وے از توحید بود ہمہ را در قبضہ قہر ربوبیت مضطر بیند و بچشم رحمت نگرد۔ جس شخص کی نظر توحید سے ساتھ لگی ہوتی ہے تمام کو قبضۂ قہر ربوبیت میں مضطرو بے قرار دیکھتا ہے اور رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے'' [1]

اس عبارت میں بھی اسماعیلی عبارت کی تائید نہیں ہوتی۔ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ کے نزدیک ذرۂ ناچیز بلند ہے اور انبیاء اور اولیاء سے کم تر ہیں۔ لہٰذا یہ حوالہ بھی غلط ہے۔

امام غزالی کی تیسری عبارت

''نیز صفحہ ۲۶۲ میں فرماتے ہیں'' و ہر چہ جزوے است ہمہ در چشم وے حقیر گردد و ایں زہد عارفاں است جو کچھ سوائے حق تعالیٰ کے ہے تمام اس کی آنکھ میں حقیر ہو جائے اور یہ زہد عارفوں کا ہے'' [2]

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ مخلوق میں جس چیز کی عزت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے وہ اللہ کی عطا کردہ ہے کہ اس مخلوق کی عزت کرنا اور تعظیم کرنا اللہ ہی کی تعظیم کرنا ہے اور جن لوگوں کو دنیاوی عزت ملی جو اللہ کے نزدیک عزت نہیں تو عارف باللہ ایسوں سے بیزار ہوتا ہے۔ اور ولیوں کا زہد کیا ہے۔ زہد کے معنی کے ہیں دنیا سے بے رغبتی یعنی اللہ کے ولی دنیاداروں کے دنیاداری پر نہیں رہتے نہ ان کی دنیا کا تمنار کھتے ہیں اس لئے عہدوں مال و دولت کے باوجود انہیں حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں۔ ماسوا اس کے کہ وہ کوئی ولی اللہ ہوں۔ لہٰذا یہ عبارت بھی انبیاء و اولیاء سے متعلق نہیں۔ غلط استدلال ہے۔

امام غزالی کی چوتھی عبارت

''نیز صفحہ ۵۰۸ میں فرماتے ہیں'' و ہر چہ ما دانیم حقیر و مختصر است در جنب آنچہ علماء اولیاء را معلوم بودہ است و علم ہمہ علماء و اولیاء را معلوم بودہ است و علم ہمہ علماء و اولیا مختصر است، در جنب علم انبیاء بتفصیل آفرینش و علم انبیاء مختصر بودہ در جنب علم فرشتگان مقرب و علم ایں ہمہ اگر اضافت کنی با علم حق تعالیٰ خود سزا وار نبود کہ آں را علم گوئی سبحان آں خدائے کہ خلق را چندیں علم داد و آنگاہ ہمہ را داغ نادانی برنہاد و گفت وما اوتیتم من العلم الا قلیلا'' جو کچھ ہم لوگ جانتے ہیں حقیر اور ادنیٰ ہے

---

[1] ...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۹۳۔ ۷۔ مطبوعہ المکتبة السلفیة لاہور﴾

[2] ...... ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۹۴۔ ۷۔ مطبوعہ المکتبة السلفیة لاہور﴾

مقابلہ مین جو کچھ علماء اور اولیاء کو معلوم ہوا ہے اور علم تمام علماء اور اولیاء کا مختصر ہے مقابلہ میں علم انبیاء کے تفصیل خلقت میں اور علم انبیاء مختصرہ مقابلہ میں علم مقرب فرشتوں کے اور علم ان تمام کا حق تعالیٰ کے مقابلہ میں ایسا ہے کہ اس کو علم کہنا سزاوار نہیں ہے، سبحان اللہ اس کی کیا شان ہے کہ خلق کو کس قدر دیا تاہم تمام کو نادانی کا داغ ان پر لگا دیا چنانچہ فرمایا اور نہیں دیا گیا تمہیں علم میں سے مگر تھوڑا سا'' [1]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں ذرۂ ناچیز سے کم تر کے الفاظ کہیں نہیں۔ لہٰذا استدلال غلط ہے۔

امام غزالی کی پانچویں عبارت

''نیز صفحہ ۵۳۵ میں فرماتے ہیں ''ہیچ سلیم دل نبود کہ ایں مقدار نداند کہ علم اولین وآخرین از فرشتگان وآدمیاں در جنب علم حق تعالیٰ ناچیز است، وہمہ راگفتہ است وما اوتیتم من العلم الا قلیل بلکہ اگر ہمہ عالم بہم آیند تا عجائب علم وحکمت او بتمامے در آفرینش مور چہ یا پشہ بدانند نتوانند'' کوئی سلیم دل ایسا نہیں جو یہ نہ جانے کو علم اولین اور آخرین فرشتوں اور آدمیوں کے مقابلہ میں علم حق تعالیٰ کے ناچیز ہے اور تمام کو فرمایا گیا ہے اور نہیں دیا گیا تمہیں علم میں سے مگر تھوڑا بلکہ اگر تمام عالم جمع ہو کر چاہیں کہ عجائب علم وحکمت حق تعالیٰ کو پورے طور پر پیدائش چیونٹی اور مچھر کی جان لیں تو نہیں جان سکتے'' [2]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت تو یہ ہے کہ تمام آدمی اور فرشتوں کا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں کم ہے بلکہ ناچیز ہے ۔یہ نہیں ہے کہ ذرۂ ناچیز سے کم تر ہے۔ لہٰذا یہ بھی سینہ زوری کا استدلال جو غلط ہے۔

امام غزالی کی چھٹی عبارت

''نیز صفحہ ۵۳۶ میں فرماتے ہیں ''وقدرت ہمہ خلق در جنب قدرت حق تعالیٰ چہ باشد بلکہ ہمہ عاجز اند الا آن قدر کہ اُوایشاں را قدرت داد وچو ہمہ را از اں عاجز کرد کہ اگر مگسے از ایشاں چیزے برباید باز نتوانند وہمہ عاجز آیند پس قدرت او بی نہایت است کہ آسمان وزمین وہر چہ درمیان آن ست از جن وانس وحیوان ونبات ہمہ اثر قدرت اوست وبر امثال ایں الیٰ غیر نہایت قادر است پس چگونہ روا بود کہ بسبب قدرت دیگرے را جز وی دوست دارند''

قدرت تمام خلق کی بمقابلہ میں قدرت حق تعالیٰ کے کیا چیز ہے بلکہ تمام عاجز ہیں، مگر اسی قدر کہ ان کو قدرت دی ہے اور اس نے تمام کو اس سے عاجز کر دیا کہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے جاوے تو اس سے پھر نہیں واپس لا سکتے اور تمام عاجز

[1] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۹۴۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۹۴۔۷۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

آ جائیں پس قدرت اس کی بے نہایت ہے کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے، جن اور انسان اور حیوان اور نباتات تمام اس کی قدرت کا اثر ہے۔ اور ان کی مانند بے انتہا چیزوں پر قادر ہے پس کیونکہ روا ہوگا کہ بسبب قدرت کے دوسرے کو سوائے حق تعالیٰ کے دوست رکھیں" ۱؎

اس عبارت میں بھی چمار سے زیادہ ذلیل کہنے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ مولوی صاحب زیادہ عبارتیں لکھ کر قارئین پر رعب ڈالنا چاہتے ہیں کہ میں نے بہت سی عبارتیں لکھیں اللہ کی قدرت کا مطلب اور ہے اور تمام مخلوق سے بالخصوص چمار سے زیادہ ذلیل ہونے کا مسئلہ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام غزالی کی ساتویں عبارت

"نیز صفحہ ۵۵۰ میں فرماتے ہیں

"ووائے برآنکہ گوید چرا و چوں و یکے از انبیاء بیست سال بگرسنگی و برہنگی و محنت بسیار مبتلا بود و دعا میکرد و اجابت نمی شد، پس وحی آمد کہ پیش از آنکہ آسمان و زمین بیافریدم نصیب تو از قسمت و تقدیر من ایں بود میخواہی کہ آفریدن زمین و آسمان و تدبیر مملکت باز از سر گیرم برائے تو و آنچہ حکم کردہ ام بدل کنم تا آں بود کہ تو خواہی نہ آنکہ من و کار چناں بود کہ تو دوست داری نہ چنانکہ من بعزّت من کہ اگر دیگر ایں در دل تو بجید نام تو از دیوان نبوت محو کنم"

افسوس ہے کہ اس پر جو چون و چرا کرے اور ایک شخص نبیوں میں سے بیس برس تک بھوک اور برہنگی اور بڑی محنت میں مبتلا ہے اور دعا کرتے اور قبول نہ ہوتی پس وحی آئی کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے تیرے نصیب میں میں نے یہی قسمت و تقدیر کیا تھا تو چاہتا ہے کہ زمین و آسمان اور تدبیر مملکت کو تیرے لئے از سر نو پیدا کروں اور جو کچھ حکم کر چکا ہوں میں اس کو بدل ڈالوں یہاں تک کہ وہ ہو جو تو چاہتا ہے وہ نہ ہو جو میں چاہوں اور کام وہ ہو جس کو تو چاہیے نہ وہ جس کو میں چاہوں اور کام وہ ہو جس کو تو چاہے نہ وہ جس کو میں چاہوں مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ اگر دوسری مرتبہ اس کا تیرے دل میں خطرہ رہے گا نام تیرا دیوان نبوت سے مٹا دوں گا۔ ۲؎

اس عبارت میں بھی چمار سے زیادہ ذلیل کے الفاظ نہیں ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس میں یہ بات آئی ہے جو مولوی صاحب کو اچھی لگ رہی ہے وہ شئی یہ ہے "جو تو چاہتا ہے" کام وہ ہو جس کو تو چاہے نہ وہ جس کو میں چاہوں۔ شاید مولوی

۱؎ ......﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۹۴، ۹۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

۲؎ ......﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۹۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کو پسند کو اسے راضی کرنے کے لئے کائنات میں نافذ نہیں کرتا اور اپنے سابقہ حکم کو تبدیل نہیں فرماتا اور یہ جملہ سالبہ کلیہ اور نقیض اس کی موجبہ جزئیہ آئے گی۔ جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

۱۔ ''وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى''

اور خدا تجھے اتنا دیگا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ [۱]

ثابت ہوا کہ وہ خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کو راضی کرتا ہے۔

۲۔ ''قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا''

تیرے منھ کا آسمان کی طرف (بانتظار وحی) پھرنا ہم دیکھ رہے ہیں پس تجھ کو ہم اسی کعبہ کی طرف پھریں گے جسے تو پسند کرتا ہے۔ [۲]

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا سابقہ حکم میں قبلہ کے بارے میں تھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے اللہ نے خود بدل دیا جب ایک نبی ایسا ہے کہ جس کے پسند کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم جس پر سینکڑوں کار بند رہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عمل پیرا رہے وہ اللہ نے منسوخ فرما دیا۔

تو قرآن مجید سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نافذ احکام اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر منسوخ فرما کر تبدیل کر دیتا ہے۔ مصنف اکمل البیان کی پیش کردہ عبارت قرآن کی صریح نصوص کے خلاف آگئی اور ہمارے علماء کا طریقہ ادب کا ہے ہم جب دیکھتے ہیں کہ کتاب اللہ کے خلاف کسی بزرگ کی کتاب میں کوئی بات پائی جاتی ہے تو ہم اپنی عبارت کو کسی دوسرے کی ملائی ہوئی الحاقی سمجھتے ہیں اس بزرگ پر حسن ظن کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ یہ عبارت زیر بحث مسئلہ میں مولوی صاحب مذکور کی تائید نہیں کر رہی اور دوسرا یہ کہ اس عبارت سے ہم اہل سنت کے کسی مسئلہ نظریہ اور عقیدہ کا رد نہیں ہوتا جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں ان کا سلامتی عقل سے کوئی تعلق نہیں۔

---

[۱] ......﴿''سورۃ الضحی :الآیۃ ۵'' ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

[۲] ......﴿''سورۃ البقرۃ :الآیۃ ۱۴۴'' ترجمۃ القرآن'' ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۹۴۸ء۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان﴾

فوٹوحوالہ ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۹۳، ۷۹۴۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

امام غزالی کی شہادت ہر چند کہ اس کے مفصل جوابات گزر چکے ہیں الّا چند حوالے تائید بیان بھی پیش کئے جاتے ہیں چنانچہ امام غزالی کیمیائے سعادت صفحہ میں فرماتے ہیں :۔

اگر در علم وے نگری از وے جاہل ترکیست کہ اگر یک رگ در دماغ او کثر شود در خطر ہلاک و دیوانگی بود و نداند کہ از چہ خاست و علاج آں چیست و باشد کہ علاج آں پیش او باشد و ہمے بیند و نداند و اگر قوت و قدرت او نگاہ کنی از وے عاجز ترکیست کہ با مگسے بر نہ آید و اگر پشہ را بر وے مسلط کنند در دست او ہلاک شود و اگر زنبورے نیشش فراوی کند بے خواب و بے قرار شود۔

''اگر آدمی کے علم کی طرف بغور دیکھے تو اس سے زیادہ جاہل کون ہے کہ اگر ایک رگ اس کے دماغ میں ٹیڑھی ہو جائے تو خطرۂ ہلاکت اور دیوانگی میں پڑ جاوے اور نہ جانے کہ اس کا سبب اور علاج کیا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ علاج اس کا سامنے ہوتا ہے اور نہیں جانتا اور اگر اس کی قوت اور قدرت کو دیکھا جائے تو اس سے زیادہ عاجز کون ہے کہ ایک مکھی سے نہیں جیت سکتا اور اگر مچھر کو اس کے اوپر مسلط کر دیں تو اس سے ہلاک ہو جائے اور اگر ایک بھڑ ڈنک مارے تو بے خواب اور بے قرار ہو جائے۔

نیز صفحہ میں فرماتے ہیں :۔

کسے کہ نظر وے از توحید بود ہمہ را در قبضہ قہر ربوبیت مضطر بیند و بچشم رحمت نگرد

''جس شخص کی نظر توحید کے ساتھ لگی ہوتی ہے تمام کو قبضہ قہر ربوبیت میں مضطر اور بے قرار دیکھتا ہے اور رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

فوٹوحوالہ ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۹۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

سنند و ہمہ عاجز آیند لیس قدرت او بے نہایت است کہ آسمان و زمین و ہر چہ در میان آں ست از جن و انس و حیوان و نبات ہمہ اثر قدرت وست و برامثال ایں الی غیر نہایت قادر است پس چگونہ روا بود کہ بسبب قدرت دیگرے را عاجزی او درست دارند۔

عاجز آ جاتے ہیں پس قدرت اس کی بے نہایت ہے کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے جن اور انسان اور حیوان اور نباتات تمام اس کی قدرت کا اثر ہے اور ان کی مانند بے انتہا چیزوں پر قادر ہے پس کیونکر روا ہو گا کہ بسبب قدرت کے دوسرے کو سوائے حق تعالیٰ کے درست رکھیں ؟

نیز صفحہ میں فرماتے ہیں :۔

امام ابوحنیفہ اور دوسرے اکابر کے ارشادات

''علیٰ ہذا حضرت امام ابوحنیفہ اپنے وصیت نامہ میں فرماتے ہیں

''نقر بان العبد مع اعماله واقراره معرفته مخلوق فلما كان الفاعل مخلوقا باضعا له اولىٰ ان يكون مخلوقا ولم يكن لهم طاقة لا نهم ضعفا عاجزون''

''ہم اقرار کرتے ہیں کہ بندہ مع اپنے اعمال اور اقرار اور معرفت کے مخلوق ہے، پس جب کہ ہوا فاعل مخلوق تو افعال اس کے بطریق اولیٰ مخلوق ہوں گے اور نہیں ہے ان کے لئے طاقت کیونکہ وہ ضعیف عاجز ہیں۔'' [1]

[1] ......''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی التوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۹۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

اس عبارت میں بھی چمار سے زیادہ ذلیل کے الفاظ نہیں ہیں۔ پس اس عبارت کا پیش کرنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء ہے۔

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۹۵۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے اکابر کے ارشادات

علیٰ ہذا حضرت امام ابوحنیفہؒ اپنے وصیت نامہ میں فرماتے ہیں:۔

نقر بان العبد مع اعماله و اقراره و معرفته مخلوق فلما كان الفاعل مخلوقا فافعاله اولى ان يكون مخلوقا ولم يكن لهو طاقة لانه ضعيفا عاجزين۔

''ہم اقرار کرتے ہیں کہ بندہ مع اپنے اعمال اور اقرار اور معرفت کے مخلوق ہے پس جبکہ ہر فاعل مخلوق تو افعال اس کے بطریق اولیٰ مخلوق ہوں گے اور نہیں ہے ان کے لیے طاقت کیونکہ وہ ضعیف عاجز ہیں''

علیٰ ہذا کبیری شرح منیۃ المصلی صفحہ ۳۳۷ میں مرقوم ہے:۔

کبیری شرح منیۃ المصلی کی عبارت

''علیٰ ہذا کبیری شرح منیۃ المصلیٰ صفحہ ۳۳۷ میں مرقوم ہے لان الصلوٰۃ مقام التواضع و التذلل و الخضوع اس لئے کہ نماز مقام تواضع انکساری اور ذلیل اور عاجز ہونے کا ہے'' [1]

مولوی صاحب اپنی پرانی عادت پر پھر اتر آئے ہیں جو بار بار متنبہ کیا گیا ہے کہ تذلل کا معنی اپنے آپ کو ذلیل بنانا ہے اور وہ معنی کر رہے ہیں ذلیل ہونے کا عبادت کا مطلب بھی تذلل ہے یعنی اپنے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں ذلیل ظاہر کرنا۔ یہی تذلل کا معنی ہے کسی کا اپنے آپ کو ذلیل بنانا اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ فی الواقع ذلیل ہے اس کی تفسیر اس سے پہلی عبارات میں اچھی طرح بیان ہو چکی ہے اور چمار سے زیادہ ذلیل ہونا یہ تو ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا اس عبارت کو پیش کرنا بھی مصنف کو مفید نہیں بلکہ حنفی علماء پر افتراء ہے۔

کبیری شرح منیۃ المصلیٰ کی دوسری عبارت

''اور صفحہ ۴۲۱ میں مرقوم ہے ''وقد روی ان الله تعالى اوحى الى موسى عليه السلام يا موسى اذا ذكرتني فاذكرني وانت تنتفض اعضاؤك وكن عند ذكرى خاشعا مطمئنا واذا ذكرتني فاجعل لسانك من وراء قلبك واذا قمت بين يدى فقم قيام العبد الذليل وناحتی يقلب وجعل ولسان صادق''

روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ اے موسیٰ جس وقت تو میرا ذکر کرے تو ایسا ذکر

[1] ......﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' (حافظ عزیز الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۷۹۵، ۷۹۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

کر تیرے اعضاء سکڑ جائیں اور کر میرا ذکر بخشوع اطمینان سے اور جس وقت میرا ذکر کرے تو، تو تیری زبان تیرے دل کے ہمراہ ہو جائے اور جس وقت کھڑا ہو میرے سامنے پس کھڑا ہو مانند کھڑے ہونے بندہ ذلیل کے، اور مناجات کر مجھ سے ساتھ قلب حاضر اور سچی زبان سے ذلیل سمجھنے والے۔ [1]

اس کا جواب بھی اوپر ہو چکا ہے۔

کبیری شرح منیۃ المصلی سے تیسری عبارت

صفحہ ۴۶۰ میں مرقوم ہے" متذللين متواضعين خاشعين لله ،خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم متبدلا متواضعا متضرعا الخ "پست کرنے والے، گڑگڑانے والے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لئے، نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں کہ تھے میلے کچیلے پستی کے ساتھ تضرّع گڑگڑاتے ہوئے نماز استسقاء کے لئے" [2]

اس عبارت میں تذلل کا لفظ ہے جس کا جواب اوپر گزر چکا ہے۔

پانچویں عبارت کتاب مالابدمنہ سے

مولوی عزیز الدین صاحب لکھتے ہیں

"علی ھذا جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تلمیذ رشید مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وخلیفہ ارشد حضرت جان جاناں اپنی مشہور و مقبول کتاب مالابدمنہ صفحہ ۶ میں فرماتے ہیں

"وانبیاء وملائکہ باوجودیکہ اشرف المخلوقات ومقربان درگاہ اند لیکن مثل سائر مخلوقات ہیچ علم وقدرت ندارند مگر آنچہ خدا آنہارا علم دادہ است وقدرت دادہ"

انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام باوجودیکہ اشرف المخلوقات اور مقربان درگاہ ہیں لیکن مثل تمام مخلوقات کے کچھ علم اور قدرت نہیں رکھتے ہیں مگر جس قدر اللہ تعالیٰ نے ان کا علم دیا ہے اور قدرت دی ہے۔" [3]

اولاً یہ عبارت مالابدمنہ رسالہ سے لائی گئی ہے جو ہمارے مسلک کی مقبول کتاب ہرگز نہیں۔

ثانیاً اس عبارت میں بھی چمار سے زیادہ ذلیل کے الفاظ نہیں بلکہ اس میں اشرف المخلوقات کے لفظ یعنی تمام

---

[1] ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۹۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[2] ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۹۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

[3] ﴿"اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" (حافظ عزیز الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ) صفحہ ۹۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

مخلوقات سے زیادہ عزت اور شرف والے مان کر اپنے دہلوی امام کی عبارت کو رد کر دیا یعنی مثل تمام مخلوقات کے قدرت مگر جس قدر اللہ نے علم وقدرت دیا ہے اس میں ذاتی علم اور قدر کی نفی اور عطائی علم اور قدرت کا اختیار ہے۔ ذاتی اور عطائی کے فرق کو ہم ہمیشہ بیان کیا کرتے ہیں۔ لیکن اسماعیل دہلوی کے ماننے والے اس فرق کے منکر ہیں۔ مولوی صاحب نے اس عبارت کو صحیح عبارت مان کر اپنے اہل مسلک پر تھپڑ مارا ہے۔ لہٰذا ان کے اہل مسلک کو مبارک ہو۔

فوٹو حوالہ ﴿''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' صفحہ ۷۶۔ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور﴾

لان الصلوٰۃ مقام التواضع والتذلل والخضوع۔ اور ص۴۲ میں مرقوم ہے روی ان اللہ تعالیٰ اوحی الی موسیٰ علیہ السلام یا موسیٰ اذا ذکرتنی فاذکرنی وانت تنتفض اعضاؤک وکن عند ذکری خاشعا مطمئنا واذا ذکرتنی فاجعل لسانک من وراء قلبک واذا قمت بین یدی فقم قیام العبد الذلیل وناجنی بقلب وجل ولسان صادق ۔ ۔ ۔ اور ص۴۲ میں مرقوم ہے۔ متقنعین متخشعین للہ۔ خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متبذلا متواضعا متضرعا۔ الخ

"اس لیے کہ نماز مقام تواضع انکساری اور ذلیل ہونے اور عاجز ہونے کا ہے" روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ اے موسیٰ جس وقت تو میرا ذکر کرے تو ایسا ذکر کر تیرے اعضاء دہشت زدہ ہو جائیں اور کر میرا ذکر بخشوع اطمینان سے اور جس وقت میرا ذکر کرے تو کر تو تیری زبان تیرے دل کے ہمراہ ہو جائے اور جس وقت کھڑا ہو میرے سامنے پس کھڑا ہو مانند کھڑے ہونے بندہ ذلیل کے اور مناجات کر مجھ سے ساتھ قلب حاضر اور سچی زبان سے ذلیل سمجھنے والے پست کرنے والے گڑگڑانے والے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لیے" نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں کہ تھے پھٹے کپڑے پستی کے ساتھ تضرع گڑگڑاتے ہوئے نماز استسقاء کے لیے"

علیٰ ہذا جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تلمیذ رشید مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و خلیفہ ارشد حضرت جان جاناں اپنی مشہور و مقبول کتاب مالا بد منہ ص۲ میں فرماتے ہیں۔

وانبیاء و ملائکہ با وجودیکہ اشرف المخلوقات و مقربان درگاہ اند لیکن مثل سائر مخلوقات ہیچ علم و قدرت ندارند مگر آنچہ خدا تعالیٰ بہما علم دادہ است و قدرت دادہ۔

"انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام باوجودیکہ اشرف المخلوقات اور مقربان درگاہ ہیں لیکن مثل تمام مخلوقات کے کچھ علم اور قدرت نہیں رکھتے ہیں مگر جس قدر اللہ تعالیٰ نے ان کو علم دیا ہے اور قدرت دی ہے۔"

اختتام بحث

الحمد للہ!

مولوی عزیز الدین صاحب کے اکمل البیان میں ذکر کیے گئے غیر متعلق اور جھوٹے افترائات کا ایک ایک کر کے جواب دے دیا گیا ہے اور پیش کردہ جملہ عبارات میں سے کوئی ایک عبارت بھی ان کی تائید نہ ٹھہری۔

اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یاد رہے کہ کتاب مالا بدمنہ ہمارے اہل مسلک اور اہل مذہب میں مقبول اور مشہور نہیں۔ لہٰذا آئندہ اسے پیش نہ کیا جائے۔

اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کتاب کو اِن لوگوں کے لیے اور ان جیسے گزشتہ لوگوں کے اُن پیروکاروں کے لیے جو زندہ موجود ہیں ہدایت کا باعث بنائے۔ **وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم**

مقالاتِ اقبال
تین جلدیں
(زیرِ طبع)
از قلم
استاذ العلماء سند المحققین
حضرت علامہ مفتی محمد اقبال سعیدی رضوی

نسوانی عوارض
کے شرعی مسائل
تالیف
بنت المفتی محمد اقبال سعیدی رضوی